مفسرِ قرآن نمبر

مفسرِ اعظم، محدثِ کبیر، فقیہ زمان، ولیِ کامل
اُستاذ العلماء، شیخ المفسرین والمحدثین، حضرۃ مولانا

صوفی عبد الحمید خان سواتی رحمہ اللہ علیہ

فاضل دار العلوم دیوبند • فاضل دار المبلغین لکھنو • فاضل نظامیہ طبیہ کالج حیدر آباد دکن
بانی جامعہ نصرۃ العلوم و جامع مسجد نور گوجرانوالہ

کی شخصیت اور خدمات کا تذکرہ

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد فیاض خان سواتی
مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم

ادارہ نشر و اشاعت
جامعہ نصرۃ العلوم
فاروق گنج • گوجرانوالہ • پاکستان

اگست تا اکتوبر ۲۰۰۸ء

جلد ۱۹ ○ شمارہ ۸، ۹، ۱۰

بیاد

مفسرِ اعظم، محدثِ کبیر، فقیہ زمان، ولی کامل
استاذ العلماء، شیخ المفسرین والمحدثین، حضرت مولانا

صوفی عبد الحمید خان سواتی رحمہ اللہ

فاضل دار العلوم دیوبند، فاضل دار المبلغین لکھنؤ، فاضل نظامیہ طبیہ کالج حیدر آباد دکن
بانی جامعہ نصرۃ العلوم و جامع مسجد نور گوجرانوالہ

کی شخصیت اور خدمات کا تذکرہ

مفسرِ قرآن نمبر

زیرِ سرپرستی
امام اہل السنۃ حضرت مولانا
محمد سرفراز خان صفدر
مدظلہ العالی

مدیر اعلیٰ
مولانا **محمد فیاض خان سواتی**
مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم

زرِ تعاون مفسرِ قرآن نمبر ۳۰۰ روپے بمع پارسل ڈاک خرچ

خط و کتابت کا پتہ حافظ محمد واجد کوہاٹی ناظم دفتر ماہنامہ نصرۃ العلوم، فاروق گنج گوجرانوالہ پاکستان
پوسٹ کوڈ 52250 فون 055-4218530 03005651049
ناشر مولانا محمد فیاض خان سواتی طابع زاہد بشیر پرنٹنگ پریس 13/27 رٹیگن روڈ ہجویری پارک لاہور

فہرست عنوانات مفسر قرآن نمبر

☆	مضامین	رشحات قلم	صفحہ نمبر
☆	اداریہ	مدیر	۱۹
☆	''میں اور صوفی''	امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر	۲۲
☆	حضرت والد ماجدؒ کا مختصر سوانحی خاکہ	مولانا محمد فیاض خان سواتی	۴۵
☆	تذکرہ مفسر قرآن	مولانا محمد فیاض خان سواتی	۵۷
☆	حضرت صوفی صاحبؒ...... رفتید و لے نہ از دل ما	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا زاہد الراشدی	۱۸۳
☆	مولانا عبدالحمید سواتیؒ کی دینی خدمات	شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی	۱۸۷
☆	عم مکرمؒ...... چند یادداشتیں	شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی	۱۹۱
☆	ایک نومسلم امریکی خاتون دانشور کی حضرت صوفی صاحبؒ سے ملاقات	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا زاہد الراشدی	۱۹۷
☆	میرے چچا، میرے استاد اور میرے مربی	مولانا حافظ عبدالقدوس خان قارن گوجرانوالہ	۲۰۳
☆	فکر دیوبند...... کا...... انقلابی ترجمان	مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی گجرات	۲۲۲
☆	عصر حاضر کی ایک منفرد اور ممتاز علمی شخصیت	شیخ زادہ مولانا قاری حماد الزہراوی گکھڑ	۲۶۰
☆	مرنے والے کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں	مولانا حافظ محمد عمار خان ناصر گوجرانوالہ	۲۶۷

☆	مفسر قرآن......کی سیاسی خدمات	حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالدیان کلیم فاضل دارالعلوم دیوبند، پشاور	۲۷۴
☆	مولانا عبدالحمیدؒ	مولانا حافظ قاری ڈاکٹر کرنل فیوض الرحمٰن کراچی	۲۷۵
☆	مولانا عبدالحمید خان سواتیؒ اور خاندان امام ولی اللہ دہلویؒ	جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کراچی	۲۷٦
☆	حضرت شیخ الحدیث وشیخ التفسیر، علم کا روشن چراغ	جناب ڈاکٹر محمد عامر طاسین کراچی	۲۸۵
☆	میرے حضرتؒ......ہمہ جہت صفات کے حامل	جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن گوجرانوالہ	۲۹۱
☆	صوفی عبدالحمید سواتیؒ ایک مفسر...... ایک محدث	پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج کراچی	۲۹٦
☆	جامع العلوم والصفات شخصیت	پروفیسر مولانا غلام حیدر گجرات	۳۰۰
☆	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما	پروفیسر غلام رسول عدیم گوجرانوالہ	۳۰۵
☆	ہمارے مربی، ہمارے رہنما	جناب محمد حنیف قریشی ایم اے راولپنڈی	۳۱٦
☆	موت العالِم موت العالَم	جناب الحاج لعل دین ایم اے لاہور	۳۲۳
☆	صوفی صاحبؒ کی وسیع النظری	جناب الحاج لعل دین ایم اے لاہور	۳۲۸
☆	''ذکر حمید''	مولانا حافظ سمیع اللہ فراز ایم اے لاہور	۳۴۰
☆	میری یادیں	جناب صوفی محمد عالم گوجرانوالہ	۳۴۲
☆	عالم، صوفی اور ادیب	مولانا عبدالقیوم حقانی نوشہرہ	۳٦۴
☆	تفسیری اور علمی خدمات	مولانا عبدالسلام حضرو	۳٦۸
☆	تذکرہ ایک ''مفسر جلیل'' کا	مولانا محمد امجد سعید لاہور	۳۷۲

☆	آفتاب علوم نبوت	حضرت مولانا عبدالمعبود راولپنڈی	۳۷۶
☆	ایک عاشق قرآن کی رحلت	مولانا محمد اسلم شیخوپوری کراچی	۳۸۰
☆	مفسر قرآن، محدث دوراں	مولانا سعید احمد جلال پوری کراچی	۳۸۳
☆	جامع الصفات عالم ربانی کی رحلت	مولانا محمد ازہر ملتان	۳۹۲
☆	پیکر علم وعمل	مولانا عبدالرشید انصاری فیصل آباد	۳۹۵
☆	دل سے نزدیک، آنکھوں سے اوجھل	شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد کبیر والا	۳۹۹
☆	آہ! امت اسلامیہ کا مصلح چل بسا	مولانا محمد الیاس گھمن سرگودھا	۴۰۳
☆	محقق العصر، مفسر قرآن	مولانا سید محمد اکبر شاہ بخاری جامپور	۴۰۶
☆	ہمہ گیر شخصیت	مولانا ابواحمد نور محمد قادری تونسوی رحیم یارخان	۴۱۰
☆	علم پختہ اور قلم شستہ کا پیکر	مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی سرگودھا	۴۱۴
☆	متاثر کن شخصیت	حضرت مولانا قاری محمد اخلاق المدنی راولپنڈی	۴۱۷
☆	علماء دیوبند کی پہچان	مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی	۴۲۰
☆	آہ! میرے محسن و میرے مرشد	فقیر صوفی مولانا حافظ مشتاق عباسی کراچی	۴۲۷
☆	فکر ولی اللّٰہی کے وارث...... پیاس ''زم زم'' سے بجھا آیا ہوں	مولانا حافظ سجاد حسین راولپنڈی	۴۳۳
☆	حضرت صوفی عبدالحمیدؒ...... اٹھ گیا کون پاس سے میرے	مولانا حافظ سجاد حسین راولپنڈی	۴۳۷
☆	وہ جو بیچتے تھے دوائے دل	مولانا حافظ عبدالجبار سلفی حنفی لاہور	۴۴۱
☆	مسلمانوں کا سچا ہمدرد وخیر خواہ	مولانا نعیم الدین لاہور	۴۴۵

	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
☆	حضرت صوفی صاحب ؒ میرے مشفق استاد اور مربی	مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر قادری لاہور	۴۴۸
☆	فکر شاہ ولی اللہ کے امین	مولانا حافظ عزیز الرحمٰن خورشید علوی بھیروی	۴۵۲
☆	مشفق و مہربان استاذ	مولانا حافظ مومن خان عثمانی اوگی مانسہرہ	۴۵۸
☆	امت مسلمہ کی زبوں حالی اور حضرت صوفی صاحب ؒ کی دینی حمیت	مولانا حافظ مومن خان عثمانی اوگی مانسہرہ	۴۶۲
☆	تمہیں بھولنا بھی چاہیں تو......	مولانا عبدالرحیم مروت گوجرانوالہ	۴۷۸
☆	محبتوں کا محور	مولانا محمد اسلم معاویہ ڈیرہ اسماعیل خان	۴۸۲
☆	ترجمان حق	مولانا محمد اسلم معاویہ ڈیرہ اسماعیل خان	۴۸۶
☆	عصر حاضر کا مفسر اعظم	مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی سرگودھا	۵۰۸
☆	پیکر صدق و وفا	مولانا عزیز الحق ہزاروی انگلینڈ	۵۱۲
☆	شفقت کے پہاڑ	مولانا قاری عبید الرحمٰن ساجد سعودی عرب	۵۱۵
☆	صاحب معالم العرفان فی دروس القرآن	مولانا حافظ تنویر احمد شریفی کراچی	۵۱۷
☆	شامیں اداس اداس صبحیں بجھی بجھی	مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی مانسہرہ	۵۱۹
☆	آہ! زیارت گاہ اہل عزم وہمت ہے لحد تیری	مولانا ابوطلحہ رشید احمد زاہد ایبٹ آباد	۵۲۶
☆	دور اندیش ولی کامل	مولانا محمد معروف عاجز مانسہرہ	۵۳۰
☆	مثالی شخصیت	مولانا حافظ گلزار احمد آزاد گوجرانوالہ	۵۳۳
☆	کون اٹھا ہے آج عالم سے	مولانا قاری گلزار احمد قاسمی گوجرانوالہ	۵۳۷
☆	اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا	مولانا محمد شاہنواز فاروقی گوجرانوالہ	۵۴۰
☆	جس نے ساز زندگی میں سوز پیدا کر دیا	مولانا قاری گل احمد الاظہری آزاد کشمیر	۵۴۴

	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
	ہے یہ شامِ زندگی صبح دوام زندگی	مولانا محمد یوسف گوجرانوالہ	۵۴۶
☆	یہ رتبہ ملا جس کو مل گیا	مولانا محمد یوسف گوجرانوالہ	۵۴۹
☆	میرے مربی، میرے محسن حضرت صوفی صاحبؒ	مولانا محمد زبیر گوجرانوالہ	۵۵۹
☆	شفقت، وصیت اور زیارت	مولانا قاری احمد علی شاہد گوجرانوالہ	۵۶۳
☆	اداس گلشن	طلحہ السیف پشاور	۵۶۵
☆	استاذ العلماء وابو العلماء	سعدیؔ کے قلم سے	۵۶۸
☆	مفسر اعظم کے دو سلسلے	مولانا محمد ریاض انور گجراتی	۵۷۰
☆	حضرت الشیخ صوفی عبد الحمیدؒ	حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی گوجرانوالہ	۵۷۵
☆	ایک مفسر قرآن ایک ولی زمان	پیر مولانا محمد سلطان محمود قادری گوجرانوالہ	۵۹۷
☆	آہ مفسر قرآن امام العلماء فاضل دیوبند ولی کامل	مولانا حافظ محمد مشتاق ہرنولی میانوالی	۶۰۱
☆	حضرت صوفی صاحبؒ کی دورہ حدیث کے طلباء کو نصیحت	مولانا حافظ محمد مشتاق ہرنولی میانوالی	۶۰۳
☆	آہ! مفسر قرآن	مولانا محمد شعیب فاروقی لاہور	۶۰۵
	حضرت سواتیؒ سے پہلی اور آخری ملاقات	مولانا حفظ الرحمٰن اعوان ڈیرہ اسماعیل خان	۶۰۶
☆	حضرت سواتیؒ اور ان کا اداس گلشن	مولانا ابو یوسف محمد طیب لدھیانوی کراچی	۶۰۷
☆	طلباء کا محسن عظیم	مولانا محمد جانباز خان ٹانک	۶۰۹

☆	"نصرۃ العلوم" اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ	مولانا فاروق حسین صابر آزاد کشمیر	۶۱۰
☆	کوہ استغناء	مولانا ابو عامر قاری منظور احمد عاصم گوجرانوالہ	۶۱۲
☆	جامع علمی شخصیت	جناب طارق عزیز لاہور	۶۱۶
☆	آفتاب علم	جناب سید احمد حسین زید گوجرانوالہ	۶۱۷
☆	"یہ نصف صدی کا قصہ ہے"	ابو محمد لاہور	۶۲۰
☆	مصلح امت	ابو الحسن سرگودھا	۶۲۲
☆	زاہد فی الدنیا	مدیر مجلہ مصطفیٰ بہاولپور	۶۲۵
☆	ملت بیضاء کے عظیم سپوت	مولانا زکریا خان ساقی کشمیری	۶۲۸
☆	ایک پیاری نصیحت	حافظ فاروق احمد گوجرانوالہ	۶۳۵
☆	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا	حافظ لقمان احمد فاروق گوجرانوالہ	۶۳۷
☆	انقلابی شخصیت	محمد اکرام جاوید راولپنڈی	۶۴۱
☆	آہ! میرے شفیق، محسن مربی اور روحانی باپ	مولانا حافظ محمد اشرف گجرات	۶۴۳
☆	"اکابر کی نسبتوں کے امین"	مولانا محمد عمر عثمانی گجرات	۶۴۵
☆	میدان علم وعمل کا شہسوار	عطاء اللہ شاہ کوہاٹی	۶۶۱
☆	اب ڈھونڈ انہیں چراغ رخ زیبا لیکر	محمد احسن یونس ماجدی نوشہرہ ورکاں	۶۶۷
☆	بحر طریقت کا شناور	ممشاد احمد فاروقی کشمیری	۶۷۱
☆	میری آئیڈیل شخصیت	محترمہ ام حذیفہ خان سواتی گوجرانوالہ	۶۷۴

☆	صوفی عبدالحمید سواتیؒ	محترمہ شازیہ فخر بلوچ شجاع آباد	۶۷۸
☆	چچا جان......میری عزیز ہستی	محترمہ ام عمران شہید مانسہرہ	۶۸۰
☆	کچھ یادیں کچھ باتیں	محترمہ اہلیہ محمد امجد فیصل آباد	۶۸۵

تعزیتی پیغامات

ترتیب: مولانا صوفی محمد ریاض خان سواتی ناظم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

☆	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	مکہ مکرمہ سے	۶۸۸
☆	مدینہ منورہ سے	=
☆	جدہ سے	=
☆	بحرین سے	۶۸۹
☆	لندن سے	=
☆	ریاض سے	=
☆	واشنگٹن، امریکہ سے	=
☆	کینیڈا سے	=
☆	ہانگ کانگ سے	۶۹۰
☆	انڈیا دیوبند سے	=
☆	کویت سے	=
☆	دوبئی سے	=
☆	شارجہ سے	=

☆	چین سے	=
☆	جناب رفیق تارڑ سابق صدر پاکستان	۶۹۰
☆	مفتی اعظم حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی	۶۹۱
☆	حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر	=
☆	حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری	=
	تعزیت کے لئے تشریف لانے والے	۶۹۲
	تعزیتی بیانات	۶۹۴
☆	حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی	=
☆	قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن ایم این اے	۶۹۵
☆	جناب محمد اکرم درانی سابق وزیر اعلیٰ سرحد	=
☆	حضرت مولانا حافظ حسین احمد	۶۹۶
☆	صاحبزادہ مولانا صوفی محمد ریاض خان سواتی	=
☆	حضرت مولانا علی شیر حیدری	۶۹۷
☆	حضرت مولانا طارق جمیل	=
☆	حضرت مولانا سید عطاء المومن شاہ بخاری	۶۹۸
☆	حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی	=
☆	حضرت مولانا حاجی صوفی محمد احمد کریم قاسمی	۶۹۹
☆	حضرت مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر	=
☆	حضرت مولانا عبدالجبیر آزاد	۷۰۰
☆	حضرت مولانا قاری عبیداللہ عامر	=

☆	قاری محمد اکرم زبیری	۷۰۱
☆	حضرت مولانا محمد ایوب صفدر	۷۰۱
☆	**تعزیتی مکاتیب**	۷۰۲
☆	حضرت مولانا سمیع الحق اکوڑہ خٹک	=
☆	شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان کراچی	=
☆	حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری لندن	۷۰۴
☆	حضرت مولانا مجاہد الحسینی فیصل آباد	۷۰۵
☆	جناب قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی پاکستان	۷۰۶
☆	حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نوشہرہ	۷۰۷
☆	حضرت مولانا احمد الرحمٰن خطیب پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد	۷۰۸
☆	حضرت مولانا سید محمد اکبر شاہ بخاری راجن پور	۷۰۸
☆	حضرت مولانا عبدالسلام حضرو اٹک	۷۰۹
☆	جناب محمد حنیف قریشی ایم اے راولپنڈی	۷۱۰
☆	حضرت مولانا عبدالجبار حنفی سلفی لاہور	۷۱۲
☆	حضرت مولانا زاہد محمود قاسمی فیصل آباد	۷۱۳
☆	حضرت مولانا اسماعیل شجاع آبادی	۷۱۴
☆	حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی لاہور	۷۱۴
☆	حضرت مولانا سید عبدالقدوس ترمذی سرگودھا	۷۱۵
☆	حضرت مولانا محمد الیاس گھمن سرگودھا	۷۱۶
☆	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمالک منصورہ لاہور	۷۱۷

☆	حضرت مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی مانسہرہ	۷۱۸
☆	جناب الحاج لعل دین ایم اے لاہور	۷۱۹
☆	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید کہروڑ پکا لودھراں	۷۱۹
☆	حضرت مولانا ابواحمد نور محمد قادری تونسوی رحیم یار خان	۷۲۰
☆	حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمن حیدر آباد	۷۲۱
☆	حضرت مولانا محمد امجد سعید لاہور	۷۲۱
☆	حضرت مولانا حسین احمد قریشی اٹک	۷۲۲
	مولانا عبیداللہ اسلام آبادی ابوظہبی	۷۲۵
☆	حضرت مولانا محمد میاں لودھراں	۷۲۶
☆	حضرت مولانا قاضی مسعود الحسن بھکر	۷۲۶
☆	حافظ محمد عمر کوئٹہ	۷۲۷
☆	حضرت مولانا مفتی عبدالرشید خان سواتی مانسہرہ	۷۲۸
☆	حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانوی کراچی	۷۲۹
☆	حضرت مولانا مشتاق احمد چنیوٹی جھنگ	۷۲۹
☆	حضرت مولانا حافظ تنویر احمد شریفی کراچی	۷۳۰
☆	جناب پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی	۷۳۱
☆	شیخ الحدیث حضرت مولانا ایاز احمد حقانی پشاور	۷۳۴
☆	جناب حافظ محمد یعقوب آزاد کشمیر	۷۳۴
☆	حضرت مولانا مشتاق احمد عباسی کراچی	۷۳۶
☆	حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی سرگودھا	۷۳۶

☆	حضرت مولانا قاری خلیل احمد سکھر	۷۳۷
☆	حضرت مولانا عظمت اللہ بنوی	۷۳۸
☆	جناب پروفیسر عبدالخالق بلوچ جیکب آباد	۷۳۹
☆	جناب ضیاء کھوکھر اسلام آباد	۷۴۰
☆	جناب خالد رحمٰن اسلام آباد	۷۴۰
☆	جناب ڈاکٹر محمد امین لاہور	۷۴۱
☆	جناب ڈاکٹر قاری محمد طاہر فیصل آباد	۷۴۲
☆	حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف آزاد کشمیر	۷۴۲
☆	جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ لاہور	۷۴۳
☆	جناب پروفیسر سید شفیق احمد ترمذی چارسدہ	۷۴۴
☆	جناب قاری عبدالرشید کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان	۷۴۶
☆	حضرت مولانا ہدایت اللہ کوئٹہ	۷۴۶
☆	مولانا ابو یوسف محمد طیب لدھیانوی کراچی	۷۴۷
☆	مولانا سعید احمد قادری بہاولنگر	۷۴۸
☆	جناب محمد طلحہ جامی نقشبندی ملتان	۷۵۰
☆	مولانا نیک محمد جنوبی وزیرستان	۷۵۰
☆	مولانا حافظ خیر محمد کوئٹہ	۷۵۱
☆	حافظ لقمان احمد فاروقی	۷۵۲
☆	جناب قاری حبیب الرحمٰن زاہد لاہور	۷۵۲
☆	مولانا محمد صدیق اشرفی آزاد کشمیر	۷۵۳

☆	جناب غلام حسین احرار ڈیرہ اسماعیل خان	۷۵۵
☆	جناب حافظ ظہیر محمود قاسمی آزاد کشمیر	۷۵۶
☆	جناب خالد بھوترال اسلام آباد	۷۵۷
☆	جناب محمد عبدالحی لیہ	۷۵۷
☆	جناب عبدالستار شیخ سندھ	۷۵۸
☆	مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان	۷۵۸
☆	ادارہ دار القرآن ٹرسٹ وہاڑی	۷۵۹
☆	مدرسہ تعلیمات الٰہیہ کراچی	۷۶۰
☆	دفاع پاکستان وافغانستان کونسل مانسہرہ	۷۶۱
☆	ادارہ علم وادب بفہ ومبران مانسہرہ	۷۶۱
☆	دفتر جمعیۃ علماء اسلام ضلع مانسہرہ	۷۶۲
☆	جمعیۃ علماء اسلام شمالی وزیرستان ایجنسی	۷۶۲
☆	جمعیۃ علماء اسلام پاکستان نوشہرہ	۷۶۳
☆	حضرت مولانا سید اسلام علی شاہ قاصد برطانیہ	۷۶۴
☆	حضرت مولانا حافظ غلام رسول میانوالی	۷۶۶
☆	مولانا شمس الرحمٰن بلگرامی	۷۶۷
☆	مولانا محمد سیف اللہ خالد ہرنولی میانوالوی	۷۶۷
☆	مولانا سعید احمد جلال پوری کراچی	۷۶۸
☆	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کراچی	۷۶۹
☆	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کراچی	۷۷۰

☆	بریگیڈیر(ر) ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن	۷۷۲

اخبارات و جرائد و نیوز

☆	......☆......☆......☆......	صفحہ نمبر
☆	اداریہ روزنامہ اسلام لاہور	۷۷۳
☆	اداریہ ہفت روزہ وزارت لاہور	۷۷۴
☆	روزنامہ اسلام لاہور، مولانا فیروز خان فاضل دیوبند	۷۷۶
☆	روزنامہ اسلام لاہور، مولانا محمد احمد لدھیانوی	۷۷۷
☆	روزنامہ اسلام لاہور، مولانا حکیم عبدالواحد	۷۷۷
☆	ماہنامہ نقیب ختم نبوت، قائد احرار سید عطاالمہیمن بخاری	۷۷۸
☆	ماہنامہ الاکابر انٹرنیشنل گوجرانوالہ	۷۷۹
☆	ماہنامہ مکالمہ بین المذاہب گوجرانوالہ	۷۸۰
☆	ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک نوشہرہ	۷۸۰
☆	ماہنامہ نورعلی نور فیصل آباد	۷۸۱
☆	ماہنامہ النصیحہ چارسدہ	۷۸۳
☆	ہفت روزہ ختم نبوت کراچی	۷۸۴
☆	ماہنامہ تذکرہ دارالعلوم کبیروالا	۷۸۴
☆	ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی	۷۸۵
☆	ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ	۷۸۶
☆	ماہنامہ الحماد کراچی	۷۸۹

☆	ماہنامہ انوار مدینہ لاہور	۷۹۰
☆	ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور	۷۹۰
☆	ماہنامہ وفاق المدارس ملتان	۷۹۱
☆	ماہنامہ تجلیات حبیب چکوال	۷۹۱
☆	ماہنامہ القاسم نوشہرہ	۷۹۳
☆	ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان	۷۹۳
☆	ماہنامہ لولاک ملتان	۷۹۴
☆	سہ ماہی قافلہ حق سرگودھا	۷۹۵
☆	ماہنامہ چراغ اسلام گوجرانوالہ (مودودی مکتبہ فکر)	۷۹۶
☆	پندرہ روزہ المنبر فیصل آباد (اہلحدیث مکتبہ فکر)	۷۹۶
☆	ماہنامہ السعید اوگی مانسہرہ (مماتی مکتبہ فکر)	۷۹۷
☆	ماہنامہ تمنائے زادراہ فیصل آباد	۸۰۰

تعزیتی جلسہ میں بیانات

رپورٹ محمد عمر عثمانی متعلم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

☆	مقررین	صفحہ نمبر
☆	حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خان سابق ایم این اے گوجرانوالہ	۸۰۱
☆	خطیب یورپ وایشیاء مولانا عبدالحمید وٹو قلعہ دیدار سنگھ	۸۰۲
☆	حضرت مولانا محمد فیروز خان ثاقب فاضل دیوبند ڈسکہ	۸۰۳
☆	حضرت مولانا قاری خبیب احمد عمر جہلم	۸۰۴
☆	حضرت مولانا قاضی ظہور الحسین اظہر چکوال	۸۰۴

☆		
☆	حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہباز فاروقی سمندری	۸۰۵
☆	حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر گجرات	۸۰۵
☆	شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ	۸۰۶

مادہ تاریخ ولادت و وفات

☆	عنوان	رشحات قلم	صفحہ نمبر
☆	مفسر عظیم، ناموس دیوبند سرمایہ دین وملت	مولانا حکیم محمد یاسین خواجہ	۸۰۸

منظوم خراج عقیدت

☆	عنوانات	رشحات قلم	صفحہ نمبر
☆	قصیدۃ فی منقبۃ ومرثیۃ الخ (عربی مترجم)	حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی	۸۱۲
☆	قصیدۃ فی منقبۃ ومرثیۃ الخ (عربی مترجم)	حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی	۸۱۳
☆	رثاء الشیخ الخ (عربی مترجم)	مولانا محمد عطاء الحق قلبی اٹک	۸۱۷
☆	رفت آں شیخ بود حسن وجمال (فارسی)	حق نواز خان خلیل مانسہرہ	۸۱۸
☆	مفسر آنکہ تفسیرش دل آویز (فارسی)	حضرت مولانا قاضی محمد الیاس چناری	۸۱۹
☆	تھا دہلوی ولی" کی وہ حکمت کا ترجمان (اردو)	شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی	۸۲۸
☆	آہ! حضرت صوفی عبدالحمید سواتی" (اردو)	جناب سید سلمان گیلانی	۸۲۹
☆	آہ رونقِ مخانہ عبدالحمید (اردو)	جناب ابو علقم خلیل	۸۳۰
☆	حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی" کی یاد میں (اردو)	جناب طالب اعوان راولپنڈی	۸۳۱
☆	نذرانہ عقیدت شیخ سواتی" (اردو)	جناب لیاقت حسین فاروقی	۸۳۳

☆	فکر دیوبند کے امام (اردو)	مولانا حافظ مومن خان عثمانی مانسہرہ	۸۳۴
☆	عقیدت کے پھول (اردو)	مولانا فاروق حسین صابر آزاد کشمیر	۸۳۶
☆	صوفی عبدالحمید سواتیؒ (اردو)	حافظ محمد طاہر خان اعوان چکوال	۸۳۷
☆	اک اور دیا بجھا بڑھی اور تاریکی (اردو)	حافظ ابو محمد تصدق حسین میو	۸۳۸
☆	وہ منبع زہد وورع گیا ہے (اردو)	محمد احسان اللہ فاروقی بن ارشد	۸۳۹
☆	بڑا اہم سے ہو مشفق ومہرباں گئے	بنت عالم گوجرانوالہ	۸۴۱

حضرت صوفی صاحبؒ کے نام اہم شخصیات کے خطوط کے عکس

☆	عکس خطوط	صفحہ نمبر
☆	مکتوب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	۸۴۳
☆	مکتوب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	۸۴۴
☆	مکتوب اہلیہ محترمہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	۸۴۵
☆	مکتوب اسیر مالٹا حضرت مولانا سید عزیر گلؒ	۸۴۶
☆	مکتوب مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ	۸۴۷
☆	مکتوب محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ انڈیا	۸۵۱
☆	مکتوب شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن بازؒ سعودی عرب	۸۵۳
☆	مکتوب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک	۸۵۴
☆	مکتوب مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ	۸۵۵
☆	مکتوب حضرت مولانا قاری مرغوب الرحمٰن مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند	۸۵۶

اسناد و سرٹیفکیٹ اور جگہوں کے عکس

☆	......☆......☆......☆......	صفحہ نمبر
☆	عکس سند فراغت دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند انڈیا	۸۵۷
☆	عکس سند اجازت خصوصی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ انڈیا	۸۵۸
☆	عکس سند فراغت دارالمبلغین لکھنؤ از حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ	۸۵۹
☆	عکس سند فراغت دورہ تفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ خانپور	۸۶۰
☆	عکس سند فراغت نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد دکن	۸۶۱
☆	عکس سرٹیفکیٹ نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد دکن	۸۶۲
☆	عکس سرٹیفکیٹ اول پوزیشن کالج	۸۶۳
☆	عکس سرٹیفکیٹ خصوصی از ڈاکٹر حمید اللہ بیگ ایم بی بی ایس	۸۶۴
☆	تصویر مسند حدیث مدرسہ نصرۃ العلوم	۸۶۵
☆	تصویر جامع مسجد نور	۸۶۶
☆	تصویر ذاتی کتب خانہ اور چارپائی	۸۶۷
☆	تصویر جامع مسجد نور و جامعہ نصرۃ العلوم کا بیرونی منظر	۸۶۸
☆	تصویر منبر و محراب جامع مسجد نور	۸۶۹
☆	تصویر مرکزی دروازہ مدرسہ نصرۃ العلوم	۸۷۰
☆	تصویر لائبریری تین منزلہ مدرسہ نصرۃ العلوم	۸۷۱
☆	تصویر دارالاقامہ مدرسہ نصرۃ العلوم جدید تین منزلہ	۸۷۲
☆	تصویر دفتر اہتمام	۸۷۳
☆	تصویر مرقد مبارک	۸۷۴

......☆......☆......☆......

اداریہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مدیر

کچھ مفسر قرآن نمبر کے بارے میں

تھا جوش و خروش اتفاقی ساقی
اب زندہ دلی کہاں ہے باقی ساقی
میخانہ نے رنگ روپ بدلا ایسا
میکش میکش رہا نہ ساقی ساقی

حضرت والد ماجدؒ کے انتقال پر ملال کے بعد دل پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ کسی کام کرنے کو جی ہی نہیں چاہتا تھا، تمام امور میں جیسے رکاوٹ سی پیدا ہوگئی ہے کچھ دنوں کے بعد بزرگوں اور احباب نے مشورہ دیا کہ دو تین ماہ کے وقفے کے ساتھ ماہنامہ نصرۃ العلوم کا خصوصی نمبر شائع ہونا چاہیے، جس میں حضرت صوفی صاحبؒ کی ہمہ جہت خدمات کا تعارف اور ان کی سوانح کے بارے میں معلومات منظر عام پر آنی چاہئیں، مشورہ معقول تھا چنانچہ یکم اگست ۲۰۰۸ء کو اس خصوصی نمبر کی اشاعت کا اعلان کر دیا گیا اور عنوان ''مفسر قرآن نمبر'' متعین ہوا، علماء کرام اور ملک بھر کے چیدہ چیدہ اہل علم وقلم کے نام خطوط لکھے گئے، بعض ملاقات کرنے والوں کو بالمشافہہ بھی کہا گیا، ماہنامہ نصرۃ العلوم میں مئی سے جولائی تک تین ماہ عمومی اعلان بھی شائع ہوتا رہا کہ حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلقین، محبین اور تلامذہ بھی لکھ سکتے ہیں، الحمد للہ احباب نے توجہ فرمائی، جس کے نتیجہ میں یہ نمبر آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اعتذار

(۱) ہم یہاں صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ماہنامہ نصرۃ العلوم کے آغاز نومبر ۱۹۹۵ء سے لیکر آج تک یہ اس کی پہلی خصوصی اشاعت ہے، اس سے قبل اس قسم کا کوئی تجربہ ہمیں نہیں ہے، لہٰذا قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ اسے اسی نظر سے دیکھیں، اس کی ترتیب میں جو بھی کمی کوتاہی محسوس ہو اس سے صرف نظر

فرمائیں، ہاں کوئی واقعاتی یا تحریری غلطی ہو تو اس سے ضرور مطلع فرمائیں، ہم شکریہ کی ادائیگی کے ساتھ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کریں گے۔

(۲) نیز یہ بات بھی آشکارہ کرنا ہم نہایت ضروری سمجھتے ہیں کہ اس وقت حضرت صوفی صاحبؒ کے جتنے بھی معاصرین اور قریبی احباب تھے ان میں سے جو زندہ ہیں وہ سارے کے سارے صاحب فراش ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عاجلہ سے نوازے۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی شخصیت کے بارے میں گہرائی کے ساتھ جو وہ لکھ سکتے تھے، مابعد والوں کیلئے اس پائے کا لکھنا ممکن ہی نہیں ہے، لیکن افسوس کہ ان کے معاصرین میں سے اب لکھنے کی پوزیشن میں کوئی بھی نہیں ہے اگر آج امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی کی صحت اجازت دیتی تو ان کا اشہب قلم اس تشنگی کو دور کر دیتا، قارئین سے درخواست ہے کہ ان کی صحت وسلامتی کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت با کرامت رکھے، البتہ امام اہل سنت دامت برکاتہم کا ایک مفصل مضمون جو انہوں نے اپنے قلم سے ۱۹۷۱ء میں تحریر فرمایا تھا، جس میں انہوں نے اپنے اور اپنے بھائی کے بارے میں ابتدائی خاندانی، تعلیمی اور دیگر مستند معلومات جمع فرمائی تھیں، وہ مضمون من وعن ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، اس مضمون کی فوٹو کاپی شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ کی وساطت سے ہمیں میسر آئی ہے۔

(۳) احقر نے ماہنامہ نصرۃ العلوم میں ''تذکرہ مفسر قرآن'' کے عنوان سے مضمون لکھنا شروع کیا تھا جس کی تین قسطیں طبع ہو چکی ہیں، خیال تھا کہ اس مضمون کو آہستہ آہستہ مکمل کروں گا، لیکن احباب نے مشورہ دیا کہ یہ مضمون بھی مکمل اس خصوصی نمبر میں شامل ہونا چاہئے، کیونکہ بعد میں اس نمبر میں شامل ہونا ممکن نہیں ہے، لیکن وقت درمیان میں بہت کم تھا جلدی جلدی کسی حد تک اسے مکمل کرنے کی سعی کی گئی ہے اور ساتھ یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ حضرت والد ماجدؒ کی ذاتی ڈائری ساری کی ساری اس میں شامل ہو جائے جس میں مجھے کافی حد تک کامیابی ہوئی ہے، تاہم یہ مضمون انتہائی عجلت میں لکھا گیا ہے اس لیے اس میں لفظی فروگزاشتوں کا امکان بھی ہے، جس کی نشاندہی کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا جائے گا اور ان کی اصلاح کی جائے گی۔

(۴) اس خصوصی نمبر کی اشاعت میں معمولی سی تاخیر کی دو وجوہات ہیں، ایک یہ کہ بے ہنگم لوڈ شیڈنگ نے سارے کام کو درہم برہم کیے رکھا، دوسری یہ کہ بعض اہل علم وقلم نے اپنی روایتی سستی کی وجہ سے مضامین تاخیر

سے بھیجے، بلکہ ہماری طرف سے متعینہ تاریخ پر اس نمبر کو شائع کرنے کے اعلان سے وہ کبیدہ خاطر بھی ہوئے، تاہم اللہ رب العزت انہیں خوش رکھے اور جزائے خیر عنایت فرمائے۔

اظہار تشکر

اس خصوصی نمبر کی اشاعت کے سلسلے میں احقر کے ساتھ جن احباب نے محنت کی ہے، اس کی ترتیب کچھ یوں ہے،

احقر نے تمام مضامین کو ایڈٹ کیا، ترتیب دیا اور پروف ریڈنگ پر نظر ثانی کی، پروف ریڈنگ کی کچھ نظر ثانی میں عزیز القدر محمد احسن یونس ماجدی نے حصہ لیا، عزیزم حافظ محمد حذیفہ خان سواتی سلمہ نے اس کے اکثر حصہ کی کمپوزنگ کی، کچھ حصہ کی مولانا حافظ محمد اشرف یٰسین گجراتی فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم نے کمپوزنگ کی، محمد عمر عثمانی متعلم مدرسہ نصرۃ العلوم نے بعض حضرات کے تعزیتی بیانات کو کیسٹوں سے کاغذ پر منتقل کر کے ترتیب دیا، مولانا محمد حنیف کشمیری ناظم ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے اس کا ٹائٹل جناب شکور عالم رانجھا ادارۃ الخطوط والوں سے تیار کرایا، مولانا عبدالرحیم مروت فاضل و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم نے اس کی پروف ریڈنگ کی، مولانا عبدالرزاق خان فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم نے پریس کی تمام تر ذمہ داری انجام دی، عزیزم محمد ریاض خان و محمد عرباض خان سلمہما نے اس کی حسن و ترتیب میں مفید مشوروں سے نوازا، گوجرانوالہ کے مشہور آرٹسٹ شمیم صاحب نے فوٹو تیار کئے اور حافظ محمد واجد کوہاٹی ناظم ماہنامہ نصرۃ العلوم نے اس کی ترسیل کی۔

نیز جن اہل علم و قلم حضرات نے مضامین لکھے، نظمیں تحریر کیں یا کسی بھی حوالہ سے اس خصوصی اشاعت میں حصہ لیا، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی پرخلوص کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ذخیرہ آخرت بنائے، آمین یارب العالمین۔

فروغ شمع جو اب ہے رہے گا روز محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

❁❁❁❁❁❁❁❁

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

’’میں اور صوفی‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

نحمدہ، ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

’’ہمارے مخلص اور مہربان بزرگ جناب خان محمد خواص خان صاحب دام مجدہم اعوان مقام ہیڑاں ڈاکخانہ اہل تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ نے بار بار بزرگانہ خطوط تحریر فرمائے کہ میں علماءِ ہزارہ کے بارے کتاب لکھنا چاہتا ہوں اسلئے تم اپنے اور برادرِ خورد صوفی عبدالحمید کے حالاتِ زندگی اور خصوصیت سے تحصیل علم سے متعلق معلومات ضبط تحریر میں لا کر بھیجو موصوف سے وعدہ بھی تھا مگر ایک ضروری سفر اور بے حد مصروفیت اور اس پر مستزاد گونا گوں بیماریاں اور کچھ ایسے ہی دیگر متعدد عوارض دامن گیر ہوئے کہ محترم کو تقریباً چار پانچ سال تک خاطر خواہ جواب لکھ کر نہ بھیج سکا اور ان تمام عوارضات سے بڑھکر یہ مانع پیش آیا کہ موصوف تو علماءِ ہزارہ کے حالات اپنی زندۂ جاوید کتاب میں درج فرمانا چاہتے ہیں لیکن جب راقم نے اپنی حقیقت پر نگاہ ڈالی تو اپنے کو اس صف میں کھڑا ہونے کا اہل نہ پایا جس علماء کی صف میں موصوف غالباً محض اپنی حسن عقیدت یا بزرگانہ شفقت سے کھڑا کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اپنی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ من آنم کہ من دانم۔ اس کے بعد موصوف نے شکوہ سے بھرے ہوئے خطوط ارسال فرمانا شروع کردئے جس میں وہ حق بجانب تھے کہ تمہاری مصروفیات تو ختم نہیں ہونگی اور میں انتظار کر کر کے تھک گیا ہوں (محصلہ) اب مجبوراً اس بزرگانہ شکوہ اور وعدہ کو ملحوظ رکھ کر راہ فرار بھی نظر نہیں آرہی اسلئے موصوف کے حکم کی تعمیل میں اختصاراً واجمالاً کچھ لکھ کر ارسال کرنا ہی ضروری سمجھا گیا تا کہ موصوف سے تو جان چھڑائی جاسکے اپنی جگہ پوزیشن اور حقیقت کچھ ہو یا نہ ہو آخر گلوخلاصی بھی تو ضروری ہے واللہ تعالیٰ الموفق للخیر‘‘

نام، ولدیت، سن ولادت اور جائے پیدائش

راقم اثیم کا نام محمد سرفراز والد کا نام نور احمد خان مرحوم دادا کا نام گل احمد خان مرحوم قوم سواتی (شاخ

مند راوی) جائے پیدائش ڈھکی چیڑاں داخلی کڑمنگ بالا سابق ڈاکخانہ بٹل علاقہ کونش تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ صوبہ سرحد (مغربی پاکستان) ہے صحیح طور پر تو معلوم نہیں اور نہ کوئی تحریر موجود ہے بزرگوں کے مختلف بیانات کی روشنی میں قدر مشترک یہ ہے کہ راقم کی ولادت ۱۹۱۴ء کے لگ بھگ ہوئی ہے۔ (عزیزم عبدالحمید مجھ سے تقریباً تین سال چھوٹا ہے اس لحاظ سے اسکی ولادت ۱۹۱۷ء کے لگ بھگ کی ہے) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
ہمارے والد مرحوم کی پہلی شادی اپنے حقیقی چچا محمد خان مرحوم کی لڑکی بی بی رحمت نور مرحومہ سے ہوئی (یہ ہماری سوتیلی والدہ تھیں اور پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۹ء میں گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں انکی وفات ہوئی اور یہیں وہ مدفون ہیں اللھم اغفرہا وارحمہا) اس شادی کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اپنے بزرگوں سے اور خصوصاً والدہ مرحومہ سے عبدالغفورؒ سنا ہے، جوانی میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا اس کے بعد تقریباً تیس سال تک ہمارے والد مرحوم کے ہاں باوجود والدہ مرحومہ کے علاج ومعالجہ کے کوئی اولاد نہ ہوئی جب ہمارے والد مرحوم کی عمر تقریباً ساٹھ سال کی ہو گئی تو ہماری سوتیلی والدہ مرحومہ اور خاندان کے بعض دیگر بزرگوں نے ہمارے والد مرحوم کو اولاد کی غرض سے اور شادی کرنے پر مجبور کیا پہلے تو وہ پہلو تہی کرتے رہے مگر بالآخر وہ بھی مجبور ہو گئے، ڈنہ کے مقام کے چیچی خاندان کی پندرہ سولہ سال کی ایک خاتون سے جن کا نام بی بی بخت آورؒ تھا خاصی کش مکش کے بعد نکاح ہو گیا دونوں کی عمروں کے نامناسب ہونے کی وجہ سے بعض رشتہ دار ابتدائی مرحلہ میں سخت مخالف تھے بالآخر سب راضی ہو گئے یہ ہماری حقیقی والدہ تھی شادی کے بعد ۱۹۱۱ء کے لگ بھگ ایک لڑکی پیدا ہوئی جو ہماری بڑی ہمشیرہ ہے جس کا نام بی بی حکم جان ہے اور اپنے حقیقی پھوپھی زاد بھائی سید عبداللہ شاصاحبؒ ولد سید دین علی شاہ صاحب مرحوم ساکن لمبی کے نکاح میں ہے صاحب اولاد ہے اور تاوقت تحریر بقید حیات ہے (اب وفات پا چکی ہے۔ مدیر) اللہ تعالیٰ عمر دراز کرے، اسکے بعد تقریباً تین سال بعد راقم کی ولادت ہوئی پھر تقریباً تین سال بعد عزیزم صوفی عبدالحمید کی ولادت ہوئی اسکے بعد تقریباً ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ ہماری چھوٹی ہمشیرہ بی بی خانم مرحومہ پیدا ہوئی (جس کی وفات ۱۹۴۴ء میں لاہور میں ہوئی اور وہ باغبانپورہ کے قبرستان میں مدفون ہے جبکہ اس کا خاوند برادرم دولت خان ساکن اچھڑیاں وہاں ٹکسال میں ملازم تھا) ہماری یہ چھوٹی ہمشیرہ تقریباً چالیس دن کی تھی کہ ہماری حقیقی والدہ بی بی بخت آور مرحومہ چیچک کی بیماری میں مبتلا ہو کر تقریباً پچیس سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو گئی اور ہم چاروں بہن بھائی اپنی حقیقی

ماں کی ممتا سے محروم ہوگئے اور وہ بھی بے بسی کی حالت میں اپنے معصوم بچوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حکم قطعی کو لبیک کہتے ہوئی آخرت کو روانہ ہوگئی اس کے دل میں کیا کیا حسرتیں ہونگی؟ کون اندازہ کرسکتا ہے؟ ان تمام حسرتوں کے عوض اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس مرحمت فرمائے ہم پہلے بھی اپنی سوتیلی والدہ کی گود میں رہتے تھے اور حقیقی والدہ کی وفات کے بعد تو گود ہی وہی تھی اور یہ بالکل ایک حقیقی ہے کہ ایسی نیک دل خدمت گزار ہمدرد اور مہربان وشفیق سوتیلی والدہ شاید ہی کسی کو میسر ہوئی ہو جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں مرحمت فرمائی تھی اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنی رحمت کے جوار میں جگہ مرحمت فرمائے آمین ثم آمین۔

والد مرحوم کا دین سے لگاؤ

ہم نے جب ہوش سنبھالا تو والد مرحوم کو بالکل سفید ریش دیکھا ایک بال بھی سر اور داڑھی میں سیاہ نہ تھا بخلاف اسکے ہمارے داداجی مرحوم بھی اسوقت زندہ تھے انکی ڈاڑھی اور سر میں بال سیاہ بھی تھے اور انکی عمر سوسال کے لگ بھگ تھی جب دونوں باپ بیٹا اکٹھے ہوتے تو دیکھنے والوں کو الٹ شبہ پڑتا ہمارے گھر کے قریب کوئی اور مکان نہ تھا تقریباً دوفرلانگ کے فاصلہ پر ہمارے دادا صاحب مرحوم اور انکے چھوٹے بھائی میر عالم خان مرحوم کے دومکان تھے جو بالکل آس پاس تھے اور انہوں نے اپنی سہولت کے لئے مسجد بھی تعمیر کرلی تھی بحمداللہ تعالیٰ سبھی بزرگ متشرع اور پختہ نمازی تھے ہمارے والد مرحوم اکثر نمازیں گھر ہی پڑھتے تھے اور گھر سے باہر ایک چبوترہ نماز کے لئے بنا رکھا تھا اور جانوروں سے اسکی بڑی حفاظت کیا کرتے تھے تہجد اور باقی نمازوں کی سختی سے پابندی کرتے تھے یہی حال ہماری سوتیلی والدہ مرحومہ کا تھا والد مرحوم کبھی کبھی اذان خود بھی کہتے تھے مگر زیادہ تر مقابل میں دوسرے پہاڑ پر جکوڑی کے موذن کی اذان پر نمازوں اور سحری اور افطار کا انحصار ہوتا تھا والد مرحوم اور اس طرح دادا مرحوم بالکل ان پڑھ تھے جوانی کے دور میں والد مرحوم نے قرآن کریم کا پہلا پارہ ناظرہ پڑھا تھا اس کے بعض مقامات کبھی پڑھ لیا کرتے تھے ہاں قرآن کریم کی بعض سورتیں خوب یاد تھیں نماز اور تلاوت میں انہیں کو پڑھتے تھے عمر کو خاصی تھی مگر بفضلہ تعالیٰ صحت قابل رشک تھی اور اپنا تمام کاروبار خود کرتے تھے ایک معمر نوکر بھی رکھا تھا جو کوہ مری کے علاقہ کا تھا اور عباسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا وہ بڑا پرہیزگار متشرع نمازی اور نہایت خدمت گزار تھا ہمارے مال ومویشی اکثر وہی چرایا کرتا تھا اور ہم بھی کبھی کبھی اس کے ساتھ مال ومویشی کے چرانے میں شرکت کرتے تھے پانی خاصا دور تھا اور وہ پانی بھی

اکثر لاتا تھا ہمارا گھر گو اکیلا تھا مگر مہمان بکثرت رہتے اور خصوصا لبی کے ہمارے پھوپھی زاد بھائی تو اکثر وہاں رہتے تھے خوب چہل پہل رہتی والد مرحوم بڑے مہمان نواز تھے بٹ کس کی صاف وشفاف ندی سے خود مچھلیاں پکڑ کر لاتے اور مہمانوں کی مچھلیوں اور اسکے علاوہ مرغیوں اور گوشت سے خوب تواضع کیا کرتے تھے جب کسی موقع پر کوئی مہمان نہ آتا تو خاصے پریشان دکھائی دیتے تھے لیکن مہمانوں کے نہ آنے کا واقعہ سال میں کبھی کبھار پیش آتا تھا۔

تعلیم کا آغاز

راقم نے جب ہوش سنبھالا تو زمینداری طریقہ سے گھر کے سب کام کرتا تھا لیکن والد مرحوم کو ہماری تعلیم کی بے حد فکر تھی اور اس جنگل میں تعلیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا حسن اتفاق سے ہمارے پھوپھی زاد بھائی محترم مولانا مولوی سید فتح علی شاہ صاحب ولد سید دین علی شاہ صاحب مرحوم ساکن لبی بٹل میں سکول پڑھتے تھے اور غالباً اس وقت وہ چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے والد مرحوم نے راقم کو جبکہ غالباً عمر تیرہ سال کی ہوگی ۱۹۲۷ء کے قریب بٹل پہنچادیا اور پھوپھی زاد بھائی کے حوالہ کر دیا وہاں راقم کو سکول میں داخل کر دیا گیا اور پہلی جماعت میں راقم نے تعلیم شروع کر دی رہائش ایک بڑھیا مائی کے ہاں تھی راشن اپنا ہوتا تھا پکا وہ دیتی تھی نام تو اسکا یاد نہیں ہاں اتنا یاد ہے کہ یعقوب خان صاحب مرحوم کے گھر کے قریب ہی اس مائی کا گھر تھا مکئی کی روٹی اور کڑی اس مائی کے ہاتھ کی پکی ہوئی ابتک یاد ہے اللہ تعالیٰ اسکو جزائے خیر دے۔

بٹل کے بعد ملک پور

نہ معلوم کن وجوہ اور اسباب کی بنا پر برادرم محترم اچانک بٹل سے ملک پور چلے گئے اور وہاں فقیر اخان صاحب مرحوم کی مسجد میں ڈیرہ ڈالدیا اور شیر پور کے مڈل سکول میں داخل ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد والد مرحوم نے مجھے بھی وہاں پہنچادیا اور ملک پور کی مسجد میں چھوڑ آئے اور اس موقع پر لبی کے اور بھی کئی احباب وہاں آ گئے جن میں ہمارے دو اور پھوپھی زاد بھائی سید عبد اللہ شاہ جو ہمارے بہنوئی بھی ہیں اور پیرولی شاہ صاحب بھی تھے اور ان کے علاوہ چنار کوٹ اور کولیاں وغیرہ کے اور بھی کئی دوست جمع ہو گئے، رہتے تو ہم ملک پور میں تھے لیکن سکول شیر پور میں پڑھتے تھے حتیٰ کہ راقم دوسری جماعت تک شیر پور میں پڑھتا رہا اور اس اثناء میں مسجد میں قاعدہ قرآن کریم ناظرہ اور نماز جنازہ کے ضروری مسائل سیکھ لئے وظیفے مانگ مانگ کر

اکتا گیا اور کئی مرتبہ چھپ کر گھر بھاگ جاتا رہا ایک دفعہ تو تن تنہا گلی باغ کے راستہ سے تنگ لائی کا خطرناک پہاڑ طے کرکے گھر پہنچ گیا اور لطف یہ کہ طبیعت میں کوئی خوف وہراس نہ تھا لیکن برادرم محترم سید فتح علی شاہ صاحب پولیس کی طرح راقم کا تعاقب کرتے اور جب قابو آتا تو بے تحاشا پیٹتے اور ایک دفعہ تو رسی سے باندھ کر پیٹا اور پھر جکڑ کر الٹا لٹکا دیا والد مرحوم یا والدہ مرحومہ جب چھڑانے کے لئے قریب آتے تو برادر محترم ان سے الجھ پڑتے اور یوں گویا ہوتے کہ اگر تم نے پڑھانا ہے تو میرے کام میں مداخلت مت کرو ورنہ تم جانو اور تمہارا کام وہ چپ ہو جاتے اور انکی مار کے بعض نشانات ابھی تک راقم کے بدن پر موجود ہیں لیکن بایں ہمہ کئی دفعہ راقم بھاگ کر گھر چلا جاتا لیکن وہ پھر جا کر لے آتے اور خوب پٹائی کرتے۔

مانسہرہ

برادر محترم نے شیر پور میں مڈل پاس کرلیا اور راقم دوسری جماعت سے تیسری میں ہو گیا اسی موقع پر والد مرحوم نے عزیزم صوفی عبدالحمید کو ملک پور پہنچا دیا یہ اس کا پہلا سفر تھا لیکن چونکہ اپنے ہی رشتہ دار چند ہم عصر ساتھی موجود تھے اسلئے اس نے بھی کوئی زیادہ تکلیف محسوس نہیں کی اس زمانہ میں اخبار زمیندار بہت عروج پر تھا اور افغانستان میں بچہ سقاء کی شورش کی شہ سرخیاں اخبارات میں نمایاں ہوتی تھیں اسی زمانہ میں مانسہرہ میں محترم جناب غلام احمد صاحب عرضی نویس اور حضرت مولانا غلام غوث صاحب دامت برکاتہم کی کوشش سے ایک دینی آزاد مدرسہ اصلاح الرسوم کے نام سے قائم ہوا تھا اور برادر محترم سید فتح علی شاہ صاحب اس مدرسہ میں جا کر داخل ہو گئے اور رہائش مانسہرہ کے قریب گنڈا کی مسجد میں رکھی ہم لوگ بھی ملک پور سے کوچ کر کے گنڈا چلے گئے اور مانسہرہ کے مدرسہ میں داخل ہو گئے تیسری جماعت میں داخلہ لیا اور تعلیم الاسلام مصنف حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کو خوب یاد کیا اور وہاں تقریر کا ڈھنگ بھی بتایا جاتا تھا ہم نے بھی چند باتیں یاد کرلیں اور تقریر شروع کردی اس درمیان پیدل ہی ہم گھر آتے جاتے تھے اس وقت لاری وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا اور والد مرحوم بھی اکثر ہماری خبر گیری کے لئے آتے اور دیکھ بھال کر تسلی دیکر اور کچھ رقم دیکر چلے جاتے ایک مرتبہ ہمارے کپڑوں میں بے پناہ جوئیں دیکھ کر والد مرحوم رو پڑے ہماری برادری اور خاندان کے بعض حضرات والد مرحوم کو خوب کوستے اور طعنہ دیتے کہ اس بڑھاپے میں تجھے اللہ تعالیٰ نے اولاد دی ہے لیکن تو ان کو گھر نہیں ٹکنے دیتا چونکہ ان کو ہماری تعلیم کا بے حد شوق تھا اسلئے وہ ان تمام

طعنوں کو سن کر صبر شکر کر کے خاموش ہو جاتے۔

دادا اور والد کی وفات

اس اثناء میں ہمارے دادا مرحوم غالباً ۱۹۳۰ء کو ہماری غیر موجودگی میں رمضان مبارک کے مہینہ میں بحالت روزہ وفات پاگئے اللّٰھم اغفرہ وارحمہ چونکہ اس وقت سواری کا انتظام نہ ہوتا تھا اور گکڑ اور ہمارے گھر میں تقریباً ۲۶ میل کی مسافت تھی اسلئے ہمیں اطلاع نہ بھیجی جاسکی ہم تین چار دن کے بعد گھر پہنچے اس کے ایک سال بعد رمضان مبارک ہی کے مہینہ میں ۱۹۳۱ء کے قریب ہمارے والد مرحوم کا انتقال ہوا اور ہم دونوں بھائی اس موقع پر گھر میں ہی تھے ہمارے پھوپھا سید دین علی شاہ صاحب مرحوم اور راقم وہاں سے چھ میل دور منڈی حال حاجی آباد کفن خریدنے چلے گئے اور کورے اور اچھڑیاں میں اپنے رشتہ داروں کو وفات کی اطلاع دینے کی غرض بھی تھی لیکن ان دنوں جنگل میں کٹائی کا کام شروع تھا اور سوء اتفاق سے ان میں کوئی بھی جنازہ میں شریک نہ ہوسکا بجز ہماری سوتیلی والدہ کے بھانجے محترم جناب حاجی گوہر آمان خان صاحب مرحوم (جنکی ۷ جولائی ۱۹۷۰ء کو وفات ہوئی تھی) وہ ہمارے ساتھ ہولئے اور شام کے قریب ہم نے والد مرحوم کو پادرے کے قبرستان میں دادا مرحوم کی قبر کے پہلو میں (اسی قبرستان میں ہماری حقیقی والدہ مرحومہ بھی مدفون ہیں) دفن کیا تجہیز و تکفین اور دفن کے موقع پر ہمارے والد مرحوم کے چچا سید عالم خان مرحوم انکے فرزند محمد زمان خان مرحوم ان کے فرزند صحبت خان صاحب وسعادت خان صاحب اور سید دین علی شاہ صاحب مرحوم اور برادرم فتح علی شاہ صاحب وغیرہ حضرات موجود تھے اور علی الخصوص ہمارے حقیقی چچا خان زمان خان صاحب مرحوم بھی حاضر تھے مدت العمر انہوں نے شادی نہیں کی افریقہ۔عراق اور دیگر ممالک میں زندگی کا بیشتر حصہ گزارا بڑے نمازی اور متشرع تھے مزاج میں قدرے تندی تھی ۱۹۳۳ء کے قریب کورے میں وفات ہوئی اور وہاں ہی قبرستان میں مدفون ہیں جہاں ہمارے بہت سے بزرگ اور عزیز (جن میں راقم کا فرزند عزیزم محمد یونس خان راشد بھی ہے) مدفون ہیں والد مرحوم کی فوتیدگی کے بعد ہمارا شیرازہ کچھ ایسا بکھرا کہ اس کے بعد ہم سب بہن بھائی اور سوتیلی والدہ مرحومہ کبھی اکٹھے نہیں ہوسکے کہیں دو اکٹھے ہو جاتے اور کہیں تین ہماری والدہ مرحومہ اور چھوٹی ہمشیرہ بی بی خانم مرحومہ کو محترم جناب اخوی حاجی گوہر آمان خان صاحب مرحوم اچھڑیاں لے گئے بڑی ہمشیرہ کو پھوپھی در مرجان صاحبہ مرحومہ لبی لے گئیں جن کے فرزند سے

والد مرحوم زندگی میں انکی منگنی کر چکے تھے اور ہم دونوں بھائی کبھی لمبی اور کبھی اچھڑیاں اور کبھی کورے میں اور زیادہ تر مسجدوں میں وقت گزارتے گھر کا اثاثہ۔ سامان اور جانور کچھ اس انداز سے تقسیم کئے گئے کہ آج تک وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ ان سے فائدہ کس نے اٹھایا اور جو کچھ ہمارے حصہ میں آیا وہ کہاں گیا بہر حال یتیموں کی داستان خاصی دردناک اور طویل ہوا کرتی ہے جس سے ہمیں بھی دو چار ہونا پڑا اس دور میں برادر محترم سید فتح علی شاہ صاحب کی شادی ہو چکی تھی اور وہ باوجود شوق کے تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور اکثر گھر ہی رہنے لگے ہم لوگ بھی گنڈا سے نکل کر تتر بتر ہو گئے اور وہ ساتھی جو ملک پور اور اسکے بعد گنڈا میں جمع تھے پھر سب کبھی یکجا نہ ہو سکے۔

علاقہ کونش میں تعلیم

والد مرحوم کی وفات کے بعد گھر کے اجڑنے اور گنڈا سے نکل چکنے کے بعد تھوڑے عرصہ میں خاصی جگہیں بدلنا پڑیں چنانچہ راقم کچھ عرصہ بٹل میں پڑھتا رہا اسکے بعد ہرڑی پائین میں حضرت مولانا غنی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس رہا وہاں نور الایضاح اور صرف کی ابتدائی کچھ گردانیں یاد کیں اسکے بعد کھکھو میں حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب کے پاس رہا اور پھر سنگل کوٹ میں مولانا احمد نبی صاحب کے پاس رہا اور نحو میر کا کچھ حصہ پڑھا پھر بائی پائین میں کچھ عرصہ رہا لیکن ان تمام جگہوں میں تعلیم کا خاطر خواہ انتظام نہ ہونے نیز اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے وقت زیادہ صرف ہوا اور تعلیمی کام نہ ہونے کے برابر رہا اور اس پر مستزاد یہ کہ ہمارے لمبی والے برادران کرام اس سلسلہ میں خاصے استاد ثابت ہوئے کہ جب کام کاج اور گھاس کاٹنے کے دن ہوتے تو ہمیں جہاں کہیں بھی ہم ہوتے تلاش کر کے لمبی لے جاتے اور کئی کئی دن تک کام کرواتے جب کام سے فراغت ہو جاتی ۔ وہ پھر کسی نہ کسی مسجد میں ہمیں لے جا کر چھوڑ آتے اور عزیزم صوفی عبدالحمید اس درمیان اچھڑیاں اور کورے میں رہتا کبھی ٹنگ لائی سے بالن لے آتا کبھی گھاس اور شوتل کاٹ لاتا اور کبھی کوئی اور خدمت جو اسکے سپرد ہوتی وہ سرانجام دیتا اور کبھی کبھار لمبی چلا جاتا (اچھڑیاں اور لمبی کے درمیان تقریباً اٹھارہ میل کی مسافت ہے اور یہ پہاڑی علاقہ ہے) اس اثناء میں ایک نیک دل بزرگ نے مشورہ دیا کہ تمہارا وطن میں کیا دھرا ہے کہیں جا کر علم حاصل کرو چنانچہ راقم نے عزیزم عبدالحمید کو ساتھ لیا اور دونوں ۱۹۳۳ء کے لگ بھگ بھاگ کھڑے ہوئے کہیں پیدل چلتے اور کہیں ریل گاڑی پر سوار ہوتے حتیٰ

کہ ہم کوئٹہ بلوچستان جا پہنچے وہاں کے متصل ایک بستی تھی وہاں ایک پرانے طرز کا (مسجد میں) مدرسہ تھا ہم وہاں داخل ہو گئے اور وہاں ابتدائی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں اس وقت بہترین قسم کا انگور وہاں ایک آنے کا دو سیر ملتا تھا اور یہ کوئٹہ کے (غالباً ۱۹۳۴ء میں) غرق ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے لیکن کچھ دنوں کے بعد وہاں سے ہم بھاگ کھڑے ہوئے اور کلکتہ جا پہنچے وہاں کچھ دن رہ کر پھرتے پھراتے پھر وطن پہنچ گئے راقم لمبی پہنچ گیا اور عزیزم اچھڑیاں اور دونوں کام کاج میں مصروف ہو گئے جو کام بھی ہم سے لیا جاتا بامر مجبوری ہمیں کرنا پڑتا لیکن کام صدق نیت سے کرتے اور راقم تو بفضلہ تعالیٰ کسی کام میں کسی کو آگے نہ بڑھنے دیتا اور اس کا وہاں خاص شہرہ تھا اسکے بعد راقم پھر دوبارہ بھاگا اور اپنے ایک رفیق سفر کے ساتھ جو چٹہ بٹہ کا رہنے والا تھا سیدھا اجمیر شریف جا پہنچا وہاں سے پھر چکر لگاتا ہوا واپس لمبی جا پہنچا اور وہاں شیڑ کے مقام پر گوجروں کا امام بنا دیا گیا مسجد کے آس پاس کوئی گھر نہ تھا کبھی کوئی نمازی آ جاتا اور کبھی نہ آتا راقم اکیلا ہی اذان کہہ کر نماز پڑھ لیتا اور رات کو وہاں ہی مسجد میں سو جاتا کبھی تو اکیلا سو جاتا اور کبھی خلیل کا کا مرحوم گوجر راقم کا ساتھی ہوتا جو کھانا وہ لوگ دیدیتے وہ کھا لیتا دن کو بندوق لیکر شکار کرتا چکور وہاں بکثرت ہوتے تھے مکی کی فصل پر راقم کو چھ پیانے مکی امامت کے معاوضہ میں ملی کچھ پیانے دیکر شوق جہاد میں تلوار خریدی بندوق پہلے سے ہی موجود تھی ان دنوں آزاد قبائل انگریز کے خلاف لڑتے تھے جنکی قیادت مشہور مجاہد حضرت مولانا اللہ داد خان صاحب دامت برکاتہم کرتے تھے (موصوف راقم کی کتابیں پڑھ کر اور ان سے بے حد متاثر ہو کر گکھڑ برائے ملاقات تشریف لائے تھے اور چند دن قیام فرما کر واپس تشریف لے گئے) لمبی سے تقریباً دو میل کی مسافت پر آزاد علاقہ شروع ہوتا تھا جہازوں کی بمباری کے علاوہ توپوں مشین گنوں حتیٰ کہ رات کے وقت رائفلوں کی آواز ہم بخوبی سنتے تھے مولانا موصوف بمع اپنے چند ساتھیوں کے انگریز نے گرفتار کر لئے جو کافی عرصہ کے بعد بے حد مصائب اٹھا کر رہا ہوئے وہ تلوار اور بندوق لمبی میں ہی تھی اب معلوم نہیں وہ کس صاحب کے تصرف میں ہیں والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

طلبِ علم کے لئے دوبارہ سفر کا آغاز

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جناب سید محمود شاہ باجی مرحوم ساکن لمبی کو انہوں نے ایک مرتبہ راقم کو پاس بٹھا کر بڑے نرم لہجہ اور معقول گفتگو کے ساتھ یہ نصیحت کی اور فرمایا سرفراز! تو خاصا ذہین اور محنتی آدمی

ہے اور ابھی تمہاری عمر بھی کوئی زیادہ نہیں جا کر علم حاصل کرو تو ان گوجروں کے گرٹ (روٹی) پر کیوں گرا ہوا ہے؟ ان کے اس پیارے اور مشفقانہ انداز سے نصیحت کا دل پر گہرا اثر ہوا اور دفعۃً وہاں سے دل اچاٹ ہو گیا لمبی سے روانہ ہوا اور برادرم محمد ایوب خان صاحب کو (جو ہمارے پھوپھی زاد بھائی ہیں ہم سے تقریباً عمر میں بڑے ہیں اس وقت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں چوکیدار ہیں) (اب وفات پا چکے ہیں۔ مدیر) ساتھ لیا اور اچھڑیاں سے عزیزم عبدالحمید کو ساتھ لیا اور ہری پور جا پہنچے وہاں سے کھلابٹ ہوتے ہوئے دوڑ کی ندی کے کنارہ پر پہاروں نام ایک چھوٹی سے بستی میں مقیم ہو گئے اور پکا پیالہ میں دن کو جا کر سبق پڑھ آتے اور رات کو اپنے مستقر پر آ جاتے وہاں محترم جناب سکندر خان صاحب ایک معمر بزرگ تھے وہ ہمارے کھانے اور لسی وغیرہ کا خاص اہتمام کرتے لیکن کچھ عرصہ کے بعد عزیزم عبدالحمید پھر اچھڑیاں چلا گیا (کیونکہ سوتیلی والدہ مرحومہ اور چھوٹی حقیقی ہمشیرہ مرحومہ وہاں ہی ہوتی تھیں اور یہ ان کے بغیر صبر نہ کر سکتا) اور راقم خانپور (جو کہ ہری پور سے جنوب مشرق کی طرف روہی کی ندی کے کنارے سرسبز علاقہ ہے اور راجوں کا خانپور کہلاتا ہے) چلا گیا وہاں لوہاروں کی مسجد میں ٹک گیا اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب سے جو اس مسجد کے امام تھے صرف کی ابتدائی بے سلیقہ اور بے ترتیب کتابیں شروع کر دیں موصوف نے بکریاں رکھ رکھی تھیں راقم کی صحت بڑی اچھی تھی اور استادوں اور بزرگوں کا کام بڑی محنت اور نیک دلی سے کیا کرتا تھا موصوف اس جوہر کو تاڑ گئے راقم دو تین میل باہر پہاڑوں میں چلا جاتا اور وہاں سے بکریوں کے لئے لانگی (وہاں کی اصطلاح میں چارہ) لاتا راقم کے پاس ایک قیمتی شاہڑی تھی وہ استاد محترم نے چھت کے ساتھ پنکھا بنا کر لٹکا دی بہانہ تو یہ کیا کہ اس کو کیڑا نہیں لگے گا لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ راقم بھاگ نہ جائے آں محترم کے عزیزوں میں سے کسی کا باغ تھا راقم کو وہاں چند دن کے لیے بھیج دیا گیا راقم خرمانیاں اتارتا ان سے ٹوکریاں بھرتا اور پھر ان کو سیتا اور وہ براستہ ٹیکسلا راولپنڈی پہنچتیں اور وہاں فروخت ہوتیں اس کام میں بھی راقم نے خوب محنت اور مہارت کا ثبوت دیا اب وہ تو راقم کے اور زیادہ گرویدہ ہو گئے اور اپنی ہی برادری میں سے ایک لڑکی سے رشتہ راقم سے جوڑنے کی سعی شروع کر دی اور جب راقم کو اس کا پتہ چلا تو بلطائف الحیل شاہڑی ان سے لی کیونکہ اس کا وہاں چھوڑنا بھی ایک غریب طالب علم کیلئے مشکل تھا اور ان سے لینا تو مشکل تر تھا لیکن حکمت عملی کام آ گئی اور شاہڑی لیکر راتوں رات وہاں سے بھاگ نکلا وہاں چند ماہ رہا لیکن سبق صرف برائے نام تھا اصل کام ان کا

کام تھا راقم پھر لبی جا پہنچا وہاں چند دن رہ کر پھر اچھڑیاں اور کورے گیا اور وہاں سے عزیزم عبدالحمید کو خاصی ترغیب وترہیب کے ساتھ آمادہ اور دلاسا کیا اور اس کو ساتھ لیکر لاہور چلا گیا وہاں مصری شاہ میں ایک ڈاڑھی منڈھے مولوی صاحب رہتے تھے جن کا نام غالباً عبدالواحد تھا اور عرب استاد سے مشہور تھے صرف اور نحو میں انکو بڑی مہارت تھی عربی روانی سے بولتے تھے اور پشتو بھی بڑی فصیح اور سلیس بولتے تھے اپنا خیال یہ ہے کہ وہ قبائلی تھے لباس خالص عربی پہنتے تھے عربی لباس اور عربی زبان بولنے کی وجہ سے شاید عرب استاد کہلاتے تھے تعویذات ان کے بہت چلتے تھے اور انہی کی آمدنی پر وہ وقت بسر کرتے تھے انہوں نے بکری بھی رکھ رکھی تھی اور ہم اسکی خدمت بھی کرتے تھے عرب استاد یک چشم تھے سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتے تھے اور اسی وجہ سے اکثر سیاہ رنگ کی عینک استعمال کرتے تھے ان کے شہرت کی وجہ سے ان کے پاس حفیظ باندی تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ کے ایک نوعمر مولوی صاحب جن کا نام فضل الٰہی تھا برائے تحصیل علم حاضر ہوئے اور عرب استاد سے غالباً اس وقت وہ نحو کی دقیق اور مشکل کتاب عبدالغفور اور مغنی اللبیب پڑھتے تھے اور ہمارے اسباق بالکل ابتدائی تھے جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ پڑھنے کا بے حد شوق رکھتے ہیں لیکن ناتجربہ کاری کی وجہ سے کسی مدرسہ تک نہیں پہنچ سکتے تو انہوں نے ہمیں مرہانہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ حضرت مولانا غلام محمد صاحب مرحوم کے پاس بھیج دیا اس وقت ہم تین ساتھی تھے راقم ۔عزیزم عبدالحمید اور مولوی عبدالحق صاحب ساکن ککھو مگر افسوس کہ ہماری کتابیں بالکل ابتدائی تھیں اور ان کے پاس طلبہ زیادہ تھے نیز داخلہ کے ایام بھی نہ تھے اسلئے انہوں نے داخلہ سے تو معذوری ظاہر کردی لیکن بایں ہمہ انہوں نے ہماری صحیح رہنمائی کردی کہ تم وڈالہ سندھواں (یہ مرہانہ سے چند میل کی مسافت پر ضلع سیالکوٹ میں خاصا مشہور قصبہ ہے) چلے جاؤ چنانچہ ہم وہاں چلے گئے وہاں بڑی مرکزی دومنزلہ وسیع مسجد کے ساتھ طلبہ کی رہائش کے لیے کمرے بنے ہوئے تھے اور کئی طلبہ وہاں رہتے تھے وہاں حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب رحمانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۳۸۸ھ ۱۹۶۸ء میں حضرت کا جبکہ آپ سرگودھا کی جامع مسجد اہلحدیث کے خطیب تھے حرکت قلب بند ہونے سے انتقال ہوگیا) مدرس اور خطیب تھے حضرت کا آبائی علاقہ چونیاں ضلع لاہور تھا اور دورہ حدیث شریف انہوں نے حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ سے دہلی میں پڑھا تھا غضب کے ذہین بہترین مدرس اور چوٹی کے مقرر تھے مسلکاً اہلحدیث تھے مگر خاصے معتدل فروعی مسائل میں نزاع اور اختلاف کو پسند نہ

کرتے تھے جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے راقم سے داخلہ کا امتحان لیا اور نحو میر میں معرفہ اور نکرہ کی تعریف دریافت فرمائی جو راقم نے فی الفور صحیح تعریف مع مثال عرض کر دی اور بھی بعض سوالات کیے اور خوش ہو کر ہمیں مدرسہ میں داخل کر لیا ہماری صحیح اور با قاعدہ تعلیم کا آغاز و ڈالہ ہی سے شروع ہوا ہم وہاں تقریباً دو سال رہے روٹیاں گھروں سے مانگ لاتے اور خوب سیر شکم ہو کر کھاتے اور محنت سے پڑھتے سبعہ معلقہ۔ شرح جامی اور قطبی تک کتابیں راقم نے وہاں ہی پڑھیں عزیزم عبدالحمید کی کتابیں ابتدائی تھیں ہمارے استاد محترم اس وقت مجلس احرار اسلام کے سرگرم رکن اور نڈر سپائی اور بے باک مقرر تھے ہم لوگ با قاعدہ وردی پہنتے اور تلواریں گلے میں لٹکا کر پریڈ کرتے ڈسکہ۔ گوبند کے اور لاہور کی تاریخی کانفرنسوں میں ہم نے رضا کارانہ وردیاں پہن کر شرکت کی ان دنوں مسجد شہید گنج کا مسئلہ خوب زوروں پر تھا کچھ عرصہ کے بعد مولوی عبدالحق صاحب وہاں سے فرار ہو گئے اور اس کے کچھ عرصہ بعد ہی عزیزم عبدالحمید اپنے ایک رفیق درس مولانا سید امیر حسن شاہ صاحب ساکن تھب تحصیل باغ ضلع پونچھ کے ساتھ وڈالہ سندھواں سے بھاگ گیا اور راقم اکیلا رہ گیا پھر کچھ دنوں کے بعد راقم اس کی تلاش میں نکلا غربت کا زمانہ تھا رقم پاس نہ تھی پیدل ہی وہاں سے گوجرانوالہ پھر قلعہ دیدار سنگھ پھر حافظ آباد اور پھر وہاں سے ونیکے تارڑ جا پہنچا ان تمام جگہوں میں اس وقت دینی کتابوں کے درس ہوتے تھے اور بیرونی طلبہ پڑھتے تھے مگر عزیزم کا ان جگہوں پر کوئی اتہ پتہ نہ چلا بالآخر راقم کشتی کے ذریعہ دریائے چناب کو عبور کر کے قادر آباد پہنچا اور وہاں سے پھر انہی کے مشہور درس میں جا پہنچا جہاں پہلے ماہر معقول و منقول حضرت مولانا غلام غوث رسول صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پڑھاتے تھے اس کے بعد ہمارے استاد محترم ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ یادگار سلف حضرت مولانا ولی اللہ صاحب دامت برکاتہم تعلیمی خدمات انجام دیتے تھے اور بحمد اللہ تعالیٰ تاہنوز پڑھا رہے ہیں (اب وفات پا چکے ہیں۔ مدیر) مختلف علاقوں سے ذہین اور پڑھنے والے طلبہ کا وہاں ہجوم رہتا تھا راقم انہی سے چند میل دور کلہ میں مقیم ہو گیا وہاں مقام ہٹیاں کشمیر کے مولانا عبدالمجید صاحب بھی رہتے تھے ہم دونوں صبح سویرے وہاں سے چل کر انہی آ جاتے اور سبق پڑھ کر ظہر تک واپس چلے جاتے میبذی وغیرہ کتابیں راقم نے وہاں ہی پڑھی ہیں انہی میں طریقۂ تعلیم یہ تھا کہ طالب علم ہر فن کی کتاب کا خود مطالعہ کر کے اور خوب سمجھ کر کتاب کا مطلب استاد کے سامنے بیان کرتا اور غلطی پر استاد اسکی اصلاح کر دیتے اس طریقہ سے بمشکل ایک دو سبق ہی

حل کرسکتا نہایت ہی ذہین آدمی تین اسباق پڑھ سکتا تھا اس طرز سے طلبہ میں مطالعہ اور کتابوں کے سمجھنے اور حل کرنے کا جذبہ بخوبی اجاگر ہوتا تھا کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد راقم وہاں سے کھسکی۔ منڈی بہاؤ الدین۔ ملکوال۔ پنڈ دادن خان۔ بھیرہ۔ خوشاب سے ہوتا ہوا شاہ پور اور پھر وہاں سے سرگودھا اور وہاں سے تقریباً بیس میل دور جہان آباد پیدل پہنچا وہاں سے اتنا معلوم ہوا کہ عزیزم عبدالحمید بمع اپنے رفیق کے آئے تھے اور کچھ دن یہاں رہے ہیں اور پھر چلے گئے ہیں وہاں رات رہ کر راقم خوشاب۔ واں بچھراں۔ کندیاں۔ کلور کوٹ سے ہوتا ہوا ضلع لائل پور (فیصل آباد) کے ایک قصبہ بازار والہ پہنچا وہاں بریلوی مکتب فکر کا ایک درس تھا اور بیرونی طلبہ رہتے تھے وہاں سے معلوم ہوا کہ دونوں مفرور ملتان میں ہیں اور مولانا عبدالعلیم صاحب کے مدرسہ میں پڑھتے ہیں چنانچہ راقم وہاں سے روانہ ہوکر ملتان پہنچا اور عزیزم عبدالحمید بمع اپنے رفیق کے وہاں موجود تھا ملاقات ہوئی گلہ شکوہ اور سفر کی تکلیفوں کا تذکرہ بھی ہوا اور ملاقات کر کے خوشی بھی ہوئی وہاں ہم تینوں کچھ عرصہ رہے اور علم میراث کا ایک رسالہ جس کے مصنف خود مولانا موصوف تھے پڑھا مولانا بہت معمر تھے ان کے فرزند مولانا عبدالحلیم اور ان کے فرزند مولانا عبدالکریم اور ان کے فرزند مولوی عبد الشکور سب زندہ تھے لانگے خان کے باغ کے قریب انکی مسجد تھی اور اس میں درسِ کتب جاری تھا یہ حضرات نہ پکے دیوبندی اور نہ پختہ بریلوی بین بین تھے علم اور علماء سے بڑی عقیدت رکھتے تھے لیکن وہاں کھانے کا کوئی معقول انتظام نہ تھا وہاں فی کس توے کی ایک روٹی سالم اور ایک آدھی ملتی تھی اور اس کی دلیل وہ یہ بیان کرتے تھے کہ ہمارے اوپر کے کسی بزرگ کا یہی معمول تھا ہمارا اس کھانے پر بخوبی گزارا تو نہیں ہوسکتا تھا مگر چونکہ رمضان شریف بالکل قریب تھا اسلئے اختتام سال کے پیش نظر ہم وہاں ہی پڑے رہے جب سال ختم ہوا تو ہم تینوں وہاں سے روانہ ہوکر ملتان کے قریب ہی پیراں غائب کے مقام پر (جو مین لائن کا اسٹیشن بھی ہے) پہنچے وہاں کچی کچی جونپڑیاں تھیں اور ایک امام مسجد میاں عبداللہ صاحب سے اتفاقی ہماری ملاقات ہوگئی چونکہ ہمارے ایک ساتھی امیرِ حسن شاہ صاحب سید تھے اور وہ لوگ سادات کی بڑی عزت کرتے تھے اسلئے انہوں نے ہماری بڑی عزت کی اور باصرار انہوں نے اپنے پاس رکھا اور رمضان شریف ہم نے سید صاحب کی برکت سے بڑا ہی مزے سے گزارا جب رمضان شریف ختم ہوا تو ہم ۱۹۳۷ء میں جہانیاں منڈی ضلع ملتان پہنچے وہاں حضرت مولانا غلام محمد صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم بڑی جامع مسجد میں (جسکے ساتھ طلبہ

کی رہائش کے لئے خاصے کمرے تھے) خطیب اور مدرس تھے موصوف حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ کے شاگرد اور فضلاء دیوبند میں سے ہیں ہم نے ان سے اسباق شروع کئے کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مظفر گڑھی دامت برکاتہم (جو آج سے تقریباً باون سال پہلے دیوبند سے فارغ ہوئے) مدرس ہوکر تشریف لائے راقم نے وہاں عبدالغفور۔ حمہ اللہ۔ مسلم الثبوت اور مختصر المعانی وغیرہ کتابیں پڑھیں عزیزم عبدالحمید کے اسباق چھوٹے تھے اس کے بعد اختتام سال کے قریب ہی رفیق سفر کے اکسانے اور باہمی مشورہ سے بلا وجہ ہی روانہ ہوگئے چونکہ ان کے بھائی مولوی سید گل حسن شاہ صاحب گوجرانوالہ میں تھے انہوں نے ان کے پاس آنا تھا ہم بھی ساتھ ہی چلے آئے اور رمضان سے قبل ہی مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ میں نئے سال کے داخلہ کی منظوری لے لی اس وقت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ التوفی ۱۳۵۹ھ جو فضلاء دیوبند میں سے تھے اور وسیع النظر اور علم حدیث اور طبقات رواۃ پر بڑی گہری نگاہ رکھنے والے تھے وہاں مہتمم اور خطیب تھے داخلہ کی منظوری کے بعد ہم دونوں بھائیوں نے رمضان مبارک میں ضلع گوجرانوالہ تحصیل حافظ آباد اور ضلع شیخوپورہ کے بہت سے دیہات کا تبلیغی اور اکتسابی دورہ کیا رمضان شریف بھی ختم ہوا اور ہماری سیاحت بھی ختم ہوئی ماہ شوال میں ہم انوار العلوم میں داخل ہوگئے وہاں حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب دامت برکاتہم کیمل پوری صدر مدرس تھے (موصوف حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے ہیں حضرت مدرسہ انوار العلوم کے بعد ڈابھیل بھی مدرس رہے اس کے بعد ملک تقسیم ہوگیا اور کئی سال فقیر والی ضلع بہاولنگر میں شیخ الحدیث رہے اب اس سال اپنے آبائی علاقہ غور غشتی میں شیخ الحدیث ہیں)(اب وفات پا چکے ہیں۔ مدیر) تقریباً تین سال ہم انوار العلوم میں رہے اور یہ وہ دور تھا جس میں ہٹلر کی اتحادیوں سے جنگ عظیم چھڑی ہوئی تھی اور سرکار برطانیہ کی قوت کی چولیں ڈھیلی دکھائی دیتی تھیں اس اثناء میں ہم نے بڑی محنت اور دلجمعی سے تعلیم جاری رکھی اور محترم استاد کی خصوصی نوازشوں سے بہت استفادہ کیا موقوف علیہ تک کی تمام اہم کتابیں مثلاً ہدایہ اولین، ہدایہ آخرین، توضیح وتلویح، بیضاوی، تصریح، اقلیدس، صدرا، قاضی مبارک، شمس بازغہ، شرح نخبۃ الفکر اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتابیں حضرت سے پڑھیں اور مطول وسراجی وغیرہ حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم سے پڑھیں اور باوجود غربت اور عسرت کے تعلیمی مشغلہ میں خوب انہماک رہا اساتذہ کرام بھی ہم سے بڑے

خوش تھے۔

گمنامی کا دور

ان چھ سات سالوں میں ہم نے وطن میں اپنے بزرگوں اور رشتہ داروں کو کوئی اطلاع نہ دی کہ ہم ہیں یا نہیں؟ اور ہیں تو کہاں ہیں؟ اور کرتے کیا ہیں؟ جن حضرات کو ہمارے ساتھ قدرتی اور طبعی طور پر محبت تھی مثلاً والدہ ماجدہ اور ہمشیرگان وغیرہا تو وہ ہمارے بارے میں متفکر اور پریشان تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو غالباً ------ وِلے بخیر گزشت کا ورد کرتے ہونگے بہر حال دنیا میں بہت کچھ ہوتا ہے اور یہ زمانہ ہم پر جیسے بھی گزرا آخر گزر گیا راقم کی موقوف علیہ تک سب کتابیں ختم ہوگئی تھیں لیکن عزیزم عبدالحمید کی باقی تھیں اور راقم اس کیلئے رکا رہا اور دورہ حدیث شریف کے لیے دارالعلوم دیوبند نہ جا سکا اور بحکم استاد محترم تقریباً ڈیڑھ سال پرائیویٹ طور پر ایک جگہ مولوی فاضل کا کورس پڑھاتا رہا پچیس روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی اور کھانا اور رہائش کا انتظام اس کے علاوہ تھا اسی زمانہ میں ہماری برادری کے ایک بزرگ چچا گل خان صاحب ساکن اچھڑیاں راہوالی میں ریلوے کے محکمہ میں ملازم تھے ان کی وجہ سے ہمارا علم ہمارے بزرگوں کو ہوگیا چنانچہ ہمارے خالہ زاد بھائی حاجی گوہر آمان خان صاحب مرحوم ہماری ملاقات کیلئے گوجرانوالہ آئے ملاقات ہوئی خیر و عافیت کا علم ہوا ہماری والدہ مرحومہ اور چھوٹی ہمشیرہ انہی کے ہاں رہتی تھیں کچھ دنوں کے بعد راقم بھی وطن گیا اور خویش و اقارب سے ملاقات ہوئی چند دن وہاں رہا اور بعض مقامات پر تقریریں بھی کیں لوگوں کا زاویہ نگاہ قدرے بدل چکا تھا اور اب وہ وقعت کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور رشتہ داروں کی ملاقات کر کے راقم پھر واپس گوجرانوالہ پہنچا اور ۱۹۴۱ء میں ہم دونوں بھائی بمع چند دیگر ساتھیوں کے دارالعلوم دیوبند روانہ ہوئے داخلہ کا امتحان دیا اور بفضلہ تعالیٰ ہم کامیاب رہے اور حدیث شریف کے دورہ میں شریک ہوگئے۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کے پاس اور مسلم شریف حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ کے پاس اور ابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحبؒ کے پاس تھا اسی طرح دیگر اسباق دوسرے اساتذہ کرام پر تقسیم تھے دن رات تعلیم ہوتی اور اس سال دورۂ حدیث شریف میں ہم ۳۳۳ ساتھی تھے کل تعداد اس سال ۱۹۹۵ تھی ابتدائی مہینے تو بڑے آرام اور سکون سے گزرے اور طلبہ کی تقریریں بھی بڑے جوش و خروش سے ہوتی تھیں اور راقم کے بارے بلاوجہ ایک دو تقریروں کے بعد یہ تاثر قائم کر لیا گیا

کہ یہ اچھا مقرر ہے بلکہ ایک موقع پر مشہور شاعر جناب علامہ مولانا محمد انور صاحب صابری نے راقم کی تقریر سن کر یہ فرمایا کہ سرحدیوں میں یہ ابوالکلام کہاں سے پیدا ہوگیا ہے؟ درمیان سال میں حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ؒ نے مراد آباد میں ایک تقریر فرمائی اس سلسلہ میں ان پر مقدمہ چلا اور حضرت گرفتار ہوگئے طلبہ نے حضرت کی گرفتاری کے خلاف زبردست احتجاج کیا حتیٰ کہ پولیس اور فوج کو مداخلت کرنا پڑی اور طلبہ نے اس موقع پر فرط عقیدت کی بنا پر کئی بار جلوس نکالے اور آخری جلوسوں کی قیادت اس ناچیز کے نازک کندھوں پر ڈال دی گئی (جسکی وجہ یہ تھی کہ متحدہ ہندوستان کے گیارہ صوبے تھے اور طلبہ نے اپنی سہولت کے لئے ہر صوبے کا ایک ایک نمائندہ مقرر کر دیا تھا ایک زبان ہونے کی وجہ سے صوبہ سرحد اور افغانستان کا نمائندہ راقم کو چنا گیا اور پھر ان تمام نمائندوں کا صدر راقم منتخب ہوا،

قرعۂ فال بنامِ منِ مسکین زدند

اس وجہ سے ارباب دارالعلوم دیوبند۔ مجلس شوریٰ کے اراکین اور حکومت کے نمائندوں کا سلسلہ ہی راقم سے وابستہ ہوگیا کبھی صدر مہتمم حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ؒ سے گفتگو ہوتی اور کبھی مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم سے اور کسی موقع پر حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب شاہجہانپوری سے صلاح و مشورہ ہوتا اور کبھی حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی ؒ سے اور کبھی پولیس اور حکومت کا کوئی افسر اور کارندہ آجاتا اور کبھی سی۔ آئی۔ ڈی کا کوئی خیر خواہ مولویانہ شکل و صورت میں حالات معلوم کرنے کے لیے راقم کے ذہن کو کریدتا ادھر طلبہ کی بے چینی اپنے عروج پر تھی جلسوں پر جلسے اور نعروں پر نعرے لگتے کافی دن اس اضطراب میں گزر گئے اور راتوں کی نیند بھی کافور ہوگئی اور آہ وزاری میں وقت گزرتا رہا کہ اے پروردگار کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو جائے کہ ظالم برطانیہ کو دارالعلوم دیوبند کے بند کرنے کا بہانہ نہ مل جائے یا اس کی تعلیم پر ہی کوئی زد پڑے بالآخر ایک دن حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب ؒ نے راقم کو تنہائی میں طلب فرمایا دارالعلوم کے طلبہ میں سے اس وقت کوئی اور موجود نہ تھا راقم تھا اور بزرگوں میں صرف حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب ؒ اور حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب شاہ جہانپوری اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب گنگوہی موجود تھے بند کرے میں گفتگو ہوئی اور حضرت مفتی صاحب ؒ نے اپنے وقار تحمل اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھ کر بڑے سلجھے ہوئے انداز میں راقم کو مخاطب فرمایا کہ عزیزم تم اس وقت تمام طلبہ کے

نمائندہ ہو اور جو بات بھی طے ہوتی ہے وہ تمہارے ساتھ ہوتی ہے اگر تو ہوش وحواس کو قابو میں رکھو اور ٹھنڈے دل سے ہماری بات سنو تو ہم عرض کردیں اور اگر نعرہ بازی اور جوش وخروش کا اظہار کرو تو ہمارا کچھ عرض کرنا بالکل بے سود ہے راقم نے عرض کیا کہ حضرت آپ ارشاد فرمائیں میں آپ کا ارشاد سن کر انشاء اللہ العزیز تمام طلبہ تک پہنچادونگا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس وقت بمبئی میں کانگرس کا حکومت برطانیہ کے خلاف راست اقدام کرنے کا فیصلہ ہوا ہے اور حکومت کے عزائم بہر کیف اچھے نہیں ہیں اگر یہاں دار العلوم میں اس قسم کی ہنگامہ آرائی ہوئی تو لامحالہ حکومت اس ہنگامہ کی کڑی کانگرس کے اس راست اقدام سے جوڑ یگی اور پھر ہوسکتا ہے کہ حضرت مولانا مدنیؒ کے مقدمہ کی نوعیت بدل جائے یا غیر معین عرصہ تک دار العلوم بند ہوجائے یا حکومت برطانیہ کوئی اور ایسا فتنہ کھڑا کردے جس کو سنبھالنا اراکین دار العلوم کے بس میں نہ ہو حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ طلبہ کے اس ہنگامے کا کانگرس کے اس راست اقدام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے ان کا جوش وخروش جتنا کچھ اور جیسا کچھ بھی ہے وہ صرف حضرت مدنیؒ کی گرفتاری کے خلاف ایک منظم احتجاج ہے اور اپنے شیخ اور استاد محترم کے ساتھ عقیدت کا اظہار ہے اسلئے مفاد دار العلوم اسی میں ہے کہ ہنگامہ ختم کیا جائے اور طلبہ جلسوں اور جلوسوں اور نعرہ بازی سے گریز کریں اور فوراً اپنی اپنی کلاسوں میں چلے جائیں اور ذوق وشوق سے تعلیم جاری رکھیں حضرت مفتی صاحبؒ کی بات چونکہ نہایت معقول اور رائے بڑی وزنی تھی راقم ان کا ہمنوا ہوگیا لیکن دو ہزار افراد کے قلبی جذبات کو یک لخت ٹھنڈا کردینا کس کے بس میں تھا؟ اور ان میں ہر ملک کے حضرات شامل تھے ہر ایک کا مزاج اور طبیعت الگ الگ تھی سوچ اور سمجھ کا مادہ جدا جدا تھا اور ان میں فتنے اور فساد کو فرو کرنے والے بھی تھے اور ان میں ابھارنے والے بھی تھے ان میں بیشتر حضرات خیر خواہ تھے لیکن بدقسمتی سے حکومت کے ایماء سے بدخواہ بھی ان ہنگاموں میں شامل ہوگئے تھے اور ان میں پیش پیش تھے اور انتہائی غلط قسم کی حرکات پر اکساتے تھے لیکن بفضلہ تعالیٰ باوجود نوعمری کے راقم ان کے چکمہ میں نہ آیا اور جلوس کو پر امن رکھنے کی سعی میں منہمک رہا جبکہ ایک نازک موقع پر شرارت پسند لوگوں کی وجہ سے قریب تھا کہ تشدد کا بہانہ بنا کر فوج گولی چلا دیتی الغرض راقم نے پیش آنے والے بعض خطرات کا تذکرہ حضرت مفتی صاحبؒ سے کردیا اور طلبہ کے جوش وخروش اور جذبات کو دفعۃً ٹھنڈا کرنے کی اہمیت ان کے پیش نظر بھی تھی، ہم نے اپنے تمام نمائندوں کو بلا کر سب کے سامنے حقیقت حال بیان کردی باقی

حضرات تو ہمارے ہم خیال ہو گئے لیکن صوبہ بہار کا نمائندہ اس پر آمادہ نہ ہوا اور انہوں نے خاصی تیزی کا اظہار کیا اور بلاوجہ ہم پر ساز باز کا الزام لگایا ادھر ارباب شوریٰ کا ہنگامی اور مختصر اجلاس ہوا اور اس کے بعد فوراً دار الحدیث میں جلسہ عام ہوا جس میں اکابر نے دار العلوم کے مفاد کے بارے اپنے نیک اور بھرپور جذبات کا اظہار فرمایا اس عمومی جلسہ کا اثر یہ ہوا کہ اکثر حضرات مطمئن ہو گئے مگر کچھ ہنگامہ خیز طبیعتیں مطمئن نہ ہو سکیں اور انہوں نے ہنگامہ جاری رکھنے پر خاصا زور صرف کیا ہو سکتا ہے کہ بعض مغلوب الحال لوگ فرط عقیدت کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں اور غالباً کچھ لوگ حکومت کی شہ پر ایسا کرتے ہوں تا کہ تشدد کا بہانہ بنا کر حکومت کو دست اندازی کا موقع مل سکے بہر حال تعلیم جاری ہو گئی اور بخاری شریف اور ترمذی شریف کا بقیہ حصہ حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پورا کیا جب سالانہ امتحان قریب آیا تو پھر ہنگامہ خیز طبیعتوں نے دفعۃً ہنگامہ برپا کر دیا اور مطالبہ یہ رکھا کہ امتحان کے بغیر ہی ہمیں پاس تصور کیا جائے اور مفت میں سندیں مل جائیں اور ہنگامہ میں غبی۔ بے محنت اور نالائق پیش پیش تھے مگر چونکہ یہ مطالبہ سراسر غیر معقول تھا اسلئے اراکین مدرسہ اس پر آمادہ نہ ہوئے اور معمول سے چند دن پہلے ہی دار العلوم بند کر دیا گیا اور اہتمام کی طرف سے صاف اعلان کر دیا گیا کہ امتحان کسی مناسب موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گا اس وقت آپ حضرات چلے جائیں۔

وطن کو روانگی

ہم دونوں بھائی دار العلوم سے روانہ ہو کر سیدھے اچھڑیاں پہنچے جہاں ہماری سوتیلی والدہؒ اور حقیقی چھوٹی ہمشیرہ بی بی خانم مرحومہ تھیں سب سے پہلے ہم نے انکی شادی کا انتظام کیا اور برادرم دولت خان صاحب ساکن اچھڑیاں سے اس کی شادی کر دی مہر اور بعض دیگر غیر شرعی رسموں کے بارے بعض رشتہ داروں نے کچھ بے جا پابندیاں عائد کرنے کی کوشش کی مگر ہم دونوں بھائیوں نے سختی سے مزاحمت کی اور صرف دو سو روپیہ مہر مقرر ہوا اس ضروری کام سے فارغ ہونے کے بعد ہم دونوں بھائی لمبی چلے گئے عزیزم عبد الحمید تو وہیں رہا اور راقم وہاں سے روانہ ہو کر اچھڑیاں پہنچا اور وہاں سے رخصت ہو کر چھتہ بٹہ۔ متہال۔ ایبٹ آباد۔ دمتوڑ۔ حویلیاں پہنچا ان مقامات پر اپنے دوستوں سے ملاقاتیں ہوتی رہیں یہ سارا سفر رمضان مبارک میں اور لطف یہ کہ پیدل طے ہوا حویلیاں سے بذریعہ ریل گاڑی راقم مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد

شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ پہنچا رمضان شریف کے بعد عزیز عبدالحمید بھی گوجرانوالہ پہنچ گیا راقم کو اسی مدرسہ میں صرف پندرہ روپے ماہانہ پر اساتذہ کرام کے حکم سے مدرس مقرر کردیا گیا اور عزیزم عبدالحمید گوجرانوالہ کے قریب مقام کھیالی میں جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوگیا چونکہ راقم پہلے ہی مولوی فاضل کا مکمل کورس پڑھا چکا تھا اساتذہ کرام کو بھی اعتماد تھا اور طلبہ بھی مطمئن تھے اسلئے راقم کے پاس درجہ وسطٰی کے اسباق شروع ہوگئے اور بحمد اللہ تعالیٰ کام تسلی بخش طور پر جاری رہا اسی اثناء میں دارالعلوم دیوبند سے امتحان کے لئے طلب کیا گیا اور ہم دونوں بھائی گوجرانوالہ سے روانہ ہوکر دیوبند پہنچے اور امتحان دیا اور پھر واپس آ گئے امتحان کے نتیجہ پر معلوم ہوا کہ بحمد اللہ تعالیٰ ہم دونوں کامیاب ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد بذریعہ ڈاک ہماری سندیں بھی ہمیں موصول ہوگئیں سوء اتفاق سے عزیزم عبدالحمید کھیالی میں بیمار ہوگیا اور کافی دن بیمار رہا راقم پیدل ہی چل کر اس کی خبر گیری کرتا اور اختتام سال کے قریب راقم میعادی بخار میں مبتلا ہوگیا اور بوجہ ناداری کے خاطر خواہ علاج کی سہولت میسر نہ ہوسکی اللہ تعالیٰ نے اپنا خصوصی فضل وکرم کیا اور تقریباً ایک ماہ کے بعد راقم تندرست ہوا مگر کمزوری بے پناہ تھی آخری ایک دو ماہ کی تنخواہ مدرسہ کی طرف سے بیس روپے ماہانہ کردی گئی لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہ پڑا اور امتحان کے بعد سالانہ تعطیل ہوگئی اور اساتذہ کرام اور طلبہ اپنے اپنے وطن روانہ ہوگئے۔

گکھڑ میں آمد

راقم ابھی دیوبند نہیں گیا تھا اور موقوف علیہ تک کی سب کتابیں ختم ہوچکی تھیں مگر عزیزم عبدالحمید کی کتابیں باقی تھیں اسکے لئے میں بھی رکا رہا اس اثناء میں دارالعلوم دیوبند کے سفیر مولانا عبدالرحمٰن صاحب بہاری گوجرانوالہ تشریف لائے اور راقم سے کہنے لگے کہ میں پنجابی زبان نہیں جانتا تم میرے ساتھ گکھڑ چلو راقم ان کے ساتھ گکھڑ آیا سفیر صاحب کا اصل مقصد تو دارالعلوم کیلئے چندہ فراہم کرنا تھا لیکن اہل گکھڑ نے تقریر کی فرمائش کردی چنانچہ بٹ دری فیکٹری کے سامنے کھلے میدان میں عشاء کے بعد موصوف نے بھی چند منٹ اردو میں تقریر کی اور اس کے بعد راقم نے تقریباً ایک گھنٹہ پنجابی میں تقریر کی بحمد اللہ تعالیٰ تقریر خاصی موثر رہی اور دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد عالم اسباب میں یہی تقریر میرے گکھڑ آنے کا سبب قرار پائی مجھ سے پہلے حضرت مولانا علم الدین صاحب جالندھری فاضل دیوبند یہاں خطیب تھے موصوف کی طبیعت

بہت نرم ہے اس لئے گکھڑ جیسے بدعت گڑھ میں شرک و بدعت کے طوفان کا مقابلہ پوری طرح ان سے نہ ہوسکا ہاں ان سے پہلے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب جالندھری نے خاصا کام کیا راقم مدرسہ انوار العلوم میں مدرس تھا کہ درمیان سال میں اراکین انجمن اسلامیہ گکھڑ میں سے بعض حضرات کئی دفعہ راقم کو گکھڑ لانے کے لیے تشریف لے گئے مگر راقم مجبور تھا جب مدرسہ انوار العلوم کا سالانہ امتحان ہو چکا اور تعلیمی سال پورا ہو گیا تو محترم جناب چوہدری حاجی فخر الدین صاحب مرحوم اور محترم جناب ماسٹر کرم الدین صاحب مرحوم وغیرہ حضرات گئے اور راقم کو پینتالیس روپے ماہانہ کے مشاہرہ پر گکھڑ لے آئے اور راقم ۹ جولائی ۱۹۴۳ء کو گکھڑ پہنچا اور درس شروع کر دیا اور جمعہ پڑھانے کی ذمہ داری قبول کی لیکن ابتدائی دور شدید مخالفت کی وجہ سے بہت صبر آزما گزرا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی اور آہستہ آہستہ لوگ توحید و سنت سے شناسا ہونے لگے اور شرک و بدعت کی نفرت ان کے دل میں بیٹھنے لگی راقم نے اراکین انجمن سے یہ شرط طے کی تھی کہ طلبہ ضرور ہوں گے ورنہ میری تعلیم بھی ختم ہو جائے گی اور ٹھوس طریقہ سے نتیجہ خیز دینی خدمت بھی نہیں ہو سکے گی میری دلجوئی کے لیے انہوں نے پانچ طلبہ منظور کئے پہلے سال تو اتنے ہی طلبہ رہے مگر پھر بحمد اللہ تعالیٰ طلبہ کی تعداد بڑھتی گئی حتیٰ کہ پھر بیس سے بھی زائد طلبہ یہاں رہنے لگے اور یہ سلسلہ تقریباً تیرہ چودہ سال رہا اس کے بعد راقم کا بحیثیت مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ شوال ۱۳۷۴ھ کو تقرر ہوا ابتداءً موقوف علیہ تک مختلف علوم و فنون کی کتابیں راقم پڑھاتا رہا اب کئی سال سے دورہ حدیث شریف کی دو کتابیں بخاری شریف اور ترمذی شریف اور ترجمہ قرآن کریم تو ہر سال لازم ہوتا ہے ان کے علاوہ بھی ایک دو سبق راقم کے سپرد ہوتے ہیں اور تقریباً پندرہ سولہ سال سے مدرسہ نصرۃ العلوم کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ انجمن اسلامیہ گکھڑ کی طرف سے راقم کے ذمہ صرف جمعہ اور درس کی ڈیوٹی ہے لیکن بحمد اللہ تعالیٰ چھبیس سال سے راقم باقاعدہ نماز بھی حسبۃً للہ تعالیٰ پڑھا رہا ہے اسکے علاوہ گورنمنٹ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ گکھڑ میں ۱۹۴۳ء سے قرآن پاک درس دیتا ہے اور یہ سب کام بحمد اللہ تعالیٰ تادم تحریر جاری ہیں اللہ تعالیٰ مزید توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

پہلی شادی

۲۴ مئی ۱۹۴۵ء کو راقم کی پہلی شادی سکینہ بی بی بنت مولوی محمد اکبر صاحب مرحوم قوم راجپوت خطیب

جامع مسجد اسلام بستی۔ گوجرانوالہ سے ہوئی جس سے سات بچے پیدا ہوئے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں دو لڑکے فوت ہوگئے ہیں عبدالرشید اور عبدالکریم باقی پانچ زندہ ہیں بڑا لڑکا محمد عبدالمتین خان زاہد (جو زاہد الراشدی اپنا تخلص رکھتا ہے) حافظ قرآن اور مدرسہ نصرۃ العلوم کا فارغ ہے اس وقت مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ میں مدرس اور جامع مسجد کا نائب خطیب اور شادی شدہ ہے۔ بڑی لڑکی سلمیٰ اختر کی اچھڑیاں ضلع ہزارہ میں شادی ہوئی ہے۔ اور ان سے چھوٹا عبدالقدوس خان قارن حافظ قرآن اور مستند قاری اور اس وقت مدرسہ نصرۃ العلوم میں درجہ وسطی میں پڑھ رہا ہے اس سے چھوٹی لڑکی حافظہ سعیدہ اختر جو مستند قاریہ ہے اور اس وقت مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتابیں اپنے چچا عزیزم عبدالحمید سے پڑھ رہی ہے اور مدرسہ نصرۃ العلوم میں شعبہ نسوان میں پڑھاتی بھی ہے اس سے چھوٹا لڑکا عبدالحق خان بشیر چھٹی جماعت پاس ہے اور اس وقت قرآن کریم یاد کر رہا ہے اللہ تعالیٰ سب کو دین پر قائم رکھے آمین۔

دوسری شادی

بعض اشد مجبوریوں کی وجہ سے راقم نے ۳ رجب ۱۳۷۱ھ ۳۰ مارچ ۱۹۵۲ء میں دوسری شادی اپنے والد محترم مرحوم کے چچازاد بھائی محمد فیروز خان صاحب مرحوم ساکن کورے کی لڑکی زبیدہ بی بی (سابق نام مہر انگیز) سے کی جس سے سات بچے پیدا ہوئے ایک لڑکی اور چھ لڑکے ایک لڑکا محمد یونس خان راشد فوت ہوگیا ہے باقی زندہ ہیں بڑا لڑکا محمد اشرف خان ماجد قرآن کریم حفظ کر چکا ہے اور اب وہ اسکو دھرا رہا ہے (یہ اب فوت ہو چکا ہے۔ مدیر) اس سے چھوٹی لڑکی طاہرہ آ۔ یہ خاتون بھی قرآن کریم یاد کر چکی ہے اس سے چھوٹے شرف الدین خان حامد اور رشید الحق خان عابد قرآن کریم یاد کر رہے ہیں اور سکول میں پانچویں جماعت میں داخل ہیں دو ان سے چھوٹے ہیں عزیز الرحمٰن شاہد اور عنایت الوہاب خان ساجد، (آٹھواں بچہ منہاج الحق راشد اس مضمون کے بعد پیدا ہوا۔ مدیر) دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو علم دین سے مالا مال کرے اور اپنی رضا کی توفیق بخشے آمین۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے راقم کی دونوں بیویاں زندہ ہیں اور ایک ساتھ رہتی ہیں ایک ہی چولہے پر اکٹھا پکاتی کھاتی ہیں اور آج تک کوئی ایسی بدمزگی پیدا نہیں ہوئی جسکی وجہ سے علیحدگی کا سوال یا مطالبہ سامنے آیا ہو اور یہی حال بچوں کا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ آپس میں شیر وشکر ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو اتفاق واتحاد سے رکھے اور اپنی مرضیات کی توفیق بخشے (حضرت کی دونوں بیویاں اب وفات

پا چکی ہیں۔مدیر)

تصنیف وتالیف

راقم کا اصل کام تو تعلیم وتدریس رہا ہے لیکن فارغ اوقات میں محض اللہ تعالیٰ کی تائید اور توفیق سے متعدد اختلافی اور تحقیقی مسائل پر چھوٹی بڑی کئی کتابیں تالیف کی ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ کئی کئی بار اکثر کتابیں طبع ہو چکی ہیں اور پاک وہند کے اکابر علماء کرام نے انکی تصدیق کی ہے اور بعض کتابوں پر ان کی زرین تصدیقات بھی طبع شدہ ہیں فہرست کتب سے ان کے مضامین معلوم ہو سکتے ہیں اور یہ فہرست مطبوع مل سکتی ہے اجمالی طور پر کتابوں کا نام یہاں درج کیا جارہا ہے (۱) الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی۔ (۲) گلدستہ توحید (۳) دل کا سرور (۴) آنکھوں کی ٹھنڈک (۵) راہ سنت (۶) باب جنت (۷) ہدایۃ المرتاب (۸) ازالۃ الریب (۹) احسن الکلام (۱۰) طائفہ منصورہ (۱۱) مقام ابی حنیفہ (۱۲) صرف ایک اسلام (۱۳) چراغ کی روشنی (۱۴) علم غیب اور ملا علی قاری (۱۵) تسکین الصدور (۱۶) درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ (۱۷) تبلیغ اسلام حصہ اول (۱۸) انکار حدیث کے نتائج (۱۹) عیسائیت کا پس منظر (۲۰) چالیس دعائیں (۲۱) آئینہ محمدی (۲۲) بانی دارالعلوم دیوبند (۲۳) مسئلہ قربانی (۲۴) عمدۃ الاثاث (۲۵) تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین (۲۶) شوق جہاد وغیرہ اس کے علاوہ بعض کتابوں کے ترجمے اور بعض کے مقدمات بھی لکھے ہیں مثلاً رسالہ تراویح مولانا غلام رسول صاحب مرحوم کا ترجمہ مع مقدمہ۔اعفاء اللحیۃ کا ترجمہ مع مقدمہ۔تحقیق الدعاء بعد الجنازہ کا مقدمہ۔البیان الازہر ترجمہ فقہ اکبر (یہ ترجمہ عزیزم صوفی عبد الحمید نے کیا ہے) کا مقدمہ وغیرہ اس کے علاوہ کچھ کتابیں ابھی طبع نہیں ہو سکیں بعض کے مسودات لکھے جا چکے ہیں لیکن کم فرصتی اور علالت کی وجہ سے ذمہ داری کے ساتھ نظر ثانی کا موقع میسر نہیں ہے اور بعض کے مضامین کو جمع کر لئے گئے ہیں مگر خاطر خواہ ترتیب ابھی تک نہیں دی جا سکی مثلاً ختم نبوت۔نزول مسیح علیہ السلام۔

سماع موتیٰ۔مسئلہ تراویح۔رفع یدین وآمین بالجہر وغیرہ پر رسالہ۔الکلام المفید۔شوق حدیث۔عبارات اکابر وغیرہ ان میں بعض رسالے مرتب ہیں اور امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز جلدی ہی طبع ہو جائیں گے (یہ سب کتب طبع ہو چکی ہیں۔مدیر) دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر خدمت کو قبول فرما کر راقم کے گناہوں کا

کفارہ بنائے اور ان کو اخروی نجات کا ذریعہ بنائے آمین۔

عزیزم عبدالحمید

عزیزم کے دورہ حدیث شریف تک کا تعلیمی تذکرہ پہلے ہو چکا ہے زائد بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ عزیزم نے دارالمبلغین لکھنؤ میں امام اہل السنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ کی سرپرستی میں باطل فرقوں کے ساتھ مناظرہ کے فن کی تکمیل کر کے سند حاصل کی اسکے بعد راقم کی مرضی کے خلاف طبیہ کالج حیدر آباد دکن میں چار سال کا کورس مکمل کر کے طبیب مستند کی سند حاصل کی اور پھر گوجرانوالہ میں کچھ عرصہ حکمت کی دوکان بھی کرتا رہا لیکن راقم جس چیز کو پسند کرتا تھا یعنی تعلیم وتدریس اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اس کا رجحان ومیلان کر دیا اور مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد واجراء کے بعد وہ اس کا مہتمم مقرر ہوا اور جامع مسجد نور کا خطیب اور بفضل اللہ تعالیٰ درس وجمعہ پر موثر تبلیغ کی برکت سے بہت لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے اور مدرسہ کا کام بھی بحمد اللہ تعالیٰ بہت عمدہ پیرایہ سے ہو رہا ہے اور خصوصی وعمومی درس اور طلبہ کے اسباق کے علاوہ اس کی کوشش سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی نادر کتابیں بڑی صحت کے ساتھ طبع ہوئی ہیں مثلاً الطاف القدس۔ تکمیل الاذہان۔ مجموعہ رسائل۔ اسرار المحبۃ اور تفسیر آیۃ النور وغیرہ اور فیوضات حسینیہ کا ترجمہ اور مقدمہ اسکے علاوہ ہے۔

بڑے اصرار کے ساتھ راقم نے گکھڑ میں عزیزہ غلام زہرہ بنت مہر کریم بخش صاحب کے ساتھ ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۸۲ھ ۷ مئی ۱۹۶۳ء میں اسکی شادی کرائی جس سے چار بچے پیدا ہوئے ہیں عزیزہ میمونہ (تقریباً آٹھ سال کی عمر ہے اور یہ بڑی ہے) عزیزم محمد فیاض، محمد ریاض اور عزیزہ عاتکہ جو شیر خوار ہے اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور درازی عمر کے ساتھ دین کا علم عطا فرمائے (اس مضمون کے بعد عیاض مرحوم، راشدہ، عرباض، رابعہ اور لبابہ مرحومہ بھی پیدائے۔ مدیر) آمین ثم آمین۔

تحریک ختم نبوت

جب ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو بحمد اللہ تعالیٰ ہم دونوں بھائیوں نے اس میں بھرپور حصہ لیا اور بالآخر گرفتار کر لئے گئے راقم پہلے گرفتار ہوا اور چند دن گوجرانوالہ کی جیل میں رکھنے کے بعد اسی سلسلہ کے قیدیوں کو نیوسنٹرل جیل ملتان منتقل کر دیا گیا تحریک ختم نبوت سے وابستہ حضرات چار

اضلاع (گوجرانوالہ، سیالکوٹ، سرگودھا اور کیمبلپور) کے وہاں جمع تھے اور جیل میں خوب تعلیم و تعلیم کا سلسلہ جاری رہا تقریباً نو ماہ راقم جیل میں رہا اور سخت گرمی کے زمانہ میں جولائی کے مہینہ میں رمضان مبارک کے روزے ملتان جیل میں ہم نے رکھے اور صرف ایک اسلام کا مسودہ نیو سنٹرل جیل ملتان ہی میں تیار کیا گیا اور عزیزم عبدالحمید اور بعض دیگر دوست چونکہ دیر سے گرفتار کیے گئے تھے اسلئے گوجرانوالہ کی جیل ہی میں رہے اور ہم سے کچھ عرصہ پہلے ہی رہا ہو گئے اللہ تعالیٰ ہمارے اس عمل کو آخرت کی نجات کا ذریعہ بنائے اور سب مسلمانوں کو عقیدہ ختم نبوت پر قائم و دائم رکھے آمین۔

حج

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے جہاں ہم پر اور بہت سی نوازشیں فرمائیں وہاں یہ کرم بھی اس نے کیا کہ دونوں کو حج کی سعادت نصیب ہوئی عزیزم عبدالحمید تو شادی سے پہلے ہی حج کر آیا تھا اور راقم کو ۱۳۸۸ھ میں حج کی توفیق نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس حج کو حج مبرور کرے اور ہماری کوتاہیوں کیلئے اس کو ذریعہ کفارہ بنائے۔ بے شک ہمارے گناہ بھی بے حد ہیں لیکن اسکی رحمت بے پایاں آخر بے حساب ہے،

میرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت
کریم تو ہی بتادے حساب کرکے مجھے

نہایت ہی اختصار کے ساتھ اپنی فانی اور مستعار زندگی کے کچھ ضروری حالات لکھ دئے گئے اللہ تعالیٰ بقیہ زندگی کو اپنی رضا اور حضرت محمد ﷺ کی اتباع اور دین کی خدمت میں گزارنے کی توفیق اور اس پر استقامت مرحمت فرمائے آمین۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد وعلیٰ اٰله واصحابه وازواجه وجمیع امته اٰمین

یارب العلمین

احقر ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ

۵ رجب ۱۳۹۱ھ ۲۷ اگست ۱۹۷۱ء

مولانا محمد فیاض خان سواتی
مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم وخطیب جامع مسجد نور گوجرانوالہ

حضرت والد ماجدؒ کا مختصر سوانحی خاکہ

(ماہ وسال کے آئینے میں)

زندگی کیسے کٹی کس کو خبر ہے حافظ
درد کی بات احباب سے کم کہتے ہیں

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان اخترؒ قوم: سواتی یوسف زئی پٹھان

☆ ۱۹۱۷ء بمطابق ۱۳۳۵ھ کے لگ بھگ بقول آپ کے چچا خان زمان خانؒ آپ کی ولادت چیڑاں ڈھکی نزد کڑمنگ بالا ضلع مانسہرہ ہزارہ میں ہوئی۔

☆ ۱۹۲۰ء میں آپ کی حقیقی والدہ بختاور بنت فقیر اللہؒ نے چیچک کی بیماری سے انتقال فرمایا جو چیچی گجر برادری سے تعلق رکھتی تھی۔

☆ ۱۹۲۵ء میں آپ نے قرآن کریم ناظرہ اور عربی قاعدہ کی تعلیم اپنے پھوپھی زاد سید فتح علی شاہؒ لمی والوں سے حاصل کی۔

☆ ۱۹۲۷ء میں نے آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا حافظ غلام عیسیٰؒ سے کھکھو میں حاصل کی۔

☆ ۱۹۲۹ء میں آپ نے اچھڑیاں کی جامع مسجد کے خطیب ملا بدخشاںؒ سے تحفۃ النصائح فارسی پڑھی۔

☆ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۸ء تک پاکستان کے مختلف علاقوں ملک پور، کھکھو، گنڈہ، وڈالہ، سرگودھا، لاہور، ہری پور، مانسہرہ، سیالکوٹ، خوشاب، جہان آباد، ملتان، گوجرانوالہ وغیرہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

☆ ۱۹۳۰ء میں آپ کے دادا گل احمد خانؒ کا تقریباً ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال ہوا، اس وقت آپ مانسہرہ میں زیر تعلیم تھے۔

☆ ۱۹۳۱ء میں آپ کے والد نوراحمد خانؒ کا تقریباً ایک سو سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

☆ ۱۹۳۲ء میں آپ کے چچا خان زمان خانؒ کا انتقال ہوا جو صیام (تھائی لینڈ) میں رہتا تھا۔

☆ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۵ء تک آپ مجلس احرار اسلام کے پر جوش رضا کار رہے۔

☆ ۱۹۳۶ء میں آپ نے لاہور میں مولانا محمد اسحٰق لاہوریؒ سے قرآن کریم کا آخری جزء پڑھا۔

☆ ۱۹۳۸ء کے اواخر میں آپ گوجرانوالہ کے مدرسہ انوار العلوم میں داخل ہوئے۔

☆ ۱۹۳۹ء میں گوجرانوالہ میں مولانا عبد القدیر کیمل پوریؒ سے علوم وفنون اور قرآن کریم کا آخری جزء پڑھا۔

☆ ۱۹۴۰ء میں آپ کو خواب میں سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۴۰ء میں آپ نے حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کی تھانہ بھون میں زیارت کی۔

☆ ۱۹۴۰ء میں آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ کے ہمراہ دار العلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف کے لیے داخلہ لیا۔

☆ ۱۹۴۱ء میں آپ نے دار العلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف میں سند فراغت حاصل کی۔

☆ ۱۹۴۱ء میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے آپ کو تمام کتب اور فنون متداولہ کی اپنی ذاتی خصوصی سند بھی عطا فرمائی۔

☆ ۱۹۴۱ء میں آپ نے امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے ملاقات کی اور تقریر بھی سنی۔

☆ ۱۹۴۲ء میں آپ کھیالی ضلع گوجرانوالہ میں کئی سال امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

☆ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۶۲ء تک ہر سال کم از کم چھ سات مرتبہ آپ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

☆ ۱۹۴۴ء میں آپ نے دار المبلغین لکھنؤ میں داخلہ لیا اور امام اہلسنہ حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ سے قرآن کریم کی تفسیر، تقابل ادیان، فن مناظرہ اور افتاء میں سند فراغت حاصل کی۔

☆ ۱۹۴۴ء میں آپ نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

☆ ۱۹۴۴ء میں آپ نے کوئٹہ، رائے بریلی اور کلکتہ کا طویل سفر کیا۔

☆ ۱۹۴۵ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند کے لیے سفر کر کے بارہ دن وہاں قیام فرمایا۔

☆ ۱۹۴۵ء میں آپ کی چھوٹی بہن بی بی خانم نے لاہور میں انتقال فرمایا اور باغبانپورہ کے قبرستان میں دفن ہوئی۔

☆ ۱۹۴۶ء میں آپ سیری ضلع ہزارہ اور مسیاڑی کوہ مری میں کچھ عرصہ سکول ٹیچر اور امامت وخطابت فرماتے رہے۔

☆ ۱۹۴۷ء میں آپ نے نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد دکن میں داخلہ لیا۔

☆ ۱۹۴۸ء میں آپ کی بڑی والدہ رحمت نور نے تقریباً ۹۶/۹۵ سال کی عمر پا کر گکھڑ میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئیں۔

☆ ۱۹۵۱ء میں آپ نے نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد دکن سے فرسٹ پوزیشن میں گریجویشن کیا اور چاروں سال اپنی کلاس میں اول رہے۔ اور آپ کو حاضر باشی کا خصوصی سرٹیفکیٹ بھی عطا ہوا۔

☆ ۱۹۵۱ء میں تقریباً ایک سال چوک نیائیں گوجرانوالہ میں مطب کی پریکٹس کی۔

☆ ۱۹۵۱ء میں تقریباً آٹھ ماہ کرشنا نگر گوجرانوالہ کی مسجد میں خطابت بھی فرماتے رہے۔

☆ ۱۹۵۲ء میں آپ نے مدرسہ نصرۃ العلوم اور جامع مسجد نور کی بنیاد رکھی، مدرسہ کا اہتمام اور مسجد کی خطابت اور درس وتدریس کا آغاز فرمایا۔

☆ ۱۹۵۲ء سے اپنی وفات تک مسجد ومدرسہ کی چاردیواری سے بہت کم باہر تشریف لے گئے۔

☆ ۱۹۵۲ء میں آپ نے حضرت لاہوریؒ کو مدرسہ ومسجد میں آنے کی دعوت دی جو کچھ عرصہ بعد یہاں تشریف لائے اور محراب والی جگہ میں دعا فرمائی۔

☆ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۹۰ء تک آپ کا یہ معمول رہا کہ آپ کی مسجد میں آمد پر فجر کی نماز کھڑی ہوتی اور مغرب کی اذان شروع ہوتی، وقت کی پابندی کا یہ بے مثل معیار انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

☆ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ تقریباً سات ماہ گوجرانوالہ جیل میں قید رہے۔

☆ ۱۹۵۴ء میں آپ نے اپنی پہلی منکوحہ کو بے سروسامانی، عدم وسائل ومکان کی وجہ سے رخصتی سے قبل نصف مہر ادا کر کے آزاد کر دیا تھا، تا کہ وہ بیچاری طویل انتظار میں بیٹھے بیٹھے اپنی زندگی ہی خراب نہ کر لے۔

☆ ۱۹۵۴ء میں آپ کے پیرومرشد حضرت مدنیؒ نے آپ کے ایک خط کے جواب میں قلب کو جاری کرنے کے لیے پاس انفاس کو کثرت سے کرنے کی تلقین فرمائی۔

☆ ۱۹۵۶ء میں آپ کو خواب میں سیدنا حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۵۶ء میں آپ نے مدرسہ نصرۃ العلوم میں دورہ حدیث شریف کی کلاس کا اجراء فرمایا۔

☆ ۱۹۵۷ء میں آپ کے استاذ اور پیر حضرت مدنیؒ نے خط کے ذریعے آپ کو دلائل الخیرات اور حصن حصین کی اجازت مرحمت فرمائی۔

☆ ۱۹۵۸ء میں آپ نے اسیر مالٹا حضرت مولانا سید عزیر گلؒ سے خط و کتابت فرمائی۔

☆ ۱۹۵۸ء میں آپ نے لاہور میں منعقدہ جمعیۃ علماء اسلام کی کانفرنس میں شرکت کی۔

☆ ۱۹۵۹ء میں آپ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی کتاب الفقہ الاکبر عربی کا البیان الازھر کے نام سے اردو ترجمہ کیا۔

☆ ۱۹۵۹ء میں صدر ایوب خان کے عائلی قوانین کے خلاف تقاریر کرنے کے جرم میں آپ کے خلاف تین ماہ کے لیے زبان بندی کا آرڈر جاری ہوا۔

☆ ۱۹۶۰ء میں آپ کو خواب میں حضرت خاتم النبیین ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۶۰ء میں آپ نے حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ سے دورہ تفسیر پڑھا اور ان کی دورہ تفسیر کی اردو تقریر عربی میں منتقل کی۔

☆ ۱۹۶۲ء میں آپ نے بحری جہاز سے حج بیت اللہ اور زیارات حرمین شریفین اور طائف کا سفر کیا، طائف کے سفر میں مولانا قاری اجمل خانؒ بھی ساتھ تھے۔

☆ ۱۹۶۲ء میں آپ نے حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کی کتاب اسرار المحبۃ عربی کی تصحیح کی اور اپنے مقدمہ کیساتھ شائع کرایا۔

☆ ۱۹۶۲ء میں آپ نے محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ سے طویل خط و کتابت کی۔

☆ ۱۹۶۲ء میں آپ نے شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے دس رسائل فارسی کو مجموعہ رسائل حصہ اول کے عنوان سے اپنے مقدمہ، تصحیح اور حواشی کے ساتھ شائع کرایا۔

☆ ۱۹۶۳ء میں سوماترا انڈونیشیا کے معروف عالم دین شیخ احمد حسن السقاف العلوی نے آپ کو خط لکھا۔

☆ ۱۹۶۳ء میں پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر سر محمد شفیع سے آپ کی خط وکتابت ہوئی۔

☆ ۱۹۶۳ء میں آپ کا عقد نکاح گکھڑ میں حاجی مہر کریم بخشؒ کی صاحبزادی غلام زہرہ سے انہی کے گھر میں ہوا۔

☆ ۱۹۶۳ء میں آپ نے شاہ رفیع الدینؒ کی کتاب تفسیر آیت النور عربی پر اپنا مقدمہ اور تحقیق کیساتھ شائع کرایا۔

☆ ۱۹۶۴ء میں آپ کی سب سے بڑی بیٹی میمونہ کی ولادت ہوئی۔

☆ ۱۹۶۴ء میں آپ نے شاہ رفیع الدینؒ کی کتاب تکمیل الاذہان عربی مع رسالہ مقدمۃ العلم عربی کو اپنے مقدمہ، تصحیح اور تقابل کے ساتھ شائع کرایا۔

☆ ۱۹۶۴ء میں آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا رسالہ دانشمندی عربی اپنے مقدمہ اور تصحیح کے ساتھ شائع کرایا۔

☆ ۱۹۶۴ء میں اپ نے اپنے استاذ مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کی طرف خط لکھا اور انہوں نے جوابی خط لکھا۔

☆ ۱۹۶۴ء میں آپ نے شاہ ولی اللہؒ کی کتاب الطاف القدس فی معرفۃ لطائف النفس فارسی کا اردو ترجمہ کیا اور مقدمہ لکھ کر طبع کرایا۔

☆ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں شہری دفاع کے لیے آپ نے اپنے استاد مفتی عبد الواحدؒ کی مشاورت سے رضا کار بھرتی کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔

☆ ۱۹۶۵ء میں علامہ شمس الحق افغانیؒ نے آپ کو الطاف القدس کی اشاعت پر مبارکباد کا خط لکھا۔

☆ ۱۹۶۶ء میں آپ کا سب سے بڑا بیٹا محمد فیاض خان سواتی پیدا ہوا۔

☆ ۱۹۶۶ء میں آپ نے محکمہ اوقاف کی طرف سے جاری کردہ ایک سوال نامہ کا مفصل دس صفحات میں جواب دیا۔

☆ ۱۹۶۶ء میں آپ نے نماز مسنون خورد کے نام سے ایک مقبول عام کتاب لکھی۔

☆ ۱۹۶۷ء میں آپ نے مولانا حسین علی واں بھچراں ؒ کی کتاب تحفہ ابراہیمیہ فارسی کا فیوضات حسینی کے نام سے اردو ترجمہ کیا اور اپنے بسیط مقدمہ کے ساتھ شائع کرایا۔

☆ ۱۹۶۸ء میں آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے منعقدہ کانفرنس لاہور میں شرکت کی۔

☆ ۱۹۶۸ء میں آپ کا دوسرا بیٹا محمد ریاض خان سواتی پیدا ہوا۔

☆ ۱۹۶۹ء میں مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے آپ کو خط لکھا جس کا آپ نے عربی میں جواب دیا۔

☆ ۱۹۷۰ء میں آپ کی دوسری بیٹی عاتکہ پیدا ہوئی۔

☆ ۱۹۷۱ء میں آپ نے مولانا احمد دین گکھڑوی ؒ کی کتاب دلیل المشرکین عربی کا ایضاح المؤمنین کے نام سے اردو ترجمہ کیا اور اس پر مقدمہ لکھ کر شائع کرایا۔

☆ ۱۹۷۱ء میں آپ نے امام طحاوی ؒ کی کتاب عقیدۃ الطحاوی عربی کا اردو ترجمہ کیا اور اس پر مقدمہ لکھ کر شائع کرایا۔

☆ ۱۹۷۱ء میں آپ نے شاہ ولی اللہ ؒ کی کتاب العقیدۃ الحسنہ عربی کا اردو ترجمہ کیا اور شائع کرایا۔

☆ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں شہری دفاع کے لیے رضا کار بھرتی کرانے کی مہم میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔

☆ ۱۹۷۲ء میں آپ نے تعلیم الاطفال اور تعلیم النسواں پرائمری سکول کا آغاز فرمایا۔

☆ ۱۹۷۲ء میں آپ نے اپنے استاذ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ؒ سے ان کی تفسیر معارف القرآن کے بارے میں خط و کتابت کی۔

☆ ۱۹۷۳ء میں آپ کا تیسرا بیٹا محمد عیاض خان سواتی المعروف بجو پیدا ہوا۔

☆ ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے گوجرانوالہ میں کلیدی کردار ادا کیا۔

☆ ۱۹۷۵ء میں آپ نے شاہ ولی اللہ ؒ کی ولی اللہی صرف المعروف صرف میر منظوم فارسی کی تصحیح کی اور اپنے مقدمہ کیساتھ اسے شائع کرایا۔

☆ ۱۹۷۵ء میں آپ نے مدرسہ نصرۃ العلوم میں تین روزہ کل پاکستان نظام شریعت کانفرنس منعقد کرنے

کی اجازت دی۔

☆ ۱۹۷۵ء میں آپ کو خواب میں حضرت خضرؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۷۵ء میں جب بھٹو حکومت کی طرف سے مدرسہ و مسجد کو سرکاری تحویل میں لینے کا نوٹیفیکیشن جاری ہوا تو آپ نے برملا قبضہ دینے سے انکار کر دیا۔

☆ ۱۹۷۶ء میں آپ نے ویلور ٹامل ناڈو جنوبی ہند کے مولانا سید شاہ صبغۃ اللہ بختیاری سے خط و کتابت کی۔

☆ ۱۹۷۶ء میں آپ کی تیسری بیٹی راشدہ کی ولادت ہوئی۔

☆ ۱۹۷۶ء میں آپ نے شاہ رفیع الدینؒ کی کتاب دمغ الباطل فارسی پر پانچ سال صرف کر کے تصحیح و مقدمہ کیساتھ شائع کرایا۔

☆ ۱۹۷۶ء میں دمغ الباطل کی اشاعت پر محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے آپ کو مبارکباد کا خط لکھا۔

☆ ۱۹۷۶ء میں تحریک جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں تمام اکابرین نے آپ کو گرفتاری نہ دینے کا مشورہ دیا۔

☆ ۱۹۷۶ء میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے آپ کو دو مرتبہ خط لکھا۔

☆ ۱۹۷۶ء میں دمغ الباطل کی اشاعت پر پروفیسر محمد سرور مرحوم نے آپ کو مبارکباد کا خط لکھا۔

☆ ۱۹۷۶ء کی تحریک جامع مسجد نور میں وزیر اعظم بھٹو آپ کی تقریر وائرلیس پر پرائم منسٹر ہاؤس اسلام آباد میں سنتا تھا۔

☆ ۱۹۷۶ء میں آپ نے علم منطق کی مشہور زمانہ کتاب ایساغوجی عربی کی شرح بمع مبسوط مقدمہ تالیف فرمائی۔

☆ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں آپ نے گوجرانوالہ کے سب سے بڑے جلوس کی قیادت کی اور قرآن کریم اپنے گلے میں لٹکا کر گرفتاری کے لیے بھی اپنے آپ کو پیش کیا لیکن آپ کو گرفتار نہ کیا گیا۔

☆ ۱۹۷۸ء میں آپ کے استاذ حضرت مولانا عبد القدیر کیملپوریؒ نے آپ کو خط لکھا۔

☆ ۱۹۷۸ء میں آپ کا چوتھا بیٹا محمد عرباض خان سواتی پیدا ہوا۔

☆ ۱۹۸۰ء میں آپ دار العلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں شریک ہوئے اور آپ کو دستار فضیلت بھی حاصل ہوئی اور اسٹیج پر بٹھایا گیا۔

☆ ۱۹۸۱ء میں علالت کی وجہ سے آپ نے رمضان کا مہینہ کوہ مری میں گزارا۔

☆ ۱۹۸۱ء میں آپ کی چوتھی بیٹی رابعہ کی ولادت ہوئی۔

☆ ۱۹۸۱ء میں آپ نے مولانا قاسم نانوتویؒ کی کتاب اجوبۂ اربعین (ردروافض) اردو پر بسیط مقدمہ اور تصحیح کیساتھ شائع کرایا۔

☆ ۱۹۸۱ء میں آپ کی مشہور زمانہ تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی پہلی جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۸۱ء میں ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دوران حق گوئی کی پاداش میں آپ کو اشتہاری مجرم قرار دیا گیا، مالی جرمانہ اور تابرخواست عدالت سزا بھی ہوئی۔

☆ ۱۹۸۲ء میں آپ کو خواب میں ابوالبشر حضرت آدمؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۸۲ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کا انتیسواں پارہ دو حصوں میں شائع ہوا۔

☆ ۱۹۸۳ء میں آپ کو خواب میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۸۳ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القران کا تیسواں پارہ شائع ہوا۔

☆ ۱۹۸۴ء میں آپ کی سب سے چھوٹی اور پانچویں بیٹی لبابہ پیدا ہوئی اور اسی سال وفات پا گئی۔

☆ ۱۹۸۴ء میں حضرت مدنیؒ کی اہلیہ محترمہ، والدہ مولانا محمد ارشد مدنی مدظلہ نے آپ کو ایک خط لکھا۔

☆ ۱۹۸۴ء میں آپ کے مثانے کا بڑا آپریشن ہوا اور آپ جمعہ کی امامت سے معذور ہو گئے۔

☆ ۱۹۸۴ء میں مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عبد اللہ الزائد نے آپ کو خط لکھا اور بعد ازاں مدرسہ نصرۃ العلوم کا دورہ بھی کیا۔

☆ ۱۹۸۴ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی دوسری جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۸۶ء میں آپ نے نماز مسنون کلاں کے نام سے ایک ضخیم اور عظیم الشان کتاب تصنیف فرمائی۔

☆ ۱۹۸۶ء میں آپ کو خواب میں خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۸۶ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ آف اکوڑہ خٹک نے نماز مسنون کی اشاعت پر آپ کو مبارکباد کا خط لکھا۔

☆ ۱۹۸۶ء میں آپ نے مسلم شریف پر مباحث کتاب الایمان مع تسہیل وتوضیح مقدمہ صحیح مسلم نامی کتاب تصنیف فرمائی۔

☆ ۱۹۸۶ء میں آپ کو خواب میں جناب نبی اکرم کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۸۶ء میں آپ کو حضرت خضرؑ کی خواب میں دوبارہ زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۸۶ء میں آپ نے تعلیم النسواں درس نظامی کا آغاز فرمایا۔

☆ ۱۹۸۷ء میں آپ کو خواب میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور ان کے پہلے خاوند ابو سلمہؓ کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۸۷ء میں آپ نے حضرت نانوتویؒ کی کتاب حجۃ الاسلام اردو کو عربی زبان میں منتقل کر کے اس پر مقدمہ لکھ کر شائع کرایا اور عرب دنیا میں اسے متعارف کرایا۔

☆ ۱۹۸۷ء میں آپ نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کی کتاب مبادی تاریخ الفلسفہ اردو کو عربی میں منتقل کر کے اس پر مقدمہ لکھ کر شائع کرایا اور عربوں میں اس کتاب کو متعارف کرایا۔

☆ ۱۹۸۷ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری مرغوب الرحمٰن مدظلہ کو خط لکھا۔

☆ ۱۹۸۷ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی تیسری جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۸۷ء میں آپ کو خواب میں مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۸۸ء میں آپ کی دائیں آنکھ کا آپریشن ہوا۔

☆ ۱۹۸۸ء میں آپ نے شیخ سعدیؒ کے عربی وفارسی کلام سے منتخب کلام ''سعدیات'' کے نام سے مقدمہ لکھ کر شائع کرایا۔

☆ ۱۹۸۸ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القران کی چوتھی جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۸۸ء میں آپ کو خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۸۹ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی پانچویں اور چھٹی دو جلدیں شائع ہوئیں۔

☆ ۱۹۹۰ء میں آپ کو خواب میں سابقہ انبیاء میں سے ایک نبی کی زیارت نصیب ہوئی۔

☆ ۱۹۹۰ء میں آپ نے شدید علالت کے باعث مدرسہ کے اہتمام اور فجر کے درس قرآن سے سبکدوشی اختیار فرمالی۔

☆ ۱۹۹۰ء میں آپ نے سپاہ صحابہؓ کی مرکزی قیادت کو مشورہ دیا کہ آپ بھی سیاست میں حصہ لیں۔

☆ ۱۹۹۰ء میں آپ نے حضرت مدنیؒ کے خطبات صدارت کو اپنے ایک تفصیلی مقدمہ اور تصحیح کیساتھ شائع کرایا۔

☆ ۱۹۹۰ء میں شیخ اسامہ بن لادن نے آپ کو خط لکھا۔

☆ ۱۹۹۰ء میں آپ نے ''مولانا عبیداللہ سندھی کے علوم وافکار'' جیسی بے نظیر کتاب تصنیف فرمائی۔

☆ ۱۹۹۰ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی ساتویں اور آٹھویں جلد منصۂ شہود پر آئی۔

☆ ۱۹۹۱ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی نویں جلد شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔

☆ ۱۹۹۲ء میں آپ کی بائیں آنکھ کا آپریشن ہوا۔

☆ ۱۹۹۲ء میں آپ نے مختصر ترین اور جامع اذکار اور درود شریف کے جامع الفاظ نامی رسالہ تصنیف فرمایا۔

☆ ۱۹۹۲ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی دسویں اور گیارہویں جلد شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔

☆ ۱۹۹۳ء میں آپ نے شاہ رفیع الدینؒ کے بیس فارسی وعربی رسائل کو مجموعہ رسائل حصہ دوم کے عنوان سے مقدمہ اور تصحیح کیساتھ شائع کرایا۔

☆ ۱۹۹۳ء میں آپ کے مختلف عنوانات پر لکھے ہوئے ۳۱ مقالات ومضامین مقالات سواتی حصہ اول کے نام سے شائع ہوئے۔

☆ ۱۹۹۳ء میں آپ کی دروس الحدیث جلد اول مسند احمد کی منتخب احادیث پر شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔

☆ ۱۹۹۳ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی بارہویں اور تیرھویں جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۹۴ء میں آپ کی دروس الحدیث کی دوسری اور تیسری جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۹۴ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی چودھویں اور پندرھویں جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۹۴ء میں اپنے استاذ حضرت درخواستی ؒ کی وفات کے بعد جمعیۃ کی دھڑا بندی سے آپ نے بیزاری کا اظہار فرمایا، اور تادم آخر اس کے اتحاد کی کوشش فرماتے رہے۔

☆ ۱۹۹۵ء میں آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی سولہویں، سترہویں اور اٹھارہویں جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۹۵ء میں آپ کے خطبات بنام خطبات سواتی کی پہلی اور دوسری جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۹۵ء میں آپ کی دروس الحدیث کی چوتھی جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۹۵ء میں آپ کی خواہش کے مطابق ماہنامہ نصرت العلوم کا آغاز کیا گیا۔

☆ ۱۹۹۶ء میں آپ کا قرآن مجید کا اردو ترجمہ اور خطبات سواتی کی تیسری جلد شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔

☆ ۱۹۹۷ء میں آپ کی سنن ابن ماجہ کی شرح شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔

☆ ۱۹۹۷ء میں خطبات سواتی کی چوتھی جلد اور شرح شمائل ترمذی کی پہلی جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۹۷ء میں آپ کے تیسرے بیٹے محمد عیاض خان سواتی مدرسہ کی چھت سے گر کر وفات پا گئے۔

☆ ۱۹۹۸ء میں آپ نے مولانا عبدالغفور حیدری کے ذریعے قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن کو پیغام بھیجا کہ الیکشن کا بائیکاٹ نہ کریں۔

☆ ۱۹۹۸ء میں آپ کی شرح شمائل ترمذی کی دوسری جلد اور شرح ترمذی ابواب البیوع شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۹۹ء میں آپ کے خطبات سواتی کی پانچویں جلد شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۹۹ء میں آپ نے اپنے آبائی وطن مانسہرہ کا ایک عرصہ دراز کے بعد سفر کیا، اسی سفر میں اٹک اور پشاور بھی گئے۔

☆ ۱۹۹۹ء تک آپ نے تمام صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث اور جملہ علوم وفنون کی بیشتر کتب کئی بار پڑھائیں، اور پورے صحاح ستہ کا اور دیگر کئی کتابوں کا فجر کے درس میں بھی اختتام فرمایا۔

☆ ۱۹۹۹ء میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری مرغوب الرحمٰن مدظلہ نے آپ کو خط لکھا۔

☆ ۱۹۹۹ء تک آپ نے صحیح مسلم شریف مکمل مسلسل پڑھائی اور حجۃ اللہ البالغہ چالیس سال پڑھائی۔

☆ ۲۰۰۰ء میں آپ کے خطبات سواتی کی چھٹی جلد شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔

☆ ۲۰۰۱ء میں آپ کی بڑی ہمشیرہ حکم جان المعروف وڈے نے لمی ضلع مانسہرہ میں انتقال فرمایا۔

☆ ۲۰۰۱ء میں آپ نے بخاری شریف مکمل پڑھائی۔

☆ ۲۰۰۲ء میں آپ نے آخری بار دورہ حدیث کے طلباء کرام کو مقدمہ صحیح مسلم پڑھایا۔

☆ ۲۰۰۲ء میں آپ نے جامع مسجد نور کی خطابت اور مدرسہ نصرۃ العلوم کی تدریس سے سبکدوشی فرمالی۔

☆ ۲۰۰۳ء میں آپ کئی عوارضات میں مبتلا ہو گئے اور

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

☆ ۲۰۰۴ء میں آپ نے ڈاکٹروں کے مشورہ سے آب وہوا کی تبدیلی کے لیے کراچی کا سفر کیا۔

☆ ۲۰۰۴ء میں آپ نے جامعۃ الرشید کراچی میں ایک طویل نشست میں علماء وطلباء کے سوالات کے جوابات دیے۔

☆ ۲۰۰۵ء میں شاہ ولی اللہؒ کی کتاب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر عربی کی شرح آپ نے عون الخبیر کے نام سے تحریر فرمائی۔

☆ ۲۰۰۵ء میں آپ نے شدید علالت کے باوجود شیخ الاسلامؒ سیمینار بہاولپور میں شرکت کی اور خطاب بھی فرمایا۔

☆ ۲۰۰۶ء میں آپ صاحب فراش ہو گئے اور عوارضات بڑھتے ہی گئے۔

☆ ۲۰۰۷ء میں آپ کی تقریر صحیح البخاری ماہنامہ نصرۃ العلوم میں شائع ہونا شروع ہوئی جو تا حال جاری ہے۔

☆ ۲۰۰۷ء میں آپ کی زندگی میں آپ کی آخری کتاب الاکابر شائع ہوئی۔

☆ ۲۰۰۸ء ۱۶ اپریل بروز اتوار بوقت صبح پونے دس بجے طویل علالت اور ڈیڑھ ماہ کی نیم بے ہوشی کے بعد آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ تین دن تک آپ کی قبر کی مٹی سے خوشبو مہکتی رہی۔

خالی ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے لوٹ گئے دن بہار کے

مولانا محمد فیاض خان سواتی
مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم وخطیب جامع مسجد نور گوجرانوالہ

تذکرہ مفسر قرآن

جمالك في عيني وحبك في قلبي
وذكرك في فمي فاين تغيب

تمہید

''کافی عرصہ ہوا راولپنڈی سے والد محترم مفسر اعظم پاکستان حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کی حیات میں ان کے ایک پرانے جاننے والے محب جناب شوکت علی چوہان صاحب نے خط لکھا کہ حضرت صوفی صاحب کی سوانح کے متعلق کچھ لکھا جائے اور احقر سے انہوں نے خصوصی طور پر یہ فرمائش کی کہ یہ فریضہ آپ خود انجام دیں تا کہ مستند ترین باتیں جو آپ نے والد محترم سے سنیں، دیکھیں یا ان کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریرات میں ہیں وہ ہمیں پڑھنے کو ملیں، بندہ نے کافی عرصہ اس طرف توجہ نہ دی چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحب پھر بنفس نفیس ہمارے ہاں تشریف لائے اور اپنی بات کا بالمشافہ اعادہ فرمایا۔

علاوہ ازیں انہی دنوں شجاع آباد ضلع ملتان کی ایک خاتون محترمہ شازیہ فخر بلوچ صاحبہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں والد محترم کی مایہ ناز اور مشہور زمانہ ضخیم بیس جلدوں پر مشتمل تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' پر ایم فل کا مقالہ لکھ رہی تھیں، انہیں بھی حضرت کی سوانح کی ضرورت درپیش ہوئی، انہوں نے احقر کے ساتھ فون پر رابطہ قائم کیا تو انہیں ضرورت کی معلومات فراہم کی گئیں لیکن پتہ چلا کہ ایسے مقالوں کیلئے ہر بات کا تحریری طور پر حوالہ ضروری ہے چنانچہ احقر نے خیال کیا کہ اس سلسلہ میں کچھ ضروری معلومات قلمبند کر دی جائیں تا کہ اس سلسلہ میں کام کرنے والوں کو آسانی رہے اور ایک ذخیرۂ مفیدہ بھی محفوظ ہو جائے۔

لہٰذا احقر اس سلسلہ میں کچھ ضروری باتیں حضرت والد محترمؒ سے دریافت کر کے اپنی ڈائری میں نوٹ کرتا رہا لیکن گوناگوں عوارضات اور مصروفیات کی وجہ سے ان کو مستقل قلمبند نہ کر سکا، تا آنکہ ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بمطابق ۶ اپریل ۲۰۰۸ء اتوار صبح پونے دس بجے والد محترمؒ دار الفنا سے دار البقاء کی طرف چلے گئے،

انا للہ وانا الیہ راجعون، قارئین کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت والد محترمؒ کی جملہ مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، بندہ نے تذکرہ مفسر قرآن کے سلسلہ میں تین قسطیں ماہنامہ نصرۃ العلوم میں لکھیں تھیں، اب ان اقساط سمیت اس خصوصی نمبر میں مکمل مضمون پیش کر دیا گیا ہے، گو حضرت والد ماجدؒ کی زندگی کے تمام پہلو زیر قلم تو نہیں آ سکے تاہم احقر نے کوشش کی ہے کہ والد ماجدؒ کی ذاتی ڈائری مکمل اس میں آ جائے اور اس میں کافی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔" [فیاض]

خاندانوں اور قبیلوں کے متعلق شرعی نقطۂ نظر

عموی طور پر مشہور ہے بلکہ بہت سے پڑھے لکھے حضرات بھی ہمارے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ سوات کے رہنے والے ہیں اور ان کا آبائی وطن سوات ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ سواتی کی نسبت یہ ہماری خاندانی نسبت ہے چونکہ ہمارا خاندانی تعلق چونکہ پٹھانوں کی یوسف زئی برادری کی گوتھ مندراوی سے ہے، جنہیں سواتی بھی کہا جاتا ہے یاد رہے کہ لفظ مندراوی کے تلفظ میں مؤرخین کا اختلاف ہے بعض اسے متراوی اور بعض مندراہی بھی لکھتے ہیں، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ ہر انسان کا تعلق بالآخر حضرت آدمؑ تک جا پہنچتا ہے، یہ درمیانی واسطے صرف دنیا میں تعارف اور پہچان کا ذریعہ ہیں، اس کے متعلق والد محترمؒ نے اپنی بیس ضخیم جلدوں میں مطبوعہ تفسیر "معالم العرفان فی دروس القرآن" میں مفصل ومدلل کلام کیا ہے جس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے **یٰٓایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثیٰ وجعلنٰکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ط ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم ط ان اللّٰہ علیم خبیر** (الحجرات، آیت ۱۳) اے لوگو بے شک ہم نے پیدا کیا ہے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنائے ہیں ہم نے تمہارے لئے شعوب اور قبیلے تاکہ تم آپس میں متعارف ہو سکو، بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے --- انسان خواہ کسی رنگ اور نسل کے ہوں، کسی ملک کے رہنے والے ہوں یا کوئی زبان بولتے ہوں، وہ سارے کے سارے ایک مرد اور ایک عورت یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواؑ کی اولاد ہیں--- اب کوئی سید بنے یا پٹھان، مغل بنے یا صدیقی، فاروقی وغیرہ، مگر حقیقت میں یہ سب ایک ہی جوڑے کی اولاد ہیں۔

--- اس سلسلہ میں ہمارے قومی شاعر علامہ اقبالؒ نے بھی کہا ہے ۔

بتان رنگ وبو کو چھوڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی نہ افغانی نہ ایرانی

--- حضرت ملا جامیؒ نے کہا ہے ۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

--- حضرت علیؓ کا شعر بھی ہے ۔

اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَاءُ
اَبُوْهُمْ اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاءُ

ہم مثل ہونے کی وجہ سے تمام انسان کفو یعنی برابر ہیں کیونکہ سب کا باپ آدم علیہ السلام اور ماں حواؑ ہیں۔

فَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمْ مِنْ اَصْلِهِمْ شَرَفٌ
يُفَاخِرُوْنَ بِهٖ فَالطِّيْنُ وَالْمَاءُ

اگر اصل اور ذات کے اعتبار سے کوئی حسب نسب ہے تو وہ مٹی اور گارا ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اسی چیز سے پیدا فرمایا ہے --- یہ خاندان اور قبیلے ہم نے اس لئے نہیں بنائے کہ تم اس قبیلے کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کرو بلکہ اس کا مقصد یہ ہے، لِتَعَارَفُوْا تاکہ تم آپس میں متعارف رہو یعنی ایک دوسرے کو پہچان سکو کہ یہ فلاں قبیلے کا آدمی ہے اور یہ فلاں خاندان کا فرد ہے جب لوگ قبیلے کی بناء پر اپنے آپ کو بعض دوسروں پر فوقیت دینے لگتے ہیں تو دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں، ان سے طعن تشنیع کرتے ہیں، عیب جوئی کرتے ہیں اور پھر لڑائیاں جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں، مگر اللہ نے فرمایا کہ ہم نے یہ تقسیم قبائل محض تعارف کیلئے بنائی ہے، اس سے غلط مطلب نہیں لینا چاہئے ۔ (اقتباسات تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن ج ۱۷ ص ۲۱۲ تا ۲۱۹)

پٹھانوں اور سواتیوں کی اصلیت کی تاریخ

اسی تعارفی نقطۂ نظر سے بندہ نے سن ۱۹۹۳ء میں نماز عصر کی ادائیگی کے بعد مدرسہ نصرۃ العلوم کی قدیم عمارت کے برآمدہ میں چارپائی پر تشریف فرما والد محترمؒ سے یہ سوال کیا کہ پٹھانوں اور سواتیوں کی اصلیت کی تاریخ کیا ہے؟ اس کے جواب میں والد محترمؒ نے جو ارشادات فرمائے، احقر نے اسی وقت وہ اپنی ڈائری میں قلمبند کر لئے تھے جنہیں اب یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

جواب

پٹھانوں اور سواتیوں کی اصلیت کے بارے میں مؤرخین اور محققین کے مختلف نقطہائے نظر ہیں۔ جن میں سے چند نظریات یہ ہیں۔

۱) برصغیر میں خلجیوں کے دور حکومت میں احمد نگر کے رہنے والے ایک مؤرخ محمد قاسم فرشتہؒ گزرے ہیں، انہوں نے تاریخ میں ایک مفصل کتاب "تاریخ فرشتہ" کے نام سے لکھی ہے، ان کی روایت کے مطابق افغانوں (پٹھانوں) کی اصل قبطیوں سے ملتی ہے۔

۲) لاہور کے مؤرخ منشی دین محمدؒ جو کہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے دوست تھے اور "تاریخ کشامرہ" کے مصنف ہیں، ان کی روایت کے مطابق افغان، کشمیری اور بلوچ ایک ہی اصل سے تعلق رکھتے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے کہا کہ یہ بات قابل لحاظ ہے، اس پر تحقیق کرنی چاہئے۔

۳) رامپور کے مؤرخ مولانا عبدالغنیؒ جو کہ پٹھان تھے، انہوں نے بھی پٹھانوں کی تاریخ لکھی ہے، انہوں نے بھی تقریباً یہی بات لکھی ہے۔

۴) مؤرخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی "عبرت" رسالہ نکالتے تھے، مقدمہ تاریخ ہند قدیم دو جلدیں ہیں، جلد اول میں وہ یہ لکھا ہے کہ اس بارے میں روایات مختلف ہیں، یہ بھی روایت ہے کہ آج سے تقریباً پانچ ہزار سال قبل "والگا ندی" جو کہ روس میں ہے، اس سے لیکر "گنگا" کے درمیان کے علاقے میں جو لوگ آباد ہیں وہ پشینک کہلاتے تھے، یہ (پٹھان اور سواتی) انہی پشینک اقوام کے بقایا میں سے ہیں۔

۵) مؤرخ روشن خانؒ جو "تاریخ افغاناں" کے مصنف ہیں، ان کے ساتھ میری خط و کتابت بھی رہی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ یہ اسرائیلی ہیں، عام اور مشہور روایت یہی ہے، اس پر انہوں نے ایک اور مستقل رسالہ بھی لکھا ہے، جس میں تصویریں بھی دی ہیں جو یہودیوں سے ہی ملتی جلتی ہیں، انہوں نے "تذکرہ پٹھانوں کی

اصلیت کی تاریخ'' نامی کتاب بھی لکھی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ حضورؐ کے پاس وادی نخلہ میں جنوں کا جو گروہ آیا تھا وہ جن پٹھان تھے۔

۶) مؤرخ ''تاریخ ہزارہ'' ڈاکٹر شیر بہادر خان پنیؔ کرنول حیدرآباد دکن میں ایک ضلع تھا، وہاں سے آئے تھے، پنی پٹھانوں کی ایک گوتھ ہے، مؤرخ موصوف سے بھی میری خط وکتابت رہی ہے، ان کی روایت یہ ہے کہ ضلع ہزارہ میں جو سواتی آباد ہیں، یہ یوسف زئی نہیں بلکہ یہ سلطان محمد غوریؒ کے لشکر کے ساتھ جو لوگ آئے تھے، اس سے الگ ہوکر یہ پہلے سوات میں آئے اور پھر وہاں سے یہاں (ہزارہ) آئے تھے لہذا یہ اصلاً غوری ہیں۔

۷) مؤرخ خواص خان اعوانؔ جنہوں نے ''تاریخ اعوان'' لکھی ہے، حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک پر بھی انہوں نے کتابیں لکھی ہیں اور حضرت سلمان فارسیؓ کے حالات پر بھی کتاب لکھی ہے، اس کتاب پر میری تقریظ بھی ہے۔ ان کے ساتھ بھی میری خط وکتابت رہی ہے، میں نے انہیں ایک خط لکھا جس کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ ''ضلع ہزارہ کے سواتی سن ۱۷۰۳ء میں ریاست سوات کو چھوڑ کر آئے تھے، یہ وہ وقت تھا جس سال حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پیدا ہوئے تھے، ضلع ہزارہ میں ترکوں کی عملداری تھی، انہوں نے ترکوں کی عملداری ختم کی، انکی زمینوں پر قبضہ کیا، اس وقت ترکوں کا دارالخلافہ بفہ کے قریب ''گلی باغ'' اور دوسرا اشنکیاری کے قریب ''بدادی نگری'' تھا، ہزارہ کی زمینوں پر یا تو سادات نے قبضہ کیا یا سواتیوں نے، حضرت سید احمد شہیدؒ کا لشکر بھی انہی راستوں اور جگہوں سے گزر کر بالاکوٹ پہنچا تھا، ان کا مقصد کشمیر جانا تھا لیکن پٹھانوں نے غداری کی تو وہ ناکام ہوگئے۔

یہ پٹھانوں اور یوسف زئی سواتیوں کی اصلیت کے بارے میں مؤرخین کے چند مختلف نظریات ہیں، حقیقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

خاندانی پس منظر

؎ اٹھ جاتے ہیں جب چہرۂ ماضی سے حجابات
افسانوں میں ڈھل جاتے ہیں گزرے ہوئے اوقات
افسانہ در افسانہ ابھر آتے ہیں لمحات
پیمانہ بہ پیمانہ چھلک جاتے ہیں جذبات

وہ ایک قدیم گزرگاہ تھی پرانے وقتوں میں اس پر بڑے بڑے قافلے اور مسافر رواں دواں رہتے تھے، سنا ہے کہ اسی گزرگاہ سے حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کا جانباز قافلہ گزرا تھا، جنہوں نے بالاکوٹ پہنچ کر سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا تھا، کچھ لوگ اس قافلہ کے راستہ میں ہی وبا پھیلنے سے وفات پا گئے تھے ان کی قبور بھی آج تک یہاں ایک پہاڑی کی چوٹی پر موجود ہیں، بعد میں یہی گزرگاہ پاک چین تعاون سے شاہراہ ابریشم کے نام سے موسوم ہوئی، اسی شاہراہ کے کنارے ایک بلند وبالا اور قدرتی دلکش مناظر سے مالا مال سرسبز وشاداب پہاڑ کی چوٹی پر ایک چھوٹا سا گاؤں ''چیڑاں ڈھکی'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، جو کڑمنگ بالا کے اطراف ومضافات میں واقع ہے اور شنکیاری سے بٹل جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے لیکن مرور زمانہ کی وجہ سے اب بے آباد ہو چکا ہے۔

کچھ عرصہ قبل یہاں براعظم ایشیا کا ایک بہت بڑا پولٹری فارم تھا جس کا کچھ حصہ گزشتہ سالوں میں آنے والے ہولناک زلزلہ میں تہس نہس ہو چکا ہے، پرانے وقتوں میں اس پورے علاقہ پر ترکوں کی اور پھر انگریزوں کی عملداری تھی، اسی دور کی بات ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر موجود چیڑاں ڈھکی گاؤں میں مولوی گل داد خان سواتیؒ اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوش وخرم زندگی بسر کر رہا تھا، مولوی گل دادؒ کو بعض خالق داد، بعض غلام داد اور بعض صرف مولوی گل کے نام سے بھی پکارتے تھے، ان کے آباؤ اجداد ۱۷۰۳ء میں ریاست سوات کو خیر آباد کہہ کر ضلع ہزارہ میں آباد ہو گئے تھے، ان کے ہاں پشتو اور ہندکو دونوں زبانیں بولی جاتی تھیں، مولوی گل داد خانؒ اور ان کی بیوی دونوں ہی پڑھے لکھے تھے، اور علاقہ میں پیر اور پیرنی کے نام سے مشہور تھے، وہ بلند پہاڑ سے نیچے اتر کر کٹھے (نہر) کے کنارے بڑے بڑے پتھروں پر بیٹھ کر طلباء وطالبات کو پڑھاتے رہتے تھے، وہاں کپڑے بھی دھوتے اور پینے کیلئے پانی بھی وہاں سے گھر لے جاتے تھے، لیکن تعلیم میں ان کا فیض جاری نہ ہوا، ان دونوں میاں بیوی کی وفات کے بعد ان کی قبریں بھی نیچے کٹھے (نہر) کے کنارے ہی بنی تھیں، البتہ اللہ رب العزت نے انہیں پانچ بیٹوں سے نوازا تھا، یہ مولوی گل داد خانؒ، حضرت صوفی صاحبؒ کا پردادا تھا۔

مولوی گل داد خانؒ کا سب سے بڑا بیٹا گل احمد خانؒ تھا، جو حضرت صوفی صاحبؒ کا دادا تھا، اس کے اپنے علاقہ کے خان خوانین سے اچھے تعلقات اور مراسم تھے، البتہ ان پڑھ تھا لیکن قد وکاٹھ والا، بے حد

بہادر اور شجاع تھا اس کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک بار اس نے شیر سے مقابلہ کرتے ہوئے اس کے منہ سے بکری کو چھینا تھا، ہاتھ میں عصا پکڑتا تھا اور بقول ہماری پھوپھی حکم جانؒ المعروف ددّے وہ بارہ گز کپڑے کا قلندرہ (بڑا کرتہ) پہنتا تھا، اس نے یکے بعد دیگرے سات شادیاں کی تھیں، اس کی ساتویں بیوی کو حضرت صوفی صاحبؒ نے دیکھا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے دو بیٹوں نور احمد خانؒ اور خان زمان خانؒ اور ایک بیٹی درّ مر جانؒ کی صورت میں اولاد کی نعمت سے مالا مال کیا ہوا تھا، یہی نور احمد خانؒ حضرت صوفی صاحبؒ کے والد گرامی اور ہمارے دادا محترم ہیں، نور احمد خانؒ نے ایک بار خواب دیکھا کہ ان کے والد گل احمد خانؒ کے پاس ان کے دادا مولوی گل داد خانؒ آئے اور ان کا بازو پکڑ کر پشتو زبان میں کہا کہ "پاسہ چہ زو" چل چلئے دیر ہوگئی ہے، تو اس خواب کے بعد جلد ہی گل احمد خانؒ نے تقریباً ۱۲۰ سال کی طویل عمر پا کر ۱۹۳۰ء میں انتقال فرمایا، کہتے ہیں کہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کے بازوؤں کا گوشت لٹک گیا تھا، لیکن آخر تک جفاکش رہے اور انہیں بہادرہ کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا تھا جب کہ حضرت صوفی صاحبؒ اس وقت مانسہرہ میں زیر تعلیم تھے، نور احمد خانؒ، خان زمان خانؒ اور درّ مرجانؒ کے تعارف سے قبل مولوی گل داد خانؒ کے دوسرے بیٹوں کا ذکر بھی ضروری ہے کیونکہ آگے باہم خاندانی رشتوں ناطوں میں بات سمجھنے میں آسانی رہے گی۔

مولوی گل داد خانؒ کا دوسرا بیٹا حسین خانؒ تھا، جو بہادرہ میں رہتا تھا اور صاحب اولاد تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے چار بیٹوں سے نوازا تھا، سب سے بڑا بیٹا اکبر خانؒ تھا پھر قلندر خانؒ پھر سکندر خانؒ اور پھر فیروز خانؒ تھا، فیروز خانؒ جو قاری بخی سلطان صاحب اور قاری محمد امینؒ آف کورے کا والد اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کا سسر اور قاری محمد اشرف خان ماجدؒ کا نانا تھا۔

مولوی گل داد خانؒ کا تیسرا بیٹا محمد خانؒ تھا یہ بھی صاحب اولاد تھا اس کی تین لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا، ایک لڑکی کا نام رحمت نورؒ تھا، جس کا نکاح اپنے چچا زاد نور احمد خانؒ کے ساتھ ہوا تھا اور یہ حضرت صوفی صاحبؒ کا نانا تھا اور ان کی بیٹی رحمت نورؒ آپ کی بڑی والدہ تھیں، انہوں نے ہی حضرت صوفی صاحبؒ کی حقیقی والدہ کی وفات کے بعد انہیں پالا تھا اور تقریباً ۹۵/۹۶ سال عمر پا کر ۹-۱۹۴۸ء میں فوت ہوئیں اور گکھڑ کے قدیمی قبرستان میں دفن ہیں، حضرت صوفی صاحبؒ اس وقت حیدر آباد دکن کے نظامیہ طبیہ کالج میں زیر تعلیم تھے، ان کی فوتگی کی اطلاع حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ نے بذریعہ خط انہیں کی

تھی، محمد خانؒ کی دوسری بیٹی کا نام جانے خانم تھا یہ حاجی گوہر آمان خان کی والدہ، اور حضرت اللہ خانؒ اچھڑیاں والوں کی بیوی اور حاجی سلطان محمود جو حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ کے بڑے داماد ہیں، ان کی دادی تھیں۔ محمد خانؒ کی تیسری بیٹی کا نام صرف جانے تھا، جو کورے میں اپنے چچازاد قلندر خانؒ کے گھر تھیں جس کے بیٹے اللہ داد خان اور عبدالرؤف خان ہیں، حضرت صوفی صاحبؒ کی اس خالہ کو راقم الحروف احقر محمد فیاض خان سواتی نے بھی دیکھا ہے، جو چند سال قبل فوت ہوئی ہیں، محمد خانؒ کا ایک بڑا عباس خانؒ تھا جو حضرت صوفی صاحبؒ کا ماموں لگتا ہے یہ نوجوانی میں ہی بہادرہ کے سامنے میرہ کے مقام میں وفات پا گیا تھا۔

مولوی گل داد خانؒ کا چوتھا بیٹا غلام رسول خانؒ یا غلام نبی خانؒ تھا جو اپنے آبائی علاقہ سے دور بالاکوٹ کے مقام جبی میں چلا گیا تھا اور وہیں آباد ہو گیا تھا۔

مولوی گل داد خانؒ کا پانچواں بیٹا جو سب سے چھوٹا تھا اس کا نام میر عالم خانؒ تھا، یہ کورے میں آ کر فوت ہوا اور وہیں دفن ہے، البتہ اس کی بیوی نادرہ بیگمؒ جو ترکیانی تھی یہ بہادرہ کے قبرستان میں دفن ہے۔

اب پھر لوٹتے ہیں گل احمد خانؒ کے بیٹے نور احمد خانؒ، خان زمان خانؒ اور بیٹی درّ مرجانؒ کے تعارف کی طرف، خان زمان خانؒ جو صیام (تھائی لینڈ) میں جا کر آباد ہو گیا تھا، اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے شادی نہیں کی تھی، اگر کی تھی تو یقیناً اس کی آل اولاد بھی وہیں کہیں آباد ہوگی انہوں نے ۱۹۳۲ء میں انتقال فرمایا تھا، اس چچا کو اپنے بھتیجے بھتیجیوں سے بے حد پیار تھا، ایک بار حضرت صوفی صاحبؒ کے دانت میں درد ہوا تو ان کا چچا خان زمان خانؒ علاج کے لئے انہیں تلدی (نچلی) کٹلیاں لے کر گیا جہاں ایک آدمی نے درد والا دانت کیل کھینچنے والے زنبور کے ساتھ کھینچ کر نکال دیا اور درد صحیح ہو گیا، حضرت صوفی صاحبؒ فرماتے تھے کہ واپسی پر میں مکئی کے دانے چباتے ہوئے گھر آیا، بعد میں یہ واقعہ ایک لطیفہ بن گیا حضرت صوفی صاحبؒ کی بیماری میں جب انہیں ہنسانا مقصود ہوتا تو کہا جاتا کہ کٹلیاں والے سرجن ڈاکٹر کو بلائیں تو اس پر وہ ہنس پڑتے، البتہ حضرت صوفی صاحبؒ کی پھوپھی درّ مرجانؒ بٹل کے مضافات میں لمی کے سادات خاندان میں بیاہی گئی تھی، ان کا نکاح سید دین علی شاہؒ سے ہوا تھا جن سے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں سب سے بڑا بیٹا سید ظفر علی شاہ دوسرا بیٹا مولوی سید فتح علی شاہؒ والد مولانا قاضی سید عطاء اللہ شاہ شیرازیؒ اور تیسرا

بیٹا سید عبداللہ شاہؒ والد مولانا سید رحمت شاہؒ، چوتھا بیٹا سید پیرولی شاہ اور پانچواں بیٹا سید اکبر شاہ اور تین بیٹیاں سرور جان، اکبر جان اور امت جان تھیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ کے والد نور احمد خانؒ سادہ مزاج آدمی تھے اور خواجہ عبدالغفور (اخوند) جو سوات صاحب کے نام سے مشہور تھے ان سے ایک آدھ پارہ قرآن کریم پڑھے ہوئے تھے البتہ انہیں تعلیم کا بہت شوق تھا، نماز روزہ اور تہجد کے پابند تھے، تہجد کے وقت پہاڑ سے اتر کر نیچے کٹھے (نہر) سے پانی لاتے تھے اور اپنی اولاد کی تعلیم کے لئے اس وقت خدا کے حضور دعا کیا کرتے تھے، انگریز کے سخت خلاف تھے، البتہ نہایت فیاض اور مہمان نواز انسان تھے، حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمارا گھر چونکہ ایک معروف گزرگاہ کے قریب واقع تھا وہاں سے ہر وقت مسافر گزرتے رہتے تھے ان کی سہولت کے لئے ہمارے آباء نے گھر کے ساتھ ایک وسیع سرائے تعمیر کرائی تھی جس میں بے شمار مسافر آکر رکتے تھے، اس میں ایک باڑھی بھی تھی جس میں پانچ سو جانور باندھنے کی گنجائش موجود تھی، اس سرائے میں آکر رکنے والے مسافروں کو فری کھانا اور جانوروں کا چارہ ہمارے آباء ہی دیتے تھے۔

نور احمد خانؒ کی پہلی شادی اپنی چچازاد رحمت نور بنت محمد خانؒ سے ہوئی تھی جس سے دو بچے پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی وفات پاگئے ایک بچے کا نام عبدالغفور بتاتے تھے، اس کے بعد یہ جوڑا تقریباً تیس سال بے اولاد رہا، پھر نور احمد خانؒ کی بیوی رحمت نورؒ نے کوشش کی کہ ان کے خاوند دوسری شادی کر لیں شاید اللہ تعالیٰ اولاد سے نواز دیں، پہلے تو وہ تیار نہ ہوئے لیکن نیک شعار بیوی کے مجبور کرنے پر وہ دوسری شادی کے لئے تیار ہو گئے، چنانچہ سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع مقام ڈنہ میں گجروں کی چیچی برادری آباد تھی، وہ بھی وہاں کی مقامی نہیں تھی بلکہ قحط سالی کی وجہ سے وہاں قیام پذیر تھی۔

ان میں ایک سردار فقیر اللہؒ نامی آدمی تھا جسے کچکول بابا کہتے تھے، کچکول ہندکو زبان میں کشکول کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، کچکول بابا کی وجہ تسمیہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ایک بار لوگوں نے کہا کہ فقیر کے پاس کچکول ہوتا ہے تو فقیر نے کہا کہ میں خود کچکول ہوں تو اس کے بعد فقیر اللہؒ کو لوگ کچکول بابا کے نام سے پکارنے لگے، کچکول بابا کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، بیٹوں کے نام لکھ میرؒ، علم الدینؒ، گل زمانؒ اور خیر الدینؒ تھے خیر الدینؒ کا ایک بیٹا مولوی نظام الدین سندھ کے کسی مقام میں

آباد ہے جو کچھ عرصہ قبل گوجرانوالہ آیا تھا، اس نے داڑھی مہندی سے سرخ کی ہوئی تھی اور وہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم اور غور غشتی کے مدرسہ کا تعلیم یافتہ عالم تھا، وہ اپنے آپ کو صوفی صاحبؒ کا ماموں زاد بھائی کہتا تھا جس پر سب کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنے عرصے کے بعد یہ کہاں سے رشتہ دار نکل آیا ہے۔

کچکول باباؒ کی تین لڑکیاں تھیں ایک کا نام بختاور یا بختیار بیگم جسے پشتو میں بختاورےؒ بھی کہتے تھے، دوسری کا نام غالباً صاحب جانؒ تھا اور تیسری کا نام معلوم نہ ہو سکا، کچکول باباؒ کی اسی بیٹی بختاورؒ سے نور احمد خانؒ کا دوسرا نکاح ہوا جس سے اللہ رب العزت نے دو بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں، یہی بختاورؒ حضرت صوفی صاحبؒ کی حقیقی والدہ تھیں۔

جب صوفی صاحبؒ کی عمر اڑھائی برس کی تھی تو ان کی والدہ چیچک کی بیماری سے ۱۹۲۰ء میں وفات پا گئی تھیں، حضرت صوفی صاحبؒ نے بتایا کہ مجھے دھندلی سی اتنی بات یاد ہے کہ میری والدہ نے اپنی وفات کے وقت کہا تھا کہ میرے بچوں کو مجھے دکھاؤ کیونکہ چیچک کیوجہ سے خاندان والے ہمیں ان سے دور رکھتے تھے انہیں بہادرہ کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا تھا لیکن ان کی قبر راستہ میں ہونے کی وجہ سے مٹ گئی ہے۔

کہانی ہے تو اتنی ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

نور احمد خانؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں اولاد سے نوازا تھا، سب سے بڑی بیٹی تھی جس کی ولادت ۱۹۱۲-۱۹۱۱ء میں ہوئی اس کا نام حکم جان المعروفہ دڈےؒ ہے اسے ان کی پھوپھی درّ مرجانؒ زور اور اصرار سے جرگہ لا کر لمی کے سادات خاندان میں بیاہ کر لے گئی تھیں اور اپنے بیٹے سید عبداللہ شاہؒ سے ان کا نکاح کرا دیا تھا جن سے مولانا سید رحمت شاہؒ، مولانا سید عالم شاہؒ، مولانا سید نور الحسن المعروف مردان شاہؒ، اور حافظ سید حبیب شاہ چار بیٹے اور ایک بیٹی صفورہؒ پیدا ہوئے۔

حکم جانؒ نے ۲۰۰۱ء میں بٹل کے مضافات لمی کے مقام ریتڑہ میں انتقال فرمایا اور وہیں آسودہ خاک ہیں، نور احمد خانؒ کو دوسرے نمبر پر اللہ نے ۱۹۱۴ء میں بڑا بیٹا عطا فرمایا جس کا نام محمد سرفراز خان رکھا گیا، جو بعد میں علم و عمل کی دنیا میں امام اہل السنۃ، محدث اعظم پاکستان اور شیخ الحدیث والتفسیر کے القاب سے موسوم ہوا۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی پہلی شادی گوجرانوالہ میں راجپوت جنجوعہ برادری کے میاں جی محمد اکبرؒ کی بیٹی سکینہ بی بیؒ سے ہوئی جو باجی سلمٰی، حافظ عبدالمتین خان المعروف حضرت مولانا زاہد الراشدی، مولانا حافظ عبدالقدوس خان قارن، باجی سعیدہ اور مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر کی والدہ ہیں اور دوسری شادی اپنے خاندان کے فیروز خان سواتی" آف کورے کی بیٹی زبیدہ خانم" سے ہوئی جو قاری اشرف خان ماجدؒ، باجی طاہرہ، مولانا شرف الدین خان حامد المعروف قاری حماد الزہراوی، مولانا رشید الحق خان عابد، مولانا قاری عزیز الرحمٰن خان شاہد، قاری عنایت الوہاب خان ساجد اور مولانا منہاج الحق خان راشد کی والدہ ہیں۔

نور احمد خانؒ کو تیسرے نمبر پر ایک اور بیٹا اللہ تعالیٰ نے ۱۹۱۷ء میں عطا فرمایا، اس کا نام عبدالحمید خان رکھا گیا جو بعد میں علم و عمل کی دنیا میں مفسر اعظم پاکستان، استاذ العلماء، صوفی باصفا اور ولی کامل کے القاب سے موسوم ہوا۔

بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت صوفی صاحبؒ کی شکل وشباہت اپنے والد نور احمد خانؒ سے بہت زیادہ ملتی تھی۔

نور احمد خانؒ کو چوتھے نمبر پر اللہ تعالیٰ نے ایک اور بیٹی عطا فرمائی جس کا نام بی بی خانم" رکھا گیا تھا، یہ ابھی چھ ماہ کی تھی کہ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا، بعد ازاں جب وہ بڑی ہو گئی تو اس کا نکاح اپنی ہی برادری میں دولت خان سے ہوا جس سے ایک بچی زیب النساء پیدا ہوئی جس کا نکاح مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کے برادر نسبتی عبیداللہؒ سے ہوا یہ احقر کی پھوپھی زاد اور مولانا زاہد الراشدی کی پھوپھی زاد اور ماموں ہیں اور حافظ بلال کی والدہ ہیں۔ زیب النساء ابھی ڈیڑھ سال کی تھی کہ ان کی والدہ بی بی خانم" نے ۱۹۴۵ء میں لاہور میں انتقال فرمایا اور باغبانپورہ کے قبرستان میں سپرد خاک کی گئیں۔

نور احمد خانؒ اپنی اولاد کیلئے کثرت سے دعا کرتے تھے کہ "یا اللہ ان کو فقہ اصول آوے" ان کی دعا اللہ کی بارگاہ میں مستجاب ہوئی، وہ اپنے بچوں کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے، ان کی عادت تھی کہ جب کبھی گھر سے باہر سفر میں جاتے تو بچوں کیلئے ضرور کچھ نہ کچھ تحائف لاتے، انہوں نے کوئٹہ اور قندھار کا سفر بھی کیا تھا، اور وہاں سے پھل لائے تھے، حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں اپنے والد کی وفات کے وقت ان کے

پاس تھا، انہوں نے ہمارے پھوپھی زاد مولوی سید فتح علی شاہؒ کو نصیحت کی تھی کہ ان بچوں کو "حدیث فقہ" ضرور پڑھانا، انہوں نے تقریباً ایک سو سال عمر پا کر ۱۹۳۱ء میں انتقال فرمایا اور انہیں بہادرہ کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا تھا۔ ان کی انگریز دشمنی کا حال یہ تھا کہ انگریز کی عمل داری میں زمینوں کا سب سے پہلا بندو بست ۱۸۷۲ء یا ۱۸۷۴ء میں ہوا تھا، نور احمد خانؒ نے اپنی زمینیں اس بندوبست میں درج نہیں کرائی تھیں، وہ انگریز آفیسر کے متعلق کہتے تھے کہ میں اس خنزیر کا منہ بھی نہیں دیکھنا چاہتا، چنانچہ انہوں نے اپنا نقصان تو کرا لیا لیکن انگریز آفیسر کے سامنے حاضر نہ ہوئے اور یہی زمینیں اور جائیداد بعد میں وہاں کے خان خوانین نے اپنے نام کرالیں، اور نور احمد خانؒ کی اولاد قضاء وقدر کے عجیب فیصلے کے ساتھ دنیاوی جائیداد سے تہی دامن ہوگئی، خاندانی التفات کے ظاہری اسباب بھی منقطع ہوگئے، در بدر کی ٹھوکروں کو ان کے لئے آگے دینی دولت کے حصول کا ظاہری ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بنا دیا تھا، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ۔

یہ راز ہے میری زندگی کا، پہنے ہوئے ہوں کفن خودی کا
عالم پہ ہے اک سکون بے تاب، یا عکس ہے میری خامشی کا

تمہیں اس انقلاب دہر کا کیا غم ہے اے اکبرؔ
بہت نزدیک ہیں وہ دن نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے
چراغِ زندگی ہو گا فروزاں ہم نہیں ہونگے
چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہونگے
جوانو اب تمہارے ہاتھ میں تقدیرِ عالم ہے
تم ہی ہوگے فروغِ بزمِ امکاں ہم نہیں ہوں گے
نہ تھا اپنی ہی قسمت میں طلوعِ مہر کا جلوہ
سحر ہو جائے گی شامِ غریباں ہم نہیں ہونگے

اگر ماضی منور تھا کبھی تو ہم نہ تھے حاضر
جو مستقبل کبھی ہو گا درخشاں ہم نہیں ہونگے
یہی خوشیاں رہیں گی دہر میں ایسے ہی غم ہونگے
مگر اک وقت آئے گا نہ تم ہو گے نہ ہم ہوں گے

(حضرت والد ماجدؒ نے شاعر کی یہ غزل اپنے قلم سے تحریر فرمائی تھی جو ان کے کاغذات میں سے ملی ہے)

نام ونسب اور خاندان

عبدالحمید خانؒ بن نور احمد خانؒ بن گل احمد خانؒ بن گل داد خانؒ مندراوی یوسف زئی سواتی، والدین نے آپ کا نام عبدالحمید خان رکھا تھا۔ پٹھانوں کی یوسف زئی برادری کی گوتھ مندراوی سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں سواتی بھی کہا جاتا ہے۔

کنیت وتخلص

ابوالفیاض آپ کی کنیت اور اختر تخلص تھا، فیاض راقم الحروف کا نام ہے اور اختر کا تخلص انہوں نے خود رکھا تھا۔

لقب اور اسکی وجہ تسمیہ

صوفی صاحب کے لقب سے آپ معروف تھے، اور یہ لقب اتنا مشہور ہو گیا تھا کہ بہت سے حضرات خصوصاً گوجرانوالہ کے لوگ تو آپ کے اصل نام سے ہی واقف نہ تھے، صوفی صاحب لقب کی وجہ تسمیہ میں لوگ بہت کچھ کہتے اور لکھتے رہتے ہیں، گو وہ تمام وجوہات معنوی لحاظ سے آپ پر صادق آتی تھیں لیکن اس کی اصل وجہ تسمیہ پر آج تک کوئی مطلع نہیں ہوا، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپؒ مدرسہ ومسجد کی چار دیواری سے باہر نہیں جاتے تھے اس لئے انہیں صوفی کہا جاتا تھا اور بعض کا خیال ہے کہ آپ کم گو تھے اور تصوف کی لائن میں کمال رکھتے تھے اس لئے آپ کو صوفی کہا جاتا تھا، گو یہ سب باتیں آپؒ پر بالکل فٹ تھیں لیکن حقیقت میں صوفی کی وجہ تسمیہ کے پیچھے ایک دلسوز لطیفہ ہے، احقر نے ایک بار والد ماجدؒ سے اس کی وجہ تسمیہ کے بارے

میں خود ان سے پوچھا تھا اور ان کے جواب کو اپنی ڈائری میں بھی نوٹ کیا تھا، آپؒ نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا تھا کہ ؎

بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے
دن کو نور برستا ہے مری تربت پر
رات کو چادر مہتاب تنی ہو تی ہے

''ہمارے طالبعلمی کے دور کی بات ہے اس وقت ہم پر بہت ہی معاشی تنگی کا زمانہ تھا، والدین بچپن میں ہی وفات پا گئے اور خاندان والوں کی التفات ہماری طرف نہ رہی، غریب الوطنی ہمارا مقدر بن گئی تھی، روپیہ پیسہ پاس نہ ہوتا، کھانے پینے اور لباس کے حصول میں بے پناہ دشواری تھی حتیٰ کہ بعض اوقات فاقے بھی کاٹنے پڑتے، جانوروں کو ڈالے گئے شلجم (ٹھپر، گونگلو) کھا کر بھی زندگی کی گاڑی کو آگے دھکیلا جاتا رہا، کپڑے بوسیدہ ہو کر پھٹ جاتے لیکن نئے لباس کے حصول سے تہی دامن تھے، سفر کے لیئے پاس کرایہ نہ ہوتا، اس حالت میں مختلف مدارس میں رہ کر حصول علم میں مصروف تھے، بچپن اور پھر جوانی کا زمانہ تھا بھوک پیاس بہت ستاتے تھے، ایسے میں کہیں سے کھانے کا میسر آ جانا ہمارے لیے دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہوتی، اسی دور کی بات ہے کہ ایک مرتبہ مولوی صاحب (اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی کو وہ کبھی مولوی صاحب اور کبھی استاذ صاحب اور کبھی شیخ الحدیث صاحب کے نام سے پکارتے تھے) کا مہمان آیا، اس کے لیے انہوں نے بڑی دشواری سے کھانا تیار کر کے دستر خوان پر رکھا تو میں بھی مہمان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا اور اچھا خاصا کھانا میں نے تناول فرمایا، مہمان کو کھانے کا زیادہ موقع نہ ملا، جب مہمان چلا گیا تو مولوی صاحب نے ساتھیوں کے سامنے مجھے کہا کہ'' تو بھی صوفی ہی ہے'' اس کے بعد مجھے اسی نام سے عوام وخواص میں پکارا جانے لگا۔''

حضرت مولانا سرفراز خان مدظلہ بھی ساری زندگی انہیں'' صوفی'' کے لقب سے ہی پکارتے رہے، اسباق میں وہ یہ لطیفہ بھی سنایا کرتے تھے کہ'' علامہ تاج الدین سبکیؒ نے'' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں ولی کی کرامت کی ۲۴ نشانیاں لکھی ہیں جن میں سے ایک کھانا زیادہ کھانا بھی ہے۔''

یعنی بعض مغلوب الحال لوگوں کو پتہ نہیں چلتا کہ انہوں نے کتنا کھایا ہے، اسی نسبت سے انہوں نے فرمایا ہوگا کہ "تو بھی صوفی ہی ہے۔"

البتہ ہمارے اور عرب کے معاشرہ میں صوفی کے لفظ کو بعض لوگ معیوب اور حقیر سمجھتے ہیں لیکن علامہ اقبال مرحوم کہتے ہیں،

؎ سلام ازما صوفی و ملّا سلام
کہ پیغام خدا گفتند مارا

میں صوفی اور ملّا کو سلام پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ہم تک خدا کا پیغام پہنچایا ہے۔

تاریخ ومقام ولادت

حضرت صوفی صاحبؒ کی جب ولادت ہوئی تو اس زمانہ میں تاریخ ولادت وغیرہ لکھنے کا زیادہ رواج نہ تھا، زبانی یادداشت پر ہی زیادہ تر مدار ہوتا، ویسے بھی آپ کے والدین ناخواندہ تھے، اس لئے آپؒ کی تاریخ ولادت کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں ہے، البتہ حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنی ذاتی ڈائری میں اپنی تاریخ ولادت کے بارے میں یہ الفاظ درج فرمائے ہیں۔

"میری پیدائش بقول چچا زمان خان صاحبؒ ۱۹۱۷ء کے لگ بھگ ہوئی ہے۔" اور یہ سن ہجری کے لحاظ سے ۱۳۳۵ھ بنتا ہے، صوبہ سرحد ضلع ہزارہ موجودہ ضلع مانسہرہ کے علاقہ کونش کے مقام "چیڑاں ڈھکی" مضافات کڑمنگ بالا میں آپؒ کی ولادت ہوئی، یہ جگہ شنکیاری سے بٹل جاتے ہوئے شاہراہ ابریشم پر تقریباً سولہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اور اب بے آباد ہو چکی ہے البتہ وہاں ایک بہت بڑا پولٹری فارم بنا ہوا ہے لیکن مکانات اور عام آبادی نہیں ہے۔ ۱۹۹۹ء میں حضرت والد ماجدؒ کے ہمراہ ہم نے ان تمام مقامات کو دیکھا تھا۔

ابتدائی تعلیم

حضرت صوفی صاحبؒ نے ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ بمطابق ۸ مارچ ۱۹۴۷ء کو گکھڑ میں قیام کے دوران اپنی ذاتی ڈائری میں اپنے تمام دینی اور دنیاوی تعلیم کے اساتذہ اور ان سے پڑھی گئی کتابوں کا ذکر عربی زبان میں لکھا ہے، علاوہ ازیں انہوں نے اپنی کئی کتابوں اور مضامین میں بھی بعض اساتذہ اور ان سے پڑھی گئی

کتابوں کا ذکر فرمایا ہے اور کچھ باتیں زبانی بھی ارشاد فرمائیں، ان تینوں حوالہ جات کی روشنی میں ان کے اساتذہ اور ان سے پڑھی جانے والی کتب کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے، آپ نے لکھا ہے کہ

(۱) ''میں نے اپنے پہلے استاذ (مولوی) سید فتح علی شاہ ابن سید دین علی شاہؒ سے عربی قاعدہ ختم کرنے کے بعد قرآن کریم (ناظرہ) کا ایک جزء پڑھا، سید فتح علی شاہؒ میرے پھوپھی زاد بھائی تھے، وہ ہزارہ کے مضافات (بٹل) کی بستی ''لمبی'' کے رہائشی تھے، یہ ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ کی بات ہے (یعنی ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۸ء تک کے دوران) اس وقت میری عمر چھ یا سات سال کی تھی، سید فتح علی شاہؒ اس وقت ''بفہ'' شہر کے قریب ''ملک پور'' کی بستی میں قائم انگریزی سکولوں کے ابتدائی سکول میں زیر تعلیم تھے۔''

(پھر جب) ''احقر ۱۹۴۲ء میں دیوبند سے فارغ ہو کر آیا تو انہوں نے مجھ سے سات پارے قرآن کریم کا ترجمہ بمع تفسیر کے پڑھا، فللّٰہ الحمد علیٰ ذٰلك'' (یہ آپؒ کے پہلے استاذ تھے جو بعد میں آپؒ کے شاگرد بھی ہوئے۔)

مزید لکھتے ہیں:

(۲) ''میں نے قرآن کریم کے بعض اجزاء ''بٹل'' کے قریب ''کھکھو'' نامی بستی کی مسجد کے امام استاذ (حافظ) غلام عیسیٰؒ سے پڑھے وہ صالح آدمی تھے۔''

(یہ غالباً ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۷ء کا زمانہ تھا، اسی زمانہ میں آپؒ ملک پور میں بھی پڑھتے رہے۔)

(۳) ''اور ایک لمبی مدت کے بعد (غالباً ۱۹۲۹ء) میں جب میں اپنی خالہ کے ہاں ''اچھڑیاں'' میں تھا تو میں نے ''اچھڑیاں'' کی جامع مسجد کے امام استاذ جی ''ملا بدخشانؒ'' کے نام سے مشہور تھے، ان سے کچھ فارسی مثلاً کتاب ''تحفۃ الفصائح'' پڑھی، وہ صالح اور عابد آدمی تھے۔''

(۴) اور ۱۹۳۰ء میں آپؒ مانسہرہ میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے قائم کردہ مدرسہ میں زیر تعلیم تھے، لیکن قیام ''گنڈا'' نامی بستی میں تھا، مولانا ہزارویؒ سے آپؒ نے براہ راست تعلیم حاصل نہیں کی البتہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے ان سے کچھ نحو میر اور تعلیم الاسلام پڑھی ہے۔

(لاہور کے محلہ میراں شاہ میں آپؒ نے ۱۹۳۵ء کے لگ بھگ علم الصرف پڑھی۔)

(۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۸ء تک آپ پاکستان کے مختلف علاقوں میں زیر تعلیم رہے۔) لکھتے ہیں،

(۵) ''میں نے کچھ فارسی لغت (گلستان، بوستان) صرف (بہائی، میزان الصرف) نحو (نحو میر وغیرہ) اور منطق ضلع سیالکوٹ کے قصبہ ''وڈالہ سندھواں'' میں استاذ مولانا محمد اسحٰق لاہوریؒ (المتوفی ۴ ستمبر ۱۹۶۷ء) سے پڑھی، وہ نیک آدمی، صاف دل اور طلباء سے محبت رکھنے والے تھے۔''

''ان سے میں نے ۱۹۳۶ء میں قرآن کریم کے آخری جزء کا ترجمہ بھی پڑھا۔''

مزید لکھتے ہیں:

(۶) ''کچھ عرصہ گزرنے کے بعد میں سیالکوٹ سے ملتان کوچ کر گیا اور وہاں ''محلہ حسین آگاہی'' میں مولوی خدابخش سے کچھ نحو کی تعلیم حاصل کی، وہ بدعتی آدمی تھا اور شرک میں غالی تھا۔''

(۷) ''مفتی عبدالکریم ابن مفتی عبدالحلیم ملتانیؒ سے میں نے نحو میں ''الفیہ ابن مالک'' پڑھا۔''

(۸) ''استاذ مولانا غلام محمد لدھیانویؒ سے کچھ ادب اور تاریخ پڑھی۔''

(مدرسہ رحمانیہ جہانیاں منڈی میں ان سے ۱۹۳۸ء میں مقامات حریری، شرح جامی، قطبی وغیرہ پڑھیں۔)

(۹) ''استاذ مولانا شمس الحق جھنگویؒ سے کچھ نحو پڑھی۔''

(۱۰) ''استاذ مولانا عبدالخالق مظفر گڑھیؒ سے ملتان کے مضافات قصبہ ''جہانیاں'' مدرسہ رحمانیہ میں ''شرح الکافیہ لملا جامی'' اور کچھ منطق (ملاحسن) پڑھی۔''

(۱۱) ''اور تھوڑی مدت کے بعد میں ملتان سے گوجرانوالہ شہر آ گیا جو صوبہ پنجاب کے وسط میں ہے اور مدرسہ انوار العلوم میں تین سال مقیم رہا اور میں نے حدیث کے سوا باقی علوم و فنون کو مکمل کیا، میں نے استاذ مولانا عبدالواحدؒ خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ سے ادب (متنبی، حماسہ)، صرف کی کتاب الشافیہ اور کچھ فقہ (ہدایہ اولین، شرح وقایہ اولین) اور عروض کی تعلیم حاصل کی۔''

(مفتی صاحبؒ علامہ انور شاہؒ کے نمایاں شاگرد اور سیاستدان تھے، مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ کے حسبۃً للہ مہتمم، کل جمعیۃ علماء اسلام کے نائب ناظم اور کل جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے ناظم بھی رہے، گوجرانوالہ میں تبلیغی جماعت کے امیر بھی تھے، ۱۹۷۰ء میں گوجرانوالہ سے قومی اسمبلی کا الیکشن بھی لڑا اور ۱۹۸۲ء میں فوت ہوئے۔)

موقوف علیہ

(۱۲) ''اور میں نے استاذ محقق، مدقق، قدیم علوم وفنون کے جامع، مولانا عبدالقدیر کیمل پوریؒ سے کتب منطق، معقولات، اصول فقہ، علم فقہ، کلام، امور عامہ، تفسیر، فلسفہ قدیمہ اور کچھ حدیث، اصول حدیث اور آخر سے بعض اجزاء قرآن کریم کی تفسیر اور معنی کے ساتھ پڑھے، وہ فقیہہ، محدث، متکلم اور محقق تھے اور انہیں تمام علوم قدیمہ اور فنون قدیمہ میں کامل مہارت تھی اور اس کے ساتھ وہ عابد، صالح، اچھی شہرت اور مبارک چہرے والے تھے۔''

(ان سے ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۰ء تک تین سال مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ میں پڑھا اور منقولات میں ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، میر زاہد، ملا جلال، میر زاہد رسالہ قطبیہ، میر زاہد امور عامہ اور فقہ میں ہدایہ اخیرین تفسیر جلالین شریف مکمل اور تفسیر بیضاوی سورۃ بقرہ تک اور فلسفہ میں میبذی اور شمس بازغہ اور حدیث میں مشکوٰۃ شریف پڑھی، مولانا عبدالقدیرؒ، علامہ انور شاہؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا غلام رسول المعروف بابا انہی والاؒ کے نمایاں شاگرد تھے، آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے فاضل تھے اور ۶۵ سال مختلف مدارس میں تدریس کرتے رہے ہیں، ارشاد العلماء فی حیاۃ الانبیاء آپکی معروف کتاب ہے، آپ نے ۱۴۱۰ھ میں وفات پائی۔)

(۱۳) ''اور میں نے ہیئت میں ''التصریح'' اپنے بڑے بھائی مولانا سرفراز خان صفدر سے پڑھی۔''

دورہ حدیث شریف

(آپ نے ۱۹۴۱ء میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، داخلہ کا امتحان حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ نے لیا، انہوں نے شرح عقائد، ہدایہ اخیرین اور مشکوٰۃ شریف کا امتحان لیا، جس میں آپؒ نے کامیابی حاصل کی۔)

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں:

(۱۳) ''اور اس کے بعد میں مشرق کے عظیم جامعہ ''دار العلوم دیوبند'' میں ۱۳۶۰ھ (کے اواخر) میں حدیث پڑھنے کے لیے گیا، وہاں میں نے استاذ الجلیل الفقیہہ شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علیؒ سے سنن ابی داؤد، شمائل ترمذی اور ترمذی شریف جلد ثانی پڑھی اور وہ تعریف سے مستغنی ہیں۔''

(اسی سال دوران تعلیم حضرت مدنیؒ کی گرفتاری کا معاملہ پیش آ گیا، حضرت مدنیؒ کی گرفتاری کے بعد ان کے بقایا اسباق بھی مولانا اعزاز علیؒ سے پڑھے یعنی بخاری شریف جلد اول کتاب الصلوٰۃ سے آخر تک ، بخاری شریف جلد ثانی کتاب التفسیر سے آخر تک اور ترمذی شریف جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ سے آخر تک ۔ حضرت مولانا اعزاز علیؒ شیخ الادب والفقہ کے القاب سے معروف تھے، آپ کمبوہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور نہایت بارعب انسان تھے، وقت کی پابندی میں ان کی نظیر نہیں پائی جاتی ، آپ شیخ الہندؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے اور ۴۵ سال تک دارالعلوم دیوبند میں مدرس، صدر مدرس، ناظم تعلیمات اور مفتی کے عہدوں پر خدمات انجام دیتے رہے اور ۱۳۷۴ھ میں جان جان آفرین کے سپرد کی۔)

(۱۴) ''میں نے استاذ مولانا (سید) عبدالحق پشاوری المشہور ''میاں نافع گلؒ '' (کاکاخیل) سے نسائی شریف پڑھی۔''

(حضرت مولانا عبدالحق نافع گلؒ صوبہ سرحد کے رہنے والے سید خاندان کے چشم و چراغ تھے، شیخ الہندؒ اور علامہ انور شاہؒ کے نمایاں شاگردوں میں سے تھے، آپ نے ۱۳۹۳ھ میں وفات پائی۔)

(۱۵) ''میں نے طحاوی شریف استاذ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ سے پڑھی۔''

(آپؒ دارالعلوم دیوبند کے مفتی اور مدرس تھے، قیام پاکستان کے بعد مفتی اعظم پاکستان کے لقب سے معروف ہوئے ، ''معارف القرآن'' کی صورت میں ایک مایہ ناز قرآن کریم کی تفسیر لکھی، کراچی میں ایک دینی مدرسہ دارالعلوم کے نام سے قائم فرمایا جو غالباً رقبہ کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا مدرسہ ہے آپ اس کے بانی ، صدر اور مہتمم تھے ، علامہ انور شاہؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اجل تلامذہ میں سے تھے، ۱۳۹۶ھ میں آپ نے کراچی میں انتقال فرمایا۔)

(۱۶۔۱۷) ''اور سنن ابن ماجہ (کا کچھ حصہ) پہلے شیخ مفتی مولانا ریاض الدینؒ سے پڑھا، پھر ان کے بیمار ہو جانے کے بعد ابن ماجہ کا (کچھ حصہ) استاذ کبیر، رئیس المناظرین وقدوۃ المبلغین مولانا ابو الوفا شاہجہانپوریؒ سے پڑھا۔''

(مولانا مفتی ریاض الدینؒ بھی حضرت شیخ الہندؒ کے نمایاں شاگردوں میں سے تھے، بجنور کے رہنے والے اور نہایت متقی، پرہیزگار استاذ تھے، آپ دارالعلوم دیوبند میں عرصہ دراز تک مدرس اور مفتی رہے، آپ

کی وفات ۱۳۵٦ھ میں ہوئی۔)

مولانا ابوالوفا''، علامہ محمد انور شاہؒ اور مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے، بے مثل خطیب، اعلیٰ درجے کے مدرس اور زبردست مناظر تھے، آپ نے قادیانیوں اور رضا خانیوں سے کئی مناظرے کیے، شعر و شاعری کا شوق بھی رکھتے تھے، تخلص عارف تھا، آپ کی وفات ۱۴۰۰ھ میں ہوئی۔)

(۱۸) ''میں نے مؤطا امام مالکؒ استاذ، ادیب اور شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے پڑھا''

(حضرت مولانا محمد ادریسؒ، علامہ محمد انور شاہؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے نمایاں شاگردوں میں سے تھے، آپ والد کی طرف سے صدیقی اور والدہ کی طرف سے فاروقی ہیں، قیام پاکستان کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث والتفسیر کے منصب پر فائز ہوئے، آپ نے تدریس کے ساتھ ساتھ تقریباً ایک سو کتب بھی تصنیف فرمائیں، سیرۃ مصطفیٰ ﷺ آپ کی کتاب علمی حلقوں میں بہت معروف ہے ۱۳۹۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔)

(۱۹) ''اور مولانا ظہور الحق (علامہ ظہور احمد) دیوبندیؒ سے میں نے مؤطا امام محمد ابن حسن الشیبانیؒ پڑھا''

(علامہ ظہور احمدؒ علامہ انور شاہؒ کے نمایاں شاگردوں میں سے تھے اور حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت تھے، آپ عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ۴۵ سال تک تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے اور ۱۹٦۳ء میں واصل بحق ہوئے۔)

(۲۰) ''اور میں نے تجوید میں ''الفوائد المکیہ'' اور ''تحفۃ الاطفال'' استاذ قاری اعزاز احمد المشہور احمد میاں ابن مولانا اعزاز علیؒ سے پڑھی اور قرآن کریم کے کچھ حصہ کی تجوید (مشق) بھی ان سے کی۔''

(۲۱) ''اور میں نے امام مسلمؒ کی جامع (مسلم شریف) شیخ المعقول والمنقول مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ سے پڑھی، جو یگانہ روزگار تھے اور وصف سے مستغنی ہیں۔'' (علامہ بلیاویؒ حضرت شیخ الہندؒ کے اجل تلامذہ میں سے تھے، غلام کبریا آپ کا تاریخی نام تھا، انصاری برادری سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے دور میں اہل علم کے ہاں جامع المعقول والمنقول کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے، آپ دار العلوم دیوبند میں چالیس سال کا طویل عرصہ مدرس رہے اور پھر صدر مدرس کے عہدہ پر بھی فائز رہے، آپ کی ولادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔)

(۱۴) ''اور میں نے (۱۳٦۱ھ بمطابق ۱۹۴۱ء میں) جامع صحیح للامام الھمام بخاریؒ (بخاری شریف جلد

اول کتاب الصلوٰۃ تک اور جلد ثانی کتاب التفسیر تک) اور امام ترمذیؒ کی جامع ترمذی کی پہلی جلد (بحث رفع الیدین فی الصلوٰۃ تک) دور حاضر کے محقق، استاذ العرب والعجم، شیخ الشرق والغرب، یگانہ روزگار، ہند کے باہوش راہنما، دین اور سیاست حقہ کے کبار، میری آنکھوں نے ان جیسا ہند کی سرزمین میں نہیں دیکھا اور میں گمان رکھتا ہوں کہ مصر، حجاز، شام، افغانستان، ایران، ترکی اور ان کے علاوہ دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی ان جیسا علم میں تبحر، الٰہی خوشبو کا مجموعہ، اخلاق نبوی کا پیکر، سیاست حقہ کا ماہر، کمینی دنیا اور اس کی لذتوں سے بے رغبت، کثیر مہمانی والا اور جود وسخا والا نہیں ہوگا، ہمارے آخری دور میں تقویٰ، شجاعت، اور تزکیہ کی انتہاء ان تک پہنچتی ہے، اس دور میں وہ علماء اسلام میں افضل، علم، عمل، زہد، کرامت، جود وسخا اور حق صریح کے بیان میں فرنگی ظالم کے سامنے کڑوی بات کے جرم میں متعدد بار قید وبند رہے، وہ میرے شیخ، میرے مولیٰ، میرے استاذ، میرے مرشد اور قیامت کے دن میرے لیے وسیلہ، علامہ، فقیہہ، حاذق، مشہور محدث، اللہ کی راہ میں اس کی رضا کے لیے مجاہد، سید، غازی مولانا حسین احمد المہاجر المدنیؒ ہیں، لگاتار ان کے فیوض و برکات مستر شدین کے سروں پر جاری رہیں اور اللہ تعالیٰ مجھے ان کے گروہ میں شامل فرمائے، آمین آمین۔"

(شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے، آپ برصغیر پاک وہند کی ایک معروف اور ہر دلعزیز علمی، روحانی اور سیاسی شخصیت تھے، عرصہ دراز تک آپ جمعیۃ علماء ہند کے صدر رہے اور انگریز کو برصغیر سے نکالنے میں آپ نے فعال کردار ادا کیا، جس کے لیے انہوں نے بے پناہ مصائب اور بھی برداشت کیے، مختلف اوقات میں تقریباً دس سال جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے بند رہے، مالٹا کے جزیرہ میں بھی اپنے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے ساتھ تقریباً چار سال مصائب جھیلتے رہے، صابرمتی جیل میں آپ کو دو ماہ کھڑی بیڑیوں کی سزا بھی دی گئی لیکن آپ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی اور اپنے مشن پر ڈٹے رہے، دار العلوم دیوبند میں آپ کے دور میں جتنے کثیر علماء کرام نے دورہ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا وہ دار العلوم دیوبند کی تاریخ کا ایک نمایاں حصہ ہے، آپ شیخ الہندؒ کے اجل تلامذہ میں سے تھے اور ان کے مشن میں ان کے جانشین بھی تھے، بیعت کا تعلق تو فقیہہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے تھا لیکن آپ کی تربیت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے بطور خاص کی تھی، آپ نے تقریباً اٹھارہ برس گنبد

خضری کے سائے میں قرآن وحدیث اور علوم وفنون کی تعلیم دی اور عرب وعجم کے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا اور ۱۳۷۷ھ میں آپ ہندوستان میں واصل بحق ہوئے۔)

تقابل ادیان کی تعلیم

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں:

(۱) ''میں جامعہ دیو بندیہ (دارالعلوم دیو بند) سے فراغت کے تین سال بعد ۱۹۴۴ء میں ''دارالمبلغین'' لکھنؤ شہر ضلع اُودھ گیا تا کہ بعض علوم اور مطالعہ مذاہب باطلہ کی تعلیم حاصل کروں مثلاً ہندو، آریہ، شیعہ امامیہ، فرقہ مرزائیہ اور عیسائیت وغیرہ۔

میں نے استاذ، ذہین، امام اہل السنۃ، رئیس المبلغین، قدوۃ المناظرین، صاحب تقریر و بیان، تحریر و قلم، فقیہ ومفسر، امام، متقن وثقہ، ثبت، مذاہب باطلہ، شیعہ امامیہ، مبتدعین اور عیسائیوں کے رد میں مہارت تامہ اور تجربہ کاملہ رکھنے والے مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ ان پر دیانت کی انتہا ہوتی ہے، دنیا ئے فانی اور اس کی کمینی لذات کی طرف مائل نہ ہونے والے، میں نے ان سے قرآن کریم کے (کچھ آخری) اجزاء ترجمہ وتفسیر کے ساتھ پڑھے اور میں نے ان سے شیعہ امامیہ اور اس کے علاوہ مذاہب کے رد میں بہت سی چیزیں سنیں، ان کی آراء ان مذاہب باطلہ کے رد میں اور ان کے روشن مشورے اصحاب مذاہب باطلہ زائغہ کے ساتھ مخاصمت میں مشہور ہیں، اللہ تعالیٰ ان جیسے لوگوں کو اسلام میں اپنے دین کی نصرت کے لیے کثیر کرے، آمین۔''

(حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ برصغیر کی ایک نمایاں علمی شخصیت تھے، آپ مولانا عین القضاۃؒ کے شاگرد تھے جن کا تعلق علماء فرنگی محل سے تھا جبکہ حضرت لکھنوی فاروقیؒ کو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے بھی تلمذ حاصل تھا، آپ اہل علم وعوام میں ''امام اہل السنۃ'' کے لقب سے مشہور تھے حضرت صوفی صاحبؒ کو انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر، تقابل ادیان، فن مناظرہ اور افتاء میں سند تعلیم واجازت عنایت فرمائی، والد ماجدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے ہاں تعلیم کے دوران ہماری چار آدمیوں کی جماعت تھی، (۱) حضرت مولانا لال حسین اخترؒ جو شیعت وغیرہ کے بارے میں پڑھ رہے تھے اور اپنے ساتھیوں کو مرزائیت کے بارے میں املائی تیاری بھی کراتے تھے، (۲) حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ، انہی دنوں میں انکے صاحبزادے

حضرت مولانا مفتی رشید احمد پسروریؒ پیدا ہوئے تھے اور ساتھیوں نے ان سے مٹھائی بھی کھائی تھی، (۳) حضرت مولانا سجاد حسین بخاریؒ (۴) اور حضرت صوفی صاحبؒ، حضرت فاروقیؒ نے شیعہ اصول کی سب سے طویل کتاب ''تہذیب الاحکام'' کا مطالعہ حضرت صوفی صاحبؒ کے ذمہ لگایا تھا۔)

(۲) مزید لکھتے ہیں:

''اور میں نے کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' کے بعض ابواب استاذ مولانا عبد السلامؒ ابن مولانا عبد الشکور فاروقیؒ سے پڑھے اور ان سے کتاب ''نہج البلاغۃ'' کے بعض خطبات بھی پڑھے۔''

(حضرت مولانا عبد السلامؒ، حضرت مولانا عبد الشکور فاروقیؒ کے بڑے صاحبزادے اور دار العلوم دیوبند کے فضلاء میں سے تھے، حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت لکھنویؒ کے سارے صاحبزادے غالباً چار یا پانچ تھے وہ سب کے سب دار العلوم دیوبند کے فاضل تھے۔)

(۳) مزید لکھتے ہیں:

''میں نے استاذ مولانا لال حسین اخترؒ سے کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کا آخری باب پڑھا، وہ مبلغ اسلام اور فرقہ مرزائیہ قادیانیہ اور فرقہ آریہ ہندو وغیرہ کے خلاف صاحب مناظرات، مخاصمات اور مجادلات تھے، استاذ مذکور نے ہمیں فرقہ قادیانیہ اور آریہ کے رد میں کچھ اشیاء املاء بھی کروائیں۔''

(حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کو اللہ رب العزت نے فرق باطلہ کے خلاف کلمۃ الحق کا خصوصی ملکہ عطا فرمایا تھا، حضرت صوفی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے تقریباً تین سو مناظرے آریہ ہندو، قادیانی، عیسائیوں اور مذاہب باطلہ کے ساتھ کیے اور اللہ رب العزت نے انہیں فتح نصیب فرمائی۔)

دورہ تفسیر قرآن کریم

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی کتاب ''الاکابر'' ص ۷۔۳۲۶ میں لکھتے ہیں:

''۱۹۶۰ء میں اتفاق سے صدر ایوب مرحوم کا زمانہ تھا، احقر چونکہ ۱۹۵۲ء سے جامع مسجد نور میں اس کی ابتداء سے خطابت کے فرائض انجام دے رہا تھا اور ساتھ ہی مدرسہ نصرۃ العلوم کے اہتمام کی ذمہ داری بھی احقر کے ہی سپرد تھی ایسا اتفاق ہوا کہ احقر کی جمعے کی تقریر پر تین مہینے کی زبان بندی کے احکامات جاری ہوئے، گوجرانوالہ کی انتظامیہ کی طرف سے (صدر ایوب خان مرحوم نے جب پاکستان میں عائلی قوانین کے

نفاذ کا آرڈر جاری کیا تو حضرت صوفی صاحبؒ نے ان قوانین کی اسلام مخالف دفعات کی کھلم کھلا مخالفت کی، آپؒ نے اس کی تمام شقوں پر فرداً فرداً خطبات جمعہ میں بحث فرمائی، صرف ایک شق ''یتیم پوتے کی وراثت'' کا مسئلہ باقی رہ گیا تھا کہ آپ کے خلاف زبان بندی کے احکامات جاری ہو گئے، ان دنوں ملک کے کئی شہروں سے وکلاء، اصحاب علم اور عوام آپ کے خطبہ کے لیے دور دراز کا سفر کر کے بھی گوجرانوالہ آتے تھے، ایبٹ آباد، ساہیوال، فیصل آباد، لاہور، سیالکوٹ اور گجرات تک کے علاقوں کے لوگ جامع مسجد نور میں سپیشل آپ کا خطبہ سننے کے لئے آتے تھے اور وکلاء کا کہنا تھا کہ ہمیں عائلی قوانین کے بارے میں آپؒ کی تقریر سے صحیح اسلامی ضابطہ پر سیر حاصل معلومات مل جاتی ہیں، افسوس ہے کہ ان دنوں خطبات کو ٹیپ ریکارڈ کرنے کا کوئی خاص رواج نہ تھا ورنہ وہ خطبات ایک نہایت علمی اور تاریخی دستاویز کی صورت میں نئی نسل کے لئے مشعل راہ ہوتے چنانچہ) احباب کے ساتھ مشورے کے بعد طے پایا کہ اس دوران احقر اگر یہاں ہی گوجرانوالہ میں رہا تو ممکن ہے کہ تقریر وغیرہ کے سلسلہ میں احباب کے لئے مزید پریشانی کا باعث نہ ہو تو مناسب سمجھا کہ احقر تین مہینے گوجرانوالہ سے باہر ہی کہیں گزارے، پھر خیال ہوا کہ خانپور کٹورہ ضلع رحیم یار خان بہاولپور چلا جائے تا کہ شعبان اور رمضان کے دو مہینوں میں مولانا درخواستیؒ کے پاس تفسیر و ترجمہ میں شرکت کر لی جائے، اس خیال سے گوجرانوالہ اسٹیشن سے ہی خانپور کی ایک سیٹ ریزرو کرا کر سندھ ایکسپریس پر احباب نے مجھے رات کے وقت ریل میں سوار کرا دیا، صبح آٹھ بجے احقر خانپور کٹورہ اسٹیشن سے اتر کر مدرسہ مخزن العلوم میں پہنچ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چند دنوں کے بعد مولانا نے ترجمہ و تفسیر کا سلسلہ شروع کرا دیا، تقریباً دو صد کے قریب طلباء و علماء اس وقت موجود تھے میں بھی ترجمہ سنتا رہا اور جو کچھ حضرت فرماتے تھے کچھ نوٹ بھی لکھتا رہا، کچھ کاپی پر اور کچھ اس قرآن پر جو اپنے سامنے رکھا ہوتا تھا، جو کچھ حضرت فرماتے تھے اردو میں تقریر کرتے تھے، میں مختصر طور پر اس کو وہیں عربی میں نوٹ کر لیتا تھا۔''

(حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ شیخ الاسلام اور حافظ الحدیث کے لقب سے مشہور تھے، آپ صاحب کرامت بزرگ اور پیر تھے، ہزاروں علماء نے آپ سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے، تیس سال سے زائد عرصہ جمعیۃ علماء اسلام کے امیر رہے ہیں اور ۱۹۹۴ء میں آپ نے وفات پائی۔)

درس نظامی میں پڑھی ہوئی کتب

مبلغی من العلم کا عنوان قائم فرما کر حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری کے اندر عربی اسلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے ہند کے شہروں اور حیدر آباد شہر کے مختلف مدارس (اور کالج) میں جو کتب درسیہ (درس نظامی) فنون قدیمہ، اور تھوڑے سے فنون جدیدہ اور علوم طبیعہ پڑھے اور سیکھے وہ یہ ہیں۔

(۱) الصرف

میں صرف بہائی، دستور المبتدی، ابواب الصرف، مراح الارواح، فصول اکبری اور الشافیہ لابن حاجب۔

(۲) النحو

میں نحو میرؒ، شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو، الکافیہ، الفیہ ابن مالک اور شرح الکافیہ لملا جامیؒ۔

(۳) المنطق

میں ایسا غوجی، قال اقول، المرقات، شرح التہذیب، قطبی، سلم العلوم، شرح السلم لملا حسن، حمد اللہ تصدیقات، القاضی تصورات، رسالہ قطبیہ، شرح لملا زاہد ہروی، اور حاشیہ لملا غلام یحییٰ البہاری۔

(۴) الامور العامۃ

میں کتاب امور عامہ لملا زاہد الھروی۔

(۵) الفلسفۃ القدیمہ

میں ہدیۃ السعیدیہ لمولانا فضل حق الخیر آبادی، المیبذی شرح ہدایۃ الحکمۃ اور الشمس البازغۃ لملا محمود جونپوری۔

(۶) المعانی

میں تلخیص المفتاح للقزوینی، شرح تلخیص المفتاح لسعد الدین التفتازانی اور شرح المطول بھی۔

(۷) الفقہ

میں خلاصۃ الکیدانی، منیۃ المصلی، قدوری، کنز الدقائق، شرح الوقایہ پہلی دو جلدیں اور ہدایہ چاروں جلدیں۔

(۸) ادب الفارسی

میں کریما، نام حق، گلستان باب اول، بوستان باب چہارم تک اور تحفۃ النصائح۔

(۹) اصول الفقہ

میں اصول الشاشی، نورالانوار، حسامی، مسلم الثبوت باب اول اور التوضیح والتلویح بحث امر تک۔

(۱۰) التفسیر

میں جلالین کامل اور بیضاوی سورۃ البقرہ تک۔

(۱۱) الھیئۃ

میں اوقلیدس مقالہ اولیٰ۔

(۱۲) الفلکیات القدیمہ

میں التصریح۔

(۱۳) العقائد

میں شرح العقائد للنسفی اور حاشیہ لملا خیالی۔

(۱۴) التاریخ

میں تاریخ الخلفاء للامام جلال الدین السیوطیؒ۔

(۱۵) التجوید

میں فوائد المکیہ اور تحفۃ الاطفال۔

(۱۶) ادب اللغۃ العربی

میں نفحۃ الیمن باب اول، سبع المعلقات، مقامات للحریری پچیس مقامات، دیوان الحماسہ اور دیوان المتنبی۔

(۱۶) الحدیث

میں مشکوٰۃ المصابیح، مؤطا للامام المالکؒ، موطا للامام محمدؒ، الطحاوی الشریف، بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، سنن ابن ماجہ اور الجامع للترمذی (مع الشمائل۔)

(۱۸) تحقیق المذاہب

میں بعض خطبات نہج البلاغۃ، کچھ تحفہ اثنا عشریہ، ستیارتھ پرکاش کتاب کا آخری باب اور ہندو آریہ وغیرھم کے مذاہب اور فرقۃ المرزائیہ (استاذ مولانا لال حسین اخترؒ سے املاء کی صورت میں)۔

(۱۹) اللغۃ الانکلیزیۃ

میں تھوڑی سی انگریزی زبان بھی پڑھی ہے۔

(۲۰) علوم الطبیۃ القدیمۃ والجدیدۃ ومبادیہا من التشریح والمنافع والطبیعات والکیمیا

میں الطبیعات لابتدائیہ، الکیمیا النامی وغیر النامی، التشریح والمنافع، کلیات الطب، قانون الشیخ حصہ الکلیات والحمیات، موجز القانون، مخازن التعلیم، شرح الاسباب، الجراحہ (سرجری) اور الادویۃ القدیمہ والجدیدہ۔

(۲۱) القرآن وترجمتہ

۱۹۳۶ء میں قرآن کریم کا آخری جزء میں نے مولانا محمد اسحٰق لاہوریؒ سے پڑھا اور قرآن کریم کا آخری جزء مولانا عبدالقدیر کیملپوریؒ سے ۱۹۳۹ء میں پڑھا اور قرآن کریم کا ایک جزء اور نصف جزء مولانا عبدالشکور لکھنویؒ سے ۱۹۴۵ء میں پڑھا، (اور ۱۹۶۰ء میں حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ سے ان کے مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں قرآن کریم کے پچیس پاروں کی تفسیر پڑھی، پھر وہ بیمار ہوگئے تھے بعد ازاں ان کی تفسیر حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنی کاپی مکمل کرنے کے لیے ایران کے ایک طالبعلم سے نوٹ کر کے مکمل کی۔)

اولٰئک اسلافی فجئنی بمثلھم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

یہ میرے اسلاف ہیں ان جیسا لاؤ
جب ہم ایک مجلس میں اکٹھے ہوں اے جریر

دارالمبلغین میں مطالعہ کتب

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری کے اندر عربی میں وطالعت من بعض الکتب کی سرخی لگا کر لکھتے ہیں ''جب میں دارالمبلغین لکھنؤ شہر صوبہ اودھ میں تھا تو کتب شیعہ میں سے جو میں نے مطالعہ کیں وہ (۱) کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' (۲) ''اصول کافی'' اور کتاب (۳) ''استبصار'' اور کتاب ''تہذیب الاحکام'' ہیں اور یہ چار کتابیں شیعہ کے ہاں امہات کتب میں سے ہیں۔

جس طرح اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں صحاح ستہ ہیں۔ اور کتاب (۵) ''احتجاج الطبرسی'' اور (۶)

''تفسیر قمی'' کے اجزاء اور (۷) ''حیات القلوب'' لملا باقر مجلسی اور اسی کی (۸) ''جلاء العیون'' بھی۔ (۹) اور میں نے مذہب شیعہ کے رد میں مختلف کتابوں کا تین زبانوں میں مطالعہ کیا۔ عربی، فارسی اور اردو لغت میں (۱۰) اور میں نے مولانا عبدالشکورؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور تاریخ میں (۱۱) ''تاریخ ابن جریر الطبری'' تیرہ جلدیں (۱۲) اور بعض اجزاء تاریخ ابن کثیر (البدایۃ والنہایۃ) کا۔ (۱۳) اور محاضرات تاریخ ام الاسلامیہ للخضری (۱۴) اور اسی کی تاریخ الخلفاء بھی (۱۵) اور بعض اجزاء تاریخ ابن خلدون کے اردو مترجم (۱۶) اور میں نے ازالۃ الخفاء فی تاریخ الخلفاء للشیخ ولی اللہ دہلویؒ کی جلد اول کا مطالعہ کیا (۱۷) اور کتاب'' سبحۃ المرجان'' للبلکرامی کا مطالعہ کیا۔

بعض مفید کتب کا مطالعہ

بعض مطالعت من الکتب المفیدۃ کی سرخی لگا کر حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں رقمطراز ہیں۔

بعض وہ مفید کتابیں جو میں نے مطالعہ کیں۔ (۱) ''فلسفۃ النشو والارتقاء'' ڈاکٹر شبلی شمیل کی چار جلدیں۔ (۲) ''تاریخ الانسان الطبعی'' الیاس غضبان کی (عمدہ کتاب ہے) (۳) ''قانون الزواج'' الیاس غضبان کی (۴) ''الدنیا للجنس اللطیف'' استاد محمد ثابت الرحالۃ المصری کی یہ نفیس باتصویر کتاب ہے مشرقی اور مغربی عورتوں کے احوال پر مشتمل ہے اور اس میں عورتوں کی عادات، انکے میلان اور ان کی زینت حاصل کرنے کے طریقے اور انکے لباس انکے ممالک کے اختلاف کے لحاظ سے واضح ہوتے ہیں (۵) ''جنۃ الشوک'' طٰہٰ حسین کا یہ ادبی رسالہ ہے عمدہ طرز کا اور جدید تعبیر کا (۶) ''نظریۃ الجمہوریۃ وتشکیلات الاروبیۃ'' ڈاکٹر ادوارد بنیش سابق صدر چیکوسلواکیہ کی یہ کتاب عربی لغت میں مترجمہ ہے اور اردو لغت میں بھی۔ (۷) ''نظام العالم والامم'' طنطاوی جوہریؒ کی (۸) ''جمہرۃ اللغۃ لابن درید'' اللغوی تین جلدوں میں یہ کتاب لغت عربی میں جید کتاب ہے (۹) ''العبرات'' منفلوطی کی جدید عربی ادب میں بہت نفیس چیز ہے۔ (۱۰) ''حاضر العالم الاسلامی'' چار جلدیں امیر شکیب ارسلان کی یہ کتاب سیاسی اور تاریخی ہے بہت فصیح عبارت اور بہت عمدہ بیان کیساتھ لیکن جدید ہے (۱۱) ''کتاب علم الاجتماع'' نقولا حداد کی تین جلدیں (۱۲) ''البدور البازغۃ'' شیخ ولی اللہؒ کی (۱۳) ''لقطۃ العجلان فی ماتمس الی معرفۃ حاجۃ الانسان'' نواب صدیق حسنؒ کی

(۱۴) ''کتاب الشفاء'' شیخ ابوعلی ابن سیناء کی طبیعات کا حصہ (۱۵) ''تذکرۃ لداؤد '' انطاکی کی (۱۶) کتاب ''حیاۃ الحیوان'' دمیری کی (۱۷) ''الف لیلہ'' تین جلدیں اور مجھے چوتھی جلد حاصل نہیں ہوسکی۔ (۱۸) ''تہافتہ الفلاسفۃ'' امام غزالیؒ کی (۱۹) تہافتہ التہافتہ'' امام ابن رشد اندلسیؒ کی۔

سرعت مطالعہ

مندرجہ بالا کتب مذکورہ وہ کتب ہیں جو آپؒ نے قیام پاکستان سے قبل یعنی ۱۹۴۷ء سے پہلے پہلے مطالعہ کیں، اس کے بعد جو مطالعہ کیں انکی تو کوئی انتہاء ہی نہیں، مدرسہ نصرۃ العلوم کی لائبریری میں موجود بیس ہزار سے زائد کتب میں سے شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جو آپؒ کے مطالعے سے نہ گزری ہو، اللہ رب العزت نے آپؒ کو سرعت مطالعہ کے خصوصی وصف سے حظ وافر عطا فرمایا تھا، جس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بار احقر سے انہوں نے فرمایا کہ ''جب میری صحت اچھی تھی تو ایک دن میں، میں دیگر معمولات کے ساتھ ساتھ ایک ایک ہزار صفحات کی کتاب مطالعہ کر لیتا تھا اور پھر وہ مطالعہ مجھے مستحضر بھی رہتا تھا'' اللہ اکبر۔

زیارات علماء

حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنی ذاتی ڈائری میں برز و جمعرات ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ ۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو عربی میں تحریر فرمایا ہے ''بعض وہ عظیم علماء دین اور بڑے سیاستدان جن کو میں نے دیکھا ہے اور بعض سے سنا بھی ہے (وہ مندرجہ ذیل ہیں)

(۱) حکیم الامت حضرت العلام مولانا اشرف علی تھانویؒ جنکی وفات ۱۹۴۳ء میں ہوئی۔ (۲) المورخ العبقری والمحدث الشہیر والسید الغطریف سلیمان ندویؒ جو ہند کے اکابر علماء میں سے تھے۔ (۳) زعیم تشکیل ''الاحرار'' واحد ساسۃ الاسلام ومفکر الامۃ الاسلامیۃ والمجاہد الجلیل ''افضل حقؒ''، جنکی وفات ۱۹۴۲ء میں ہوئی (۴) زعیم الشرق وصاحب حکمۃ الربانیۃ والسیاسۃ الالٰہیہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ، میں نے ان سے دو مرتبہ ملاقات کی اور ایک مرتبہ ان کی تقریر سنی، ان کی وفات ۱۹۴۴ء میں ہوئی وہ علوم میں تبحر ہونے کی نشانی تھے خصوصاً علوم قرآن، حدیث، تاریخ اور اسلامی اقتصادیات میں (۵) محدث قرن العشرین علامۃ الدھر مولانا عبدالعزیز کیملپوریؒ میں نے متعدد باران کے روشن کلمات سنے اور میں نے ان سے گفتگو بھی کی وہ

۱۹۴۲ء میں فوت ہوئے (۶) خطیب الامۃ السید الالمعی عطاء اللہ بخاریؒ میں نے ان کی تقاریر اور خطبات کئی بار سنے (۷) سحبان الہند مولانا احمد سعیدؒ کی تقاریر میں نے کئی بار سنیں (۸) مولانا احمد علی لاہوریؒ کی تقاریر میں نے کئی بار سنیں (۹) محدث الفقیہ العابد مولانا سید اصغر حسینؒ کا وعظ میں نے ایک بار سنا وہ ۱۹۴۶ء میں فوت ہوئے (۱۰) استاذ الاساتذہ شیخ المعقول والفنون القدیمۃ مولانا رسول خانؒ کے درس میں، میں ایک مرتبہ حاضر ہوا، لاہور کے علوم شرقیہ کالج (اورینٹل کالج) میں (۱۱) عالم الربانی اشجع العلماء مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کا میں نے قرآن کریم کا درس سنا جو انہوں نے جامع مسجد گوجرانوالہ میں دیا (۱۲) صاحب السعادۃ مفتی الاعظم فی دیار الہند مولانا محمد کفایت اللہ دہلویؒ کی تقاریر میں نے کئی بار سنیں (۱۳) الجامع بین العلوم القدیمۃ والجدیدۃ الادیب الاریب الخطیب العظیم والجاہد الکبیر مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی میں نے متعدد بار تقاریر سنیں اور میں نے ان سے گفتگو کی اور ان سے سیاسی جماعتوں کے معاملے میں بحث کی اور اجتماعی صورتیں اختیار کرنے کی مرکزیت پر بات کی (۱۴) صاحب تشکیل الخاکسار ومن اکابر قواد قرن العشرین محمد عنایت اللہ خان المشرقی سے میں نے ملاقات کی اور اس سے اسکی جماعت کے بارے میں کلام کیا (۱۵) مولانا یٰسین بریلوی شاگرد مولانا محمد قاسم دیوبندی سے میں نے ملاقات کی اور میں ان کی مجلس میں حاضر ہوا، اور میں نے ان سے ان کی تعلیمات کے معاملے میں گفتگو کی، وہ فوت ہو چکے ہیں (۱۶) شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مجلس میں، میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے گفتگو کی اور ان کی تقاریر اور مواعظ حسنہ کئی بار سنے (۱۷) مولانا حبیب الرحمان خانؒ جو علماء حیدر آباد میں سے نیک اور عمدہ فہم کے آدمی تھے (۱۸) مفتی دیار دکن مولانا رحیم الدین حیدر آبادیؒ (۱۹) اور میں مولانا سید فخر الدین احمد مراد آبادیؒ کے درس میں بھی حاضر ہوا (۲۰) مولانا محمد میاں مراد آبادیؒ کی تقاریر میں نے متعدد بار سنیں (۳۱ دسمبر ۱۹۵۱ء) (۲۱) اور میں نے نہرو کو دیکھا اور ایک مرتبہ اسکی تقریر سنی (۲۲) اور میں نے راجہ گھوپال اشاری کو دیکھا (۲۳) اور نظام سابع عثمان کو (۲۴) اور مفتی عبد القدیر بدایونی کو (۲۵) اور حکیم مقصود علی خان مقصود جنگ کو (۲۶) اور قاسم رضوی کو (۲۷) اور سید لائق علی کو جس وقت وہ مملکت اصفیہ کا وزیر تھا۔ حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا میں نے علامہ اقبال کو دیکھا تھا مسٹر محمد علی جناح کو نہیں دیکھا۔ اس کے بعد آپؒ نے جن بے شمار علماء واکابر کی زیارت کی وہ معرض تحریر میں نہیں آسکیں۔

نظامیہ طبیہ کالج میں داخلہ اور اسکا پس منظر

حضرت والد ماجدؒ اپنی ذاتی ڈائری میں حیدر آباد دکن کے نظامیہ طبیہ کالج میں داخلے کے پس منظر اور اپنے سفر کی روئیداد یوں رقم فرماتے ہیں۔

''باسمہ سبحانہ وتعالیٰ''

؎ روندے ہے نقش پا کی طرح خلق یاں مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

(خواجہ میر درد ف ۱۱۹۹ھ)

سفر کیلئے روانگی

٦ تاریخ ماہ مئی ۱۹۴۷ء کی رات ۱۲ بجے کا وقت تھا جبکہ میں مقام گکھڑ (ضلع گوجرانوالہ) سے والدہ مرحومہ اور بھائی صاحب مولانا سرفراز خان صاحب اور بھابی جی اور ایک بچی بھائی صاحب کی سلمٰی اور ایک بھانجی زیب النساء سے رخصت ہو کر گاڑی پر سوار ہوا اور مختلف قسم کے جذبات کا اک طوفان میرے دل میں تھا، میری زندگی میں اگر چہ اسفار اس سے قبل کچھ کم نہ تھے لیکن اس حیثیت کا سفر اپنی گونا گوں کیفیات اور احوال کے باعث عجیب وغریب تھا، اور چونکہ یہ ایسا وقت تھا کہ جب ہندوستان کو آزادی ملنے میں بہت ہی قلیل عرصہ باقی تھا اگر چہ اسکی صحیح مدت کا تعین اس وقت بڑے بڑے سیاسی بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن قرب آزادی اور انگریز قوم کی سراسیمگی عیاں ہو چکی تھی، میرے رخصت ہوتے وقت کچھ عرصہ تک میرے شعور پر یہ چیز غالب رہی اور دل ودماغ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جن چہروں کو اس وقت دیکھ رہا ہوں شاید کہ ان سے میری آخری ملاقات ہے لیکن میں نے اس کو اک وہم اور خیال سے زیادہ درجہ نہیں دیا، اور چلا گیا، گاڑی میں رات کا آخری حصہ ختم ہو گیا اور دن تمام سفر کرنے کے بعد شام کو دہلی میں پہنچا، راستہ میں صوبہ جموں کا ایک فوجی رفیق مدراس جا رہا تھا، اس کے ساتھ سفر کی سرحد وار دھا تک تھی، اس لئے وہ اور میں دونوں مل کر دہلی میں ایک ہوٹل میں جا کر ٹھہرے اور رات گزاری دوسرے دن ۳ بجے کے وقت حیدر آباد دکن کو جانے والی ٹرین کے وقت دہلی کے پلیٹ فارم پر پہنچے، رش اور ہجوم کی وجہ سے میں سامان رکھتے ہوئے گاڑی کے دروازے سے گر گیا جس کی وجہ سے چوٹ آ گئی اور زخم ہو گیا لیکن زخم کچھ زیادہ گہرا نہیں تھا، بہت جلد مندمل

ہوگیا، اس کے بعد بقیہ وہ دن اور رات پھر دوسرا دن اور رات گزرنے کے بعد صبح ۹ بجے حیدر آباد (مایملی اسٹیشن) میں اترا۔

حیدر آباد میں

اور سعیدیہ قیام گاہ میں کرایہ پر ایک کمرہ لے کر فروکش ہوا، اس کے بعد نظامیہ طبی کالج کا پتہ لگایا اور وہاں پہنچا چونکہ میں حیدر آباد میں ۱۰ مئی ۱۹۴۷ء کو پہنچا تھا اور یہ زمانہ نظامیہ طبی کالج میں تعطیل کا زمانہ تھا اور داخلہ کے دن ۱۵ جون کے بعد شروع ہوتے ہیں (اس کے بعد کے واقعات اور پوری تعلیم کا زمانہ اور مختلف رفقاء اور احباب، کالج کا ماحول اور پروفیسرز اور اس وقت کی عام حیدر آباد کی حالت اور آزادی کا زمانہ اور پھر ہندوستان کی تقسیم اور قیام پاکستان کے بعد آزاد حیدر آباد کا ایک سال پھر حالات کا بدلنا اور انقلابات کی تیز و تند آندھیاں اور پولیس ایکشن اور انحطاط اور سقوط کے قعر مذلت میں گرنا، مسلمان قوم کی سابقہ حالت اور سقوط کے بعد اور قتل عام اور نظام کے خاندان کے کوائف الغرض کہ حیدر آباد کی پوری تاریخ، سیاسی اور اقتصادی حالت اور معاشی وسائل، زراعت اور تجارت، تعلیم اور جاگیرداری سسٹم اور پست اقوام اور قاسم رضوی، اتحاد المسلمین، پھر میری تعلیم اور ذاتی حالات تا مراجعت گکھڑ، تمام حالات اس سفرنامہ میں قلمبند کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ نظامیہ طبی کالج کا کورس، طریق تعلیم، مختلف جماعتوں کی سرگزشت، حیدر آباد کے لوگوں کی مخصوص ذہنیت اور عوام اور اسٹیٹ کے تعلقات بیرون حیدر آباد سے وغیرہ وغیرہ تفصیل کے ساتھ) (لیکن افسوس کہ حضرت والد ماجدؒ یہ تمام حالات بعد میں قلمبند نہ فرما سکے۔ فیاض) مزید لکھتے ہیں۔

طبیہ کالج کی تلاش

حیدر آباد (مایملی) اترنے کے بعد کسٹم والوں نے جب جھڑتی لے لی تو میں نے سعیدیہ قیام گاہ کا رخ کیا، کمرہ لے کر سامان وغیرہ رکھا اور پھر غسل کر کے کپڑے بدل ڈالے، اس کے بعد میں آہستہ آہستہ پیدل روانہ ہوا، اور دریافت کیا کہ نظامیہ طبی کالج کہاں ہے اکثر لوگ تو نہ بتا سکے، رفتہ رفتہ میں آگے بڑھتا گیا اور پل جدید کے قریب مسجد افضل گنج میں تھوڑی دیر ٹھہرا، اس کے بعد چلتے چلتے چار مینار کے پاس پہنچ گیا، سامنے جنوب کی طرف ''صدر دواخانہ نظامیہ یونانی'' کا بورڈ لگا ہوا تھا لیکن کالج کی نوعیت ابھی تک نہ معلوم ہو سکی، میں بہت بے چین ہوا کہ آخر کالج کا پتہ کیوں نہیں چل رہا لیکن دواخانہ کے حدود میں داخل ہونے کے بعد

مشرق کی طرف جا کر پھر مغرب کی طرف دیکھا تو نظامیہ طبی کالج کا بورڈ نظر آیا پھر میں نے کالج کے دفتر کا پتہ لگایا اور دفتر میں گیا تو وہاں پر مولوی عبدالحلیم خان بنوی فاضل دیوبند سے ملاقات ہوئی جو کہ اسی سال آخری امتحان دے کر نتیجہ کے انتظار میں تھے، ان سے حالات معلوم ہوئے اور پھر میں ان کے ہمراہ انکی قیام گاہ جامع مسجد قطب شاہی میں آیا، انہوں نے مہمان نوازی اور خاطر تواضع کی اور اس بات پر تاسف کیا کہ میں بہت دیر میں حیدر آباد پہنچا، انہوں نے کہا کہ اگر تم جلدی آتے تو اس وقت تک تم بھی فارغ ہو جاتے، ۲۵ جون تک مولوی عبدالحلیم صاحب وہاں ہی رہے اور اس اثناء میں انکی رفاقت میں یہ دن گزر گئے، بہت دلچسپ آدمی تھے، دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۳۹ھ میں فارغ ہو گئے تھے اور بچپن میں میٹرک تک انگریزی تعلیم بھی پا چکے تھے، اگر چہ میٹرک کا امتحان نہیں دے سکے، زبان، لباس، طرز گفتگو نہایت ہی رف، لیکن اخلاص بہت تھا، لڑائی بھڑائی سے گھبراتے نہیں تھے، کافی محنتی آدمی تھے، انکے چلے جانے کے بعد کچھ عرصہ تک انکے خطوط آتے رہے کہ میں نے صوبہ سرحد بنوں شہر میں مطب قائم کیا ہے اور اچھی طرح چل رہا ہے۔

کالج میں داخلہ

کچھ عرصہ کے بعد (میں) کالج میں داخل ہو گیا اور تعلیم شروع ہو گئی، اس کے بعد ایک سال تک کے تمام واقعات اپنی الگ نوعیت رکھتے ہیں اور مابعد کے تین سال جداگانہ حالات کے ہیں، ایک سال آزادی کا سال ہے اور بعد کے تین سال غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی زندگی کے ہیں، اس عرصہ میں مجھے ایک طرف اپنی تعلیمی جدوجہد جاری رکھنے کی داستان بیان کرنی ہے اور دوسری طرف حیدر آباد کی پوری سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی روئیداد دھرانی ہے۔

حیدر آباد کی معاشرت پر ایک نظر

حیدر آباد کی معاشرت بلاشبہ تمام ہندوستان سے الگ اور علیحدہ تھی اور اک طرف اس میں قدامت کے نہایت ہی بھیانک نمونے نظر آتے تھے اور دوسری طرف جدت اور تجدید کے بالکل ماڈرن قسم کے نقشے دیکھنے ہوتے تھے، غلامی کی بدترین صورت اور آزاد خیالی کے اعلیٰ نمونے، مشرق کے وسیع اور گہرے خیالات اور مغرب نوازی اور تغرب (wisray system) کے برے اور مکروہ نمونے بھی نظر سے گزرتے تھے، یوں تو ہندوستان کی عام تاریخ میں حیدر آباد دکن کی کوئی الگ پوزیشن نہیں لیکن جغرافیائی لحاظ سے اور

اس لئے کہ حیدر آباد ایک ریاست تھی اور ریاست بھی معمولی درجے کے کئی مل کر ایک خودمختار ریاست، اور پھر مالی لحاظ سے بہت ہی مضبوط قسم کی ریاست۔

طبیہ کالج کے اساتذہ اوران سے پڑھی جانے والی کتب

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں اپنے کالج کے اساتذہ اوران سے پڑھی جانے والی کتب کے بارے میں عربی کے اندر لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے"میں نے (جو) علوم طبیہ قدیمہ اور جدیدہ طبیہ کالج المشہور "نظامیہ طبی کالج" حیدر آباد شہر دکن (ہند) میں پڑھے (وہ یہ ہیں)

(۱) "التشریح الکبیر" دو جلدیں حضرت استاذ حکیم ہبۃ اللہ برہان پوری سے (۲) "کلیات الادویۃ" ادویۃ المفردہ، ادویۃ المرکبہ اور علم الصیدلہ استاذ شیخ عبدالعلی اونک آبادی سے املاء کی صورت میں۔ (۳) کلیات الطب سے "کتاب قانون الشیخ" اور "حمیات القانون" اور معالجات سے" کتاب شرح الاسباب والعلامات الرحمۃ فی الادویۃ چار جلدیں (مترجم حکیم کبیر الدین) استاذ شیخ سید علی آشفتہ لکھنوی سے۔(۴) اور "کتاب افادۃ الکبیر" ترجمہ الموجز اور "کتاب النفیس" دو جلدیں اور "امراض المتعدیۃ الجدیدۃ" املاء اور "علم القبالہ" املاء "علم الامراض" جدید املاء اور "امراض النسواں" جدید املاء استاذ حکیم معین الدین احمد الجھجری سے (۵) "علم الجراثیم"، "امتحان المواد"، تشخیص الامراض جدید املاء استاد ڈاکٹر مرزا حمید اللہ بیگ (ایم بی بی ایس) سے (۶۔۷) منافع الاعضاء املاء دو بڑے اساتذہ سے علامہ الیاسین خان اور علامہ یوسف حسین خان سے (۸) "علم الجراحت" جدید املاء، "طب القانون" املاء استاذ ڈاکٹر قاسم حسین صدیقی (ایف آر سی) سے (۹) "امراض العین" جدید املاء "امراض الاطفال" جدید املاء حضرت استاذ ڈاکٹر حکیم فضل الرحمٰن خان سے (۱۰) "کتاب الطبعیات"، لفیض محمد و بادشاہ حسین، "کتاب اسباق الکیمیاء" لخلیل الرحمٰن اور "الکیمیاء النامی" املاء استاذ عزیز احمد صدیقی (بی ایس سی علیگ) سے (۱۱) "مخازن التعلیم" استاذ حکیم سید منظور سبزواری سے (۱۲) "التجربۃ العملی" املاء وفی دار الرضیٰ لمعائنۃ المرضاء استاذ کبیر حکیم محمد اعظم سے۔

چاروں سال فرسٹ

حضرت والد ماجدؒ طبیہ کالج کے حالات کے متعلق بتایا کرتے تھے کہ "نظامیہ طبیہ کالج حیدر آباد دکن

میں چار سال کے دوران میں ہر امتحان میں فرسٹ آیا"

؎ عزم و عمل پر ہی موقوف ہے سب کچھ ‏ ‏ بدلنے پر آئیں زمانہ بدل دیں

مخلوط تعلیم

ڈاکٹر فضل الرحمٰن جو ہمارے استاذ تھے وہ عالم دین بھی تھے اور کالج سے وائس چانسلر تھے، وہاں تعلیم مخلوط ہوا کرتی تھی لیکن انہوں نے ایسا نظم قائم کر رکھا تھا کہ لڑکیاں اور لڑکے علیحدہ علیحدہ بیٹھتے تھے، درمیان میں جالی ہوتی تھی، لڑکے آگے بیٹھتے تھے اور لڑکیاں پیچھے بیٹھتی تھیں اور استاذ سب کو یکساں نظر آتا تھا۔

تقسیم ہند

اسی چار سالہ تعلیم کے دوران تقسیم ہند ہوگیا جس کی وجہ سے بڑی دشواری ہوئی، انہی دنوں حضرت مولانا امیر الزمانؒ آف آزاد کشمیر فاضل دیوبند بھی وہیں تھے ایک موقع پر سکھوں نے انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے لٹا کر انکی گردن پر تلوار رکھدی تھی اور انہوں نے بھی کلمہ پڑھ لیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں موت کے منہ سے نکال لیا انہوں نے بعد ازاں بہت دینی خدمات انجام دیں، ہم مسلمانوں کے لیے وہاں چلنا پھرنا تک دشوار ہوگیا، ایسے حالات میں تعلیم جاری رکھنا محال ہوگیا تھا ایک موقع پر میں نے بھی ارادہ کر لیا تھا کہ تعلیم چھوڑ کر واپس چلا جاؤں لیکن جہاندیدہ احباب نے مشورہ دیا کہ اب واپس جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ راستے میں بے حد قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے، بہتر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی تعلیم مکمل کر لیں چنانچہ میں نے ان کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی تعلیم کو جاری رکھا۔

حاضر باشی

تعلیم کے دوران چار سال کے طویل عرصہ میں، میں صرف بارہ دن کالج نہ جا سکا، اسکی وجہ میری شدید بیماری تھی جسکی وجہ سے میں ہسپتال میں داخل ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب مجھے طب میں گریجویشن کا سرٹیفکیٹ ملا تو ساتھ ایک اور خصوصی سرٹیفکیٹ "حاضر باشی" کا بھی ملا۔

خصوصی توجہ

میں کلاس میں ہی تمام اساتذہ کے بیان کو اپنی کاپی پر مکمل قلمبند کر لیتا تھا، جس سے میری کلاس کے دیگر

لڑکے اور لڑکیاں بھی نوٹ کر لیتے تھے، اسی وجہ سے بعض اساتذہ مجھے بڑی اہمیت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

کالج میں علماء کا وقار بحال ہو گیا

جب میں کالج میں داخل ہوا تھا تو کالج کے ماحول میں داڑھی وغیرہ کیوجہ سے میرا مزاح اڑایا جاتا تھا، لیکن جب میں امتحان میں اول آیا تو وہ سب احباب بہت شرمندہ ہوئے اور کالج کے ماحول میں علماء کی قدر بڑھ گئی۔ حضرت والد ماجدؒ کی املائی کاپیاں آج بھی موجود ہیں اور ان سے ہمارے کئی اطباء نے مطالعہ کر کے استفادہ کیا ہے۔

راجہ پرتاب سنگھ اور اس کی بیٹی

فرمایا کرتے تھے کہ ہماری کلاس میں حیدر آباد کے ایک بڑے راجہ پرتاب سنگھ کی بیٹی رانی موہنی کیسر بھی زیر تعلیم تھی راجہ پیچھے صوبہ بہار سے تعلق رکھتا تھا اور بڑا آدمی تھا اسکی بیٹی رانی کلاس میں پردہ میں آ کر بیٹھتی تھی اور میرے لکھے ہوئے نوٹس اکثر اپنے چھوٹے بھائی کو میرے کمرے میں بھیج کر منگواتی تھی اور انہیں اپنی کاپی پر نوٹ کر کے شکریہ بھی ادا کرتی تھی، وہ مجھے مولانا بھائی کہتی تھی، اس کے والد نے ایک مرتبہ میری دعوت بھی کی تھی، جس میں اس نے وضاحت کے ساتھ کہا تھا کہ اس کھانے میں تمہارے مذہب کے مطابق کوئی چیز ناجائز نہیں ہے۔ کیسر کی شادی بعد ازاں حیدر آباد کے قریب نظام آباد میں ایک ڈاکٹر سے ہو گئی تھی۔

لکھنؤ میں شادی کی پیشکش

لکھنؤ میں ایک صاحب مجھے اپنی بیٹی کا رشتہ دینا چاہتے تھے اور مجھے گھر داماد رکھنا چاہتے تھے، وہ اس وقت مجھے پانچ ہزار روپے بھی دینے کے لیے تیار تھے، جو اس وقت ایک بہت بڑی رقم تھی، لیکن میرے ایک ساتھی مخدوم الہ آبادی جب اس لڑکی کو دیکھ کر آئے تو انہوں نے کہا صاحب وہ آپ کے لائق نہیں ہے اور پھر مزاح کرنے لگے کہ جب آپ گھر جائیں گے تو آپ کو آگے سے سینگ نظر آئیں گے یعنی اس لڑکی کے دانت بہت بڑے ہیں۔

ایک صاحب بصیرت استاذ کی پیشین گوئی

آپ کے استاذ ڈاکٹر حمید اللہ بیگ ایم بی ایس نے کالج کے سرٹیفکیٹ کے علاوہ ایک خصوصی سرٹیفکیٹ اپنا ذاتی بھی آپ کو دیا تھا، حیرت ہے اس استاذ کی دور بینی پر جس نے زمانہ طالبعلمی میں ہی اپنے

اس شاگرد کو بصیرت کی آنکھ سے بھانپ لیا تھا، انہوں نے اپنے انگلش سرٹیفکیٹ میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یوں ہے ''ان میں، میں نے مشرق کے پرانے سکالرز کی ایک تصویر دیکھی ہے، جس کا نام علم کی تاریخ میں زندہ رہے گا'' ان کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور اللہ رب العزت نے ان سے بہت علمی کام لیا۔

؎ برسوں لگی رہی ہیں جب مہرومہ کی آنکھیں تب ہم سا کوئی صاحب، صاحب نظر بنے ہے

ڈاکٹر صاحب کے اس سرٹیفکیٹ کا عکس اسی اشاعت میں اسناد کے ساتھ شامل ہے وہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

کالج کے دوستوں سے خط و کتابت

حضرت صوفی صاحبؒ کے خطوط میں ان کے کالج کے دوستوں کی طرف لکھے گئے خطوط اور انکے حضرتؒ کی طرف لکھے گئے بے شمار خطوط ملے ہیں ان خطوط میں باہم ایسی ادیبانہ اور فصیحانہ کلام اور شعر و شاعری استعمال کی گئی ہے کہ بندہ انہیں پڑھ کر ششدر رہ گیا، ان دوستوں میں سے سب سے زیادہ خط و کتابت سعید مرزا سے ہوئی دوسرے نمبر پر بزمی سے جن کا اصل نام حکیم حافظ سید منظور الحسن رؤف بزمی انجم تھا، ان کے علاوہ حمید، نثار احمد بلخی، س، ع، ب، ندوی، عبدالمتین صادق، اور ابوالمکارم وغیرہ کے خطوط موجود ہیں۔

مسجد و مدرسہ کے قیام کا پس منظر

؎ ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

قیام پاکستان سے پہلے محلہ گورونانک پورہ اور محلہ طوطیانوالہ حال محلہ فاروق گنج گوجرانوالہ میں اہل بدعت کا زور تھا، لیکن اس محلہ کی دائرے والی اور اونچی دونوں مساجد میں امامت و خطابت اہل حق کے پاس ہی تھی رواداری کے ساتھ گزارا چل رہا تھا، قیام پاکستان کے بعد مہاجرین میں سے بہت سے لوگ یہاں آ کر آباد ہوئے اور ان میں صحیح العقیدہ لوگ بھی تھے، یوں اہل حق اور اہل بدعت میں عقائد و رسومات وغیرہ میں تنازعات ہونے لگے اور پھر ایک موقع پر شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے اونچی مسجد میں اہل بدعت کے خلاف ایک جذباتی تقریر کر دی، جس کے بعد نوبت ہاتھا پائی اور مار کٹائی تک جا پہنچی،

جس کے نتیجے میں اہل بدعت نے دونوں مساجد پر قبضہ کرلیا چونکہ ان کی اس علاقہ میں کثرت تھی لہٰذا قانونی طور پر بھی اہل حق کی کوئی شنوائی نہ ہوسکی، جس کے بعد صحیح العقیدہ لوگوں کے لیے نمازوں اور جمعہ کی ادائیگی میں بے حد دشواریاں پیدا ہوگئیں تو ۴ اپریل ۱۹۵۲ء میں اہلیان گورونانک پورہ نے ایک میٹنگ منعقد کی جس میں یہ طے ہوا کہ اس محلہ کے معززین کا ایک وفد ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ سے ملاقات کرے اور اسے اس وقوعہ کے بارے میں صحیح بات بتلا کر ان مساجد کے دوبارہ قبضہ کے حصول کیلئے ان سے تعاون حاصل کرے یا بصورت دیگر متاثرین کو اپنی دینی ضروریات کے لئے مسجد کی کوئی اور جگہ مہیا کرنے کی درخواست کرے اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی انجمن نصرۃ السلام کے نام سے عمل میں آئی جسکی مجلس منتظمہ کے گیارہ ممبر مقرر ہوئے اور نئی مسجد کے لیے جگہ کے حصول کی کوششیں شروع کردی گئیں اور ان مقبوضہ مساجد کے دوبارہ حصول کیلئے کوششیں ترک کردی گئیں، محلہ طوطیانوالہ کے بالمقابل محلہ نرائن سنگھ میں واقع ایک چھپڑ جو موہن سنگھ یا موہنے شاہ یا موہن رائے ہندو کی ملکیت کیوجہ سے اسی کے نام پر مشہور تھا لیکن وہ ہندو قیام پاکستان کے بعد یہاں سے چلا گیا تھا، اس چھپڑ کی جگہ کو مسجد بنانے کیلئے اہل محلہ نے پسند کیا اور پھر اسکے حصول کیلئے قانونی و عملی کاروائی شروع کی گئی اور ابتدائی طور پر اس مسجد کا نام جامع مسجد گورونانک پورہ تجویز ہوا اس کام کا بیڑا اٹھانے کے لیے اہل محلہ کو کسی ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو انکی قیادت کرے اور انکی مشکلات کو بھی مدنظر رکھے تو انکی نظر حضرت والد ماجدؒ کی ذات پر پڑی جو قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء میں چوک نیائیں گوجرانوالہ کے بازار میں طب کی دوکان کھولے ہوئے تھے اور ساتھ محلہ کرشنا نگر موجودہ محلہ فیصل آباد کی جامع مسجد میں حسبۃً للہ خطابت بھی کررہے تھے آپؒ نے ایک سال تک طب کی دوکان کی اور آٹھ ماہ کرشنا نگر میں خطابت کی چنانچہ اہل محلہ کا ایک وفد ان کی دوکان پر حاضر ہوا، اور اپنا مدعا ظاہر کیا، حضرت والد ماجدؒ نے انکی بات قبول فرمالی اور مطب کو چھوڑ کر اس چھپڑ والی جگہ پر آکر بیٹھ گئے جو بیس پچیس فٹ گہرا تھا اور سارے شہر کی گندگی اور غلاظت یہاں جمع ہوتی تھی حتیٰ کہ نامراد لوگ یہاں ناجائز بچوں کو بھی لاکر پھینکتے اور اپنی کرتوتوں پر پردہ ڈالتے تھے مطب کی دوکان کا بورڈ بعد میں جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم کا سائن بورڈ بنا اور دوکان میں دوائیاں رکھنے والی دوالماریاں آج بھی ناظم صاحب کے دفتر میں موجود ہیں جو اس تاریخ کی یاد دلاتی رہتی ہیں،

میں خود غرض نہیں میرے آنسو پرکھ کے دیکھ
فکر چمن ہے مجھے غم آشیاں نہیں

چنانچہ ۲۳ جولائی ۱۹۵۲ء میں والد ماجدؒ نے ایک ایسی مسجد جسکا ابھی ظاہر میں وجود ہی نہ تھا، صرف زبانی کلامی تجاویز ہی دی جارہی تھیں، پانی کے نکاس اور اخراج کے بارے میں سوچا جارہا تھا، اس کام کے لئے فنڈ کے حصول کی تدبیریں زیر غور تھیں، چھپڑ کے کچھ حصہ زمین کو ہموار اور صاف کر کے ایک کچا کمرہ بنا کر اس میں امامت وخطابت شروع کردی حضرت والد ماجدؒ نے اہل محلہ سے اس کام کا بیڑا اٹھانے پر جو شرائط طے کی تھیں، ان میں سے سب سے اہم ترین یہ تھی کہ میں یہاں ایک دینی مدرسہ کا قیام عمل میں لاؤں گا، مسجد کی امامت نہیں کروں گا، میرے کام میں کوئی بے جا مداخلت نہیں کرے گا وغیرہ چنانچہ آپ نے ساری کشتیاں جلا کر یہاں کام کا آغاز فرمادیا اور جامع مسجد گورونا نک پورہ کی بجائے اس مسجد کا نام جامع مسجد نور تجویز فرمایا جو آپ کے والد نور احمد خانؒ کے نام پر رکھا گیا تھا اور انجمن نصرۃ السلام کی بجائے اسکا نام انجمن نصرۃ الاسلام رکھا اور ساتھ ہی مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی۔ پھر آپ ؒ کی شبانہ روز محنت، جہد مسلسل، جانکاہ صبر، پیہم استقلال اور لوگوں کے آپؒ پر بے پناہ اعتماد اور تعاون نے اس چھپڑ کو واقعۃً پرنور بنادیا، کچھ حصہ کو ہموار کر کے نمازوں اور جمعہ کا آغاز ہو چکا تھا پھر تسلسل کے ساتھ حضرت والد ماجدؒ نے ۲۰۰۲ء تک پوری نصف صدی اس کے منبر کو رونق بخشی، آپؒ نے ہی اس انجمن کے ابتدائی قواعد وضوابط اور اغراض ومقاصد مرتب فرمائے، تعلیمی لائحہ عمل لکھا، تعمیری کمیٹی بنائی، مسجد کے ساتھ مدرسہ کے قیام کو ضروری قرار دیا جس کے لئے ابتداءً اس انجمن کے تین آدمیوں کے علاوہ باقی ممبران متفق نہ تھے وہ مسجد کے اردگرد مدرسہ کی بجائے دوکانوں کی مارکیٹ بنانا چاہتے تھے، آپؒ نے اس جگہ کے ملکیتی حصول کیلئے تین بار سپیشل میر غلام حسین مرحوم کو ہندوستان بھیجا تاکہ وہ موہن رائے کو تلاش کر کے اس سے اس جگہ کی اجازت حاصل کرے تو انہوں نے دہلی، آگرہ، دیوبند اور کئی شہروں اور قصبوں میں اسے بہت تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا، ابتداءً اس مسجد میں بعض تقویٰ اور احتیاط والے لوگ اسی وجہ سے نماز پڑھنے سے ہچکچاتے تھے اور جمعہ وغیرہ اپنے جائے نماز لا کر ان پر پڑھتے تھے کیونکہ جگہ کی ملکیت بحق مسجد ابھی طے نہ تھی پھر آپؒ نے ایوب خان مرحوم کے دور اقتدار میں اس جگہ کی مالیت حکومت کو ادا کر کے بحق مسجد منظوری کرائی اور یوں جامع مسجد نور معرض وجود میں آئی۔

پہلے آپؒ نے ۱۹۵۲ء میں اسکی چھوٹی سی کچی مسجد کی بنیاد رکھی پھر ۱۹۶۰ء کے بعد موجودہ بڑی مسجد کی بنیاد بھی رکھی جسے آپؒ اپنے ۱۹۷۵ء کے ایک ریکارڈ شدہ اور مطبوعہ خطبہ جمعہ میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

''تاہم مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس مسجد کی بنیاد اللہ کے فضل سے میں نے اپنے ہاتھوں سے رکھی، میں ان تین چار آدمیوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے اللہ کا نام لے کر اس کام کا بیڑا اٹھایا'' (تحریک جامع مسجد نور ص ۴۷)

مسجد کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد ایک موقع پر آپؒ نے فرمایا کہ ''اس چھپڑ کی مٹی اٹھا اٹھا کر ابھی تک میرے کندھے درد کر رہے ہیں''

یہ مسجد اب بھی گوجرانوالہ میں چھپڑ والی مسجد کے نام سے مشہور ہے، اللہ رب العزت نے اپنے گھر کے قیام کے لیے آپؒ کے وجود کو قبول فرمالیا جو یقیناً ان کے لیے صدقہ جاریہ اور باقیات صالحات میں شمار ہے اللہ رب العزت کے فضل و کرم کے بعد ظاہری اسباب میں آپؒ کے اخلاص، للہیت اور جہد مسلسل ہی کی وجہ سے یہ جگہ آباد ہو سکی ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مسجد و مدرسہ کا محل وقوع اور کارکردگی

جامع مسجد نور اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ شہر کے عین وسط اور گنجان آباد محلہ فاروق گنج میں واقع ہے جو گھنٹہ گھر سے صرف پچاس گز کے فاصلہ پر مغربی جانب ہے اسے شمالی جانب کے مین گیٹ کی طرف سے سیدھی گلی اسلامیہ کالج روڈ سے جبکہ جنوبی جانب سے سیدھی گلی فاروق گنج روڈ سے ملاتی ہے پانچ کنال پر مشتمل اس وسیع و عریض مسجد کے اردگرد تین کنال مدرسہ کی تین منزلہ پرشکوہ عمارت ہے اس مسجد میں گوجرانوالہ کا سب سے بڑا جمعہ کا اجتماع ہوتا ہے اور مدرسہ پاکستان کے اولین مدارس اسلامیہ کی صف میں شمار کیا جاتا ہے، اب تک یہ مدرسہ صرف مقامی اور بیرونی طلباء کے لیے تھا جبکہ آئندہ سال سے جامعہ نصرۃ العلوم للبنات کی تعمیر مکمل ہونے کے ساتھ مقامی طالبات کے علاوہ بیرونی طالبات کی تعلیمی سرگرمیاں بھی شروع کر دے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس مدرسہ کے بانی اور مہتمم حضرت والد ماجدؒ کی بے نظیر قربانیوں کی بدولت

اللہ رب العزت نے اسے تعلیمی، مسلکی، تبلیغی، تصنیفی، اصلاحی، سیاسی، قومی اور ملی تمام میدانوں میں ایک نمایاں مقام دیا ہے، جب آپؒ یہاں بیٹھے تھے تو تن تنہا تھے لیکن جب آپؒ کا جنازہ اٹھا تو ایک لاکھ آدمی تھا آپ نے پہلے اس ادارہ کا تعلیمی لائحہ عمل اور قواعد وضوابط مرتب فرمائے، اسکا نصاب تعلیم متعین کیا، اس کا تعارف شائع کیا اسکی اسناد لکھیں، اور اپنا خون جگر دیکر اس کے باغ کو سینچا، فاقے کاٹے، اہل بدعت کی ایذاؤں کو استقامت کے ساتھ برداشت کیا مختصر یہ کہ اس کو عروج تک پہنچانے میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا یا دیا۔

بلاتی ہیں موجیں کہ طوفاں سے کھیلو
کہاں تک پھرو گے کنارے کنارے
چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہوجائے

پھر ۱۹۹۰ء تک اپنے اہتمام اور خداداد صلاحیتوں سے اسکی برتری کا لوہا منوایا، یہاں حفظ وناظرہ، تجوید وقرأت، درس نظامی درجہ اولیٰ سے لیکر دورہ حدیث تک، بچوں اور بچیوں کا الگ الگ پرائمری سکول اور تعلیم النسوان کے شعبے آپؒ نے جاری فرمائے۔ چنانچہ یہ لکھنا بے جا اور مبالغہ نہ ہوگا کہ اس مسجد ومدرسہ کے لیے جتنی آپؒ نے ہمہ جہت خدمات انجام دی ہیں یہ آپؒ کا ہی کا خاصہ تھا جس میں آپؒ کی ہمسری کا کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا۔

"وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء"

آپؒ نے یہاں بالکل فری کام کیا، محلہ سے دو ٹائم کی روٹی دو گھرانے بھیج دیتے اور آپؒ کھالیتے، نہ بھیجتے تو مجبوراً فاقہ بھی کرلیتے اور کبھی زبان پر حرف شکوہ نہ لاتے پھر جب ۱۹۶۳ء میں آپؒ کی شادی ہوئی تو قوت لایموت قسم کا وظیفہ مسجد ومدرسہ کی طرف سے آپؒ کے لیے متعین ہوا اور یوں زندگی کی گاڑی اپنا سفر طے کرتی رہی۔

زندگی جبر ہے، جینا ہی پڑے گا بیدلؔ
کوئی ہنس ہنس کے جئے یا کوئی رو رو کے جئے

تصانیف

یلوح الخط فی القرطاس دھراً
وکاتبہ رمیم فی التراب

حضرت والد ماجدؒ کی پچاس سے زائد کتب ہیں، جن میں قرآن کریم کا ترجمہ، تفسیر، اصول تفسیر، اصول حدیث، شروحات حدیث، خطبات، مقالات، فنون، سوانح، تراجم اور حواشی شامل ہیں جن کا اجمالی تعارف حسب ذیل ہے۔

(۱) ترجمہ قرآن کریم

یہ آپؒ کا تحت اللفظ با محاورہ اردو ترجمہ ہے جو آسان، سلیس اور عام فہم ہونے کی بناء پر اہل علم، طلباء، علماء اور عوام الناس تمام ہی طبقات میں یکساں مقبول ہے، لفظی ترجمہ کے ساتھ ضرورت کے مقامات پر بین القوسین (بریکٹ) میں الفاظ کی وضاحت بھی کی گئی ہے، اور رائج الوقت اردو استعمال کی گئی ہے، یہ ترجمہ آپ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن سے علیحدہ کر کے شائع کیا گیا ہے، رنگین اور سادہ دو قسم کے ایڈیشنوں میں مطبوعہ ہے، اس کے متنِ قرآن سمیت ۷۰۱ صفحات ہیں، اور یہ پہلی مرتبہ ۱۹۹۶ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آیا تھا، اسے ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے سادہ اور مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ نے رنگین ایڈیشن میں شائع کیا ہے، اس کے اب تک کئی ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

(۲ تا ۲۱) تفسیر قرآن کریم

تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کے نام سے یہ آپکے وہ عوامی دروس قرآن کریم ہیں جو جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں آپ فجر کی نماز کے بعد ارشاد فرماتے تھے، آپ کا معمول ہفتہ میں چار دن ہفتہ، اتوار، سوموار اور منگل کے دن قرآن کریم کے درس کا تھا جبکہ دو دن بدھ اور جمعرات کو حدیث کا درس اور جمعہ کے دن درس کی چھٹی، لیکن اس دن جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے تھے، ان دروس قرآن و حدیث اور خطبات کو الحاج لعل دین ایم اے نے کیسٹوں سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا، جن پر حضرت صوفی صاحبؒ نے نظر ثانی فرمائی، بعض مقامات میں حذف و ترمیم، اضافہ جات اور حواشی لکھ کر انہیں شائع کرایا، بلا مبالغہ یہ اس وقت اردو زبان میں دنیا کی سب سے بڑی تفسیر ہے جو پونے پانچ سو کیسٹوں میں محفوظ ہے اور تقریباً تیرہ ہزار سے

زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، جو بیس ضخیم جلدوں میں شائع ہوکر منصۂ شہود پر آچکی ہے اور عوام وخواص کی ضروریات پوری کر رہی ہے، ۱۹۸۱ء میں اس کی طباعت کا آغاز ہوا تھا، اور ۱۹۹۵ء میں اس کی طباعت مکمل ہوئی، گزشتہ سال احباب نے اسے سی ڈی پر بھی منتقل کر دیا ہے اور اب اسے انٹرنیٹ پر جاری کرنے کی کوشش ہو رہی ہے، اس تفسیر کا تعارف پاکستان کے تمام قومی اخبارات میں شائع ہوا تھا، جن میں نوائے وقت، پاکستان اور جنگ وغیرہ بھی شامل ہیں ان سب نے ''اردو زبان میں دنیا کی سب سے بڑی تفسیر قرآن'' کے عنوان سے مضامین شائع کئے تھے، آج درس وتدریس، امامت وخطابت اور دینی شعبہ جات میں کام کرنے والے اکثر وبیشتر حضرات اس سے استفادہ کر رہے ہیں، جو اس کی عنداللہ وعندالناس مقبولیت کی واضح نشانی ہے، بڑے بڑے علماء نے اس کی افادیت کا اظہار کیا ہے، اور عوام الناس کے ہر طبقہ میں بھی اسے سراہا گیا ہے بلکہ بلا امتیاز مسلک ومشرب ہر طبقے کے لوگوں نے اس سے استفادہ کیا ہے اور انشاء اللہ العزیز کرتے رہیں گے، اس تفسیر کو مکتبہ دروس القرآن نے شائع کیا ہے اور اس کے اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، گزشتہ سال شجاع آباد کی ایک خاتون نے اس تفسیر پر ایم فل کا مقالہ بھی لکھا ہے جو منظور ہو گیا ہے اور اسے بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان نے شائع کیا ہے۔

(۲۲) اصول تفسیر

عون الخبیر شرح الفوز الکبیر فی اصول التفسیر آپ کی اصول تفسیر پر ایک مایہ ناز شرح ہے، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی اصول تفسیر پر عربی میں ایک شہرہ آفاق اور مقبول عام تصنیف ہے، جس کی اردو شرح ''عون الخبیر'' کے نام سے ۲۱۳ صفحات پر مشتمل ۲۰۰۵ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اردو زبان میں الفوز الکبیر کی اتنی تفصیلی اور ضخیم شرح پہلی بار شائع ہوئی ہے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا، یہ اصل میں حضرت صوفی صاحبؒ کی وہ تقریر ہے جو طلباء کرام کو پڑھاتے وقت ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ کر لی گئی تھی جسے بعد میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے اہل علم، طلباء ومعلمین کے استفادہ کیلئے ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے، الفوز الکبیر صدیوں سے تمام مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں شامل ہے، اس کی شرح کی اشاعت کو اہل علم کے ہاں بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

(۲۳) اصول حدیث

اصول حدیث پر آپؒ نے ایک مختصر مگر جامع رسالہ تصنیف فرمایا، جو اصلاً آپؒ نے اپنے پاس بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف اور حدیث کی دیگر کتابیں پڑھنے والی طالبات کے لئے لکھا تھا، یہ ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے اور آپؒ کی ترمذی شریف، ابن ماجہ شریف اور شمائل ترمذی شریف کی شروحات کے آغاز میں بطور مقدمہ شامل ہے، اسے کسی وقت علیحدہ پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کیا جائے گا، انشاء اللہ، اس میں اصول حدیث کی تمام بنیادی اصطلاحات کو نہایت مختصر اور سہل انداز میں بیان کیا گیا ہے جس سے علم حدیث کا ایک مبتدی بڑی آسانی سے استفادہ کرسکتا ہے۔

(۲۴ تا ۲۷) دروس الحدیث

یہ آپؒ کے وہ عوامی دروس حدیث ہیں جو جامع مسجد نور میں نماز فجر کے بعد ہفتہ میں دو دن بدھ اور جمعرات کو ارشاد فرماتے تھے، اس ضمن میں آپؒ نے بخاری شریف، مسلم شریف، ابو داؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، موطا امام مالکؒ، الترغیب والترہیب، مشارق الانوار اور مسند احمد جیسی کتابوں کا مکمل درس دیا لیکن ٹیپ ریکارڈ صرف مسند احمد کا درس ہوسکا، ان میں سے بھی بہت سی کیسٹیں ضائع ہوگئیں، اس لئے اب یہ صرف چار جلدوں میں مسند احمد کی تقریباً ایک ہزار سے زائد منتخب احادیث کے دروس شائع ہوئے ہیں جو تقریباً سولہ سو صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، ان کا انداز بیان بھی بعینہٖ تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن والا ہے۔

یہ مختلف موضوعات پر نہایت شاندار اور معلومات افزاء دروس ہیں، جن سے درس دینے والے حضرات اور علماء وطلباء کے علاوہ عوام الناس بھی بھرپور استفادہ کر رہے ہیں، ان چار جلدوں کو ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے، اس کی پہلی جلد ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی تھی، جبکہ دوسری اور تیسری جلد ۱۹۹۴ء میں اور آخری چوتھی جلد ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۲۸ تا ۲۹) شرح شمائل ترمذی

شمائل ترمذی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل، عادات اور حلیہ مبارکہ کے بیان میں امام ترمذیؒ کی مشہور زمانہ اور قدیم کتاب ہے، یہ عربی زبان میں ۴۰۰ احادیث اور ۵۶ ابواب پر مشتمل ہے اس کے صرف ۲۸ صفحات ہیں

لیکن صدیوں سے مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں درجہ عالیہ دورہ حدیث شریف کے طلباء کو سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ہے، حضرت صوفی صاحبؒ نے ۱۹۹۴ء میں طلباء کرام کو پڑھاتے ہوئے جو تقریر ارشاد فرمائی تھی اسے صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے شائع کیا گیا ہے، یہ ۱۲۱۶ صفحات پر مشتمل دو ضخیم جلدوں میں اہل علم، طلباء اور عوام الناس سب کی علمی پیاس بجھا رہی ہیں، ۱۹۹۷ء میں اس کی پہلی جلد اور ۱۹۹۸ء میں اس کی دوسری جلد شائع ہوئی، اسے مکتبہ دروس القرآن نے شائع کیا ہے، عربی متن پر اعراب اور احادیث کے بامحاورہ ترجمہ نے اس کتاب کی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔

(۳۰) تقریر صحیح البخاری

بخاری شریف اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے، حضرت صوفی صاحبؒ نے مدرسہ نصرۃ العلوم میں بنین اور بنات دونوں شعبوں میں بخاری شریف مکمل پڑھائی، بنین کے شعبہ میں جب آخری بار آپؒ نے بخاری شریف مکمل دونوں جلدیں پڑھائیں تو ان کی تقریر کو ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ کیا گیا، اور کتاب المغازی سے ۲۰۰۷ء کے آغاز سے یہ ماہنامہ نصرۃ العلوم میں مسلسل طبع ہو رہی ہے اور تادم تحریر اس کے ۱۳ دروس شائع ہو چکے ہیں، ماہنامہ نصرۃ العلوم کو ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم شائع کر رہا ہے۔

(۳۱) مباحث کتاب الایمان مع تسہیل وتوضیح مقدمہ صحیح مسلم

مسلم شریف امام مسلمؒ کی صحاح ستہ میں شامل حدیث کی مشہور زمانہ کتاب ہے، جسے بخاری شریف کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے اس کتاب کا مقدمہ اور ابتدائی کتاب الایمان کی ابحاث بڑی دقیق اور علمی ہیں، اس معرکۃ الآراء حصہ کو طلباء کرام کے اذہان کی تقریب وتفہیم کیلئے آپؒ نے اردو میں حل کیا ہے، یہ ۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی تھی، جس کے اب تک کئی ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں اور علماء وطلباء نے اس سے خوب خوب استفادہ کیا ہے حضرتؒ کی مسلم شریف کی مکمل تقریر بھی ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہے، یہ کتاب آپؒ نے پچاس سال مسلسل پڑھانے کا شرف حاصل کیا ہے، مقدمہ مسلم کو ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے۔

(۳۲) ترمذی شریف شرح ابواب البیوع

یہ کتاب صحاح ستہ میں شامل امام ترمذیؒ کی مشہور حدیث کی عربی کتاب ہے اور اس کتاب کو مدارس

اسلامیہ میں بطور خاص تفصیل کے ساتھ پڑھا پڑھایا جاتا ہے، اس کے ابواب البیوع (خرید و فروخت کے احکام) کا حصہ نہایت مشکل ہے، حضرت صوفی صاحبؒ نے ۱۹۹۳ء میں طلباء کرام کو پڑھاتے ہوئے ترمذی شریف کی جو تقریر فرمائی تھی وہ جلد اول ابواب البیوع سے آخر تک اور جلد ثانی مکمل بمع شمائل ٹیپ رکارڈ میں محفوظ ہوئی، اور طلباء کرام کے خصوصی استفادہ اور عوام الناس کے عمومی استفادہ کے لئے ابواب البیوع کا حصہ ۱۹۹۸ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آیا اس میں طلباء و علماء کے لئے مشکل ابحاث کا حل اور عوام الناس کے لئے کتاب کی عبارت پر اعراب اور اردو ترجمہ بھی ساتھ شامل کیا گیا ہے، یہ ۵۰۶ صفحات پر مشتمل ہے، اسے مکتبہ دروس القرآن نے شائع کیا ہے اور اسے احقر نے کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کر کے مرتب کیا ہے۔

(۴۳) شرح ابن ماجہ

یہ کتاب امام ابن ماجہؒ کی حدیث کی کتاب ہے جسے صحاح ستہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے، یہ بھی دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں شامل ہے لیکن اس کا صرف ابتدائی حصہ کتاب السنۃ اور کتاب الفضائل پڑھایا جاتا ہے، یہ ۱۹۹۵ء میں حضرت صوفی صاحبؒ نے طلباء کرام کو پڑھایا تھا جسے ٹیپ رکارڈ میں محفوظ کیا گیا، ابتداء سے کتاب الطہارت تک کے حصہ کی شرح ۸۸۰ صفحات پر مشتمل ۱۹۹۷ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے، اس کے متن پر بھی اعراب اور احادیث کا اردو ترجمہ ساتھ شامل ہے اور اسے مکتبہ دروس القرآن نے شائع کیا ہے، علماء و طلباء کے علاوہ عوام الناس بھی اس سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔

(۴۴) نماز مسنون خورد

نماز کے موضوع پر یہ حضرت صوفی صاحبؒ کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو پاکٹ سائز کے ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے، اصلاً تو یہ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے ۱۹۶۶ء میں لکھا گیا تھا، جس میں نماز کے علاوہ چھ کلمے، ضروری دعائیں، چہل احادیث اور خطبات عربی جمعہ وعیدین اور نکاح بھی شامل ہیں، ان سے چھوٹے بچوں کے علاوہ بڑی عمر کے لوگوں نے بھی خوب استفادہ کیا ہے، جس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اب تک اس کتاب کے تیس سے زائد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں، اور ایک ایک ایڈیشن کئی کئی ہزار کی تعداد پر بھی مشتمل رہا ہے، اسے ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے۔

(۳۵) نماز مسنون کلاں

نماز کے موضوع پر یہ آپؒ کی اردو زبان میں ایک ضخیم کتاب ہے جو ۸۳۷صفحات پر مشتمل ہے یہ ۱۹۸۶ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی، اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان میں نماز کے موضوع پر اردو زبان میں سب سے پہلے اتنی تفصیلی اور مقبول عام کتاب یہی ہے تو بے جا نہ ہوگا، اس کتاب میں قرآن کریم کی آیات سے استدلال کے علاوہ تقریباً چار ہزار احادیث وآثار سے مسائل واحکام کے بارے میں استدلال کیا گیا ہے، طہارت اور نماز کی تمام اقسام از قسم فرائض وواجبات وسنن اور نوافل پر سیر حاصل اور مدلل باحوالہ معلومات فراہم کی گئی ہیں، دعائیں، اذکار اور خطبات بھی ساتھ شامل ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ علماء وطلباء اور عوام الناس کے ہر طبقہ میں بلا کسی امتیاز مسلک ومشرب یکساں مقبول ہے، کیونکہ اس میں کسی فرقہ پر اٹیک نہیں کیا گیا بلکہ مثبت انداز میں اسے پیش کیا گیا ہے، اس کے مطالعے سے بہت سے لوگوں کو نماز کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کی نماز کے طریقہ میں حقانیت بھی واضح ہوئی ہے، اس کی مقبولیت کا اندازہ اب تک اسکے بیس سے زائد ایڈیشنوں کی طباعت سے کیا جاسکتا ہے، بیرون ممالک سے احباب کا اس بات پر بھی مسلسل اصرار ہے کہ اس کا انگلش ترجمہ بھی شائع ہونا چاہیے، اس کتاب کو ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے۔

(۳۶ تا ۴۱) خطبات سواتی

جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں حضرت صوفی صاحبؒ نے ۱۹۵۲ء سے ۲۰۰۲ء تک مکمل نصف صدی خطابت فرمائی ہے، آپ کے خطبات جمعہ کو ۱۹۷۵ء کے بعد پہلے خال خال اور پھر تسلسل کے ساتھ ریکارڈ میں محفوظ کیا جانے لگا، اور ۱۹۹۵ء میں آپؒ کے خطبات کی پہلی دو جلدیں شائع ہو کر منظر عام پر آئیں، پہلی جلد ۳۷۶ صفحات اور ۲۲ خطبات پر مشتمل ہے، جس میں معراج النبی ﷺ کے موضوع پر چار خطبات، شب برأت پر ایک، رمضان المبارک پر چار، عید کے موضوع پر دو، شرائط بیعت پر دو، قربانی کا فلسفہ اور مسائل پر ایک خطبہ اور ان کے علاوہ مختلف موضوعات پر آٹھ مزید خطبات شامل ہیں، جبکہ دوسری جلد ۴۱۴ صفحات اور ۲۹ خطبات پر مشتمل ہے، جس میں محرم الحرام، صحابہ کرامؓ، عید الفطر، عید الاضحیٰ، قرآن کریم اور دیگر اہم موضوعات شامل ہیں، گویا جلد اول اور دوم تسلسل کے ساتھ پورے ایک سال ۱۹۸۲ء کے

خطبات پر مشتمل ہیں، تیسری جلد ۳۸۴ صفحات اور ۲۶ خطبات پر مشتمل ہے یہ ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی جس میں سیرۃ النبی ﷺ، صراط مستقیم کی تلاش، علماء حق علماء دیوبند کی قربانیاں، علم کی ضرورت اور ہمت، علم اور اہل علم وغیرہ موضوعات شامل ہیں، چوتھی جلد ۴۱۶ صفحات اور ۲۹ خطبات پر مشتمل ہے، یہ ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی جسمیں زکوٰۃ وصدقات کی برکات وحکمت اور ان کے احکام ومسائل، محرمات نکاح، ربیع الاول، حیاۃ النبی ﷺ، شب برأت وغیرہ موضوعات شامل ہیں۔

پانچویں جلد ۴۸۸ صفحات اور ۴۵ خطبات پر مشتمل ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی، جو سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر ہے اور آپ ﷺ کی ولادت سے لے کر نزول وحی تک کے درمیانی تمام اہم واقعات پر مشتمل ہے۔

چھٹی جلد ۴۸۰ صفحات اور ۴۵ خطبات پر مشتمل ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی یہ بھی سیرۃ النبی ﷺ کے ہی موضوع پر ہے اور نزول وحی سے لے کر ہجرت مدینہ اور اس کے عوارضات کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے، گویا پانچویں اور چھٹی جلد تسلسل کے ساتھ سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر محتوی ہے۔

خطبات سواتی کی ان چھ جلدوں کو مکتبہ دروس القرآن نے شائع کیا ہے۔

(۴۲) تشریحات سواتی الی ایساغوجی

ایساغوجی علم منطق کی چند صفحات پر مشتمل مشہور ومعروف عربی کتاب ہے، جو تمام مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں داخل ہے اور علم منطق پڑھنے والے ابتدائی طلباء کرام کو پڑھائی جاتی ہے، اس کا اردو ترجمہ اور شرح حضرت صوفی صاحبؒ نے مع ایک بسیط مقدمہ مفیدہ کے تحریر فرمائی ہے، یہ شرح ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ۱۹۷۶ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی، اس سے معلمین اور متعلمین سب بھی یکساں فائدہ اٹھا رہے ہیں، اسے ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے۔

(۴۳) مقالات سواتی

یہ کتاب حضرت صوفی صاحبؒ کے ان مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مختلف عنوانات کے مضامین اور مقالات کا مجموعہ ہے جو آپؒ پاکستان کے مختلف رسائل وجرائد میں تحریر فرماتے رہے، یہ ۱۹۹۳ء میں ۴۰۰ صفحات پر مشتمل احقر نے مرتب کر کے شائع کیے، اس میں بڑے بڑے اہم علمی، معلوماتی اور تحقیقی ۳۱ مضامین اور

مقالات شامل ہیں جن سے اہل علم کے علاوہ عوام الناس بھی استفادہ کر رہے ہیں، اس کتاب کو ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے۔

(۴۴) مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم وافکار

یہ برصغیر کی تحریک آزادی کے نامور ہیرو، امام انقلاب، شیخ الہندؒ کے مایہ ناز شاگرد، فلسفہ ولی اللٰہی کے امام، صاحب عزیمت وکمال، فاضل دیوبند، تاریخ ریشمی رومال کے روح رواں، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم وافکار، اپنوں کی ان پر زیادتیاں اور ناقدین کی ان پر الزام تراشیوں اور بہتان طرازیوں کا پردہ چاک کرنے والی بے نظیر کتاب حضرت صوفی صاحبؒ نے ۱۹۹۰ء میں بستر علالت پر تحریر فرمائی، جو ۲۹۵ صفحات پر مشتمل ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کی ہے۔

(۴۵) سعدیات

مشہور فارسی ادیب شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ کے عربی اور فارسی کلام سے حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنے ذوق کے مطابق انتخاب فرما کے یہ کتاب ۵۵ صفحات پر مشتمل ۱۹۸۸ء میں تحریر فرمائی، اس میں زیادہ تر نصائح اور پند کی باتیں ہیں، اہل ذوق کے لئے یہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اسکے ابتداء میں شیخ سعدیؒ کا مختصر مگر جامع اور معلوماتی تعارف بھی پیش کیا گیا ہے اور یہ کتاب ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کی ہے۔

(۴۶) مختصر ترین اور جامع اذکار

یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے پاکٹ سائز کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے جو حضرت صوفی صاحبؒ نے ۱۹۹۲ء میں ترتیب دیا تھا، اس میں عوام وخواص کے معمولات کے لئے مختصر اذکار اور درود شریف کے جامع الفاظ اور ان کا ترجمہ وتشریح باحوالہ ذکر کئے گئے ہیں، اس رسالہ کو اہل ذوق واصلاح کے ہاں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی، اب تک اس کے ایک لاکھ سے زائد نسخے طبع ہو کر تقسیم ہو چکے ہیں، اسے ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے۔

(۴۷) الاکابر

یہ کتاب حضرت صوفی صاحبؒ کی زندگی میں شائع ہونے والی آخری کتاب ہے اس میں آپؒ کے قلم و

بیان سے معرض وجود میں آنے والے کئی مضامین ہیں، جسے پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، باب اول میں خلفائے راشدینؓ باب دوم میں صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ باب سوم میں ائمہ مفسرینؒ، محدثینؒ وفقہاءؒ وصوفیاءؒ و علماء کرامؒ، باب چہارم میں اکابرین علماء دیوبندؒ اور پانچویں باب میں متفرق شخصیات کا ذکر ہے، یہ کتاب ۳۵۲ صفحات پر مشتمل جولائی ۲۰۰۷ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کی ہے۔

تراجم ومقدمات

حضرت صوفی صاحبؒ نے اکابر کی جن عربی، فارسی اور اردو کتب کے تراجم کئے اور ان پر مقدمات تحریر فرمائے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) فیوضات حسینی

یہ امام المفسرین حضرت مولانا حسین علی واں بھچراںؒ کی فارسی کتاب ''تحفہ ابراہیمیہ'' کا اردو ترجمہ ہے، جس پر حضرت صوفی صاحبؒ نے ایک طویل اور معلوماتی مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں مولانا حسین علیؒ اور ان کے تلامذہ اور خلفاء کا مفصل تعارف بھی شامل ہے، یہ کتاب ۲۰۴ صفحات پر مشتمل ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی اور اسے ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے۔

(۲) ایضاح المومنین

یہ حضرت مولانا احمد دین گکویؒ کی عربی کتاب ''دلیل المشرکین'' کا اردو ترجمہ ہے، جس میں شرک کے موضوع پر سیر حاصل بحث اور اس کی بیس اقسام پر مفصل کلام کیا گیا ہے، حضرت صوفی صاحبؒ نے اس کے آغاز میں ایک مفید مقدمہ اور مولانا احمد دینؒ کا جامع تعارف بھی تحریر فرمایا ہے، ۲۶۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۷۱ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کی ہے۔

(۳) البیان الازہر

یہ کتاب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عربی کتاب ''فقہ اکبر'' کا اردو ترجمہ ہے، جو ۴۵ صفحات پر مشتمل ۱۹۵۹ء میں آپؒ نے تحریر فرمائی، غالباً یہ آپؒ کی زندگی کی پہلی کتاب ہے جس کا آپؒ نے ترجمہ فرمایا، اس میں فقہ اکبر کی بحث ہے اور ابتداء میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا جامع تعارف بھی شامل ہے جو حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے تحریر فرمایا ہے، یہ کتاب ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کی ہے۔

(۴) عقیدۃ الطحاوی وعقیدۃ الحسنہ

یہ اصل میں عربی کے دو رسالے ہیں ایک عقیدۃ الطحاوی جو حضرت ابوجعفر طحاوی حنفیؒ کا ہے اور دوسرا عقیدۃ الحسنہ جو حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ہے، ان دونوں میں چونکہ عقائد سے متعلق اصولی باتیں ہیں اس لئے موضوع کی یکسانیت کی وجہ سے اکٹھا ہی ترجمہ کر کے شائع کیا گیا ہے، عقیدۃ الطحاوی مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں بھی داخل ہے، یہ دونوں رسالے جن کا اردو ترجمہ اور حضرت امام طحاویؒ کا تعارف حضرت صوفی صاحبؒ نے لکھا ہے ۹۸ صفحات پر مشتمل ۱۹۷۱ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کئے۔

(۵) الطاف القدس فی معرفۃ لطائف النفس

یہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصوف وسلوک کے رموز واسرار پر فارسی میں نہایت عمدہ اور معلوماتی کتاب ہے، جس کا اردو ترجمہ اور مقدمہ مفیدہ، حضرت صوفی صاحبؒ نے ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ۱۹۶۴ء میں تحریر فرمایا، جس سے اہل تصوف وسلوک نے بے بہا استفادہ کیا اور کر رہے ہیں، یہ کتاب ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کی ہے۔

(۶) حجۃ الاسلام

یہ کتاب بانی دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی اردو کتاب ہے، جو اسلام کے دلائل پر مشتمل ہے، اسے حضرت صوفی صاحبؒ نے عربی میں منتقل فرما کر عربوں کے ہاں اس کتاب کو متعارف کرایا اور اس پر ایک تعارفی مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے، یہ ۷۷ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۸۷ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے اسے شائع کیا ہے۔

(۷) مبادی تاریخ الفلسفہ

یہ کتاب حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کی فلسفہ کی تاریخ کی مبادیات پر ہے، اصل کتاب اردو میں ہے، جسے حضرت صوفی صاحبؒ نے عربی میں منتقل کیا ہے اور اس کے آغاز میں حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کا تعارف بھی تحریر کیا ہے، اس کا مقصد بھی عرب دنیا میں اس کتاب کی افادیت کو اجاگر کرنا تھا، یہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ۱۹۸۷ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کی ہے۔

تصحیح،مقدمات اور حواشی

حضرت صوفی صاحبؒ نے اکابر کی جن عربی ،فارسی اور اردو کتابوں کی تصحیح فرمائی ،مقدمات اور حواشی لکھے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)اجوبۂ اربعین

یہ بانی دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی اردو تصنیف ہے جس میں فرقہ روافض کے ۴۰ اعتراضات کے دندان شکن اور محققانہ علمی جوابات دیے گئے ہیں ،اور اس پر حضرت صوفی صاحبؒ نے ایک مفصل مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے ،جس میں حضرت نانوتویؒ اور ان کی کتب کا تعارف بھی شامل ہے یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے اور ۳۹۳ صفحات ہیں ۱۹۸۱ء میں ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے اسے شائع کیا ہے۔

(۲)صرف ولی اللّٰہی المعروف صرف میر منظوم

یہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا علم صرف پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے ،۸ صفحات پر مشتمل فارسی نظم میں ہے ،اور اس میں ۱۷۸ اشعار ہیں ،جس میں علم صرف کی ابحاث کا بیان ہے ،حضرت صوفی صاحبؒ نے اس کی تصحیح فرما کر اور مقدمہ لکھ کر ۱۹۷۵ء میں ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم سے اسے شائع کرایا۔

(۳)خطبات صدارت

یہ کتاب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے ان خطبات صدارت کا مجموعہ ہے جو آپ نے جمعیۃ علماء ہند کی صدارت کے زمانہ میں اس کے مختلف مقامات میں منعقد ہونے والے اجلاسوں میں پیش فرمائے تھے ،یہ اردو زبان میں ہیں حضرت صوفی صاحبؒ نے بڑی جستجو اور کاوش سے ان کو حاصل کیا اور ان پر ایک بسیط اور مفید مقدمہ لکھا اور تصحیح بھی فرمائی جس میں حضرت مدنی ؒ کی ذات اور ان کی کتب کا مفصل تعارف بھی پیش کیا ،یہ کتاب ۵۰۴ صفحات پر مشتمل ۱۹۹۰ء میں ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کی ہے۔

(۴)تفسیر آیت النور

یہ کتاب حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کی عربی کتاب ہے جو قرآن کریم کی آیت '' اللہ نور السمٰوات والارض ......الآیۃ کی تشریح ہے حضرت صوفی صاحبؒ نے اس پر ایک بسیط مقدمہ اور تصحیح فرما کر اس کے آغاز میں حضرت شاہ رفیع الدینؒ کا تعارف بھی پیش کیا ہے، ۱۰۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو ۱۹۶۳ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے، بعدازاں مولانا حافظ عزیز الرحمٰنؒ ایل ایل بی نے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا جو اسی کے ساتھ مطبوعہ ہے۔

(۵) دمغ الباطل

یہ کتاب حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کی ایک ضخیم عربی کتاب ہے جو ۶۳۲ صفحات پر مشتمل ہے یہ نہایت دقیق، علمی، تصوف وسلوک اور مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی ابحاث پر مشتمل ہے، اس کتاب کے لئے حضرت صوفی صاحبؒ نے مسلسل پانچ سال تصحیح پر صرف کئے، اس پر مقدمہ بھی تحریر فرمایا، پھر کہیں یہ قابل استفادہ ہوئی، اس کی نقول حاصل کرنے کیلئے آپ نے محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ سے انڈیا میں طویل خط وکتابت بھی فرمائی، اس کتاب کو ۱۹۷۵ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے۔

(۶) مجموعہ رسائل حصہ اول

یہ کتاب حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے دس عربی وفارسی مختلف موضوعات کے رسائل پر مشتمل ہے، جس کی حضرت صوفی صاحبؒ نے تصحیح فرمائی اور مفید مقدمہ بھی تحریر فرمایا، اس کتاب میں آپؒ نے کافی حواشی بھی لکھے، ۱۳۶ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو ۱۹۶۲ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا۔

(۷) مجموعہ رسائل حصہ دوم

یہ کتاب بھی حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے عربی وفارسی بیس مختلف موضوعات کے رسائل کا مجموعہ ہے، اس کی بھی حضرت صوفی صاحبؒ نے تصحیح فرمائی اور اس پر بطور مقدمہ حضرت شاہ رفیع الدینؒ کا اور ان کی کتب کا تعارف راقم الحروف نے تحریر کیا ہے، یہ کتاب ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۹۳ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے اسے شائع کیا ہے۔

(۸) اسرار المحبۃ

یہ کتاب بھی حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کی عربی کتاب ہے جو محبت کے اسرار اور اقسام وغیرہ کے موضوع پر مشتمل ہے، کتاب کے آخر میں موضوع کی مناسبت سے کچھ قصائد بھی شامل کر دیے گئے ہیں، اس کتاب پر بھی حضرت صوفی صاحبؒ نے مقدمہ تحریر فرمایا اور اس کی تصحیح بھی فرمائی، ضرورت کے مقامات پر حواشی بھی لکھے، یہ کتاب ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ۱۹۶۲ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کی ہے۔

(۹) تکمیل الاذہان مع رسالہ دانشمندی

یہ دو کتابیں ہیں تکمیل الاذہان مع رسالہ مقدمۃ العلم حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کی عربی کتاب ہے، جو علم منطق وفلسفہ پر مشتمل ہے، اس میں چار ابواب ہیں ایک منطق پر دوسرا امور عامہ پر تیسرا تحصیل اور چوتھا تطبیق الآراء کے موضوع پر ہے، یہ کتاب ۱۷۵ صفحات پر مشتمل ہے جسے حضرت صوفی صاحبؒ کی تصحیح، مقدمہ مفیدہ اور حواشی کے ساتھ ۱۹۶۳ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے۔

جب کہ اسی کتاب کے ساتھ ۵ صفحات پر مشتمل رسالہ دانشمندی بھی ملحق ہے جو حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا عربی رسالہ ہے، موضوع کی مناسبت سے اسے بھی تکمیل الاذہان کے ساتھ ہی اکٹھا شائع کیا گیا ہے، یہ بھی ۱۹۶۴ء میں ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نے شائع کیا ہے۔

پس ماندہ تصنیفی کام

کتنا افسوس ہو رہا ہے قتیل
عمر تھوڑی اور کام بہت

افسوس کہ حضرت والد ماجدؒ کا بقایا تحریری کام عدم وسائل کی وجہ سے ان کی زندگی میں شائع ہو کر منظر عام پر نہ آ سکا، جس کا مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) آپؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی تفسیر عزیزی کا وہ مخطوطہ حصہ تصحیح کے ساتھ شائع کرنا

چاہتے تھے جوانہوں نے ہندوستان کے ایک کتب خانہ سے حاصل کیا تھا اور وہ سورۃ المومنون سے سورۃ یٰس تک کی تفسیر پر مشتمل ہے۔

(۲) حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ سے دورہ تفسیر قرآن کریم پڑھتے ہوئے انکی اردو تقریر کو آپؒ نے عربی میں منتقل کیا تھا، اس کی تصحیح فرما کر اسے بھی شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

(۳) شیخ ابوسعید مخزومیؒ کے مسئلہ وحدۃ الوجود پر ایک رسالہ کا آپؒ نے اردو ترجمہ کیا ہوا تھا اور اسے شائع کرانا چاہتے تھے۔

(۴) آپؒ کے دوسو سے زائد غیر مطبوعہ خطبات ابھی موجود ہیں جو کیسٹوں سے کاغذ پر بھی منتقل ہو چکے ہیں، ان کی اشاعت بھی نہ ہو سکی۔

(۵) آپؒ کی بخاری شریف مکمل دونوں جلدیں ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔

(۶) آپؒ کی مسلم شریف مکمل دو جلدیں ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔

(۷) آپؒ کی ترمذی شریف جلد اول ابواب الاحکام سے آخر تک اور جلد دوم مکمل ٹیپ ریکارڈ ہے۔

(۸) آپؒ کی سنن نسائی شریف دوسری جلد مکمل ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

(۹) آپؒ کی مشکوٰۃ شریف مکمل دونوں جلدیں ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔

(۱۰) آپؒ کی حجۃ اللہ البالغہ کی تقریر آخری سالوں میں جتنی پڑھاتے رہے وہ بھی ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہے، یہ سب ریکارڈنگ ہمارے مخدوم حضرت قاری محمد عبداللہ صاحب مدظلہ صدر مدرس شعبہ حفظ و ناظرہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے ذاتی طور پر کی ہے جو انہیں کے پاس محفوظ ہے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سا تحریری کام قابل اشاعت ہے، اللہ رب العزت ہی مسبب الاسباب ہے۔ وھو علیٰ کل شیء قدیر۔

تصنیفی اور تحقیقی کام پر اہل علم کی آراء، تقاریظ اور خطوط

قدر زر زرگر بداند یا بداند جوہری

حضرت صوفی صاحبؒ کی جان سوز اور بے مثل تصنیفی اور تحقیقی محنت و کاوش پر اہل علم، مؤرخین اور ان کے بعض اساتذہ نے جو وقیع آراء پیش فرمائیں، تائید کی، تشجیعی خطوط لکھے اور تعریفی و توصیفی تقاریظ تحریر فرمائیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، انہیں اگر من وعن یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب منصۂ شہود پر آ سکتی

ہے لیکن اس خدا مست، قلندر، تعریف و مدح سے بے نیاز اور درویش صفت انسان نے اپنے طبعی اور قدرتی مزاج کے مطابق ان خطوط کو زندگی بھر ظاہر ہی نہیں کیا، یہ ان کی وفات کے بعد ان کی کتب اور مسودات میں سے ہمیں ملے ہیں، ان خطوط کو مکمل صورت میں تبرک کے طور پر بھی کسی وقت شائع کیا جائے گا، تاہم سردست صرف ان کے اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں تا کہ تحریری طوالت سے بچا جا سکے۔

(۱) جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانیؒ

سابق وزیر معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان، شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل وصدر شعبہ تفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور نے اپنے تین خطوط میں حضرت صوفی صاحبؒ کی چھ ان کتب پر اپنی تقریظ لکھی جو حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ رفیع الدینؒ کی تصانیف پر تراجم، حواشی، تصحیح اور مقدمات کی صورت میں آپؒ نے بے مثل کارنامہ انجام دیتے ہوئے ان کو شائع کرایا۔

مجموعہ رسائل حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے بارے میں علامہ افغانیؒ رقمطراز ہیں،

محترم المقام......گرامی قدر......جناب صوفی صاحب زیدت فیوضاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

......''یہ مجموعہ جو دس رسائل پر مشتمل ہے اہل علم کے لئے بے حد مفید ہے بالخصوص رسالہ حملۃ العرش کا مضمون اپنے خاص رنگ میں بالکل اچھوتا ہے پھر اس مجموعہ پر مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی دام فیضہ کے حواشی نورٌ علی نور ہے مولانا موصوف کو معارف صوفیہ اور خاندان ولی اللہی کے علوم سے خاص مناسبت ہے میں علماء کے لئے اس کا مطالعہ ضروری سمجھتا ہوں......'' (۳ شعبان ۱۳۸۶ھ)

فیوضات حسینی ترجمہ تحفہ ابراہیمیہ حضرت مولانا حسین علی واں بھچراںؒ کے متعلق علامہ افغانیؒ رقمطراز ہیں،

''......آپ کی کتاب فیوضات حسینی پہنچی اور تعطیل کی وجہ سے مطالعہ سے بھی گزری ما شاء اللہ کتاب مفید ہے اور ارباب تشدد کے لئے داعی اعتدال اور موجب اصلاح ہے......'' (۵ شوال ۱۳۸۷ھ، ۶ جنوری ۱۹۶۸ء)

تکمیل الاذھان حضرت شاہ رفیع الدینؒ اور الطاف القدس فی معرفۃ لطائف النفس حضرت شاہ ولی

اللہؒ کے متعلق علامہ افغانیؒ رقمطراز ہیں،

''......الطاف القدس پر آپ کا مقدمہ اور تکمیل الاذہان پر آپ کا اجمالی تعارف آپ کے علمی ذوق اور ولی اللّٰہی علوم وحکم سے پوری مناسبت کی دلیل ہے، الطاف القدس کا ترجمہ بھی با محاورہ اور مطلب خیز ہے، تکمیل الاذہان کی اشاعت سے اصل کتاب کی حفاظت کا سامان تو ہوگیا ہے لیکن نفع عام اور تام کے لئے شرح اور تشریح کی ضرورت ہے جس کو آپ ان دو اصول کے تحت انشاء اللہ تعالیٰ انجام دے سکتے ہیں......''

(۲۰ رجب ۱۳۸۴ھ)

اسرار المحبۃ حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے متعلق علامہ افغانیؒ رقمطراز ہیں،

''......یہ رسالہ خاندان ولی اللّٰہی کے علوم میں بے مثال ہے، علماء کے لئے اس کا مطالعہ بے حد ضروری ہے......'' (۳ شعبان ۱۳۸۶ھ)

تفسیر آیت النور حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے متعلق علامہ افغانیؒ رقمطراز ہیں،

''......زیر تقریظ رسالہ کو جو میں نے دیکھا تو اس سے میں نے کافی استفادہ کیا، جس کی بناء پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آیت نور کے متعلق تفاسیر کا جس قدر ذخیرہ موجود ہے یہ چھوٹا سا رسالہ ان سب پر بھارا ہے اس سے ناظرین رسالہ مذکورہ کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں......'' احقر شمس الحق افغانی (۳ شعبان ۱۳۸۶ھ)

(۲) محدث العصر حضرت مولانا علامہ محمد یوسف بنوریؒ

بانی وسابق مہتمم الجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دمغ الباطل حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے بارے میں رقمطراز ہیں،

''گرامی مفاخر محترم......زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

''......کتاب مبارک ''دمغ الباطل'' از مؤلفات حضرت شاہ رفیع الدینؒ موصول ہوئی، جزاکم اللہ خیراً، نفیس کتاب کی نفیس طباعت پر اور بسلسلہ طباعت ونشر واشاعت قابل قدر جدوجہد کیلئے مبارک باد پیش کرتا ہوں، اور عمدہ مقدمہ کے لئے مزید ہدیہ تہنیت قبول فرمائیں، اگر چہ ماہی بــاول بــر کتکم والشیٔ عــن مــعــدنه لا یستغرب پہلے بھی علماء اور قدر دانوں کی دعاؤں اور شکر گزاری کے مستحق بن چکے ہیں، اور

راقم الحروف نے اگر چہ قلمی تقصیر کی ہوگی لیکن قلبی تقصیر نہیں ہوئی، فجزاکم اللّٰہ خیر مایجزی عبادہ المحسنین غامض ودقیق موضوع پرعمدہ تالیف وعمدہ خدمت ہر جہت سے قابل غبطہ ہے اگر چہ ناال دنیا اس پر آشوب دور میں اس کی قدر سے قاصر ہے، آج ہی مقدمہ سے مستفید ہوا ص ۳۸ پر آخری سطر میں ''الدھر'' قلمی سہو ہے (تطفیف) ہونی چاہیے.....'' (محمد یوسف بنوری عفی عنہ ۲۴ شوال ۱۳۹۶ھ)

(۳) محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ بھارت

حضرت اعظمیؒ سے حضرت صوفی صاحبؒ کی طویل خط وکتابت رہی ہے۔

تکمیل الاذہان، الطاف القدس اور دمغ الباطل کے بارے میں وہ رقمطراز ہیں۔

''.....فاضل گرامی مولانا عبدالحمید صاحب زید فضلکم.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ.....''تکمیل الاذہان'' اور ''الطاف القدس'' کا ایک ایک نسخہ ملا، اس عنایت ومحبت کا شکریہ، حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کی تصنیفات سے جو شغف آپ کو ہے، اوران کے علوم ومعارف کی اشاعت کی جو لگن آپ کے دل میں ہے اور اس سلسلہ میں آپ جو مسلسل دماغ سوزی فرمارہے ہیں، اس کے لئے آپ بہت زیادہ مستحق مبارکباد ہیں، اس بات کو میں نے پہلے ہی بھانپ لیا تھا، اس لئے مجھ کو بھی لالچ تھا کہ اس سلسلہ میں جو تعاون ممکن ہو اس سے دریغ نہ کروں، اس خیال کے تحت ''دمغ الباطل'' کی نقل حاصل کرنے ،اور منقولہ نسخہ کو دوسرے نسخوں سے مقابلہ کرانے کی کوشش کرتا رہا، الحمد للہ کہ اب یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچنے والا ہے.....'' والسلام (حبیب الرحمٰن الاعظمی از مئو انڈیا ۱۱ نومبر ۱۹۶۴ء)

(۴) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ

بانی وسابق صدر ومہتمم جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی

مفتی صاحبؒ حضرت صوفی صاحبؒ کے استاذ بھی ہیں ان سے ان کی تفسیر معارف القرآن کے حوالے سے آپ کی خط وکتابت بھی رہی ہے وہ دلیل المشرکین ترجمہ ایضاح المؤمنین حضرت مولانا احمد دین بگویؒ کے بارے میں رقمطراز ہیں،

''.....مولانا المحترم دامت فضائلہ.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ.....گرامی نامہ اور کتاب دلیل المشرکین وصول ہوئے، کتاب ماشاءاللہ بہت اہم ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ آپ نے اس کا ترجمہ کر

کے نافع عوام بنادیا......والسلام (بندہ محمد شفیع ۲۴/۳/۹۳ھ)

(۵) استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالقدیر کیملپوریؒ

جو حضرت صوفی صاحبؒ کے مایہ ناز اساتذہ میں سے ہیں وہ دلیل المشرکین کے متعلق رقمطراز ہیں،

''...... بخدمت محترم مولانا المکرم زاد اللہ مجدکم ...... بعد سلام مسنون...... آنجناب کی ارسال کردہ کتاب دلیل المشرکین موصول ہوئی، بعض مصروفیات کی وجہ سے عریضہ میں تاخیر ہوئی، رنجش نہ فرمائیں، کتاب میں کافی مفید مسائل مع الدلائل مذکور ہیں، ہاں بعض جگہ مسائل میں تساہل کا راستہ لیا گیا ہے، جن سے افادیت میں نقص آتا ہے لیکن الحمدللہ کہ آپ نے مناسب مقامات پر تعلیقات میں ان کی کمزوری پر بقدر ضرورت تنبیہ فرمادی جزاکم اللہ خیر الجزاء...... اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو قبول فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے، آمین......'' (بندہ عبدالقدیر مدرسہ نصیریہ غورغشتی کیملپور ۲۲ مئی ۱۹۷۳ء)

ایک دوسرے خط میں حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے رسالہ کے متعلق رقمطراز ہیں،

''...... بخدمت محترم عزیز القدر مولانا المکرم مولوی عبدالحمید صاحب زاد اللہ مجدکم ...... بعد سلام مسنون...... آپ کی جانب سے ہدیہ سنیہ علیہ حضرت مرحوم شاہ رفیع الدین صاحب کا گرامی قدر رسالہ پہنچا...... اس دور قاصر میں ایسی تحقیقات غامضہ کے فہم سے اکثر قاصر ہی رہتے ہیں، اس پرفتن دور میں ایسی تدقیقات کی پیاس کم پائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی اور جملہ معاونین حضرات کی سعی کو قبول فرمائے، اور حقائق حقہ سے لوگوں کو مستفید کرے اور زیغ تفلسف سے بچائے رکھے، والسلام......'' (بندہ عبدالقدیر مدرسہ دارالعلوم پیپلز کالونی نمبر۲ لائل پور ۱۹۷۶ء)

(۶) مجاہد کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ

سابق مدرس دارالعلوم دیوبند، بانی وسابق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ۔

نماز مسنون کلاں کے متعلق رقمطراز ہیں،

''مکرمی ومحترم المقام حضرت العلام مولانا صوفی عبدالحمید صاحب زید مجدکم...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ امید ہے کہ مزاج بالخیر ہوں گے، آپ کی حالیہ گرانقدر تصنیف ''نماز مسنون'' موصول ہوئی، ماشاء اللہ اس کی شدید ضرورت تھی، اس موضوع پر ایک جامع کتاب آپ نے تصنیف فرماکر فرض کفایہ ادا کردیا ہے،

طباعت کی عمدگی نے چار چاند لگا دیے ہیں، میری تو نظر کمزور ہے تاہم جگہ جگہ سننے میں حظ وافر اور بے حد مسرتیں حاصل ہوتی ہیں، میری دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ آپ کی یہ عظیم کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور دنیا و آخرت کے ترقیات اور لازوال نعمتوں سے مالا مال فرماوے۔'' والسلام (عبدالحق غفرلہ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور ۲۴ دسمبر ۱۹۸۶ء)

(۷) مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکویؒ

سابق رئیس دارالافتاء الجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

دمغ الباطل کے متعلق رقمطراز ہیں،

''......مکرم و محترم زیدت معالیکم......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......آپ قابل رشک خدمت انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے۔'' والسلام (ولی حسن ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ)

(۸) حضرت مولانا سید صبغۃ اللہ بختیاری چشتی قادری، نقشبندی، سہروردیؒ انڈیا

رقمطراز ہیں،

''......مخدومی دامت برکاتہم السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا گرامی نامہ اور مرسلہ ہدیہ محبت مل گیا، ماشاء اللہ جو محنت آپ نے کی وہ لائق داد ہے، اللہ آپ کو اسی طرح تحقیقات علمی کی توفیق دے......'' والسلام (دعا گو و دعا جو سید شاہ صبغۃ اللہ بختیاری چشتی قادری نقشبندی سہروردی مدرس مدرسہ باقیات صالحات، ویلور، مدراس اسٹیٹ جنوبی انڈیا ۶۴/۱۱/۱۰)

(۹) حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

سابق مدیر ماہنامہ بینات کراچی رقمطراز ہیں،

حضرت مخدوم و مکرم، زادھم اللہ علماً و معرفۃً السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''......آنجناب کے تحفۂ علمیہ ''دمغ الباطل'' کے دو نسخے تبصرہ کیلئے ملے، خاندان ولی اللّٰہی کے علوم و معارف سے جو شغف آنجناب کو عطا ہوا ہے، لائق صد رشک اور موجب سعادت و برکت ہے......'' والسلام (محمد یوسف عفا اللہ عنہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ)

(۱۰) محقق العصر حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ کراچی

سابق استاذ تخصص الجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی رقمطراز ہیں،

حضرت والا مرتبت متع اللہ المسلمین بفیوضہم و برکاتہم ،السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،الحمد للہ علی العافیہ، جناب کا ہدیہ سنیہ ''دمغ الباطل'' وصول ہوا جزاکم اللّٰہ تعالیٰ عنی وعن سائر اھل العلم خیراً ، کتاب کی طباعت ،کاغذ، جلد حد درجہ دیدہ زیب ہے، آپ کا گرانقدر قیمتی مقدمہ پڑھا، سبحان اللہ آپ نے مشکل مباحث کو کتنے سہل انداز میں بیان کر دیا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، البتہ بعض اقتباسات کے حوالے بھی اگر درج ہو جاتے تو اہل علم کو مراجعت میں آسانی ہوتی، باوجود مصروفیت کے میں نے آپ کا مقدمہ اور مکتوب مدنی پڑھ لیا ہے......'' والسلام (محمد عبدالرشید نعمانی لکشمی نواس نمبرے نزد ڈاکخانہ شومارکیٹ کراچی ۳)

(۱۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ

سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور نماز مسنون کلاں کے بارے میں رقمطراز ہیں،

''محترم المقام مخدوم العلماء، محقق مفخم جناب مولانا الکریم صوفی عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! .

گزشتہ سے گزشتہ سال جناب کی کتاب لطیف متعلق مسائل نماز کے بارے میں بندہ نے بطور اظہار تشکر ومسرت ایک مفصل مضمون تقریظ ایک مولوی صاحب کے ہاتھ ارسال کیا تھا، مولانا المحترم المکرم صفدر مدظلہ کے خط سے معلوم ہوا کہ اس شخص نے خیانت کی اور مضمون آپ تک نہیں پہنچایا بڑا افسوس ہوا آپ کو میرے اس رویہ سے (جبکہ میں معذور تھا) یقیناً رنج ہوا ہوگا، میں مکرر معافی کا خواستگار ہوں، مگر عذر آپ نے سن لیا، امید واثق رکھتا ہوں، کہ معاف فرمائیں گے۔

والعذر عند کرام الناس مقبول

اس مضمون طویل کا خلاصہ یہ تھا کہ (۱) آپ کی مذکورہ صدر تصنیف بے نظیر ہے، اردو میں بے مثیل ہے، اور ایک دائمی شاہکار۔ (۲) نہایت مفید مدلل وجامع ہے۔ (۳) ترتیب اسلوب بیان، انتخاب مضامین ومسائل واحکام جذاب القلوب ودلکش ہے، (۴) اولاً کئی ماہ تک میں خود اس کا مطالعہ کرتا رہا اور دعائیں دیتا رہا پھر اپنے بچوں کو دی اور وہ مدت تک بلکہ اب تک اس سے مستفید ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے (۵) مدت سے میں اردو زبان میں اس قسم کی کتاب کے فقدان سے خلا محسوس کر رہا تھا میری تمنی وخواہش

شدید تھی ایسی کتاب کی، آپ کی کتاب ہٰذا سے میری قلبی آرزو پوری ہوئی، فالحمد لله جزاك الله عنی وعن امة محمد ﷺ خیراً، آپ جیسے علماء کبار کا وجود امت کے لئے عظیم رحمت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ علم وخدمات اسلامیہ ہم پر او رامت پر سدا قائم رکھے، آمین ثم آمین، دعا کی درخواست ہے۔

والسلام (محمد موسیٰ عفی عنہ، جامعہ اشرفیہ لاہور شب ۲۸ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ)

(۱۲) حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ العالی

مہتمم الجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی نماز مسنون کلاں کے متعلق رقمطراز ہیں،

محترم جناب حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی مولانا عبدالرزاق صاحب لدھیانوی نے آپ کی طرف سے ایک نہایت قیمتی تحفہ ''نماز مسنون'' عنایت کیا، جزاکم اللہ احسن الجزاء، ماشاء اللہ بہت محنت فرمائی ہے، اور امت کے لئے نماز جیسی بنیادی عبادت میں رہنمائی فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی، علم وعمل اور قلم میں برکت فرمائے تاکہ اسی طرح تعمیری انداز میں آئندہ بھی مختلف موضوعات پر کام ہوتا رہے، انشاء اللہ میں خود بھی استفادہ کروں گا اور دوسروں کو بھی پڑھنے کے لئے دوں گا۔ والسلام (طالب دعا عبدالرزاق اسکندر جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی نمبر ۵، ۲۹/۳/۱۴۰۷ھ/۳/۱۲/۱۹۸۶ء)

(۱۳) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

نائب صدر دارالعلوم کراچی رقمطراز ہیں

مخدومی مکرمی ومحترمی حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

جناب کے افادات علمیہ قیمہ باعث تسکین قلب ونظر ہوتے رہتے ہیں حفظکم اللّٰہ ذخراً للاسلام والمسلمین، تازہ کارنامہ ''دمغ الباطل'' کے دو نسخے برائے تبصرہ موصول ہوئے، انشاء اللہ تبصرہ کسی قریبی اشاعت میں شائع کرنے کی کوشش کروں گا، دعاؤں میں اس ناکارہ کو یاد رکھنے کی درخواست ہے۔'' والسلام (احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۲۴/۱۲/۹۶ھ)

(۱۴) حضرت مولانا سید عبدالشکور ترمذیؒ فاضل دیوبند

مفتی و مہتمم مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا معالم العرفان کے متعلق رقمطراز ہیں،

بخدمت گرامی حضرت مولانا عبدالحمید صاحب دامت معالیکم وعرفانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''......سورۃ فاتحہ کے درس پر کہیں کہیں سے نظر ڈالی ماشاء اللہ نہایت عام فہم زبان میں بڑی سلاست و جامعیت کے ساتھ قرآن کریم کے معانی اور مطالب کو بیان فرمایا گیا ہے، ساتھ ہی اہل علم ونظر کے لئے اختلافی مسائل کی بھی مختصر توضیح اور ان کے دلائل کی طرف اشارہ کر دیا گیا جس سے معالم العرفان کی افادیت کا دائرہ صرف عوام تک محدود نہیں رہا بلکہ طلباء اور علماء تک وسیع ہوگیا اللہ تعالیٰ ہر خاص و عام کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کو قبول تام نصیب ہو آمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ واصحابہ اجمعین ۔ والسلام مسک الختام (سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ ۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ)

نیز دلیل المشرکین کے متعلق اپنے ایک طویل خط میں رقمطراز ہیں،

...... جناب کی مرسلہ کتاب ''دلیل المشرکین'' پہنچی ، اس کا اکثر حصہ مع حاشیہ کے نظر سے گزرا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

آپ نے یہ بڑی خدمت انجام دی ہے، مسئلہ سماع موتی پر آپ نے خوب انصاف سے کام لیا ہے، یہی صحیح اور مستقیم راہ ہے،......دل چاہتا تھا کہ کسی وقت ملاقات کے لئے حاضر ہوں......''

والسلام (سید عبدالشکور ترمذی ساہی وال ضلع سرگودھا ۹ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ)

(۱۵) شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ العالی

جامعہ قاسم العلوم ملتان نماز مسنون کلاں کے متعلق رقمطراز ہیں،

مخدوم ومکرم حضرت مولانا عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''......نماز کے موضوع پر حضرت والا نے ایسی جامع مفصل کتاب لکھ کر اور بہترین صورت میں اسے شائع فرما کر ملت اسلامیہ پاکستانیہ پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے، جزاکم اللہ تعالیٰ ونفعنا اللہ

بعلومکم وطول بقائکم بندہ کو پاکیزہ دعاؤں سے سعادت بخشی جائے ۔(خادم فیض احمد غفرلہ ۲۵/۲/۱۴۰۷ھ")

(۱۶) شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ العالی فاضل دیو بند

مہتم دار العلوم تعلیم القرآن پلندری آزاد کشمیر نماز مسنون کلاں کے متعلق رقمطراز ہیں،

"حضرت العلام جناب صوفی صاحب زید مجدہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

"......ماشاءاللہ اس میں صرف نماز کا مسنون طریقہ ہی بیان نہیں ہے بلکہ بہت عمدہ اسلوب کے ساتھ اچھی علمی تحقیق بھی ہے جس سے عوام اور طلباء ہی نہیں بلکہ اہل علم حضرات بھی استفادہ کر سکیں گے ، بحمد اللہ بہت ہی مبارک کوشش ہے......" والسلام (محمد یوسف خان عفی عنہ ۱۷/۶/۱۹۸۷ء)

(۱۷) حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ

سابق مہتمم الجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن اپنے ایک طویل خط میں رقمطراز ہیں،

"گرامی قدر وعالی مرتبت حضرت مولانا مدظلہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ وبعد

......آپ کی پیاری پیاری تحقیقات مفیدہ اور نکات علمیہ اور بحر زخار کی نشان دہی کرنے والی کتب نہایت قابل قدر ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں......والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ (خادمکم محمد حبیب اللہ مختار ۲۷/۷/۱۴۰۸ھ/۱۷/۳/۱۹۸۸ء)

(۱۸) حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ پی ایچ ڈی لندن فاضل دیو بند

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر برطانیہ دمغ الباطل اور ایساغوجی کے متعلق رقمطراز ہیں،

"......الحمد للہ کہ اخی فی اللہ مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی فاضل دیو بند نے ایساغوجی پر محنت کر کے اس ضرورت کو باحسن وجوہ پورا کر دیا ہے، اس کا مقدمہ بہت مفید اور جامع ہے، اس کا بار بار مطالعہ اور تکرار طلبہ میں علم وادراک کا حقیقی ذوق پیدا کر سکتا ہے، بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ایساغوجی کی ایسی مفید اور موجز اردو شرح اس سے پہلے دیکھی نہیں گئی، اللہ تعالیٰ نے فاضل مؤلف سے وہ خدمت لی ہے کہ مدارس عربی کے طلبہ تو درکنار جدید مدارس کے علمی ذوق رکھنے والے طلبہ بھی اس سے بہت اچھی طرح استفادہ کر سکتے

ہیں، حق تعالیٰ مؤلف کی اس کوشش کو اسلامی حقائق و معارف تک پہنچنے کے لئے موثر اور موجب بنائے وما ذالک علی اللہ بعزیز......

......حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ آپ نے دمغ الباطل شائع کر کے ایک طرف اس خاندان دہلی کا حق وفا ادا کیا ہے تو دوسری طرف اس پر ایک نہایت علمی اور جامع مقدمہ تحریر کر کے مسلمانان پاک و ہند پر عظیم احسان کیا ہے، ضروری مقامات پر حواشی لکھ کر آپ نے موضوع کو نہایت سہل کر دیا ہے......الحمدللہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم کی مساعی جمیلہ سے آج دمغ الباطل ہر طبقہ علم میں خراج تحسین حاصل کر رہی ہے۔(خالد محمود حال ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر)

(۱۹) جناب پروفیسر محمد سرور مرحوم

تلمیذ رشید امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اپنے ایک طویل خط میں رقم طراز ہیں،

محترمی و مکرمی جناب مولانا عبدالحمید سواتی صاحب زاد لطفکم

السلام علیکم......کتاب دمغ الباطل ملی، آپ کی اس کرم فرمائی کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں ایک دن خود گوجرانوالہ حاضر ہو کر نیاز حاصل کروں گا اور شکریہ عرض کروں گا......آپ جو کام کر رہے ہیں ہم سب جہاں پہنچتے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہیں......ایک بات عرض کروں، آپ ایسے حضرات کو جو اتنے اچھے علمی و فکری کام کر رہے ہیں سیاسیات سے بالکل دور رہنا چاہیے، ہماری سیاست ابھی اور بگڑے گی اور حالات اور زیادہ خراب ہوں گے مصر کے شیخ عبدہ جب آخر میں آپ جیسے تعلیمی و علمی کاموں میں لگے تو فرماتے تھے "لعنت ہو سیاست پر اور اس کے تمام مشتقات پر"، میں ضرور حاضر خدمت ہوں گا۔(آپ کا ایک عقیدت مند محمد سرور ۴۶۳ شادمان کالونی لاہور ۱۷/۱۲/۷۶ء)

(۲۰) حضرت مولانا ڈاکٹر محمد مظہر بقاؒ ایم اے فاضل دیوبند

استاذ شعبہ معارف اسلامیہ کراچی یونیورسٹی کراچی الطاف القدس کے متعلق اپنے ایک طویل خط میں رقمطراز ہیں،

مخدوم و مکرم......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

......آپ نے الطاف القدس کے مقدمہ میں جو یہ لکھا ہے کہ ضروری نہیں کہ شاہ صاحب کی ہر بات سے اتفاق کیا جائے اسے پڑھ کر مجھے بڑی تقویت ہوئی۔ والسلام (خادم مظہر بقا ۱۶/۳/۶۵ء)

(۲۱) حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین فاضل دیوبند آف درویش ہری پور ہزارہ

فیوضات حسینی کے متعلق اپنے ایک طویل خط میں رقمطراز ہیں،

''بخدمت گرامی محسن مکرم جناب مولانا صاحب دام لطفہ وکرمہ عرض آنکہ کتاب مستطاب ''فیوضات حسینی'' جو آنجناب نے ازراہ لطف وکرم ہدیۂ ارسال فرمائی تھی، پرسوں نظر نواز ہوئی، جزاکم اللہ کتاب ملتے ہی اس کا مقدمہ تو اسی نشست میں بتمام وکمال پڑھ لیا، ماشاء اللہ تعالیٰ، بہت معتدل اور مناسب ومتین محاکمہ فرمایا ہے اور احقاق حق کا حق ادا کیا ہے،

؎ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

آمین ثم آمین، حق یہ ہے کہ کتاب کی ظاہری خوبصورتی بھی بہت ہی جاذب توجہ وقابل داد ہے، واقعہ یہ ہے کہ کتاب معنوی لحاظ سے کتنی ہی بلند پایہ کیوں نہ ہو جب تک اس کا ظاہری لباس جاذب نظر نہ ہو اس کی ترویج واشاعت پر برا اثر پڑتا ہے......(ازفقیر محمد شمس الدین عفی عنہ از درویش ڈاکخانہ ہری پور ہزارہ اتوار ۲۱ رمضان ۱۳۸۷ھ)

(۲۲) استاذ العلماء حضرت مولانا فضل محمدؒ فاضل دیوبند

مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاونگر دلیل المشرکین کے متعلق اپنے ایک طویل خط میں رقمطراز ہیں،

''بگرامی خدمت جناب مولانا عبدالحمید صاحب سواتی زید مجدہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف......اس عظیم کارنامہ پر بندہ ہدیہ تبرک پیش کرتے ہوئے فخر ومباہات کے جذبات سے سرشار ہے، علمی حلقوں میں جناب کا یہ کارنامہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا.......والسلام بندہ فضل محمد مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاول نگر، ۸/۵/۷۳ء)

نیز فیوضات حسینی کے متعلق لکھتے ہیں......

''امام المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ العزیز کی تصنیف لطیف ''فیوضات حسینی''

آپ کے ترجمے، مقدمے اور حواشی وتعلیقات سے مزین ہوکر نظر افروز ہوئی، ماشاءاللہ کتاب علوم ومعارف کا خزینہ اور حقائق ودقائق کا دفینہ ہے اور بڑے گرانقدر معلومات اور بیش بہا افادات پر مشتمل ومحتوی ہے، آپ سے حق تعالیٰ نے بڑا عظیم کام لیا ہے کہ اس در بے بہا اور لؤلؤ لالا کو گمنامی کے پردوں سے نکال کر منظر عام پر لانے کی توفیق بخشی جزاک اللہ احسن الجزاء، نیز آپ کا قیمتی مقدمہ جس میں آپ نے مسئلہ وحدت الوجود پر بڑے اچھوتے اور نرالے انداز میں روشنی ڈالی ہے، اور اس مشکل ترین اور غامض ترین مسئلہ کو جس میں بڑے بڑے شہسواران قلم کا رہوار قلم بہک گیا ہے، آپ نے اکابر علماء کرام کی عبارات کی روشنی میں حل کیا ہے اس عظیم خدمت کیلئے آپ تمام علماء کرام کی طرف سے زبردست شکریے کے مستحق ہیں، اور لائق صد تبریک وتحسین...... والسلام (بندہ فضل محمد غفرلہ مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاول نگر)

نیز دمغ الباطل کے متعلق اپنے ایک طویل خط میں رقمطراز ہیں،

''...... جناب والا نے اس کتاب کے ایڈٹ کرنے میں جو غیر معمولی کوشش وکاوش اور جو بے پناہ، عرق ریزی وجانفشانی فرمائی ہے اور اس کی نقول حاصل کرنے میں جو محنت کی ہے اور جس ذہانت وفطانت اور دقت وعمق سے اس کی تصحیح کی ہے اس کے لئے آپ ملک وملت کی طرف سے زبردست شکریہ کے مستحق ہیں، آپ کا یہ عظیم کارنامہ ہے ایسا کارنامہ جو تاریخ کے صفحات پر آفتاب عالمتاب کی طرف جگمگاتا رہے گا...... (بندہ فضل محمد غفرلہ مہتمم مدرسہ عربیہ، قاسم العلوم فقیر والی، ۲۳ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ)

(۲۳) حضرت مولانا علامہ پروفیسر میاں منظور احمدؒ فاضل دیوبند

سابق شیخ الحدیث دار العلوم الشہابیہ سیالکوٹ معالم العرفان فی دروس القرآن اور نماز مسنون کلاں کے متعلق اپنے ایک طویل خط میں رقمطراز ہیں،

''محترمی ومکرمی صوفی صاحب ادام اللہ برکاتکم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ...... آپ اس دور جاہلیت جدیدہ میں بفضلہ تعالیٰ علم کا حق ادا کررہے ہیں، آپ کے دروس سے استفادہ کرتا ہوں، نماز کو جستہ جستہ دیکھا ہے، الحمدللہ کہ آپ نے نہایت عالمانہ ومحققانہ انداز میں کچھ برخود غلط لوگوں کے اڑائے ہوئے گردوغبار کو چھانٹ دیا ہے...... والسلام خیر الختام (الاحقر پروفیسر میاں منظور احمد دار العلوم الشہابیہ سیالکوٹ)

(۲۴) جناب ڈاکٹر شیر بہادر خان پنیؒ معروف مؤرخ صوبہ سرحد

دارالشفاء ایبٹ آباد نے اپنے کئی طویل خطوط میں متعدد کتابوں کے بارے میں لکھا ہے،

''محترمی مولانا مدظلہ......السلام علیکم......معالم العرفان فی دروس القرآن (سورۃ بقرہ) کا مطالعہ ابھی ختم کیا۔ زیست کا مزہ پایا۔ راحت دل و جان کا سامان پایا، اپنی اس زندگی میں بہت سے تفاسیر و تراجم (اردو انگریزی) کا مطالعہ کیا اور کررہا ہوں در من شوق ہر خرمن علم سے بھرنے کا جذبہ بے قرار پایا اور یہ اب تک جاری ہے لیکن کہنا پڑتا ہے کہ آخر زندگی آپ کے دروس سے خاص لطف پایا، آپ کے طرز ادا و تشریح میں ایک خاص چاشنی ہے، مقامی شاگرد تو آپ سے بالمشافہہ فیض اٹھا رہے ہیں، اور میرے جیسے دور رہنے والے مشتاق ان دروس سے فیض اٹھا رہے ہیں......آپ کے دروس کی تشریح ہمہ تن لاجوب ہے جس کی تفصیل میرا عاجز قلم بیان کرہی نہیں سکتا......'' (والسلام مع الاکرام،۳/۶/۸۵ء)

نیز دمغ الباطل کے متعلق رقمطراز ہیں

ملتے ہی کتاب دمغ الباطل شروع کردی آپ کا مقدمہ شروع کیا جس سے معلوم ہوا کہ آپ علم فقہ، منطق و معانی کے میدان کے بھی شہ سوار ہیں، ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء......(۱۱/۳/۱۹۸۴ء)

نیز مبادی تاریخ الفلسفہ کے متعلق رقمطراز ہیں،

......''تاریخ الفلسفہ'' کا دیباچہ کی تعریب آپ کے قلم سے تو علمی نوادرِ عبقری زمانہ کی یادگار ہے......(۳/۷/۱۹۸۷ء)

نیز نماز مسنون کلاں کے متعلق رقمطراز ہیں،

......نماز مسنون زیر مطالعہ ہے، آپ نے بڑی محنت اور علم کی بناء پر یہ ضخیم کتاب تیار فرمائی جو مسلمانوں کے لئے راہ ہدایت ہے، مجھے اس کے مطالعہ سے بہت فیض پہنچا ہے......(ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی، چنار روڈ یونیورسٹی ٹاؤن پشاور ۲۵/۱۱/۸۶ء)

نیز مقدمہ مسلم کے متعلق رقمطراز ہیں،

......صحیح مسلم کی تسہیل و توضیح از قلم جناب والا سے علماء سلف کی تحقیق و تلاش کا شہ کار ہے......

نیز نماز مسنون خورد کے متعلق لکھتے ہیں،

......آپ کا مختصر کتابچہ ''نماز مسنون'' تو ایجاز کا کرشمہ ہے اور وہ میں نے اپنی بیٹی کو دے دیا کہ وہ اپنے

بچوں کو پڑھائے......والسلام (۲۱/۳/۱۹۸۷ء)

نیز اجوبہ اربعین کے متعلق رقمطراز ہیں

......اجوبہ اربعین کا مطالعہ ختم کر لیا ہے، اس نے میرے علم میں بہت اضافہ کیا، خاص کر آیات قرآن متعلقہ غار ثور اور علو مرتبت خلفاء راشدین حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ، ویسے کتاب بڑی ادق اور منطقی ہے...... والسلام (۷ جون ۱۹۸۴ء)

(۲۵) جناب محمد خواص اعوانؒ، مشہور مؤرخ صوبہ سرحد

ہیڑاں تحصیل مانسہرہ، دلیل المشرکین کے بارے میں اپنے ایک طویل خط میں رقمطراز ہیں،

......محترم المقام جناب حضرت مولانا عبد الحمید سواتی، ہزاروی ثم المانسہروی، کونستوی، ڈھکی چیڑاں ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ......دلیل المشرکین ایک نادر اور نایاب کتاب منظر عام پر آئی جو آپ کی محنت اور کاوشوں کی مرہون منت ہے، اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور اسے مقبول بنائے، ایک عجیب بے بہا خزانہ اگل دیا ہے میں نے کتاب کے پہنچتے ہی از اول تا آخر اردو ترجمہ ہی نظر سے گزارا اور پھر آج ختم کرنے کے بعد آپ کو خط لکھنے بیٹھ گیا، آپ کی پہلی مترجم کتابیں بھی عاشقان دین و ولی اللٰہی کیلئے گراں مایہ تحفہ ہیں......آپ بھائیوں کی تصنیفات پر ہزارہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے کہ اس کی مٹی سے یہ پیدا ہوئے جنہوں نے دنیا میں دین کی خدمات کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہے اور اپنے لافانی کارنامے رہتی دنیا تک یادگار چھوڑ گئے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور انہیں آپ کی دوسرے جہاں کی زندگی کے لئے سرمایہ کرے......سلام مسنون عرض ہے (آپ کا نیازمند خادم العلماء، محمد خواص اعوان مقام ہیڑاں ڈاکخانہ اہل تحصیل مانسہرہ ہزارہ ۲۷ اپریل ۱۹۷۳ء)

نیز دمغ الباطل کے متعلق رقمطراز ہیں

......الحمد للہ مبارک ہو حضرت شاہ رفیع الدینؒ صاحب کی جانشینی کا حق ادا ہو رہا ہے اور ان کی گمنام غیر مطبوعہ کتب مع حواشی مفیدہ صفحۂ روزگار پر ظہور پذیر ہو رہی ہیں، جو ہر دونوں کی یاد کو رہتی دنیا تک تازہ کرتی رہیں گی......والسلام (خادم العلماء، خواص ہیڑاں ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۶ء)

نیز معالم العرفان فی دروس القرآن کے بارے میں رقمطراز ہیں

......آخری پارہ کی جلد ملی، کھول کر کچھ دیر اس کی جلد نفاست وخوبصورتی کو دیکھتا رہا، پھر کھول کر دیکھنے میں ورق اٹھائے......فہرست کتاب ہی سے ذخیرہ نایاب کا اندازہ ہوسکتا ہے، مبارکباد عرض کرتا ہوں، کوئی شک نہیں گھڑیاں آنے والی ہیں، صوفی عبدالحمید صاحب اوران کے برادر بزرگوار سرفراز خان صفدر جیسے عالم دنیا میں نہیں رہیں گے، نہ ان سے پہلے کوئی رہا نہ بعد والوں کے پاس کوئی چٹھی آئی ہے مگر ایک بات ہے کہ انکی لازوال تصنیفیں تو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی، وہ نہیں مٹ سکتیں مجھے فخر اس لئے بھی ہے کہ یہ صاحبان میرے ضلع تحصیل، علاقہ و پڑوس کے تھے اگرچہ اب آب ودانہ ان کا پنجاب میں لکھ دیا گیا ہے وہ ایک عالم کو اپنی علمی ضوفشانیوں سے ایک جگ کو منور کر رہے ہیں ...... والسلام (آپ کا خادم العلماء خواص ہیڑاں ۷ جنوری ۱۹۸۴ء)

(۲۶) حضرت مولانا فضل غنی ؒ فاضل دارالعلوم دیوبند

خطیب موضع میاں خان تحصیل وضلع مردان دروس القرآن کے بارے میں رقمطراز ہیں،

''جناب محترم مولانا الحاج صوفی عبدالحمید سلمہ المجید مہتمم نصرۃ العلوم مدظلہ العالی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

......دروس بہت ہی پسند آئے جس کی خاص وجہ یہ ہے کہ سلف صالحین کے مسلک کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے آج کل بعض نام نہاد دیوبندیوں کا طرز بیان تقریراً وتحریراً ایسا ہے جس سے نجدیت کی بوآتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو محفوظ رکھے......(بندہ فضل غنی فاضل دیوبند)

نیز نماز مسنون کلاں کے متعلق رقمطراز ہیں،

''......نماز مسنون کا تحفہ بھی وصول ہوا، مطالعہ شروع ہے ماشاء اللہ بلا مبالغہ اس ترتیب سے یہ پہلی کتاب ہے جو عالم ظہور میں آئی ہے، اگر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی زندہ ہوتے اور اس کتاب کا مطالعہ کرتے تو میرا یقین ہے کہ وہ فقہاء پر نہ برستے اور اپنی کج روی سے رجوع کر لیتے کہ فقہاء عظام کے جملہ مسائل احادیث سے ثابت ہیں اور صاحب کنز اور ہدایہ پر اور پرانے ذخیروں پر بمباری نہ کرتے، جزاکم اللّٰہ خیر الجزاء عنا وعن جمیع المسلمین ۔'' فقط والسلام (بندہ فضل غنی فاضل دیوبند ومولوی فاضل میاں خان تحصیل وضلع مردان ۲۸ مئی ۱۹۸۸ء)

(۲۷) جناب لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر حافظ قاری مولانا فیوض الرحمٰن جدون مدظلہ العالی

معالم العرفان فی دروس القرآن کے متعلق اپنے ایک طویل خط میں رقمطراز ہیں،

''حضرت المحترم......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''......معالم العرفان کے دروس جس قدر جلد ممکن ہو انہیں منظر عام پر لانے کی بھرپور سعی فرمائیں، یہ ماشاء اللہ بہت ہی معلوماتی، عام فہم اور مفید ہیں اکثر احباب نے ایک ایک سیٹ خرید بھی لیا تھا اور جس نے بھی دیکھا انہیں بہت پسند آیا......'' والسلام (فیوض الرحمٰن پی ایم اے کاکول ایبٹ آباد ۱۲/ ۸/ ۱۹۹۰ء)

نیز نماز مسنون کلاں کے متعلق رقمطراز ہیں،

''......آپ کا قیمتی تحفہ ''نماز'' بھی موصول ہوا، جزاکم اللہ خیرا، ماشاء اللہ بہت ہی معلوماتی کتاب ہے اور طباعت و کتابت بھی عمدہ ہے، اپنے ہاں لائبریریوں کے لئے بھی خریدیں گے انشاء اللہ اس کتاب پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں......والسلام (فیوض الرحمٰن ۲۰/ ۵/ ۱۴۰۷ھ۔)

نیز اسرار المحبۃ، ایساغوجی اور دیگر کتابوں کے متعلق رقمطراز ہیں،

''......یہ تینوں کتابیں پہلی بار دیکھی ہیں، اور ملتے ہی میں نے جوان کا سرسری مطالعہ کیا ہے، بہت خوشی ہوئی ہے، تصحیح کا کام آسان نہیں بلکہ بہت ہی کٹھن کام ہے، آپ کی محنت سے یہ نسخے اب عام ہو گئے جو کبھی ملتے بھی نہ تھے، ان پر آپ کے وقیع مقدمے دیکھ کر بھی مسرت ہوئی، آپ تو ماشاء اللہ عربی میں بھی خوب لکھتے ہیں......تشریحات سواتی بھی بہت خوب ہیں، ان میں انگریزی میں اصطلاحات کے نام جو لکھے گئے ہیں یہ بھی بہت ہی مناسب ہیں، اور وقت کی ضرورت ہیں......'' والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فیوض الرحمٰن پی ایم اے کاکول ایبٹ آباد)

(۲۸) جناب پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب کراچی

دمغ الباطل کے متعلق رقمطراز ہیں،

''حضرت مکرم مولانا سواتی صاحب زیدت معالیکم......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

......آپ کا گرانقدر علمی تحفہ دمغ الباطل (از شاہ رفیع الدینؒ) موصول ہوا، میں اس عنایت و محبت کے لئے دل سے شکر گزار ہوں، واقعی آپ نے بڑا عظیم الشان کام انجام دیا ہے، شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے

تمام رسالے جو آپ نے شائع کئے تھے وہ میرے پاس موجود ہیں، یہ کتاب تو اپنے موضوع پر ایک دائرۃ المعارف ہے اب تک کتابوں میں دمغ الباطل کا نام سنا تھا آج دیکھ بھی لیا، مقدمہ آپ کے علم وفضل پر دال ہے، کاغذ کتابت صحت ہر چیز مستغنی عن التبصرہ ہے، امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا، فقط والسلام (محمد ایوب قادری نارتھ ناظم آباد کراچی نمبر N۳۳/۱۷۴/۵A/۳/۱۹۷۷ء)

(۲۹) جناب ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

دمغ الباطل کے متعلق رقمطراز ہیں۔

......مکرمی ......سلام مسنون...... آپ نے جس محنت واستقلال سے کلاسیکی کتاب کو شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے، اس پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، (مخلص رشید احمد جالندھری ۲۳/۱۲/۱۹۷۵ء)

(۳۰) جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی حسینی لاہور

دمغ الباطل کے متعلق رقمطراز ہیں،

''بخدمت محترمی ومکرمی......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

......میرے لئے یہ کتاب سرمایہ سرور ہے کیونکہ میں خود شیخ اکبرؒ کا متبع ہوں...... میں حضرت اقدس شیخ الاسلام مجاہد اعظم حضرت سیدی حسین احمد صاحب مدنیؒ کا کفش بردار ہوں اس لئے ''حسینی'' کا اضافہ گاہے گاہے کر دیتا ہوں......نیاز مند طالب دعا (یوسف سلیم چشتی الحسینی عفی عنہ عشرت پبلشنگ ہاؤس ہسپتال روڈ لاہور ۲۰ نومبر ۱۹۷۶ء)

(۳۱) حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانوی مدظلہ

مدرس الجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم وافکار کے متعلق رقمطراز ہیں،

''بخدمت اقدس حضرت استاذی المحترم دامت فیوضھم......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

......حضرت والا بندہ بھی حضرت سندھیؒ کے بارے میں کچھ مذبذب ہی تھا، الحمدللہ کہ اس کتاب کے پڑھنے سے خصوصاً حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کا تعارفی مضمون پڑھ کر بالکل ذہن صاف ہوگیا اور حضرت سندھیؒ کے ساتھ محبت میں اضافہ ہوگیا والحمدللہ علیٰ ذٰلک اور آپ کی برکت سے

میری عاقبت درست ہوگئی، جزاکم اللہ احسن الجزاء......'' (محتاج دعا عبدالرزاق عفی عنہ کراچی)

(۳۲) جناب پروفیسر ابوالکلام خواجہ ملتان

نماز مسنون کلاں کے متعلق رقمطراز ہیں،

محترمی و مکرمی جناب حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب دامت برکاتکم العالیہ......السلام علیکم ......نماز کے بارے میں جامع و مانع کتاب جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت محتاج بیان نہیں، عنایت فرمانے پر ممنون ہوں، خداوند قدوس اس کتاب کو جو دائرہ معارف نماز کی حیثیت رکھتی ہے قبولیت سے سرفراز فرمادیں اور مجھ جیسے عاصی و خاطی کو اس سے علمی استفادے اور عملی اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں، آمین (دعاؤں کا محتاج ابوالکلام خواجہ معرفت خواجہ پیپر مارٹ چوک بازار ملتان ۱/۱/۸۷ء)

(۳۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا سید غلام نبی شاہ صاحب مدظلہ

مہتمم جامعہ عربیہ سراج العلوم جبوڑی مانسہرہ

تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کے متعلق اپنے ایک طویل خط میں رقمطراز ہیں،

''الی الاخ الصالح البارع پیکر اخلاص واخلاق حضرت علامہ مولانا محمد فیاض خان صاحب سواتی زیدت معالیکم سلام مسنون و نیاز مشحون......مزاج سامی،

......حضرت پیارے صوفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن نے احقر کو تو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے کہ تفسیر عزیزی کی یاد تازہ کردی، اگر اہل بغداد کو روح المعانی پر فخر ہے تو اہل پاکستان احناف خصوصاً مسلک دیوبند والوں کو معالم العرفان پر صد فخر ہے، اس تفسیر کی تعریف و توصیف بیان سے بالا و برتر ہے ''لھا مـنھا علیھا شواھد'' ''آفتاب آمد دلیل آفتاب'' ایسی پیاری تفسیر ہے کہ جس جلد کو ہاتھ میں لیتا ہوں جب تک اس کو بالاستیعاب نہ دیکھ لوں چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ......'' (فقط والسلام مع الود والاکرام من الحکیم احقر الانام سید غلام نبی شاہ عفی عنہ ۱۳ شعبان ۱۴۱۶ھ)

خلاصہ

حضرت صوفی صاحبؒ کے علمی، تحقیقی اور تصنیفی کام کے بارے میں جیسا کہ ہم نے شروع میں بھی عرض

کیا کہ اور بھی بہت سے اہل علم کے خطوط ہیں جنہیں تحریری طوالت کی وجہ سے شامل نہیں کیا گیا۔

شادی

حضرت صوفی صاحب ؒ کا پہلا نکاح انکی اچھڑیاں میں رہنے والی خالہ کے توسط سے اچھڑیاں میں ہوا تھا لیکن طویل عرصہ تک رخصتی نہ ہوسکی، کیونکہ آپ ؒ کے پاس مکان اور وسائل وغیرہ نہ تھے، اس لئے مناسب سمجھا کہ یہ نکاح ختم کردیا جائے، تاکہ لڑکی والے انتظار نہ کرتے رہیں نیز لڑکی کی عمر بڑھ جائے، جوان کے لئے پریشانی کا باعث بنے، تو اس نکاح کو رخصتی سے قبل ہی شرعی طور پر نصف مہر ادا کر کے ختم کردیا گیا، اچھڑیاں میں دارالعلوم دیوبند کے ایک قدیم فاضل حضرت مولانا حاجی فضل حق ؒ امام وخطیب مسجد اچھڑیاں کے توسط سے یہ کام انجام پایا، یہ حاجی صاحب ؒ بعد میں ہمارے رشتہ دار بھی بن گئے کہ ان کے بیٹے مولانا عبدالحق عامر سے حضرت مولانا سرفراز مدظلہ کی نواسی کا عقد نکاح ہوا انہوں نے اس معاملہ کو نمٹانے کے بعد حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کو ایک خط میں ساری تفصیلات لکھیں، جس سے تمام حالات آشکارا ہوجاتے ہیں، اس خط کو من وعن نقل کیا جاتا ہے۔

''محترم ومکرم جناب فیض مآب مولانا مولوی سرفراز صاحب دامت فیوضہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یہاں بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے، آپ کی خیرت خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں، آپ کے چھوٹے فرزند کی بیماری کا حال معلوم ہوکر دل کو رنج ہوا، اللہ تعالیٰ اس کو صحت کاملہ عطا کرے، آمین۔

آپ کا منی آرڈر مبلغ اڑھائی سو روپیہ کا تو آخر جولائی ۱۹۵۴ء میں آ گیا تھا لیکن پوسٹ ماسٹر اسلم خان برادر جہانداد خان نے روپیہ کل ۳ اگست ۱۹۵۴ء کو بندہ کو دیا تو کل ہی بی بی نیبھہ جان کو اور اس کی والدہ گل اندام کو حاجی گوہر آمان خان کے گھر بلایا اور اسلم خان و جہانداد خان پسران سبقت اللہ خان کو بھی بلایا اور حاجی گوہر آمان خان وغیرہ کی موجودگی میں مبلغ اڑھائی سو روپیہ نیبھہ جان کو دیا گیا اور رسید وصول کی اس سے لیکر اس خط کے ہمراہ ارسال خدمت ہے امید ہے کہ وصولی سے مطلع فرمادیں گے، موافق ارشاد خدا تعالیٰ **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء** یہ آپ کا اور مولانا مولوی عبدالحمید صاحب کا تقویٰ ودینداری ہے کہ جو نصف حق مہر قرض واجب الاداء تھا وہ ادا کر کے سبکدوشی حاصل کی ورنہ عوام کالانعام تو اس کو لازم ہی

نہیں سمجھتے اس ہی واسطے بعض حاضرین نے آپ کے اس واقعہ کو تعجب اور استحسان کی نظر سے دیکھا اور اس واقعہ سے آپ نے علماء کے وقار کو بڑھایا اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہاں کی خوشی عطا کرے، آمین۔

اللّٰھم اعز الاسلام و المسلمین و اخذل الکفرۃ و الملحدین بحرمۃ عبادك الصالحین آمین۔

آپ کے خط کے جواب میں بہت تاخیر ہوئی لیکن بایں وجہ ہوئی کہ روپیہ ڈاکخانہ سے بہت دنوں کے بعد وصول ہوا، امید ہے کہ معذور سمجھ کر معاف فرمائیں گے، جناب مولانا مولوی عبدالحمید صاحب و آپ کے خسر صاحب مولوی صاحب کی خدمت سلام مسنون عرض کریں، چھوٹے بچوں کو دعا قبول ہوئے، آپ نے جو ساٹھ روپیہ حاجی گوہر آمان خان کے نام بھیجا تھا وہ ان کو مل گیا ہے، تسلی فرمادیں وہ بھی خط آپ کو لکھیں گے۔

فقط والسلام

بندہ فضل حق عفی عنہ از اچھڑیاں ڈاکخانہ حاجی آباد ضلع ہزارہ

۴ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ"

اس کے بعد حضرت صوفی صاحبؒ نے شادی کا ارادہ ہی ترک کر دیا اور یہ طے کر لیا کہ زندگی بھر شادی نہیں کروں گا، لیکن خاندان کے بزرگوں، عزیزوں اور ان کے معتقدین نمازیوں نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ شادی کریں اس ضمن میں وہ یہ لطیفہ بھی سنایا کرتے تھے کہ "میرے بعض بے تکلف ساتھی یوں بھی کہہ دیتے تھے کہ شادی کر لو تا کہ جنازہ تو پڑھنا جائز ہو جائے" ہمارے ہاں پنجاب میں یہ کہاوت مشہور ہے کہ جو شادی نہیں کرتا اسکا جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ بمشکل وہ شادی کے لئے رضامند ہوئے اور گکھڑ میں ارائیں فیملی میں آپ کا نکاح ہو گیا جسے وہ اپنی ذاتی ڈائری میں یوں لکھتے ہیں،

"بروز پیر ۶ مئی ۱۹۶۳ء مطابق ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ پیر کا دن گزر کر منگل کی رات کو بعد نماز مغرب برمکان مہر کریم بخش صاحب ان کی دختر زہرہ بی بی کے ساتھ بندہ حقیر عبدالحمید سواتی کی شادی (نکاح) کی رسم سنت کے مطابق بعوض مہر فاطمی ۵۰۰ درہم = ۳۱۹ روپے پاکستانی قرار پائی، والحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام پائی حتیٰ کہ وہ برات میں بھی کسی کو ساتھ نہ لے کر گئے، اپنے قریبی ساتھیوں کو بھی انہوں نے سختی سے منع کر دیا تھا، ۱۹۹۹ء میں حضرت والد ماجدؒ کے ساتھ جب ہم مانسہرہ گئے تو وہاں حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحبؒ فاضل و سابق مدرس دار العلوم دیو بند کے گھر بھی گئے انہوں نے بڑی پر تکلف دعوت کی اور اس موقع پر انہوں نے یہ فرمایا کہ ''میں صوفی صاحبؒ کا واحد براتی ہوں'' کیونکہ وہ اتفاقی طور پر نکاح میں شریک ہو گئے تھے، حضرت والد ماجدؒ کی یہ شادی تقریباً ۴۶ سال کی عمر میں ہوئی تھی، میاں بیوی کی عمروں میں بے حد تفاوت تھا لیکن انہوں نے اس کے باوجود قابل رشک زندگی گزاری ہے، نہ مکان تھا نہ دولت تھی، زندگی گزارنے کے لئے یہ دو لوازمات تو ضرور چاہئیں لیکن وہ بھی نہ تھے، کچھ عرصہ گکھڑ میں اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی فیملی کے ساتھ بیوی کو رکھا، بعد از اں مدرسہ نصرۃ العلوم و جامع مسجد نور کی طرف سے مہتمم وخطیب کے لئے مدرسہ کے ساتھ پونے چار مرلہ رقبہ پر رہائش تعمیر ہوئی تو یہاں آ گئے اور تادم واپسیں اسی مکان میں قیام پذیر رہے، زندگی بھر اپنا مکان نہیں بنایا اور نہ ہی جائیداد حتیٰ کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے ترکہ میں ایک پائی بھی نہ تھی ما سوائے ان کفن کی چادروں کے جو انہوں نے خود خرید کر ایک عرصہ قبل ہی مستری محمد منیر کے پاس امانت رکھی ہوئی تھیں، اور ساتھ قبر کے لئے ایک ہزار روپیہ۔

اولاد

حضرت صوفی صاحبؒ کو اللہ رب العزت نے نو بچوں اور بچیوں سے نوازا، جن میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ان کی زندگی میں ہی وفات پا گئے اور باقی سات حین حیات ہیں۔

(۱) میمونہ

سب سے بڑی لڑکی ہیں، والد ماجد حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں،

''یکم جون ۱۹۶۴ء مطابق ۱۹ محرم ۱۳۸۴ھ بروز اتوار دن کے وقت ۱۲ بجے اور سوا بارہ کے درمیانی وقت میں بندہ غریب کے گھر میں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام ''میمونہ'' رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس کی عمر دراز فرمائے اور صحت و عافیت سے رکھے، آمین، عبدالحمید۔''

(۲) محمد فیاض خان

دوسرے نمبر پر احقر محمد فیاض خان سواتی ہے، حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں احقر کے متعلق لکھتے ہیں،

''۱۲ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۶۶ء بدھ کا دن گزر کر اگلی رات کو سوا آٹھ بجے اور پونے نو بجے کے درمیانی وقت میں اللہ تعالیٰ نے بندہ عبدالحمید سواتی کو ایک فرزند عطا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ایمان کی سلامتی سے اس کی عمر دراز فرمائے اور اس کو مبارک و مسعود بنائے، جس کا نام حسب اشارۂ رؤیا ''محمد فیاض خان'' رکھا ہے، واللہ اعلم، آج سے تقریباً ۱۹ ماہ قبل جب میمونہ کی ولادت ابھی نہیں ہوئی تھی، بندہ نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے، اور اس کا نام کمیٹی میں ''محمد فیاض خان'' لکھوایا گیا ہے چنانچہ جب میمونہ کی ولادت ہوئی تو میں حیران رہ گیا کیونکہ خواب کی حالت اچھی تھی، جب فیاض کی ولادت ہوئی تو یقین ہو گیا کہ اس خواب کی یہی تعبیر ہے، واللہ اعلم۔ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ ۶ جنوری ۱۹۶۶ء۔''

(۳) محمد ریاض خان

تیسرے نمبر پر محمد ریاض خان سواتی ہے، جس کے متعلق حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں،

''۲۷ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ، ۲۶ اپریل ۱۹۶۸ء جمعۃ المبارک کا دن گزر کر ہفتے کی رات سوا دو بجے کے عمل میں بندہ کے گھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک لڑکا عطا فرمایا ہے، جس کا نام محمد ریاض خان رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس کی عمر دراز کرے اور ہر قسم کی آفات سے اس کی حفاظت فرمائے، آمین (عبدالحمید سواتی)

بروز جمعۃ المبارک نو بجے صبح محمد ریاض خان کے سر کے بال اتارے گئے اور اسی وقت اس کی ختنہ بھی کرادی گئی، اللہ تعالیٰ اس کو صحت و عافیت سے رکھے اور اپنا نیک و صالح بندہ بنائے، آمین۔ (۳ مئی ۱۹۶۸ء ۴ صفر ۱۳۸۸ھ)

(۴) عاتکہ

چوتھے نمبر پر عاتکہ ہے، جس کے بارے میں حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں،

''آج بروز سوموار (پیر) بعداز اذان عصر (ساڑھے چار بجے سے پانچ بجے کے درمیان) اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ایک بچی عطا فرمائی جس کا نام عاتکہ رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس کی عمر دراز فرمائے اور صحت و عافیت سے رکھے اس کو اللہ تعالیٰ دین کا علم عطا فرمائے اور دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے، آمین۔ تاریخ ۲۸ شوال ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۷۰ء، عبدالحمید سواتی۔''

(۵) محمد عیاض خان

پانچویں نمبر پر محمد عیاض خان ہے، جس کے بارے میں حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں،

''آج مؤرخہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز منگل بوقت ایک بجے دوپہر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ایک لڑکا عطا فرمایا ہے، جس کا نام ''محمد عیاض'' رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس کی عمر دراز کرے اور اس کو دین کا علم عطا فرمائے اور دین کا خادم بنائے اور ہر قسم کی آفات وبلیات سے اس کی حفاظت فرمائے، آمین (عبدالحمید سواتی)''

پھر جب محمد عیاض خان المعروف ''ججو'' وفات پا گیا تو حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنی ذاتی ڈائری میں لکھا: ''تقریباً بوقت عصر بروز بدھ چار بجے پچھلے پہر ۴ شوال ۱۴۱۷ھ ۱۲ فروری ۱۹۹۷ء محمد عیاض ججو مدرسہ نصرۃ العلوم کی بلند عمارت سے گر کر جاں بحق ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، عبدالحمید سواتی۔''

(۶) راشدہ

چھٹے نمبر پر راشدہ ہے، جس کے متعلق حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں،

''آج مؤرخہ ۳۰ رجبؒ ۱۳۹۶ھ ۲۹ جولائی ۱۹۷۶ء بروز جمعرات ایک اور سوا ایک بجے کے درمیانی وقت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بچی عطا فرمائی ہے، جس کا نام راشدہ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس کو صحت و عافیت سے رکھے اور ہر قسم کے مصائب وتکلیف سے محفوظ رکھے اور اس کو حافظہ قرآن بنائے اور دین کا علم عطا فرمائے، اور ایمان پر خاتمہ فرمائے، آمین'' عبدالحمید سواتی۔''

(۷) محمد عرباض خان

ساتویں نمبر پر محمد عرباض ہے جس کے متعلق حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں،

''آج مورخہ ۱۱ المحرم الحرام ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۷۸ء منگل کا دن گزر کر بدھ کی رات کو تقریباً چھ بجے بعد نماز مغرب اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک لڑکا عطا فرمایا ہے جس کا نام محمد عرباض خان رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو طویل العمر صالح با ایمان عالم با عمل اور دین اسلام کا خادم بنائے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کے فتن اور مصائب سے اپنی پناہ میں رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے، آمین'' عبد الحمید سواتی۔''

(۸) رابعہ

آٹھویں نمبر پر رابعہ ہے، جس کے متعلق حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں،

''۱۴ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ ۱۴ ستمبر ۱۹۸۱ء کا دن گزر کر منگل کی رات ساڑھے تین بجے (۳ بج کر ۳۰ منٹ) کے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے احقر کے گھر میں زہرہ بی بی سے ایک بچی عطا فرمائی ہے جس کا نام ''رابعہ'' تجویز کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اسکو نیک صالحہ، عالمہ، فاضلہ با ایمان، سعادتمند اور دین کی خادمہ بنائے اس کو عمر دراز عطا فرمائے اور صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے، ہر قسم کے آفات و مصائب سے محفوظ رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے، آمین۔ ۱۹ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ ۱۹ ستمبر ۱۹۸۱ء، احقر عبد الحمید سواتی۔''

(۹) لبابہ

نویں نمبر پر لبابہ ہے، جس کے متعلق حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں،

''ہفتہ کی شب ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ ۲۴ مارچ ۱۹۸۴ء دو بجے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے احقر کے گھر زہرہ بی بی سے ایک بچی عطا فرمائی ہے، جس کا م ''لبابہ'' تجویز کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو صحت و عافیت سے رکھے، اللہ تعالیٰ اس کو علم دین عطا فرمائے اور سعادت دارین سے نوازے اور عمر طویل عطا فرمائے، عبد الحمید سواتی۔''

پھر جب لبابہ وفات پا گئی تو حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنی ذاتی ڈائری میں لکھا،

''۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ ۲۵ مارچ ۱۹۸۴ء دن کے تین بجے کے وقت بغیر کسی بیماری کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک دو ہچکیاں لے کر فوت ہو گئی۔

ان للّٰہ ما اعطیٰ ولہ ما اخذ و کل شیء عندہ باجل مسمٰی

اللّٰھم اجعلھالنا فرطا واجعلھالنا اجراً وذخراً واجعلھالنا شافعة ومشفعة

عبدالحمید سواتی''

حج بیت اللہ وزیارات مقامات مقدسہ

حضرت والد ماجدؒ نے زندگی میں ایک ہی بار حج بیت اللہ ادا کیا، اور اس ضمن میں کئی عمرے، روضۂ اطہرؐ پر حاضری اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کی سعادت حاصل کی، ۱۸ اپریل ۱۹۶۲ء میں کراچی کے ساحل سے سفینہ حجاج بحری جہاز کے ذریعے آپؒ نے یہ سفر کیا تھا جو سمندر میں تقریباً ہفتہ بھر جاری رہا، اس جہاز کے بارے میں وہ بتایا کرتے تھے کہ پاکستان نے یہ جہاز جرمنی سے سیکنڈ ہینڈ خریدا تھا، جس کی کئی منزلیں تھیں جن میں سے جہاز چلتے وقت تین منزلیں تو پانی کے اندر ہی رہتی تھیں، ہماری رہائش اوپر کی منزلوں میں تھی، کبھی کبھی جہاز کے عرشہ پر بھی چلے جاتے تھے، اس سفر میں آپؒ کے ساتھ محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیملپوریؒ کی اہلیہ بھی اپنے بیٹے قاری عبیدالرحمٰن ور خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ سفر کر رہی تھیں، قاری عبیدالرحمٰنؒ ہمیں جہاز میں نماز کی جماعت بھی کراتے تھے، کچھ نمازوں کی امامت میں نے بھی کرائی تھی یہ وہ وقت تھا کہ اس زمانے میں ۵۰ روپے کی قلیل مالیت میں حج کا سفر ہو جاتا تھا بلکہ وہ فرماتے تھے کہ اس میں سے بھی باقی بچ جاتے تھے، اس وقت سرکاری طور پر حج کے لئے معلم مقرر ہوا کرتے تھے اور آپؒ نے یہ حج مکہ مکرمہ کے معلم سراج قصاص کی زیر نگرانی کیا تھا، جس نے آپؒ کے قیام کا بندوبست مکہ مکرمہ کے محلّہ جیاد میں کیا تھا۔

سفر مدینہ

آپؒ نے مدینہ منورہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر پر بھی حاضری دی، اور کئی دن وہاں قیام رہا، مدینہ منورہ کی دیگر زیارات سے بھی مشرف ہوئے، یہ سفر حج چونکہ بحری جہاز کے ذریعے ہوا تھا اور بحری سفر سے حج کرنے والوں کو کئی ماہ حرمین شریفین میں قیام کیلئے مل جاتے تھے، حضرتؒ بتایا کرتے تھے کہ جس سال میں نے حج کیا تھا اس سے ایک سال قبل مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لئے گاڑیاں اور موٹریں چلی تھیں، ورنہ اس سے پہلے لوگ اونٹوں وغیرہ پر ہی سفر کرتے تھے۔

سفر طائف

اس سفر میں آپؒ نے طائف کا سفر بھی کیا، اس کے لئے خصوصی پرمٹ بنوانا پڑتا تھا جو اپنے معلم کے ذریعے انہوں نے بنوایا تھا، سفر طائف میں آپؒ کے ہمراہ لاہور کے خطیب اسلام حضرت مولانا قاری محمد اجمل خانؒ بھی تھے، حضرت صوفی صاحبؒ نے اس سفر طائف کو اپنی شمائل ترمذی کی شرح ج اص ۱۶۶/۱۶۷ میں اس طرح بیان فرمایا ہے،

''آپ (حضرت عبداللہ بن عباسؓ) کی قبر بھی طائف میں ہی ہے، آپ کے نام سے طائف میں ایک پرانی مسجد بھی ہے، اب اس مسجد سے آگے سعودی حکومت نے ایک بڑی مسجد تعمیر کر دی ہے تاہم اصل مسجد میں بھی لوگ نماز پڑھتے ہیں، کیونکہ وہ پرانا ڈھانچہ اسی طرح قائم ہے، آپؓ کی قبر اس مسجد کی دیوار کے ساتھ ہی ہے اور اس پر گنبد بھی بنا ہوا ہے، جو کہ ترکوں کے زمانہ میں تعمیر کیا گیا تھا مگر یہ عموماً مقفل رہتی ہے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ حکومت کے کارندے کسی کو دیوار کے پاس بھی نہیں بیٹھنے دیتے، میں اور مولوی اجمل خان وہاں گئے تو دیوار کے ساتھ بیٹھ کر ایک پارہ قرآن پڑھنے کا ارادہ کیا مگر شرطوں نے ہمیں وہاں نہ بیٹھنے دیا، ہم نے ہر چند کہا کہ ہم کفر و شرک کا ارتکاب کرنے والے نہیں ہیں مگر وہ نہیں مانے لہٰذا ہم مسجد میں جا بیٹھے، طائف میں قیام کے دوران ہم نے بعض دوسری زیارات بھی دیکھیں وہاں پر کوئی با اعتبار گائیڈ تو ہمیں نہ مل سکا تاہم ہمارے ڈرائیور نے ہمیں بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں چیونٹیوں کی بستی تھی، (یہ جگہ طائف شہر سے دس بارہ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے) اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت بھی یہاں اترا تھا، ایک چھوٹا سا مکان تھا، اس میں انگور کی بیل بھی تھی، ساتھ ایک گراؤنڈ سا تھا، کہتے ہیں کہ اس جگہ تخت سلیمانی اترا تھا، واللہ اعلم، ہم حضرت علیؓ کی مسجد میں بھی گئے، قرنِ ثعالب کا وہ مقام بھی دیکھا جہاں آپ ﷺ لہو لہان ہو کر گر پڑے تھے، حقیقت یہ ہے کہ پاکستانیوں کی مشرکانہ حرکات کی وجہ سے حکومتی کارندے ایسی زیارات پر جانے سے روکتے ہیں بلکہ اصرار کرنے والوں کو گالیاں دیتے ہیں اور کہتے ہیں رح ہندی، پاکستانی، مشرک وغیرہ وغیرہ۔''

سفر حج کے چند واقعات

سفر حج کے متعلق آپؒ بتایا کرتے تھے کہ حرم شریف میں سابق صدر پاکستان کے والد چوہدری سردار بھی ہمارے ساتھ بیٹھتے تھے اور ہمارے محلے کے پئی والے حاجی عبدالرحمٰن مرحوم اور ان کی اہلیہ مرحومہ حاجی

عبداللہ مرحوم کی اہلیہ محترمہ، حاجی غلام رسول، اور محلہ کی دیگر کئی خواتین بھی وہاں حج کے لئے گئی ہوئی تھیں، یہ لوگ راستہ میں آپؒ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے، فرمایا ان خواتین نے میرے کپڑے دھونے اور کھانا چائے بنانے وغیرہ امور میں بہت تعاون کیا، میں نے انہیں شرعی طریقے کے مطابق افعال حج ادا کرنے میں راہنمائی کی اور انہوں نے میری خدمت کی حتیٰ کہ واپسی پر میری وہاں سے خریدی ہوئی کتابوں کے بکس اور آب زم زم کا ڈرم بھی وہی اٹھا کر لائے تھے۔

عرب میں گرمی ویسے ہی بہت ہوتی ہے اور آپؒ نے حج گرمی کے موسم میں کیا تھا، فرماتے تھے کہ وہاں مجھے گرمی سے سخت بخار ہو گیا تو میں ٹھنڈے پانی سے نہایا، پسینہ آیا اور بالکل ٹھیک ہو گیا، وہاں کے گرم موسم کی وجہ سے ہمارے سارے ہی ساتھی بیمار ہوئے تھے، اس وقت حرم کے صحن میں موجودہ سہولتیں نہ تھیں، دوپہر کے وقت جب گرمی اپنے شباب پر ہوتی اور سورج آگ برسا رہا ہوتا، تو کچھ وقت کے لئے طواف تقریباً رک جاتا لیکن ہم نے دیکھا کہ امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے صاحبزادے حافظ حبیب اللہؒ اس وقت بھی ایک چمڑے کی معمولی سی چپل پہن کر گرمی سے بے نیاز طواف میں مصروف ہوتے وہ مجذوب الحال آدمی تھے اور ایک طواف میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے۔

وہ حرم میں درس بھی دیا کرتے تھے، میں نے ان کے متعلق وہاں کے ایک عرب سے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے اور کیسا درس دیتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ ہندی نوجوان ہے، بڑا صالح آدمی ہے لیکن زبان نہیں یعنی عربی فصیح نہیں ہے، اسی طرح آپؒ نے فرمایا کہ میں نے حرم کے ائمہ سے بھی گفتگو کی، اس وقت کے امام حرم شیخ سلیمانؒ کے بارے میں آپؒ نے فرمایا کہ وہ بڑا بااخلاق آدمی تھا، ہر ایک سے مل لیتا تھا اور گفتگو بھی کر لیتا تھا جبکہ دیگر ائمہ حرم ملنسار نہیں تھے، شیخ سلیمان سے میں نے علمی گفتگو بھی کی تھی اور وہ بڑا خوش ہوا تھا۔

سفر حج سے واپسی

اس طرح آپؒ سفر حج سے ۲۸ جون ۱۹۶۲ء کو جدہ کے ساحل سے جہاز نمبر ۳ پر سوار ہو کر ۴ جولائی کو ساحل کراچی پر اترے اور واپسی پر دس دن کراچی میں قیام فرمایا، وہاں کچھ رشتہ داروں سے ملاقات کی ،مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے بڑے داماد مجلس علمی کے چیئر مین مولانا علامہ محمد طاسینؒ سے مخطوطات کتب کے

متعلق ملاقات کی اور مولانا محمد یوسف گلفام اور ان کے خاندان سے میل ملاقات کی انہوں نے آپؒ کے حج سے واپسی پر خوشی میں شاندار دعوت کا اہتمام فرمایا، یوں آپؒ جیسے گوجرانوالہ سے روانگی کے وقت معدودے چند احباب کے علاوہ کسی کو بتائے بغیر ہی روانہ ہو گئے تھے صرف مستری رشید احمد چغتائی مرحوم اسٹیشن تک ساتھ گئے تھے اور مستری محمد منیر کراچی تک ساتھ گئے تھے، اسی طرح واپسی پر بغیر کسی کو بتائے تشریف لے آئے، آپؒ کو مسجد کی ٹوٹیوں پر صوفی عالم صاحب نے وضو کرتے ہوئے دیکھ کر ساتھیوں کو بتلایا کہ حضرت صوفی صاحبؒ تشریف لے آئے ہیں۔

اس کے بعد حضرت صوفی صاحبؒ کو زندگی میں بہت سے لوگوں نے اپنی طرف سے حج اور عمرہ کی پیشکش کی، لیکن انہوں نے قبول نہیں کی، مجھے وہ منظر ابھی تک یاد ہے جب حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ نے حضرت صوفی صاحبؒ کو دو تین بار حج و عمرہ کی اصرار کے ساتھ پیشکش کی اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ وہاں کے لوگ آپ کی زیارت کے بے حد مشتاق ہیں، لیکن حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پیسوں سے ایک بار فریضۂ حج ادا کر لیا ہے، اللہ اسے قبول فرمائے، آپ اور لوگوں کو لے جائیں۔

بیعت

۱۹۴۴ء میں آپ نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ہاتھ پر چشتی سلسلہ میں بیعت کی اور پھر فنافی الشیخ ہو گئے، چنانچہ آپؒ اپنی بیعت کی تاریخ کے متعلق مقالات سواتی ص ۳۸۳ میں تحریر فرماتے ہیں،

"لَقَّنَنِی الشَّیْخُ وَقْتَ الْبَیْعَةِ فِی ۱۹۴۴ء"

مجھے شیخ (مدنیؒ) نے بیعت کے وقت ۱۹۴۴ء میں تلقین فرمائی تھی اور اس تلقین کو آپؒ اپنی کتاب نماز مسنون کلاں ص ۸۱۴ پر عربی میں یوں تحریر فرماتے ہیں،

(۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی (تین بار)

(۲) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ (تین بار)

(۳) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ (تین بار)

سُبْحَانَ اللّٰهِ (ایک ایک سوبار) صبح وشام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (ایک ایک سوبار) صبح وشام

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (ایک ایک سوبار) صبح وشام

اَللّٰهُ اَكْبَرُ (ایک ایک سوبار) صبح وشام

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى الخ (ایک ایک سوبار) صبح وشام

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ (ایک ایک سوبار) صبح وشام

(عربی عبارت کا ترجمہ) یہ وہ چھ تسبیحات ہیں جو مجھے میرے شیخ اور میرے مرشد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے بیعت لیتے وقت تلقین فرمائی تھیں، اور مجھے ''پاس انفاس'' کی تلقین بھی فرمائی تھی اور مجھے ''حصن حصین'' اور ''دلائل الخیرات'' پڑھنے کی اجازت بھی دی تھی۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ''

حضرت والد صاحبؒ نے منازل سلوک طے کرنے کے دوران حضرت مدنیؒ کی طرف دو مرتبہ خط لکھا اور انہوں نے دونوں مرتبہ اپنے خادم کے ذریعے خط کا جواب دیا، پہلی مرتبہ جب آپؒ نے اپنی کیفیت لکھی تو انہوں نے ''پاس انفاس'' کو کثرت کے ساتھ کرنے کے لئے فرمایا، کہ اتنا کرو کہ جاری ہو جائے۔

یاد رہے کہ پاس انفاس تصوف کی ایک اصطلاح ہے جس میں انسان سانس کے ساتھ ذکر کرتا ہے ہر سانس جو اندر جائے اور باہر آئے اس میں ذکر شامل ہو۔

اور دوسری مرتبہ حضرت مدنیؒ نے خط کے ذریعے آپ کو دلائل الخیرات اور حصن حصین کی اجازت مرحمت فرمائی ان دونوں خطوط کا عکس بطور تبرک اسی اشاعت کے آخر میں شامل ہے، وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔

جب حضرت صوفی صاحبؒ کی سلوک کی تمام منزلیں طے ہو گئیں تو اسی دوران حضرت مدنیؒ کا وصال ہو گیا، چنانچہ آپؒ ان کی خلافت سے مرحوم ہو گئے، لیکن حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد انہوں نے تجدید بیعت نہیں کی، باوجودیکہ وہ تقریباً بیس سال شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوتے رہے لیکن ان سے بیعت نہیں کی بلکہ اپنی باطنی اصلاح کے لئے ان کی مجلس ذکر میں شامل ہوتے رہے لیکن تادم آخر وہ حضرت مدنیؒ کے اذکار ومعمولات پر ہی کار بند رہے، امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ

انورؒ جواپنی مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ ”حضرت صوفی صاحبؒ“ ”میرے آئیڈیل ہیں۔“

وہ سپیشل تین مرتبہ مدرسہ نصرۃ العلوم اس مقصد کے لئے تشریف لائے کہ میں حضرت صوفی صاحبؒ کو خلافت پیش کروں، لیکن ان کی پیش کش کو بھی حضرت صوفی صاحبؒ نے حضرت مدنیؒ کے بتلائے ہوئے اذکار ومعمولات پر قربان کردیا، اور تادم واپسیں انہی کو حرز جان بنائے رکھا۔

ـ یہ لوگ بھی غضب کے ہیں دل پر یہ اختیار

شب موم کر لیا سحر آہن بنا لیا

احقر حضرت والد ماجدؒ کے سلوک کے معاملات کا عینی شاہد ہے پندرہ سال تک مجھے آپؒ کے کمرے میں سونے کا موقع ملا، آپ کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی، تہجد کی ادائیگی کے بعد فجر کی اذان کے درمیانی وقت میں وہ ایک سفید رومال یا چادر اپنے سر اور سارے جسم پر اوڑھ کر سارے جسم کو ڈھانپ لیتے تھے اور پھر ''پاس انفاس'' کا ورد وہ کافی دیر کرتے رہتے تھے، فجر کی نماز کے بعد درس دیتے اور واپس آ کر دلائل الخیرات، حصن حصین اور منزل کا ورد کرتے اور پھر اشراق کے نوافل ادا فرماتے۔

مراقبہ اور کشف قبور

حضرت والد ماجدؒ کو مراقبہ میں کشف قبور کی کرامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل تھی، احقر ان کے ساتھ متعدد بزرگان دین کی قبروں پر حاضر ہوا اور انہوں نے اپنے اوپر سفید رومال اوڑھ کر کافی کافی دیر مراقبہ کیا، مجھے یاد ہے کہ امام الاولیاء حضرت لاہوریؒ کی قبر پر انہوں نے مراقبہ کیا تھا، پھر سید علی ہجویریؒ کی قبر پر بھی مراقبہ کیا اور ہائی کورٹ کے قریب سید چراغ شاہؒ کی قبر پر بھی مراقبہ کیا تھا، اول الذکر دونوں کے بارے میں تو انہوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا جبکہ آخر الذکر کے بارے میں انہوں نے مراقبہ کے بعد مجھے یہ بتایا تھا کہ یہ کوئی بہت بڑے بزرگ آدمی گزرے ہیں۔“

صد سالہ جلسہ میں شرکت اور دیوبند کے اسفار

ـ پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

حضرت والد ماجدؒ نے دارالعلوم دیوبند کے لئے کئی مرتبہ سفر کئے جس کے بارے میں وہ اپنی کتاب مقالات سواتی ص ۹۷ پر اس طرح رقمطراز ہیں۔

”دار العلوم دیوبند کا صد سالہ تاریخی اجتماع عظیم، یہ اجتماع اصلاً اجلاس دستار بندی تھا، بعض ناگوار حالات کی وجہ سے اس اجلاس میں تاخیر ہوتی رہی، آخری مرتبہ دار العلوم کا جلسہ دستار بندی ۱۳۲۸ھ میں ہوا تھا، جس میں ایک ہزار سے زیادہ علماء کرام کی دستار بندی ہوئی تھی، اس کے بعد اب اختتام صدی پر جماوی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ میں یہ اجتماع ہو سکا، احقر کاتب الحروف نے ۱۳۶۰/۶۱ھ میں دار العلوم میں دورہ حدیث شریف پڑھ کر تکمیل کی تھی، تقسیم (ہند) سے پہلے فراغت کے بعد تین مرتبہ دار العلوم جانا ہوا، آخری مرتبہ ۱۹۴۵ء میں دار العلوم جانے کا اتفاق واقع ہوا تھا، اس کے بعد پھر اس صد سالہ اجلاس سے پہلے (موقع) نہ مل سکا۔“

اس صد سالہ اجلاس میں آپؒ کو بیج لگا کر اسٹیج پر بٹھایا گیا تھا اور آپ کو دستار فضیلت بھی ملی تھی، یہ دستار سبز رنگ کی تھی اور اس پر سنہری حروف سے صد سالہ اجلاس کے بارے میں لکھا ہوا تھا، حضرت صوفی صاحبؒ نے یہ پگڑی صد سالہ اجلاس کے بعد آنے والی پہلی عید کے دن خطبہ کے لئے اپنے سر پر باندھی تھی، یہ پگڑی اور بیج احقر کے پاس ابھی تک محفوظ ہے۔

نیز مقالات سواتی کے ص ۹۸ پر لکھتے ہیں،

”۱۹۴۴ء میں جب دیوبند جانا ہوا تھا، اس وقت حضرت مدنیؒ جیل سے رہا ہو کر باہر تشریف لا چکے تھے، لیکن بخاری شریف حضرت مولانا فخر الدین احمدؒ ہی پڑھا رہے تھے، احقر بارہ دن دیوبند میں مقیم رہا وہاں بخاری شریف کا درس سننے کا موقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔“

تحریک ختم نبوت

؎ فرما گئے ہیں خود ہادیؐ لا نبی بعدی

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد بدقسمتی سے اس کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی مقرر ہوا، وہ اور اس کی قادیانی جماعت کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ملک کے حالات دن بدن بگڑنے شروع ہو گئے، ظفر اللہ خان کے خلاف ایک مخصوص قسم کی تحریک چلانے کے لئے، حضرت صوفی صاحبؒ نے گوجرانوالہ سے کراچی کا طویل سفر کیا، وہاں اس تحریک کیلئے احباب تو میسر آ گئے لیکن رقم کا فقدان آڑے آیا اور کامیابی نہ ہو سکی۔

مدرسہ نصرۃ العلوم کے قیام کے ابتدائی زمانہ میں ہی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کا آغاز ہو گیا تھا، وہ زمانہ حضرت صوفی صاحبؒ کی جوانی کا زمانہ تھا، آپ نے اپنی پر جوش اور ولولہ انگیز تقاریر سے گوجرانوالہ کی رائے عامہ کی ذہن سازی کی اور مرزائیت کے خلاف علم احتجاج بلند کیا، گوجرانوالہ کے لوگوں نے اس تحریک میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے، حضرت صوفی صاحبؒ نے اس تحریک کی مکمل پشت پناہی کی جس کا اندازہ آپ اس حوالہ سے بخوبی لگا سکتے ہیں جو مجاہد ختم نبوت چوہدری غلام نبی مرحوم نے اپنی کتاب ''تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک'' کے ص ۱۸۱ میں تحریر فرمائی ہے، پہلے وہ ان الفاظ کے ساتھ سرخی لگاتے ہیں کہ صوفی صاحب سے ملاقات اور کراچی جانے کا حکم، پھر لکھتے ہیں،

''رات جوں توں کاٹی، صبح کھوج لگانے نکلا کہ کوئی باہر بھی ہے کہ نہیں؟ یا سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے ہیں تو معلوم ہوا کہ مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ باہر ہی ہیں اور حافظ بشیر احمد کے گھر پر ہیں، میں حافظ صاحب کے گھر پہنچا اور ان سے پوچھا کہ صوفی صاحب یہیں ہیں تو انہوں نے چپکے سے اپنے ساتھ ہولینے کا کہا اور مکان کے پچھلے کمرے میں لے گئے وہاں صوفی صاحب بیٹھے ہوئے تھے، میں نے سلام عرض کیا، تو وہ میرے بیٹھنے پر فرمانے لگے،''بہت اچھا ہوا آپ آ گئے، مجھے آپ ہی کا انتظار تھا۔'' انہوں نے میری جھولی میں رقم ڈالی جو تقریباً تین سو روپے تھے اور کہا،''لاہور سے پیغام آیا ہے کہ کچھ رضا کار کراچی بھیجے جائیں، وہاں گرفتاریاں دینے کے لئے عوام تو بہت ہے مگر ان کی قیادت کرنے والا کوئی نہیں ہے، آج ہی مرزا عبدالغنی کو اور اگر کوئی اور مل جائے تو ساتھ لے کر روانہ ہو جاؤ۔''

میں نے اسی وقت مرزا عبدالغنی کو ساتھ لیا اور فیصل آباد چلے گئے؛'' اس اقتباس سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت صوفی صاحبؒ نے نہ صرف تحریک ختم نبوت میں مالی تعاون کیا اور کرایا بلکہ تحریک ایک وقت ایسے موڑ پر آ گئی تھی کہ تمام گوجرانوالہ کی قیادت بھی حضرت صوفی صاحبؒ ہی فرما رہے تھے۔

گرفتاری

بھلا ایسی قائدانہ صلاحیت کا مالک اور گوجرانوالہ کا روح رواں کب تک پولیس اور فوج سے آنکھ مچولی کر سکتا تھا بالآخر آپؒ کو بھی گرفتار کر کے گوجرانوالہ جیل میں بند کر دیا گیا اور سات ماہ آپؒ نے سزا کاٹی۔

حضرت والد ماجدؒ اپنے جیل کے ساتھیوں کے بارے میں اور وہاں کے واقعات بھی بیان فرمایا کرتے

تھے کہ ''جیل میں ہمارے ساتھ تحریک کے کافی ساتھی گرفتار تھے، جن میں وہ اپنے پرانے ساتھیوں میں سے میر حلیم مرحوم تھانیوالے بازار والوں کا بطور خاص ذکر فرمایا کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے طالبعلی کے زمانہ کے واقف کاروں میں سے تھے۔

فرماتے تھے کہ ہم تو تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتار تھے لیکن مولانا چراغ مرحوم بھی ان دنوں مودودی تحفظ کی تحریک میں گرفتار تھے ان سے جیل میں مودودی کے غلط نظریات کے بارہ میں میری گفتگو بھی ہوئی لیکن وہ غصہ کھا گئے اور فرمایا کہ آئندہ میرے ساتھ اس موضوع پر بات نہیں کرنی، ویسے وہ بڑے با اخلاق آدمی تھے، میں نے ان سے کہا کہ مجھے حجۃ اللہ البالغۃ پڑھا دیں تو انہوں نے انکار کردیا، جیل میں ان کی قبر (یعنی جگہ) اور میری ساتھ ساتھ تھی وہ نماز بھی پڑھا دیتے تھے اور کھانا وغیرہ بھی تقسیم کر دیتے تھے۔''

تحریک ختم نبوت کے حوالہ سے جب بھی ملک میں کوئی تحریک چلی تو حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنا فعال کردار ادا کیا، آپ کے خطبات اور دروس اس پر شاہد عدل ہیں۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپؒ نے گوجرانوالہ میں کلیدی کردار ادا کیا، اور ۱۹۸۴ء میں ضیاء الحق مرحوم کے مارشل لاء کے دور میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے لئے بھی آپؒ نے بھرپور صدا بلند کی۔

انتقامی کارروائی

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کے بعد مرزائیوں کے خلاف کچھ مطالبات تھے ان مطالبات کے سلسلہ میں ڈی۔سی۔آفس گوجرانوالہ میں ایک میٹنگ ہوئی میں بھی اس میٹنگ میں شریک تھا میں نے وہاں وزیر اوقاف رانا اقبال احمد خان کو قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کے مطالبات منظور نہ کرا سکنے پر کہا کہ اگر تم سے یہ کام نہیں ہوسکتا تو تم اپنے عہدہ سے استعفیٰ دیدو، جس کی وجہ سے اسے سخت غصہ آیا اور اس نے اس بات کو اپنی توہین سمجھا، اور پھر اسے میرے ساتھ ذاتی پرخاش ہوگئی اور وہ انتقام لینے پر اتر آیا۔

نیز یہی وزیر آئندہ انتخابات میں اپنی پارٹی کی راہ ہموار کرنے کیلئے شہر کی مختلف مساجد میں جا کر اپنے عہدہ کے زور پر تقاریر کرتا تھا لیکن جب اس نے جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں آنے کا ارادہ کیا تو اسے منع کر دیا گیا جس سے وہ مزید طیش میں آ گیا اور اس نے جامع مسجد نور کو تاراج کرنے فیصلہ کرلیا، چنانچہ

۱۹۷۵ء کے آخر میں اس نے مسجد و مدرسہ کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں لینے کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔

تحریک جامع مسجد نور

۱۹۷۵ء کے آخر میں محکمہ اوقاف نے جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم کو سرکاری تحویل میں لینے کا آرڈر جاری کر دیا، چنانچہ اس نوٹیفکیشن کے آتے ہی حضرت صوفی صاحبؒ نے جامع مسجد نور میں اہل گوجرانوالہ کے سامنے خطبہ جمعہ میں اس آرڈر کا ذکر فرمایا اور اس موضوع پر ایک مکمل خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا، جو احقر کی مرتب کردہ کتاب "تحریک جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم" میں مطبوعہ ہے، تحریک جامع مسجد نور کی تفصیلات اگر کسی کو درکار ہوں تو وہ احقر کی اس کتاب کا مطالعہ کرے، اس کے ص ۴۶ سے ص ۵۰ تک چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں جس میں اس کے سارے پس منظر پر روشنی پڑتی ہے، حضرت صوفی صاحبؒ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا،

"...... بھائی! ہم آپ کو دوبارہ یاد دلا دیں کہ محکمہ اوقاف کی طرف سے اس مسجد (نور) کو اپنی تحویل میں لینے کا نوٹس آ گیا ہے...... اگر ملک میں شرعی قانون جاری ہو تو ہم خود حکومت سے درخواست کریں گے کہ تمام مساجد کو اپنی تحویل میں لے لے اور اگر ملک میں اسلامی قانون ہی جاری نہ ہو تو پھر بعض مسجدوں پر زبردستی قبضہ محض انتقامی کاروائی تصور ہوگا، کیوں بھائی! اس مسجد پر قبضہ کیا انتقامی کارروائی نہیں ہے؟

(بالکل انتقامی کارروائی ہے)

ہمارے خلاف یہ انتقامی کارروائی اس لئے کی گئی ہے کہ ہم حق بات کہنے سے نہیں رکتے اور انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ میں حق بات کہتا رہوں، میں پوری ذمہ داری کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ میں پرائم منسٹر سے زیادہ ملک کا خیر خواہ ہوں (نعرہ تکبیر اللہ اکبر، علمائے حق، زندہ باد) آج کوئی وزیر، کوئی حاکم یا کوئی گورنر دعویٰ سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ مجھ سے زیادہ ملک کا خیر خواہ ہے، ملک کی جتنی خیر خواہی، دیانت اور امانت کے ساتھ ہمارے دل میں ہے، اتنی کسی فاسق و فاجر کے دل میں نہیں ہو سکتی، پھر ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کا کیا جواز ہے؟ کہتے ہیں کہ علماء سیاست کو اکھاڑا نہ بنائیں، بھائی! سیاست کوئی شجر ممنوعہ تو نہیں ہے، صحابہ کرامؓ سیاست کرتے رہے ہیں تو علماء کیوں نہ سیاست میں حصہ لیں، میں خود تو سیاسی آدمی نہیں ہوں، البتہ سیاست میں ٹھیک طریقے سے حصہ لینے والے علماء کرام مولانا درخواستی، مولانا عبید اللہ انور، مولانا خان محمد

کندیاں والے، مفتی محمود وغیرہم کو میں ملک کا خیر خواہ سمجھتے ہوئے ان کی حمایت کرتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ دل و جان سے اس ملک میں اسلامی قانون کا نفاذ چاہتے ہیں، میں ذاتی طور پر تو بیمار آدمی ہوں اور گزشتہ دس بارہ سال سے چلنے پھرنے سے بھی معذور ہوں، تاہم مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس مسجد (نور) کی بنیاد اللہ کے فضل سے میں نے اپنے ہاتھوں سے رکھی میں ان تین چار آدمیوں میں سے ایک ہوں جنھوں نے اللہ کا نام لے کر اس کام کا بیڑا اٹھایا، اس کے بعد میں نے ہر موقع پر لوگوں سے درخواست کی ہے کہ اس مسجد کی تعمیر میں اپنی حلال اور طیب کمائی لگاؤ، حرام اور سودی مال سے اس خانہ خدا کی تعمیر نہ کرنا، کیوں بھائی میں کہتا رہا ہوں یا نہیں؟ (بالکل کہتے رہے ہیں)۔

جہاں تک اس مسجد کی چار دیواری میں کارگزاری کا تعلق ہے نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز جمعہ کا اہتمام باقاعدگی سے ہو رہا ہے، فجر کی نماز کے بعد درس کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری ہے، ہفتہ میں چار دن قرآن پاک کا درس اور دو دن حدیث شریف کا درس ہوتا ہے جبکہ جمعہ کو ناغہ ہوتا ہے، بفضلہ تعالیٰ اب تک میں چار مرتبہ مکمل قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر پیش کر چکا ہوں، درس حدیث کے ضمن میں صحاح ستہ مکمل طور پر سنائی ہے، اس کے علاوہ ترغیب وترہیب اور بعض دوسری کتب حدیث کا درس بھی دیا ہے۔

ربع صدی گزر چکی ہے، ہر کام ٹھیک طریقے سے ہو رہا ہے اور نمازیوں کو کبھی کسی قسم کی شکایت پیدا نہیں ہوئی، کوئی آدمی بتائے کہ اس عرصہ میں میں نے کبھی کسی کو ذاتی طور پر نقصان پہنچایا ہو یا گالی دی ہو ہم تو اپنا کام دل میں خوف خدا رکھتے ہوئے ٹھیک ٹھاک انجام دے رہے ہیں، اور اگر تم حق بات کو بھی برداشت نہیں کر سکتے تو پھر سن لو کہ یہ زبان تو حق کی بات کہنے سے نہیں رک سکتی۔

اگر یہ مسجد اوقاف والے اپنی تحویل میں لے لیتے ہیں تو لے لیں اس مسجد کے ساتھ کوئی دوکان نہیں، نہ کوئی جائیداد ہے جو مسجد کی آمدنی کا ذریعہ ہو، چونکہ اس مسجد کا انتظام محفوظ ہاتھوں میں ہے اس لئے لوگ محبت اور شفقت کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور کام چلانے والی تو اللہ کی ذات ہے، مسجد کے نظام میں کسی قسم کا کوئی خلل نہیں ہے، اگر ایسی کوئی خرابی پائی جائے تو بھی قبضہ کرنے کا جواز نکلتا ہے، اس مسجد کو قبضہ کرنے کی کوئی وجہ تو بتاؤ؟، ہم نے کسی پارٹی یا حکومت کا کلمہ نہیں پڑھا بلکہ ہمارا کلمہ تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے، (نعرہ تکبیر، اللہ اکبر) اگر جمہوریت کے نام پر دوسروں کو برداشت نہیں کرو گے، ان کی رائے نہیں سنو گے بلکہ الٹا

ایذا پہنچاؤ گے تو سن لو کہ آگے انصاف کا دن بھی آنے والا ہے، (نعرہ تکبیر اللہ اکبر، علمائے حق، زندہ باد) نہ تم رہو گے نہ ہم رہیں گے دنیا کسی کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہی تم کب تک رہو گے، ہاں، باقی رہنے والی چیزیں تقویٰ، انصاف اور دیانت ہیں، افراد ہمیشہ نہیں رہتے، بلکہ قومیں باقی رہتی ہیں، سچائی باقی رہتی ہے، سچوں کا نام زندہ رہتا ہے جبکہ جھوٹوں پر لعنت برستی ہے۔

ہماری کارکردگی اور عزم

خوب سن لو! ہمارا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں ہے، ہم ملک کے خیر خواہ ہیں اور ہماری خیر خواہی کسی بھی دوسرے شخص سے کم نہیں ہے، ہم نے قوم کی خدمت کی ہے، گزشتہ ربع صدی میں پندرہ بیس ہزار افراد کو دینی تعلیم دی ہے، لوگوں کے عقیدے کی اصلاح کی ہے، کتابیں لکھی ہیں، ہماری تحریروں میں کوئی شخص بد اخلاقی کا ایک لفظ تک ثابت نہیں کر سکتا ہم نے صحیح طریقے پر کام کیا ہے اور الحمد للہ ہمارا دل آج مطمئن ہے، میرے دل میں کسی کے خلاف کوئی رنجش نہیں ہے، حکومت بے شک اس مسجد کو اپنی تحویل میں لے لے، جب تک مجھے یہاں سے پکڑ کر اور دھکے دے کر نہیں نکالا جائے گا، میں اللہ اور رسول کا پیغام سناتا رہوں گا (نعرہ تکبیر، اللہ اکبر، علمائے حق، زندہ باد) میں اپنے معمول کے مطابق بغیر خوف اور لالچ کے اپنا کام کرتا رہوں گا جیسا کہ میرا روٹین رہا ہے، جب تک عوام میری بات سنتے رہیں گے میں کلمہ حق سناتا رہوں گا، میں نے یہاں کوئی دنیا کا کام نہیں کیا، بلکہ دین کی خدمت کی ہے، اگر اوقاف کو فائدہ ہے تو بے شک اس مسجد کو اپنی تحویل میں لے لے، میرے بزرگوں نے نصیحت کی تھی کہ زندگی بھر دین کا کام ہی کرنا، لہٰذا میں نے دین کا کام ہی کیا ہے، میرے پاس دین کے سوا کچھ نہیں جسے میں کبھی نہیں چھوڑ سکتا، سن لو، میں تمہاری تنخواہ، کسی لالچ یا گریڈ کی خاطر دین کے کام کو ترک نہیں کر سکتا، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرتے دم تک میرا تعلق قرآن وسنت کے ساتھ قائم رکھے (آمین) سن لو، اگر ملک میں شریعت کا قانون جاری ہوتا تو حکومت بے شک تمام مساجد کو اپنی تحویل میں لے لیتی، کسی کو اعتراض نہ ہوتا، اگر اسلامی قانون کے نفاذ کے بغیر بعض مساجد پر قبضہ کرو گے تو یہ انتقامی کارروائی تصور ہوگی جو کہ ظلم کے مترادف ہے جسے کوئی متدین آدمی برداشت نہیں کر سکتا، ایسی کارروائی پر ہر دین دار آدمی احتجاج کرنے پر مجبور ہوگا، میرا کسی سے اختلاف نہیں ہے میں حق بات کہتا رہا ہوں اور جب تک اللہ نے توفیق دی کہتا رہوں گا، میرا اتنا احتجاج تھا، میں نے ساری بات سمجھا دی ہے، آگے آپ کی

مرضی جو چاہیں کریں' ...... ''یہ ایک ریزولیشن بھی ہے، یہ بھی سن لیں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، آئین اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے جلسے، جلوس اور احتجاج ہوتے رہیں گے، ہم برملا کہتے رہیں گے کہ حکومت کا یہ اقدام صحیح نہیں ہے، کوئی بھی کارروائی ہو کسی اصول اور ضابطے کے تحت ہونی چاہیے، قرارداد یہ ہے۔

''جامع مسجد ہذا میں اسلامیان گوجرانوالہ کا یہ عظیم اجتماع جامع مسجد نور، مدرسہ نصرۃ العلوم کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں لینے کے فیصلہ پر شدید احتجاج کرتا ہے اور اس فیصلہ کو اعلائے کلمۃ الحق اور دین کے تحفظ کے نظام کو تباہ کرنے کے مترادف قرار دیتا ہے، اور مطالبہ کرتا ہے کہ یہ حکم فی الفور واپس لیا جائے، یہ اجتماع اس عزم کا اظہار ضروری سمجھتا ہے کہ آزاد مساجد اور مدارس کو سرکاری تحویل میں نہ لیا جائے۔

یہ اجتماع اس بات کا برملا اظہار ضروری سمجھتا ہے کہ حکومت کی طرف سے بعض مساجد پر قبضہ اور بعض سے اعراض انتقامی کارروائی پر دلالت کرتا ہے، حکومت کو چاہیے کہ وہ کسی مستقل پالیسی کے تحت یا تو تمام مساجد اور مدارس کو سرکاری تحویل میں لے یا پھر کسی پر جبراً قبضہ نہ کریں، شرعی نقطہ نظر سے اگر ملک میں اسلامی نظام جاری کر دیا جائے تو پھر کسی کو بھی یہ ادارے سرکاری تحویل میں دینے پر اعتراض نہیں ہوگا، حکومت کو اس سلسلہ میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے، حکومت کا موجودہ اقدام عدل نہیں بلکہ ظلم کی غماضی کرتا ہے۔ (کیوں بھائی یہ ریزولیشن آپ کو منظور ہے؟ منظور ہے؟)۔''

جب یہ نوٹس آیا تو اس سلسلہ میں حضرت صوفی صاحب ؒ کو متعدد بار لاہور جانا پڑا، پہلے بھرپور کوشش کی گئی کہ حکومت اور محکمہ اوقاف اپنا نوٹس واپس لے لے لیکن ایسا نہ ہو سکا جس کی وجہ سے اہل گوجرانوالہ نے ایک احتجاجی تحریک چلانے کا فیصلہ کر لیا جس کی تمام تر تفصیلات احقر کی کتاب میں مذکور ہیں، اسی کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ تحریک جامع مسجد نور، مدرسہ نصرۃ العلوم

''۴ جون ۱۹۷۶ء کو باقاعدہ احتجاجی تحریک کا آغاز ہوا، اس تحریک کے لئے پہلے گوجرانوالہ کے علماء، طلباء اور عوام کی ایک ہنگامی میٹنگ میں ''مجلس تحفظ حقوق مساجد و مدارس'' کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے صدر جناب نوید انور نوید (مرحوم) منتخب ہوئے، اسی مجلس کے تحت اس تحریک کا آغاز کر دیا گیا، اس کے علاوہ

جمیعۃ علماء اسلام کی مکمل حمایت اور پشت پناہی بھی اس تحریک کو حاصل تھی اور دیگر تنظیموں اور مسالک والوں نے بھی حمایت کا یقین دلایا تو جلسوں اور جلوسوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا اور گرفتاریوں کا آغاز ہوا، اتفاق سے اس وقت گوجرانوالہ میں مجسٹریٹ محسن نامی ایک قادیانی تھا جو گرفتار ہونے والوں پر سخت ترین تشدد کرواتا تھا، ایک تو حکومت کا آرڈر اور دوسرا وہ خود مرزائی تھا جونہ آؤ دیکھتا تھا نہ تاؤ، سڑک پر ننگا کر کے لٹاتا، سر کے بالوں کو پکڑ کر گھسیٹتا، داڑھیاں کھنچواتا اور ہر قسم کے جبر و استبداد کو روا رکھتا، اس کے باوجود یہ سلسلہ تقریباً سات ماہ تک جاری رہا جس میں تقریباً دو صد کارکنوں نے گرفتاریاں پیش کیں جن کا تفصیلی تذکرہ آگے باحوالہ آرہا ہے (وہ کتاب میں ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے) جب محکمہ اوقاف کو کسی طرح بھی قبضہ میں کامیابی نہ ہوئی تو بالآخر مذاکرات پر اتر آیا اور مسجد و مدرسہ کی واگزاری کا یقین دلایا جس کی وجہ سے مجلس کی طرف سے گرفتار شدگان نے مجلس کی اجازت سے ضمانتوں پر رہائی حاصل کر لی لیکن اس کے بعد محکمہ اور حکومت نے طوطا چشمی کا مظاہرہ کیا اور اپنے وعدہ کے ایفاء میں ٹال مٹول سے کام لیتے رہے اور پریشان کرتے رہے، غالباً ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور ضیاء الحق کی مارشل لاء نافذ ہو گئی اس کے دور میں حضرت درخواستیؒ اور مولانا مفتی محمودؒ کی وساطت سے جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم کی واگزاری کا تحریری نوٹس جاری ہوا، اس طرح ظلم کی تاریک رات ختم ہوئی۔ (تحریک جامع مسجد نور ص ۲۱/۲۲)

حق ابھرتا ہی رہا نقش بقا بن کے نظیر
مٹ گیا آپ ہی حق کو مٹانے والا

حضرت صوفی صاحبؒ کو گرفتاری پیش کرنے کا مشورہ

تحریک کے دوران بہت سے احباب نے حضرت والد محترمؒ کو بھی گرفتاری پیش کر دینے کا مشورہ دیا جس کے لئے وہ تیار بھی ہو گئے لیکن حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ اور حضرت مولانا مفتی عبد الواحدؒ نے منع فرما دیا کہ آپ گرفتاری نہ دیں کیونکہ منبر خالی ہو جائے گا اور حکومت کو قبضہ کرنے میں آسانی ہو جائے گی، نیز حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے بھی حضرت صوفی صاحبؒ کو تحریر فرمایا کہ میرے اجلاس بلانے تک کسی صورت بھی حکومت کو مسجد و مدرسہ کا قبضہ نہیں دینا۔ (اس خط کا عکس اسی اشاعت کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔)

لوگوں کے جذبات

اس وقت مدرسہ کے پرانے کارکن جناب مستری محمد منیر اور مستری رشید احمد صاحب نے دیگر جذباتی لوگوں کے ساتھ قسمیں اٹھائیں کہ اگر اس منبر پر کوئی بھی آدمی آ کر بیٹھا تو خدا کی قسم ہم اس کی ٹانگیں توڑ دیں گے۔

طلباء کی گرفتاری پر افسوس

تحریک میں مدرسہ نصرۃ العلوم کے طلباء کی گرفتاری پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا "مجھے مدرسہ کے طلباء کی گرفتاری پر بہت تکلیف پہنچی ہے اور اس قدر افسوس ہوا ہے کہ اگر ان کی گرفتاری کے بدلے میرے اپنے بچے مار دیئے جاتے تو مجھے اتنا افسوس نہ ہوتا کیونکہ یہ طلباء میرے پاس لوگوں کی امانتیں تھیں جنہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔

بھٹو کا عتاب

اہلیان جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم کی سیاسی وابستگی جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ تھی جس کی وجہ سے جمعیۃ کے اکابرین موقع بہ موقع یہاں تشریف لایا کرتے تھے، وعظ اور تقریریں بھی ہوتی تھیں، ۱۹۷۵ء میں جمعیۃ علماء اسلام نے آل پاکستان نظام شریعت کانفرنس منعقد کرنا چاہی جس کے لئے جگہ کا انتخاب شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ متعین ہوا، پہلے ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ نے جگہ کی اجازت کا وعدہ کیا تھا لیکن عین وقت پر آ کر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے منع کر دیا ہے کہ اپوزیشن کی اس جماعت کو ملک میں کسی بھی جگہ جلسہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے، حکام کو یہ آرڈر دے کر بھٹو خود غیر ملکی دورے پر چلا گیا جس کی وجہ سے اکابرین جمعیۃ کو بڑی تشویش اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے حضرت والد محترمؒ کو مدرسہ نصرۃ العلوم میں پیغام بھیجا کہ یہ صورت حال پیش آ گئی ہے جس کی وجہ سے بڑی پریشانی ہے اگر آپ اجازت دیں تو یہ کانفرنس گوجرانوالہ کی سب سے بڑی مسجد جامع مسجد نور میں منعقد کر لی جائے، تو حضرت والد محترمؒ نے بخوشی اس کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ اکتوبر ۱۹۷۵ء میں آل پاکستان نظام شریعت کانفرنس تین روز تک جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں پورے پاکستان سے دس ہزار ڈیلی گیٹ شریک ہوئے، علماء، طلباء، اور عوام الناس

کے ہر ہر طبقہ نے اس میں شرکت کی، اہل گوجرانوالہ نے دل کھول کر مہمانوں سے تعاون کیا جسے مسٹر بھٹو نے اپنی ہتک اور بے عزتی سمجھتے ہوئے اپنے وزیر اوقاف رانا اقبال احمد خان کی وساطت سے جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم کو سرکاری تحویل میں لینے کا آرڈر جاری کرادیا، اور ''نزلہ بر عضو ضعیف می ریزد'' کے مصداق عتاب اور انتقام پر اتر آیا۔

لطیفہ

اسی تحریک کے دوران وزیر اوقاف رانا اقبال احمد خان کے سسر نے حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے آپ کو کارکنوں کے ساتھ گرفتاری کے لئے پیش کر دیا لیکن حضرت نے انہیں فرمایا کہ آپ بزرگ آدمی ہیں، گرفتاریاں دینے والے نوجوان کافی ہیں آپ کی تنی ہمدردی ہی ہمارے لیے کافی ہے۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی تقریر کی گونج پرائم منسٹر ہاؤس میں

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

نے خوف سکندر ہے نہ اندیشۂ دارا

تحریک جامع مسجد نور جب زوروں پر تھی اور محکمہ اوقاف کو ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرنے کے باوجود بھی کسی صورت میں کامیابی نہیں ہو رہی تھی، جس پر مسٹر بھٹو نے اپنے چہیتے وزیر اوقاف کو سخت سست کہا اور ڈانٹ پلائی کہ تجھ سے ایک مسجد کا معاملہ نہیں نمٹایا جا رہا، جس پر وزیر اوقاف نے تمام صورت حال سے اسے آگاہ کیا اور کہا کہ یہاں لوگ بہت جذباتی اور مشتعل ہیں اور مسجد کے خطیب کی للّٰہیت، تقویٰ اور اخلاص کی بدولت ان کے یک حکم پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں چنانچہ مسٹر بھٹو نے ذاتی طور پر دلچسپی لیتے ہوئے اس معاملہ کی نوعیت کو پرکھنے کی کوشش کی، اور فوج کی وساطت سے تحریک کے دوران جمعہ کے دن جامع مسجد نور کے شمالی گیٹ کے باہر بجلی کے پول کے ساتھ وائرلیس سیٹ نصب کیا جاتا، اور حضرت صوفی صاحبؒ کی تقریر کی گونج پرائم منسٹر ہاؤس میں گونجتی اور مسٹر بھٹو اسے براہ راست سنتا تھا۔

تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محمدؐ کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے

ہو جس میں یہ خامی دین اس کا نا مکمل ہے

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں گوجرانوالہ کے اندر جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم اس تحریک کا مرکز تھا، جو آواز یہاں سے اٹھتی تھی وہ پورے شہر میں پھیلتی تھی، یہیں جلسے اور جلوسوں کے منصوبے بنتے اور اس تحریک کے سب سے بڑے اجتماع بھی ضلع گوجرانوالہ کے حوالہ سے یہیں منعقد ہوئے، جن میں بڑے بڑے اکابرین، سیاستدان، مفکرین اور تمام مسالک کے نمائندہ شرکت کرتے، حضرت صوفی صاحبؒ نے اس تحریک میں بھی تحریک ختم نبوت اور تحریک جامع مسجد نور کی طرح قائدانہ کردار ادا کیا، اللہ رب العزت نے آپ کے دماغ میں انقلابی اور مجاہدانہ جذبہ خوب رکھا تھا اور وہ اسے بروقت استعمال بھی فرماتے تھے، چنانچہ آپؒ نے گوجرانوالہ میں تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے دوران سب سے بڑے جلوس کی قیادت فرمائی اور قرآن کریم اپنے گلے میں لٹکا کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے بھی پیش کیا، گورنمنٹ نے گوجرانوالہ کے دیگر تمام علماء کو گرفتار تو کر لیا لیکن حضرت صوفی صاحبؒ کے ساتھ اتنے بڑے جلوس کو دیکھ کر ان کے پتے پانی ہو گئے اور وہ آپؒ کو گرفتار کرنے کی جرأت نہ کر سکے، آپؒ کو پولیس اسی وقت گرفتار کرتی تھی جس وقت مسجد و مدرسہ خالی ہوتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ ہم سب رائیونڈ کے اجتماع میں گئے ہوئے تھے تو پولیس نے گھر میں چھاپہ مار کر انہیں صدر تھانہ میں نظر بند کر دیا، ہمیں وہاں خبر ملی تو سب ساتھی واپس آ گئے تھانہ میں گئے تو انہوں نے صدر تھانہ کے صحن میں چار پائی بچھا کر اور پیچھے تکیہ رکھ کر حضرتؒ کو بٹھایا ہوا تھا، مصلیٰ اور پانی بھی فراہم کر رکھا تھا۔

سیاسی خدمات

گر ہو دیں سیاست سے جدا تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حضرت صوفی صاحبؒ زمانہ طالبعلمی میں ہی تحریک آزادی کے لئے کوشش کرنے والے لوگوں سے وابستہ تھے اور انگریز دشمنی میں ریل پر بغیر ٹکٹ کے سفر کرتے تھے بسا اوقات پکڑے بھی جاتے اور گاڑی سے اتار دیئے جاتے جس کی وجہ سے پیدل سفر بھی کرنا پڑتا، آپ مجلس احرار اسلام کے ڈنڈہ بردار سرگرم کارکن تھے، ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۵ء تک اسی جماعت کے ساتھ وابستہ رہے آپ نے دار العلوم دیوبند میں گتکا بازی کی تعلیم بھی حاصل کی تھی، اور ڈنڈہ چلانا خوب جانتے تھے، ۱۹۴۵ء کے بعد آپؒ جمعیۃ علماء ہند کے ساتھ وابستہ

ہو گئے جس میں ان کے استاد و مرشد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ بھی تھے، ضلع گوجرانوالہ میں اس جماعت کے صدر حضرت مولانا قاضی نور محمد ؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالواحد ؒ ناظم تھے، قیام پاکستان تک اسی جماعت کے ساتھ وابستہ رہے، پھر ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان دنیا کے نقشے پر معرض وجود میں آیا تو آپ نے سیاسی وابستگی کے لئے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ؒ ناظم جمعیۃ علماء ہند کو انڈیا میں خط لکھا، کہ اب ہم کیا کریں ملک دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ مرکز سے ہی تعلق قائم رکھیں، آپ ؒ نے انہیں گوجرانوالہ میں آنے کی دعوت بھی دی جو انہوں نے قبول فرمائی اور آنے کا وعدہ بھی کیا لیکن عوارض اور مجبوریوں کی وجہ سے نہ آ سکے، قیام پاکستان کے بعد آپ اہل حق کی نمائندہ جماعت جمعیت علماء اسلام میں شامل ہو گئے حتیٰ کہ مدرسہ نصرۃ العلوم جامع مسجد نور جمعیۃ کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا ضلع گوجرانوالہ میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کافی عرصہ تک جمعیۃ کے امیر رہے، تمام اکابرین یہیں تشریف لاتے تھے حضرت صوفی صاحب ؒ سے سیاسی امور میں مشورہ کرنے کے لئے خصوصی طور پر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ، حضرت مولانا مفتی محمود ؒ، حضرت مولانا عبیداللہ انور ؒ، اور دیگر اکابرین بھی تشریف لاتے رہے، یہاں جلسے بھی ہوتے رہے یہ اکابر جمعہ اور درس بھی دیتے رہے، ۱۹۵۸ء میں جب جمعیۃ علماء اسلام کا لاہور میں اجلاس ہوا تو اس اجلاس میں بھی آپ ؒ نے شرکت کی پھر ۱۹۶۸ء میں بھی آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے لاہور میں منعقدہ کانفرنس میں شرکت کی آپ ؒ جمعیۃ علماء اسلام کی ترقی کے خواہاں تھے، اپنے استاذ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ کی وفات ۱۹۹۴ء تک آپ ؒ جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ مکمل طور پر وابستہ رہے، پھر ان کی وفات کے بعد آپ ؒ نے جمعیۃ کی دھڑابندی سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور تادم آخر اس کے اتحاد کی کوششیں فرماتے رہے، اس ضمن میں آپ ؒ نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن اور حضرت مولانا سمیع الحق دونوں حضرات سے خصوصی طور پر مدرسہ نصرۃ العلوم میں بات کی اور انہیں آپس میں اتحاد کے لئے نرمی اور سختی دونوں طریقوں سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن بے سود رہی، آپ ؒ نے ۱۹۷۵ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم میں جمعیۃ علماء اسلام کی آل پاکستان تین روزہ نظام شریعت کانفرنس بھی منعقد کرائی جس کی پاداش میں دو سال تک سرکار کے زیر عتاب رہے اور مدرسہ کا تعمیراتی کام رکا رہا، آپ ؒ جمعیۃ علماء اسلام اور ان کی ذیلی تنظیم جمعیۃ طلباء اسلام کو چندہ بھی دیتے رہے، جمعیۃ

طلباء اسلام کے تربیتی کنونشن بھی اپنے ادارہ میں کراتے اور ان میں تربیتی بیان بھی فرماتے رہے ہیں حتیٰ کہ جمعیۃ طلباء اسلام کے پہلے صدر حضرت صوفی صاحبؒ ہی کے تربیت یافتہ اور معتقد جناب میاں محمد عارف ایڈووکیٹ مقرر ہوئے تھے۔

حضرت صوفی صاحبؒ نے ۱۹۵۲ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم کے ابتدائی دور میں ایک سیاسی جماعت بنانے کا بھی پروگرام بنایا تھا، خود لکھتے ہیں،

''ان دنوں میں گوجرانوالہ میں ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک ایسی جماعت کے بارہ میں سوچ رہے تھے کہ جس میں جدید تعلیم یافتہ اور قدیم تعلیم یافتہ حضرات دونوں برابر تعداد میں شریک ہوں'' (مقالات سواتی ص ۶۷)

ایوب خان کے خلاف بغاوت کا ارادہ

حضرت صوفی صاحبؒ لکھتے ہیں،

''صدر ایوب خان کے زمانہ میں جب پہلی دفعہ عائلی قوانین کا اجراء کیا گیا تو ملک بھر کے علماء نے بالعموم اور علماء دیوبند (علماء حق) نے بالخصوص شدید احتجاج کیا، اسی دوران احقر عبدالحمید سواتی اور مولانا عبد القیوم صاحب (مدرسہ نصرۃ العلوم کے مدرس) ایک دفعہ حضرت (لاہوریؒ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ملاقات کا وقت لیا، حضرت نے کمال مہربانی سے کافی وقت عطا فرمایا، میں نے عرض کیا حضرت یہ عائلی قوانین تو صریحاً کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہیں، اور صحابہ کرامؓ کے اجماع کے بھی خلاف ہے اور یہ تو صریح کفر ہے اور یہ بزور نافذ کئے جا رہے ہیں، ہم اس کے خلاف بغاوت کرتے ہیں جو بھی نتیجہ ہو، حضرتؒ نے فرمایا نہیں ہرگز ایسا نہ کرنا، جہاں تک فرض کی ادائیگی کا تعلق ہے وہ ہم نے ادا کر دیا ہے اور اگر ایسی حالت میں بغاوت کا اعلان کیا گیا تو لوگ بیرون ممالک میں بھی بدنام کریں گے کہ دیکھو یہ مولوی لوگ کلمہ گو حکمرانوں کے خلاف بھی بغاوت کر رہے ہیں تو بجائے فائدہ کے الٹا نقصان زیادہ ہوگا، اور پھر فرمایا کہ اگر انگریز ہوتا تو ہم بھی بغاوت کا اعلان کرتے، لیکن ان حکام کے کلمہ گو ہونے کی وجہ سے ایسا کرنے میں زیادہ نقصان کا خطرہ ہے۔'' (مقالات سواتی ص ۶۸)

ملک کے معروف سیاستدان اور اسلامی جمہوری اتحاد کے صدر جناب غلام مصطفیٰ جتوئی نے بھی آپؒ کو ایک

بار خط لکھا،

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے پہلی بار قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا تو ان کے مالی حالات بہت کمزور تھے سرگودھا والوں نے انہیں گاڑی لے کر دی اور ہم نے گوجرانوالہ سے چالیس ہزار روپیہ جمع کر کے ان کو بھیجا تھا جس سے انکو بہت تقویت ملی اور کامیابی بھی حاصل ہوئی، حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی زندگی کا آخری جمعہ جو صوبہ پنجاب میں پڑھایا وہ جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں ہی پڑھایا تھا۔

حضرت صوفی صاحبؒ کے دن اور رات کے معمولات

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
ہم وہ نہیں ہیں جن کو زمانہ بنا گیا

اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے اوقات میں بڑی برکت عطا فرمائی تھی، ان کے معمولات کو دیکھ کر انسان ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہے، چالیس سال تک مسلسل آپؒ کا معمول یہ رہا کہ آپؒ جامع مسجد نور کی صف اول میں جا کر ابھی قدم ہی رکھتے تھے تو گھڑیال فجر کی نماز کے کھڑے ہونے کا اعلان کرتا گویا وہ آپؒ ہی کا انتظار کر رہا ہو، اور یہ ایک معیار بن چکا تھا لوگ گھڑیال کی طرف کم اور حضرتؒ کی طرف زیادہ دیکھتے تھے، اور انہیں دیکھتے ہی کھڑے ہو کر صفیں درست کرنا شروع کر دیتے، آپؒ گھر میں ہی فجر کی سنتیں ادا کر کے قرآن کریم یا حدیث کی کوئی کتاب دائیں ہاتھ میں پکڑ کر سینے سے لگائے ہوئے مسجد میں آتے اور نماز کی ادائیگی کے بعد ہفتہ میں چار دن ہفتہ تا منگل قرآن کریم اور دو دن بدھ اور جمعرات حدیث کا درس دیتے جو تقریباً پون گھنٹہ جاری رہتا، درس سے فراغت کے بعد آپؒ گھر تشریف لاتے اور دلائل الخیرات، حصن حصین اور منزل کی تلاوت فرماتے، جو سفر و حضر اور بیماری میں بھی آپؒ نے کبھی ترک نہ کیا، اشراق کے نوافل ادا کرنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے، پھر اٹھ کر ناشتہ کرتے، اخبار کا مطالعہ فرماتے، خبریں سنتے، وضو کرتے، نوافل ادا کر کے نو بجے کے قریب کتابیں پکڑ کر مدرسہ میں دفتر اہتمام میں تشریف لے جاتے، ابتدائی دور میں تو متعدد کتابوں کی تدریس فرماتے رہے لیکن آخری دور میں صرف ایک دو اسباق تک محدود ہو گئے تھے، ابتداء میں تو دو پہر تک آپ کے اسباق چلتے رہتے لیکن بعد میں ایک دو پیریڈ ہوتے، آپؒ چاشت کی نماز پڑھ کر دورہ حدیث والوں کو سبق پڑھانے کے لئے مسجد میں جاتے اور پھر اسباق سے فراغت کے بعد گھر میں آ کر

کھانا کھاتے اور آرام کرتے ،ظہر سے پہلے ہی اٹھ جاتے اور وضو کر کے چار رکعات صلوٰۃ صوفیاء ادا فرماتے ، پھر اذان کے ساتھ ہی مسجد میں تشریف لے جاتے ، فجر کے علاوہ باقی تمام نمازوں کی سنتیں ،نوافل اور وتر مسجد میں ہی ادا کرنے کا معمول تھا ،ظہر کی نماز کے بعد عصر تک چار کام کرتے تھے ، چائے پیتے ، بچیوں کو کتابیں پڑھاتے ، جو مختلف اوقات میں درجہ اولیٰ سے لیکر دورہ حدیث تک ہوتیں ، ان سے فارغ ہونے کے بعد اسباق و درس کا مطالعہ فرماتے اور تھوڑی دیر کے لئے سوتے پھر عصر کی اذان سے قبل ہی اٹھ کر وضو کر کے مسجد میں تشریف لے جاتے نماز کی ادائیگی کے بعد آپؒ مغرب تک مختلف اوقات میں مختلف کام انجام دیتے رہے ، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ، اسی ٹائم میں تصنیف و تالیف اور تصحیح کا کام انجام دیتے رہے ، مدرسہ میں اساتذہ کی علمی مذاکرہ کی محفل میں شریک ہوتے ،طلباء کے ساتھ تھوڑا وقت سوال و جواب میں گزارتے ، گھر والوں کے ساتھ بیٹھ جاتے ، پھر آپؒ گھر سے باہر نکلتے تو مؤذن مغرب کی اذان شروع کرتا چالیس سال تک یہی معیار رہا ، پھر مغرب کی نماز ادا کر کے مسجد میں ہی سنتیں اور صلوٰۃ الاوابین کے نوافل ادا کرتے اور پھر گھر آ کر کھانا تناول فرماتے اور عشا کی اذان تک خطوط کے جواب لکھتے ، خارجی مطالعہ کرتے ، ریڈیو کی خبریں سنتے اور پھر وضو کر کے نماز عشا کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے نماز و سنن اور وتر ادا کر کے گھر تشریف لے آتے ، فجر سے عشا تک کے اس دورانیہ میں اہتمام کے تمام امور بھی انجام دیتے ، گھر اور مدرسہ کے مہمانوں کو وقت دیتے ، چندہ اور مسائل کے لئے آنے والوں کو بھی فارغ کرتے ، بیمار پرسی کیلئے کہیں جانا ہوتا تو جاتے ، کسی جنازہ میں شرکت کرنی ہوتی تو وہ بھی کرتے اور حادثاتی امور علیحدہ ہوتے ، جمعہ کے دن فجر کے بعد درس تو نہ ہوتا لیکن اس کی جگہ جمعہ کی تقریر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ فرماتے ، اور جمعہ کے بعد دارالاہتمام میں مہمانوں کے ساتھ بیٹھتے اور چائے بسکٹ سے ان کی تواضع ذاتی طور پر فرماتے ، نماز عشاء کے بعد اپنے گھر میں بچوں کے درمیان ضرور تھوڑا وقت بیٹھتے ، تربیت کیلئے کوئی نصیحت کی بات یا دل لگی کیلئے مزاح کی بات ضرور فرماتے یوں آپؒ بچوں میں گھل مل جاتے ، اگر مطالعہ باقی رہ جاتا تو وہ بھی مکمل فرماتے اور پھر جلدی سو جاتے ، رات کو تہجد کے وقت اٹھ جانے کا معمول تھا ان کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی ، تہجد کی ادائیگی کے بعد فجر کی اذان اور سنتوں کے درمیانی وقت میں سفید رنگ کی ایک چادر یا رومال اپنے سر اور جسم پر اوڑھ کر ''پاس انفاس'' کا ورد فرماتے جو تصوف کا انتہائی درجہ ہے۔

اس طرح آپؒ کے دن رات کے معمولات میں کم ہی فرق آتا، ان معمولات پر دوام کم از کم احقر کے نزدیک کرامت سے کم نہیں اور عطیہ خداوندی کے خاصیات میں سے ہے، وگرنہ ہم جیسے تو ان معمولات کو سن کر ہی انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ان کے شایان شان بدلہ عطا فرمائے، آمین

حضرت صوفی صاحبؒ اور میرا بچپن

مرگ صاحب دل جہانے را دلیل کلفت است
شمع چون خاموش گرد داغ محفل شود

جب میں نے ہوش سنبھالا اس وقت والد ماجدؒ کی داڑھی کالی اور سفید تھی، ہم ان کی گود میں بیٹھ کر ان کی داڑھی کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہتے تھے کہ "ابو کی داڑھی جمعیت کا جھنڈا ہے" ایک مرتبہ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ آئے ہوئے تھے اور ہم بچے شور شرابہ کر رہے تھے، حضرت والد ماجدؒ کی عادت بچوں کو عام حالات میں جھڑکنے کی نہ تھی چاہے وہ کتنا بھی شور مچاتے رہیں، لیکن اس موقع پر انہوں نے ہمیں ڈانٹ کر خاموش کرا دیا، اس پر حضرت ہزارویؒ نے ان سے فرمایا کہ "بچوں کو نہ ڈانٹا کریں ان میں ریسرچ کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اسلئے یہ ہر چیز کو چھیڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔" اسی دن جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں کوئی پروگرام تھا، میں بھی اسی تانگے پر وہاں گیا، جس پر حضرت ہزارویؒ، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور والد ماجدؒ مدرسہ سے وہاں گئے تھے، بچپن میں، میں والد ماجدؒ کے جمعہ کے عربی خطبہ کی نقل اتارا کرتا تھا، اس وقت مجھے اس خطبہ کا صرف ایک ہی جملہ آتا تھا، اَیُّھَا النَّاس، آپؒ نے ہمیں کبھی نہیں مارا سوائے دو مرتبہ کے، کہ ایک مرتبہ ہم حفظ میں پڑھتے تھے تو سبق چھوڑ کر نیشنل اسٹیڈیم گوجرانوالہ میں آل پاکستان فٹ بال ٹورنامنٹ شروع تھا ہم اپنے نگران استاد مولانا قاری عبدالمالک ہزاروی مدظلہ سمیت وہ میچ دیکھنے چلے گئے تھے، جس کی وجہ سے انہوں نے ہمیں اپنے ہاتھ میں پکڑنے والی لاٹھی سے معمولی سا مارا تھا، دوسری مرتبہ ایک ملنگ سا ہمارے گھر میں گھس آیا تھا تو آپؒ نے مجھے تھپڑ مارا تھا کہ اسے باہر کیوں نہیں نکالا، اس کے علاوہ مجھے نہیں یاد کہ انہوں نے مجھے کبھی مارا ہو، وہ ہمیں روزانہ پہلے ایک آنہ پھر دس پیسے پھر چار آنے پھر آٹھ آنے پھر ایک روپیہ پھر دو روپے پھر پانچ روپے دیتے تھے پھر بعد میں مہینے کے بعد پچاس یا سو روپے دینے لگے، انہوں نے مجھے بڑی محبت اور پیار کے ساتھ قرآن کریم حفظ کرایا تھا اور ساتھ ہی پرائمری

تک تعلیم بھی حفظ کے ساتھ ہی مکمل کروادی تھی۔

جامع مسجد نور میں قرآن کریم کی میری تلاوت کو نماز تراویح میں انیس سال تک بڑے شوق سے سنتے رہے، ابتداء میں وہ بالکل میرے پیچھے کھڑے ہوتے تھے، وہ میری پہلی بار جامع مسجد نور میں تراویح میں قرآن کریم پڑھنے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ "ایسا حدر پھر نہیں آپ پڑھ سکے جیسا پہلے سال پڑھا تھا" انہوں نے مجھے بڑی رغبت دلا کر میٹرک کا امتحان بھی دلایا تھا، میں بچپن میں پندرہ سال تک ان کے کمرے میں سوتا رہا ہوں وہ مجھے فجر کی نماز سے اتنی دیر پہلے اٹھا دیتے تھے کہ وضو کر کے سنتیں پڑھ سکوں، اور انہوں نے مجھے تجوید وقرأت کی تعلیم دلوائی اور درس نظامیہ کی مکمل تعلیم بھی دلائی، بلکہ بہت سی خارجی کتابیں از خود بھی پڑھائیں، جب میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحان میں درجہ عالیہ دورہ حدیث شریف کی کلاس میں اپنی جماعت میں اول پوزیشن پر آیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھے انعام بھی دیا۔

وہ کھانا ہمیں اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے تھے، پھل وغیرہ خود کاٹ کر دیتے تھے، ان کے لیے حکیم شریف مرحوم سے خمیرہ، جوارش اور عرق میں لاتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ وہ بچپن میں تانگے پر سوار کرا کے ہمیں چھچھر والی نہر پر بھی لے جاتے تھے اور ساتھ آم لیکر جاتے تھے جو نہر کے پانی میں ٹھنڈے کر کے ہم کھاتے تھے، مجھے جب وہ پہلی بار رائیونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع میں ساتھ لے کر گئے تھے تو اس وقت اجتماع مرکز کی چھوٹی مسجد میں ہی ہوتا تھا ابھی پنڈال میں ہونا شروع نہ ہوا تھا، اس سال شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا" بھی آئے ہوئے تھے، وہ مجھے ان کے ساتھ ملانے اور دعا کرانے کے لئے بھی لے گئے لیکن شومئی قسمت کہ ان کی علالت کی وجہ سے ان کے خادمین نے ہمیں نہ ملایا، میں نے ان کے ساتھ کافی جگہوں کے اسفار کئے، ۱۹۹۹ء میں آخری سفر مانسہرہ ایبٹ آباد، اٹک اور پشاور کا ان کے ساتھ کیا، ان کی عادت تھی کہ ان کے پاس جب بھی کہیں سے پرفیوم آتی تو وہ مجھے ہی دیتے تھے اور میں انہیں خوشبو دیتا تھا، وہ والد، استاذ، مربی، سرپرست، شیخ کے ساتھ ساتھ میرے بہترین دوست بھی تھے، ہر قسم کی گفتگو ہم آپس میں کر لیا کرتے تھے، وہ وقت کبھی نہیں فراموش کیا جا سکے گا جب عصر کی نماز سے مغرب کے درمیان پندرہ سال تک مدرسہ نصرۃ العلوم کے برآمدے میں چارپائی پر بیٹھے ہم باتیں کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میرے وجود کا ظاہری سبب تو انہیں بنایا ہی تھا، میری شخصیت کی ارتقاء میں بھی ان کی کاوشیں اور دعائیں شامل حال تھیں، انہوں نے ہی

مجھے قلم پکڑایا تھا، وہ میری ہر تحریر کو دیکھتے اور اصلاح بھی فرماتے تھے، ان کی موجودگی میں مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ میرا قلم کوئی غلطی کر سکے گا، اسی طرح مدرسہ کے اہتمام میں ان کی موجودگی میں مجھے ان کے تجربات اور راہنمائی کا بہت ہی سہارا تھا، وہ میری تیزی سے سفید ہوتی داڑھی کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ ”حاجی بوڑھا ہو گیا ہے“ میں کہتا کہ خضاب لگالوں تو وہ اس کی اجازت نہ دیتے۔

مجھے یاد ہے کہ جب ۱۹۸۴ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں، میں حج کے لئے جانے لگا تو انہیں پیشاب کی بندش ہوگئی، جس کا بہت بڑا آپریشن ہوا، ان کی ایسی نازک حالت دیکھنے پر میں نے حج کے لئے جانے سے انکار کر دیا، انہیں پتہ چلا تو میری دلجوئی کی خاطر وہ آپریشن کے بعد باوجودیکہ ڈاکٹروں نے انہیں کھڑا ہونے سے منع کیا ہوا تھا، اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں تو اب ٹھیک ہوں تم کیوں پریشان ہوتے ہو اللہ نے تمہیں موقع دیا ہے تو شکر ادا کرو اور جاؤ“ چنانچہ رخصتی کے وقت انہوں نے کھڑے ہو کر مجھے سفر کی دعا پڑھتے ہوئے رخصت کیا، بعد میں مجھے پتہ چلا کہ اس طرح کھڑے ہونے سے انہیں بہت زیادہ تکلیف ہوگئی تھی، لیکن وہ بہت صابر تھے اپنی تکلیف کا کسی کے سامنے اظہار نہیں کرتے تھے اور ہر حال میں پوچھنے والے کو یہی جواب دیتے تھے۔ ”الحمد لله علىٰ كل حال واعوذ بالله من حال اهل النار“ ان کی زندگی ہمارے لئے ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہے، جس ورق کو بھی الٹیں، محبت، شفقت، تربیت، نصیحت اور رأفت ہی نظر آئے گی، انہوں نے ہمیں کسی چیز کی کبھی کمی محسوس نہیں ہونے دی ان کے دنیا سے چلے جانے کے ساتھ میرے بچپن کا فیاض پھر سے زندہ ہو گیا لیکن اب ان جیسا کوئی نہیں ہے اور دل کا حال یہ ہے، کہ

دل زندگی سے تنگ جینے سے سیر ہے
پیانہ بھر چکا چھلکنے کی دیر ہے

علالت و پرہیز

حضرت والد ماجدؒ کو ۱۹۴۲ء کے لگ بھگ ٹی بی کی شکایت ہوئی، جب آپ کھیالی میں امام وخطیب تھے، پھر ۱۹۶۵ء سے جوڑوں کے درد میں مبتلا ہو گئے، پھر ۱۹۷۰ء میں بلڈ پریشر کا موذی مرض لاحق ہو گیا، پھر ۱۹۸۴ء میں پیشاب کی بندش ہوگئی، اور بڑا آپریشن ہوا جس کے ری ایکشن میں انہیں بواسیر ہوگئی، پھر ۱۹۸۸ء میں دائیں آنکھ کا آپریشن ہوا، جو کامیاب ہوا پھر ۱۹۹۰ء میں ہارٹ اٹیک ہوا، پھر ۱۹۹۲ء میں بائیں

آنکھ کا آپریشن ہوا جو کامیاب نہ ہوسکا اور یہ حقیقت آج آشکارہ کی جارہی ہے جو انہوں نے مجھے بتلائی کہ انہیں ایک آنکھ سے تقریباً بالکل ہی نظر نہیں آتا لیکن وہ کسی کے سامنے اپنے صابرانہ طبعی مزاج کی وجہ سے اس کا اظہار نہ فرماتے تھے، اس کے باوجود بھی ان کا مسلسل کام کرتے رہنے کو انکی زندہ کرامت کے سوا اور کیا تعبیر کیا جاسکتا ہے، ان کاموں کی تفصیل میرے دوسرے مضمون میں دیکھی جاسکتی ہے جو ماہ وسنین کے لحاظ سے اسی نمبر میں شامل ہے، ان متعدد عوارضات کی بناء پر جہاں معالجین نے ان پر کھانے پینے کی بے شمار پابندیاں عائد کی ہوئی تھیں وہاں وہ خود بھی ''الحمیۃ خیر من العلاج'' پرہیز علاج سے بہتر ہے کے اصول پر بھی عمل پیرا تھے بلکہ خود ہی حاذق طبیب بھی تھے، یوں اُن کے جسمانی قویٰ میں روز بروز ضعف طاری ہوتا چلا گیا، حتیٰ کہ جب اسباق پڑھا کر اٹھتے تو کئی بار مسجد میں گر گئے، چنانچہ ۲۰۰۲ء میں آپؒ نے اسباق اور خطابت چھوڑ دی۔

ایک حیرت انگیز بات

پہلے ہم تاریخ میں پڑھا کرتے تھے کہ امام بخاریؒ نے چالیس سال سالن نہیں کھایا صرف روٹی کھاتے تھے، جس پر بڑا تعجب ہوتا تھا لیکن حضرت والد ماجدؒ کی پرہیز دیکھ کر یقین آگیا کیونکہ انہوں نے بھی چالیس سال گوشت نہیں کھایا۔

خدمت

آپؒ کی بیماری کے دوران والدہ محترمہ، چھوٹی ہمشیرہ اور عزیزم محمد عرباض نے ان کی قابل رشک خدمت کی اور حاجی لقمان اللہ صاحب نے بےلوث اور مسلسل کئی سال مالی تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔

آخری لمحات

۲۰۰۳ء سے مسلسل آپؒ کی طبیعت دن بدن گرتی چلی گئی، انسانی کوشش کی حد تک مسلسل علاج چلتا رہا، آب وہوا کی تبدیلی کیلئے معالجین کے مشورہ سے آپ کو اسفار بھی کرائے گئے، لیکن قضاء وقدر کے فیصلوں کے سامنے کون بند باندھ سکتا ہے، ۲۰۰۶ء میں آپؒ بالکل ہی صاحب فراش ہوگئے اور آپ کی یادداشت بھی کافی متاثر ہوگئی تھی، آپؒ کے معالج جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھے، اور جزائے خیر عطا

فرمائے کہ انہوں نے اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کی دوائیاں اور انجکشن استعمال کئے ان کی رپورٹیں شوکت خانم لیبارٹری سے وہ تیار کراتے رہے لیکن،

؎ مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دواء کی

فروری ۲۰۰۸ء میں آپؒ غنودگی میں چلے گئے ڈیڑھ ماہ تک یہی کیفیت رہی، جسکا ہمیں زندگی بھر افسوس رہے گا کہ انہوں نے آخر میں ہمارے ساتھ کوئی بات نہیں کی، کوئی نصیحت نہیں فرمائی، ان کی اس کیفیت کی وجہ سے خوراک کی نالی ناک کے راستے لگائی گئی اور پیشاب کی نالی بھی لگائی گئی، اس طرح مسلسل صاحب فراش ہونے کی وجہ سے ان کی کمر پر زخم بھی ہو گئے جس کے لئے انہوں نے بے حد اور ناقابل برداشت تکلیف اٹھائی آخر وہ گھڑی بھی آ گئی جس کا کوئی انتظار کرے یا نہ کرے وہ اپنے وقت پر آ ہی جاتی ہے اور نیک بخت ہیں وہ لوگ جو اس گھڑی کے انتظار میں رہتے ہیں اور اس کے لئے تیاری کرتے ہیں، ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء کو سحری کے وقت بقول والدہ محترمہ ان کی کیفیت میں فرق محسوس ہوا، انہوں نے آنکھیں بھی کھولیں اور لڑکھتی زبان کے ساتھ اللہ اللہ کا ورد بھی کیا، کسے معلوم تھا کہ یہ چراغ سحر بجھنے کو ہے احقر حسب معمول پونے سات بجے مدرسہ کے دار الاہتمام میں گیا ایک سبق مقامات حریری کا پڑھا چکا تھا اور دوسرا سبق ترمذی شریف پڑھانے کیلئے پونے دس بجے کا انتظار کر رہا تھا، عین پونے دس بجے جب پیریڈ کی گھنٹی ہوئی اور احقر اپنی کتاب اور رجسٹر حاضری طلباء اٹھا رہا تھا معاً عزیزم محمد ریاض خان سواتی نے گھر سے ڈاکٹر کو بلانے کے لئے تیزی سے باہر نکلتے ہوئے مجھے کہا کہ ''اباجی کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہے'' میں نے فوراً کتاب رکھی اور دفتر اہتمام کو بند کر کے گھر پہنچا لیکن آپؒ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی، گھر والوں کو یقین نہیں آ رہا تھا، ان کی تسلی کیلئے یکے بعد دیگرے دو ڈاکٹروں ڈاکٹر سراج اور ڈاکٹر شیخ عبدالحمید کو بلایا گیا، لیکن مجھے تو ان کے چہرہ پر نظر پڑتے ہی یہ کیفیت معلوم ہو گئی، ان کا چہرہ بالکل سفید اور ٹھنڈا ہو گیا تھا، میں نے ان کے ناک پر ہاتھ رکھا تا کہ سانس کی آمد و رفت کا احساس کروں، نبض دیکھی، سینہ چیک کیا، ان کی بائیں ٹانگ جو کہ کچھ عرصہ سے سیدھی نہیں ہو رہی تھی، اس کے پٹھوں میں کھنچاؤ آ گیا تھا، آپؒ اس ٹانگ کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے حتیٰ کہ غنودگی کی حالت میں بھی اگر ان کی اس ٹانگ کو کوئی ہاتھ لگاتا تو کراہنے لگتے، میں نے اس ٹانگ کو بھی تھوڑا زور لگا کر چیک کیا لیکن وہ تو خدا کے حضور پیش ہو چکے

تھے، دونوں بلائے گئے ڈاکٹروں نے بھی تصدیق کر دی تو اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا، پھر

جس سمت نگاہ اٹھی اک حشر بپا دیکھا
جو شکل نظر آئی غمگین نظر آئی

میری تو کل دین و دنیا کی متاع لٹ چکی تھی، آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے، جی چاہتا تھا کہ چیخ چیخ کر رودوں اور اپنے وجود کو فنا کر دوں، لیکن انہی کی دی ہوئی تعلیمات کے سامنے مجبور تھا پھر تمام چھوٹے بہن بھائیوں کو دلاسا دینا بھی میری ہی ذمہ داری تھی، میں اپنے زخمی دل کیساتھ آنسوؤں کو پی گیا لیکن جبر کے ساتھ روکے گئے آنسوؤں کو کتنی دیر کوئی روک سکتا ہے اب جب بھی ان کی یاد آتی ہے اور یہ یاد کب آئی ختم ہو سکتی ہے دل خون کے آنسو روتا ہے اور آنکھیں برسات کی طرح خود بخود بہہ پڑتی ہیں اور یہ روگ یقیناً مرتے دم تک ختم نہ ہو سکے گا، عزیزم عرباض نے ان کی آنکھیں بند کیں اور منہ کو رومال سے باندھا، احقر نے ان کے ہاتھ اور پاؤں سیدھے کیے، گھر میں ایک کہرام مچ گیا، آپؒ کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح دنیا بھر میں پھیل گئی، تمام چینلوں نے اسے نمایاں طور پر نشر کیا، ہر طرف سے آدمیوں کا سیلاب ریلے کی صورت مدرسہ پہنچنا شروع ہو گیا۔

تجہیز و تکفین نماز جنازہ اور تدفین

باہم مشورہ کے ساتھ رات نو بجے جنازہ کا اعلان کیا گیا جو عشا کی نماز کے متصل جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں ہی ادا کیا جانا تھا، اس مرد قلندر کی دو خواہشات تھیں جو اللہ رب العزت نے اپنے غیب کے خزانے سے پوری فرمائیں ایک یہ کہ ۱۹۹۹ء میں انہوں نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا تھا کہ "میں چاہتا ہوں کہ میرا جنازہ بھی اسی مسجد سے اٹھے" اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات سے ایک دو دن پہلے تیز ترین بارش برسا دی جس کی وجہ سے گوجرانوالہ کے تمام بڑے گراؤنڈ پانی سے بھر گئے اور متوقع ہجوم کے پیش نظر بھی مجبوراً جامع مسجد نور میں ہی آپؒ کا جنازہ پڑھایا گیا، جس کی امامت کی ذمہ داری بھی احباب نے مجھ ناتواں پر ڈال دی چنانچہ ایک لاکھ افراد سے زائد لوگوں نے اس مرد درویش کے جنازہ میں شرکت کی، ان کی دوسری خواہش یہ تھی کہ انہیں مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کیا جائے، چنانچہ اللہ رب العزت نے وہ بھی پوری فرما دی گوجرانوالہ کے قدیمی قبرستان میں رات سوا دس بجے انہیں ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں سپرد خاک

کر دیا گیا، آپؒ کو قبر میں اتارنے کیلئے عزیزم محمد ریاض، عزیزم محمد عرباض اور مولانا حافظ عبدالقدوس قارن قبر میں اترے، تدفین کے بعد سر کی جانب سورۃ البقرہ کا آغاز شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی نے تلاوت کیا اور پاؤں کی جانب سورۃ البقرہ کا اختتام عزیزم محمد ریاض نے تلاوت کیا اور دعا حضرت شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی نے کرائی۔

یوں علم وحکمت کا یہ پہاڑ خدا کے حضور پیش ہوگیا، ایسی ہی کسی قبر کے متعلق شاعر نے بجا طور تعجب کا اظہار کیا تھا جواب یقینی طور پر آنکھوں کے سامنے ہے۔

عَجَباً لِاَرْبَعِ اَذْرُعٍ فِیْ خَمْسَةٍ
فِیْ جَوْفِهَا جَبَلٌ اَشَمُّ كَبِیْرٌ

تعجب ہے چار فٹ چوڑی اور پانچ فٹ لمبی قبر پر جس کے اندر ایک بڑا بلند پہاڑ دفن ہے۔

قبر سے خوشبو مہک اٹھی

تدفین کے بعد تین دن تک آپؒ کی قبر کی مٹی سے خوشبو مہکتی رہی جو احقر نے خود بھی اور کئی جید علماء کرام اور عوام الناس نے سونگھی اور محسوس کی بلکہ محفوظ کی، وہ اس طرح کہ ہمارے ایک نمازی محمد ریاض بوہڑ ایک شیشی میں وہ مٹی ڈال کر لائے، تاکہ مجھے دکھائیں، پھر احقر نے قبر پر حاضر ہو کر بھی اس کی تصدیق کی، اور وہ مٹی کی ایک چٹکی جو شیشی میں محفوظ کی گئی تھی آج ساڑھے تین ماہ کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی مہک رہی ہے اور عزیزم محمد ریاض کے پاس محفوظ ہے، اس کرامت کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں پھیل گئی اور عقیدتمند وہاں آ کر مٹی اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے اور قبر کو زمین کے ساتھ برابر کر دیا، جس کی وجہ سے ہمیں بڑی پریشانی اٹھانی پڑی اور قبر پر متعدد بار مٹی ڈلوائی گئی، لوگوں کو بے حد سمجھایا گیا کہ مٹی نہ اٹھائیں لیکن ایسے میں کون سنتا ہے، آپؒ کی قبر کچی بنائی گئی ہے، لیکن اندھے عقیدتمند از خود ہی وہاں جا کر پھول بھی ڈال آتے ہیں، پانی بھی چھڑک آتے ہیں، پرندوں کے لئے دانا بھی ڈال آتے ہیں، اور کسی نے تو توڑی والی مٹی کے ساتھ لیپ بھی کر دیا تھا، بندہ نے پھر اس پر مٹی ڈلوائی، یہ ان لوگوں کی ذاتی کارروائی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے اور صاحب قبر کے عقیدہ ومشن پر کاربند ہونے اور انکی تعلیمات سے روشنی حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ایک خواب

نبی کا خواب حجت اور وہ وحی کی ایک قسم ہوتا ہے لیکن امتی کا خواب حجت نہیں ہوتا تاہم اس کی تعبیر ضرور ہوتی ہے، بعض خوابوں کی تعبیر تو جناب نبی اکرم ﷺ نے خود ہی متعین فرمادی ہے مثلاً ورقہ بن نوفل کو سفید لباس میں دیکھنے کی تعبیر آپ ﷺ نے اس کے جنتی ہونے کی تعبیر ارشاد فرمائی، اس قسم کا ایک خواب حضرت والد ماجدؒ کی وفات سے تیسری رات احقر نے دیکھا جسے بندہ زندگی بھر نہیں بھلا سکتا، جامع مسجد نور میں بے پناہ ہجوم ہے اور وہ کھچا کھچ بھری ہوئی ہے جیسے ایک بڑا جلسہ ہو رہا ہے، مسجد کی محراب کی جگہ سپیکر ہے اور وہیں حضرت والد ماجدؒ تشریف فرما ہیں، احقر بھی ان کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور دیگر کئی احباب بھی ہیں، حضرت نے بالکل سفید لباس پہنا ہوا ہے (ایسا اجلا سفید کہ ایسی سفیدی میں نے کبھی نہیں دیکھی) اور پھر آپؒ کی داڑھی بھی بالکل سفید اور پہلے سے گھنی لمبی اور گول ہے، جو بڑا خوبصورت منظر پیش کر رہی ہے، اور آپؒ کا چہرہ بالکل سرخ اور سفید ہے (ایسی کیفیت محسوس ہوئی جیسے آپؒ کے چہرہ پر ۱۹۷۵ء کے لگ بھگ تھی اس وقت جب سردیوں کے موسم میں آپؒ دھوپ میں بیٹھتے یا ویسے آپ کو غصہ آتا یا بلڈ پریشر ہوتا تو آپؒ کے رخسار انار کی طرح سرخ ہو جاتے جیسے ابھی خون باہر آ جائے گا) مجھ سے مخاطب ہوئے اور پوچھا یہاں کون کون آیا ہے؟ میں نے کہا ہر قسم کے لوگ آئے ہیں سب مسلکوں والے بھی ہیں، پھر مجھے فرمانے لگے کہ شاہ ولی اللہ مجھ سے حسد کرنے لگا ہے کہ میں اس سے کیوں بڑھ گیا ہوں، یہ بات سن کر میرے دو ہم کلاس ساتھی عبداللہ اور ظفر ہنسنے لگے جو وہاں قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے، تو میں نے حضرت والد ماجدؒ سے کہا کہ ان کو ابھی ان باتوں کی سمجھ نہیں ہے، پھر مجھے پوچھنے لگے میں نے بھی کچھ کہنا (بیان کرنا) ہے؟ میں نے کہا ہاں، پھر میں سپیکر کو ان کے سامنے سیٹ کرنے لگا وہ بیٹھے ہوئے تھے، جب سپیکر سیٹ ہو گیا تو خود ہی سپیکر کو پکڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سامنے سیدھا کر لیا، بڑے صحت منداور توانا محسوس ہوتے ہیں بغیر کسی سہارے خود ہی جلدی سے کھڑے ہو گئے، اور فرمایا میں کھڑا ہو کر بیان کروں گا، آپ سپیکر کے سامنے کھڑے ہیں اور لوگ ہمہ تن گوش بیٹھے ہوئے ہیں اور آپؒ کے دل کی جگہ سے ایک روشنی نکل رہی ہے جو چکور شکل کے باریک پائپ کی طرح سرخ لائٹ اور مربع شکل میں دور تک جا رہی ہے، لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور مسجد کے ہال میں کچھ دوری سے ایک پولیس والا کھڑا ہو کر اپنی گردن کو آگے کر کے بڑے تعجب کے ساتھ اس روشنی کی طرف

دیکھ رہا ہے، اور میں بھی بیٹھے ہوئے سر اٹھا کر ان کی اسی روشنی کو دیکھ رہا ہوں، اسی دوران میری آنکھ کھل گئی اور طبیعت میں بے حد بشاشت پیدا ہوگئی، واللہ اعلم بالصواب۔

سفید لباس کی تعبیر تو جناب نبی کریم ﷺ نے بیان فرمادی ہوئی ہے، اس لئے اس پر یقین ہے، اللہ تعالیٰ ان کے دل سے نکلنے والی روشنی سے ہمیں مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سے بھی دین کا کام لے لے، آمین یارب العالمین۔

شب فراق میں بجھے ہوئے چراغوں کو
تیرے خیال کی لو سے جلا رہا ہوں
تیرے خیال کی دنیا میں جلوہ گر ہو کر
تیرے فراق کو ارماں بنا رہا ہوں

خواب ورؤیا

حضرت والد ماجدؒ کی ذاتی ڈائری سے ان کے ان خوابوں کولکھا جارہا ہے جن میں بعض انبیاء علیہم السلام صحابہ کرامؓ، اساتذہ عظامؒ اور اسلاف کی زیارات اور بشارات کا تذکرہ ہے، بعض ان میں سے عربی میں لکھی گئی تھیں اور بعض اردو میں، جنہیں من وعن نقل کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

حضرت عیسیٰؑ کی زیارت

(۱) ''کنتُ الیوم نائماً فی الظهیرة فرئیت فی الرؤیا انی فی مکان غریبٍ، ومقام صعبٍ بین شعابٍ وعقباتٍ وجبالٍ، ورئیت جسمی قد کبرو عظم حتی تغیر من هیئة الجسم الانسان الیٰ هیئةٍ اخری، وهَابَ منی کل شیء، حتی الحشراتِ والهوام، قد فروا من صوتی اشد الفرار، وانی اَمشی واَمُرُّ فی تلك الهیئة بین العقبات واقول بصوتٍ جهیرٍ فی غایة الجهر، کَرَّةً بعد مرةٍ، اللّٰه اکبر، فمررت فی هذه الحال حتی وصلت الی مقام اذ نظرت الی الیمین فرئیت اجبالاً شامخةً، والی الیسار کذالك، فصعدت فی تلك العقبات حتی بلغت الیٰ مقام ورئیت فی طرف الیسار شخصاً فی هیئة لا هُو مُسْتَلقٍ ولا جالِسٌ

فلما دنوت منه ،تحلّلَ جسمی وصرت فی صورة الانسان،فسألته فی العربیه "من انت"
فقال "انا عیسی بن مریم" فقلت" مرحباً بعیسی بن مریم مرحباً" قد کنتُ انتظرتك
مذاعوامٍ" فد نوت منه لاقبِّل یدهٗ فقبلت یده وسقط الدمع من عینی فی حجره" ورئیت
فی طرف یساره شیناً فقلت "ایش هذا" فقال مجیباً"هذا حمار المِلّةِ" فتعجبت وقلت
"حمارالملة" فقال" حمار الملة العالم" فقلت" فانا اَجُرُّجِمَارك" فاذا هو قد قام من
مقامه واخذ فی المشی ،واذ الشی الذی رائیته قد صار فی صورة حمار عظیم الاطراف"
(فانتبهت من النوم واللّٰه اعلم) یوم الخمسین ۴ ذی القعده ۱۳۷۵ھ ۱۴ یونیو ۱۹۵۶ء۔

(عبد الحمید سواتی)

حضور ﷺ کی زیارت

(۲) "۱۵ ذی الحجة ۱۳۷۹ ھ کنت نائما فی الظهیرة فرئیت انی احب ان ازوربیتَ
اللّٰه،وروضةَ نبینا ﷺ واقول فی نفسی انی رجل مذنب فاین لی هذه السعادة ،وصرتُ
متفکراً حزیناً کئیباً وامشی علی الطریق،ورئیت ان صبیاً عسی ان یکون عمره عشر
سنین، ورئیت حوضاً کبیراً الی منتهی النظر وماء ہ شفاف مصفی ،والحوض عمیق،
ویلوح سطح الماء کا نه اسود ،فاردنا ان نستحم فی الحوض، ولکنی اقول، نذهب من
ناحیة الحوض الی جانب اخر فنستحم فیه ولکن الصبی غاص فی الماء وَیَسبَحَ وفی هذه
الحالة رئیت روضة النبی ﷺ وصرت قریبا منها، وکنت فی غایة الکرب، فرئیت ان
النبی ﷺ قد خرج من الروضة المطهرة وتوجه الیَّ واشتکیت الیه خطوب الدهر و
مصائب الزمان ،وکانیّ احس انه ﷺ وضع یده الکریمة علی کتفی وقال "یا بُنَیَّ اصبر،
یا بُنَیَّ اصبر اَیّ انسان فی الدنیا لم تصبه المصائب والتکالیف""و بعد قلیل من الزمن
انتبهت من النوم "(عبد الحمید السواتی)

حضرت سندھیؒ کی زیارت

(۳) "رئیت فی الرؤیا مولانا عبید اللّٰه السندهیؒ ومعه اثنان او ثلاثة من تلامذته وهو

یقول لی دَرِّسِ البیضاوی"وذکر کتابا اخر فی الحدیث،نسیت اسمہ " (واللّٰہ اعلم ۱۹۶۵ء)

(۴) "رئیت فی الرؤیا کانی فی رَوْضَةِ التی اُدرِّسُ فیھا "وملك اقبال" جاء ومعہ رجل آخر فیکلمنی واکلمہ، واخرجت لہ کتابین ھدایۃ النحو والکافیۃ واقول لہ ان ھذین الکتابین اشتریتھما بثمن رخصٍ احدھما بثلاث انات والاخر بِستَّةِ انات واقول لہ علی ھذین قرءت فاخذھما وقلَّبَھُمَا واخرج منھما مفاتیحَ کثیرةٍ ودراھم فضةٍ قدیمةٍ فتعجبت لہ"۔(۲۹ یونیو ۱۹۶۵ء) واللّٰہ اعلم

(۵) "رئیتنی فی الرؤیا کانی فی المسجد الجامع (المسجد العالمغیر فی الاھور المعروف بمسجد الشاھی) واردت ان احضر الی قبر دکتور اقبال للفاتحة، فدخلت فی المکان الذی فیہ قبرہ،فرئیت فیہ القالین المصورة المفروشة، فاذا بعد برھة من الزمن رئیت کانَّ دکتوراً مستلقٍ علیھا ویکلمنی واکلمہ،اذا ھو یتَسلَّلُ الی جانب رجلیہ وبعد برھةٍ قد جررتہ الی جانب رأسہ"(۳۰ یونیو ۱۹۶۵ء) واللّٰہ اعلم

حضرت رائے پوریؒ کی زیارت

(۶) "یوم الجمعة ۱۰ رجب ۱۳۸۵ ھ ، ۵ نوفمبر ۱۹۶۵ء بعد صلاۃ الفجر کنت نائماً علی السریر فرئیت ان مولانا الشاہ عبد القادر رائے فوریؒ فی سیاق الموت(یموت) وان الناس من خدامہ اجتمعو احولہ حتی انہ قد مات،فاسفت غایة الاسف وان احد خدامہ شدَّ لحیاہ والقی قطعةَ ثوبٍ علی رأسہ و وجھہ فبعض وجھہ مرئی وبعضہ مستور ،ولحیة المبارکة بیضاء ووجھہ یتھلّلُ ویبرق وتحت صدریتہ رداء غلیظ (ثخین) وھو مستلق وان رجلاً اظن ان یکون من خدامہ مضطجع علی شقہ الیمن ووجھہ الی مولانا رائے فوریؒ والا خرایضاً کذلك مستلق ووجھہ الی طرف مولاناؒ فتا سفنا علی ھذہ الحالة اسفا شدیدا، فانتبھت من شدة الخوف"(واللّٰہ اعلم)

(۷) "رئیت انی اَمَرّ امام مقبرة غاکر (گکھڑ کے قبرستان کے آگے سے گزر رہا ہوں) وھناك فی

ناحية المقبرة رجل كبير ولحيته مخضوبة بالحناء ولعل معه امرأة وهو يقول في حق الاسترشاد (پیری مریدی کے بارہ میں کہہ رہا تھا)

(This is a very dangerous acupation.It be not appear)

ومررت بعده الى قصبة غاكر ورئيت مكاناً وصعدت الى غرفته على المصعاد رئيت الحمير والبغال وهي ايضاً تصعد الى الغرفة وسقط الحمار على المصعاد" (عبد الحميد السواتى والله اعلم)

حضرت لاہوریؒ کی زیارت

(۸) (الرؤيا) "رئيت فى النوم قبيل الساعة الثالثة في الليل انى ذهبت الى بيت الله المكرم ومعى بعض من مريدى مولانا احمد على الاهوريؒ وهم يتكلمون معى فى بعض الامور ،وقال لى رجل ثقة صالح منهم، الاتحج؟ فقلت اِنى ذوحظٍ لانى احج مع شيخى واستاذى (مولانا السيد حسين احمدالمدنىؒ) لانه هو ايضاً جاء الى الحج، وبعد برهةٍ من الزمان كنت اَمام حجر الاسود تلقاء زمزم فاذا شيخى وسيدى واستاذى مولانا حسين احمد المدنىؒ جاء وهو يقول لى جدِّدِ البيعة فتقدمت اليه وبين يديه بعض آيات من القرآن مكتوبة على ورق فيه ذكر العلم،فضمنى الشيخ الى صدره وجدّدت البيعة ويقول لى الشيخ "لم اَجْعَلْكَ جُبَاناً" وانتبهت من النوم ،والله اعلم۔

"يوم السبت الاول من شهر الصفر ۱۳۷۹ھ،۱۹ اپریل ۱۹۶۹ء"

حضرت مدنیؒ کی زیارت

(۹) "ورئيت انى فى مقام وهناك رجال لا اعرفهم الا انهم من حزبنا وجلد تنا،وفيهم مولانا عبد العزيز السكودهوى الناظم للمدرسة نصرة العلوم ،ونحن فى رَوضَةٍ (حجرة) وهناك هئ الطعام وانى فى طرف الصف واَمّا مى خوان (طاولة) فوقه طعام (لحم و خبز) وزيلت الطاولة من مكانها، وجاء سيدى و مولائى وشيخى و مرشدى مولانا حسين احمد المدنى قدس الله سره العزيز واعطانى من خلف ظهر مولانا عبد العزيز ثلاثة

ارغفة او اربعة لبنة وقال انى اعطيك لان اَسنَا نَكَ ضعيفة "والله اعلم (ليلة الثلثاء ۸ شوال ۱۳۹۰ ھ ۸ دیسمبر ۱۹۷۰ء)(عبد الحميد السواتى)

(۱۰) "صليت صلوٰة الصبح و درست القرآن وقرات وردى (حزبى) ونمت ورئيت فى الرؤيا انى فى مقام مثل ديوبند وان شيخى وامامى (مولانا حسين احمد المدنىؒ) يدرس الحديث وجماعة من الطلاب والمستفيدين حوله ،وانى جالس خلف ظهر الشيخؒ واسمع صوته ولا ارىٰ شخصه ،وامامى رجال آخرون جالسون،ولكن سرعان مارئيت ان شيخىؒ ينظر الى من خلف ظهره،وبعد برهة رئيت انى قُدَّامَ الشيخ وهو يدرس وينظر الىَّ وكانه يخاطبنى وبعد قليل من الزمن لماختتم الشيخ الدرس،صرت قريبا منه،واظن ان مولانا عبد القيوم ايضا قريب منى يسمع،وانا اقول له "اَشْرَحَ صدرك" "وهو ساكت" وبعد ذالك عرضت فى خدمة الشيخ وقلت "ينبغى الصلح" وتلوت" وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَ"والصلح خير" لكن شيخىؒ قال قولا مفهومه "لا يصلح الصلح" وليس احد بمعذور اَمَام الاسلام "وايضاً قال اِصْبِرُوْا" وايضا دَنوت من الشيخ ورئيت على رأسه قلنسوة بيضاء ولحية المباركة سوداء، وانى افكر واقول فى نفسى ان اجدّد البيعة وايضاً افكر ان اظهر امام الشيخ بانى اقرأ دلائل الخيرات ولكن اوراد اللتى لقننى الشيخ وقت البيعة فى ۱۹۴۴ء ومن جملتها "پاس انفاس" ما استطيع ان اتممها، وفى هذا انتبهت من النوم وقت الساعة التاسعة"

(يوم الثلثاء،۱۹من شهر رمضان و ۹ نوفمبر ۱۹۷۱ء عبد الحميد السواتى ،والله اعلم)

(۱۱) "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لمبی کے مقام ریتڑہ میں پھوپھا دین علی شاہ مرحوم کا مکان ہے،اور اس میں حضرت مدنی" تشریف لائے ہیں، کچھ بات فرما رہے ہیں، لیکن پوری طرح سمجھ میں نہیں آ رہی، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ان کا بدن مبارک دبا رہا ہوں، آپ کچھ فرما کر لیٹ جاتے ہیں میں نے بدستور کندھے اور گردن دبانے کی کوشش کی، آپ نے سر کی طرف اشارہ کیا، میں نے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو معلوم ہوا کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ سر میں بوجھ ہے، آرام کرنے دو، آپ کے سر مبارک کے بال سیاہ ہیں اور کچھ

بڑھے ہوئے ہیں، نیز داڑھی مبارک کے بال سیاہ ہیں جیسا کہ خضاب سے رنگین ہوں، لیکن ان بالوں کی جڑیں سفید نظر آتی ہیں، چنانچہ میں نے آپ کو آرام کی خاطر لیٹا ہوا چھوڑ کر باہر نکل آیا اور دروازہ بہت احتیاط سے بند کیا کہ کھڑاک نہ ہو، جب میں آہستہ سے دروازہ بند کر کے جنوب کی طرف جو مکان کا حصہ تھا اس میں گیا تو دیکھا کہ میرے چاروں بچے وہاں کھیل رہے ہیں، میں نے ان کو منع کیا کہ شور نہ کرو، حضرت کو بے آرامی ہوگی'' واللہ اعلم۔ (۱۴ جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ بوقت دوپہر، عبدالحمید السواتی)

(۱۲) (۱۵ جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ بوقت دوپہر) ''ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ ایک بہت بڑی فصیل ہے اور میں اس فصیل پر چڑھ گیا ہوں، پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فصیل (سور۔ دیوار) پل صراط ہے، اس کا ابتدائی حصہ اتنا ہے کہ اس پر پاؤں آسانی سے ٹک سکتا ہے، لیکن جب اس پر چلنا شروع کیا تو دائیں بائیں طرف نہایت ہی خوفناک قسم کی پستی اور خلاء نظر آرہی تھی، اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اگر تیزی کے ساتھ اس فصیل پر آگے گزر کر پار نہ ہوا تو شیر حملہ آور ہو کر ہلاک کر دے گا، سخت دہشت زدہ ہوا، لیکن تیزی سے اس دیوار پر آگے بڑھنے لگا جوں جوں میں آگے بڑھتا گیا دیوار اوپر سے پتلی ہوتی چلی گئی، لیکن میں آگے برابر بڑھ رہا ہوں اور خوف طاری ہونے لگا کہ جب پاؤں ٹکنے کی جگہ نہیں ہوگی تو کیسے چل سکوں گا لیکن چلتا رہا اللہ تعالیٰ کے توکل پر دیوار باریک ہو کر بالکل تیز تلوار کی دھار کی طرح ہوگئی اور میں پیر برابر اس پر رکھتا ہوا چل رہا ہوں، جسم کا توازن قائم کرنے کی بڑی فکر ہو رہی ہے، نیز یہ فکر بھی دامن گیر ہو رہی ہے کہ تلوار تو بہت باریک ہوگئی اور بڑی تیز ہے پاؤں کٹ جائیں گے لیکن میں برابر بلند آواز سے اللہ اللہ کرتا ہوا، اس تلوار سے گزرتا جاتا ہوں وہ پاؤں کو کاٹتی نہیں حتیٰ کہ بالکل آخر تک پہنچ گیا پھر بیدار ہوگیا'' واللہ اعلم

(۱۳) ''میں ایک مقام میں ہوں پتہ نہیں کون سی جگہ ہے، حضرت شیخ مدنیؒ ہیں اور کچھ ایسا فرما رہے ہیں کہ میرے پیٹ میں تکلیف ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے لئے ساگودانہ نہ تیار کیا جائے، آپ نے فرمایا تیار کر کے لاؤ، میں وہاں سے اٹھ کر ساگودانہ تلاش کرنے کے لئے گیا ایک مقام میں بہت سے لوگ ہیں، ان میں مولوی مظہر الاسلام (تمرکھولے والے مولانا عبداللطیف صاحب مرحوم کے پوتے جو نصرۃ العلوم کے فاضل ہیں) بھی ہے، میں نے اس سے کہا کہ ساگودانہ مہیا ہو جائے، اس نے تلاش کر کے مہیا کر دیا وہ میں نے لیا کہ اس کو لے جا کر پکا کر شیخ کی خدمت میں پیش کیا جائے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ

سا گودانہ گڑ کی ڈالی کیطرح معلوم ہوتا ہے، مظہر الاسلام نے بھی کہا کہ شکل تو گڑ جیسی ہے لیکن ذائقہ سا گودانہ کا سا ہے، چنانچہ میں نے اسے چکھ کر دیکھا تو واقعی سا گودانہ جیسا ذائقہ تھا، میں نے وہ لیا اور جلدی سے چلا وہ میں نے اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رات کا وقت ہے میں بڑی تیزی سے جا رہا ہوں اور تنہا ہی جا رہا ہوں، چلتے چلتے آگے مشرق کی جانب سے صبح نمودار ہو جاتی ہے اور طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان جیسا وقت معلوم ہوتا ہے، اس اثناء میں خواب سے بیدار ہو گیا، رات کے تین اور چار کے درمیان کا وقت تھا۔'' واللہ اعلم (۱۴ محرم ۱۳۹۳ھ ۸ فروری ۱۹۷۳ء۔ عبد الحمید السواتی)

(۱۴) ''آج رات کو میں نے دیکھا کہ حضرت مدنی ؒ ایک مقام میں ہیں اوپری سی جگہ ہے، کچھ لوگ اور بھی وہاں موجود ہیں اور میں بھی حاضر ہوں، آپ کی داڑھی مبارک سیاہ ہے، اور آپ نے کھدر کا پائجامہ پہنا ہوا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے، کہ شاید آپ کچھ تناول فرما رہے ہیں، اتنے میں شوربے کا ایک قطرہ آپ کے پائجامہ کے پہنچے پر گرا، میں نے غالباً ایک لوٹا میرے ہاتھ میں تھا، اس سے پانی ڈالا اور وہ شوربے کا قطرہ آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے صاف کر لیا، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ کے پائجامہ میں کسی قدر گارے کے چھینٹے لگے ہوئے ہیں، میں نے عرض کیا کہ اس پائجامہ کو اگر اتار دیں تو میں اسکو صاف کر دوں، آپ نے فرمایا بہت اچھا پہننے کیلئے کوئی تہبند نہیں، اور عام طور پر تہبند پونے تین گز کے ہوتے ہیں جو نا مکمل ہوتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک تہہ بند ہے جو تین گز کا ہے لیکن وہ سٹیپل کا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کے پہننے میں کیا حرج ہے۔'' واللہ اعلم عبد الحمید السواتی (۱۶ شعبان ۱۳۹۴ھ ۴ ستمبر ۱۹۷۴ء)

(۱۵) ''ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مدنی ؒ کسی مقام میں تشریف فرما ہیں، میں بھی وہاں موجود ہوں اور بہت سے دیگر حضرات بھی ہیں لیکن میں ان کو پہچانتا نہیں کہ کون ہیں، حضرت مدنی ؒ کی داڑھی مبارک پر خضاب سیاہی مائل لگا ہوا ہے، اور سر مبارک پر غالباً سبز اونی رومال لپیٹ رکھا ہے، اور پورا لباس پہن رکھا ہے، اور آپ کے ہاتھ مبارک میں لوٹا ہے، اور بیٹھ کر آپ وضو کر رہے ہیں اور کچھ باتیں بھی ہوتی ہیں لیکن سمجھ میں نہیں آتی۔'' واللہ اعلم عبد الحمید السواتی (تاریخ یاد نہیں)

(۱۶) ''آج رات کو خواب میں دیکھا میں ایک مقام میں ہوں، وہاں پر خواجہ محمد صدیق صاحب (کھڈیاں والے رکن مدرسہ نصرۃ العلوم) بھی ہیں، اور مولانا عبد القیوم صاحب (مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم) بھی وہاں

موجود ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سردار عطاء اللہ مینگل ہمارے پاس بطور مہمان آئے ہیں، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی ایک آنکھ صحیح سالم ہے، اور دوسری آنکھ نہیں ہے (کانے ہیں) میں نے کہا کہ یہ ہمارے مہمان ہیں ان کے لئے پانی لاتا ہوں، ایک گلاس لیا، پانی لینے کیلئے چلا، دوسری طرف ایک کھلی الماری سی ہے، اس کے ایک خانے میں ایک کتا بیٹھا ہے، میں خیال کرتا ہوں کہ یہ باولا کتا ہے، اور وہ کچھ غراسا رہا ہے، میں نے دائیں ہاتھ میں گلاس پکڑا ہوا ہے، اور بائیں ہاتھ میں ایک تنکا نما سی لکڑی ہے، میں کہتا ہوں کہ اس لکڑی کے ساتھ اس کتے کو مارنا چاہیے، ادھر خواجہ محمد صدیق صاحب اور مولانا عبدالقیوم صاحب نے بھی اس کتے کو مارنے کی پوری کوشش کی لیکن وہ اس کے مارنے میں کامیاب نہ ہوسکے، پھر میں نے دیکھا کہ کتا الماری سے نکل کر ایک طرف چلا گیا ہے پھر پلٹ کر آیا اور ایک کھلی جگہ میں نے کوشش کی اس کتے کو مارنے کی حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور میں نے اس کتے کا سر اس طرح کچل دیا جس طرح سانپ کا سر کچل دیا جاتا ہے، اور کچھ اس کے پیٹ کی آلائش بھی باہر نکل آئی، میں نے کہا کہ اس کو کہیں پھینک دینا چاہیے تا کہ جگہ صاف ہو جائے" (۱۷ شعبان ۱۳۹۴ھ) واللہ اعلم عبدالحمید السواتی (انہی دنوں میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا گیا تھا)

حضرت درخواستیؒ کی زیارت

(۱۷) "رئیت فی رؤیا مولانا درخواستی وھو لابس الازار وکنا فی الغرفة وکنت ایضاً لابس الازار وھو وضع یدہ علی رأسه ویقول یا بُنَیَّ انی اذھب"

حضرت شیخ الادبؒ کی زیارت

(۱۸) "رئیت مولانا واستاذنا شیخ الفقه والادب اعزاز علیؒ وکنت اذ ذاك توضأت واردت ا ن اصلی فی المسجد اوفی موضع یجتمع الناس فیه ویصلون،فلما جئت رئیت ان مولانا اعزازعلیؒ جالس فی طرف المکان وھو فوق الجدار فی طرف الداخل وکنت فی طرف الخارج وسلمت وجلست عندہ، وعلیه ثیاب وقبلت یدہ وقلت انی کنت مذزمان ارید ان ازورکم،وھو سالنی عن رجل، فاجبت ھو" (بالائی پونچھ میں ہے)۔

حضرت خضرؑ کی زیارت

(۱۹) "رئیت محطة وفیھا عدد کبیر من قاطراتٍ ھائلةٍ کبیرةٍ وھی تمر وتجیء علی

قضيب الحديد فلما عبرت المحطة وفى طرف الاخر حقول وفيه بعض الاشجار وصحراء ورئيت خضر عليه السلام وهو فى صورة امرد وشعر رأسه مثل شعرالا فرنج وهو لا بس البنطون والقميص وعلى رأسه ثوب وبعض رأسه حاسر من ثوب وانا اقول فى نفسى كيف يكون خضر عليه السلام فى هذه الهيئة واتعجب" (فى شهر ربيع الاول ۱۳۹۵ھ عبد الحميد السواتى)

حضرت مدنیؒ کی زیارت

(۲۰) "كنت نائماً فى الظهيرة فرئيت كانى فى مقام هو مثل حجرتى (اوضتى) اللتى كنت اجلس وادرس واعلم الطلاب وفيها ايضاً مكتب الاهتمام لمدرسة نصرة العلوم والباب والشباك مفتو حان،وفيها بعض من الاجانب،ورئيت شيخى وسيدى مولانا حسين احمد المدنىؒ جالس على المصلى (السجادة) ولحيته المباركة سوداء،وكنت جالساً امامه،وهو كان يشكو اهل البدعة،وقلت ان غير المقلدة ايضاً يقولون فى حق مولانا رشيد احمد الكنكوهىؒ بانه من اهل الشرك والعياذ بالله، وقلت ان مولانا رشيد احمدؒ كان مقتدى الديوبند يين واما مهم ،فكيف بمولانا حسين احمد المدنى والشيخ العثمانى وهما مع ذالك من رجال السياسة ،والسياسة يُبَغِّضُ بعض الرجال الى بعض "وبعد ذالك قال الشيخؒ للرجل الذى كان جالساً قريباً منى" ادع الحاج كالے خان"فالبر نا مج معلوم له،وقلت ان عزيز الرحمٰن الذى كان قريبا من الشيخ على طرفه الايسر ،انه يعلم الحاج كالے خان،وهو يدعوه،فلما قام مولانا عزيز الرحمٰن، انتبهت من النوم والوقت كان خمس واربعين دقيقة بعد الواحد نصف النهار (۵ شعبان ۱۳۹۵ھ يوم الخميس ۱۴ اگست ۱۹۷۵ء والله اعلم بالصواب عبد الحميد السواتى)

(۲۱) "آج رات ۹ اوردس شعبان کی درمیانی شب منگل کی رات آخری حصہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں مسجد نور کے محراب میں ہوں محراب کا دروازہ بھی کھلا ہے،اور وہاں ہی دائیں طرف حضرت مدنیؒ تشریف فرما ہیں، میں محراب میں ایک بستر بچھا رہا ہوں، نیچے دری اور تلائی ہے اوپر چادر، اس بستر بچھانے

میں حضرت مدنیؒ میری امداد فرمارہے ہیں، مسجد کے باہر کے دروازے بھی کھلے ہیں، حضرت کچھ گفتگو فرما رہے ہیں، لیکن یاد نہیں کہ کیا فرمایا، اس کے بعد محراب کے دروازہ میں قبلہ کی طرف باہر نکلا دو بڑی بوتلیں سفید ہیں اور خالی پڑی ہیں، اور ایک گلاس ہے جس میں کچھ دودھ لگا ہوا ہے، میں نے حضرت سے عرض کیا کہ دودھ یا چائے لاؤں تو حضرت نے فرمایا کہ ہمارے پاس موقد (سٹو) ہے جو ہر وقت گرم رہتا ہے، موقد یا تر ماس کا ذکر کیا، محراب کے بائیں طرف ایک نلکا لگا ہوا ہے، میں نے اس نلکے کو ہلا کر پانی نکالا اور گلاس کو دھویا، خیال کرتا ہوں کہ رات کے ابھی دس ہی بجے ہوں گے دودھ تو دوکانوں سے مل جائے گا، یا پھر حافظ بشیر احمد صاحب کے گھر سے منگوالیا جائے اسی خیال میں تھا کہ نیند سے بیدار ہو گیا، واللہ اعلم ۱۰ شعبان ۱۳۹۵ھ ۱۹ اگست ۱۹۷۵ء بروز منگل (عبدالحمید السواتی)

(۲۲) ''آج دوپہر ایک بجے کے وقت میں سویا ہوا تھا خواب میں دیکھا ایک مقام ہے اس میں ایک مکان ہے اس کے ایک طرف نیچے فرش پر معمولی سی کھجور کے پتوں کی چٹائی بچھی ہوئی ہے، میں دیکھتا ہوں کہ اس مقام میں میرے شیخ حضرت مدنیؒ تشریف فرما ہیں، آپ کی ریش مبارک سیاہ ہے آپ نے تقریباً ایسا لباس پہنا ہوا ہے جیسا موسم سرما میں پہنا جاتا ہے، میں نے آپ سے ''ورد'' کے بارہ میں کچھ دریافت کیا تو آپ نے مصلیٰ بچھا کر فرمایا نماز پڑھ لوں تو پھر، میں نے بھی ایک طرف مصلیٰ بچھا لیا اور خیال کیا کہ میں بھی کچھ نماز پڑھ لوں، پھر اس کے بعد حضرت شیخ سے دریافت کرلوں گا، اس اثناء میں خواب سے بیدار ہو گیا، واللہ اعلم یوم الاربعاء ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ ۹ جون ۱۹۷۶ء) (عبدالحمید السواتی)

حضرت درخواستیؒ و مدنیؒ کی زیارت

(۲۳) ''آج مورخہ ۲۱ رجب ۱۳۹۶ھ یوم الثلثاء'' میں نے صبح نماز کے بعد درس قرآن دیا اور پھر آ کر گھر میں لیٹ گیا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک مقام ہے کچھ لوگ ہیں، مولانا درخواستی ایک جگہ بیٹھ گئے، میں نے ایک طرف روئی کا گدہ بچھایا اور تکیہ لگانے کی فکر میں ہوں، لیکن حضرت درخواستی کے گرد لوگوں کا حلقہ جمع ہو گیا، تا کہ آپ کا درس سن سکیں، تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف غالباً بوہڑ کا درخت ہے اس کے نیچے ایک بزرگ تشریف فرما ہیں، اور دوسری طرف ایک صاحب کہہ رہے ہیں میرا جوتا بہت اچھا ہے وہ کہاں ہے، میں نے اس بزرگ کے پیچھے کی طرف سے چپل نکال کر اس صاحب کو دیا اور ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا کہ اس کا کچھ

تسمہ ٹوٹا ہوا ہے، میں نے کہا لے لو اپنا جوتا، بوہڑ کے نیچے بیٹھے ہوئے بزرگ کے ہاتھ میں ایک جوتا ہے جس کے نیچے کے حصہ میں کچھ آلائش سی لگی ہوئی ہے، وہ اس کو دور کر رہے ہیں جب میں نے قریب ہو کر دیکھا تو وہ حضرت مدنیؒ تھے، میں اور قریب ہو گیا اور عرض کیا کہ حضرت چائے لاؤں یا ٹھنڈا حضرت نے فرمایا پہلے ٹھنڈا لاؤ، لسی ہو، اور اس میں شربت ہو، میں وہاں سے اٹھ کر گیا تا کہ پہلے ٹھنڈا لاؤں اور پھر چائے، میں دیکھ رہا ہوں کہ مستری رشید احمد صاحب پشت پھیر کر وہاں سے جا رہا ہے، اتنے میں خواب سے بیدا ہو گیا۔ (واللہ اعلم عبدالحمید السواتی)

حضرت مدنیؒ کی زیارت

(۲۴) ''۱۵ شعبان ۱۴۰۱ھ دوپہر کے وقت میں نے روزہ کی حالت میں خواب میں دیکھا کہ حضرت مدنیؒ تشریف لائے اور فرما رہے ہیں کہ تم دیوبند نہیں جاتے، میں نے عرض کیا کہ پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ کی دشواری ہے، حضرتؒ نے میرے ہاتھ سے پاسپورٹ لے کر فرمایا تم جاتے نہیں، پاسپورٹ میں دیکھ کر دیتا ہوں، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر لے گئے، احاطہ محمودیہ کے ایک طرف سے میں داخل ہوا، بہت سے لوگ تھے، پھر میں وہاں سے نکل کر قبرستان قاسمی کی طرف گیا، جنگل ہی جنگل تھا۔ واللہ اعلم

حضرت گنگوہیؒ کی زیارت

(۲۵) ''اسی سال (۱۴۰۱ھ) میں یہ خواب بھی دیکھا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک جگہ تشریف فرما ہیں کھدر کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، داڑھی مبارک بالکل سفید ہے، جو ایک مشت سے تو یقیناً لمبی ہے، لیکن بہت زیادہ دراز نہیں، اور مونچھیں بالکل استرے سے صاف کی ہوئی ہیں، ناک مبارک لمبی ہے اور رنگ سرخ وسفید ہے آپ میری اعصابی کمزوری کے لئے دو عدد گولیاں دے رہے ہیں اور ان کے استعمال کا مشورہ دیتے ہیں، آپ کے پاس اس وقت حضرت مولانا سید فخر الحسن گنگوہیؒ بھی موجود ہیں، اور وہ کھڑے ہیں اور دائیں بائیں طرف ہل رہے ہیں اور حرکت کر رہے ہیں، جب ایک طرف حرکت کرتے ہیں اس وقت ان کی وہ حالت جو حضرت گنگوہیؒ سے تعلق جوڑنے سے پہلی حالت تھی وہ ظاہر ہوتی ہے اور وہ اس قسم کی حالت ہے کہ آپ نے داڑھی بالکل استرے سے منڈائی ہوئی ہے اور مونچھیں گنجان اور لمبی لمبی ہیں اور جب وہ دوسری طرف حرکت کرتے ہیں تو ان کی دوسری حالت ظاہر ہوتی ہے اور وہ ایسی ہے کہ سر پر سفید پگڑی ہے

اور داڑھی مبارک بہت لمبی ہے جب وہ دائیں بائیں حرکت کرتے ہیں تو بار بار ایسا ہی ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت آدم بنوری ؒ کی زیارت

(۲۶) ''ایک دفعہ خواب میں حضرت سید آدم بنوریؒ نظر آئے ان کی شکل وصورت مبارک ایسی تھی کہ داڑھی کچھ سیاہ اور کچھ سفید ایک مشت سے زیادہ تھی اور گنجان، مونچھیں درمیان سے استرے کے ساتھ صاف کی ہوئی، اور کناروں پر سلے تھے'' (واللہ اعلم)

حضرت آدم ؑ کی زیارت

(۲۷) ''یہ واقعہ ۱۴۰۲ھ کے سال کا ہے، غالباً رجب یا شعبان کا مہینہ تھا خواب میں دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام نظر آئے، انکا جسم مبارک پتلا دبلا تھا، چھریرا بدن، دراز قامت، پتلی پتلی داڑھی مبارک تھی، رنگ سرخ و سفید، لباس بھی کچھ خوشنما ہے، سر پر ایسی لنگی ہے جس قسم کی لنگیاں کوٹ نجیب اللہ میں تیار ہوتی تھیں، باریک دھاگے سفید اور نیلے رنگ کے دھاگے کی، حضرت کی شکل وصورت مبارک ہمارے بعض دیکھے ہوئے لوگوں سے ملتی جلتی تھی جن کے نام وغیرہ ہمیں یاد نہیں۔'' (واللہ اعلم)

حضرات حسنینؓ کی زیارت

(۲۸) ''۱۴۰۳ھ کے سال میں یہ خواب دیکھا تھا، حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو دیکھا وہ چھوٹے بچوں کی شکل میں ہیں جس طرح ہمارا چھوٹا بچہ عرباض ہے، ان میں سے ایک غالباً حضرت امام حسینؓ کو اچھی طرح دیکھا اور ان کے رخسار مبارک کا بوسہ لیا اور دل میں کہا کہ انہی رخساروں کو آنحضرت ﷺ بوسہ دیتے تھے، شاید اللہ تعالیٰ ہماری اسی وجہ سے بخشش فرمادے۔'' (واللہ اعلم)

(۲۹) ''۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ بعد نماز صبح درس قرآن دینے کے بعد احقر مسجد سے آکر گھر کے صحن میں لیٹ گیا، خواب میں دیکھا کہ پل صراط پر سے گزرنا ہے اور پل صراط کی وضع ایسی معلوم ہوتی ہے جس طرح ایک پلیٹ فارم بنا ہے، اور وہ کندھے کے برابر ہے، اس پلیٹ فارم پر ایک اور تقریباً دو فٹ کا بنیرا بنا ہوا ہے، اس کے آگے پست، گہرا اور وسیع گھڑا معلوم ہوتا ہے خوف بھی ہے، اوپر والے بنیرے کی پرلی طرف ایک شخص ہے، واللہ اعلم کہ کون ہے، تھوڑی دیر کے بعد اس شخص نے اشارہ کیا تو میں اس پلیٹ فارم پر چڑھ گیا، آگے خود دہشت بھی معلوم ہو رہی ہے، اتنے میں اس تمام پلیٹ فارم میں زلزلے جیسا اضمحلال پیدا

ہوا، اور میں اس میں سے نکل گیا، اور میری زبان پر کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ'' جاری تھا، اتنے میں بیدار ہو گیا۔'' (واللہ اعلم)

حضرت علیؓ کی زیارت

(۳۰) ''غالباً ذیقعدہ کا مہینہ تھا، میں نے خواب میں امیر المؤمنین خلیفہ راشد حضرت علیؓ کو دیکھا آپ ایک مقام میں کھڑے ہیں نظریں نیچے کیے ہوئے، سر مبارک پر پگڑی باندھی ہوئی ہے، کلے پر اور کلہ بھی اونچا ہے، کسی قدر سفیدی مائل، پگڑی کچھ دھاری دار سی ہے، اور آپ کی داڑھی مبارک لمبی ہے، بال کچھ سفید اور کچھ سیاہ ہیں، لیکن آپ کا بایاں رخسار مبارک کھردرا اور اونچا نیچا ہے، ہموار نہیں، دایاں رخسار مبارک بالکل ہموار اور صحیح ہے، آپ بالکل خاموش ہیں کوئی بات نہیں کرتے۔'' خواب سے بیدار ہونے کے بعد طبیعت میں بہت گھبراہٹ سی ہوئی، کہ یا اللہ حضرت علیؓ کے رخسار مبارک میں یہ تغیر کیسا ہے، کچھ سمجھ میں نہ آیا، دعا کی کچھ ایصال ثواب بھی کیا (واللہ اعلم بالصواب تحریر ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ ۱۹ اگست ۱۹۸۶ء عبدالحمید السواتی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

(۳۱) ''غالباً ان ہی دنوں (ذیقعدہ) کا واقعہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر دستار ہے اور کلہ پر باندھی ہوئی ہے، کلہ کسی قدر سفیدی مائل ہے، دستار مبارک دھاری دار ہے، جس طرح کوٹ نجیب اللہ میں لنگیاں بنائی جاتی تھیں، آپ کی داڑھی مبارک کے بال کچھ سیاہ اور کچھ سفید ہیں، آپ گھوڑے پر سوار ہیں اور ہیڑاں کے درے سے ادھر آرہے ہیں، پشت مبارک اگرور کی طرف اور رخ مبارک ادھر ہیڑاں کی طرف ہے، آپ کے گھوڑے کے اردگرد جم غفیر ہے، بڑی مخلوق ہے، لیکن نمایاں طور پر نظر نہیں آرہی، اور میں سلونے، چنار کوٹ اور آل کی طرف سے آگے ہیڑاں جارہا ہوں اور زبان سے کچھ اس طرح کے کلمات جاری ہیں، یارسول اللہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں، میں آپ کے گھوڑے کے پاؤں چومنا چاہتا ہوں، آپ خاموش ہیں، نگاہیں مبارک جھکی ہوئی ہیں، کچھ فرماتے نہیں، اسی اثناء میں خواب سے بیدار ہو گیا (واللہ اعلم بالصواب تحریر ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ ۱۹ اگست ۱۹۸۶ء احقر عبدالحمید السواتی)

حضرت عثمانیؒ کی زیارت

(۳۲) ''ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نہایت ہی اچھا اور خوبصورت لباس جو کسی قدر ہلکا ساخاکی رنگ کا ہے، پہنے ہوئے اور سر پر اسی رنگ کی دستار رکھی ہوئی ہے اور داڑھی مبارک سیاہ ہے اور ہاتھ میں لاٹھی ہے، اور سامنے راستے میں آرہے ہیں، احقر سامنے راستے میں آیا تو انہوں نے نہایت ہی پرتپاک طریقہ پر گرمجوشی سے معانقہ کیا، اور اپنی زبان میرے منہ میں رکھ دی میں اسے چوسنے لگا، پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ میری بائیں طرف بیٹھ گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ میری بائیں ران پر بیٹھے ہوئے ہیں۔'' (واللہ اعلم) (تاریخ یاد نہیں)

حضرت خضرؑ کی زیارت

(۳۳) ''میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خضرؑ کی صورت مبارک مجھے دکھائی گئی، سر پر سفید پگڑی ٹوپی پر رکھی ہوئی ہے، داڑھی مبارک سیاہ ہے، چہرہ مبارک کسی قدر کتابی ہے، اور میں ایسا دیکھ رہا ہوں کہ مجھے صرف ان کا سر مبارک اور داڑھی ہی نظر آرہی ہے، باقی جسم نہیں نظر آرہا۔'' (واللہ اعلم تاریخ یاد نہیں)

حضرت ابوسلمہؓ اور ام سلمہؓ کی زیارت

(۳۴) ''ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ ایک کھلی جگہ ہے ایک طرف چل رہا ہوں ایک جانب کھیت ہیں، درمیان میں راستہ بائیں جانب ایک اونچی جگہ ہے میں اس پر چڑھ گیا اور وہاں کچھ گھاس سی اگی ہوئی ہے، ایک طرف خالی جگہ تھی میں خیال کر رہا تھا کہ اس جگہ کو صاف کر کے اس پر نماز پڑھنی چاہیے، راستہ کے دائیں طرف بھی ایک اور اونچی سی جگہ ہے، اس پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے، جس کی داڑھی سفید ہے لیکن اس کی شکل وصورت کچھ اچھی طرح نظر نہیں آرہی، اس کے بالمقابل راستہ کے دوسری طرف حضرت ام المؤمنین امّ سلمہؓ بیٹھی ہوئی ہیں اور دائیں طرف کے شخص کے بارہ میں مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت ابوسلمہؓ ہیں، ادھر ایک لمبا راستہ نظر آرہا ہے اور اس پر دور سے ایک اونچے لمبے قد کا سیاہ رنگ آدمی آرہا ہے، جس کا لباس بھی مختلف رنگوں والا ہے اور اس شخص کی داڑھی مونڈی ہوئی ہے اور درمیانی عمر کا آدمی ہے، سر پر جناح کیپ کی وضع کی ایک ذرا اونچی سی ٹوپی رکھی ہوئی ہے، یہ شخص برابر اس طرف آرہا ہے، اتنے میں خواب سے بیدار ہو گیا۔''
(واللہ اعلم تاریخ یاد نہیں)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زیارت

(۳۵) (ناقابل فراموش) ''غالباً ۱۹۴۰ء کا زمانہ تھا، احقر اس وقت مدرسہ انوار العلوم شیرانوالہ باغ میں طالب علم تھا، خواب میں دیکھا کہ شاہی مسجد لاہور کے اندرونی حصے سے ایک شخص چھوٹی چھوٹی سفید اور نیم سفید داڑھی والا باہر آ رہا ہے، اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں، لیکن ان کا تشخص نہیں ہو سکتا کہ کون ہیں، میں اس وقت اس مقام میں ہوں، جہاں ڈاکٹر اقبال مرحوم کی قبر ہے، جب وہ شخص مسجد سے نکل کر باہر آیا تو بتانے والے نے بتایا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہیں، میں نے دیکھا تو اس شخص کی شکل وصورت، قد اور پگڑی وغیرہ بالکل چوہدری افضل حق مرحوم کے ساتھ ملتی جلتی ہے، میں نے تعجب کیا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کیسے ہو سکتے ہیں، یہ تو ہمارے چوہدری افضل حق ہیں، چوہدری افضل مرحوم ان دنوں بقید حیات تھے وہ ۱۹۴۲ء میں فوت ہوئے تھے'' (واللہ اعلم)

حضرت حاجی امداد اللہؒ کی زیارت

(۳۶) ''نصرۃ العلوم کا ابتدائی دور تھا میں نے دو دفعہ خواب میں حضرت حاجی امداد اللہؒ کو دیکھا، ایک دفعہ اس طرح کہ آپ گھوڑے پر سوار ہیں، اور آپ کے ہاتھ میں نیزہ پکڑا ہوا ہے، سر مبارک پر پگڑی باندھی ہوئی ہے، کلے پر، سر کے بال لمبے لمبے ہیں، جو تقریباً کان سے نیچے اتر رہے ہیں، اور سر کے بال بھی سفید ہیں، لیکن آپ کی داڑھی مبارک بالکل نہیں، آپ کوسج (کھودے) معلوم ہوتے ہیں۔ (واللہ اعلم)، دوسری دفعہ حضرت حاجی امداد اللہؒ کو اس طرح خواب میں دیکھا کہ آپ اسی طرح کمیت گھوڑے پر سوار ہیں اور ہاتھ میں نیزا پکڑا ہوا ہے، سر مبارک پر دھاری دار لنگی، کلے پر باندھی ہوئی ہے، سر کے بال اسی طرح لمبے لمبے ہیں البتہ داڑھی مبارک چار انگل سے زیادہ ہے، لیکن داڑھی مہندی سے رنگی ہوئی ہے۔'' (واللہ اعلم)

حضرت مدنیؒ کی زیارت

(۳۷) ''آج دوپہر کے وقت سویا ہوا تھا تقریباً ڈیڑھ بجے کا وقت تھا، خواب میں دیکھا کہ ایک مقام میں حضرت مدنیؒ تشریف فرما ہیں، ایک دروازہ ہے، اس کو کھول کر ایک لڑکا اندر اس مقام میں جانا چاہتا ہے جہاں حضرت مدنیؒ تشریف فرما ہیں، وہ لڑکا قریب پہنچ گیا، تو حضرت نے اشارہ کیا اپنی ایک انگلی سے کہ اس کو باہر نکال دو اور دروازہ بند کر دو میں نے اشارہ سے اس لڑکے کو باہر نکال دیا، اور حضرت کے کچھ قریب ایک طرف بیٹھ گیا، حضرت نماز پڑھ رہے ہیں ایک دفعہ نماز پڑھ کر آپ نے سلام پھیرا اور دائیں طرف مصلّٰی کے

قریب پھونک رہے ہیں، بار بار پھونک مار رہے ہیں، حتیٰ کہ آپ کی پھونک سے وہاں پڑا ہوا گرد وغبار اڑ رہا ہے، اور سنگریزے بھی دور ہو رہے ہیں، میں نے خیال کیا کہ میں آپ سے تجدید بیعت کرلوں، اور میں خیال کر رہا تھا دل میں کہ شاید کہ آپ مجھ کو اجازت بھی عطا فرمادیں، قبل اس کے کہ میں کچھ بات کروں، آپ پھر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے، آپ نے کھلے پائنچے والا پائجامہ پہنا ہوا ہے، اور قمیص کسی قدر سفید رنگ کی ہے لمبی ہے، سر مبا رک پر دستار کھدر کی رکھی ہوئی ہے، داڑھی مبارک کو خضاب لگا ہوا ہے اور دانت مبارک پان سے کسی قدر سرخ ہیں اور آدھے آدھے ہیں، آپ کھڑے ہو کر نماز میں مصروف ہوگئے میں کچھ دیر انتظار کرتا رہا لیکن میں نے خیال کیا کہ آپ نماز سے جلدی فارغ نہیں ہوں گے، میں وہاں سے اٹھ کر باہر چلا گیا، سڑک کے کنارے پر کچھ زیادہ وقت نہ گزرا کہ خواب سے بیدار ہوگیا۔'' (واللہ اعلم ۲۶ شعبان یوم السبت ۱۴۰۷ھ ۲۵ اپریل ۱۹۸۷ء)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زیارت

(۳۸) ''آج بروز بدھ ۲۲ رمضان ۱۴۰۷ھ ۲۰ مئی ۱۹۸۷ء'' صبح نماز کے بعد مولوی عیسیٰ صاحب شیخوپوری کا درسِ قرآن سن کر واپس اپنے کمرے میں آ کر سو گیا خواب میں دیکھا کہ ایک مکان سا بنا ہے اور میں اس میں ہوں، کچھ اور بھی لوگ ہیں، اور کچھ بچے ہیں، میں کہہ رہا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا ہے کچھ اس قسم کا کلام جس کا مفہوم یہ بنتا ہے ''یا عبد اللہ لا تتخذ مکانا'' اے عبداللہ مکان نہ بناؤ، میں بچوں سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا پتہ کرو میں ان سے اس بات کی تصدیق کرانا چاہتا ہوں، کمرے سے دوسری طرف بچے دیکھتے ہیں، لیکن کچھ بتاتے نہیں میں خود اٹھا اس کمرے سے نکل کر دوسری طرف دیکھا کہ ایک کھلی جگہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز پڑھ رہے ہیں آپ کی داڑھی مبارک اور سر کے بال لمبے لمبے اور مونچھیں سب سیاہ ہیں، اور کسی قدر دراز قامت معلوم ہوتے ہیں، بہت خوبصورت ہیں، اور سلیٹی سے رنگ کے کپڑے زیب تن ہیں نماز میں مشغول ہیں، اتنے میں خواب سے بیدار ہوگیا۔'' (واللہ اعلم بالصواب)

حضرت ابراہیمؑ کی زیارت

(۳۹) ''تقریباً رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لا

رہے ہیں، آپ کے سر مبارک پر رومال لپیٹا ہوا ہے، اور داڑھی مبارک زیادہ تر سفید ہے، کچھ کچھ بال سیاہ بھی ہیں، مونچھیں درمیان سے بالکل کاٹی ہوئی ہیں، اور کناروں میں سلے نظر آ رہے ہیں، لباس بھی کامل پہنا ہوا ہے، سامنے آ رہے ہیں، اور مجھے آواز دے رہے ہیں ''یا بُنَیَّ'' ایک بار یا دو بار، اور میں کہہ رہا ہوں، اے باپ اے باپ آپ کیسے آئے ہیں خیر و برکت کیلئے یا مجھے لے جانے کیلئے'' آپ قریب آئے اور میرے داہنے کندھے کو پیچھے سے اپنے سینے سے لگایا اور کچھ نہیں بولے، اتنے میں میں خواب سے بیدار ہو گیا، بدھ کا دن گزر کر آگے جمعرات (خمیس) کی رات تھی (واللہ اعلم) (۳۰ صفر ۱۴۰۹ھ ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۸ء)

سابقہ انبیاءؑ میں سے ایک نبی کی زیارت

(۴۰) ''آج بعد نماز صبح مسجد میں نماز فجر ادا کرنے کے بعد اپنے کمرہ میں آ کر دلائل الخیرات کی ایک منزل پڑھنے کے بعد سو گیا، خواب میں دیکھا کہ ایک مقام میں مولوی محمد اشرف سائیں صاحب اور ایک دوسرے بزرگ دونوں جا رہے ہیں، وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے دل میں کہا یہ تو اللہ کے نبی ہیں، لیکن یہ تو حضور خاتم النبیین ﷺ نہیں، پھر میرے خیال میں آیا کہ یہ دوسرے سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی ہستی ہے، انہوں نے لباس پہنا ہوا ہے، سر مبارک پر ایک خاص قسم کی ٹوپی رکھی ہوئی ہے، اور داڑھی مبارک کسی قدر پتلی اور سیاہ اور لمبی ہے رنگ آپ کا گندم گوں ہے، میرے ساتھ انہوں نے مصافحہ کیا، میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیا اور میں آبدیدہ سا ہو گیا، میں نے عرض کیا کہ حضرت میرے حق میں دعا کریں کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو، انہوں نے فرمایا کہ شادی کر لینی چاہیے کہ اس سے طبیعت میں انتشار نہیں رہتا، اسی اثناء میں، میں خواب سے بیدار ہو گیا (واللہ اعلم بالصواب) (جمعۃ المبارک ۲۲ شوال ۱۴۱۰ھ ۱۸ مئی ۱۹۹۰ء)

حضرت علیؓ کی زیارت

(۴۱) ''رجب ۱۴۱۲ھ خواب میں دیکھا کہ میرا کمرہ جہاں میں نماز پڑھتا رہتا ہوں، اسی مقام میں حضرت علیؓ سر مبارک مشرق کی طرف کئے ہوئے اور گھٹنے مبارک کسی قدر سمیٹے ہوئے لیٹے ہیں، میں نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا، اور ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ حضرت میں تو خود حاضر ہوا ہوں، اور فلاں فلاں حضرات نے میرے توسط سے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے، آپ نے شرعی طریقے پر جواب دیا اور پھر سر مبارک قبلہ کی طرف کر دیا (واللہ اعلم بالصواب احقر عبدالحمید السواتی)

حضرت شیخ الہندؒ کی زیارت

(۴۲) ''آج رات ہفتے کی شب نصف رات کے قریب احقر نے خواب میں دیکھا کہ ایک مقام میں حضرت مولانا شیخ الہندؒ تشریف فرما ہیں کچھ اور لوگ بھی ہیں، جن کا تشخص نہیں ہو سکا، حضرت نے احقر کو حدیث کا سبق پڑھایا اور ایسا معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ اجازت بھی مرحمت فرمائی، آپ نہایت خوش وخرم معلوم ہوتے تھے، اس کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک کشادہ کمرے میں تشریف فرما ہیں، آس پاس کچھ دور اور لوگ بھی ہیں، میں کھڑا ہو گیا اور تقریر شروع کر دی اور میں نے کہا آج ہماری نہایت خوش نصیبی اور سعادت ہے اور اس سے زیادہ کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں، اور آپ نے ہمیں حدیث کا سبق بھی پڑھایا پہلے تو آپ ہمارے استاذ الاستاذ تھے لیکن اب تو ہمارے بلاواسطہ استاذ بن گئے پھر میں بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ حضرت فلاں آدمی (.....) بہت موذی اور خبیث تھا، حضرت خاموش تھے، پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ آپ کے کام اور کارگزاری کا ہمیں پوری طرح پتہ لگتا رہتا ہے، حضرت کی داڑھی مبارک درمیانی تھی اور زیادہ تر سیاہ تھی بہت تھوڑے بال سفید تھے نہایت خوبصورت شکل مبارک تھی اور سر پر خوشنما گول ٹوپی تھی لباس بھی عمدہ تھا لیکن تشخص نہیں ہو سکا، ٹوپی ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے کشیدہ اس پر کاڑھا ہوا ہو۔'' (واللہ اعلم) (یوم السبت ۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ ۱۲ ستمبر ۱۹۹۲ء)

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم
بقیت فی خلف کجلد الاجرب
ابکی الذین اذا قونی مودتھم
حتیٰ اذا ایقظونی للھویٰ رقدوا

وہ لوگ چلے گئے جن کے اطراف (سائے) میں زندگی گزاری جاتی تھی
اور میں خارشی اونٹ کے چمڑے کی طرح (مضطرب) رہ گیا ہوں
میں ان لوگوں کو روتا ہوں جنہوں نے اپنی محبت کا مزہ مجھے چکھایا
یہاں تک کہ جب انہوں نے مجھے اپنی محبت کے لئے بیدار کر لیا تو خود سو گئے

اللّٰھم اغفرہ وارحمہ۔ آمین

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا زاہد الراشدی

حضرت صوفی صاحبؒ ۔۔۔رفتید و لے نہ از دل ما

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب فراش تو کافی برسوں سے تھے مگر گزشتہ دو ماہ سے طبیعت زیادہ خراب تھی، گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا خوراک بھی نالی کے ذریعے معدے میں جا رہی تھی، کمزوری حد سے بڑھ گئی تھی مگر اُمید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا تھا، دعائیں بھی ہو رہی تھیں اور ڈاکٹر صاحبان بھی اپنی سی کوشش کر رہے تھے، چند روز قبل والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم اپنی علالت اور ضعف کے باوجود صوفی صاحب کو دیکھنے کے لیے آ گئے اور ان کی حالت دیکھ کر خاصے پریشان ہو گئے، دونوں بھائیوں میں مثالی محبت اور جوڑ تھا، بچپن جوانی اور بڑھاپے کے رفیق تھے، اکٹھے تعلیم حاصل کی، اکٹھے نصف صدی تک پڑھایا اور ایک ہی سال ضعف کی وجہ سے پڑھانا چھوڑا، میں عام طور پر جمعہ کے دن شام کو گکھڑ جایا کرتا ہوں نماز مغرب کے بعد حضرت والد صاحب کی مسجد میں درس ہوتا ہے اور اس بہانے ان سے ملاقات ہو جاتی ہے، میں جب بھی والد صاحب سے ملا ان کا پہلا سوال یہی ہوتا تھا کہ ''صوفی کا کیا حال ہے'' مجھے یاد نہیں کہ ہماری کوئی ملاقات اس سوال کے بغیر شروع ہوئی ہو، اسی کیفیت میں وہ گذشتہ روز ہمیں داغ مفارقت دے کر خالق حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اتوار کے روز میں حسب معمول مدرسہ نصرۃ العلوم میں اسباق سے فارغ ہو کر دس بجے کے لگ بھگ گھر جا رہا تھا، ابھی نصف راستہ طے کیا ہو گا کہ اردو بازار سے گزرتے ہوئے برادرم مولانا محمد ریاض خان سواتی کا فون آ گیا، انہوں نے کہا ''اباجی کا انتقال ہو گیا ہے'' زبان پر بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہوا اور میں وہیں سے واپس پلٹ گیا، حضرت صوفی صاحب کے چھوٹے بیٹے مولانا محمد عرباض سواتی ان کی آنکھیں بند کر رہے تھے اور ٹانگیں سیدھی کر رہے تھے، پتہ چلا کہ تھوڑی دیر قبل ان کے معالج ڈاکٹر صاحب آئے تھے اور انہوں نے چیک کر کے کہا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے، گھر کے افراد کا اصرار تھا کہ ایک بار اور

چیک کرالیا جائے کیونکہ پہلے بھی ایک بار ایسی کیفیت ہوگئی تھی مگر وہ بے ہوشی تھی ایک اور ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا انہوں نے بھی چیک کر کے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ دیا جس سے امید کی ایک موہوم سی رمق بھی ختم ہوگئی اور ہم تجہیز و تکفین اور دوسرے معاملات کے لیے مشاورت میں مصروف ہو گئے۔

تدفین کے بارے میں طے پایا کہ ان کی اپنی خواہش عام قبرستان میں دفنائے جانے کی تھی اس لیے شہر کے بڑے قبرستان میں قبر کی تیاری شروع کر دی گئی، جنازے کے بارے میں مشورہ ہوا کہ دن کے وقت مشکل ہے، اگلے روز تک رکھنا مناسب نہیں ہے اور رات کے وقت جنازے کے لیے سب سے مناسب اور محفوظ جگہ خود مدرسہ نصرۃ العلوم اور جامع مسجد نور ہے اس لیے طے پایا کہ جنازہ رات کو نو بجے مدرسہ نصرۃ العلوم میں ادا کیا جائے گا اور اس کے بعد عام قبرستان میں تدفین ہوگی، یہ طے پانے کے بعد احباب کو اطلاعات دینے اور شہر میں اعلانات کا سلسلہ شروع ہو گیا، ہر طرف سے احباب جمع ہونے لگے، حضرت والد محترم کو اطلاع دی گئی تو وہ بھی شام کو تشریف لے آئے، انہیں کرسی پر بٹھا کر حضرت صوفی صاحب کی چارپائی کے پاس لایا گیا تو انکے چہرے پر ہاتھ پھیر کر رونے لگ گئے، میں چونکہ گزشتہ ساٹھ برس سے ان کے تعلق اور باہمی محبتوں کا گواہ ہوں میں نے قریب ہو کر حضرت والد صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا کہ ”آج آپ دونوں کی جوڑی ٹوٹ گئی ہے“ یہ کہتے ہوئے میری آنکھیں بھی چھلک پڑیں اور مزید کوئی بات کہنا میرے بس میں نہ رہا۔

نماز عصر کے بعد سے جامعہ نصرۃ العلوم میں اجتماع اور خطابات کا سلسلہ شروع ہو گیا مختلف علماء کرام تشریف لا کر اپنے جذبات کا اظہار کرتے رہے اور حضرت صوفی صاحب ؒ کی دینی و علمی خدمات پر خراج عقیدت پیش کرتے رہے، خطاب کرنے والوں میں حضرت مولانا قاری سعید الرحمن، حضرت مولانا محمد فیروز خان، حضرت صاحبزادہ پیر عبدالرحیم نقشبندی، حضرت مولانا قاضی محمد رویس خان ایوبی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا قاری محمد نذیر فاروقی، مولانا ظہور احمد علوی، مولانا قاری جمیل الرحمن اختر، مولانا عبدالحق خان بشیر، مولانا میاں عبدالرحمن اور دیگر سرکردہ علماء کرام شامل ہیں، رات نو بجے تک خطابات کا یہ سلسلہ چلتا رہا، طے پایا کہ حضرت صوفی صاحب کے بڑے فرزند اور جانشین مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی نو بجے نماز عشاء پڑھائیں گے اور فرض پڑھاتے ہی سنتوں سے قبل نماز جنازہ بھی وہی پڑھائیں گے چنانچہ نماز عشاء

سے قبل میں نے اس کا اعلان کیا اور وہاں پر موجود سرکردہ علماء کرام سے گزارش کی کہ وہ حضرت صوفی صاحب کے جانشین کے طور پر مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی کی دستار بندی کر دیں چنانچہ دستار بندی ہوئی اور اس کے بعد مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی کی امامت میں نماز عشاء اور نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں ایک مقامی اخبار کی رپورٹ کے مطابق کم وبیش ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد حضرت صوفی صاحبؒ کے جسد خاکی کو بڑے قبرستان لے جایا گیا، ہزاروں افراد اپنے اس محبوب استاذ اور مربی کو رخصت کرنے کے لیے ساتھ ساتھ تھے جبکہ نماز جنازہ میں مذکورہ بالا علماء کرام اور ہزاروں دیگر علماء کرام اور دینی کارکنوں کے علاوہ حضرت صاحبزادہ حافظ فضل الرحیم اشرفی، مولانا پیر سیف اللہ خالد، مولانا حافظ حسین احمد سابق ایم۔این۔اے، مولانا سیف الدین سیف، مولانا مفتی عبد الشکور کشمیری، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی، مولانا حافظ مہر محمد میانوالی اور بہت سے دیگر سرکردہ علماء کرام بھی پہنچ گئے، چنانچہ رات کو کم وبیش گیارہ بجے کے لگ بھگ علم وحکمت کے اس عظیم خزانے کو مادر زمین کی آغوش میں اتار دیا گیا۔

حضرت صوفی صاحبؒ میرے چچا تھے، استاذ تھے، مربی تھے، سرپرست تھے اور میرے سمدھی بھی تھے کہ ان کے بڑے فرزند اور جانشین مولانا محمد فیاض خان سواتی میرے داماد ہیں، ان رشتوں کے امتزاج نے جو کیفیت پیدا کر رکھی تھی اسے الفاظ میں بیان کرنا میرے لیے ممکن ہی نہیں، چند ماہ پہلے کی بات ہے وہ صاحب فراش تو تھے لیکن تھوڑی بہت گفتگو کر لیتے تھے، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو چچی محترمہ نے ان سے پوچھا کہ کون آیا ہے؟ غور سے دیکھ کر کہنے لگے کہ زاہد ہے، پوچھا کہ زاہد کون ہے؟ فرمانے لگے "میرا پتر ہے" بس میرے لیے اتنی بات ہی کافی تھی اور اس کی سرشاری ابھی تک ذہن میں قائم ہے۔

میں نے اپنی زندگی کا وہ حصہ جو ذہن کی نشوونما اور شخصیت کی تشکیل کا ہوتا ہے، انہی کی سرپرستی اور تربیت میں گزارا ہے، میں نے ۱۹۶۰ء میں بارہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور ۱۹۶۲ء میں چودہ سال کی عمر میں مدرسہ نصرۃ العلوم میں آ گیا تھا پھر ۱۹۷۰ء تک یعنی دورۂ حدیث سے فراغت تک انہی کے پاس رہا اور ان کی تربیت اور فیضان سے بہرہ ور ہوتا رہا اس لیے کسی تکلف کے بغیر یہ کہہ سکتا ہوں کہ آج میں جو کچھ بھی ہوں اس میں حضرت والد صاحب مدظلہ کے بعد سب سے بڑا اور کلیدی حصہ حضرت صوفی صاحبؒ کا ہے۔

حضرت صوفی صاحبؒ کے حالات زندگی اور ان سے وابستہ یادوں کا یہ کالم متحمل نہیں ہو سکتا مگر میں ان

کی جس بات سے سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ ان کی حق گوئی اور بے باکی تھی اور اس کے بعد اپنے شیخ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے ساتھ ان کی والہانہ عقیدت و محبت تھی، حق بات کہنے میں وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے، انہوں نے اس کے لیے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور مقدمات اور پابندیوں کے مراحل سے بھی کئی بار گزرے، جامع مسجد نور میں ان کا خطبۂ جمعہ ''اظہار حق'' کا اعلیٰ نمونہ ہوتا تھا اور دور دراز سے لوگ ان کا نعرۂ حق سننے کے لیے مسجد نور میں آیا کرتے تھے، وہ بات دلیل کے ساتھ کرتے تھے لیکن دوٹوک کرتے تھے اور لہجے کی کاٹ میں متاثر کن ہوتی تھی ان کی یادوں کا تذکرہ کسی اور موقع کے لیے چھوڑتے ہوئے سردست قارئین کو ان کے سفر آخرت کی روداد سے آگاہ کر رہا ہوں، وہ اگرچہ تہہ خاک جا چکے ہیں لیکن ان کی باتیں ابھی تک کانوں میں گونج رہی ہیں اور ان کا چلنا پھرنا ابھی تک نگاہوں کے سامنے گھوم رہا ہے اس لیے ان کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرتے ہوئے اس موقع پر یہی کہہ سکتا ہوں کے،

ے رفتید و لے نہ از دلِ ما

بدعات سے نفرت

۲۰۰۴ء میں جب ڈاکٹروں نے حضرت صوفی صاحب ؒ کو آب و ہوا کی تبدیلی کا مشورہ دیا تو آپ ؒ کو کراچی لے جایا گیا وہاں آپ نے جامعۃ الرشید میں علماء وطلباء کے سوالات کے ایک طویل نشست میں جوابات دیئے، اسی سفر میں وہاں کے علماء نے آج کل مدارس میں سال کے آخر میں منعقد ہونے والی ختم بخاری کی محافل اور ان میں روز بروز بڑھنے والی خرافات اور اس کے جواز کے متعلق سوال کیا تو آپ ؒ نے برملا ایسی خرافات سے پر محافل کو بدعت کے زمرہ میں قرار دیا اور اعلان فرمایا کہ اس میں سب سے پہلے ہم عمل کریں گے، چنانچہ آپ ؒ کا یہ اعلان ہفت روزہ ضرب مؤمن کراچی میں شائع ہوا، تو مدرسہ نصرۃ العلوم میں اس سال کے بعد انہوں نے ختم بخاری کی تقریب ختم کرادی اور حکم فرمایا کہ آئندہ سادگی کے ساتھ جو طلباء وعلماء موقع پر موجود ہوں، وہ دعا میں شریک ہو جائیں، آپ ؒ نے یہ اقدام اٹھا کر نمونہ پیش کیا ہے جو قابل تقلید ہے۔

(فیاض)

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا زاہد الراشدی

مولانا عبد الحمید سواتیؒ کی دینی خدمات

ایک صدی پہلے کا قصہ ہے، ہزارہ میں شاہراہ ابریشم پر واقع شنکیاری سے چند میل آگے کڑمنگ بالا کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر ایک چھوٹا سا ڈیرہ تھا جسے ''چیڑاں ڈھکی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ ڈیرہ نور احمد خان مرحوم کا تھا جو سواتی قوم سے تعلق رکھتے تھے تھوڑی سی زمین تھی جس پر کھیتی باڑی کر کے زندگی بسر کر رہے تھے، بے اولاد تھے اور میاں بیوی کو فطری طور پر اس بات کی تمنا تھی کہ ان کے صحن میں پھول کھلیں مگر جب خاصے انتظار کے بعد امید بر نہ آئی تو بیوی کی خواہش اور کوشش پر دوسری شادی ہوئی جس سے نور احمد خان مرحوم کو اللہ نے دو بیٹیاں اور دو بیٹے دیے، بیٹوں میں سے ایک کا نام محمد سرفراز خان ہے جو ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے اور دوسرے کا نام عبد الحمید خان جن کی ولادت ۱۹۱۷ء میں ہوئی ابھی بچپن کے حصار میں ہی تھے کہ والدہ مرحومہ کا انتقال ہو گیا اور والد محترم نے ان دونوں بچوں کو تعلیم و تربیت کے لیے ان کے پھوپھی زاد بھائی مولوی سید فتح علی شاہ صاحبؒ کے سپرد کر دیا جو اسی علاقہ میں بٹل کے قریب ایک بستی ''لمی'' میں مقیم تھے جبکہ طالب علمی کے ابتدائی مراحل کے دوران ہی والد محترم بھی رحلت کر گئے ان دونوں بھائیوں نے ابتدائی تعلیم سید فتح علی شاہ صاحبؒ سے حاصل کی پھر ملک پور اور کھکھو نامی مقامات میں کچھ دیر پڑھتے رہے اور بعد میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے بھی تعلیم حاصل کی اس کے بعد یہ دونوں بھائی اس دور کے روایتی طلبہ کی طرح مختلف علاقوں کے دینی مدارس میں گھومتے رہے اور جن جگہوں میں انہوں نے تعلیم پائی ان میں لاہور کا محلہ میراں شاہ، وڈالہ سندھواں ضلع سیالکوٹ، سرگودھا اور جہانیاں منڈی شامل ہیں، دورہ حدیث سے پہلے آخری چند سال انہوں نے مدرسہ انوار العلوم مرکزی جامع مسجد گوجرانولہ میں پڑھا اور پھر ۱۹۴۱ء میں دار العلوم دیوبند چلے گئے جہاں انہوں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور دوسرے اساتذہ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔

دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرنے کے بعد بڑے بھائی نے گوجرانوالہ کے قریب گکھڑ میں ڈیرہ لگالیا اور تعلیم وتدریس اور خطابت وامامت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور وہ آج کی دنیا میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے نام سے متعارف ہیں اور چھوٹے بھائی مزید تعلیم کے لیے لکھنؤ چلے گئے حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ سے فن مناظرہ سیکھا اور مذاہب کے تقابلی مطالعہ میں استفادہ کیا پھر وہ حیدر آباد دکن گئے اور طبیہ کالج میں چار سال کا کورس مکمل کر کے حکیم حاذق کی سند حاصل کی، یہ مولانا عبد الحمید سواتی ہیں جو اپنے نام کے ساتھ عبد الحمید خان اختر کا تخلص اور سواتی کی نسبت رکھتے تھے وہ ایک متنفذ طبیب کے طور پر گوجرانولہ آئے اور چوک نیائیں کے قریب ایک دکان میں مطب کا آغاز کیا مگر انہیں مطب راس نہ آیا کہ قدرت انہیں کسی اور کام کے لیے منتخب کر چکی تھی چنانچہ ان کے بزرگوں دوستوں نے انہیں اس بات کے لیے آمادہ کرلیا کہ وہ گھنٹہ گھر چوک کے قریب محلہ طوطیانوالہ میں واقع ایک بڑے جوہڑ کے کنارے ڈیرہ لگائیں اور ایک دینی مدرسہ اور مسجد کی بنیاد رکھ کر اس جوہڑ کو بھرنا شروع کر دیں، چنانچہ وہ ۱۹۵۲ء میں دکانداری چھوڑ کر اس چھپڑ کے کنارے آ بیٹھے اور ایک چھوٹی سی کچی مسجد اور اس کے ساتھ مدرسہ کے دو تین کمرے بنا کر دینی مرکز کی تعمیر کا آغاز کر دیا۔

یہ مدرسہ نصرۃ العلوم اور جامع مسجد نور کا نقطۂ آغاز تھا جن کا شمار آج شہر نہیں بلکہ ملک کے بڑے دینی اداروں میں ہوتا ہے اور یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کرام پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، برما، افغانستان، چین، وسطی ایشیا، برطانیہ، امریکہ، سعودی عرب اور دیگر ممالک میں مختلف حوالوں سے دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

صوفی صاحبؒ کے بڑے بھائی مولانا محمد سرفراز خان صفدر بھی جو اس سے قبل گکھڑ کی جامع مسجد میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے تھے، اس کار خیر میں ان کے ساتھ شریک کار ہو گئے اور پھر ان دونوں بھائیوں نے نصف صدی تک اس گلشن علم کی ایسی آبیاری کی کہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کو آج کی علمی دنیا میں بعض حوالوں سے سند اور مرجع کا مقام حاصل ہے اور دنیا بھر کے اہل علم راہ نمائی کے لیے اس مرکز سے رجوع کرتے ہیں، مولانا عبد الحمید سواتیؒ کی تدریس اہل علم اور علماء وطلبہ کے لیے تو تھی مگر گوجرانوالہ کے عوام بھی محروم نہیں رہے، ان کا نصف صدی تک معمول رہا کہ نماز فجر کے بعد ہفتہ میں چار دن قرآن کریم اور دو دن

حدیث نبوی کا پابندی سے درس دیا کرتے تھے ان کے قرآن کریم کے دروس کتابی شکل میں مرتب ہو کر بیس ضخیم جلدوں میں ''معالم العرفان'' کے نام سے طبع ہو چکے ہیں اور انہیں اردو زبان میں قرآن کریم کی سب سے بڑی تفسیر کہا جاتا ہے۔

ان کا اسلوب یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت کا ترجمہ کرتے تھے اور تشریح میں شان نزول اور متعلقہ واقعات کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے مسائل کی وضاحت اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ وحکمت کا خاص طور پر تذکرہ کرتے تھے، انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ وحکمت اور حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے افکار کی جس طرح ترجمانی کی ہے اس کی وجہ سے انہیں فلسفہ امام ولی اللہ دہلویؒ کا شارح اور ترجمان سمجھا جاتا ہے۔

۱۹۹۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے، کیلی فورنیا (امریکہ) کی سن ڈیا گو یونیورسٹی کی ایک محترمہ پروفیسر ڈاکٹر ایم، اے ہرمینسن پاکستان تشریف لائیں اور گوجرانوالہ میں ہمارے گھر بھی آئیں، وہ نومسلم خاتون ہیں اور سن ڈیا گو یونیورسٹی میں فلسفہ کی پروفیسر ہیں، انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد ڈاکٹریٹ کا مقالہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیمات پر لکھا ہے اور شاہ صاحبؒ کی معرکۃ الاراء کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کا انگلش میں ترجمہ بھی کیا ہے، ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ کی تیاری میں مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی بعض تصانیف سے استفادہ کیا ہے اس لیے وہ ان سے ملنے کے لیے آئی ہیں اور بعض علمی اشکالات پر ان سے بات چیت بھی کرنا چاہتی ہیں، چنانچہ مدرسہ نصرۃ العلوم کی لائبریری میں یہ ملاقات ہوئی جس میں راقم الحروف بھی شریک تھا، اس موقع پر تصوف کے بعض پیچیدہ مسائل بالخصوص وحدت الوجود پر ان کی گفتگو ہوئی اور بہت سے دیگر امور پر بھی تبادلہ خیالات ہوا۔

محترمہ ڈاکٹر ایم۔ کے ہرمینسن کو مغرب میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا ترجمان سمجھا جاتا ہے اور انہوں نے سن ڈیا گو یونیورسٹی میں شاہ صاحبؒ کی تعلیمات کے فروغ کے لیے شاہ ولی اللہ چیئر قائم کر رکھی ہے جس کی وہ چیئرپرسن ہیں۔

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ایک بے باک عوامی خطیب بھی تھے ان کا خطبۂ جمعہ علمی معلومات اور دینی راہ نمائی کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ پر بھرپور تبصرہ کا حامل ہوتا تھا اور وہ لگی لپٹی رکھے بغیر مسائل حاضرہ پر

دینی حوالہ سے دوٹوک بات کیا کرتے تھے، وہ ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اسی حق گوئی کے باعث گرفتار ہوئے اور سات ماہ تک جیل میں رہے اس کے بعد متعدد بار پابندیوں، زبان بندی، ضلع بدری اور مقدمات کے مراحل سے گزرے حتیٰ کہ صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں انہیں اشتہاری ملزم بھی قرار دے دیا گیا، وہ اپنے اساتذہ اور اکابر کے ساتھ عقیدت کا تعلق رکھتے تھے اور کھلم کھلا اظہار کرتے تھے مگر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی ؒ کے ساتھ ان کی عقیدت ومحبت سب سے زیادہ تھی اور ان کے انداز گفتگو سے ان بزرگوں کے ساتھ ان کی عقیدت ومحبت چھلکتی تھی۔

انہوں نے نصف صدی تک مدرسہ نصرۃ العلوم میں اہتمام وتدریس اور جامع مسجد نور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیے، ان سے ہزاروں علماء کرام اور لاکھوں عام مسلمانوں نے استفادہ کیا، انہوں نے ساری زندگی مدرسہ نصرۃ العلوم کی چار دیواری میں گزار دی کسی شدید مجبوری کے بغیر مدرسہ سے باہر نہیں نکلتے تھے اور اس کا موقع بھی بمشکل سال میں ایک آدھ بار ہی آتا تھا، انہیں گوشہ نشین بزرگ سمجھا جاتا تھا مگر ان کے علوم و فیوض کی وسعت دنیا کے ہر براعظم میں دیکھی جا سکتی ہے، وہ میرے چچا تو تھے ہی، استاذ، مربی، اور سرپرست بھی تھے، ان کا گزشتہ روز ۶ اپریل کو طویل علالت کے بعد گوجرانوالہ میں انتقال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے بطور خاص دعاء کا اہتمام کریں۔ آمین یارب العالمین۔

انتہائی تقویٰ

جب حضرت صوفی صاحبؒ نے علالت کے باعث ۲۰۰۲ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم و جامع مسجد نور سے تدریس وخطابت چھوڑ دی تو ادارہ کی مجلس شوریٰ نے چاہا کہ آپؒ کی بے پناہ خدمات اور قربانیوں کے صلہ میں مدرسہ ومسجد کی طرف سے تاحیات آپؒ کا وظیفہ جاری رکھا جائے تو آپؒ نے برملا کہا کہ یہ میرے لئے جائز نہیں ہے چنانچہ آپؒ نے اس کے بعد آخر تک وہ نہ لیا۔

(فیاض)

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ابوعمار زاہد الراشدی
صدر مدرس و ناظم تعلیمات جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

عم مکرمؒ...... چند یادداشتیں

عم مکرم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے حوالہ سے یادداشتوں کو ترتیب دینے کیلئے کئی بار قلم اٹھایا مگر اندازہ ہوا کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا میں سمجھ رہا ہوں اس لئے کہ جہاں اتنا قریبی تعلق ہو اور اتنا طویل عرصہ ہو وہاں یادداشتوں کی ترتیب قائم کرنا ان میں سے انتخاب کرنا اور پھر پوری طرح بیان کر دینا مشکل ہو جایا کرتا ہے، بہر حال حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بارے میں ماہنامہ "نصرۃ العلوم" کی خصوصی اشاعت کی مناسبت سے چند باتیں تحریر میں لا رہا ہوں جبکہ یہ سلسلہ تو انشاء اللہ تعالیٰ زندگی بھر چلتا رہے گا اور کسی نہ کسی حوالہ سے یہ یادداشتیں قلمبند ہوتی رہیں گی۔

میں نے اپنی طالب علمی کا زیادہ تر عرصہ حضرت صوفی صاحبؒ کی سرپرستی اور شفقت میں گزارا ہے، جب قرآن کریم یاد کرتا تھا تب بھی چند ماہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں رہا اور اٹھارھواں پارہ میں نے مدرسہ نصرۃ العلوم میں حضرت قاری محمد یاسینؒ سے یاد کیا، وہ صاحب فن اور صاحبِ ذوق استاذ تھے، میں نے تلفظ کی تصحیح اور تلاوت و قرأت کے آداب کی رعایت میں ان سے زیادہ باذوق اور کوئی استاذ نہیں دیکھا، ہزارہ کے دو بھائی مولانا محمد شفیق صاحب اور مولانا محمد رفیق صاحب اور ان کے بھتیجے مولانا محمد یوسف گلفام جو آج کل کراچی میں ہوتے ہیں ان دنوں مدرسہ میں زیر تعلیم تھے اور مولانا محمد شفیق صاحب جامع مسجد نور میں نمازیں پڑھانے پر مامور تھے، والد محترم مدظلہ نے میری نگرانی ان کے سپرد کر رکھی تھی جبکہ صبح کا ناشتہ میں حضرت صوفی صاحبؒ کے دسترخوان پر کیا کرتا تھا اس وقت حضرت صوفی صاحبؒ کی شادی نہیں ہوئی تھی، وہ مدرسہ کے ایک کمرہ میں رہتے تھے اور ان کی خدمت میں صوفی محمد کریم صاحب، صوفی محمد عالم صاحب، مستری رشید احمد مرحوم، اور مستری منیر احمد صاحب ہوا کرتے تھے، ان حضرات کو حضرت صوفی صاحبؒ کے خصوصی خدام کی حیثیت حاصل تھی ان میں سے کوئی صاحب حضرت صوفی صاحبؒ کی صبح کی چائے بنایا کرتے تھے جو

ان کے ذوق کے مطابق خاص چائے ہوتی تھی اور بیکری سے کیک رس منگوا کر چائے کے ساتھ استعمال ہوتے تھے، میرے لیے الگ کپ میں دودھ ڈال کر اس میں کیک رس بھگو دیے جاتے تھے اور میں چمچ کے ساتھ کھاتا، نصف صدی کے لگ بھگ وقت گزر گیا ہے مگر اس کا منظر اور ذائقہ اب تک یاد ہے۔

اس زمانے میں لوگ حج کے لیے بحری جہاز کے ذریعہ جاتے تھے اور کئی ماہ لگ جایا کرتے تھے، کراچی سے جانا ہوتا تھا، حاجی حضرات کو بڑے اہتمام کے ساتھ رخصت کیا جاتا تھا، خاندان کے لوگ حاجی صاحبان کو رخصت کرنے اور پھر واپسی پر وصول کرنے کے لیے کراچی جایا کرتے تھے اور باقاعدہ جشن کی کیفیت ہوتی تھی، حضرت صوفی صاحبؒ نے جب حج کیا تو وہ بھی میری طالب علمی کا زمانہ تھا اور میں مدرسہ نصرۃ العلوم میں ہی تھا، مجھے ان کے سفر حج کی دو تین باتیں یاد ہیں ایک یہ کہ بڑی خاموشی کے ساتھ ٹرین پر سوار ہو کر کراچی گئے اور واپسی کا ہمیں تب پتہ چلا کہ اچانک کسی نے کہا کہ حضرت صوفی صاحبؒ تو آ بھی گئے ہیں، ہم دوڑتے دوڑتے دروازے کی طرف گئے تو وہ مسجد کی ٹوٹیوں پر سامان کی گٹھڑی ایک طرف رکھے وضو کر رہے تھے، وضو کے بعد انہوں نے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور پھر اپنے کمرے میں آ گئے ورنہ یہاں بعض دوستوں میں مشورہ ہو رہا تھا کہ حضرت صوفی صاحبؒ کی واپسی کے پروگرام کا پتہ چلے تو ایک دو ساتھی انہیں لانے کے لئے کراچی جائیں گے مگر انہوں نے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی، در خاموشی کے ساتھ واپس پہنچ گئے، اس سفر حج میں وہ میرے لیے ایک چھوٹا سا سنہری رومال لائے تھے جو پگڑی نما تھا اور کافی عرصہ میرے زیر استعمال رہا۔

مجھے غلطیوں کوتاہیوں بلکہ بعض اوقات حماقتوں پر حضرت صوفی صاحبؒ زیادہ تر سمجھانے کا طریقہ اختیار کرتے تھے کبھی غصے بھی ہوتے تھے اور ڈانٹ دیا کرتے تھے مگر ان سے مار کھانے کی نوبت صرف ایک بار اور صرف ایک تھپڑ کی صورت میں پیش آئی، وہ ابھی تک یاد ہے، میں عصر کے بعد عام طور پر شیرانوالہ باغ کے سامنے پھاٹک کی دوسری جانب واقع محلہ رام بستی میں اپنے نانا مرحوم مولوی محمد اکبرؒ کے ہاں جایا کرتا تھا جو وہاں ایک مسجد میں امام تھے اور مسجد کے مکان میں ہی رہتے تھے، میں وہاں جا کر ان سے اور نانی مرحومہ سے مل آیا کرتا تھا ایک بار ایسا ہوا کہ شیخوپورہ موڑ کے سامنے میدان میں ایک سرکس لگ گئی جو کئی روز جاری رہی، میں عصر کے بعد نانا مرحوم کے گھر جانے کی بجائے وہاں جانے لگ گیا، دو تین دن گھر نہیں گیا تو نانا

مرحوم کوجنہیں ہم میاں جی کہا کرتے تھے، تشویش ہوئی اور وہ عصر کے بعد میرا پتہ کرنے کے لئے مدرسہ نصرۃ العلوم جا پہنچے، حضرت صوفی صاحبؒ نے انہیں بتایا کہ وہ تو آپ ہی کی طرف گیا ہے، انہوں نے کہا کہ وہ دو تین روز سے نہیں آیا، اس کیفیت میں جب مغرب کے بعد میں مدرسہ واپس پہنچا تو حضرت صوفی صاحبؒ نے پوچھا کہ کہاں گئے تھے؟ مجھے نانا مرحوم کی آمد کا کوئی علم نہیں تھا میں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ میاں جی کے ہاں گیا تھا اس پر اچانک ایک زوردار تھپڑ میری گال پر پڑا اور فرمایا کہ بکواس کرتے ہو وہ تو ابھی تمہیں تلاش کرتے ہوئے یہاں آئے تھے، مجھے بتانا پڑا کہ میں سرکس دیکھنے لگ گیا تھا، چنانچہ انہوں نے مجھے سمجھایا بھی اور غصہ کا اظہار بھی کیا، اس کے بعد پھر مجھے سرکس جانے کی ہمت نہیں ہوئی، مجھے لکھنے پڑھنے کی عادت طالب علمی کے زمانہ میں ہی تھی، مضامین لکھنا، خبریں بنانا اور اخبارات میں پہنچانا پھران کی اشاعت پر خوش ہونا اسی دور سے مزاج کا حصہ بن گیا تھا، اس زمانہ میں پاکستان کے قومی اخبارات میں نسیم حجازی مرحوم کا روزنامہ ''کوہستان'' خاصی اہمیت کا حامل ہوتا تھا، ایک بار میرا ایک مضمون روزنامہ کوہستان میں ادارتی صفحہ پر شائع ہوا جس نے میرا دماغ خراب کر دیا اور میں نے دماغ کی اس خرابی میں ایک تعلیمی سال ضائع کیا، یہ ۱۹۶۵ء کی بات ہے، میرے مضامین ہفت روزہ ترجمان اسلام میں شائع ہوتے تھے اور میں روزنامہ وفاق لاہور کا باقاعدہ نامہ نگار بن گیا تھا، ''کوہستان'' کے ادارتی صفحے پر ایک مضمون کی اشاعت نے میرے ذہن میں یہ بات پیدا کر دی کہ میرا اصل میدان صحافت ہے، اس لیے تعلیم وتعلم میں میری توجہ کم ہوتی چلی گئی، حضرت والد صاحب مدظلہ یہ دیکھ کر مجھے مدرسہ سے اٹھا کر گکھڑ میں گھر لے آئے اور وہاں اپنی نگرانی میں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا، اسی زمانے میں گکھڑ کے مدرسہ میں استاذ حضرت مولانا غلام علی صاحبؒ سے میں نے فصول اکبری اور گلستان کا کچھ حصہ پڑھا اور حضرت مولانا قاری عبد الحلیم صاحب سواتی مدظلہ سے قرآن کریم کے کچھ حصے کی مشق کی۔

حضرت والد صاحب مدظلہ کا انداز سختی کا ہوتا تھا اور سختی کے سارے حربے وہ اختیار کیا کرتے تھے جس سے میں بے بسی کے عالم میں ایک روبوٹ کی طرح تعمیل حکم تو کر لیا کرتا تھا مگر سوچ سمجھ کے دروازے اکثر بند ہی رہتے تھے اس لیے یہ سختی مجھ پر کچھ زیادہ اثر انداز نہ ہو سکی، اس دوران ایک بار گوجرانوالہ آیا تو حضرت صوفی صاحبؒ نے بڑے پیار سے مجھے پاس بٹھا کر سمجھانا شروع کر دیا اور یہ ان کی محبت وشفقت کا اثر تھا کہ

بات ذہن میں بلکہ دل میں بیٹھ گئی اور میں نے اپنی روش ترک کر کے تعلیم کی طرف دوبارہ توجہ دینی شروع کی، حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ دیکھو یہ اچھا لکھ لینا اور اچھا بول لینا بہت اچھی صلاحیت ہے مگر یہ ابلاغ کا ایک ذریعہ ہے اور ابلاغ کے لیے کسی چیز کا اپنے پاس موجود ہونا بھی ضروری ہے، تمہارے پاس کوئی چیز موجود ہوگی تو دوسرے کو بھی پہنچاؤ گے اور اپنے پاس کچھ نہیں ہوگا تو دوسروں کو کیا دو گے؟ اس پر ایک مثال دی کہ ٹونٹی کا کام یہ ہے کہ جو چیز ٹینکی کے اندر ہو وہ باہر والوں کو منتقل کرے، ٹونٹی کا اچھا ہونا خوبی کی بات ہے مگر ٹونٹی سونے کی بھی ہو تو دے گی وہی کچھ جو ٹینکی کے اندر ہوگا اور اگر ٹینکی خالی ہوگی تو ٹونٹی صرف ''شاں شاں'' کرے گی، یہ جملہ انہوں نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ دل کی گہرائی میں اتر گیا اور اس نے میرے دماغ کی خرابی کی بہت اچھے انداز میں اصلاح کر دی۔

میرے لکھنے پڑھنے کے ذوق کو دونوں بزرگوں یعنی والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم اور عم مکرم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی عملی سرپرستی حاصل رہی ہے، طالب علمی کے زمانے میں حضرت والد صاحب مدظلہ نے فاتحہ خلف الامام پر اپنی ضخیم کتاب ''احسن الکلام'' کی مجھ سے اپنی نگرانی میں تلخیص کرائی جو ''اطیب الکلام'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے اس پر دو تین صفحات کا پیش لفظ میں نے خود تحریر کیا جو کتابچہ میں موجود ہے اور مجھے یاد ہے کہ میرے لکھے ہوئے پیش لفظ میں حضرت والد صاحب نے صرف ایک جملہ کی اصلاح کی، میں نے ایک جگہ ''بیک بندش چشم'' کی اصطلاح استعمال کی تھی جسے انہوں نے ''چشم زدن'' میں بدل دیا اس کے علاوہ انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی جس پر مجھے بے حد خوشی ہوئی اور میری خود اعتمادی میں اضافہ ہوا، حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنی تصنیف ''فیوضات حسینی'' کی تسوید و ترتیب کے کام میں مجھے شریک کیا اور اس کا بیشتر حصہ حضرت صوفی صاحبؒ کی نگرانی میں ان کی ہدایات کے مطابق میں نے مرتب کیا جس پر مجھے انہوں نے ''پارکر'' کا ایک خوبصورت قلم انعام میں دیا، دونوں بزرگوں کی یہ خواہش اور کوشش رہی ہے کہ میں ان کے تصنیف و تحقیق کے کام میں ان کا معاون اور دست راست بنوں مگر کسی شخص کیلئے اپنے لیے ''خون کا گروپ'' خود اختیار کرنے کی سہولت اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھی، اور میرے خون کے جراثیم قدرے مختلف تھے اس لیے اس فطری تنوع نے میری تحریر و تقریر کا میدان کسی حد تک ان سے مختلف کر دیا۔

حضرت صوفی صاحبؒ سفر میں بہت کم جایا کرتے تھے ان کا زیادہ تر وقت مدرسہ کی چار دیواری میں ہی گزرتا تھا مگر ان کے ساتھ دو تین سفر مجھے یاد ہیں ایک بار لاہور تشریف لے گئے اور مجھے ساتھ لے گئے، وہ صوفی کہلاتے تھے اور تصوف کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، یہ ذوق نظری اور علمی تو تھا ہی عملی بھی تھا جس کی ایک جھلک میں نے یہ دیکھی کہ وہ اس سفر میں حضرت سید علی ہجویریؒ المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ کی قبر پر مراقب ہوئے اور کافی دیر مراقبہ کی کیفیت میں رہے، اس کے بعد وہ حضرت شاہ محمد غوثؒ کے مزار پر گئے اور وہاں بھی ان کی قبر پر مراقبہ کیا، پھر ایک بار گجرات گئے میں بھی ساتھ تھا وہاں انہوں نے حضرت شاہ دولہ ؒ کی قبر پر مراقبہ کیا مگر سب سے دلچسپ صورت حال دیوبند کے سفر میں پیش آئی، دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں حضرت والد محترم مدظلہ اور حضرت صوفی صاحبؒ دونوں بزرگ گئے، میں قافلے کے ساتھ تو نہ جاسکا مگر بعد میں اجلاس کے آخری روز دیوبند پہنچ گیا، دونوں بزرگوں کا قیام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ کے مکان پر تھا اور گوجرانوالہ سے مولانا محمد نعیم اللہ صاحب، مولانا حکیم محمود سلفیؒ، قاری محمد یوسف عثمانی اور حاجی عبدالمتین چوہان مرحوم بھی ان کے ساتھ اسی مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے، صد سالہ اجلاس سے فارغ ہو کر ایک روز دونوں بزرگوں نے میرے بارے میں مشورہ کیا کہ اسے دیوبند کی سیر کرانی چاہیے، چنانچہ مجھے لے کر دونوں حضرات نے دیوبند کا چکر لگایا، میں نے ان کے ہمراہ حضرت مدنی ؒ کا مکان اور مسجد دیکھی، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے گھر حاضری دی جہاں ان کے فرزند مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصرؒ اور داماد حضرت مولانا احمد رضا بجنوریؒ سے ملاقات ہوئی، مسجد چھتہ میں انار کا وہ درخت دیکھا جس کے نیچے بیٹھ کر حضرت ملا محمودؒ نے مولانا محمود حسنؒ کو پہلا سبق پڑھایا تھا اور دارالعلوم دیوبند کا آغاز ہوا تھا اور دیگر بہت سے مقامات مجھے دکھائے، البتہ قبرستان جا کر صورت حال خاصی دلچسپ ہوگئی، وہاں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی اکٹھی قبریں دیکھ کر دل کی دنیا ہی بدل گئی، میں تاریخ کا طالب علم ہوں اس عظیم المرتبت استاذ اور جلیل القدر شاگرد کو اکٹھے آرام فرما دیکھ کر تاریخ کے کئی مناظر ایک تیز رفتار فلم کی طرح ذہن کی سکرین پر گھوم گئے، حضرت صوفی صاحبؒ کا شیخ الاسلام حضرت مدنی ؒ کے ساتھ شاگردی کے ساتھ ساتھ بیعت کا تعلق بھی تھا، وہ تو قبر کو دیکھ کر سیدھے وہاں پہنچے اور مراقبہ میں بیٹھ گئے، اب منظر یہ تھا کہ حضرت صوفی صاحبؒ مراقبہ میں بیٹھے ہیں، حضرت والد صاحب مدظلہ تھوڑے کچھ

فاصلے پر کھڑے کچھ پڑھ رہے ہیں میں درمیان میں کھڑا ہوں میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں بھی چچا جان کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھ جاؤں مگر پیچھے کھڑے والد صاحب سے ڈر بھی رہا ہوں، تھوڑی دیر گزری تو حضرت والد صاحب مدظلہ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ

''اٹھا ایس بدعتی نوجھنڈ مار کے بہہ گیا اے''

(اس بدعتی کو اٹھاؤ یہ کیا چادر میں سر دے کر بیٹھ گیا ہے)۔ اب میں انہیں کیا اٹھاتا کہ میرا تو خود جی انکے ساتھ بیٹھنے کو چاہ رہا تھا، حضرت صوفی صاحبؒ کم وبیش دس بارہ منٹ تسلی سے مراقبہ میں بیٹھے رہے پھر اٹھے اور کہا کہ ''چلیں، آپ کو ہر کام بدعت نظر آتا ہے۔''

اور پھر ہم تینوں کوئی اور بات کیے بغیر اگلے پروگرام کی طرف چل پڑے، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دیوبندیت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے الگ الگ ذوقوں کے اجتماع اور امتزاج کا نام ہے دونوں الگ الگ بلکہ بظاہر متضاد ذوق نظر آتے ہیں مگر حضرت قاری صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ ان دونوں ذوقوں کو جمع کیا جائے تو دیوبندیت تشکیل پا جاتی ہے، میں اس پر کہا کرتا تھا کہ ہمارے گھر میں دونوں ذوق موجود ہیں والد محترم شیخ الاسلام حضرت ابن تیمیہؒ کے ذوق کی نمائندگی کرتے ہیں اور حضرت صوفی صاحبؒ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے ذوق کے نمائندہ ہیں اس لیے ہمارا گھرانہ دیوبندیت کی مکمل نمائندگی کرتا ہے، خود میرا حال یہ ہے کہ میں نے کئی بار اپنے دل ودماغ کو ٹٹولا ہے اور یہ دیکھنے کی کوشش کی ہے کہ میرا دل ودماغ ابن تیمیہؒ اور ابن عربیؒ میں سے کس کو ترجیح دیتا ہے؟ مگر آج تک فیصلہ نہیں کر پایا، مجھے دونوں سے یکساں دلی محبت ہے اور دونوں کے الگ الگ ذوق کو دین کا اہم اور ضروری حصہ سمجھتا ہوں۔

قارئین کرام! حضرت صوفی صاحبؒ کے حالات اور ان کیساتھ گزرے ہوئے اوقات کی بہت تفصیلات ہیں جن میں سے کچھ ذہن میں تازہ ہیں جبکہ کچھ کو ذہن کی سکرین پر لانے کے لیے وقت لگے گا اور کسی نہ کسی بہانے وقتاً فوقتاً یہ سامنے آتی رہیں گی انشاء اللہ، سردست ان چند باتوں پر اکتفا کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں اور ہم سب کو ان کی حسنات کا سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا زاہد الراشدی
صدر مدرس و ناظم تعلیمات جامعہ نصرۃ العلوم

ایک نومسلم امریکی خاتون دانش ور کی حضرت صوفی صاحبؒ سے ملاقات

۱۹۹۰ء کی بات ہے کہ ایک دن ہمارے محترم دوست پروفیسر عبد اللہ جمال صاحب کا فون آیا کہ امریکہ سے ایک محترمہ خاتون جو پروفیسر ہیں اور نومسلم ہیں پاکستان آئی ہوئی ہیں اور حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتیؒ سے ملنا چاہتی ہیں مگر حضرت صوفی صاحبؒ نے معذرت کر دی ہے آپ اس سلسلہ میں کچھ کریں، میں نے عرض کیا کہ اگر چہ یہ بات بہت مشکل ہے کہ حضرت صوفی صاحبؒ کے انکار کے بعد انہیں اس ملاقات کیلئے آمادہ کیا جا سکے مگر میں کوشش کر کے دیکھتا ہوں، چنانچہ میں حاضر خدمت ہوا اور گزارش کی کہ ملاقات میں کیا حرج ہے؟ پہلے تو یہی فرماتے رہے کہ میرے ساتھ ملاقات سے آخر اس کی کیا غرض ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا کہ کچھ تو غرض ہوگی جو وہ ملنے پر اصرار کر رہی ہے تو تھوڑے ردوکد کے بعد وہ ملاقات کیلئے تیار ہو گئے، یہ خاتون ڈاکٹر ایم کے ہرمینسن ہیں اور کیلی فورنیا کی سن ڈیاگو یونیورسٹی میں اس وقت فلسفہ کے شعبہ میں استاذ تھی، اصلاً کینیڈا کی رہنے والی ہیں انہوں نے سن ڈیاگو یونیورسٹی میں فلسفہ کے مضمون میں ماسٹر ڈگری کی، قرآن کریم کے مطالعہ نے مسلمان کر دیا، مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیمات وفلسفہ کو اپنی ریسرچ کا موضوع بنایا اور "مغربی دنیا میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم کا تعارف" کے عنوان پر سن ڈیاگو یونیورسٹی سے ہی ڈاکٹریٹ کیا اور پھر اس کے تعلیمی شعبہ سے منسلک ہو گئیں، وزیر آباد (پاکستان) سے تعلق رکھنے والے پروفیسر محمد علوی صاحب سے ان کی شادی ہوئی، ان کے ساتھ ہی پاکستان آئی ہوئی تھیں، ان کا کہنا تھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیمات پر ریسرچ بالخصوص پی ایچ ڈی کے مقالہ کی تیاری میں انہیں حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتیؒ کی بعض تصنیفات سے استفادہ

کا موقع ملا ہے اس لئے وہ ان سے ملاقات کی خواہش مند ہیں اور بعض علمی اشکالات پر ان سے گفتگو بھی کرنا چاہتی ہیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی طرف سے کلیرنس ملنے کے بعد محترمہ ایم کے ہرمینسن اپنے خاوند کے ہمراہ میرے گھر تشریف لائیں تھوڑی دیر ٹھہریں اور ظہر کی نماز بھی انہوں نے ہمارے ہاں ادا کی، انہوں نے بتایا کہ گوجرانوالہ میں وہ دو کاموں کیلئے آئی ہیں ایک تو وہ شاہ ولی اللہ یونیورسٹی دیکھنا چاہتی ہیں اور اس کے ساتھ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں۔

ان دنوں گوجرانوالہ کے قریب جی ٹی روڈ پر اٹاوہ کے ساتھ شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کی تعمیر کا آغاز ہوا تھا جو دراصل حضرت صوفی صاحبؒ ہی کی توجہات کا ثمرہ تھا، مگر وہ بالکل ابتدائی مرحلہ میں تھی، اور اس میں کسی بیرونی مہمان کی دلچسپی کا کوئی سامان موجود نہیں تھا اس لئے انہیں اس وقت ہونے والی پیش رفت اور آئندہ کے عزائم سے آگاہ کیا گیا جس پر انہوں نے بہت مسرت کا اظہار کیا۔

اس مرحلہ میں شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کی تھوڑی سی تاریخ بھی قارئین کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، گوجرانوالہ شہر میں دیوبندی مسلک کے مسائل بالخصوص مساجد پر مخالفانہ قبضوں کی مہم کے پس منظر میں اس دور میں ایک مسلکی تنظیم جمعیۃ اہل السنۃ والجماعت کے نام سے کام کر رہی تھی جس میں زیادہ تر حضرت صوفی صاحبؒ کے حلقہ درس کے لوگ شامل تھے اور اسی حلقہ درس سے وابستہ ایک مخیّر صنعتکار الحاج میاں رفیق ان دنوں جمعیۃ کے صدر تھے اور راقم الحروف بھی اس میں شامل تھا، ایک مرحلہ میں جمعیۃ اہل السنۃ کے احباب نے مشورہ کیا کہ شہر سے باہر جی ٹی روڈ پر مسلکی بنیاد پر ایک بڑا تعلیمی ادارہ قائم کرنا چاہیے چنانچہ اس کا فیصلہ کر کے جی ٹی روڈ پر لاہور کی جانب جاتے ہوئے ایمن آباد موڑ سے پہلے واقع گاؤں اٹاوہ میں ریلوے لائن کے ساتھ تقریباً بتیس ایکڑ جگہ خریدی گئی ابتدا میں اس منصوبے کو ''نصرۃ العلوم اسلامی یونیورسٹی'' کے نام سے موسوم کیا گیا اور اسی نام سے اس منصوبے کی تفصیلات جمعیۃ اہل السنۃ کی طرف سے شائع کی گئیں مگر بعد میں مشورہ ہوا کہ یہ ادارہ الگ نام سے ہونا چاہیے اور اس کا نام ''فاروق اعظمؓ اسلامی یونیورسٹی'' تجویز کیا گیا اور اس منصوبے کا دوسرا تعارف اس نام سے شائع ہوا، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ جمعیۃ اہل السنۃ کے سرپرست کی حیثیت سے اس منصوبے کے بھی سر

پرست تھے اور صرف نام کے نہیں بلکہ عملی سر پرست تھے کہ ایک عرصہ تک عملی طور پر اس کی سر پرستی کرتے رہے اور مشاورت کے ساتھ ساتھ معاونت بھی فرماتے رہے۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک دن ہم چند دوست حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اسی تعلیمی منصوبے پر گفتگو کر رہے تھے زیر بحث موضوع یہ تھا کہ اس تعلیمی ادارے میں قدیم وجدید تعلیم کا امتزاج ہونا چاہیے اور دینی علوم کے طلبہ کو جدید علوم وفنون سے روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ جدید علوم وفنون کے طلبہ کو دینی علوم سے آراستہ کرنے کا پروگرام تشکیل دیا جانا چاہیے، گفتگو کے دوران تعلیمی ادارے کا نام بھی زیر بحث آیا، تو حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس کے ذہن اور فلسفہ کے مطابق کام کرنا چاہتے ہو اس کا نام کیوں نہیں لیتے ہو؟ ان کی مراد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ تھے بات ہمارے ذہن میں بھی آ گئی چنانچہ ہم نے دوبارہ مشاورت کا اہتمام کیا اور اس تعلیمی ادارے کو ''شاہ ولی اللہ یونیورسٹی'' کا نام دے کر اس کے لئے باقاعدہ ''شاہ ولی اللہ ٹرسٹ'' قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور کام کا آغاز کر دیا گیا۔

''شاہ ولی اللہ ٹرسٹ'' جب قائم ہوا اور قانونی مراحل سے گزر کر اس نے باضابطہ ٹرسٹ کی شکل اختیار کی تو وہ چھ ارکان پر مشتمل تھا،

(۱) حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

(۲) حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ

(۳) محترم میاں محمد رفیق صاحب

(۴) الحاج عزیز ذوالفقار صاحب

(۵) شیخ محمد اشرف صاحب مرحوم (ایس، اے حمید کے بھائی)

(۶) راقم الحروف ابوعمار زاہد الراشدی

اس کے ساتھ تعلیمی وانتظامی امور کے لئے شاہ ولی اللہ ایجوکیشنل سوسائٹی تشکیل دی گئی جس کے صدر الحاج میاں محمد رفیق اور سیکرٹری جنرل شیخ محمد اشرف مرحوم تھے جبکہ ٹرسٹ کے باقی چاروں حضرات کو سر پرست کا درجہ دیا گیا اور سر پرست اعلیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قرار پائے اس سوسائٹی

کے تحت شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کی تعمیر کا کام شروع ہوا اور اس کا آغاز شاہ ولی اللہ کالج سے کیا گیا جس کے لئے تعلیمی کمیٹی بنائی گئی اور راقم الحروف کو اس کا چیئرمین اور ڈاکٹر پروفیسر محمد اقبال لون صاحب کو سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

اس نظم کے ساتھ شاہ ولی اللہ کالج کا آغاز کیا گیا جس کے اہداف میں تھا کہ ایک کالج قائم کر کے عصری تعلیم کے طلبہ کو مروجہ عصری نصاب کے ساتھ ساتھ ضروری دینی تعلیم سے آراستہ کیا جائے اور دینی مدارس کے فضلاء کو جدید علوم کا ایک کورس پڑھا کر پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کرا دیا جائے اس لئے کہ پنجاب یونیورسٹی نے دینی مدارس کے شہادۃ العالمیہ کی سند کو ایم اے کے برابر تسلیم کرنے کے لئے شرط لگا رکھی تھی کہ وہ پانچ سو نمبر کا بی اے کریں، چنانچہ اس دائرہ میں دونوں کورس شروع کر دیے گئے اور کئی برس تک وہ جاری رہے مگر بعد میں پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے اس بی اے کو مزید تعلیم کے لئے بنیاد تسلیم نہ کیے جانے کی بنا پر اور یونیورسٹی کے تعلیمی نظام کے حوالہ سے خود ہمارے درمیان ہم آہنگی قائم نہ رہنے کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اس سارے عمل میں دونوں بزرگوں یعنی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی ہمیں مکمل اور عملی سرپرستی حاصل رہی، تمام معاملات کی مشاورت میں شریک رہے اور حوصلہ افزائی اور معاونت سے نوازتے رہے، مگر شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کے اصل اہداف کے حوالہ سے اس نظام کے چلانے والے احباب کے درمیان ہم آہنگی قائم نہ رہنے پر جب راقم الحروف نے دوستوں سے مشاورت کی کہ شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کے اصل اہداف و مقاصد کیلئے معاملات کو خود کنٹرول کرنے کی کوئی صورت اختیار کی جائے تو دونوں بزرگوں یعنی حضرت مولانا سرفراز خان صفدر اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ نے مجھے سختی کے ساتھ منع کر دیا اور میں خاموشی کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا چنانچہ اب وہاں کیڈٹ کالج چل رہا ہے، ہسپتال بن چکا ہے اور میڈیکل کالج کی تیاری ہو رہی ہے اس کے موجودہ ٹرسٹ میں راقم الحروف اور حضرت صوفی صاحبؒ کے فرزند مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی شامل ہیں مگر عملی طور پر اس کے معاملات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے البتہ ہمارے تحفظات بدستور قائم ہیں۔

محترمہ ڈاکٹر ایم کے ہرمینسن نے شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کا نام کہیں پڑھ لیا تھا اور وہ اسے دیکھنے کے شوق

میں تشریف لائی تھیں مگر اس وقت وہ بالکل ابتدائی مرحلہ میں تھی اس لئے انہیں وہاں لے جانا مناسب نہ تھا البتہ حضرت صوفی صاحبؒ کے ساتھ ان کی ملاقات ہوگئی، یہ ملاقات مدرسہ نصرۃ العلوم کی لائبریری میں ہوئی جس میں محترمہ کے شوہر پروفیسر محمد علوی صاحب، پروفیسر محمد عبداللہ جمال صاحب اور راقم الحروف بھی شریک تھے۔

ڈاکٹر ایم کے ہرمینسن نے حضرت صوفی صاحبؒ سے وحدت الوجود کے فلسفہ کے حوالہ سے کچھ سوالات کیے جن کی تفصیل اب مجھے یاد نہیں ہے البتہ اتنی بات ذہن میں محفوظ ہے کہ انہوں نے سوال کیا کہ اس مسئلہ پر اور کن حضرات سے بات کی جاسکتی ہے تو حضرت صوفی صاحبؒ نے حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کے نام لیے، اس موقع پر حضرت صوفی صاحبؒ نے محترمہ ڈاکٹر ایم کے ہرمینسن سے ایک دلچسپ سوال کیا جو اس طرح تھا کہ آپ پڑھی لکھی خاتون ہیں اور ہم مسلمانوں میں اس وقت ایسی کوئی بات نہیں کہ کوئی ہمیں دیکھ کر متاثر ہو اور مسلمان ہو جائے آپ آخر کیسے مسلمان ہوئی ہیں؟ ڈاکٹر ایم کے ہرمینسن نے جواب دیا کہ وہ کسی مسلمان کی دعوت پر یا کسی مسلمان کو دیکھ کر مسلمان نہیں ہوئیں بلکہ ان کے قبول اسلام کی وجہ قرآن کریم بنا ہے اور قرآن کریم کا مطالعہ کر کے وہ مسلمان ہوئی ہیں، اس کی تفصیل انہوں نے یوں بیان کی کہ سن ڈیاگو یونیورسٹی میں فلسفہ میں ماسٹر ڈگری کرنے کے بعد وہ ایک مرحلہ میں سپین کی کسی یونیورسٹی میں کوئی کورس کر رہی تھیں کہ ایک روز ہاسٹل میں صبح کے وقت ریڈیو کی سوئی گھماتے ہوئے ایک جگہ سے ایسی پرکشش آواز سنائی دی جس نے ان کی دلی توجہ حاصل کی اور انہیں کشش اور سکون محسوس ہونے لگا مگر یہ پتہ نہ چلا کہ زبان کون سی ہے اور کلام کیا ہے؟ دو تین روز وہ تلاش کر کے یہ آواز سنتی رہیں جس سے انہیں روحانی سکون ملتا تھا پھر کوشش کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ مراکش ریڈیو ہے اور اس سے مسلمانوں کی مقدس کتاب ''قرآن کریم'' کی تلاوت ہوتی ہے چند روز وہ سنتی رہیں پھر قرآن کریم کا انگلش ترجمہ حاصل کر کے اس کا مطالعہ شروع کر دیا مگر خیال ہوا کہ اس کتاب کو اس کی اصل زبان میں سٹڈی کرنا چاہیے چنانچہ انہوں نے عربی زبان کا باقاعدہ کورس کیا اور اس کے بعد قرآن کریم کا مطالعہ کیا تو قرآن کریم نے انہیں مسلمان بنا دیا۔

مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے اسلامی تعلیمات کی طرف توجہ دی ان کا کہنا ہے کہ انہیں سب سے

زیادہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے متاثر کیا، انہوں نے شاہ صاحبؒ کی تعلیمات پر کام شروع کیا اور انہی پرسن ڈیاگو یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، محترمہ ایم کے ہرمینسن کی اپنی زبان انگلش ہے مگر انہیں عربی، فارسی، اردو اور سنسکریت پر بھی مہارت حاصل ہے، انہوں نے سن ڈیاگو یونیورسٹی میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیمات کے فروغ کیلئے ''شاہ ولی اللہ چیئر'' قائم کر رکھی ہے جس کی وہ چیئر پرسن ہیں اور انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ کا انگلش ترجمہ بھی کیا ہے جو چھپ چکا ہے۔

محترمہ نے ماہنامہ ''الشریعہ'' میں اشاعت کے لئے حضرت شاہ ولی اللہؒ پر لکھے گئے اپنے چند مضامین بھی دیے جو ہم نے ترجمہ کے لئے اپنے محترم دوست حافظ مقصود صاحب آف شیخوپورہ کے سپرد کیے انہوں نے ایک مضمون کا ترجمہ کیا جو ''الشریعہ'' میں چھپ گیا مگر اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی اور ان کے کاغذات میں باقی مضامین نہ مل سکے۔

ڈاکٹر ایم کے ہرمینسن سے حضرت صوفی صاحبؒ نے ایک سوال اور کیا کہ مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ منافقت بہت زیادہ ہے، قول اور عمل میں تضاد ہے اور اسلام کے احکام پر عمل کی فضا موجود نہیں ہے اس لئے مسلمانوں کی عمومی صورت حال ناگفتہ بہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ مغرب سے اسلام کے حوالہ سے بات کرنے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا فلسفہ و اسلوب سب سے بہترین ذریعہ ہے، اس میں عقل و فکر بھی ہے اور روحانی سکون کا سامان بھی موجود ہے، اسلئے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے علوم پر کام ہونا چاہیے اور ان کی زبان و اسلوب میں مغرب کو اسلام کی دعوت دینی چاہیے۔

حضرت صوفی صاحبؒ نے مہمان خاتون کے قبول اسلام، اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لئے ان کی محنت اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ و فکر پر ان کی جدوجہد کو سراہا اور ان کے لئے استقامت و ترقی کی دعا فرمائی۔

مولانا حافظ عبدالقدوس خان قارن
مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

میرے چچا، میرے استاد اور میرے مربی

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتیؒ میرے چچا، میرے استاد اور میرے مربی تھے، میں نے ۱۹۶۸ء میں درس نظامی کے درجہ ثانیہ میں مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں داخلہ لیا اور اس وقت سے تادم تحریر مدرسہ نصرۃ العلوم میں ہی ہوں، اس طرح مجھے حضرت صوفی صاحب کے زیر سایہ تقریباً چالیس سال گزارنے کا موقع ملا، اس دوران جہاں بہت سے کاموں پر شاباش ملی اور خصوصی دعاؤں سے نوازا گیا وہاں ایسے مواقع بھی آئے کہ میری کچھ باتیں مزاج کے موافق نہ ہونے اور طبیعت پر ناگوار گزرنے پر مجھے ڈانٹ بھی پلائی گئی، مگر حضرت صوفی صاحبؒ کے ہر انداز میں میرے لئے زندگی کے ہر موڑ میں نصیحت اور تربیت کا پہلو ہمیشہ نمایاں رہا، انتہائی قربت اور شفقت کے باوجود مجھے حضرت سے براہ راست اپنی بات کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اسلئے میں اپنی بات حضرت تک پہنچانے میں قلم کا سہارا ہی لیتا رہا۔ میری تحریروں میں بعض دفعہ شوخی کا انداز بھی پایا جاتا مگر حضرت صوفی صاحب ہر دفعہ مجھے بلا کر اپنے مختصر کلمات میں ہی ایسی تسلی فرما دیتے کہ ذہن مطمئن ہو جاتا۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت کے متعلق ذہن کے مختلف گوشوں سے ایسی بھولی یادیں تازہ ہو گئیں جن میں سے کچھ کا ذکر اس تحریر میں کیا جا رہا ہے، حضرت صوفی صاحبؒ کی زندگی کے کمالات اور آپ کی شخصیت کا کما حقہ تعارف بس کی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو جن کمالات سے نوازا تھا وہ اپنی مثال آپ ہی تھے، چند واقعات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے حضرت کے کمالات و تعارف کی معمولی سی جھلک نظر آتی ہے ورنہ یادداشتوں کا عظیم خزانہ ذہن میں موجود ہے، میں نے ان ہی واقعات کا ذکر کیا ہے جو میرے تجربہ اور مشاہدہ میں آئے ورنہ حضرت کے متعلقین اور مقربین میں سے بہت سے حضرات کے ساتھ بھی ایسے واقعات پیش آئے ہوں گے جیسے میرے ساتھ پیش آئے۔

تمہارے چچا جیسا چچا کس کا ہوگا؟

ہم گکھڑ میں قدیمی قبرستان کے ساتھ ماسٹر خوشی محمد صاحب کے مکان میں کرایہ پر رہتے تھے ا ہمارے پڑوس کے مکان میں بھی کرایہ دار تھے ان کا ایک بچہ میرا ہم عمر تھا جس کا نام وسیم تھا وہ میرے ساتھ ہی سکول جایا کرتا تھا ایک دن اس نے مجھے آواز دے کر کہا کہ میں آج سکول نہیں جاؤں گا اسلئے کہ میرے چچا آئے ہوئے ہیں، میں سکول سے جب واپس آیا تو دونوں والدہ چھت پر بچھائی چار پائی پر بیٹھی ہوئی تھیں اور چھوٹی والدہ سبزی کاٹ رہی تھیں ۔ میں نے والدہ سے کہا کہ وسیم آج سکول نہیں گیا اسلئے کہ اس کے چچا آئے ہوئے ہیں، امی کیا ہمارے چچا بھی ہیں؟ میری یہ بات سن کر چھوٹی والدہ کہنے لگیں کہ تمہارے چچا جیسا چچا کس کا ہوگا، پھر بڑی والدہ نے بتایا کہ تمہارے ابا جان روزانہ ان ہی کے پاس جاتے ہیں، میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے چچا سے متعلق سب سے پہلے جو کلمات سنے وہ یہ تھے کہ تمہارے چچا جیسا چچا کس کا ہوگا پھر زندگی میں تجربہ کیا کہ واقعی اس دور میں میرے چچا جیسا چچا کس کا ہوگا۔

چچا کو دیکھنے کا شوق

اپنے چچا سے متعلق محترمہ والدہ صاحبہ کے الفاظ سننے کے بعد میرے دل میں اپنے چچا کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا، ہمارے نانا جان گوجرانوالہ میں ہی محلہ رام بستی میں امام مسجد تھے اور مسجد کے ساتھ ہی ان کی رہائش تھی، کئی دفعہ ان کے ہاں رہتے ہوئے ان سے اور اپنے ماموؤں سے درخواست کی کہ مجھے چچا کے پاس لے جاؤ مگر ایسا موقع نہ ملا، ایک دفعہ مجھے کئی دنوں سے بخار تھا گکھڑ میں کوئی خاص ڈاکٹر نہیں تھا معمولی علاج معالجہ کے ڈاکٹر تھے، ہم میں سے اگر کسی کو بیماری زیادہ ہوتی تو نانا جان کے گھر کے پاس ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب اور ڈاکٹر عبدالرحیم قریشی ہوتے تھے ان کے پاس ہمیں لے جایا جاتا، جب کئی دن بخار نہ اترا تو والدہ صاحبہ نے ابا جان سے کہا کہ اس کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کے پاس ہی لے جائیں، اگلے دن حضرت والد صاحب نے صبح مجھے ساتھ لیا ریل گاڑی جا چکی تھی اس لئے ہم بس پر سوار ہو کر گوجرانوالہ آئے، اور اسٹیشن کے پاس اتر کر تانگہ پر سوار ہوئے اور ایک جگہ اتر کر گلی سے گزرتے ہوئے ایک گیٹ سے اندر داخل ہوئے سامنے کھلی جگہ تھی ایک کنارہ پر چھوٹی سی مسجد تھی اور کچھ حصہ میں پانی کھڑا تھا، حضرت والد صاحب مجھے ساتھ لئے ایک کمرہ کے دروازہ سے باہر کھڑے ہوئے اور کمرہ والوں کو سلام کیا اور کہنے لگے صوفی کسی کو کہنا کہ اس کا خیال

کرے کہ یہ کہیں باہر نہ چلا جائے، صوفی کا لفظ سننا تھا کہ بخار کی شدت کے باوجود میں اندر بیٹھے حضرات کو غور سے دیکھنے لگا، اندر دو چارپائیاں تھی ایک پر ایک صاحب عینک والے کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے تھے جبکہ دوسری چارپائی پر جو صاحب تھے انہوں نے عینک نہیں لگائی ہوئی تھی اور کتاب پڑھ رہے تھے اور ایک آدمی کمرہ کو صاف کرنے کی غرض سے کپڑا پھیر رہا تھا، جب حضرت والد صاحب کی آواز ان حضرات نے سنی تو ایک صاحب اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ دوسرے صاحب نے بھی کتاب بند کر کے مسکراتے ہوئے انداز میں سلام کا جواب دیا، حضرت والد صاحب نے مجھے فرمایا کہ تو یہاں ہی میرے آنے تک ٹھہر، میں کمرہ میں داخل ہوا اور سامنے عینک والے صاحب کے پاس جا کر بیٹھ گیا وہ مجھے کہنے لگے کہ ابھی تک تیرا بخار نہیں اترا تو میں نے کہا کہ نہیں، پھر دوسری چارپائی پر بیٹھے صاحب نے مجھے اپنے پاس بلا لیا جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور پاس بٹھا لیا پھر صفائی کرنے والے صاحب کو اشارہ کیا تو اس نے ایک پیالی میں دو مٹھائی کے ٹکڑے مجھے دیئے میں نے پیالی لے لی مگر بخار کی وجہ سے کھانے کو جی نہ چاہا بعد میں معلوم ہوا کہ عینک والے صاحب میرے عظیم چچا تھے اور دوسرے حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب دام مجدہم تھے، ہوش سنبھالنے کے بعد میرے لئے اپنے چچا محترم کو دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا۔

جب برادر محترم حضرت زاہد الراشدی صاحب نے قرآن کریم حفظ مکمل کیا تو جلسہ اور دعوت کا اہتمام کیا گیا، جلسہ میں حضرت درخواستی" بھی تشریف لائے، ظہر کی نماز کے بعد چائے پینا حضرت والد صاحب کا معمول تھا، میں ان کو چائے دینے کیلئے گیا تو فرمانے لگے کہ بوڑھیوں کو بلاؤ حضرت والد صاحب ہماری دونوں والدہ کو بوڑھیاں ہی کہا کرتے تھے، میں دونوں والدہ کے ساتھ حضرت والد صاحب کے پاس گیا تو وہ کہنے لگے کہ حضرت درخواستی صاحب آ رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ صوفی بھی آئے میں نے یہ سنا تو بہت خوش ہوا مگر پھر یاد نہیں کہ حضرت صوفی صاحب گئے یا نہیں گئے۔

ایک دفعہ وطن سے حضرت والد صاحب دام مجدہم کی خالہ جو کہ بھائی سلطان محمود صاحب کی دادی تھیں وہ گکھڑ تشریف لائیں انہوں نے حضرت والد صاحب سے اصرار کیا کہ مجھے عبدالحمید سے ملاؤ ان کو ملنے کیلئے حضرت صوفی صاحب گکھڑ تشریف لے گئے تو دادی صاحبہ نے ان کو ایسے گود میں بٹھا لیا جیسے بچوں کو بٹھایا جاتا ہے اور ان کا منہ اور ہاتھ چومنے لگیں، مجھے یاد ہے کہ اس رات کافی دیر تک حضرت والد صاحب دام مجدہم کی

بیٹھک میں تقریباً سبھی گھر والے بیٹھے باتیں کرتے رہے، پھر اگلے دن حضرت صوفی صاحب واپس آ گئے۔

پھر جب حضرت صوفی صاحب کی شادی ہوئی تو گوجرانوالہ میں رہائشی مکان کی تعمیر تک حضرت کی اہلیہ گکھڑ میں ہمارے مکان میں ہی رہتی تھیں حضرت صوفی صاحب وقتاً فوقتاً تشریف لے جاتے، کبھی حضرت والد صاحب کے ساتھ جاتے، کبھی اکیلے شام کی گاڑی بابو ٹرین پر جاتے اور کبھی حاجی محمد صادق صاحب ماربل والے اپنی کار میں چھوڑ آتے اور کبھی اپنے ڈرائیور محمد عاشق صاحب جو کہ آج کل مسجد نور میں صبح کی اذان کہتے ہیں ان کے ساتھ چلے جاتے، اس دوران مجھے حضرت صوفی صاحب کی خدمت کا موقع مل جاتا، جب حضرت نے اپنے سسرال جانا ہوتا تو مجھے مسجد میں نماز کے بعد فرماتے کہ ادھر جانا ہے تو میں حضرت کے ساتھ جاتا جو کہ مسجد کی مغربی جانب قریب ہی رہتے تھے، اس وقت گکھڑ دیہاتی انداز کا قصبہ تھا شہری سہولتیں کوئی خاص میسر نہ تھیں گکھڑ والے مقامی تیار کردہ لیمن، دودھ سوڈا، کھاری اور سونٹھ کی بوتلوں کے عادی تھے، حضرت صوفی صاحب نے ایک دفعہ مجھے سیون اپ لانے کا فرمایا تو میں گکھڑ اسٹیشن سے رشید بٹ صاحب کی دکان سے وہ بوتل لے کر آیا۔

خدمت کا موقع اور حضرت صوفی صاحب کا حسن اخلاق

میں ۱۹۶۸ء میں گکھڑ تجوید کا کورس مکمل کرنے اور درس نظامی کی ابتدائی صرف ونحو، فارسی کی کتابیں پڑھ لینے کے بعد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں داخل ہوا، داخلہ کے بعد حضرت صوفی صاحب کا اصرار تھا کہ اس کو یہیں رہنے دیا جائے مگر حضرت والد صاحب دام مجدہم نے فرمایا کہ یہ شام کو واپس جایا کرے گا دو سال ایسا ہی ہوا کہ میں صبح آتا اور شام کو واپس چلا جاتا وہاں جا کر دن بھر کے پڑھے ہوئے اسباق حضرت والد صاحب کو سنانا ہوتے تھے اور وہ اپنی نگرانی میں مجھے اپنے پاس بٹھا کر سبق یاد کرواتے اور مطالعہ کی تلقین فرماتے، دو سال بعد مجھے یہاں مدرسہ میں ہی رہائش کی اجازت مل گئی مگر چھٹیوں میں سال بھر کی پڑھی ہوئی کتابیں حضرت والد صاحب کو سنانا ہوتی تھیں، بفضلہ تعالیٰ شرح جامی کے درجہ تک کی تمام کتابیں میں نے حضرت والد صاحب کو سنائیں اور جن کتابوں کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت پڑی ان سے دوبارہ پڑھیں۔ مدرسہ نصرۃ العلوم میں داخلہ کے بعد حضرت صوفی صاحب کے گھر کا سودا سلف لانا اور بچوں کی بیماری کی صورت میں ڈاکٹر کے پاس لے جانا وغیرہ کام میں ہی کیا کرتا تھا، حضرت صوفی صاحب کے اپنے

بچوں کے گھر کے حالات کو سنبھالنے تک مجھے خدمت کا موقع ملتا رہا اس طویل عرصہ میں کسی کام میں تاخیر ہو جانے یا کسی قسم کا نقصان ہو جانے کی صورت میں حضرت صوفی صاحب نے نہ کبھی ڈانٹا اور نہ ہی غصہ فرمایا بلکہ اکثر مسکرا کر معاملہ کو رفع دفع فرما دیتے تھے۔

مجھ پر خصوصی شفقتیں

حضرت صوفی صاحب متعلقین اور مقربین میں سے کوئی بھی ان کی شفقتوں سے محروم نہیں رہا مگر مجھ پر ان کی خصوصی جو شفقتیں رہیں وہ میری زندگی کی یادگاریں ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں جامع مسجد نور کے امام حافظ عبد الرحمٰن صاحب نے اس منصب پر قائم رہنے سے معذوری ظاہر کر دی اور اپنے علاقہ میں کام کرنے کو پسند کیا تو حضرت صوفی صاحب نے احباب کے مشورہ کے ساتھ مجھے امامت کی ذمہ داری سپرد فرما دی اور فرمایا کہ بھئی ذمہ داری کا احساس کرنا اگر کہیں جانا ہو تو مناسب آدمی کو اپنا نائب مقرر کر کے جانا تاکہ نمازیوں میں گڑ بڑی نہ ہو۔

۱۹۷۵ء میں دورہ حدیث سے فارغ ہونے کے بعد میرا ارادہ کراچی جا کر افتاء کا کورس کرنے کا تھا مگر حضرت صوفی صاحب نے حکماً فرمایا کہ تم نے کہیں نہیں جانا تمہارا تقرر بطور مدرس مدرسہ میں ہی کر دیا گیا ہے، میں نے افتاء پر اصرار کیا تو فرمانے لگے کہ کتابیں آتی ہوں تو کورس کی ضرورت نہیں حضرت استاد صاحب نے کوئی کورس نہیں کیا مگر فتویٰ پھر بھی دیتے ہیں، میں نے کہا کہ میں نے کراچی کا ریل گاڑی کا ٹکٹ بھی لے لیا ہوا ہے تو فرمانے لگے کہ اس کو ضائع کر دو۔

۱۹۷۶ء میں جب بھٹو حکومت نے جامع مسجد نور کو اوقاف کی تحویل میں لینے کا پروگرام بنایا جس کیلئے تحریک چلی جو بفضلہ تعالیٰ کامیاب رہی محکمہ اوقاف کے عقل وخرد سے محروم افسران نے حضرت صوفی صاحب کو جامع مسجد نور کی خطابت سے معزول کر کے ان کی جگہ میرا تقرر کر دیا اور مجھ پر زور دینے لگے کہ میں اس عہدہ کو قبول کر لوں مگر میں نے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ اوقاف کی ملازمت سے بہتر ہے کہ میں سر پر ٹوکری اٹھا کر مزدوری کروں، پھر میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اگلے جمعہ سے پہلے ہی گرفتاری دے دی، ایک میٹنگ کے دوران کسی صاحب نے مشورہ دیا کہ قارن کو اگر زبردستی حکومت والے منبر پر بٹھاتے ہیں تو بٹھانے دیا جائے مگر اس کو معمولی زدوکوب کے بعد منبر سے اتار دیا جائے تاکہ حکومت کو معلوم ہو جائے کہ

جب اپنے ہی آدمی کو برداشت نہیں کیا گیا تو کسی اور کو کیسے برداشت کیا جائیگا، حضرت صوفی صاحب انتہائی جلال میں فرمانے لگے کہ اگر کسی جذباتی نے شدید ضرب لگادی تو کیا ہوگا اور ایسی صورت میں پھر یہ قارن آگے کوئی کام کرنے کا نہیں رہے گا، حضرت صوفی صاحب کا یہ ارشاد نہ صرف مجھ پر شفقت کا اظہار تھا بلکہ یہ ظاہر بھی کرتا ہے کہ ان کو مجھ سے مستقبل میں کام کرنے کی امید بھی وابستہ تھی، پھر میں جیل میں ہی تھا کہ شوال المکرم میں مدرسہ میں طلبہ کے داخلہ کا وقت آ گیا مدرسہ کے ناظم مولانا عبدالعزیز صاحب محکمہ اوقاف کے ڈسٹرکٹ خطیب بھی تھے محکمہ کی جانب سے وارننگ کے بعد انہوں نے مدرسہ کی نظامت سے استعفاء دے دیا، مدرسہ کی اس ضرورت کے تحت میری ضمانت کرائی گئی اور جیل سے رہائی کے ساتھ ہی حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ آپ کا بطور ناظم تقرر کر دیا گیا ہے، اسلئے داخلہ وغیرہ کا انتظام سنبھالو، تقریباً پندرہ سال میں نے یہ خدمت سرانجام دی پھر اس منصب سے استعفاء دے دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت والد صاحب دام مجدہم کی خواہش تھی کہ میں کسی قدر تصنیفی کام کروں، نظامت کے لئے میرا تقرر بھی حضرت صوفی صاحبؒ کی مجھ پر خصوصی توجہات کا نتیجہ ہی تھا......

حوصلہ افزائی

حضرت صوفی صاحبؒ چھوٹوں کے کام کی تحسین اور حوصلہ افزائی فرماتے تھے جس سے زیادہ سے زیادہ کام کا شوق پیدا ہوتا، میں دورہ حدیث کا طالب علم تھا ایک جمعہ کے موقعہ پر جمعہ کی اذان ہو چکنے اور حضرت کے خود جمعہ کی تیاری مکمل کر لینے کے بعد اچانک ان کی طبیعت خراب ہوگئی مجھے بلا کر فرمایا کہ جمعہ پڑھا دو میں نے کہا کہ آپ نے جمعہ کی تیاری میں جو نوٹس تیار کئے ہیں وہ مجھے دے دو، فرمانے لگے کہ بھئی وہ تو میرے اشارات ہیں تمہیں اس کی کیا سمجھ آئے گی میں نے پھر کہا کہ مجھے وہ دے دو تو فرمانے لگے کہ اس کتاب میں پڑے ہیں لے لو، میں نے دو چھوٹی چھوٹی پرچیاں وہاں سے اٹھالیں ان پر نظر ڈالی اور اپنے مطالعہ میں اس موضوع سے متعلق جو ذہن میں آتا گیا بیان کر دیا حضرت خود بھی جمعہ میں تشریف لائے اور میرا بیان سنا جمعہ کے بعد انتہائی خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ تم نے تو پرچوں سے خوب فائدہ اٹھایا ایسا لگتا تھا کہ تم نے خود وہ نوٹس تیار کئے ہیں یہ محض حضرت کی حوصلہ افزائی تھی، مولانا حق نواز جھنگوی کی شہادت کے بعد کا جمعہ پڑھانے کا حکم حضرت نے مجھے فرمایا اور فرمایا کہ خوب احتجاج کرنا میں نے جمعہ پڑھایا اگلے دن

کتب خانہ کے ناظم مولوی محمد اشرف صاحب جو میرے ہم کلاس رہے ہیں اور حضرت صوفی صاحب کے ساتھ ان دنوں دروس القرآن کی ترتیب وتصحیح میں کام کر رہے تھے اور اساتذہ اور ان کے ہم کلاس ان کو سائیں کہا کرتے تھے ان سے فرمانے لگے سائیں کل قارن نے میرے کہنے پر احتجاج کیا اور دل خوش کر دیا، مولوی محمد اشرف صاحب نے مجھے بتایا تو میں نے کہا بات تو ایسی نہیں تھی، یہ محض حضرت کی حوصلہ افزائی ہے۔

مدرسہ نصرۃ العلوم میں تعلیمی سال کے آغاز پر اساتذہ کی میٹنگ میں اسباق تقسیم کئے جاتے ہیں ایک سال باقی اسباق تقسیم کر دیئے گئے مگر بیضاوی شریف رہ گئی اس کلاس میں برادر مکرم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کے بیٹے مولانا محمد عمار ناصر صاحب سلمہ اور شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا محمد موسیٰ خان صاحب روحانی بازیؒ کے بیٹے مولوی محمد زبیر صاحب بھی تھے، حضرت نے مجھے بلایا اور فرمانے لگے کہ بیضاوی شریف تم ہی پڑھادو میں نے کہا کہ حضرت مشکل ہے فرمانے لگے کہ بھئی جان نہ چھڑاؤ طلبہ آپ کے اسباق سے خوش ہوتے ہیں اور اسباق سے متعلق تمہاری کبھی کوئی شکایت نہیں ملی، حضرت کا یہ فرمانا یقیناً حوصلہ افزائی تھی ورنہ مجھے اپنی حالت خود اچھی طرح معلوم ہے، حضرت مدرسہ کے فضلاء میں سے دینی اور مسلکی کام کرنے والوں کی از حد حوصلہ افزائی فرماتے تھے، بالخصوص مسجد نور کی تحریک میں گرفتار رہنے والوں کی از حد قدر فرماتے تھے۔

ڈانٹ ڈپٹ

مجھے کئی دفعہ حضرت صوفی صاحبؒ نے ڈانٹ بھی پلائی، بعض دفعہ نماز میں امامت کیلئے حاضر نہ ہوسکتا تو تنبیہ فرماتے دل کے عارضہ کے باعث ڈاکٹر اشفاق صاحب نے مجھے دوائی لکھ کر دی اس میں سکون آور دوائی بھی تھی ابتداء میں اس کے استعمال سے تین چار دن مسلسل صبح کی نماز میں حاضر نہ ہوسکا کچھ نمازیوں نے تنقیدی انداز میں باتیں کیں تو حضرت نے صبح کے ناشتہ کے وقت بلا کر مجھے ڈانٹا مگر میں خاموش رہا حضرت کو اپنی بیماری سے متعلق نہ بتایا، محترمہ چچی صاحبہ کو میری اہلیہ نے میری بیماری سے متعلق بتایا ہوا تھا میں جب گھر سے واپس آ گیا تو چچی صاحبہ نے حضرت صوفی صاحب کو بتا دیا اسی دن حضرت اسباق پڑھا کر گھر جانے لگے اور میں برآمدہ میں سبق پڑھا رہا تھا تو حضرت نے مجھے بلایا اور فرمانے لگے کہ تم نے بیماری کا بتلایا

کیوں نہیں، میں چپ رہا پھر فرمانے لگے کہ ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کرنا آرام کی ضرورت ہو تو چند دن مدرسہ سے چھٹی لے لو اور کام کیلئے مولوی محمد معروف کو پابند کردو پھر ساتھ ہی دورۂ حدیث کا ایک طالب علم گمڑ اتھا جو کبھی کبھی نماز پڑھا دیا کرتا تھا، اس کو فرمانے لگے کہ بھئی یہ بیمار ہے اگر کسی وقت نماز کیلئے نہ آسکے تو تم نماز پڑھا دیا کرو۔

ایک دفعہ میں نے اسباق یاد نہ کرنے کی وجہ سے بعض طلبہ کو مارا تو مجھے بلا کر فرمانے لگے کہ بھئی آج کل طلبہ کا مزاج باغی ہوتا ہے اسلئے مارنے سے بچنا ہی چاہئے پھر فرمانے لگے کہ ایک عیسائی مسلمان ہوا تھا اور وہ پڑھنے کیلئے یہاں مدرسہ میں داخل ہوا اس کی کسی غلطی پر میں نے اس کو مارا تو وہ پھر جا کر عیسائی ہو گیا اس کا مجھے آج تک افسوس ہے۔

ایک دفعہ میں نے حضرت کی کتابوں سے روافض سے متعلق عبارات اکٹھی کر کے پمفلٹ شائع کر دیا، حضرت کو یہ پسند نہ آیا، پہلے مجھے کسی سے تحریر لکھوا کر ڈانٹا پھر مجھے بلا کر ناراضگی کا اظہار فرمایا، میں نے کہا کہ میں نے اپنے پاس سے تو کچھ نہیں لکھا بلکہ آپ کی کتابوں سے ہی عبارات نقل کی ہیں تو فرمانے لگے کہ تم سمجھدار ہو مگر یہاں بات نہیں سمجھ رہے جب کوئی بات درس اور وعظ میں آتی ہے تو وہ اپنے نظریہ کا اظہار اور اپنے آدمیوں کو بات سمجھانا ہوتا ہے جب ایسی عبارات اکٹھی کر دی جائیں تو وہ اس گروہ کے خلاف ابھارنے کے زمرہ میں آتا ہے جس کے خلاف یہ باتیں ہوتی ہیں، ہم کسی کے خلاف اکسانے کو پسند نہیں کرتے اس کے نقصانات ہوتے ہیں، اپنا نظریہ وہی ہے جو ہم نے لکھ دیا ہے اس میں ہم کوئی نہ ترمیم کریں گے نہ تبدیلی کریں گے حضرت کے اس انداز سے سمجھانے سے مجھے واقعی اپنی غلطی کا احساس ہوا اور میں نے حضرت سے معذرت چاہی جبکہ وہ پمفلٹ حضرت کے حکم سے میں نے پہلے ہی حضرت کو ضائع کرنے کیلئے بھیج دیا تھا، حالانکہ اس پر میرے کافی اخراجات ہوئے تھے......

ان کے علاوہ اور بھی کئی مواقع پر مجھے حضرت کی ڈانٹ کا سامنا کرنا پڑا، میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح شفقت اور حوصلہ افزائی میں حضرت کا انداز میرے لئے ناصحانہ تھا اس سے کہیں زیادہ ڈانٹ کا انداز میرے لئے اصلاح کا باعث تھا۔

لِلّٰہیت

حضرت صوفی صاحب ؒ کا ہر عمل ذاتی مفاد سے بالا ہوتا تھا اور ہر عمل میں للّٰہیت نمایاں ہوتی تھی، حضرت کے قریبی احباب مستری محمد منیر صاحب وغیرہ نے بتایا کہ جب حضرت صوفی صاحب ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قید سے رہائی کے بعد تشریف لائے تو کسی نے مبارکباد دی تو فرمانے لگے کہ ایک فریضہ کی ادائیگی کیلئے جیل گئے تھے اسلئے نہ جیل جانے پر کوئی پریشانی تھی اور نہ ہی رہائی پر کوئی خوشی ہے۔

اسی طرح ایوب خان کے دور میں حضرت صوفی صاحب کو جب حق گوئی کی پاداش میں حکومت کی جانب سے دھمکیاں دی جانے لگیں تو فرمانے لگے کہ بھئی میری کل جائیداد یہ کتابیں ہیں میں ان کتابوں کو تقسیم کر کے یا جلا کر مسجد میں ڈیرہ لگالوں گا مگر اللہ کے دین کے معاملہ میں کسی مداہنت کو اختیار نہیں کروں گا۔

خشیت الٰہی

دیگر اللہ والوں کی طرح حضرت صوفی صاحب میں بھی خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا، ایک دفعہ رمضان المبارک میں فرمانے لگے کہ تم صبح تہجد میں قرآن کریم سنایا کرو اس طرح مجھے سحری کے اوقات میں حضرت کے ہاں جانے کا موقع ملتا رہا، میں نے کئی بار اندھیرے کمرہ میں مصلّٰی پر بیٹھے آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے حضرت کو دیکھا، لائٹ بند کر کے تنہائی میں کتنی دیر تک وہ روتے رہتے تھے یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت کے وقت حضرت صوفی صاحب پر عجیب حالت طاری ہو جاتی اور تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم کا عملی نمونہ ہوتا تھا یعنی قرآن کریم کی تلاوت کے وقت اپنے رب سے ڈرنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، آج بھی کوئی حضرت کی درس یا خطبہ جمعہ کی کیسٹ سنے تو تقریر اور خطبہ کی گرجدار آواز کے باوجود جب قرآن کریم کی کسی آیت کی تلاوت کا موقع آتا تو یوں لگتا کہ جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا ہے۔

احساس ذمہ داری

جب تک حضرت صوفی صاحب دام مجدہم کے پاس اہتمام کی ذمہ داری رہی حضرت کا معمول تھا کہ صبح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے آنے سے پہلے ہی ناشتہ سے فارغ ہو جاتے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب اپنے معمول کے مطابق مدرسہ میں آکر سیدھے پہلے حضرت صوفی صاحب کے گھر جاتے

اور پھر سبق کیلئے مسجد میں تشریف لے جاتے، جب حضرت شیخ الحدیث سبق کے لئے جاتے تو حضرت صوفی صاحب بھی مدرسہ میں آ جاتے، اخبار دیکھتے اور چندہ کے لئے آنے والے حضرات سے چندہ وصول کر کے رسید دیتے، پھر ان کا سبق شروع ہو جاتا اور یہ سلسلہ تقریباً ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہتا دوپہر کو آرام فرماتے اور ظہر کے بعد گھر میں ہی مطالعہ فرماتے رہتے اور عصر کے بعد اکثر بات چیت کیلئے حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی دام مجدہم کے کمرہ میں تشریف لے جاتے پھر مغرب کے بعد گھر میں ہی رہتے، عشاء کی نماز کے ڈیڑھ دو گھنٹہ بعد مکان کا دروازہ بند ہو جاتا اور آرام فرماتے دوپہر کے آرام اور رات کو مکان کا دروازہ بند ہونے تک طلبہ، مدرسین، باورچی اور دیگر حضرات اپنی درخواستوں پر دستخط اور اپنی ضروریات کی اطلاع اور جن امور میں اجازت طلب کرنی ہوتی اجازت طلب کرتے رہتے، حضرت جہاں بھی ہوتے دفتر میں یا کتب خانہ میں یا کسی مدرس کے کمرہ میں ہر جگہ ان کی حاجت کو پورا فرماتے اگر گھر میں ہوتے تو گھر میں جانے کی اجازت والے بچوں کو بھیج کر دستخط کروا لیے جاتے تھے، حضرت نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ میں دفتر میں بیٹھ کر دستخط کروں گا، اس طرح حضرت صوفی صاحبؒ اپنے دور کے ہمہ وقت حاضر باش مہتمم تھے، آرام کے اوقات کے علاوہ باقی کسی وقت کسی کو بھی حضرت کی عدم موجودگی کا احساس نہیں ہوتا تھا، اسی لئے استاذ العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ جو کہ حضرت صوفی صاحبؒ کے زیر اہتمام مدرسہ نصرۃ العلوم میں کچھ عرصہ مدرس بھی رہے ہیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ مہتمم حضرات کیلئے حضرت صوفی صاحب نمونہ ہیں اور مہتموں کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حجت ہیں۔

مدرسہ کے معاملہ میں احتیاط

حضرت صوفی صاحبؒ مدرسہ کے معاملہ میں بہت ہی محتاط تھے، مدرسہ کی کسی چیز کو ذاتی طور پر استعمال کرنا بالکل گوارا نہیں تھا اور نہ ہی اپنے کمرہ کو دیگر مدرسین کے کمروں سے زیادہ ممتاز رکھنے کے قائل تھے، پہلے کافی عرصہ دفتر میں موٹے کناروں والی چٹائیاں بچھی رہیں، پھر عام سادہ سی دری بنوا کر بچھائی گئی جو آج بھی بچھی ہوئی ہے، ایک دفعہ میں نے قالین دفتر میں بچھا دیا تو انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور اس کو اپنے دفتر سے اٹھوا دیا۔

ضیاء الحق دور میں شیعہ حضرات نے تھانیوالا بازار میں ۱۰ محرم کو جلوس کے دوران جمعہ پڑھنے کا اہتمام کیا

بفضلہٖ تعالیٰ ساتھیوں کی مدد سے میں نے ان کا یہ منصوبہ کامیاب نہ ہونے دیا اور جامع مسجد شیرانوالہ میں جمعہ میں نے پڑھایا وہاں ضلع ڈی سی سمیت پولیس افسران آ پہنچے، حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے پولیس نے فوراً شیعہ حضرات سے تھانیوالا بازار خالی کرالیا، پورے پنجاب میں شیعہ حضرات نے اس پر غصہ منایا اور مجھے گرفتار کرلیا گیا سوا ماہ کے بعد ضمانت پر رہائی ہوئی مقدمہ سخت تھا اس لئے دو وکیل کئے گئے اس لئے اخراجات کافی ہوئے تو میں نے مدرسہ کی انتظامیہ کے رکن میاں محمد صدیق صاحب سے کہا کہ میں مدرسہ کا ناظم ہوں اس لئے میرے مقدمہ کے اخراجات مدرسہ برداشت کرے انہوں نے حضرت صوفی صاحب سے بات کی، ان کو حضرت نے کچھ جواب نہ دیا مگر اسی دن مغرب کی نماز کے بعد مجھے گھر بلا لیا اور فرمانے لگے کہ بھئی یہ کیس مدرسہ کا نہیں ہے اس لئے مدرسہ اس کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا پھر سمجھانے کے انداز میں فرمانے لگے کہ مولانا عبدالقیوم صاحب بھی گرفتار ہوتے رہے مدرسہ نے کبھی ان کے کیس کے اخراجات نہیں اٹھائے ان کی مسجد والے یا ان کی جماعت والے ہی برداشت کرتے رہے ہیں ، اگر مدرسہ کا کیس ہوتا تو مدرسہ کا حق تھا، صرف مدرسہ کا ملازم ہونے کی وجہ سے مدرسہ پر یہ بوجھ کیسے ڈالا جا سکتا ہے، پھر اپنے پاس سے مجھے کچھ رقم عطا فرمائی۔

طلبہ سے ہمدردانہ سلوک

حضرت صوفی صاحبؒ طلبہ پر بہت شفیق تھے، بیمار طلبہ کے علاج معالجہ کا مناسب انتظام اور ان کے لئے پرہیزی کھانے کا انتظام اور نادار طلبہ کو وقتاً فوقتاً اپنے پاس سے یا کسی بے تکلف ساتھی کو کہہ کر ان طلبہ کی اعانت حضرت کا معمول تھا، مدرسہ میں داخل ہو جانے والے طالب علم کو یہ خطرہ نہیں ہوتا تھا کہ میں مدرسہ سے نکال دیا جاؤں گا، مدرسہ سے اخراج بدکاری کے ارتکاب یا کسی استاد کی بے ادبی کی صورت میں ہوتا تھا طلبہ میں لڑائیاں بھی ہوتی تھیں اور بعض دیگر شکایات بھی ہوتی تھیں جن کے حل کے لئے مستقل ساعت ہوتی تھی کبھی مقدمات کی ساعت خود حضرت صوفی صاحب فرماتے، کبھی ناظم تعلیمات حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے کبھی کسی اور مدرس کے سپرد کر دیا جاتا اور جرم کے مناسب سزا دی جاتی، اگر کبھی محسوس فرماتے کہ کوئی طالب علم یہاں اچھے انداز میں تعلیم کی جانب توجہ نہیں کر رہا یا شہریوں کے ساتھ اس کا میل ملاپ زیادہ ہو گیا ہے تو اس کو مشورہ دیتے کہ تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ تم آئندہ سال کسی اور مدرسہ میں اچھے

انداز میں تعلیم حاصل کرو، سمجھدار طلبہ اس کو اپنے لئے خیر خواہی سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرتے تھے، اور اگر کوئی یہاں ہی رہ کر تعلیم حاصل کرنا چاہتا تو مناسب تنبیہ کے بعد اس کو رہنے کا موقع بھی دے دیا جاتا تھا اس لئے حضرت صوفی صاحبؒ کے دور اہتمام میں مدرسہ سے نکالے گئے طلبہ کی تعداد اتنی قلیل ہے کہ ان کو انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا ہے، ایک دفعہ باورچی نے ایک طالب علم کو مارا حضرت بہت ناراض ہوئے اور باورچی سے کہنے لگے خیال کرو تمہاری ملازمت ان طلبہ ہی کی وجہ سے ہے اگر یہ نہ ہوں تو تمہاری کیا ضرورت ہے۔

سادگی

جید عالم دین اور مدرسہ کے مہتمم ہونے کے باوجود انتہائی سادگی میں زندگی گزار دی، باہر آنے والے کو جب یہ بتایا جاتا کہ وہ مدرسہ کے مہتمم حضرت صوفی صاحب ہیں تو پہلی نظر دیکھنے پر اس کو یقین ہی نہ آتا تھا مگر ملاقات کرنے اور گفتگو کرنے سے اس کا سارا تردد دور ہو جاتا، وہ اپنے تلامذہ کو بھی ہمیشہ سادگی اپنانے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

جرأت و بے باکی

دروس و تقاریر میں حضرت صوفی صاحبؒ کی جرأت و بے باکی پر زمانہ گواہ ہے، خلاف شرع عمل کو دیکھ کر اس کی اصلاح کرنے میں کسی بڑے سے بڑے کا لحاظ کئے بغیر تنبیہ کرنا ان کا مشن تھا، ایک دفعہ حضرت پر سخت تقریر کرنے کے جرم میں فوجی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا، مقدمہ کی سماعت ایک کرنل صاحب کر رہے تھے، جب ایک مجلس میں بات چیت سے فارغ ہو کر واپس آنے لگے تو حضرت صوفی صاحب کی نظر کرنل صاحب کی انگلی میں سونے کی انگوٹھی پر جا پڑی فرمانے لگے کہ تم فیصلہ کی کرسی پر بیٹھے ہو اور تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ مردوں کے لئے سونا پہننا ہماری شریعت میں حرام ہے یہ اتار کر بیگم صاحبہ کو دے دو اس واقعہ کے چشم دید گواہ مولوی عبد المالک صاحب ہزاروی فرماتے ہیں کہ حضرت صوفی صاحب کے یہ الفاظ سن کر کرنل صاحب پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے فوراً انگلی سے انگوٹھی اتار کر میز پر رکھ دی۔

بھٹو حکومت کے دور میں صوبائی وزیر جیل خانہ جات و محکمہ اوقاف رانا محمد اقبال مختلف مجالس میں علماء کو بلاتا اور ان سے خطاب کرتا اور بعض دفعہ علماء کی توہین کا انداز بھی اختیار کر لیتا، ایک مجلس میں حضرت صوفی صاحب بھی تشریف فرما تھے اس نے کچھ ایسی باتیں کہنا شروع کر دیں جن میں علماء کی تذلیل ہوتی تھی تو

حضرت نے فوراً اس کو ٹوکا، پھر اس کی حضرت صوفی صاحب سے کافی بحث وتکرار بھی ہوئی حضرت نے کسی قسم کی پرواہ کئے بغیر وہی بات فرمائی جس کو وہ حق سمجھتے تھے، اس کے بعد ہی جامع مسجد نور کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں لینے کی سازش کی گئی۔

شوق مطالعہ

حضرت صوفی صاحب کثیر المطالعہ عالم تھے، حضرت کے پاس دو طرح کی کتابیں ہوا کرتی تھیں، کچھ کتابیں آپ کے پلنگ کے سرہانے ہوتی تھیں اور کچھ کتابیں پلنگ کے سرہانے رکھے ہوئے میز پر ہوتی تھیں، میز پر حدیث، شروحات حدیث اور تفاسیر ہوتی تھیں جب حضرت باوضو ہوتے تو ان کا مطالعہ فرماتے اور پلنگ پر تاریخی سیاسی اور اس قسم کی کتابیں ہوتی تھیں عام حالات میں ان کے مطالعہ میں مشغول رہتے، چونکہ حضرت کو عرصہ دراز سے کمر کا درد رہتا تھا اس لئے اکثر لیٹ کر یا پیچھے تکیہ وغیرہ رکھ کر مطالعہ فرماتے تھے، مطالعہ کا اتنا شوق تھا کہ ڈاکٹر کے سختی سے منع کرنے کے باوجود مطالعہ نہیں چھوڑتے تھے۔

علمی مقام

حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اصول وجزئیات میں گہرائی رکھنے والے عالم تھے، ان کے تدریسی انداز سے علماء اور حضرت کے تلامذہ تو ان کے علمی مقام کو جانتے ہی ہیں مگر ان کی تصانیف بالخصوص دروس القرآن اور نماز مسنون میں بیان کردہ علمی نکات، جمہور سے اختلاف رکھنے والے فرقوں کی مدلل انداز میں تردید سے عوام الناس پر بھی ان کا علمی مقام مخفی نہیں رہتا۔

ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ، کہنہ مشق تجربہ کار مدرس حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب ہزاروی دام مجدہم اور فقہی اصول وجزئیات میں مہارت رکھنے والے استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب دام مجدہم کو ہم نے کئی بار دیکھا کہ جب ان کو کسی مسئلہ میں علمی لحاظ سے کوئی اشکال پیش آتا تو وہ حضرت صوفی صاحب کے پاس جا کر اپنا اشکال پیش کرتے اور وہ مسکراتے ہوئے آسانی کے ساتھ اس کا حل پیش فرما دیتے اور ان حضرات کی تسلی ہو جاتی۔

علمی مذاکرے

مدرسہ نصرۃ العلوم میں جب کوئی عالم بزرگ مہمان ٹھہرتے تو ان کے ساتھ گھنٹوں علمی مذاکرہ ہوتا، اسی

طرح تقریباً روزانہ ہی دن کے کسی حصہ میں بالخصوص عصر کے بعد حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب ہزاروی دام مجدہم کے کمرہ میں جب حضرت صوفی صاحب تشریف لے جاتے تو کسی نہ کسی مسئلہ پر علمی مذاکرہ ہوتا اس محفل میں شمع محفل حضرت صوفی صاحب کی ذات ہی ہوتی تھی، ہنستے اور مسکراتے ہوئے اپنی بات پر ایسی دلیلیں پیش فرماتے کہ ماننے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا تھا۔

مہمان نوازی

حضرت صوفی صاحبؒ انتہائی مہمان نواز بھی تھے، حضرت کے ہاں جب گھریلو مہمان آتے تو ان کی حیثیت کے مطابق مہمانی کا انتظام ہوتا تھا، بعض قریبی رشتہ داروں کو جاتے وقت نقد رقم بھی عطا فرماتے تھے اور مدرسہ کے مہمانوں کی دیکھ بھال کا بھی مناسب انتظام کیا جاتا تھا، مدرسہ کے مہمانوں کا بوجھ اہل خانہ پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ اکثر ان کا انتظام باہر سے ہی کیا جاتا تھا البتہ جو مہمان پرہیزی کھانے والے ہوتے ان کا انتظام گھر ہی سے کیا جاتا تھا۔

احباب سے بے تکلفی

اپنے دوست احباب سے ایسے گھل مل جاتے جیسے ان کے برابر کے فرد ہی ہیں، اپنی علیحدہ ممتاز حیثیت قائم رکھنے کی کوشش نہیں فرماتے تھے، بعض دفعہ دل لگی والے حضرات کو خود بلا کر ان سے مجلس کرتے، حضرت کے مزاج میں خوش طبعی تھی اور خوش طبعی میں مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، ناظم کتب خانہ مولوی محمد اشرف صاحب کے ساتھ دروس اور نماز مسنون وغیرہ کی ترتیب کے دوران انتہائی بے تکلفی کا مظاہرہ فرماتے ایک دن مولوی محمد اشرف صاحب مدرسہ میں نہ آئے حضرت ان کا انتظار کرتے رہے اگلے دن وہ آئے تو انہوں نے بتایا کہ حضرت کل میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے حضرت نے پوچھا کہ کتنے بچے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ یہ چوتھا بچہ ہے، بچی کوئی نہیں تو فرمانے لگے سائیں تم نے بھی قارن کی طرح ون وے ٹریفک چلا رکھی ہے، یہ حضرت نے مزاحاً اسلئے فرمایا کہ میرے بھی بچے ہی ہیں بچی کوئی نہیں۔

ایک دفعہ مولوی محمد اشرف صاحب نہ آئے تو حضرت صوفی صاحب اپنے معمولات میں فرق آجانے کی وجہ سے پریشانی کی حالت میں کبھی ایک کمرہ میں جاتے کبھی دوسرے کمرہ میں، پھر گھر تشریف لے گئے، میں نے یہ حالت دیکھ لی اگلے دن جب مولوی محمد اشرف صاحب آئے تو میں نے ان سے مزاحاً کہا سائیں تم ناغہ نہ

کیا کرو، تم نہیں آتے تو میرے چچا کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے کسی چڑیا کا بچہ گھونسلے سے گر گیا ہو، تھوڑی دیر بعد حضرت بھی کتب خانہ میں تشریف لے گئے مولوی محمد اشرف صاحب نے ان کو میری بات سنا دی اس پر حضرت بہت ہنسے، اتفاق سے میں بھی کتب خانہ میں چلا گیا مجھے دیکھ کر فرمانے لگے قارن تیری بات میں نے سن لی ہے، میں بہت شرمندہ ہوا مگر حضرت اس بات سے بہت محظوظ ہوئے، حضرت صوفی صاحبؒ کی خوش طبعی مثالی تھی البتہ عمر کے آخری حصہ میں گوناگوں بیماریوں اور پریشانیوں پھر اپنے ہی حضرات سے اختلاف کے باعث حضرت کے مزاج میں خاصی تبدیلی آگئی تھی، اکثر خاموش رہتے اور بہت کم مجلس کرتے تھے۔

انتہائی غصہ کی حالت

حضرت صوفی صاحبؒ کی طبیعت میں خوش طبعی کے ساتھ ساتھ جلال بھی تھا، کئی بار حضرت کو غصہ کی حالت میں دیکھا گیا مگر انتہائی غصہ کی حالت اس وقت دیکھی جب ایک طالب علم کو بیماری کے دوران حکیم محمد شریف صاحب نے جن سے عموماً طلبہ کا علاج کرایا جاتا تھا، انہوں نے غلط دوائی دے دی جس کی وجہ سے اس طالب علم کی حالت بہت خراب ہو گئی، انتہائی غصہ کی حالت میں حکیم صاحب کو جھاڑ بھی پلا رہے تھے اور ساتھ ہی نسخہ بھی لکھ کر دیا کہ جلدی سے یہ لے کر آؤ، وہ نسخہ طالب علم کو استعمال کرایا گیا کچھ دیر بعد اس کی حالت سنبھل گئی تو حضرت کو سکون ملا۔

انتہائی پریشانی کی حالت

زندگی میں کئی بار پریشانیاں آئیں، رشتہ دار فوت بھی ہوئے مگر حضرت کو کبھی اتنا پریشان نہیں دیکھا جتنا اس وقت دیکھا جب حاجی محمد فیاض صاحب اہتمام سے استعفا دے کر بیرون ملک چلے گئے، میں حضرت کے پاس گھر گیا وہ اپنے کمرہ میں انتہائی پریشان بیٹھے تھے فرمانے لگے حالات نے مجھ سے بڑھاپے کا سہارا بھی دور کر دیا، میری تو نظر بھی کام نہیں کرتی وہ مجھے کچھ مطالعہ کروا دیتا تھا پھر چپ ہو کر سر نیچے جھکا لیا، حضرت کی اس وقت کی پریشانی نے میرے دل پر بہت اثر کیا مگر اس کی تلافی میرے بس میں نہیں تھی۔

انتہائی خوشی کی حالت

زندگی میں کئی بار خوشی کے لمحات بھی آتے رہے بچے پیدا ہوئے بچوں کی شادیاں کیں مگر کبھی اتنی خوشی کا اظہار حضرت نے نہیں فرمایا جتنا اپنے پوتے اور حاجی محمد فیاض صاحب کے بیٹے عزیزم حذیفہ کے قرآن کریم

حفظ مکمل کر لینے کے موقع پر فرمایا، اس دن کئی بار حضرت کے پاس جانا ہوا، ہر بار فرماتے کہ بھئی میں آج بہت خوش ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹی سی عمر میں میرے پوتے کو حافظ بنا دیا ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد میرے چھوٹے بیٹے عزیزم طلحہ نے قرآن کریم حفظ کیا تو اس تقریب میں بھی حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ میرے لئے وہ بڑی خوشی کا دن تھا جب میرے پوتے نے چھوٹی سی عمر میں حفظ مکمل کیا، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے توفیق دی۔

اساتذہ کا احترام

حضرت صوفی صاحب اپنے اساتذہ کا ازحد احترام کرتے تھے، حضرت درخواستی، صاحب حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب کیمل پوریؒ کے سامنے حضرت کو باوجود شدید تکلیف کے دوزانو ہو کر بیٹھے ہی دیکھا۔ حضرت والد صاحب دام مجدہم کے ساتھ انتہائی درجہ کی بے تکلفی کے باوجود کبھی بے ادبی کا انداز اختیار کرتے نہیں دیکھا گیا، میں درجہ موقوف علیہ میں پڑھتا تھا مجھے کسی ذریعے سے حضرت مدنیؒ کی فوٹو ملی جو خالق دینا ہال کراچی کے مقدمہ میں پیشی کیلئے جاتے ہوئے کسی نے اتاری تھی، جس میں حضرت مدنی کے بغل سے کفن کا کپڑا نیچے لٹکتا ہوا نظر آتا تھا، اس وقت وہ فوٹو نایاب تھی بعد میں جانباز مرزا مرحوم وغیرہ نے اپنے رسائل میں اس فوٹو کو شائع بھی کیا ہے، مگر وہ صاف نہیں، میرے پاس جو فوٹو تھی وہ انتہائی صاف تھی، میں نے وہ فوٹو استاد محترم حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب ہزاروی دام مجدہم کو دکھائی، وہ خوشی سے فوٹو ہاتھ میں لئے حضرت صوفی صاحب کے کمرہ میں چلے گئے، دیکھنے کے ساتھ ہی فرمانے لگے یہ تو حضرت شیخ مدنی کی فوٹو ہے، پھر پوچھا کہ یہ کس کے پاس تھی، حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب دام مجدہم نے میری جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے پاس تھی یہ سنتے ہی حضرت صوفی صاحب نے فوٹو پھاڑ دی، حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب دام مجدہم بھی اور میں بھی بہت حیران ہوا، پھر فرمانے لگے کہ ہمیں حضرت مدنیؒ نے تلقین فرمائی تھی کہ اگر تم میں سے کوئی میری فوٹو دیکھے اور اس کو پھاڑنے پر اس کو دسترس ہو تو وہ ضرور اس کو پھاڑ دے اسلئے میں نے پھاڑ دی، یہ بچہ اپنا ہے اس کے پاس ہونے کی وجہ سے مجھے اس کو پھاڑنے پر دسترس ہے حضرت کا حکم بجالانا میرے لئے ضروری تھا، اگر کسی اور طالب علم کے پاس ہوتی تو میں نہ پھاڑتا، سبحان اللہ اپنے استاد کی فرمائی ہوئی بات پر عمل کرنے کا جذبہ حضرت صوفی صاحب میں کس قدر کارفرما تھا۔

تدریسی انداز

حضرت صوفی صاحبؒ کا تدریسی انداز بہت نرالا تھا اسباق کا خوب مطالعہ فرماتے پھر طلبہ کے معیار کے مطابق تقریر فرماتے دوران سبق بزرگوں کے مناسب واقعات تربیت کے لئے بیان فرماتے اور وقتاً فوقتاً لطائف بھی سناتے جس سے طلبہ میں بیداری رہتی اور کئی گھنٹے مسلسل بیٹھنے کے باوجود اکتاہٹ نہیں ہوتی تھی، ہمارے دورہ حدیث والے سال مسلسل چار اسباق حضرت صوفی صاحب کے پاس تھے، پہلا سبق مسلم شریف مکمل، دوسرا سبق ترمذی شریف کتاب البیوع سے آخر تک، تیسرا سبق شمائل ترمذی اور نسائی شریف و ابن ماجہ شریف اور چوتھا سبق حجۃ اللہ البالغہ تھا، حضرت کی دور اور نزدیک کی عینک ایک ہی تھی اس لئے اکثر کتاب کی جانب ہی نظر ہوتی تھی جب نظر اٹھاتے تو طلبہ سمجھ جاتے کہ اب کوئی لطیفہ یا کوئی واقعہ بیان فرمانا چاہتے ہیں، میں نے محسوس کیا کہ جب سبق کے دوران کوئی اہم مسئلہ بیان کرنا ہوتا تو اس سے پہلے کوئی لطیفہ سناتے جس سے تمام طلبہ غفلت سے نکل کر ہمہ تن متوجہ ہو جاتے پھر وہ اہم مسئلہ بیان فرماتے، ماشاء اللہ طلبہ کو متوجہ کرنے اور اہم مسئلہ سمجھانے کا کیسا عجیب انداز تھا۔

سیاسی بصیرت

حضرت صوفی صاحب کا معمول تھا کہ وہ ملکی اور بین الاقوامی حالات سے باخبر رہنے کیلئے اخبار کا مطالعہ فرماتے، دو اخبار روزانہ مدرسہ میں آتے تھے، اور ریڈیو کے ذریعہ سے پاکستانی، انڈین، بی بی سی اور وائس آف جرمنی کی خبریں سنتے تھے، اور صوفی صاحب ہونے کے باوجود ان کی سیاسی بصیرت ملک کے بڑے بڑے سیاست دانوں سے بھی بڑھ کر تھی، ضیاء الحق دور میں جب حکومت نے افغانیوں کے لئے اپنی سرحدیں کھول دیں اور ان کو اپنے ملک میں آنے کی اجازت دے دی تو ملک کے تقریباً تمام سیاستدانوں نے اس کا خیر مقدم کیا مگر حضرت صوفی صاحب نے جمعہ کی تقریر میں اس کو انتہائی غلطی قرار دیا، مجھے یاد ہے کہ اس جمعہ میں شریک ڈاکٹر محمد اکرم راجپوت صاحب نے جمعہ کے بعد کئی آدمیوں کو اپنے گرد جمع کر کے حضرت صوفی صاحب کی تقریر کی مخالفت کی، افغان مہاجرین کی وجہ سے ملکی معیشت پر بوجھ، ٹرانسپورٹ کا نظام برباد نے اور اسلحہ کلچر کے عام ہو جانے کے حالات نے ثابت کر دیا کہ حضرت صوفی صاحب کا موقف درست تھا کہ افغانیوں کی مدد ان کو ان کے علاقہ میں رہتے ہوئے ہی کی جائے، عرصہ کے بعد ایک طالب علم گردہ کے

درد میں مبتلا ہونے کی وجہ سے راجپوت ہسپتال میں داخل ہوا اور میں اس کی عیادت کیلئے گیا مجھے دیکھ کر ڈاکٹر محمد اکرم راجپوت صاحب مسکراتے ہوئے میری جانب آئے اور مصافحہ کرنے کے بعد کہنے لگے کہ پہلے ہم سنا کرتے تھے اور اب ہم نے مشاہدہ کرلیا کہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔

حضرت صوفی صاحب نے کئی سال پہلے جو بات کہی مگر ہمیں سمجھ نہ آئی اور ہم ان کی مخالفت کرتے رہے آج ہر آدمی کہنے پر مجبور ہے کہ ملکی سرحدیں کھول کر حکومت نے انتہائی غلطی کی تھی، کئی دفعہ حضرت صوفی صاحب نے قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کو سیاسی مشورے دیئے اور کئی دفعہ مولانا فضل الرحمن اور مولانا سمیع الحق جیسے سیاسی لیڈروں کو ان کی سیاسی غلطیوں سے آگاہ فرمایا۔

میرے بارہ میں آخری گفتگو

حضرت صوفی صاحب کبھی مجھے قارن کہہ کر پکارتے تھے مگر اکثر امام صاحب کہا کرتے تھے، استغراقی حالت میں جانے سے پہلے حضرت کی حالت یہ تھی کہ کسی وقت کسی کو پہچانتے اور کسی وقت نہ پہچانتے تھے، کئی دفعہ ایسا ہوا کہ مجھے بھی نہ پہچانا اور پوچھنے لگے کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو، ایک دن میں صبح کے اسباق سے فارغ ہو کر حضرت صوفی صاحب کے گھر گیا، محترمہ چچی صاحبہ حضرت کے کمرہ میں بیٹھی تھیں میں گیا اور سلام کیا تو حضرت نے جواب دیا، چچی صاحبہ نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو فرمانے لگے امام صاحب، چچی صاحبہ نے ہنستے ہوئے کہا کہ صبح زاہد صاحب آئے تھے ان کو تو آپ نے نہیں پہچانا اور اس کو پہچان لیا ہے تو فرمانے لگے کہ بھئی وہ تو کبھی کبھی آتا ہے اسکے پیچھے تو میں نے بتیس سال نمازیں پڑھی ہیں، محترمہ چچی صاحبہ نے زور سے ہنستے ہوئے کہا اچھا آپ کو یہ بھی یاد ہے کہ اتنا عرصہ نمازیں پڑھی ہیں، میں نے اپنے متعلق حضرت صوفی صاحب کی یہ آخری گفتگو سنی اس کے بعد جب بھی جانا ہوا حضرت پر استغراقی حالت ہی طاری ہوتی تھی۔

وفات کی خبر اور تدفین

میں صبح ہدایہ ثالث پڑھا رہا تھا کہ ایک ساتھی نے اطلاع دی کہ حضرت صوفی صاحب کی حالت اچھی نہیں ہے، میں فوراً اٹھا اور گھر گیا اندر سے خبر ملی کہ حضرت کی وفات ہو گئی ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون، اس وقت کمرہ میں حضرت کے دو صاحبزادے حاجی محمد فیاض صاحب اور حافظ محمد عرباض تھے، بھائی محمد عرباض حضرت کے چہرہ کو کپڑے سے باندھنے کی کوشش کر رہے تھے، میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوا اگر ٹانگ میں

شدید درد کی وجہ سے بیڈ سے نیچے اتر آیا، اس دن مجھے ٹانگ میں شدید درد تھا جسکی وجہ سے میں حضرت کے جنازہ میں شرکت کیلئے دیگر شہروں سے آنے والے علماء کرام اور دیگر بزرگ حضرات کی ملاقات سے محروم رہا جس کا مجھے از حد افسوس ہے، حتیٰ کہ حضرت صوفی صاحب کے جنازہ میں شرکت کیلئے حضرت والد صاحب دام مجدہم کی آمد کا بھی مجھے ان کے چلے جانے کے بعد علم ہوا، جنازہ پڑھنے کے بعد ٹانگ میں شدید درد کے باوجود قبرستان گیا اور میری خوش قسمتی کہ مجھے حضرت صوفی صاحب کو قبر میں اتارنے والوں میں شرکت کا موقع ملا، میں حیران تھا اور میرے لئے آج بھی حیرانگی ہے کہ ٹانگ کا شدید درد تھا مگر جتنی دیر میں قبر میں کھڑا رہا مجھے قطعاً ٹانگ کا درد محسوس نہیں ہوا جوں ہی باہر نکلا پھر شدید درد شروع ہوگیا، واپسی پر آتے ہوئے اچانک میری زبان نے خود میری ذات کو مخاطب کر کے کہا،

؎ قارن غفلت سے نکل اب ہوش میں آ
چل دیے تیرے ناز اٹھانے والے

یہ تصور آنے کے ساتھ ہی میرے لئے قدم اٹھانا مشکل ہوگئے، اللہ اللہ کر کے گھر پہنچا، حضرت صوفی صاحبؒ کی شخصیت کو ان کی اقرباء تلامذہ واحباب کبھی بھول نہ سکیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ہم سے اور اپنی اولاد سے انہوں نے دینی خدمات کی جو امیدیں وابستہ کر رکھیں تھیں اللہ تعالیٰ ان امیدوں پر پورا اترنے کی ہمیں ہمت اور توفیق عطا فرمائے، امین یا الہ العالمین۔

مسٹر مودودی سے ملاقات اور علامہ مشرقی سے مباحثہ

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا،

مسٹر مودودی کے ساتھ میں نے ملاقات کی ہے، ظاہراً بڑا با اخلاق اور مہمان نواز تھا، اور لاہور اچھرہ میں خاکسار تحریک کے سربراہ علامہ عنایت اللہ خان المشرقی سے اس کے افکار کے متعلق میرا مباحثہ بھی ہوا، شنکیاری والے مولانا عبدالرشیدؒ مجھے ساتھ لے گئے تھے، اس کے ساتھ گفتگو میں جب اس سے جواب نہ بن پڑا تو سخت غصہ میں آ گیا اور میرے متعلق آگ بگولا ہو کر کہنے لگا کہ یہ فاضل دیوبند ہے؟ ''یہ تو مولوی کی پونچھ بھی نہیں۔'' (فیاض)

مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی

فکر دیوبند......کا......انقلابی ترجمان

برادر عزیز مولانا محمد فیاض خان سواتی مدظلہ (مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) نے تقریباً ایک ماہ قبل بذریعہ ٹیلی فون حکم فرمایا کہ آپ نے خصوصی نمبر کیلئے اباجیؒ کی مسلکی خدمات پر مضمون تحریر کرنا ہے، میں اس سے قبل کسی اور موضوع پر مواد جمع کرنے کا کام تقریباً شروع کر چکا تھا، اس حکم پر اس سلسلہ کو اسی مقام پر روکنا پڑا، اتفاقاً انہی دنوں ۸ جون سے میں اپنے ہاں گجرات میں پاکستان شریعت کونسل پنجاب کی طرف سے کالج، یونیورسٹی اور سکولوں کے طلباء و طالبات اور اساتذہ کیلئے چالیس روزہ مضامین قرآن وسنت کورس کا آغاز کر چکا تھا، جو انشاءاللہ العزیز ۲۴ جولائی کو ختم ہوگا، اس کورس کی انتظامی اور مطالعاتی مصروفیات کی وجہ سے مضمون کیلئے وقت نکالنا انتہائی مشکل و دشوار تھا، اور یہ خیال بھی ذہن میں تھا کہ "خصوصی نمبر" کی اشاعت کیلئے اگست کا اعلان کیا گیا ہے، یقیناً ایک دو ماہ اس کو مؤخر کیا جائے گا، جیسا کہ خصوصی نمبروں کی سابقہ روایات چلی آ رہی ہیں، لہٰذا میں کورس سے فارغ ہو کر پورے اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ مضمون تحریر کر سکوں گا، لیکن ماہنامہ نصرۃ العلوم کے تازہ شمارہ (جولائی) میں مولانا محمد فیاض خان سواتی مدظلہ کا یہ شاہانہ بلکہ آمرانہ اور ڈکٹیٹرانہ اعلان پڑھ کر ذہن کا پورا چڑیا گھر منتشر ہو گیا کہ ۱۰ جولائی کے بعد وصول ہونے والا کوئی مضمون شامل اشاعت نہ کیا جائے گا، مجبوراً کورس کے ایک دن کے اسباق کی چھٹی کر کے انتہائی برق رفتاری اور تیز گامی کے ساتھ زیر نظر مضمون تحریر کر رہا ہوں، کتب کی فراہمی اور حوالہ جات کی تلاش میں عزیزم سرفراز حسن خان حمزہ اور عزیزم عبدالرحمٰن خان انس سلمھما اللہ تعالیٰ سے خصوصی معاونت حاصل کی، جن بے چاروں کی دو دن کی چھٹی اسی نذر ہو گئی، قارئین کرام سے دست بستہ درخواست ہے کہ وہ زیر نظر مضمون کو اس ذہن کے ساتھ قطعاً نہ پڑھیں کہ میں نے لکھا ہے، بلکہ صرف اس خیال سے پڑھیں کہ ایک آمر وقت نے صرف بتیس گھنٹے کے شارٹ ٹائم میں یہ مضمون مجھ سے جبراً لکھوایا ہے، شاید اس طرح آپ کی پریشانی اور ناچیز کی پشیمانی

دونوں کامناسب ازالہ ہوسکے،شکریہ .... خیراندیش بشیر

اسلاف دیوبند کی ان گنت خوبیوں اور کمالات میں سے جو کمال انہیں سب سے ممتاز کرتا ہے وہ ان کی اہل سنت والجماعت کے اصولوں اور ان کے متواتر عقائد ونظریات کے ساتھ مضبوط فکری وابستگی کا کمال ہے، جو اس عہد میں برصغیر پاک و ہند کے کسی اور طبقہ اور گروہ کو حاصل نہیں، جماعت دیوبند کے بارہ میں ہم پورے وثوق اور یقین کے ساتھ دو چیزوں کا دعویٰ کر سکتے ہیں پہلی یہ کہ اہلسنت والجماعت کے کسی اجماعی مسئلہ میں جماعت دیوبند کا باہم کوئی اختلاف نہیں...... دوسری یہ کہ جماعتِ دیوبند کے کسی اتفاقی مسئلہ میں ان سے پہلے کے اہل سنت والجماعت میں کوئی اختلاف نہیں، گویا اہلسنت کے اجماعی مسائل پر جماعت دیوبند کا ہمیشہ اجماع و اتفاق رہا ہے، اور یہی جماعت دیوبند کا سب سے بڑا کمال رہا ہے کہ اس نے اہل سنت کے چودہ سو سالہ اجماعی فکر سے امت کا رشتہ ٹوٹنے نہیں دیا، بلکہ پوری حکمت واستقامت کے ساتھ اس رشتہ کو قائم رکھا ہے، اور امت کو افراط وتفریط میں مبتلا نہیں ہونے دیا۔

جماعت دیوبند کے اسی اعتدال پسندانہ فکر و فلسفہ کو اکثر و بیشتر فضلاءِ دارالعلوم دیوبند نے پروان چڑھایا، اور اس کیلئے ہمہ گیر قربانیاں دیں، ہر قسم کے فتنوں سے ٹکرائے...... ہر قسم کے الزامات اٹھائے...... ہر قسم کے مصائب جھیلے...... لیکن اسلاف دیوبند اور ان کے فکر و فلسفہ سے وابستگیاں نہیں توڑیں...... اس فکری وابستگی کو قائم رکھنے کیلئے بسا اوقات انتہائی قریبی تعلقات اور رشتوں سے بھی انہیں کنارہ کشی اختیار کرنا پڑی لیکن داد دینا پڑتی ہے ان کے صبر وحوصلہ کی کہ انہوں نے کبھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا، عمی مکرم فخر المفسرین حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی نوراللہ مرقدہ کا شمار فضلاء دارالعلوم دیوبند کے اسی طبقہ میں ہوتا ہے جسے وقت کا کوئی طوفان...... حالات کی کوئی آندھی...... مصلحت کا کوئی تقاضا...... نہ فکر دیوبند سے کاٹ سکا، اور نہ اسلاف دیوبند سے توڑ سکا، وہ تادم آخر انہی اسلاف اور ان کے فکر سے وابستہ رہے، اور آج ہمیں ان کی زندہ وجاوید شخصیت کے حوالہ سے اس فکر دیوبند کا تذکرہ کرنا ہے جو انہیں اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز تھا۔

حضرت عمی مکرمؒ ذہنی ومزاجی اعتبار سے اسلافِ دیوبند کا ایک کامل نمونہ تھے، وہ فکر دیوبند سے شدید ترین وابستگی کے باوجود دعوتی میدان میں کبھی بھی شدت پسندی اور جارحیت کے قائل نہیں رہے، بلکہ ہمیشہ

اعتدال پسندانہ طرز عمل پر کارفرما رہے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ کوئی بزدلانہ ذہنیت کے حامل تھے، گوجرانوالہ شہر کے زندہ دل شہریوں نے اس اعتدال پسند صوفی کو بوقت ضرورت شیر کی طرح دھاڑتے بھی دیکھا ہے...... آمریت اور فتنہ پروروں کو للکارتے بھی دیکھا ہے...... وہ اسلاف پر تنقید ہمیشہ برداشت کر گیا لیکن ان کی تنقیص کبھی برداشت نہ کر سکا...... وہ مسلک سے اختلاف ہمیشہ نظرانداز کر گیا لیکن مسلک کی توہین کبھی اس سے گوارا نہ ہو سکی، وہ اختلاف کو اختلاف کی حد تک ہی گوارا کرنے کا عادی تھا جب کسی مخالف مکتب فکر نے اس کے مسلک و اسلاف کے بارہ میں حد سے تجاوز کیا وہ اپنے مسلک و اسلاف کے دفاع میں شمشیر بے نیام بن گیا، آیئے فکر دیوبند کے ساتھ اس کی علمی و دعوتی وابستگی کا سرسری جائزہ لینے کی کوشش کریں۔

دیوبند اور مسلک دیوبند سے تعلق

جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ ہجری (۱۹۷۹ء) میں دار العلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات میں شرکت کیلئے پاکستانی علماء کے وفد میں حضرت عمی مکرمؒ بھی شامل تھے، اور اس موقع پر ان کی بھی دستار بندی ہوئی، واپسی پر انہوں نے ''معہد علم و دین، مرکز صدق و یقین دار العلوم دیوبند'' کے نام سے ایک مفصل مضمون تحریر فرمایا جو ''مقالات سواتی'' میں مطبوعہ ہے، اس میں فرماتے ہیں کہ

دار العلوم دیوبند کی مثال بالکل اس پاکیزہ درخت کی سی ہے جس کی جڑیں زمین میں راسخ و ثابت ہوں، اور جس کی شاخیں فضائے آسمانی میں پھیلی ہوئی ہوں، اور وہ اپنا پھل ہر وقت دیتا ہے، اپنے فیوض و برکات علوم و فنون سے ہر وقت خلق خدا کو سیراب کر رہا ہے، یہ ادارہ اسلامی فکر کا محافظ اور روحانیت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ (مقالات سواتی حصہ اول، ص ۱۰۳)

دیوبند کے مسلک پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

مسلک دیوبند شریعت و طریقت کی جامعیت پر مشتمل ہے، حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ (جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے پیر و مرشد تھے) نے فرمایا تھا کہ فقیر نے ایک ایسی ہنڈیا پکائی ہے کہ نہ سو برس پہلے پکی، نہ سو برس بعد میں پکے گی، حقیقت یہ ہے کہ یہ ہنڈیا وہی ہے جو علماء دیوبند کے ذریعہ پکی ہے، توحید، اتباع سنت، تعلق باللہ (تقویٰ) اور شدید درجہ کے اتباع سنت کے ساتھ ساتھ دعوت الی الحق، قوی جذبہ کے ساتھ

انہی حضرات کے ذریعہ ہوا ہے جن میں سوز وگداز، حال وقال، اور دردِ دل، سوزش باطنی اور روحانیت قویہ (موجود تھے) جو اس مسلک کے پیروکاروں کا لازمہ رہا ہے۔ (ایضاً ص ۱۰۷)

دار العلوم دیوبند اور مسلک دیوبند کے بارہ میں اس قدر والہانہ اور اپنائیت و جذباتیت پر مبنی اظہار رائے کسی گہری وشدید وابستگی کی نشان دہی کرتا ہے، جس کا ایک ایک جملہ محبت وعقیدت میں ڈوبا ہوا ہے اور قلب وفکر کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

عقائد اہل سنت والجماعت

حضرت عمی مکرمؒ نے صرف مسلک دیوبند سے اپنی وابستگی قائم نہیں رکھی بلکہ اس کے ماخذ کے ساتھ بھی اپنا تعلق استوار رکھا ہے، چنانچہ انہوں نے فقہ حنفی کے مستند امام، حضرت امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاویؒ کی ''عقیدۃ الطحاوی'' کا اردو ترجمہ کیا، جو عقائد پر بڑا جامع اور مختصر رسالہ ہے، اس کے علاوہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے رسالہ ''الفقہ الاکبر'' کا ترجمہ بھی کیا، جو ''البیان الازہر'' کے نام سے مطبوعہ ہے، اس مختصر رسالہ میں حضرت امام اعظمؒ نے دیگر عقائد کے علاوہ درج ذیل عقائد کی بھی صراحت کی ہے۔

(۱) قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کا لکھنا، پڑھنا مخلوق ہے، مگر خود قرآن غیر مخلوق ہے۔

(۲) تمام انبیاء کرام علیہم السلام ہر قسم کے صغیرہ وکبیرہ گناہ سے پاک اور معصوم ہیں۔

(۳) آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب، اسکے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(۴) انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد پوری انسانیت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ ہیں، ان کے بعد حضرت عثمان غنیؓ ہیں، اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں۔

(۵) تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان برحق ہیں، اور ہم ان کو خیر وبھلائی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

(۶) انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامات برحق ہیں۔

(۷) قیامت کے دن آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی شفاعت برحق ہے۔

(۸) قبر میں روح کی جسم کی طرف واپسی، نکیرین کے سوالات، قبر کا دباؤ اور عذاب سب حق ہیں۔

(۹) معراج جسمانی برحق ہے، اس کا منکر بدعتی اور گمراہ ہے۔

(۱۰) قرب قیامت میں دجال اور قوم یاجوج ماجوج کا خروج، سورج کا مغرب سے طلوع اور حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کا آسمان سے نزول برحق ہے۔

ان میں سے بعض عقائد امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حوالہ سے بعض نازک طبیعتوں کو بہت ناگوار گزرے، لہٰذا انہوں نے شارٹ کٹ راستہ اختیار کرتے ہوئے ''الفقہ الاکبر'' کے امام اعظمؒ کی تالیف ہونے سے ہی انکار کر دیا، اور دعویٰ کر دیا کہ یہ امام اعظمؒ کی نہیں بلکہ ابوحنیفہ بخاری کی تالیف ہے چنانچہ والد محترم، امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے ''البیان الازہر'' کے مقدمہ میں فخر الاسلام علامہ بزدویؒ، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ، حافظ ابن القیمؒ، علامہ ذہبیؒ، امام کردریؒ، ملاعلی قاریؒ، علامہ عبدالعلی بحر العلومؒ، علامہ ابن عابدین شامیؒ، حافظ ابن ہمامؒ، علامہ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ وغیرہم ایکس ائمہ اہل سنت کے حوالہ سے ثابت کیا کہ یہ رسالہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی کی تالیف ہے۔

عقیدۃ الطحاوی اور الفقہ الاکبر کے تراجم کے بعد عمی مکرمؒ کے عقائد ونظریات کی صحت پر کوئی ابہام باقی نہیں رہ جاتا، اور یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وہ عقائد اہل سنت سے سر موانحراف واغماض کے روادار نہ تھے، لیکن ہم عصر حاضر کے فتنوں کے حوالہ سے ان کے افکار ونظریات کی تفصیل میں جانا ضروری خیال کرتے ہیں۔

طاغوت کیا ہے

قرآن پاک نے طاغوت کی اطاعت سے سختی سے منع کیا ہے، لیکن طاغوت سے کیا مراد ہے؟ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے عمی مکرمؒ فرماتے ہیں کہ

امام ابن ہشام کا قول ہے کہ ہر وہ چیز جو تمہیں راہ راست سے گمراہ کر دے وہ طاغوت ہے اس تعریف کے مطابق، بت معبودان باطلہ، انسان، جن، شیطان، اور ہر وہ چیز طاغوت ہے جو راہ حق سے بھٹکانے کا سبب بنتی ہے۔ (خطبات سواتی ج ۳ ص ۱۱۱)

طاغوت کی اس تعریف سے کافی حد تک یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عمی مکرمؒ راہ حق سے بہکانے اور بھٹکانے والے تمام فتنوں کو خواہ وہ کسی بھی رنگ میں سامنے آئیں، طاغوت ہی شمار کرتے ہیں، اور یہ واقعی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ گمراہی کا ہر سبب وذریعہ طاغوت ہی ہے۔

گمراہی کی بنیاد تفسیر بالرائے

حضرت عمی مکرمؒ کے نزدیک عصر حاضر میں گمراہی کی اصل بنیاد تفسیر بالرائے ہے، یعنی اسلاف اہل سنت والجماعت کی متواتر تعلیمات وتحقیقات کو ترک کر کے اپنی عقل ورائے کے مطابق قرآن پاک کی تفسیر کرنے کا جوش وجنون تیزی سے بڑھ رہا ہے، اور یہی گمراہی کا سبب بن رہا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو دو چیزوں نے تباہ کیا ہے، ایک کتاب اللہ سے غفلت، اور دوسری قرآن پاک کی غلط تفسیر نے...... مسلمانوں کی تباہی کی دوسری وجہ غلط تفسیر بھی عام ہے، خود مسلمانوں میں سے کتنے نام نہاد مفسرین ہیں جنہوں نے قرآن پاک کی تفسیر غلط کی ہے، عبداللہ چکڑالوی کا دماغ خراب ہوا اور اس نے غلط تفسیر کر کے لوگوں کو گمراہ کیا...... اسی طرح سرسید کا دماغ بھی خراب ہو گیا اور من مانی تفسیر کی ...... غلام احمد پرویز نے بھی قرآن کے نام پر دنیا میں کفر پھیلایا...... اہل بدعت کی غلط تفاسیر بھی موجود ہیں، یہ لوگ قرآن کریم میں تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں، اور لوگوں کو تباہ و برباد کیا ہے...... مودودی صاحب کی تفسیر میں بھی بہت سی اعتقادی غلطیاں ہیں، انہوں نے بھی حدیث کے سمجھنے میں غلطیاں کی ہیں...... اصلاحی صاحب نے واقعہ معراج کو خواب سے تعبیر کر دیا ہے...... احمد رضا خان نے قرآن پاک کے الفاظ کے غلط ترجمے کئے ہیں، اور اس طرح قرآن پاک میں تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (تفسیر معالم العرفان، جلد اول ص ۷۷)

عبداللہ چکڑالوی، سرسید احمد خان، غلام احمد پرویز، امین احسن اصلاحی اور احمد رضا خان بریلوی وغیرہ نام نہاد مفسرین کی تفسیر بالرائے کو حضرت عمی مکرمؒ صاف لفظوں میں تحریف فی القرآن اور حدیث رسول ﷺ سے جہالت قرار دے رہے ہیں، اور حقیقتاً تفسیر بالرائے دماغی خرابی کا ہی نتیجہ ہو سکتی ہے، جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں جب زکوٰۃ آرڈیننس نافذ ہوا تو اس میں متعدد شرعی خرابیاں وخامیاں موجود تھیں، حضرت عمی مکرمؒ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

دراصل یہ آرڈیننس جاری کرتے وقت دین کا فہم رکھنے والے علمائے دین سے مشورہ نہیں کیا گیا بلکہ یہ آرڈیننس خوشامدی قسم کے لوگوں کی رائے سے تیار کیا گیا ہے، بھائی یہ کام دین کے ماہرین کا ہے جو دین کے ہر مسئلہ کی باریکیوں سے واقف ہوں جب پرویز جیسے آدمی تھوڑی سی عربی پڑھ کر مفسر قرآن بن جائیں تو ایمان کو کفر اور کفر کو ایمان بنا دیں گے، اس قسم کی غلطیاں علامہ مشرقی، سرسید اور مودودی صاحب نے بھی کی

ہیں، اگر کچے اور جاہل نما علماء کے ہاتھ میں دین کا کام آئے گا تو وہ ایسی ہی غلطیاں کریں گے۔ (خطبات سواتی، ج ۳ ص ۸۱)

سر سید احمد خان کا گمراہ کن نظریہ

بانی علی گڑھ یونیورسٹی سر سید احمد خان کے افکار اہل سنت والجماعت کے عقائد سے سراسر متصادم ہیں جن پر علامہ شبلی نعمانی مرحوم، مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم اور مولانا عبدالحق حقانی دہلوی مرحوم بہت کچھ تحریر کر چکے ہیں، ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ سر سید کے عقائد وافکار سے مکمل طور پر ناواقف ہے، اس کے سامنے سر سید کا صرف تعلیمی نظام ہے، اور وہ اسی تعلیمی نظام کے حوالہ سے علماء کرام کو سر سید کا مقابل سمجھتا ہے، حضرت عمی مکرمؒ اس تقابل کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں کہ

سر سید احمد خان اور حضرت مولانا نانوتویؒ ایک ہی استاد مولانا مملوک علی صاحبؒ کے شاگرد تھے، لیکن دونوں کی فکر جدا جدا تھی، سر سید نے مسلمانوں کی اقتصادی خستہ حالی، معاشی زبوں حالی کا سامان فراہم کرنے کیلئے علی گڑھ میں کالج قائم کیا، اگر چہ سر سید اپنی نیت کے اعتبار سے اچھا شخص تھا، قوم کے حق میں مخلص تھا، لیکن انگریزیت کی نحوست سے اس کے افکار وعقائد میں نیچریت، الحاد، انکار معجزات اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں، اور اس کا قائم کردہ نظام تعلیم مسلمان قوم کیلئے کچھ زیادہ سودمند ثابت نہیں ہوا، بلکہ ملی اور دینی اعتبار سے خطرناک ثابت ہوا چنانچہ گزشتہ سالوں میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سابق وزیر تعلیم پاکستان نے ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ سر سید کا قائم کردہ نظام تعلیم امت مسلمہ کیلئے سم قاتل ثابت ہوا، اس کے برخلاف حضرت مولانا نانوتویؒ روز اول سے انگریز کی اس لعنتی اسکیم کے خلاف نبرد آزما رہے جس کو لارڈ میکالے نے اپنی رپورٹ میں پیش کیا تھا اور انگریز نے اسے منظور کر کے اپنی سلطنت کی تعلیمی پالیسی قرار دیا تھا۔ (مقالات سواتی جلد اول، ص ۱۰۴)

سر سید احمد خان نے جس فرنگی کلچر اور انگریزی تہذیب کی بنیاد رکھی تھی، ہماری ساٹھ سالہ ملکی تاریخ چیخ چیخ کر اسی بات کی شہادت دے رہی ہے کہ اسی کلچر وتہذیب نے ہماری ملی اقدار اور مشرقی تہذیب کی جڑیں کھوکھلی کر کے رکھدی ہیں، اس نے ہماری نئی نسل کو دین سے باغی اور شریعت سے بیزار کر کے رکھدیا ہے، اسلامی کلچر اور مشرقی تہذیب کے اگر کچھ نشانات موجود ہیں تو صرف حضرت نانوتویؒ کے قائم کردہ مدارس

دینیہ کے صدقہ۔

دلیل المشرکین کا ترجمہ

عقیدہ توحید تمام عقائد اسلامیہ کی بنیاد ہے،اور تمام انبیاء کرام ؑ کی تعلیمات کی اساس یہی عقیدہ رہا ہے،ماضی میں برصغیر کے اندر ہندوؤں کے ساتھ مخلوط معاشرت نے جہاں مسلمانوں میں اور بہت سی اعتقادی اور اخلاقی خرابیاں پیدا کردیں وہاں یہ بنیادی عقیدہ بھی متاثر ہوئے بغیرہ نہ رہ سکا،ہندوؤں کی بت پرستی اور مسلمانوں کی قبر پرستی نے تقریباً ایک ہی شکل اختیار کرلی،ہندو پنڈت اور مسلمان سجادہ نشین ایک ہی ترازو میں تولے جانے لگے،شرک کی ان گنت آلودگیوں سے آلودہ عقیدہ توحید نے مجدد الف ثانی ؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ جیسے ائمہ امت کو خون کے آنسو رلا کے رکھ دیا،مکتوبات مجدد الف ثانی ؒ اور بدور بازغہ کا ایک ایک پیراگراف ان اکابرین امت کے کرب وغم کی نشاندہی کرتا ہے،کاش مجدد الف ثانی ؒ کے عرس کے نام پر ان سے اظہار عقیدت کرنے والے ان کے مکتوبات کو اپنے لئے راہ ہدایت بھی بنا سکیں،تیرہویں صدی ہجری میں حضرت مولانا احمد الدین بگویؒ نے دلیل المشرکین کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی،جس میں شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام پر سیر حاصل بحث کی گئی،چونکہ بھیرہ کا بگوی خاندان بریلوی و دیوبندی دونوں مکاتب فکر کے ہاں یکساں عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا،اور ان میں اعتقادی اعتدال پسندی بھی موجود تھی،اس حوالہ سے حضرت عمی مکرم ؒ نے دلیل المشرکین (جو عربی زبان میں تھی) کا اردو ترجمہ کردیا کہ شاید کسی غیر متعصب،سلیم الفطرت کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے،اور کافی حد تک ممکن ہے کہ یہ اس طبقہ کے کچھ حضرات کی ہدایت کا ذریعہ بن بھی گئی ہو۔

سنت سے محبت بدعات سے نفرت

جس طرح توحید پر ایمان ضروری ہے،اسی طرح سنت سے محبت بھی ضروری ہے،اور جس طرح شرک کا انکار ضروری ہے اسی طرح بدعت کا ترک بھی ناگزیر ہے،گویا توحید کے بعد سب سے زیادہ قابل محبت سنت ہے اور شرک کے بعد سب سے زیادہ قابل نفرت بدعت ہے،اور صحیح العقیدہ دیوبندی کی طرح حضرت عمی مکرم کو بھی بدعات سے شدید نفرت تھی،چنانچہ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں کہ

آپ نے تو اپنی الگ شریعت بنا رکھی ہے جو کرنے کے کام ہیں اور حضور ﷺ کی سنت ہیں،ان کو تو

کرتے نہیں، اوران کی بجائے بدعات اور رسومات کو بڑی باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں آپ دیکھ لیں قبریں پختہ بنائی جارہی ہیں، ان پر گنبد تعمیر ہورہے ہیں، عرس ہورہے ہیں، میلے لگ رہے ہیں، ڈھول ڈھمکا ہورہا ہے، اللہ کے بندوان چیزوں کا نہ مردوں کو کچھ فائدہ اور نہ تمہیں کوئی فائدہ، اگر قبروں کی پختگی پر کیا جانے والا خرچ غرباء کی جھونپڑیاں بنانے پر صرف کرتے، قبروں پر چڑھائی جانے والی چادروں کی بجائے یتیموں کی ستر پوشی کرتے، اور عرسوں پر بے دریغ خرچ ہونے والی رقوم سے غریبوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد دیتے، کسی مقروض کو قرضے سے نجات دلا دیتے، کسی بیمار کا علاج کرادیتے تو خدا بھی راضی ہوتا اور اس کا رسول ﷺ بھی، پھر اس کا فائدہ مستحقین کو پہنچتا، اور مرنے والے کو بھی ایصال ثواب ہوتا، اور ساتھ ساتھ نیکی کے یہ کام کرنے والے بھی اجر سے محروم نہ رہتے، مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے، قبروں پر چپس لگانے، پھول چڑھانے اور خوشبو لگانے کا مردے کو کیا فائدہ؟ (خطبات سواتی جلد۳ ص ۲۱)

اس تقریر کا ایک ایک جملہ سنتِ رسول ﷺ سے محبت اور بدعات ورسومات سے نفرت کی گواہی دے رہا ہے، ایک سلیم الطبع انسان حقیقت سے چشم پوشی نہیں کرسکتا، بدعات صرف اسی کو خود فریبی میں مبتلا کرسکتی ہیں جس کے شعور پر پردے پڑ چکے ہوں، جسکی عقل جواب دے چکی ہو یا جس کا دل حق پسندی کی صلاحیت سے محروم ہو چکا ہو، ورنہ سنت کی حقیقی محبت اور اس کی کشش اول تو بدعت کے قریب پھٹکنے نہیں دیتی، اور اگر کسی غفلت و جہالت کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو جائے تو اس پر تادیر قائم نہیں رہنے دیتی۔

بدعت کی تعریف

بدعت سے نفرت ہر مسلمان کرسکتا ہے بشرطیکہ اس کام کو بدعت سمجھ لے جو کر رہا ہے، ہمارے ہاں سب سے بڑا مسئلہ ہی بدعت کی تعریف وتعیین کا ہے کہ آخر بدعت ہے کیا، حضرت عمی مکرمؒ نے بدعت کی تعریف بڑے ہی آسان پیرائے میں کردی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

جماعت اہل سنت کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ دلائل شریعت چار ہیں، یعنی کسی مسئلہ کی تحقیق کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ آیا اس کا ثبوت ان چار دلائل میں موجود ہے یا نہیں، اگر کوئی مسئلہ ان دلائل میں سے کسی ایک دلیل سے ثابت نہ ہو تو وہ بدعت ہوگی جس کا ترک کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ (خطبات سواتی جلد۴ ص ۱۷)

ظاہر ہے علماء اصولیین نے اصول اسی مقصد کے تحت وضع فرمائے ہیں کہ تحقیق و ریسرچ کو ان ہی کے

دائرہ میں بند رکھا جائے، جو لوگ اصولوں پر قائم ہی نہ رہ سکیں انہیں ان اصولوں کی طرف نسبت کا حق بھی باقی نہیں رہتا ہمارے ہاں اصول اہل سنت چار ہی ہیں، قرآن پاک، سنت رسول ﷺ، اجماع امت، اور قیاس مجتہد، ان اصولوں کے اندر رہنے والا ہی اہل سنت والجماعت کہلا سکتا ہے، ورنہ اہل سنت سے خارج متصور ہو گا۔

بشریت انبیاءؑ

اہل بدعت نے انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت کو بھی مناظرہ اور مجادلہ کا موضوع بنا رکھا ہے، حالانکہ بشریت، لوازمات نبوت میں سے ہے، بشریت اور عصمت یہی دونوں نبوت کے بنیادی لازمے ہیں جنس کے اعتبار سے نبی بشر ہوتا ہے، اور عصمت اسے باقی تمام انسانوں سے ممتاز کرتی ہے، عصمت اور بشریت مل کر ہی نبوت تیار ہوتی ہے، حضرت محی مکرمؒ بشریت انبیاءؑ کا عقیدہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ

میں نے عرض کیا کہ نبی قوم کیلئے بطور نمونہ ہوتا ہے، اور کسی قوم کیلئے نمونہ وہی بن سکتا ہے جو اس کی نسل سے ہو، غیر نسل سے نمونہ قابل عمل ہی نہیں ہو سکتا، کوئی فرشتہ یا جن کسی انسان کے لئے نمونہ نہیں بن سکتا، نسل انسانی کیلئے نمونہ نسل انسانی میں سے ہی ہو سکتا ہے، نبی بھی آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے انسان ہی ہوتا ہے، تاہم چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا منتخب بندہ ہوتا ہے اس لئے اسے انتہائی درجہ کا کمال حاصل ہوتا ہے، نسل انسانی کے باقی تمام کمالات، فضائل اور مراتب نبوت سے کم تر ہوتے ہیں، انسانیت کا سب سے بڑا درجہ نبوت کا ہے اس کے بعد اگر کوئی فوقیت ہے تو وہ صرف الوہیت کے درجے کو ہے۔ (خطبات سواتی جلد ۴ ص ۳۰)

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی ہم جنس انسانی مخلوق کیلئے نمونہ ہوتے ہیں، انبیاء میں بھی وہ تمام لوازمات بشری پائے جاتے ہیں جو عام لوگوں میں پائے جاتے ہیں، جس طرح عام انسانی مخلوق کو دوران زندگی تکلیف، مصیبت، بیماری، فتح، شکست، آرام، راحت، نیند، بیداری اور موت سے واسطہ پڑتا ہے اسی طرح اللہ کے نبیوں کو بھی ان حوادثات سے گزرنا پڑتا ہے، اگر یہ چیزیں نبی اور عام امتی میں یکساں طور پر نہ پائی جائیں تو نبی امت کیلئے نمونہ نہیں بن سکتا، اور امت کے لوگ نبی کے صبر و استقلال، خوشی اور غمی کے معاملات، فتح و شکست کے نتائج وغیرہ کو دیکھ کر ان کا نمونہ پکڑتے ہیں۔ (ایضاً ص ۳۲)

اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت ہے

اذان، نماز کیلئے دعوت اور ایک اعلیٰ وارفع مسنون عمل ہے، لیکن بدقسمتی سے دعوت الی الصلوٰۃ کے اس مسنون عمل کو بھی بدعت سے آلودہ کر دیا گیا ہے، صلوٰۃ وسلام بھی ایک مسنون وارفع عمل ہے۔ اور حب رسول ﷺ کا تقاضا بھی، لیکن ہر مسنون عمل کا اپنا اپنا محل ہے، ان کو ایک دوسرے کے اندر مدغم کر دینا یا بلا دلیل شرعی ایک دوسرے سے جوڑ دینا درست نہیں، چنانچہ آج کل اذان کے ساتھ جو صلوٰۃ وسلام کا رواج ہو گیا ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت عمی مکرم ؒ فرماتے ہیں کہ

اذان کے الفاظ تمام کتب احادیث میں موجود ہیں جو آپ ہر روز پانچ وقت لاؤڈ سپیکر پر سنتے ہیں، یہ کلمات اللہ اکبر سے شروع ہو کر لا الٰہ الا اللہ پر ختم ہو جاتے ہیں، ان کلمات کے ساتھ کہیں بھی صلوٰۃ وسلام کا ذکر نہیں ہے، اذان سے پہلے (یا بعد) جو موجودہ زمانہ میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا رواج پیدا ہو گیا ہے اس کو بدعت ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، کیونکہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا یہ موقع محل نہیں ہے۔ (خطبات جلد ۶ ص ۴۳۲)

سنت سے مذاق

بدعات ورسومات سے لگاؤ اب تو اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ نوبت سنت سے مذاق تک جا پہنچی ہے، چنانچہ حضرت عمی مکرم ؒ ایک اخباری خبر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب بدعات کثرت سے ہونے لگتی ہیں تو ایسی قوم کا ذوقِ سنت ختم ہو جاتا ہے، جب ایک بدعت عام ہو جاتی ہے تو پھر اس کے سہارے بہت سی دوسری خرافات بھی شروع ہو جاتی ہیں آپ جانتے ہیں کہ نومولود کے کام میں اذان کہنا سنت ہے، اب اس سنت مطہرہ کے ساتھ مذاق دیکھئے پچھلے دنوں مشرق اخبار کی رپورٹ کے مطابق ایک کلمہ گو فلم ایکٹر کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس نے خود یا کسی دوسرے مسلمان سے اذان دلوانے کی بجائے ایک مرغ کو لا کھڑا کیا، اور اس سے بچہ کے سامنے اذان کہلوائی۔ (خطبات سواتی جلد ۳ ص ۲۴۰)

قادیانیت کے خلاف جہاد

قادیانیت انگریز کا وہ خود کاشتہ پودا ہے جو تحریک آزادی کو سبوتاژ کرنے اور امت مسلمہ کے اندر تفریق

وانتشار پیدا کرنے کیلئے تیار کیا گیا، اسلاف دیوبند نے اس فتنہ کے خلاف بھی اپنی منصبی ذمہ داریوں سے کبھی غفلت نہیں برتی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کی قیادت میں مجلس احرار اسلام کی اس میدان کے اندر خدمات نا قابل فراموش ہیں، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، چوہدری افضل حق ؒ، ماسٹر تاج دین انصاریؒ، شیخ حسام الدینؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان، مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ جیسے جلیل القدر علماء و خطباء کا یہ عظیم پلیٹ فارم اپنی ایک منفرد حیثیت اور ممتاز مقام رکھتا تھا، سرخ کرتے اور ہاتھ میں کلہاڑی نے ارباب برطانیہ پر ایک ہیبت طاری کر رکھی تھی، حضرت عمی مکرمؒ بھی اس تحریک سے وابستہ رہے، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران سات ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ

قادیانیت کے شیطانی ناسور کو اللہ تعالیٰ نے حضرت بنوریؒ کی قیادت و سیادت کے دور میں بن جڑ سے اکھاڑا، اہل حق کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی اعزاز نہیں، اور آخرت میں بھی انشاء اللہ ارجی الاعمال ثابت ہو گا۔ (الاکابرص ۳۰۰)

اور یہ حقیقت ہے کہ ۱۸۸۴ء میں مرزا قادیانی کا برپا کیا ہوا فتنہ ۱۹۷۴ء میں پاکستانی پارلیمنٹ کے ذریعہ اپنے عبرتناک انجام تک پہنچا اور دستور پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کیا گیا گویا علماء حق کی نوے سالہ جدوجہد آخر کار پایہ تکمیل تک پہنچی ان دنوں صدر پرویز مشرف کی سیکولر پالیسیوں کے تحت قادیانی لابی ایک بار پھر متحرک ہو رہی ہے، یورپ و امریکہ کی اسلام دشمن قوتیں ان کی پشت پر موجود ہیں، اہل حق علماء کو ایک بار پھر قادیانیت کا سر خم کرنے کیلئے اپنی صفوں میں اتحاد اور نظم پیدا کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

فتنہ رافضیت کے خلاف جہاد

فتنہ رافضیت کے خلاف حضرت مجدد الف ثانیؒ سے لیکر اب تک بزرگان دیوبند خدمات سرانجام دے رہے ہیں لیکن اس موضوع پر امام اہل سنت حضرت مولانا علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کی خدمات نا قابل فراموش ہیں، لکھنؤ کے اندر روافض کی تبرا ایجی ٹیشن کے جواب میں تحریک مدح صحابہؓ علامہ لکھنویؒ کی قیادت میں ہی

اٹھی اسی موقع پر امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ نے علامہ لکھنویؒ کو ''امام وقت'' کا خطاب دیا تھا، حضرت عمی مکرمؒ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد علامہ لکھنویؒ سے فن مناظرہ بھی پڑھا اور علامہ لکھنویؒ سے فن مناظر میں تلمذ حاصل کرنے والے کسی بھی طالب علم کے دل کے اندر رافضیت کی نفرت کا اندازہ صرف وہی کر سکتا ہے جو علامہ لکھنویؒ کی تحریرات وتحقیقات سے واقف ہے۔

حضرت عمی مکرمؒ نے رافضیت کے خلاف حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب ''اجوبہ اربعین'' فخر الاولیاء حضرت مولانا سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقمؒ سے حاصل کی، اور اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کی، چنانچہ اپنے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ

کتاب کے لئے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا نام نامی اس بات کی ضمانت کیلئے کافی ہے کہ کتاب علوم ومعارف اور حقائق ودقائق کا مجموعہ ہے اجوبہ اربعین بھی ان کتب میں سے ہے جن میں حضرت نانوتویؒ کے علوم وفیوض مناظرانہ وتنقیدانہ مضامین کا وقیع سرمایہ موجود ہے، یہ کتاب اہل رفض وتشیع کے رد میں ہے، برصغیر (پاک وہند) میں نویں اور دسویں صدی ہجری سے تشیع ورفض کا فتنہ بڑے پیانے پر پھیلا ہوا ہے، قدیم ادوار میں بھی علماء اہل سنت والجماعت کے جید اور محقق حضرات اس فتنہ کا اپنے اپنے دور میں رد کرتے رہے ہیں، چنانچہ امام ابن تیمیہؒ نے اس فرقہ ضالہ کا اپنی مشہور ومعروف کتاب ''منہاج السنۃ'' میں بڑی قوت وشدت کے ساتھ رد کیا ہے، امام مجدد الف ثانی نے بھی اس سلسلہ میں عظیم کام کیا ہے، اور پھر ان کے بعد امام شاہ ولی اللہ نے اس فتنہ کی بہت سرکوبی کی ہے پھر آپ کے فرزند امام شاہ عبد العزیز دہلویؒ نے ایک ایسی عمدہ کتاب فارسی زبان میں لکھی ہے جس کے بارہ میں ہمارے استاد محترم امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ فرماتے تھے کہ ''تحفہ اثنا عشریہ'' کا جواب اہل تشیع قیامت تک نہیں دے سکتے، ہمارے اکابر میں حضرت نانوتویؒ نے بھی اس فتنہ کے رد میں متعدد کتابیں، رسائل اور مکاتیب لکھے ہیں، چنانچہ ہدیۃ الشیعہ جیسی گراں قدر کتاب جو عمدہ اور سہل وعام فہم زبان میں تحریر فرمائی ہے، پھر اجوبہ اربعین کا نمبر ہے، اس کے علاوہ انتباہ المؤمنین بزبان فارسی، اور فیوضات قاسمیہ کے کئی مکاتیب اور دیگر متعدد مکاتیب میں اس فتنہ کا پورا تعاقب کیا گیا ہے، کتاب ''آب حیات'' کا ایک بڑا حصہ بھی اس فتنہ کے رد پر مشتمل ہے، وراثت نبوی ﷺ اور حیات نبوی ﷺ کی دقیق بحث بھی کی گئی ہے۔ (اجوبہ اربعین ص ۲۷)

مذکورہ تحریر کا ایک ایک جملہ رافضیت کے مطالعہ اور اس کے خلاف قلبی جذبات کی مکمل عکاسی کرتا ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس فتنہ کے خلاف مطالعہ میں بھی حضرت عمی مکرمؒ خاص دلچسپی رکھتے تھے، اور اس سلسلہ میں معلومات کا ایک قابل قدر ذخیرہ ان کے پاس موجود ومحفوظ تھا، اہل تشیع جن ائمہ اطہار کی طرف اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں ان کے بارہ میں حضرت عمی مکرمؒ کا نکتہ نظر یہ ہے کہ

قبیلہ بنی حنیف مسلیمہ کذاب کا قبیلہ تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کے خلاف لشکر کشی کی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، اس کے خاندان اور بچوں کو غلام اور لونڈیاں بنایا گیا، انہی میں خولہ نامی ایک لونڈی حضرت علیؓ کے حصہ میں آئی، جو خولہ حنفیہ کہلاتی تھی، محمد بن حنیفہ اسی کے بطن سے پیدا ہوئے، یہ تاریخی حقیقت شیعہ حضرات کے لئے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کو برحق تسلیم نہیں کرتے، اگر یہ خلافت ہی برحق نہیں تھی تو پھر حضرت صدیق اکبرؓ کی عطا کردہ لونڈی شرعی لونڈی نہیں بنتی اور اس لحاظ سے حضرت علیؓ کی اولاد جو اس لونڈی سے ہوئی وہ مشکوک ہو جاتی ہے، مگر رافضی حضرات محمد بن حنفیہ کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے تو نماز ہی درست نہیں ہے جسکی نسل صحیح ثابت نہ ہو، تاہم اہل حق کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ اول کی خلافت بالکل برحق تھی، آپ کی طرف سے حضرت علیؓ کو عطا کردہ لونڈی خولہ کو بھی شرعی لونڈی کی حیثیت حاصل تھی، اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد بھی درست ہے، بہر حال یہ مذہب تو ویسے ہی باطل ہے، ان کے اس غلط عقیدہ سے کیا فرق پڑتا ہے۔ (الاکابر ص ۱۲۰)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ

آپ (امام جعفر صادقؒ) کی کنیت ابوعبداللہ ہے، یہ سب حضرات (امام حسینؓ، امام زین العابدینؒ امام محمد باقرؒ امام جعفر صادقؒ وغیرہ) اہل سنت کے صحیح العقیدہ امام ہیں، مگر شیعہ حضرات نے خواہ مخواہ انہیں اپنی طرف منسوب کر لیا ہے، اور اس طرح انہوں نے جھوٹی موٹی روایات ان بزرگوں کے کندھے پر رکھ کے چلا دی ہیں، امام محمد باقرؒ اور امام جعفر صادقؒ دونوں حضرات شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کا احترام اس حد تک کرتے تھے کہ ان کا انکار کرنے والوں کے متعلق کہا کرتے تھے کہ ان کا تو اسلام ہی قابل قبول نہیں، کسی نے کہا کہ آپ حضرات شیخینؓ کو محض تکلفاً بزرگ مانتے ہیں تو جواب دیا کہ اگر میں ایسی

بات کروں تو اللہ تعالیٰ مرتے وقت کلمہ نصیب نہ کرے، میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ حضور ﷺ کے صحیح جانشین اور منصب خلافت کے اہل اور حق دار تھے۔ (ایضاً ص ۱۲۱)

شیعہ کا نظریہ تحریف قرآن

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تکفیر شیعہ کے تین اسباب بیان کیے ہیں......تحریف قرآن......نظریۂ امامت......اور سب صحابہؓ، جو شیعہ یہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک نظریہ بھی رکھتا ہے وہ بالاتفاق کافر ہے اور اس کے کفر میں اہل سنت کے ہاں کوئی اختلاف موجود نہیں، حضرت عمی مکرمؒ بھی مذکورہ عقائد کے ساتھ شیعہ پر فتویٰ کفر سے کوئی اختلاف نہیں رکھتے تھے، البتہ دیگر محتاط علماء کی طرح شیعہ پر مطلق فتویٰ کفر سے گریز کرتے تھے شیعہ کے نظریہ تحریف قرآن کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

کتب حدیث میں جس طرح اہل سنت کے ہاں صحاح ستہ اور پھر ان میں صحیح بخاری کو شرف حاصل ہے اسی طرح اہل تشیع کی چار معتبر کتابوں (اصول اربعہ) میں سے اصول کافی سب سے معتبر کتاب ہے، اس کا جامع تیسری اور چوتھی صدی کا یعقوب کلینی ہے، اس نے اپنے راویوں سے روایتیں جمع کی ہیں اور انہیں امام جعفر صادقؒ اور حضرت علیؓ سے منسوب کر کے حضور علیہ السلام کے ساتھ وابستہ کیا ہے، تاہم اہل سنت کی تحقیق کے مطابق ان میں سے اکثر روایات صحیح نہیں ہیں، بہر حال اصول کافی (جلد۲ ص ۶۳۴ مطبوعہ تہران ۱۳۸۸ھ) میں لکھا ہے اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَاءَ بِهٖ جِبْرَئِیْلُ اِلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ سَبْعَةَ عَشَرَ اَلْفَ اٰیَةٍ یعنی جس قرآن پاک کو جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد ﷺ پر لائے تھے اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں، یہ روایت بالکل جھوٹ کا پلندہ ہے، کیونکہ قرآن پاک کی آیات کی تعداد جیسا کہ پہلے عرض کیا چھ ہزار سے کچھ زائد ہے، شیعہ حضرات اس روایت سے گویا یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ باقی آیتیں صحابہ کرامؓ نے قرآن پاک سے خارج کر دیں، اس روایت سے صحابہ کرامؓ کی دیانت کو مجروح کرنا مقصود ہے، جنہوں نے قرآن پاک کی جملہ آیات کو جمع کیا، لکھوایا اور پھر آگے پھیلایا، یہ روایت حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔ (تفسیر معالم العرفان جلد ۱ ص ۸۳)

اور پھر شیعہ کے نظریہ تحریف قرآن کا انحصار صرف اسی ایک روایت پر نہیں بلکہ ان کی کتب معتبرہ میں دو ہزار سے زائد روایات تحریف قرآن کی مذکور و منقول ہیں۔

وراثت نبوی ﷺ کی عدم تقسیم کے اسباب

روافض کے ساتھ اہل سنت کے اختلافات میں سے ایک اختلاف وراثتِ نبوی ﷺ کی تقسیم اور عدم تقسیم کا بھی ہے، روافض وراثتِ نبوی ﷺ کی تقسیم کا نظریہ رکھتے ہیں اور جاگیر فدک کو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کا حق قرار دیتے ہیں، اور خلفاء ثلاثہؓ کو یہ حق ادا نہ کرنے کی بنا پر ظالم و غاصب قرار دیتے ہیں جبکہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق نبی نہ وارث بنتا ہے اور نہ وارث بناتا ہے، اس پر بے شمار کتب منظر عام پر آ چکی ہیں، اور امام پاکستان حضرت مولانا سید احمد چوکیرویؒ کی جاگیر فدک، کافی مدلل و مؤثر اور معلوماتی کتاب ہے، حضرت عمی مکرمؒ وراثتِ نبوی ﷺ کی عدم تقسیم کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

محدثین کرام نے انبیاء علیہم السلام کی وراثت نہ ہونے کی بہت سی وجوہات بیان کی ہیں، مثلاً

(۱) لوگ یہ گمان نہ کرنے لگیں کہ اللہ کے نبی بھی عام دنیاداروں کی طرح دنیا کے مال میں رغبت رکھتے اور اسے جمع کرتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ پیغمبر ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں، تو پھر آنحضرت ﷺ مومنوں کیلئے بمنزلہ باپ کے ہیں، اس لحاظ سے نبی کی وراثت صرف بیٹی کیلئے نہیں پوری امت کے لئے ہے۔

(۳) آنحضرت ﷺ کے نزدیک دنیا کا مال میل کچیل ہے تو نبی یہ مال کچیل کیسے جمع کر سکتا ہے جب مال ہی نہیں تو وراثت کی تقسیم کیسی؟

(۴) بڑے لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی نسلیں خوشحال زندگی بسر کریں، اگر نبی کی تقسیم وراثت بھی ہوتی تو لوگ نبی پر رغبتِ دنیا کا الزام دیتے، اور نبوت ان کے نزدیک حصول مال وزر کا ذریعہ قرار پاتی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے وہ الزام ہی پیدا نہیں ہونے دیا۔

(۵) اگر نبی کی وراثت تقسیم ہونے کا قانون ہوتا تو ممکن ہے کہ اولاد میں کوئی بدنصیب محض ترکہ حاصل کرنے کی خاطر نبی کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتا، جو اس کیلئے اخروی اعتبار سے مضر ہوتا۔

(۶) ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، اللہ کے خلیفہ کے حیثیت سے نبی اسمیں صرف تولیت کا حق رکھتا ہے، ملکیت کا نہیں، یعنی منصب خلافت ونبوت اور زہد وتقویٰ کی بناء پر نبی دنیوی اموال پر ایسی ملکیت تو رکھتا ہے

جس سے اسکی ضروریات زندگی کا سلسلہ چل سکے، البتہ ایسی ملکیت نہیں رکھتا جس سے اس مال کی ملکیت نسل درنسل بطور وراثت آگے چلے۔

(۷) نبی اپنی قبر میں زندہ ہے، لہٰذا اموال پر اس کی عارضی ملکیت بھی زائل نہیں ہوتی، اور زندہ کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی، اسی لئے نبی کی ازواج سے نکاح بھی درست نہیں۔ (ترجمہ وشرح شمائل ترمذی جلد ۲ ص ۲۶۸)

مذکورہ اسباب کی تفصیلات حضرت نانوتویؒ کی جملہ کتب (جورد شیعیت میں تحریر کی گئی ہیں) حضرت گنگوہیؒ کی ''ہدایۃ الشیعہ'' وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

سرداران جنت

کتب اہل سنت والجماعت میں دو روایات ایسی مذکور ہیں جن کے بارہ روافض وخوارج الگ الگ نظریات رکھتے ہیں، ایک روایت **سید اشباب اهل الجنة الحسن والحسین** اور دوسری **سیدا کھول اهل الجنة ابوبکر الصدیق و عمر بن الخطاب**، خوارج کا نظریہ یہ ہے کہ پہلی روایت شیعہ کی من گھڑت روایت ہے، اور روافض کا نظریہ ہے یہ کہ دوسری روایت لغو اور بے مقصد ہے، کیونکہ جب جنت میں سارے جوان ہوں گے تو بوڑھوں یا پختہ عمر کے لوگوں کی سرداری چہ معنی دارد؟ اہل سنت والجماعت دونوں روایات کو صحیح اور حق مانتے ہیں، اور دونوں کے درمیان تطبیق کیسے قائم کرتے ہیں، حضرت عمی مکرمؒ فرماتے ہیں کہ

بھائی یہ دونوں باتیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں، ہمارے بزرگ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ بلاشبہ جنت میں سب جوان ہوں گے مگر جس طرح حضرت حسنؓ اور حسینؓ نوجوانوں کے سر دار ہوں گے اسی طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کہول عمر لوگوں کے سردار ہوں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ادھیڑ عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئے وہ نوجوان شمار ہونگے اور ان کے سردار حضرت حسنؓ اور حسینؓ ہوں گے، اور جو لوگ کہول عمر یعنی ادھیڑ عمر (چالیس یا زیادہ) کو پہنچ کر فوت ہوئے ان کے سردار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہوں گے۔ (خطبات جلد ۵ ص ۳۶۰)

خارجیت کے خلاف جہاد

خارجیت، رافضیت کا ردِ عمل ہے، اس اعتبار سے یہ دوسری انتہا ہے یعنی یہ دونوں تحریکیں گمراہی کے ایک ایک کنارے پر ہیں چنانچہ ان دونوں گمراہ فرقوں کے بارہ میں حضرت محی مکرمؒ فرماتے ہیں کہ

ہماری عقیدت و محبت صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ دونوں گروہوں کے ساتھ ہے، نہ تو ہم رافضیوں کو حق پر سمجھتے ہیں جو حضور علیہ السلام کے صحابہؓ کے ساتھ بغض رکھتے ہیں اور نہ ناصبیوں کو حق پر جانتے ہیں جو حضور علیہ السلام کے اہل بیتؓ سے نفرت کرتے ہیں بلکہ ان کو مسلمان تک نہیں سمجھتے یہ دونوں گمراہ اور بے دین ہیں اہل حق کا شیوہ ہے کہ وہ صحابہ اور اہل بیت دونوں کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھیں، اب اہل بیت میں حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات، آپ کی اولاد اور آپ کا وہ خاندان بھی شامل ہے جن کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ (خطبات، جلد۲ص۳۹)

خلافت راشدہ اور خلفاء راشدینؓ

جمہور ائمہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک خلافت راشدہ علیٰ منہاج نبوت تیس سال تک ہے اور اس خلافت کے تاجدار خلفاءِ اربعہؓ ہیں، روافض پہلے تین کی خلافت سے انکاری ہیں اور خوارج حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے عبوری دور قرار دیتے ہیں، حضرت محی مکرمؒ فرماتے ہیں کہ

چنانچہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضور علیہ السلام کے چاروں خلفاء حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ خلفاء راشدین اور ہدایت یافتہ ہیں، اور ہمارے لئے ان کی اقتداء ضروری ہے، حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد مبارک بھی ہے کہ میرے بعد تیس سال تک خلافت راشدہ علیٰ منہاج النبوت قائم رہے گی اور اس کے بعد تغیر آ جائے گا چنانچہ یہ دیکھتے ہیں کہ تیس سال کے بعد یہ خلافت حضرت علیؓ پر آ کر ختم ہوگئی۔ (خطبات جلد نمبر۳ص۵۷)

خلافت علیٰ منہاج نبوت جسے قرآن کی موعودہ خلافت بھی کہا جاتا ہے اس کے تاجدار یہی خلفاء اربعہ ہیں ان کے علاوہ موعودہ خلافت میں کسی کو شمار نہیں کیا گیا، چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کے بارہ میں محی مکرمؒ فرماتے ہیں کہ

سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے مطابق حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کو مسند خلافت پر متمکن کیا گیا، آپ پر خلافت راشدہ کا اطلاق تو نہیں ہوتا تاہم آپ کی خلافت خلفاء راشدینؓ کا نمونہ تھی، آپ کی خدمات

تاریخ میں ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو چکی ہیں۔(خطبات جلد۵ص ۱۹۸)

واقعہ کربلا اور یزید

اہل سنت والجماعت کے ہاں حضرت سیدنا امام حسینؓ کی شہادت اور یزید کا فسق وظلم دونوں مسائل جمہور ائمہ اہل سنت کے تسلیم شدہ مسائل ہیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ سے لیکر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تک جماعت دیو بند سے وابستہ کوئی ایک بھی ایسا بزرگ وعالم نہیں ہے جو فسق یزید کو تسلیم نہ کرتا ہو، بدقسمتی سے اب ہماری جدید ریسرچ ٹیم ان تمام اسلاف کو شیعیت سے متاثر قرار دیتی ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ (العیاذ باللہ تعالیٰ) یزید کو فاسق قرار دینے والے تمام بزرگ رافضی تحقیقات سے متاثر تھے، حضرت عمی مکرمؒ اس واقعہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ

حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ (کربلا) میں بڑی زیادتی ہوئی اور اس سانحہ کے ذمہ دار افراد نا قابل معافی ہیں، ان کی طرف داری کرنے والے خواہ کچھ بھی کہیں غلط ہے، کیونکہ غلط بات ہمیشہ غلط ہوتی ہے، یزید نے ظلم کیا اس کے گورنر اور لشکریوں نے ظلم کیا، ہم یزید کے طرف دار نہیں، اگر وہ کسی ٹربیونل کے ذریعہ اس غم انگیز واقعہ کی تحقیقات کراتا اور مجرموں کو سزا دیتا تو اس کا نام تاریخ میں بری الذمہ ہو جاتا، مگر اس نے یہ نہیں کیا بلکہ ایسی باتیں کر کے معاملے کو ختم کر دیا، اس سے بات ختم نہیں ہوتی، کیونکہ یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔
(خطبات جلد۲ص ۲۴)

مودودیت کے خلاف جہاد

ہمارے زمانہ میں جن جدید مفکرین نے اسلام کے نام پر خلق کثیر کو گمراہ کیا ان میں سے سید ابوالاعلیٰ مودودی کا نام سرفہرست ہے، انہوں نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے دلفریب عنوان سے اسلام کے تیرہ سوسالہ اسلامی لٹریچر اور متفق علیہ عقائد ونظریات کا جس انداز سے تمسخر اڑایا اور ان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا وہ عصر حاضر کی ایک دلخراش داستان ہے، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ، محدث کبیر حضرت بنوریؒ، ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ جیسے ارباب علم و دانش نے مودودی تحریک کو اسلام کے خلاف ایک کھلی بغاوت قرار دیا، امام لاہوریؒ نے فرمایا مودودی اسلام کا مکہ اور مدینہ کے اسلام سے کوئی تعلق نہیں، حضرت عمی مکرمؒ بھی مودودی تحریک کو تحقیق اکابر کی نظر سے

ہی دیکھتے تھے،اوراس کے اندر خیر واخلاص کا کوئی پہلو محسوس نہیں کرتے تھے،چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے رسالہ''ایمان وعمل'' کا تعارف کراتے ہوئے عمی مکرمؒ فرماتے ہیں کہ

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جسمیں حضرت مدنیؒ نے مودودی صاحب کے اس غلط مسلک کا رد کیا ہے جسمیں وہ بے عمل مسلمانوں کو اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ مسلک معتزلہ کا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب دائمی جہنمی ہے،حضرت مدنیؒ نے ثابت کیا ہے کہ یہ مسلک غلط اور گمراہ کن ہے،مودودی صاحب کی دیگر بے شمار غلطیوں کی طرح یہ بھی ایک بڑی غلطی ہے......مودودی صاحب نے جمہور علماء کے خلاف بندوق کے شکار کو بغیر ذبح کیے جائز قرار دیا......طلوع فجر کے بعد کھانے پینے کو روزے میں جائز قرار دیا......دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء متشبہات میں سے ہے،اور کانا دجال وغیرہ افسانے ہیں،جنکی کوئی شرعی حیثیت نہیں......یونس علیہ السلام فریضہ رسالت میں کوتاہیاں کر گئے تھے......آدم علیہ السلام اطاعت کے بلند مقام سے معصیت کی پستی میں گر گئے تھے......نوح علیہ السلام میں جذبۂ جاہلیت تھا......حضرت داؤد علیہ السلام خواہشات نفسانیہ میں مبتلا تھے،ابراہیم علیہ السلام راہ میں شرک کی آلودگی سے مبرا نہیں تھے،منزل پر پہنچنے کے بعد توحید پر پختہ ہو گئے،العیاذ باللہ،اس قسم کے دیگر بھی بہت سے مسائل وعقائد ہیں جن میں مودودی صاحب نے اپنی ادیبانہ تحریروں سے بڑے بڑے کرتب وکمال ظاہر کئے ہیں،خدا اس قسم کی گمراہی سے بچائے۔(پیش لفظ،خطبات صدارت حضرت مدنیؒ ص ۲۳)

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی دوسری کتاب''مودودی دستور وعقائد کی حقیقت'' کے تعارف میں فرماتے ہیں کہ مودودی نے اس (جماعت اسلامی کے) دستور کی نمبر ۶ میں یہ اصول وضع کیا ہے،رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے،کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے،کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو،اس شر انگیز اصول سے پہلے تو حضور ﷺ کے علاوہ باقی انبیاء علیہم السلام کا معیار حق ہونا بھی ساقط ہو جاتا ہے......اور پھر صحابہ کرامؓ کا معیار حق ہونا بھی۔(ایضاً ص ۲۴)

اس کے علاوہ حضرت عمی مکرمؒ نے''مودودی صاحب کے بعض نظریات دین کیلئے نقصان دہ ہیں'' کے عنوان سے ایک مضمون بھی تحریر فرمایا جو ایک خط کے جواب میں ہے،اور مقالات سواتی حصہ اول میں منقول ہے،علاوہ ازیں''فرقہ ناجیہ اور نوابت میں فرق'' کے عنوان سے ایک مضمون تالیف فرمایا،جس میں حضرت

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ وہ اہل سنت والجماعت کو ناجی اور شیعہ، معتزلہ اور زیدیہ فرقوں کو نوابت (یعنی خودرو فرقے) قرار دیتے ہیں اور آخر میں فرماتے ہیں کہ

(نوٹ) شاہ ولی اللہؒ کے اس مکتوب شریف کا مطالعہ کرنے سے یہ بات خوب روشن ہو جاتی ہے کہ مودودی صاحب بھی نوابت میں سے ہیں، اس لئے کہ ان کی کتابوں اور تحریروں میں ایسے مسائل پائے جاتے ہیں جو نوابت کی علامت ہیں، اور حاملین ملت کے خلاف ہیں، مودودی صاحب کہتے ہیں کہ

(۱) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے تھے۔

(۲) انبیاء علیہم السلام بھی بشری کمزوریوں سے مغلوب ہو کر مومن کے اعلیٰ معیار کو ہر وقت قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔

(۳) اور (مودودی صاحب) حاملین ملت کے طبقہ اولیٰ کو اپنا پیشوا نہیں مانتے، بلکہ ان پر تنقید کو روا سمجھتے ہیں۔

لہٰذا مودودی صاحب، نوابت میں سے ہیں، جس طرح شیعہ۔ (مقالات حصہ اول ص ۲۲۳)

ایک دفعہ حضرت عمی مکرمؒ کے پاس میں حاضر تھا اور کافی حضرات تشریف فرما تھے، مودودی صاحب کا تذکرہ چل رہا تھا، فرمایا بہت سے حضرات مودودی صاحب سے علماء دیوبند کے اختلافات کو سیاسی اختلافات کے تناظر میں دیکھتے ہیں انہیں مودودی صاحب کی گمراہی سمجھ نہیں آئی، ایک بار مولانا دوست محمد قریشیؒ یہاں تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ ایک طویل عرصہ تک استاد محترم حضرت مدنیؒ کے مودودی صاحب سے اختلافات کو میں صرف سیاسی حوالہ سے دیکھتا رہا، کہ جس طرح سیاسی لیڈروں میں اختلاف ہوتے ہیں، یہ بھی اسی طرز کا ہے، اور میں مودودی صاحب کے صالح سوسائٹی کے قیام کے نعرہ اور پروگرام میں مگن رہا، لیکن جب میں نے ''تفہیم القرآن'' اور ''خلافت وملوکیت'' کا مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ یہ تو رافضیت کا جدید ایڈیشن ہے، انکی صالح سوسائٹی میں تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے تقدس کی بھی گنجائش نہیں اس وقت حضرت استاد مدنیؒ کی مخالفت کی حکمت واصلیت سمجھ آ گئی۔

قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کی تائید

رافضیت اور مودودیت کے ردعمل میں جب پاکستان کے اندر خارجی تحریک پر تول رہی تھی، پروفیسر

محمود احمد عباسی اور مولانا محمد اسحاق سندیلوی اس تحریک کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے چکے تھے، تو اس تحریک کے خلاف قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مدنیؒ) نے قلم اٹھایا، اور ''خارجی فتنہ حصہ اول'' طبع ہوا جس میں خلافت راشدہ موعودہ اور مشاجرات صحابہؓ پر بحث کی گئی اور جمہور اہل سنت کے ان عقائد کی ترجمانی کی گئی کہ خلافت موعودہ کے تاجدار چار یارؓ ہیں اور مشاجرات صحابہؓ میں حضرت علیؓ حق پر اور ان کے مخالفین (حضرت امیر معاویہ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین) خطاء اجتہادی پر ہیں، شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ، حضرت مولانا سید حامد میاںؒ، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ، حضرت مولانا سید نفیس شاہ صاحبؒ، اور حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ جیسے اکابر علماء نے اس کی تائید و تصدیق فرمائی، حضرت عمی مکرمؒ نے جو تائیدی مکتوب لکھا اس میں فرماتے ہیں کہ

کتاب ''خارجی فتنہ اور دفاع صحابہ'' وصول ہو چکی تھی، یاد فرمائی کا شکریہ، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ نے خارجیت اور ناصبیت کا تعاقب فرمایا ہے یہ فتنہ رفض و شیعیت سے کم خطرناک نہیں۔ (کشف خارجیت ص ۶۷)

صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں

مودودی صاحب نے صحابہ کرامؓ کے معیار حق ہونے سے انکار کیا تو اکابرین اہل سنت کے نزدیک گمراہ ٹھہرے، اہل سنت والجماعت کا اس بارہ میں عقیدہ کیا ہے؟ حضرت عمی مکرمؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

یہاں سے معیار حق ہونے والی بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدینؓ معیار حق ہیں، یہ اصحاب کبار اگرچہ نبی کی طرح معصوم تو نہیں ہیں، مگر امت کیلئے نمونہ ہیں، وہ اپنے اخلاص اور حقیقی ایمان کی وجہ سے ان خرابیوں سے محفوظ تھے جو ایمان کے باوجود انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں، اور جنکی وجہ سے آدمی ناکام ہو جاتا ہے، معیار حق اسی کا نام ہے۔ (تفسیر معالم العرفان ج ۲ ص ۸۱)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو معیارِ حق قرار دیا، اور فرمایا (اے صحابہؓ) اگر یہ کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یہ بھی ہدایت پا جائیں گے گویا نزولِ قرآن کے زمانہ میں حضور ﷺ کے اولین صحابہؓ معیار قرار پائے، مگر بعد میں آنے والوں کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ بھی انہی کا طریقہ اختیار کریں، وہ بھی اسی معیار پر پرکھے جائیں گے چونکہ اس زمانہ کے یہود و نصاریٰ صحابہؓ کے معیار پر پورے نہ اترے لہٰذا وہ مردود ہوئے، آج بھی جو کوئی صحابہ کرامؓ کے طریقہ کے خلاف کرے گا گمراہ ہوگا۔ (ایضاً ص ۴۸۲)

فتنۂ غیر مقلدیت کے خلاف جہاد

آج ہماری بدقسمتی کا عالم یہ ہے کہ ہر باطل کی جسارتیں بڑھ گئی ہیں، وہ اس ڈھٹائی سے حق کو جھٹلاتا ہے جیسے براہین و دلائل کا سارا ذخیرہ اسی کے پاس ہو حالانکہ وہ خود بھی اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے کہ اس کے پاس مفروضات کے سوا کچھ نہیں، یہی عالم فرقہ غیر مقلدین کا ہے، برطانوی حکومت سے اہل حدیث نام کی الاٹمنٹ کا سرکاری پروانہ حاصل کرنے والا گروہ اس طبقہ کو للکارتا ہے جس طبقہ کا نام ''اہل سنت والجماعت'' زبان نبوت سے رکھا گیا، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جنم لینے والا وہ فرقہ جس کی عمر ابھی ڈیڑھ سو سال بھی پوری نہیں ہوئی، اس طائفہ منصورہ کو آنکھیں دکھاتا ہے جس کی تاریخ کا آغاز ہی عہد صحابہؓ سے ہوتا ہے، نواب وحید الزمان خان جیسے رافضی کا ترجمۂ بخاری بغل میں داب کر متواتر و متوارث مسنون نماز کا تمسخر اڑانے والا اور امام اعظم ابوحنیفہؒ سے لے کر امام شاہ محمد اسحاق دہلویؒ تک کے ائمہ حدیث کو بے نماز قرار دینے والا یہ گروہ نامراد اپنی اصلیت کو یکسر بھول گیا، اور اس نے پورے دین کا دائرہ فاتحہ خلف الامام، رفع الیدین، آمین بالجہر، آٹھ تراویح اور مسح علی الجوربین وغیرہ جیسے چند مسائل تک سکیڑ دیا، ان کی آنکھوں پر پڑی غیر مقلدیت کی عینک کو نہ فحاشی کے اڈے نظر آتے ہیں، نہ شراب خانے نظر آتے ہیں، نہ عریانی و فحاشی نظر آتی ہے، نہ بے پردگی و بے حجابی نظر آتی ہے، نہ مغربی تہذیب کا دندناتا سیلاب نظر آتا ہے، نہ عالم اسلام کی بے حسی و بے بسی نظر آتی ہے، بس اس کی نظر میں صرف وہ حنفی مسلمان فٹ ہے جو رفع یدین نہیں کرتا، جو آمین بالجہر نہیں کرتا، ساری توانائی اس کی نماز کو باطل اور غلط ثابت کرنے پر صرف ہے، اس گروہ نامراد کے نزدیک نہ بخاری کے اندر حرمت شراب کی احادیث ہیں، نہ ترک نماز پر وعیدوں کی احادیث

ہیں، انکی ساری بخاری انہی چند مسائل میں بند ہے، ان کے نزدیک غالباً امام بخاریؒ نے بخاری شریف لکھی ہی صرف حنفیوں کی نماز کو غلط ثابت کرنے کیلئے تھی، اور پھر ان کے نزدیک ذخیرۂ احادیث کے ساتھ یہ بھی ایک صریح ظلم ہے کہ محدثین احناف کی کتب احادیث کو ذخیرہ حدیث میں شامل کرنے کیلئے ہی تیار نہیں، جو کہ صریح انکار حدیث کے زمرہ میں شامل ہوتا ہے، کہ بعض احادیث کو ماننا اور بعض کا انکار کر دینا، بہر حال غیر مقلدین کے ہٹ دھرمانہ طرز عمل نے جب احناف کی نماز کو باطل اور غلط ثابت کرنے اور تمام بزرگان احناف کو بے نماز ثابت کرنے کیلئے بازار بدتمیزی انتہاء درجہ کا گرم کر دیا تو علماء اہل سنت دیوبند نے ان مخصوص مسائل پر مدلل و مفصل کتب تحریر فرمائیں، لیکن ضرورت تھی کہ پوری نماز کے مسائل و احکام پر ایک کتاب تالیف کی جائے، اس سے قبل حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا ابو القاسم محمد رفیق "دلاوری نے "عماد الدین" کے نام سے سوال و جواب کی صورت میں ایک کتاب تالیف فرمائی تھی، لیکن وہ اس دور کی تھی جب غیر مقلدین کے اعتراضات ابتدائی نوعیت کے تھے، اور ابھی انہوں نے کتب احادیث کے تراجم مخصوص احادیث پر نشانات لگا کر ان پڑھ اور جاہل نوجوانوں کے ذریعہ مساجد اور بازاروں میں شرارت بازی کا بازار گرم نہیں کیا تھا، اب تو صورت حال یہ ہے کہ جس نوجوان کو طہارت و پاکیزگی کا پورا طریقہ بھی نہیں آتا وہ مترجم بخاری بغل میں داب کر سارا دن کبھی کسی کے پاس اور کبھی کسی کے پاس بیٹھا رفع الیدین اور آمین بالجہر وغیرہ کے مسائل پر بحث کر رہا ہوتا ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان بحثوں کے پیچھے اس کا روزگار کا مسئلہ مکمل طور پر حل ہو چکا ہوتا ہے۔

ان حالات میں حضرت عمی مکرمؒ نے پوری جماعت احناف پاکستان کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرتے ہوئے "نماز مسنون" کے نام سے ساڑھے آٹھ سو کے قریب صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب تالیف فرمائی، اور اس کتاب نے غیر مقلدیت پر سکوت مرگ طاری کر دیا، کیونکہ اس میں تمام مسائل پر مدلل بحث کی گئی ہے اور حوالہ جات کا ایک انبار لگا دیا گیا ہے، غیر مقلدیت کیلئے اب یہ بات انتہائی پریشان کن ہے کہ انہوں نے چند مخصوص مسائل کیلئے مخصوص طرز استدلال وضع کر رکھا تھا، اب نماز کے ہر مسئلہ کو اسی مخصوص طرز استدلال سے ثابت کرنا ان کیلئے ناممکن تھا، بہر حال حضرت عمی مکرمؒ کا یہ پوری برصغیر کی حنفیت پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے غیر مقلدیت کا گستاخ منہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا، غیر مقلدین کے بارہ میں حضرت عمی مکرمؒ کا یہ جملہ

انتہائی اہمیت کا حامل ہے، فرماتے ہیں کہ

غیر مقلد حضرات جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں، عددی اعتبار سے بہت کم ہیں، مگر بہتان طرازی میں بڑے پر جوش ہیں، اہل حدیث تو نام ہی درست نہیں، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، ظاہری سب اہل حدیث ہیں حدیث کا منکر تو (ان میں سے) کوئی فرقہ بھی نہیں، البتہ ان کو غیر مقلدین کا فرقہ کہہ سکتے ہیں۔ خطبات جلد ۴ ص ۳۵)

مقام امام اعظم ابوحنیفہؒ

غیر مقلدین کا ایک متشدد اور غالی حلقہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ پر بھی الزام تراشیوں سے گریز نہیں کرتا، اس موضوع پر حضرت والد محترم مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی ''مقامِ ابی حنیفہؒ'' کا مطالعہ کر لیا جائے۔ حضرت عمی مکرمؒ نے بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عظمت کا دفاع پوری جرأت وحکمت کے ساتھ کیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ

بعض لوگوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متعلق غلط تاثر پھیلا رکھا ہے کہ آپ کو صرف سترہ احادیث یاد تھیں، حالانکہ آپ واحد امام ہیں جن کو صحابہ کرامؓ کی زیارت نصیب ہوئی، اور آپ قرآن وسنت پر گہری نگاہ رکھتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ آپ کو تمام صحیح احادیث یاد تھیں جو شخص حدیث سے ناواقف ہو وہ مجتہد کیسے بن سکتا ہے، پوری دنیا جانتی ہے کہ امام صاحب کا مرتبہ سید المجتہدین کا ہے، اور دیگر تینوں ائمہ یعنی امام شافعیؒ، امام مالکؒ، اور امام احمدؒ کا درجہ اجتہاد میں آپ سے پیچھے ہے۔ (خطبات جلد ۴ ص ۲۲)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ''وصایا شریف'' جو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت حماد بن ابی حنیفہؒ کو فرمایا متعدد کتب میں شائع ہو چکا ہے، اور اب علیحدہ بھی کتابچہ کی صورت میں طبع ہو چکا ہے، حضرت عمی مکرمؒ نے ''حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی چند وصیتیں'' کے نام سے ایک مضمون تحریر فرمایا جسمیں اسی وصیت نامہ کا ترجمہ کر کے شائع فرمایا، اس میں وصیت نمبر ۱۷ اور ۱۹ کا مضمون ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۷) اہل السنت والجماعت کے مسلک کو مضبوطی سے پکڑو، اور اہل جہالت (جاہل لوگوں) اور اہل ضلالت (گمراہ لوگوں) سے کنارہ کش رہو۔

(۱۹) ان پانچ احادیث پر پورا اعتماد رکھو (عمل پیرا ہونے کیلئے ہمیشہ انہیں ملحوظ خاطر رکھو) جن کو میں نے پانچ

لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے۔ (مقالات سواتی حصہ اول ص ۶۱)

اس وصیت نامہ میں یہ دو چیزیں پوری طرح واضح ہیں کہ امام صاحبؒ مذہب اہل سنت والجماعت پر خود بھی سختی سے قائم تھے، اور اپنی اولاد کو بھی اسی سے وابستہ رکھنا چاہتے تھے، دوسرا یہ کہ ان کے پاس پانچ لاکھ احادیث کا ذخیرہ موجود تھا، جس سے علم حدیث سے ان کی ناواقفیت ولاعلمی کا اعتراض دم توڑ جاتا ہے۔

فتنہ مماتیت کے خلاف جہاد

۱۹۵۶ء کے قریب سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی طرف سے ''تحریک انکار حیات النبی ﷺ'' کی داغ بیل ڈالی گئی تو ارباب دیوبند شدید اضطراب کا شکار ہوئے، کیونکہ مذہبی اور اعتقادی حوالہ سے جماعت دیوبند کے اندر تفریق وانتشار کا یہ پہلا دروازہ کھولا گیا تھا، اس سے قبل چند سیاسی نوعیت کے اختلافات موجود تھے، لیکن جماعت کی اعتقادی وحدت قائم تھی، انتشار وتفریق کی اس پہلی مذہبی تفریق نے جماعت دیوبند کی وحدت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں، افہام وتفہیم کی تمام کوششیں ناکام ہونے کے بعد اس نومولود فرقہ کے خلاف ایک طرف حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ، حضرت مولانا غلام مصطفٰی بہاولپوریؒ، اور حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ جیسی شخصیات میدان میں اتریں، تو دوسری طرف مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، جامع مسجد حیاۃ النبی گجرات اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم جیسے مراکز دینیہ سامنے آگئے، اوران مراکز کے حوالہ سے حضرت عمی مکرمؒ، حضرت مولانا نذیر اللہ خانؒ اور حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمیؒ کی اس میدان کے اندر خدمات ناقابل فراموش ہیں، اور پھر جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے فیصلہ اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی تحریک پر حضرت والد محترم مدظلہ کو اس موضوع پر کتاب تحریر کرنے کی ڈیوٹی سونپی گئی، تو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی مرکزیت اور نمایاں ہوگئی، چنانچہ حضرت والد محترم مدظلہ کی ''تسکین الصدور'' اسی سلسلہ کی کڑی ہے، حضرت والد محترم مدظلہ کے شانہ بشانہ حضرت عمی مکرمؒ کی خدمات نے ملک بھر کے اندر اس قدر شہرت حاصل کی کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری پورے ملک کے اندر اہل حق علماء دیوبند کے عقیدہ کو سواتی برادران کے عقیدہ سے متعارف کراتے تھے۔

توضیحات حسینی کا ترجمہ

منکرین حیات الانبیاء خود کو رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے افکار وعقائد سے وابستہ قرار دیتے ہیں، حضرت عمی مکرمؒ نے ۱۳۸۷ھ ہجری (غالباً ۱۹۶۷ء عیسوی) میں حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کی معروف کتاب، ''فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ'' کا اردو ترجمہ شائع کیا، جو کہ فارسی میں مطبوعہ تھی، اور یہ کتاب تصوف پر ہے، یہ کتاب حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ (گوجرانوالہ) نے بھی شائع کی لیکن خدا معلوم کس مصلحت کے تحت انہوں نے اسمیں دو تبدیلیاں کر دیں، پہلی یہ کہ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ، کا رکھا ہوا نام ''فیوضات حسینی'' تبدیل کر کے اس کا نام ''افادات حسینیہ'' رکھ دیا غالباً اس سے استاد مرحوم کو انکی گرائمر کمزور ہونے کا احساس دلانا مقصود تھا، اور دوسرا کتاب کے آخر میں سلاسل کے شجروں سے الٰہی بحرمت فلاں کے الفاظ حذف کر دیے، اس سے غالباً استاد مرحوم کو یہ احساس دلانا مقصود تھا کہ یہ کلمات شرکیہ ہیں، جو آپ جیسے موحد کو زیب نہیں دیتے۔

بہر حال حضرت عمی مکرمؒ نے حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کی اصل کتاب من وعن متن کے ساتھ ترجمہ کر کے شائع کر دی۔ اور کتاب کے آغاز میں چھیانوے صفحات پر مشتمل ایک انتہائی قیمتی اور معلوماتی مقدمہ بھی شامل کر دیا، جسمیں حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے حالات زندگی انکی علمی و دینی خدمات اور ان کے تلامذہ وخلفاء کا تذکرہ شامل ہے، حضرت عمی مکرمؒ نے کتاب کے آخر میں سلاسل تصوف کے شجرات کا تذکرہ من وعن کیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا حسین علیؒ توسل بالاموات کے قائل تھے۔

مسئلہ توسل اور مسلک دیوبند

حضرت عمی مکرمؒ نے ''مسئلہ توسل پر ایک نظر شرعی نصوص اور مسلک دیوبند کی روشنی میں'' کے عنوان سے ایک مضمون بھی تحریر فرمایا، جو ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک کے شمارہ جون ۱۹۶۷ء میں طبع ہوا اس میں حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کی ''البیان فی تفسیر القرآن'' ص ۶۸ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ

قاعدہ جلیلہ ص ۴۹ میں ہے وسیلہ پکڑنا ساتھ نبی ﷺ کے بیچ دعاء کے بعد وفات کے بعض صحابہ اور تابعین اور امام احمد وغیرہ سے منقول ہے، اس کا معنیٰ ہے **اسئلك نبيك محمد اى اسئلك بايمانى به وبمحبته** (یعنی میں تیرے نبی پر ایمان اور محبت کے طفیل سے سوال کرتا ہوں) ص ۳۸ میں ہے التوسل

بالایمان والطاعة اصل الایمان ،یعنی ایمان اور اطاعت کے ساتھ توسل کرنا تو اصل ایمان ہے۔(مقالات سواتی ص ۳۱۲)

حضرتؒ کی ''تحریرات حدیث'' اور دیگر کتب سے یہ حقیقت بصراحت معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ نہ تو عقیدہ حیات الانبیاءؑ سے انکاری تھے، نہ سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر سے انکاری تھے، نہ قبر کے اندر جسم کی طرف اعادۂ روح سے انکاری تھے، نہ عذاب وراحت قبر روح مع الجسد سے انکاری تھے، بلکہ وہ عرض اعمال کی احادیث صحیحہ کو بھی برحق مانتے تھے، البتہ عام اموات کے سماع سے انکاری ضرور تھے، اور یہ بات واضح ہے کہ عام اموات کے سماع وعدم سماع کا اختلاف چونکہ عہد صحابہؓ سے چلا آ رہا ہے، لہٰذا اسے حق و باطل اور سنت وضلالت کا معیار قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مولانا قاضی نور محمدؒ کا عقیدہ

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے پہلے مرکزی امیر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحبؒ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے مسئلہ میں اہل حق علماء دیوبند کے ساتھ تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ نے ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی تحریر پر بلاتردد دستخط کر دیئے تھے، اور وہ تحریر درج ذیل ہے۔

وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد کو برزخ (یعنی قبر مبارک) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے، اور اس حیات کی وجہ سے روزہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے مرکزی امیر مولانا قاضی نور محمدؒ اور مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا غلام اللہ خانؒ کے اسی تحریر پر دستخطوں کے بعد یہ نزاع ختم ہو جانا چاہیے تھا، لیکن انانیت وہٹ دھرمی ان راہوں میں ایسی حائل ہوئی کہ یہ نزاع تاحال ختم نہ ہوسکا، حضرت عمی مکرمؒ مولانا قاضی نور محمدؒ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ

آپ حضرت مولانا حسین علیؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے، مسئلہ حیات النبی ﷺ میں علماء دیوبند کے طرفدار تھے، چنانچہ ایک دفعہ ہمارے سامنے کی بات ہے کہ حدیث سماع کا ذکر تھا، یعنی حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ من صلی عند قبری سمعته ومن صلی نائیا ابلغته، تو قاضی صاحب مرحوم فرمانے لگے کہ جس حدیث کے بارہ میں ملا علی قاریؒ، حافظ ابن القیمؒ، امام ابن تیمیہؒ، علامہ سخاویؒ، اور حافظ ابن حجرؒ جیسے بزرگوں

نے یہ کہا ہے کہ یہ صحیح ہے، اگر ہم کہیں کہ یہ صحیح نہیں تو کوئی دانشمندی کی بات نہ ہوگی، اور اسی طرح آپ نے صاف الفاظ میں یہ فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے، ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں، باقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں، نہ اس کی کیفیت کے معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔ (فیوضا حسینی ص ۳۶ الاکابر ص ۳۳۹)

مولانا قاضی نور محمدؒ کے اس عقیدہ کا اظہار ان کے فرزند و جانشین مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب مدظلہ بھی حضرت والد محترم مدظلہ کے سامنے متعدد بار فرما چکے ہیں، بلکہ ایک بار مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب نے فرمایا کہ جب میرے والد محترم مولانا قاضی نور محمد صاحبؒ حج پر تشریف لے گئے تو سفر سے قبل سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری قلعہ دیدار سنگھ ملاقات کے لئے تشریف لائے اور والد صاحبؒ سے فرمایا کہ وہاں حضور علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر میرا بھی سلام عرض کردیں۔

حضرو کی جمعیۃ اشاعۃ التوحید کا منصفانہ فیصلہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب مدظلہ (جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی) کی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ (جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو ضلع اٹک) کی مخلصانہ وحکیمانہ کاوشوں سے جمعیۃ اشاعۃ التوحید ضلع اٹک کے اسی سے زائد علماء کرام نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی اسی تحریر پر دستخط کر کے جماعت دیوبند کے اجتماعی دھارے میں شامل ہونے کا اعلان کردیا ہے جس پر جمعیۃ اشاعۃ التوحید کی ابتدائی مرکزی قیادت نے دستخط کر کے اپنی طرف سے نزاع کا خاتمہ کردیا تھا، اللہ کرے کہ جمعیۃ اشاعت التوحید کے دیگر حضرات بھی اس حکیمانہ و منصفانہ فیصلہ کی تائید و تصدیق کر کے جماعت دیوبند کی قوت کو عصر حاضر کی الحادی قوتوں کے خلاف مضبوط و مستحکم کرسکیں، خدا کرے۔ جمعیۃ اشاعۃ التوحید ضلع اٹک کے علماء کا یہ فیصلہ ''جامعہ عربیہ اشاعۃ القرآن حضرو'' کی طرف سے شائع ہو چکا ہے جو صاحب چاہیں وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ سے منگوا سکتے ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا عقیدہ

حضرت عمی مکرمؒ خانوادۂ ولی اللہی کے بعد اگر تحریکی و انقلابی حوالہ سے کسی شخصیت سے متاثر اور اس کو اپنی آئیڈیل شخصیت تسلیم کرتے تھے وہ شخصیت امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی شخصیت ہے،

حضرت امام سندھیؒ کے فکری ونظریاتی دفاع میں حضرت عمی مکرمؒ کی خدمات کسی سے مخفی و پوشیدہ نہیں، اس پر انہوں نے "مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم وافکار" کے نام سے ضخیم کتاب بھی تالیف فرمائی ہے، چنانچہ امام سندھیؒ کے سفر افغانستان کے واقعات میں ایک مقام پر سرگزشت کابل ص ۳۵ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ

(مولانا سندھیؒ)، سلطان محمود غزنویؒ کے مقبرے کو دیکھنے کیلئے گئے جو غزنی سے دو میل پر تھا، ایک لڑکا گدھے کے ساتھ جا رہا تھا، مولانا عبد اللہ لغاری نے اس سے کہا کہ گدھا ہمیں دو کہ اس پر سوار ہو کر سلطان محمودؒ کے مقبرے پر جائیں، اس نے کہا کہ نصف روپیہ کابلی لوں گا، چنانچہ وہ گدھا اس سے لیا، اور مولانا سندھیؒ اس پر سوار ہوئے، مولانا نے اس لڑکے سے کہا کوئی شعر سناؤ، اس نے (یہ شعر سنایا)

دریں صحرا کہ می بینی سراسر خیمہ لیلیٰ است
دو صد مجنونِ سرگرداں دریں ریگ رواں گم شد

مولانا کو اس پر وجد آ گیا، اور فرمایا کہ یہ قبریں خیمۂ لیلیٰ ہیں، کیونکہ روح ان سے تعلق رکھتی ہے۔
(مولانا سندھیؒ کے علوم وافکار ص ۱۳۱)

شریعت وطریقت سے یکساں تعلق

عصر حاضر کے فتنوں میں سے ایک عظیم فتنہ شریعت اور طریقت کے درمیان تفریق پیدا کرنے اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا ثابت کرنے کا فتنہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شریعت سے وابستگی کے دعویداروں نے ائمہ تصوف وطریقت کو شریعت محمدیہ ﷺ سے الگ ایک نئے دین کے پیروکار قرار دیکر ان سے برأت و بیزاری کا اعلان کر دیا ہے، اور طریقت سے نسبت وتعلق کے دعویدار احکامات شرعیہ سے آزادی حاصل کر چکے ہیں، یعنی وہ متواتر ومتوارث عملی و ظاہری تعلیمات سے الگ تھلگ ایک خود ساختہ "سینہ بسینہ" مذہب کے پیروکار ہو کر رہ گئے ہیں، اس گروہ کا جدید ایڈیشن "صوفی ازم" کے نام سے مسلسل ترقی پذیر ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ اہل تصوف کیلئے احکامات شرعیہ کی پابندی ضروری نہیں، حالانکہ شریعت اور طریقت دونوں لازم وملزوم ہیں، دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا تعلیمات الٰہیہ اور احکامات نبویہ ﷺ سے صریح بغاوت ہے، شریعت احکامات ظاہرہ کی تعلیم دیتی ہے تو طریقت تزکیہ نفس یعنی باطنی تربیت کی طرف متوجہ ہوتی ہے، ہماری تاریخ اسلامی کے تعلیمی اور خانقاہی دونوں سلسلوں کی ہم آہنگی بدستور قائم رہی ہے، اگر

شریعت کے ائمہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ نے طریقت میں امیر المجاہدین حضرت مولانا سید احمد شہید بریلویؒ کو اپنا مقتداء و مرشد مانا ہے تو طریقت کے امام حضرت مولانا سید احمد بریلوی شہیدؒ نے شریعت کے تمام احکام و مسائل میں شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ کو ہی اتھارٹی اور حجت قرار دیا ہے، اسی طرح اگر شریعت کے ائمہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے امام الاولیاء حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو طریقت میں اپنا امام و مقتداء بنایا ہے تو طریقت کے امام حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے شریعت کے مسائل کیلئے اپنے تمام مریدین و متعلقین کو حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے اور حضرت حاجی صاحبؒ کا خط باقاعدہ مطبوعہ ہے۔

غرضیکہ شریعت اور طریقت کے درمیان تفریق کی یہ دیواریں ایک منظم سازش کے تحت کھڑی کی جا رہی ہیں، حضرت عمی مکرمؒ اپنے اسلاف دیوبند کی عین روایات کے مطابق شریعت و طریقت میں تلازم کو ضروری قرار دیتے تھے، وہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے شریعت و طریقت دونوں نسبتیں رکھتے تھے، لیکن پوری زندگی انہوں نے احیاء شریعت میں گزاری، ان کی تحریرات میں حضرت اویس قرنیؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت خواجہ محمد عثمانؒ وغیرہم بزرگوں کا تذکرہ جس محبت و احترام کے ساتھ ملتا ہے اس سے سلسلہ طریقت کے ساتھ ان کے قلبی تعلق کا خوب پتہ چلتا ہے، چنانچہ وہ شریعت اور طریقت کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ (البقرہ۔۱۷۷) اس قدر جامع اور ہمہ گیر ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو شریعت اور طریقت کا سارا پروگرام سمجھا دیا ہے، شریعت کے اصولوں پر صحیح طریقے سے عمل کرنا ہی طریقت ہے اور اسی کا نام حقیقت ہے، دوسرے الفاظ میں شریعت کے ظاہری اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اس کی حقیقت کو بھی اپنا لینے کا نام طریقت ہے، اسی کو حقیقت بھی کہتے ہیں، اور اسی کا نام معرفت بھی ہے، یہ ساری چیزیں شریعت کے ساتھ ہی وابستہ ہیں، اور کوئی الگ چیزیں نہیں ہیں، یہ تو محض جہال کا خیال ہے کہ طریقت، حقیقت اور معرفت، شریعت سے کوئی مختلف چیزیں ہیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ جس حقیقت یا طریقت کو شریعت رد کر دیتی ہے وہ زندقہ یا الحاد کے سوا کچھ نہیں، بلکہ محض بے

دینی ہے، بزرگان دین کی طریقت یہی ہے کہ وہ دین اور شریعت کے اصولوں پر کما حقہ عمل پیرا ہوں، نماز اسی طرح پڑھیں جس طرح شریعت میں مطلوب ہے، روزہ اسی طرح رکھیں جیسے اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے، حج اور جہاد بھی رضائے الٰہی کے مطابق کریں، اور صدقہ وخیرات میں بھی وہی خلوص پیدا کریں جو اللہ تعالیٰ کو قبول ہے، اس کے علاوہ بندوں کے حقوق بھی پورے طریقے سے ادا کریں، اگر انسان میں یہ چیزیں پیدا ہو جائیں تو اسی کا نام طریقت ہے، غرضیکہ اس آیت مبارکہ میں شریعت اور طریقت کا مکمل پروگرام سمجھا دیا گیا ہے۔
(خطبات جلد ۲ ص ۱۱۸)

طریقت کو عصر حاضر میں جس خیالی اور خالی نسبت کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے، اور اسی کو نجات کیلئے کافی سمجھ لیا گیا ہے یہ بذات خود ایک بڑا عظیم فتنہ ہے، چنانچہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت عمی مکرمؒ فرماتے ہیں کہ

اس زمانہ میں ان بزرگوں کے نام پر بدعات کو رواج دیا جا رہا ہے، بھلا ایسی غلط نسبت کسی کے کہاں کام آئے گی؟ اس طرح قادری، سہروردی، چشتی اور نقشبندی جیسی نسبتیں کسی کام نہیں آسکتیں جب تک اپنے عقیدہ اور عمل کو ان بزرگوں کے مطابق نہ بنایا جائے، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ ابو یزید بسطامیؒ، شیخ ابو الحسن خرقانیؒ، حضرت علی ہجویریؒ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ، حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ، خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ، اور خواجہ بہاؤ الحق زکریا ملتانیؒ بڑی بزرگ ہستیاں تھیں، جنہوں نے اپنے عمل کے ذریعہ کفرستان میں دین کی شمع روشن کی مگر آج صرف ان کے نام لینے والے باقی ہیں، جو ان کی گدیوں کی آمدنی پر پل رہے ہیں، ورنہ ان لوگوں کی ان بزرگوں کے ساتھ کوئی نسبت نظر نہیں آتی، اور جو لوگ زبردستی اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس کا کچھ فائدہ نہیں ہو گا، جب تک عقیدہ اور عمل ان بزرگوں کے مطابق نہ ہو۔ (تفسیر معالم العرفان جلد اول ص ۱۶۶)

نظام اسلامی کے نفاذ اور حدود اللہ کی حفاظت کیلئے جد و جہد

حضرت عمی مکرمؒ نے صرف مذہب اہل سنت اور مسلک علماء دیوبند کے عقائد ونظریات کی حفاظت اور باطل فرقوں کے تعاقب کی خدمات ہی سرانجام نہیں دیں بلکہ ملک کے اندر اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے بھی ہمیشہ کوشاں رہے، وہ عملی سیاست میں کبھی نہیں آئے، لیکن شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ، ضیغم اسلام حضرت ہزارویؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی قیادت میں جمعیۃ علماء اسلام کی عملی سیاسی جد و جہد کے ساتھ

ہمیشہ تعاون جاری رکھا، اور جب جمعیۃ علماء اسلام نظریاتی بنیادوں سے ہٹ کر صرف معروضی سیاست کے چکر میں الجھ گئی تو حضرت عمی مکرمؒ بھی رفتہ رفتہ اس سے کنارہ کش ہوتے چلے گئے، البتہ اپنے دعوتی میدان میں نظام اسلام کے نفاذ کی آواز ہمیشہ بلند کرتے رہے، چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

(۱) امریکی اور روسی سامراج

حضرت عمی مکرمؒ امریکی اور روسی سامراج کو ایک ہی نظر سے دیکھتے تھے، اور دونوں کو اسلام اور مسلمان دشمن قرار دیتے تھے، ان کے نزدیک روسی اور امریکی دونوں سامراجوں کی بیک سائیڈ پر صیہونی تحریک اور یہودی دماغ کام کر رہے تھے، چنانچہ اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں کہ

اسرائیل تو یہودی ہے ہی امریکہ بھی نصف یہودی اور نصف نصرانی ہے، امریکی باشندوں کی اگر ماں یہودی ہے تو باپ عیسائی ہے، اور ماں عیسائی ہے تو باپ یہودی ہے، یہ سب یہودی یا نصرانی ہیں، کوئی ماں کی طرف سے یہودی ہے کوئی باپ کی طرف سے اور کوئی دونوں طرف سے یہودی ہے، صدر امریکہ جمی کارٹر بھی ایسا ہی ہوگا، آپ تحقیق کر کے دیکھ لیں، انشاء اللہ میرا دعویٰ غلط نہیں ہوگا، کارٹر کی ماں یہودی ہے یا باپ یہودی ہے......روسی بگڑے ہوئے یہودی یا نصرانی ہیں، جنہوں نے دہریت اختیار کر لی ہے، ان کے آباؤ اجداد بھی یہودی اور عیسائی تھے، اور یہ سب مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں متفق ہیں، اور ادھر [illegible] یہ ہے کہ مسلمان کسی مسئلہ پر متفق و متحد ہونے کیلئے تیار نہیں۔ (خطبات جلد ۳ ص ۱۰۱)

یاد رہے کہ یہ خطبہ ۱۹۸۰ء کا ہے، جب روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہو چکی تھیں، اور پاکستان افغان جنگ میں شامل ہونے کی ابتدائی منصوبہ بندی مکمل کر چکا تھا، اس وقت ملک کے اندر دو لابیاں متحرک تھیں، اور ایک دوسرے پر الزامات کا بازار گرم تھا، رشین لابی اس جنگ میں کودنے کو امریکہ نوازی قرار دے رہی تھی اور امریکن لابی اسے دہریت کے خلاف مذاہب عالم (عیسائی، یہودی، مسلمان) کی جنگ کے حوالہ سے پیش کر رہی تھی، جبکہ اعتدال پسند مذہبی طبقہ اسے افغانستان جیسی مسلم ریاست کی آزادی اور پاکستان کی سلامتی کے حوالہ سے دیکھ رہا تھا، اس جنگ میں امریکی معاونت کی وجہ سے بڑے بڑے مذہبی اور سیاسی لوگ امریکہ کے خلاف آواز اٹھانے کو حکمت و مفادات کے خلاف سمجھتے ہوئے خاموش تھے، لیکن حضرت عمی مکرمؒ جیسے مردان قلندر اس وقت بھی امریکی سامراج سے مطمئن نہیں تھے۔

(۲) روس کے اشتراکی نظام کا خاتمہ

روسی سامراج کی فرعونیت بھی اپنے عروج کو پہنچ چکی تھی، اور تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان وغیرہ متعدد مسلم ریاستوں کو بزور طاقت اپنے خونی پنجوں میں لے چکی تھی لیکن جس طرح امریکی سامراج کا غرور ویت نام میں ٹوٹا، اسی طرح روسی سامراج کا غرور افغانستان میں ریزہ ریزہ ہوگیا اور اسے بارہ سال کے بعد بے آبرو ہو کر نکلتے پوری دنیا نے دیکھا، حضرت عمی مکرمؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

یہ روس والے بہت بڑے بت بنے بیٹھے تھے، خدا تعالیٰ نے ان کی خدائی کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا ہے یہ اشتراکیت کے دعوے دار تھے، مگر صرف ستر سال کے قلیل عرصہ میں ان کا یہ خود ساختہ بت پاش پاش ہوگیا، اب دوسرا بڑا بت سرمایہ داری کا بت ہے جس پر امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی اجارہ داری ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بھی ذلیل وخوار کرے گا، اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ دونوں غیر فطری اور لعنتی نظام ہیں، اب مسلمان بھی زیادہ تر سرمایہ دارانہ نظام کا شکار ہو چکے ہیں، ان کو خدا کے عطا کردہ نظام معیشت کا علم ہی نہیں، ان میں جرأت ہی نہیں کہ غریب کا خون چوسنے والے سودی نظام کو لات مار کر عادلانہ نظام نافذ کریں۔ (خطبات جلد ۵ ص ۹۷)

یہ خطبہ نومبر ۱۹۹۱ء کا ہے جب روسی فوجوں کی ذلت آمیز پسپائی کا منظر دنیا کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، اس وقت بھی ایک طبقہ وہی ذہنیت رکھتا ہے کہ روس کی مخالفت کی وجہ سے امریکہ کو ''ون سپر پاور'' کی پوزیشن اختیار کرنے کا موقع ملا ہے، لیکن اگر اس طبقہ کی آنکھیں کھلی ہوں اور وہ ہوش کے ساتھ حالات کا جائزہ لینے کی صلاحیت سے محروم نہ ہو چکا ہو تو اسے احساس ہونا چاہیے کہ امریکہ کے دن بھی گنے جا چکے ہیں، اور وہ جس گرداب میں پھنس چکا ہے اس سے نکلنا اب اس کیلئے ممکن نہیں رہا، اور اس کی پسپائی انشاء اللہ العزیز روس سے بھی زیادہ عبرتناک اور ذلت آمیز ہوگی، عالم اسلام کی مسلم قیادت اگر ہوشمندی کا ثبوت دیتی تو اب تک امریکہ بھی اپنے انجام تک پہنچ چکا ہوتا، لیکن بدقسمتی سے مسلم حکمران ملائشیا کے مرد آہن مہاتیر محمد کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہو کر نہ تو مسلم بلاک بنا سکے، نہ مشترکہ اسلامی تجارتی منڈی کا قیام عمل میں لا سکے، نہ مشترکہ کرنسی تیار کر سکے، اور نہ مشترکہ فوج کی کوئی صورت پیدا کر سکے، جس کی وجہ سے مسلم امہ ظلم وبربریت کی چکی میں پس رہی ہے۔

(۳) باہمی اختلافات سامراج کے پیدا کردہ ہیں

مسلمانوں کے اندر پیدا ہونے والے اختلافات اور ان کے ذریعہ پیدا ہونے والی باہمی نفرتیں سامراجی سازشوں کا نتیجہ ہیں، پہلے ملک کے اندر سیکولر لابی روسی سامراج کی سرپرستی میں فرقہ واریت کی فضا پیدا کرتی تھی، اور اب امریکی سامراج کی سرپرستی میں یہ فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔

حضرت عمی مکرمؒ نے اپنی ایک تقریر میں اس بات کی طرف توجہ بایں الفاظ دلائی کہ

بھائی، آج کل فرقہ واریت کی فضا زوروں پر ہے، شیعہ، اہل بدعت اور غیر مقلد علماء، اہل سنت کے خلاف تکفیر بازی کر رہے ہیں، اس قسم کے فتنے ہمارے ملک میں عروج پر ہیں، مگر میں تو نصیحت کی بات ہی کروں گا، اشتراکی لوگ بھی آج کل بہت سرگرم ہیں، کیونکہ ان کا قائد روس بھی پیچھے ہماری سرحدوں پر آیا بیٹھا ہے جب خدا کا غضب آتا ہے تو پہلے گھر کے قریب آتا ہے، روسی افواج کی افغانستان میں آمد کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے، ہمارے حکمرانوں اور عوام کی غلط سیاست اور بداعمالیوں کی وجہ سے قہر خداوندی ہمارے سر پر آپہنچا ہے، اس نظام کے ماننے والے تاک میں ہیں کہ جب موقع ملے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنا مشن مکمل کر لیں، ان حالات میں ہمیں چاہیے تو یہ تھا کہ باہمی رواداری کے ذریعہ اسلام کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے مگر ہم خود ہی اغیار کے آلہ کار بن کر اسلام کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہیں، اور مسلمانوں کے فرقے آپس میں دست وگریباں ہو کر دشمن کو وار کرنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سمجھ عطا کرے۔ (خطبات، جلد ۴ ص ۳۴)

یہ مئی ۱۹۸۳ء کا خطبہ ہے، اور اس وقت علماء دیوبند کے خلاف ایک محاذ گرم تھا، چونکہ اس وقت پاکستان کے مذہبی طبقات میں سے صرف دیوبندی مکتب فکر ہی محاذ افغانستان پر افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ جہاد میں مصروف تھا، اس لئے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ اندرون ملک ان کے خلاف فرقہ وارانہ محاذ گرم کرنے والوں کی پشت پر کون ہو سکتا ہے؟

(۴) عائلی قوانین کے خلاف بغاوت

فیلڈ مارشل ایوب خان کے دور میں جب اسلامی نظریاتی کونسل کے سربراہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی سربراہی میں عائلی قوانین مرتب ہوئے اور انہیں آئینی شکل دی گئی تو ملک کے مذہبی طبقات میں ایک کہرام مچ گیا، کیونکہ یہ سراسر خلاف قرآن وسنت تھے، چنانچہ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ اور ان کے بعد حضرت ہزارویؒ اور

مولانا مفتی محمودؒ کی قیادت میں ان قوانین کے خلاف تحریک اٹھی، حضرت عمی مکرمؒ فرماتے ہیں کہ

صدر ایوب خان کے زمانہ میں جب پہلی دفعہ عائلی قوانین کا اجراء کیا گیا تو ملک بھر کے علماء نے بالعموم اور علماء دیوبند (علماء حق) نے بالخصوص شدید احتجاج کیا، اسی دوران احقر عبدالحمید سواتی اور مولانا عبدالقیوم صاحب (مدرسہ نصرۃ العلوم کے مدرس) ایک دفعہ حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ملاقات کا وقت لیا، حضرت نے کمال مہربانی سے کافی وقت عطا فرمایا، میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ عائلی قوانین تو صریحاً کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہیں، اور صحابہ کرامؓ کے اجماع کے بھی خلاف ہیں، اور یہ تو صریح کفر ہے، اور بزور نافذ کیے جا رہے ہیں، ہم اس کے خلاف بغاوت کرتے ہیں خواہ جو بھی نتیجہ ہو، حضرت نے فرمایا نہیں، ہرگز ایسا نہ کرنا جہاں تک فرض کی ادائیگی کا تعلق ہے وہ ہم نے ادا کر دیا ہے اور اگر ایسی حالت میں بغاوت کا اعلان کیا گیا تو لوگ بیرون ممالک میں بھی بدنام کریں گے کہ دیکھو یہ مولوی لوگ کلمہ گو حکمران کے خلاف بھی بغاوت کر رہے ہیں، تو بجائے فائدہ کے الٹا نقصان زیادہ ہوگا، اور پھر فرمایا کہ اگر انگریز ہوتا تو ہم بھی بغاوت کا اعلان کرتے، لیکن ان حکام کے کلمہ گو ہونے کی وجہ سے ایسا کرنے میں زیادہ نقصان کا خطرہ ہے۔ (مقالات سواتی ص ۶۸)

حضرت عمی مکرمؒ کا یہ مضمون ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے ''شیخ التفسیر امام لاہوریؒ نمبر'' کیلئے تحریر کیا گیا اور اس میں شائع ہوا، یہ نمبر ۱۹۷۹ء میں طبع ہوا تھا، گزشتہ سال اسلام آباد کے اندر لال مسجد کا جو المناک واقعہ پیش آیا اس کے حوالہ سے علماء کرام کے اختلافات کو حضرت امام لاہوریؒ کے مذکورہ موقف کے تناظر میں بآسانی اور بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

(۵) حدود اللہ کا نفاذ

۱۹۸۰ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم نے ملک کے اندر حدود اللہ کے نفاذ کا اعلان کیا تو پورے ملک کے مذہبی حلقوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی، حضرت عمی مکرمؒ نے اس فیصلہ کا خیر مقدم بایں الفاظ کیا کہ

جنرل ضیاء الحق کا یہ اعلان ایک عظیم تاریخی واقعہ ہے کہ وہ حدود اللہ کا نفاذ اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں گے، یہ ایک عظیم نظام ہے جس کی برکات سے ہم کئی صدیوں سے محروم چلے آرہے ہیں، ہم تو گزشتہ دو سو سال سے انگریزوں کے لعنتی نظام میں ہی پس رہے ہیں۔ (خطبات جلد ۳ ص ۸۴)

ضیاء الحق مرحوم کے دور میں اسلامی قانون سازی کی طرف ایک اچھی پیش رفت ہوئی تھی، لیکن بدقسمتی سے علماء کی نااتفاقی کی وجہ سے وہ سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا، اور سینٹ کے علماء کا تیار کردہ شریعت بل متنازعہ ہو کر رہ گیا، بہر حال اس وقت ہمارے چند اسلامی قوانین جو موجود ہیں، جنہیں مرحلہ وار ختم کرنے کی سازشیں اور کوششیں برق رفتاری سے آگے بڑھ رہی ہیں، وہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور کا ہی عطیہ ہیں، کاش ان قوانین کو ایک آمر و غاصب سے بچانے کی کوششیں کرنے والے مذہبی طبقات ان قوانین کے بنانے میں ایک آمر کے معاون و مددگار بن جاتے تو آج اسلام دشمن قوتیں ان کو ختم کرنے میں اتنی دیدہ دلیر نہ ہوتیں۔

شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ

شناختی کارڈ کے اندر مذہب کا خانہ بھی غالباً ضیاء الحق مرحوم کے دور میں رکھا گیا، جس کا بنیادی مقصد قادیانیوں کو ان کے حدود میں رکھنا تھا تا کہ کوئی قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کر کے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جیسے مقامات مقدسہ کا رخ نہ کر سکے، ۱۹۹۲ء میں میاں محمد نواز شریف کے پہلے دور کے اندر عیسائیوں کی طرف سے مذہب کا خانہ ختم کرنے کا شور اٹھا تو حضرت عمی مکرمؒ نے فرمایا کہ

بھائی یہ مسئلہ بھی خواہ مخواہ طول پکڑ گیا ہے، آخر ہر پاکستانی کو اپنا مذہب ظاہر کرنے میں کیا حرج ہے، اہل اسلام چاہتے ہیں کہ قومی شناختی کارڈ میں ایک خانہ مذہب کا بھی ہو، جس میں لکھا جائے کہ یہ شخص مسلمان ہے، عیسائی ہے، سکھ ہے یا مرزائی ہے، مگر عیسائی حضرات اسکی مخالفت کر رہے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ جب سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے وہ اپنے آپ کو مسلمان کے علاوہ کچھ کہنے کیلئے تیار نہیں، اگر شناختی کارڈ میں مذہب کا وہ خانہ رکھ دیا جائے تو مرزائیوں کا وہ پول ظاہر ہو جاتا ہے جسے وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتے، در اصل یہ مسئلہ مرزائیوں نے کھڑا کیا ہے اور آگے عیسائیوں کو کر دیا ہے۔ (خطبات جلد ۵ ص ۲۷۷)

(۷) قانون توہین رسالت اور امریکی وزیر

دستور پاکستان میں توہین رسالت کی سزا موت تجویز کی گئی تو مغربی دنیا کی اسلام دشمن قوتوں کو یہ سخت ناگوار گزرا، چنانچہ انہوں نے اس کے خلاف ایک منظم مہم شروع کر دی۔

حضرت عمی مکرمؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اب پاکستان میں توہین رسالت کا قانون پاس ہوا ہے تو عیسائیوں میں کھلبلی مچی ہوئی ہے کہ یہ قانون ان کے خلاف استعمال ہوگا، بھائی تم کسی بھی نبی کی توہین نہ کرو تاکہ تم اس قانون کی زد میں نہ آؤ، ادھر امریکی وزیر نے یہ ہرزہ سرائی کی ہے کہ اگر سارے مسلمان عیسائی ہو جائیں تو پھر اس قانون میں کوئی حرج نہیں، یہ کس قدر دیدہ دلیری اور پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے، کتنی افسوسناک بات ہے کہ سات سمندر پار سے ایک آدمی حکومت پاکستان کو مشورہ دیتا ہے کہ توہین رسالت کا قانون ختم کرو۔ (خطبات جلد ۶ ص ۱۸۷)

(۸) حد رجم اور ملحدین

شادی شدہ زانی اور زانیہ کیلئے رجم کی سزا ایک شرعی حد ہے، لیکن مغربی میڈیا طویل عرصہ سے اس کے خلاف یہ ہرزہ سرائی کر رہا ہے کہ یہ ایک ظالمانہ سزا ہے، اور جدید تہذیب و معاشرت کے تقاضوں کے خلاف ہے، مغربی فکر سے مرعوب زدہ اور اشترا کی فکر کا دلدادہ پاکستانی دانشور بھی یہی راگ الاپ رہا ہے، حضرت عمی مکرمؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

حد رجم کا انکار بھی یہودیت کا شاخسانہ ہے، اس شخص کی خباثت کی داد دو جس نے فیڈرل شریعت کورٹ میں دعویٰ دائر کیا ہے کہ رجم کی سزا کو کالعدم قرار دیا جائے، کیونکہ بقول اس کے یہ شرعی حد نہیں ہے، مقصد یہ کہ لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہو کر دین سے بیزار ہو جائیں، خارجیوں نے بھی یہی اعتراض کیا تھا، اور آج کے زمانہ کے پرویزی چکڑالوی بھی اسی قماش سے ہیں، کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں رجم کی سزا نہیں ہے، بھئی صحیح سنت میں تو موجود ہے، حضور علیہ السلام کے زمانہ میں رجم کے متعدد کیس ہوئے اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں بھی رجم کی سزا دی گئی۔ (تفسیر معالم العرفان جلد ۲ ص ۳۹۱)

معزز قارئین کرام! ۳۲ گھنٹے کے قلیل وقت میں جو کچھ تیار ہو سکا، حاضر خدمت ہے، ہم نے اپنی کوشش کی حد تک حضرت عمی مکرم نور اللہ مرقدہ کے علم وفکر کے مختلف گوشے آپ کے سامنے رکھ دیے ہیں، خدائے بزرگ و برتر ہمیں ان علوم وافکار پر عمل پیرا ہونے، ان کی حفاظت واشاعت کرنے اور ان کو ترقی و وسعت دینے کی توفیق بخشے۔ آمین، یا رب العالمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

شیخ زادہ مولانا قاری حماد الزہراوی خطیب مرکزی جامع مسجد اہل السنۃ والجماعۃ بوہڑ والی
ومہتمم معارف اسلامیہ اکیڈمی گکھڑ

عصر حاضر کی ایک منفرد اور ممتاز علمی شخصیت

یہ دنیا ایک سٹیج ہے، جہاں ہر فرد اپنی اپنی خداداد صلاحیت اور قابلیت کے جوہر دکھاتا ہے، بے شمار لوگ اپنا وقتی اور معمولی نوعیت کا کردار دکھا کر ذہنوں سے جلد محو ہو جاتے ہیں اور کچھ افراد اپنے غیر معمولی کردار کے انمٹ نقوش چھوڑ کر امر ہو جاتے ہیں، اس مادر گیتی پر ایسے بھی کچھ خوش بخت لوگ بستے ہیں جو اپنی قابل رشک کارکردگی کی بدولت گمنامی کی زندگی سے شہرت کی رفعتوں کو چھوتے ہیں، وہ اپنی ہردلعزیز شخصیت کی وجہ سے نظروں کو بھاتے، دلوں میں سماتے اور ذہنوں پر چھا جاتے ہیں، ان کی دل نشیں یادوں سے تصورات کی حسین دنیا درخشاں، آباد اور شاد رہتی ہے، وہ خود تو اس جہان بے ثبات سے کوچ کر جاتے ہیں مگر زمانہ انہیں صدیوں یاد رکھتا ہے، وہ اپنے عظیم کردار ونظریات کی صالح باقیات اور ایسی روشن یادگاریں چھوڑ جاتے ہیں، دنیا جن سے رہنمائی پاتی اور سدا ان کا تذکرۂ خیر کرتی رہتی ہے، یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے درخشاں کردار کی بدولت تاریخ کے ماتھے کا جھومر بن جاتے ہیں، ایسی ہی قابل قدر شخصیات میں سے ایک عظیم شخصیت کا اجمالی تذکرہ قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔

ہزارہ کی مردم خیز جفاکش اور خوش گلو سرزمین پر بٹل کے قریب دراز قامت چیڑ کے درختوں سے ڈھکا ہوا بلند وبالا ایک شاداب پہاڑی خطہ ہے، جہاں ٹھنڈے پانی کے قدرتی چشموں، پہاڑی ندیوں کے حسین مناظر سے لبریز''کونش'' نامی ایک خوبصورت اور دلکش وادی ہے، جو وحشت وفرحت آمیز کیفیت کے ساتھ بل کھاتے اور پست وبالا ہوتے راستے''شاہراہ ریشم'' کے کنارے واقع ہے، بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں اس پہاڑی سلسلے کی ایک چوٹی پر جو''ڈھکی چیڑاں'' کے نام سے مشہور ہے، ایک سادہ اور ناخواندہ مگر دیندار کاشتکار کا یکتا اور جداگانہ بسیرا تھا جس کا خاندانی تعلق سوات سے منتقل ہو کر ہزارہ میں آباد ہونے والے پختون قبیلے یوسف زئی کی شاخ مندراوی سے تھا، نور احمد بن گل احمد بن خالق داد (عرف غلام داد)

نامی اس زمیندار کے گھر "بختاور" ماں کی کوکھ سے یکے بعد دیگرے محمد سرفراز خان اور عبدالحمید خان نام کے دو خوش نصیب اور سعادت مند فرزندوں اور دو بیٹیوں کا جنم ہوتا ہے، جو اپنے جفاکش باپ اور شیر کے منہ سے شکار کردہ اپنی زندہ و زخمی بکری چھین کر لانے والے جرأت و بسالت کے پیکر تنومند دادا کی گود میں پرورش پاتے ہیں، یہ کسے معلوم تھا کہ پہاڑ کی بلند چوٹی پر بسیرا کرنے والے اس خاندان کے یہ نونہال نہ صرف علوم و معارف کی عظیم تر چوٹیوں کو سر کر کے رفعت و عظمت کے مقامِ فائق سے ہم کنار ہوں گے بلکہ اپنے خاندان اور جنم بھومی کے لئے باعث شہرت و وقار قوم اور علاقے کے لئے سرمایۂ عزت و افتخار ہوں گے، قدرت الٰہی علوم دینیہ کی ترویج کے لئے ان بچوں کا انتخاب کرتی اور سعادت مندی سے ان کے مقدر کو وابستہ کر دیتی ہے، مگر جادہ سعادت کے یہ راہ پیما مشکلات و مصائب کی بے شمار گھاٹیوں کو عبور کرنے کے بعد فائز المرام ہوتے ہیں۔

قدرت کے بعض فیصلے وقتی اور درپیش مشکل حالات میں بڑے بھاری اور تکلیف دہ محسوس ہوتے ہیں، مگر پوشیدہ نتائج وعواقب کے حوالے سے یہ اپنے اندر کئی ایک خیر و حکمت کے پہلو لیے ہوئے ہوتے ہیں، ان جاں گداز اور جاں گسل مراحل پہ صبر، استقامت اور توکل کا مظاہرہ کرنے والوں پر ہی راحت و سعادت کی راہیں کھلا کرتی ہیں، چنانچہ یہ نونہال ابھی معصوم زندگی کی چند بہاریں ہی گزار پاتے ہیں کہ ماں کی مامتا اور پیار و محبت کی حقیقی گود سے محروم ہو جاتے ہیں، یہ معصوم کلیاں ابھی شباب کی بہار تک نہ پہنچ پائی تھیں کہ مشفق باپ کا سایہ کیا اٹھا کہ گھر کا شیرازہ ہی بکھر کر رہ گیا، رقبہ زمین و مکان پر کوئی اور قابض ہو گیا، اثاثہ بیت اور مال مویشی خویش و اقارب کے زیر نگیں ہو گئے، لقمے لقمے کی محتاجی، کئی کئی وقت کی فاقہ کشی اور تن بدن کی دیگر بنیادی ضروریات سے محرومی کا طویل سفر ان یتیم بچوں کی زندگی کا حصہ بن گیا، برفانی علاقے میں سخت جاڑے کی طویل و شدید خنک راتیں فرش زمین پر بستر و لحاف کے بغیر گزارنے تک کی نوبت آ جاتی ہے، فرحت کے حسین اوقات اور عیدین جیسے مواقع پہ خوشیوں کے حقیقی لمحات قصہ پارینہ بن گئے، یتیموں کی داستان عموماً خاصی دردناک ہوا کرتی ہے، ان یتیموں کی داستان بھی کرب و الم سے عبارت ہے، اوائل عمر میں ان کی حیات مستعار کا ایک حصہ عزیز رشتہ داروں کی بے لوث خدمات کی نذر ہو گیا، اور ایک حصہ مخلص اور خیر خواہ سرپرست کی عدم دستیابی اور عدم رہنمائی کی بنا پر بے ترتیب اور بے شعور زندگی کی بھینٹ چڑھ

گیا، اپنوں کی التفات و توجہات سے محروم ان یتیموں کا سفینہ حیات زمانے کے بے رحم تھپیڑوں کی لپیٹ میں ادھر ادھر گھومتا رہا، منجدھار میں پھنسی کھیون ہاروں سے محروم یہ کشتی طویل عرصہ تک مصائب کی تند و تیز موجوں اور ہواؤں کے رحم و کرم پر کبھی کسی سمت جاتی تو کبھی کسی جانب رخ کرتی، ساحل مراد سے نا آشنائی کے باعث یہ ناؤ کبھی تلاش منزل میں کسی کنارے سے جا ٹھہرتی تو کبھی بے تعین اور انجان منزل کی جانب رواں دواں ہو جاتی، منزل کی تلاش میں جاری اس سفر کی ہادی خلق دستگیری کرتا ہے، جہد و کاوش کو بالآخر حقیقی رخ مل جاتا ہے۔

حصول علم کی جانب رواں دواں یہ سفر کئی مراحل میں طے پاتا ہے، آج کی طرح مستقل مدارس کا وسیع جال تو اس وقت تھا نہیں، خال خال اور محدود پیمانے پر تعلیمی سہولیات میسر تھیں، بمکمل تعلیمی مراحل کے حامل معدودے چند مدارس تھے، طلباء خورد نوش کے حوالے سے مانگ تانگ کر کام چلاتے تھے، مدارس میں قیام و طعام کی سہولیات آج کی طرح میسر نہ تھیں، سفری معاملات بھی بڑے مشکل اور تکلیف دہ تھے، دشوار گزار اور اندیشہ ناک راہوں کا سفر خود کو خوف و خطر اور جان جوکھوں میں ڈالنا ہوتا ہے، اکثر پا پیادہ یا پا برہنہ، کبھی سست تو کبھی سبک گام جو ذریعہ مواصلات بھی دستیاب ہوا زیر استعمال آتا رہا، آخر کار حصول علم کا شوق رنگ لاتا ہے، راہ نوردی اور راہ پیائی منزل مقصود سے ہمکنار ہونے پہ آتی ہے، مختلف اساتذہ کرام سے علمی استفادے کی یہ کڑی ان عظیم المرتبت شیوخ سے جا ملتی ہے، جن کے علم اور تقویٰ، دیانت اور للّٰہیت سے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہوتی ہے، برصغیر کے اطراف و اکناف میں پھیلے ہوئے کئی ایک علمی چشموں سے فیض یابی کا یہ سفر علوم و معارف کے عظیم سرچشمے دارالعلوم دیوبند سے سیرابی تک رسائی حاصل کرتا ہے، ہزارہ کی بلند و بالا پہاڑی چوٹیوں سے شروع ہونے والا دو یتیموں کا یہ علمی سفر دارالعلوم پہنچ کر اپنی مراد پاتا ہے، یہ تشنگان علم اس سرچشمۂ معارف سے خوب سیراب اور فیض یاب ہو کر فضلاء دارالعلوم کی صف میں شامل ہونے کا عظیم اعزاز پاتے ہیں، کلفت و مشقت کی طویل اور تاریک شب کا آخر اختتام ہوتا ہے، سحر کا اجالا روشن صبح کی نوید لاتا ہے اور نیا طلوع ہونے والا دن علمی و روحانی مسرت و شادمانی کا پیغام بن کر نمودار ہوتا ہے، یہ سواتی برادران بعد میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان اختر کے نام نامی سے مشہور و متعارف ہو جاتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد حضرت صفدر مدظلہ تو گوجرانوالہ کے قریب گکھڑ میں خطابت کے

ساتھ مختلف تعلیمی، تدریسی اور تصنیفی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے جبکہ حضرت صوفی صاحب اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے پہلے حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے پاس تشریف لے گئے، جہاں انہوں نے تفسیر قرآن، تقابل ادیان، فن مناظرہ اور افتاء وغیرہ مختلف متداول دینی علوم وفنون میں مہارت حاصل کی، بعدازاں آپ نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد میں طب وحکمت وغیرہ عصری علوم کے ساتھ گریجویشن کر کے گوجرانوالہ آ گئے، ابتداءً انہوں نے گوجرانوالہ میں ایک مطب قائم کیا، مگر قسام ازل کے ہاں ان کا انتخاب کچھ اور ہی سعادتوں کے لئے ہو چکا تھا، گھنٹہ گھر کے قریب ایک بڑے جوہڑ کے وسیع رقبے کی ایک عظیم الشان دینی مرکز میں تبدیلی کی وقیع خدمت تکوینی طور پر ان کے مقدر میں تھی، رفتہ رفتہ مذکورہ مقام پر جامع مسجد نور اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے نام سے ایک قابل قدر عظیم دینی ادارہ معرض وجود میں آ گیا، جو نہ صرف ملک کے ممتاز تعلیمی اداروں میں سے ایک ہے بلکہ اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے وہ دیگر اداروں سے منفرد اور ممتاز ہے۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ جو باطل اعتقادات، فاسد نظریات اور غیر شرعی رسومات کے رد میں اپنی بیش بہا اور تحقیقی تصانیف کی بدولت مسلک حق اہل السنۃ والجماعۃ مکتب دیوبند کے ترجمان اور امام اہل السنۃ کے لقب سے ملقب ہیں، ملک کی اس معروف دینی درسگاہ میں قریباً نصف صدی تک شیخ التفسیر والحدیث اور ناظم تعلیمات رہے ہیں، موصوف اب پیرانہ سالی اور مختلف عوارضات کی وجہ سے عرصہ کئی سال سے صاحب فراش ہیں، فشفاہ اللہ شفاء کاملہ، علمی میدان میں سواتی برادران نے جو انتہائی قابل رشک خدمات سرانجام دی ہیں وہ اپنی مثال آپ اور دوسروں کے لئے مشعل راہ ہیں۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نور اللہ مرقدہ جو اب اس جہان میں نہیں ہیں مگر ان کا نام افکار و معارف کی دنیا میں سدا جگمگاتا رہے گا، حضرت موصوف جیسے محبت وشفقت کے پیکر، علم وفکر کے منبع، مشفق و مہربان مربی سے محرومی بلاشبہ ایک ناقابل تلافی صدمہ ہے، مگر خدا تعالیٰ کی مرضی کے سامنے سر جھکانا ہی پڑتا ہے کہ موت سے کوئی مفر ہے نہ مشیت ایزدی میں کسی کو دم مارنے کی اجازت، یہ حسین ورنگین اور حزین وغمگین دنیا اپنے انجام کے اعتبار سے فانی ہے، جو بھی اس جہان بے ثبات میں آیا اسے جلد یا بدیر یہاں سے رخصت ہونا ہی ہے، چل چلاؤ کا یہ سلسلہ ابتدائے آفرینش سے جاری ہے، ہر ذی روح کو اپنے وقت اور رزق کی تکمیل پہ موت کی مشکل ترین گھاٹی سے گزر کر ایک ایسے جہاں کیطرف منتقل ہونا ہے، جس سے رابطہ منقطع اور

جس کا ادراک محال ہے، صدیوں سے یہ دلخراش دستو چلا آ رہا ہے کہ جان سی پیاری ہستیوں کو کرب و اضطراب سے لرزتے ہاتھوں کے ساتھ مٹی کے ڈھیر تلے دفن کرنا پڑتا ہے، بچھڑ جانے والوں کو آنکھیں ترستی اور نگاہیں ڈھونڈتی ہیں، دل ان کی یاد میں بے قرار رہتا ہے، مگر بے سود کہ اس جہاں سے پلٹ کر بھی کبھی آیا کوئی؟ حضرت صوفی صاحب کا حادثۂ ارتحال ایک عظیم اور غیر معمولی سانحہ ہے کیونکہ جن لوگوں کی زندگی غیر معمولی ہوتی ہے ان کی موت بھی اپنے ہمہ جہت اثرات کی وجہ سے غیر معمولی ہوا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عالم کی موت کو جہان کی موت قرار دیا ہے، حضرت صوفی صاحب صرف ایک عالم ہی نہیں بلکہ ادارہ ساز اور عالم ساز شخصیت تھے، آپ کی ساری زندگی فروغ علم اور خدمت دین کے لیے مصروف عمل رہی، آپ نے زندگی کو قوم کی ایک امانت سمجھ کر گزارا، احساس ذمہ داری اور دیانت داری کو سدا شعار بنائے رکھا، منصب کی آڑ میں دنیا بنانے کا کبھی خیال تک انہیں پیدا نہ ہوا، بیک وقت اہتمام، تدریس اور خطابت جیسی اہم ذمہ داریاں نبھانے کے باوصف ایک ہی مشاہرے پر قناعت ان کا شیوہ رہا، حرص و ہوس سے سدا اپنے دامن کو بچائے رکھا اگر کچھ پس انداز ہوتا تو وہ فیاضی اور مہمان نوازی کی نذر کر دیتے، زندگی اس حالت میں بسر کر دی کہ اپنی ذاتی رہائش تک کا یارانہ نہ ہو سکا، طبیعت میں پاکیزگی، نفاست اور مزاج میں شاہانہ نزاکت کے باوجود لباس و رہائش اور شرب و طعام میں سادگی اور کفایت شعاری کا عنصر غالب رہا البتہ خوشبو سے معطر ان کا لباس پوری محفل کو پُر مہک بنائے رکھتا تھا، آپ سے ملاقات کے وقت ہر چھوٹے بڑے کو توجہ، محبت اور اپنائیت کا وہ پہلو ملتا کہ ہر ملاقاتی فرحت، دل بستگی اور الفت کی عجیب کیفیات اور جذبات اپنے دل میں محسوس کرتا، آپ کی ذرہ نوازی کا یہ انداز ہر خاص و عام کو اپنا گرویدہ بنالیتا، عرف عام میں گو آپ صوفی صاحب کے نام سے متعارف تھے مگر فکر اور سوچ کے اعتبار سے آپ ایک انقلابی شخصیت تھے، حضرت ممدوح اپنے عہد کے ایک منفرد، جامع الصفات اور کثیر المطالعہ عالم تھے آپ تبحر علمی اور وسعت نظری کے حوالے سے اپنے معاصرین میں ایک ممتاز اور یگانہ حیثیت کے مالک تھے، حضرت صوفی صاحب شہرت طلبی اور نام و نمود کی خواہشات سے مستغنی فروتنی، تواضع اور اخلاص وللٰہیت کے پیکر تھے، آپ معاملہ فہمی اور دور اندیشی کے اوصاف سے متصف ایک سنجیدہ مزاج، خلوت گزین اور خاموش طبع انسان تھے، آپ نہایت ملنسار، خوش خلق، فراخ دل، صاف گو اور صاف دل انسان تھے، حضرت صوفی صاحب بیک وقت کئی طرح کی صلاحیتوں

سے متصف تھے، آپ ایک حق گو اور بے باک خطیب، ایک دقیقہ رس اور حقیقت شناس محقق، ایک دور رس اور زیرک مدبر، ایک مشفق اور مہربان مہتمم، ایک زود فہم اور نکتہ سنج مدرس، ایک بلند پایہ اور عالی دماغ مفکر، ایک سہل بیان اور حقیقت نگار مصنف تھے، آپ مجسم زہد و ورع، حرص و ہوس سے منزہ قابل رشک عالم ربانی اور اسلاف کی ایک یادگار نشانی تھے، دینی وعصری علوم کے حسین امتزاج کی بدولت جہاں آپ بلاشبہ مجمع البحرین تھے، تو وہاں آپ عہد حاضر میں حضرت شاہ ولی اللہ کے افکار و معارف کے حقیقی ترجمان تھے، اور ان ہی حوالوں سے حضرت موصوف کا دیگر معاصرین پہ اپنا ایک امتیاز واختصاص تھا اور یہی خصوصیات انہیں اہل علم کی صف میں فائق اور برتر دکھاتی تھیں، حکمت و بصیرت کے انمول موتیوں سے آپ کا دامن سدا لبریز رہتا تھا، دقیق و غامض مضامین کی تفہیم کا خاص ملکہ آپ کو حاصل تھا، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مشکل ترین تصنیف ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کی تدریس آپ ہی کا خاصہ تھا، آپ کی فکر ونظر کی وسعت کا عجیب عالم تھا، اختلافی امور میں آپ کا محققانہ اور پر اعتدال موقف ہر سلیم الفطرت مخالف کو بھی حقیقت تسلیم کرنے پر آمادہ کر دیتا تھا، جن سعادت مندوں کو حضرت صوفی صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہے، انہیں حضرت موصوف جیسی نابغہ روزگار شخصیت سے اپنی نسبت تلمذی ایک اعزاز محسوس ہوتی ہے، زمانہ آپ کی جلالت علمی کا سدا معترف رہے گا۔

دورہ حدیث کی کلاس میں ہمارے ساتھ گوجرانوالہ شہر سے تعلق رکھنے والے ایک عمر رسیدہ بزرگ جو سالہا سال تک جامعہ محمدیہ وغیرہ گوجرانوالہ کے مدارس میں قریباً آٹھ دس مرتبہ دورہ حدیث کر چکے تھے اور اپنے مسلکی رنگ میں خوب رنگے ہوئے تھے، اپنے مسلکی مزاج کی بدولت دوران سبق وہ حضرت صوفی صاحب سے خوب بحث کا ماحول بنا لیتے، مگر حضرت صوفی صاحب بڑے تحمل اور حلم کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بحث کو تحقیقی ماحول میں بحسن وخوبی تکمیل تک پہنچاتے، ایک دن دوران بحث یہ صاحب اس امر کو تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے کہ حضرت موصوف کی محققانہ علمی گفتگو کی بدولت وہ بھی نصف نصف حنفی بن چکے ہیں، حضرت صوفی صاحب کو خداوند عالم نے حکمت و بصیرت کے حظ وافر سے نوازا ہوا تھا، برصغیر میں آپ اسلام کو بحیثیت دین اور نظام متعارف کروانے والی اہم شخصیات میں سے ایک تھے، دین کا فہم اور شعور پیدا کرنا آپ کی زندگی کا خاصہ رہا، کوہ مری سے تعلق والے دورۂ حدیث کے ہمارے ایک رفیق درس حضرت صوفی

صاحب سے ملتمس ہوئے کہ آپ کے پاس بحر طب و حکمت کے نہایت قیمتی موتی اور جواہرات ہیں، چند جواہرات حکمت ہمیں بھی عنایت ہو جائیں، اس پر حضرت صوفی صاحب نے بڑے عجیب پیرائے میں درج ذیل مفہوم کے چند کلمات ارشاد فرمائے کہ لوگوں کے خون اور پیشاب چیک کرنے کا نام حکمت نہیں ہے، حکمت تو دراصل دین میں شعور تدبر اور بصیرت کے حصول کا نام ہے، تحصیل علم اور فہم دین کے جس عظیم منبع سعادت پر خدائے بزرگ و برتر آپ کو چلائے اور توفیق بخشے ہوئے ہیں، اس سے اعلیٰ اور عظیم تر حکمت بھی کوئی ہو سکتی ہے؟ حضرت ممدوح کا علمی فیضان ان کے عظیم ادارے ''ہزاروں تلامذہ'' بیش قیمت تصانیف بالخصوص تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کی صورت میں بحمد اللہ تا دیر جاری رہے گا، جس تفصیل اور جامعیت کے ساتھ اس میں علمی مواد جمع ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، تشنہ کام اس سے سدا فیض یاب ہوتے رہیں گے، حج بیت اللہ سے واپسی پر حجاج کرام کو سعودی حکومت سے ہدیہ ہونے والی تفسیر قرآن بھی (جو کہ منکرین تقلید کی تالیف کردہ ہے) معالم العرفان سے استفادہ شدہ ہے اور یہ حضرت ممدوح کی خدمت قرآن کا ایسا اعتراف ہے جس کا اظہار مخالفین کے ذریعے سے ہو رہا ہے (والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ مدیر) ادارہ نصرۃ العلوم جہاں حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کی عظیم علمی یادگار ہے تو وہاں ان کے حق میں یہ ایک مستقل صدقہ جاریہ ہے، ملک کے طول و عرض سے طالبان علم دین یہاں آ کر شب و روز اپنی علمی پیاس بجھاتے اور حضرت صوفی صاحب کے نامہ اعمال میں اضافۂ حسنات کا باعث بنتے رہیں گے، جامعہ نصرۃ العلوم حضرت مجدد الف ثانی کی جدو جہد، حضرت شاہ ولی اللہ کے علوم حضرت شیخ الہند کے مشن اور حضرت سندھی کے فکر رسا کا امین ادارہ ہے، دینی عقائد و نظریات اور مذہبی افعال و رسومات کی اصلاح میں اس ادارہ نے مجددانہ کردار ادا کیا ہے، دینی تحریکات کے حوالے سے تحریک ختم نبوت تحریک نظام مصطفیٰ اور تحریک تحفظ مساجد و مدارس وغیرہ میں اس ادارہ کا کردار مثالی اور کلیدی رہا ہے، ادارے کا تابناک کردار اور روشن ماضی جملہ فضلاء ادارہ سے متقاضی ہے کہ وہ اپنے عظیم شیخ کے وقیع فکری ورثے کو کتابی دنیا سے فکر و عمل کی دنیا میں لانے کے لئے مصروف عمل ہو جائیں، روحانی و مادی زوال کی شکار انسانیت کو فوز و فلاح اور عروج و ارتقاء کی راہ دکھلائیں، ظلم و ناانصافی اور بدحالی و بدامنی سے پریشان حال خلق خدا کسی انقلابی مسیحا کی تلاش میں ہے، آیئے اسلاف کے انقلابی کردار کا نمونہ بن کر دکھیں اور مظلوم انسانیت کے لیے حقیقی مسیحا کا کردار ادا کیجیے، واللہ الموفق۔

مولانا حافظ محمد عمار خان ناصر
ڈپٹی ڈائریکٹر الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ

مرنے والے کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں

استاذ گرامی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف خاندان کے ایک بڑے بزرگ اور سرپرست کی حیثیت سے تو بچپن ہی سے تھا اور مجھے یاد ہے کہ بہت چھوٹی عمر میں والد محترم نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض مختصر احادیث کا متن اور ترجمہ یاد کرایا تو ایک موقع پر مجھے لے کر صوفی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے ایک آدھ حدیث اور اس کا ترجمہ سنا کر ان سے برکت کی دعا حاصل کی، تاہم مجھے انھیں نسبتاً قریب سے دیکھنے اور ان سے باقاعدہ شرف تلمذ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی ذاتی شفقت اور عنایت سے بہرہ ور ہونے کا موقع ان کی آخری عمر میں ہی ملا۔ ان کی حیات کا بڑا حصہ جو تعلیمی، تدریسی، تصنیفی اور سیاسی سرگرمیوں سے بھرپور رہا ہے، میرے براہ راست مشاہدے میں نہیں رہا، چنانچہ ان کے کمالات واوصاف کا کوئی جامع مرقع کھینچنا میرے لیے اپنے محدود اور جزوی مشاہدے کی بنا پر ممکن نہیں، البتہ ان کی غیر معمولی شخصیت کے بعض نہایت نمایاں نقوش یقیناً میرے محسوسات وتاثرات میں مرتسم ہیں اور انھیں قارئین تک منتقل کرنا بھی شاید کسی حد تک ممکن ہے۔

صوفی صاحب چھوٹوں اور بڑوں، سب کے بزرگ تھے۔ ان کی بزرگانہ شفقت سے ہر شخص اپنا حصہ پاتا تھا اور میری طرح غالباً ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ اسے ان کی خاص توجہ اور عنایت حاصل ہے۔ ۱۹۹۱ء میں، میں نے مدرسہ نصرۃ العلوم کے درس نظامی کے شعبے میں درجہ سادسہ میں داخلہ لیا تو صوفی صاحب پیرانہ سالی کے تقاضے سے تدریسی مصروفیات کو دورۂ حدیث اور موقوف علیہ کے دو تین اسباق تک محدود کر چکے تھے۔ والد گرامی سے سن رکھا تھا کہ صوفی صاحب عربی ادب کے ساتھ خاص شغف رکھتے ہیں اور ایک عرصے تک درسی وغیر درسی کتب ادب کی تدریس خاص ذوق کے ساتھ فرماتے رہے ہیں۔ میں نے اسی مناسبت سے فرمائش کی کہ میں آپ سے 'السبع المعلقات' پڑھنا چاہتا ہوں۔ طبعی طور پر تدریس ان کے لیے اب کوئی

خاص دلچسپی کی چیز نہیں رہ گئی تھی، لیکن انھوں نے کمال شفقت کا مظاہرہ کیا اور مدرسے کی تعطیلات کے دنوں میں صرف ایک طالب علم کو ادب جاہلی کے سات طویل قصیدے پڑھانے کی زحمت گوارا فرمائی۔ استاذ گرامی کی شفقت کا یہ سلسلہ اس کے بعد آخر دم تک قائم رہا۔ دورۂ حدیث کے سال وہ اپنی جیب خاص سے ہر ماہ مجھے تبرک عنایت فرماتے تھے۔ ایک موقع پر میں نے اس پر تردد ظاہر کیا تو فرمایا کہ ''جب تک پڑھ رہے ہو، تب تک ہی ملیں گے۔ پھر کون دے گا؟''

صوفی صاحب اپنے مزاج کے لحاظ سے تواضع اور انکسار کا پیکر تھے۔ وہ علمی وعملی مسائل کے حوالے سے سوچی سمجھی اور دوٹوک رائے رکھتے تھے اور اس کے اظہار میں بھی کسی رو رعایت سے کام نہیں لیتے تھے، لیکن انھوں نے کبھی اپنی علمی حیثیت اور اپنا بزرگانہ استحقاق جتلانے یا اپنی رائے دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی۔ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ صوفی صاحب کی یادگار ہے۔ اور ملک بھر بلکہ دنیا بھر میں اسے جو تعارف حاصل ہے، وہ بلاشبہ صوفی صاحب کے علم، استقلال، خلوص اور للّٰہیت کا ثمر ہے، لیکن انھوں نے اسے اپنی ذات کو نمایاں کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا، حتیٰ کہ اپنے علمی ذوق ورجحان اور تعلیمی تصورات کی تجربہ گاہ بنانے کی کوشش بھی نہیں کی جو ان کا ایک بالکل جائز حق تھا۔ دینی مدارس کے نصاب اور طرز تعلیم کے بارے میں ان کے خیالات ونظریات عام روش سے ہٹ کر تھے اور ''ہمارا تعلیمی وتبلیغی لائحہ عمل'' کے عنوان سے انھوں نے مدرسہ نصرۃ العلوم کا جو بالکل ابتدائی تعارف لکھا، اس میں ان کی بھرپور عکاسی ہوئی ہے، لیکن مدرسہ کے عملی نظام کی تشکیل انھوں نے اپنے تصورات کے مطابق نہیں کی جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اپنے وژن کو عملی صورت میں متشکل کرنے کے لیے ہم خیال اور ہم ذوق رفقا کی جو ٹیم درکار تھی، وہ غالباً انھیں میسر نہیں آ سکی، جبکہ مختلف ذوق اور رجحانات کے حامل رفقا پر اپنے تصورات مسلط کرنا ان کے مزاج کے خلاف تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اپنی علمی دلچسپیوں، تحقیقی ذوق، شخصی مزاج اور افکار ونظریات کے حوالے سے صوفی صاحب نے ایک تنہا فرد کی زندگی بسر کی ہے۔ مدرسے کے مزاج اور ماحول کو اپنے رنگ میں رنگنا تو کجا، جب نصف صدی تک مدرسے کی خدمت کرنے اور اپنی جوانی اور بڑھاپا اس کی ترقی میں صرف کر دینے کے بعد عمر کے آخری دور میں بعض مسائل کے حوالے سے مدرسے کی قدیمی انتظامیہ کے ساتھ اختلاف پیدا ہو گیا تو صوفی صاحب نے محاذ آرائی یا تنازع کی کوئی صورت پیدا کیے بغیر خاموشی کے ساتھ اپنے خاندان سمیت مدرسے کے انتظامی

اور تعلیمی معاملات سے الگ ہو جانے کا فیصلہ کر لیا اور واقعہ یہ ہے کہ اگر شہر کے علما مدرسے کی بہی خواہی کے جذبے سے اس معاملے میں مداخلت کر کے معاملات کا رخ نہ موڑتے تو صوفی صاحب اپنے اس فیصلے پر عمل کر گزرتے۔

انھیں اکابر دیوبند کے ساتھ بے پناہ محبت تھی اور وہ موقع بہ موقع ان بزرگوں بالخصوص شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے تقویٰ، للّٰہیت، خلوص اور کردار کا حوالہ دیتے نہیں تھکتے تھے۔ ایک موقع پر حدیث کے درس میں کسی مناسبت سے ان حضرات کا ذکر آ گیا تو گویا ان کے دل کے تار کسی نے چھیڑ دیے۔ اس دن کا سبق ان بزرگوں کی جدوجہد اور قربانیوں کے تذکرے کے لیے وقف رہا۔ گفتگو کرتے کرتے ان پر رقت طاری ہو گئی اور انھوں نے اپنی محبت اور جذبات کے اظہار کے لیے کسی عرب باندی کے اس شعر کا سہارا لیا کہ:

سادتی ان شرقوا او غربوا ویلی
وان عاشروا غیرنا ویل علیٰ ویل

''میرے آقا (مجھے چھوڑ کر) مشرق کی طرف جائیں یا مغرب کی طرف، میرے لیے بربادی ہے۔
اور اگر وہ ہمارے علاوہ کسی اور کو اپنی رفاقت کے لیے منتخب کر لیں تو بربادی پر بربادی ہے۔''

دورۂ حدیث کے سال ہمیں ان سے صحیح مسلم اور جامع ترمذی کے ایک حصے کے علاوہ حجۃ اللہ البالغہ پڑھنے کا موقع ملا۔ وہ طول طویل مباحث سے گریز کرتے تھے اور حوالہ جات اور دلائل کا انبار لگانے کے بجائے زیر بحث مسئلے سے متعلق اصل نکتے کی مختصر اور جامع وضاحت پر اکتفا کرتے تھے۔ طول بیانی انھیں ویسے بھی پسند نہیں تھی اور وہ مختصر اور متعین طرز گفتگو کو پسند کرتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یونانی فلاسفہ کے طریق استدلال پر امام غزالیؒ نے بھی نقد کیا ہے اور امام ابن تیمیہؒ نے بھی، ان میں سے کس کا نقد زیادہ وزنی ہے؟ فرمایا کہ ابن تیمیہ کا غزالی کے ساتھ کوئی تقابل نہیں۔ میں نے عقل ونقل کے مابین تعارض کے موضوع پر ان کی طویل تصنیف پڑھی ہے۔ وہ تقریر لمبی چوڑی کرتے ہیں لیکن اس میں مغز بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ مولانا حمید الدین فراہیؒ کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ وہ بڑے عالم تھے، لیکن مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی ''تدبر قرآن'' میں الفاظ کا بے محابا استعمال کیا گیا ہے۔ بیرون ملک سے ایک بزرگ عالم پاکستان تشریف لائے

اور صوفی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خاصی دیر نشست رہی جس میں وہ عالم بے تکان بولتے اور صوفی صاحب خاموش سنتے رہے۔ بعد میں یہ بے تکلف تبصرہ کیا کہ ان کے بارے میں سنتے آ رہے تھے کہ بڑے فاضل شخص ہیں، لیکن یہ تو نری باتوں کی پٹاری ہیں۔

وہ اپنے اختلاف رائے کا اظہار بالکل دوٹوک کرتے تھے اور اپنے احساس اور تاثر کا ابلاغ بھی کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر پوری وضاحت سے کر دیتے تھے۔ والد محترم کی روایت ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ وحدت الوجود کے حوالے سے شیخ ابن عربیؒ کے موقف سے شیخ احمد سرہندیؒ کے اختلاف کا ذکر کیا اور صوفی صاحب سے ان کی رائے معلوم کرنا چاہی۔ صوفی صاحب نے بے تکلف فرمایا کہ ''بھئی! جس کی سمجھ میں بات نہیں آئے گی، وہ یہی کہے گا۔'' اپنی کتاب ''مولانا عبید اللہ سندھی کے علوم وافکار'' میں انھوں نے مولانا سندھی کے حوالے سے پائی جانے والی شدید مخالفانہ فضا میں ان کی ذات اور افکار وخیالات پر کیے جانے والے اعتراضات کا پورے اعتماد کے ساتھ سامنا کیا ہے اور مولانا سندھی کے موقف کی درست تفہیم کی کوشش کی ہے۔ اسی کتاب میں انھوں نے قیام پاکستان کے حوالے سے مسلم لیگ کے موقف کی تائید کرنے والے علما کے علم وتقویٰ کا پورا اعتراف کرتے ہوئے ان کے سیاسی موقف پر بے باک تبصرہ کیا ہے جس اس پر انھیں مخالف حلقے کی طرف سے سخت ردعمل کا سامنا کرنا پڑا۔

وہ نہ صرف خود علمی اختلاف کا حق پورے اعتماد سے استعمال کرتے تھے، بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔ ۱۹۹۶ء میں، مدرسہ نصرۃ العلوم کے شعبہ نشر واشاعت نے ''امام ابوحنیفہؒ اور عمل بالحدیث'' کے عنوان سے میری اولین تصنیف شائع کی جس کا موضوع امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی آرا پر دوسری صدی ہجری کے مشہور محدث امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ کے وہ اعتراضات تھے جو انھوں نے اپنی کتاب ''المصنف'' کے ایک مستقل باب میں درج کیے ہیں۔ اس کتاب کا نام بھی حضرت صوفی صاحب ہی کے مشورے سے تجویز ہوا تھا۔ میں نے ابن ابی شیبہ کے اعتراضات کے جواب میں اپنے فہم کی حد تک امام ابوحنیفہ کا نقطہ نظر اور استدلال واضح کرنے کی کوشش کی، تاہم بعض مقامات پر مجھے احناف کے استدلال پر اطمینان نہیں ہو سکا۔ اس ضمن میں حضرت صوفی صاحب سے بھی گفتگو ہوئی اور انھوں نے میرے اشکالات کے حوالے سے احناف کے استدلال کو واضح کیا، تاہم اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی مسئلے میں تمہارا احناف کے موقف

پر اطمینان نہیں ہوتا اور تم کسی دوسری رائے کو ترجیح دیتے ہو تو ایسا کرنے سے تم حنفیت سے خارج نہیں ہو گے۔

استاذ گرامی اور جد مکرم شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے اپنی تدریسی و تصنیفی زندگی کے بالکل آخری دور میں حیات و نزول مسیح علیہ السلام کے موضوع پر ''توضیح المرام'' تصنیف فرمائی۔ میں ان دنوں مدرسہ نصرۃ العلوم میں تدریس کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔ ایک دن مدرسے پہنچا تو صوفی صاحب اپنے معمول کے مطابق دفتر انتظام کے باہر چارپائی پر تشریف فرما تھے اور مدرسے کے سینئر استاذ مولانا عزیز الرحمٰن مرحوم و مغفور (آف ٹیکسلا) کے ساتھ تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ میں نے سلام کیا تو مجھے بھی پاس بٹھا لیا اور فرمایا کہ بھئی! ہم شیخ الحدیث صاحب کی کتاب ''توضیح المرام'' کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ تم بتاؤ، تمہاری اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ میں نے اپنے تاثر کے اظہار میں ذرا جھجک محسوس کی تو وہ سمجھ گئے اور فرمایا کہ کھل کر اپنی رائے بتاؤ، اس سے تمہارے دادا کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں نے عرض کیا کہ ان کی سابقہ تصنیفات سے جو علمی و تحقیقی معیار سامنے آتا ہے، اس کتاب میں وہ ملحوظ نہیں رکھا جا سکا۔ صوفی صاحب نے اس سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ ہم بھی یہی بات کر رہے تھے۔

فقہی مسائل اور جزئیات کو دیکھنے کا بھی ان کا ایک امتیازی زاویہ نگاہ تھا اور وہ فقہی کتابوں میں درج جزئیات کی لفظی پابندی کے بجائے فقہی اصولوں کی رعایت کا زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ مثلاً ان کی رائے یہ تھی کہ روزے کی حالت میں انجکشن لگوایا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس پر انھوں نے مفصل مقالہ بھی لکھا جس میں فقہی اصولوں اور طبی معلومات کی روشنی میں اپنے نقطہ نظر کو استدلال سے واضح کیا ہے۔ اسی طرح فقہی کتابوں میں نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق کو اس شرط کے ساتھ جائز بتایا گیا ہے کہ اگر معاملہ طے کرتے وقت فریقین کے مابین ایک متعین قیمت طے پا جائے جس میں کمی بیشی کا امکان نہ رہے تو نقد کے مقابلے میں ادھار قیمت میں اضافہ کرنا درست ہے۔ معاصر اسلامی بینکنگ میں اسی بنیاد پر ''مرابحہ'' کے عنوان سے چیزوں کو ادھار فروخت کر کے نقد کے مقابلے میں زیادہ قیمت لینے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ صوفی صاحب کی رائے یہ تھی کہ فقہا نے جس تناظر میں اس معاملے کو جائز قرار دیا ہے، وہ مختلف ہے جبکہ معاصر تناظر میں یہ طریقہ سودی کاروبار کو جواز فراہم کرنے کے لیے ایک حیلے کے طور پر استعمال ہو رہا ہے، اس لیے محض فقہی

کتابوں میں مذکور جواز کو بنیاد بنانے کے بجائے موجودہ معاشی عرف کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ برادرم مولانا محمد یوسف کی روایت ہے کہ انھوں نے ایک موقع پر جبراً کی جانے والی طلاق کے واقع ہو جانے سے متعلق احناف کے موقف پر اپنا اشکال صوفی صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ جب قرآن مجید نے جبر واکراہ کے تحت کہے گئے کلمہ کفر کو بھی موثر تسلیم نہیں کیا تو دل کے ارادے اور مرضی کے خلاف دی جانے والی طلاق کیونکر موثر قرار دی جا سکتی ہے؟ صوفی صاحب نے فرمایا کہ اس جزئیے کا صحیح محل یہ ہے کہ قاضی یا حاکم کسی شرعی مصلحت کے تحت اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے کسی شخص کو اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور کرے تو ایسی طلاق نافذ مانی جائے گی۔

مطالعہ ان کا بے حد محبوب ذوق تھا اور جب تک ان کے لیے ممکن رہا، انھوں نے اپنی دلچسپی کے موضوعات پر مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخری دنوں کی شدید علالت سے پہلے تک میں جب بھی ان کے پاس حاضر ہوا، بالعموم انھیں اپنے پلنگ پر تکیہ لگائے ہوئے مطالعہ میں مصروف پایا، البتہ ان کی وسعت مطالعہ سے مستفید ہونے کے لیے ان کے خاص مزاج کا لحاظ رکھنا ضروری تھا۔ گفتگو میں بے تکلف بات سے بات پیدا ہوتی چلی جاتی تو وہ بھی سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے، لیکن اگر اندازہ ہو جاتا کہ ان سے ''مستفید'' ہونے کی کوشش کی جا رہی ہے تو وہ گریز کا طریقہ اختیار کر لیتے تھے۔ میرا تجربہ یہی ہے کہ میں نے اگر کبھی کسی مسئلے سے متعلق براہ راست ان کی رائے دریافت کر لی تو انھوں نے مختصر جواب دے کر فرمایا کہ تم اصل مآخذ سے مراجعت کر کے خود تحقیق کرو۔ ذاتی یا خاندانی حالات پر گفتگو کرتے ہوئے یا کسی علمی مسئلے پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے انھوں نے کبھی مجھے اپنے بزرگ اور میرے طالب علم ہونے کا احساس نہیں ہونے دیا۔ وہ بات منوانے کی کوشش نہیں کرتے تھے اور نہ ان کا مطمح نظر اپنی رائے یا تبصرہ سے آگاہ کرنا ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ ''آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟'' یا ''آپ کی اس معاملے میں کیا رائے ہے؟'' اگر ان کی رائے وہی ہوتی جو میں عرض کرتا تو ''ہاں'' کہہ کر اطمینان ظاہر کر دیتے، ورنہ تردید کرنے کے بجائے اس کے حوالے سے اپنا سوال یا اشکال بیان فرما دیتے۔ وہ پوری توجہ سے بات سنتے تھے اور ان سے مکالمہ کرتے ہوئے اپنی ناچیز آرا کے بہت اہم اور قابل احترام ہونے کا احساس پیدا ہونے لگتا ہوتا تھا۔

صوفی صاحب کے ساتھ خاندانی، فکری اور روحانی رشتہ وتعلق کی جہتیں متنوع ہیں اور ان میں سے ہر

جہت افتخار واعتزاز کا ایک الگ احساس پیدا کرتی ہے،لیکن ان کے ایک مشفق اور مہربان بزرگ ہونے کی جہت سب پر غالب ہے۔

میں جب بھی اپنے ذہن میں ان کی شخصیت کا کوئی تاثر قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو اس سے مختلف کوئی تاثر نہیں بن پاتا۔ان کے الطاف وعنایات کی یاد اس دنیا میں بھی سرمایہ حیات ہے اور یقین ہے کہ جب وہ جنت الفردوس کے بلند وبالا مقامات میں اپنے رب کی نعمتوں کے حق دار قرار دیے جائیں گے تو ہم جیسے کوتاہ عمل وہاں بھی ان شاء اللہ اس نسبت کی برکات سے محروم نہیں رہیں گے: وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيْمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ (الطور ۲۱)۔

دعا یہ کر کہ خداوند آسمان وزمیں
کرے پھر ان کی زیارت سے شادماں مجھ کو

مسنون عمر کی خواہش

ڈاکٹر شیخ محمد اشفاق صاحب ہارٹ اسپیشلسٹ جو والد ماجدؒ کے دیرینہ معالج تھے،وہ آپؒ کی وفات کے وقت ڈاکٹروں کی میٹنگ کے سلسلہ میں امریکہ گئے ہوئے تھے۔

بعد میں تعزیت کے لیے تشریف لائے تو انہوں نے بتایا کہ تقریباً پچیس سال پہلے کی بات ہوگی، میں حضرتؒ کو حسب معمول چیک کرنے کے لیے آیا تو آپؒ نے خلاف معمول یہ بات فرمائی کہ اب آپ نہ بھی چیک کریں تو کوئی بات نہیں۔

میں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے؟ تو آپؒ نے فرمایا اب مسنون عمر تریسٹھ سال پوری ہو چکی ہے،اب کوئی پرواہ نہیں۔

(فیاض)

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالدیان کلیم پشاور
فاضل دارالعلوم دیوبند

مفسر قرآن شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سواتی کی سیاسی خدمات

سیاسی خدمات: ابتدائی دور میں آپ سیاسی طور پر جماعت احرار سے منسلک تھے، تقریباً ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۵ء تک آپ نے اس جماعت میں کام کیا، اس کے بعد آپ جمعیت علماء ہند کے ساتھ ہو گئے، ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ گوجرانوالہ شہر میں جمعیت علماء ہند کے صدر حضرت قاضی نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہ تھے، اور حضرت مفتی عبدالواحد صاحب نور اللہ مرقدہ ناظم تھے، آپ نے گوجرانوالہ میں جمعیت العلماء ہند کے پلیٹ فارم سے کارکن کی حیثیت سے کام کیا، آپ نے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کو انڈیا خط لکھا کہ اب ہم کیا کریں تو انہوں نے جواب میں کہا کہ آپ مرکز سے تعلق رکھیں، آپ نے ان کو گوجرانوالہ آنے کی دعوت بھی دی اور انہوں نے آنے کا وعدہ بھی کیا لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے نہ آ سکے، ۱۹۵۸ء میں جب جمعیت اسلام کا اجلاس لاہور میں ہوا تو اس اجلاس میں آپ نے بھی شمولیت کی، سب سے بڑا جلوس وجلسہ جمعیت العلماء اسلام کا لاہور میں ہی ہوا تھا اور اس جلوس وجلسہ سے جمعیت کا سکوت ختم ہوا اور اس جماعت کی سیاسی بصیرت عوام کے سامنے آئی، اور جمعیت علماء اسلام ایک شان کے ساتھ عوام الناس وخواص میں مقبول ہوتی گئی، آپ کا تعلق جمعیت العلماء اسلام سے حضرت مفتی محمود صاحبؒ کے دور تک تھا اور اس وجہ سے جمعیت العلماء اسلام کی طرف سے شریعت کانفرنس جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں ہوئی اور اس کانفرنس کی وجہ سے جامع مسجد نور ضبط کر لی گئی، جمعیت کے اکثر پروگرام اسی جامع مسجد نور میں ہوتے تھے، جمعیت کے اکابر یہاں پر تشریف لاتے تھے، موجودہ جمعیت علماء اسلام کے دونوں دھڑوں سے آپ بے زار ہیں، آپ فرماتے تھے کہ ان دونوں نے حضرت درخواستی کی بات نہیں مانی، آپ نے انفرادی طور پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے بات کی تھی کہ خدا کے لئے تفریق نہ کرو اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ سے بھی نصرۃ العلوم میں بات ہوئی مگر دونوں اپنی اپنی بات میں بضد تھے، اس وجہ سے آپ موجودہ جمعیت سے بے زار ہیں۔ (سرحد کے علماء کی سیاسی خدمات، ص ۱۶۴، ۱۶۵)

مولانا حافظ قاری ڈاکٹر کرنل فیوض الرحمٰن

مولانا عبدالحمید

ابن نور احمد: ۱۳۶۱ھ، کڑمنگ بالا بٹل، ہزارہ

آپ جناب نور احمد خان کے فرزند اور حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کے چھوٹے بھائی ہیں، ۱۹۱۷ء میں ''چیڑاں ڈھکی'' داخلی کڑمنگ بالا، تحصیل مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تا انتہائی تعلیم اپنے بڑے بھائی کے ساتھ حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۱ھ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

دارالمبلغین لکھنو میں امام اہل سنت جناب مولانا عبدالشکور کی سرپرستی میں باطل فرقوں کے ساتھ مناظرہ کے فن کی تکمیل کر کے سند حاصل کی، طبیہ کالج حیدر آباد دکن میں علم طب کے چار سالہ کورس کی تکمیل کر کے علم طب میں سند حاصل کر کے واپس آئے تو گوجرانوالہ میں قیام کیا اور کچھ عرصہ کامیاب مطب بھی کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تدریس کی طرف رخ پھیر دیا، آج کل (جس وقت یہ کتاب لکھی گئی) آپ پاکستان کی معروف دینی درس گاہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ میں تدریس پہ مامور ہیں، اس مدرسہ کے مہتمم بھی آپ ہی ہیں، مسجد نور کے خطیب ہیں۔

آپ نے چند کتابوں کے ترجمے اور بعض کتابوں کے شروع میں نہایت وقیع مقدمے بھی تحریر فرمائے ہیں، جن کتابوں کے آپ نے ترجمے کئے ہیں، ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ترجمہ فقہ اکبر ۲۔ ترجمہ الطاف القدس ۳۔ ترجمہ فیوضات حسینی ۴۔ ترجمہ دمغ الباطل اور نماز مسنون۔ (مشاہیر علماء حصہ دوم ص ۲۹۵)

☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

مولانا عبدالحمید خان سواتیؒ اور خاندان امام ولی اللہ دہلویؒ

علوم وافادات واشاعت کے مساعی پر ایک سرسری نظر

پاکستان میں مولانا عبدالحمید خان سواتی نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اوران کے خانوادہ علمی کے علوم وافکاراور افادات ورسائل وکتب کی تدوین واشاعت میں خاص حصہ لیا ہے۔

حضرت سواتیؒ کا تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے ذریعہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حضرت قاسم العلوم وحجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا مملوک علی، شاہ محمد اسحاقؒ وشاہ محمد یعقوب دہلویؒ کے ذریعے حضرت عبدالعزیز واخوانہ اوران کے والد گرامی حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے قائم ہے، مولانا سواتیؒ علوم ومعارف ولی اللہ کے شیدائی اور دیو بند کی انقلابی جماعت کے ارکان رفیع الشان کے محب ومخلص ہیں، اوراپنی شہادات سے اس جماعت کے علوم وافکار کی تالیف وتدوین واشاعت میں جو کارنامہ انجام دیا ہے وہ ایک شخص کی بساط سے بہت زیادہ ہے، حضرت موصوف کی اس خدمت کا اعتراف کیا جانا چاہیے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اوران کے علوم وافکار کی اہمیت وافادیت کے بارے میں مولانا سواتی صاحب لکھتے ہیں......

''برصغیر پاک وہند میں امام ولی اللہؒ کی ہستی ایک ایسی مبارک ہستی تھی جس کے فیوض وبرکات تا قیامت جاری رہیں گے، علم دین کی جو خدمت اللہ تعالیٰ نے آپ سے اورآپ کے سعادت مند فرزندوں اور اہل خاندان واتباع سے لی ہے اور جس کی شاندار روایات قائم کی ہیں اس کی مثال اس آخری دور میں کسی دوسرے خطہ ارض میں ملنی مشکل ہوگی، امام ولی اللہؒ نے قرآن کی تفسیر، حدیث کی شرح اور فقہ واصول فقہ، سلوک وتصوف، حقائق ومعارف، تاریخ وفلسفہ، حکمت دین اور فلسفہ اسلام کے ذریعے اصحاب فہم ودانش کے لیے ایسی ملی بصیرت اور فکری گہرائی پیدا کی ہے جس کی وجہ سے ایک انسان صحیح معنی میں متمدن ومہذب اور

ترقی یافتہ کہلانے کا اہل بن سکتا ہے، دورِ جدید میں انسان خواہ ٹیکنالوجی اور سائنس کے ذریعہ کتنا ہی بامِ عروج پر چلا جائے لیکن وہ انسانی قدروں اور اجتماعیت بشری کے نقطہ نگاہ سے پسماندہ ہی شمار کیا جائے گا، جب تک کہ ولی اللّٰہی حکمت کی روشنی میں بلندی کی طرف گامزن نہ ہو۔ اس جلیل القدر امام نے عقل و دانش کی تربیت اور فکر کی اصلاح اور مفکرین کی عملی، علمی اخلاقی، کمزوریوں کو دور کرنے کے لیے بڑا قیمتی سرمایہ فراہم کیا ہے اور پھر تمام طبقات کی اصلاح بھی مدنظر ہے حتیٰ کہ بچوں کی تربیت کے لیے بھی توجہ مبذول فرمائی ہے۔''

مولانا سواتی صاحبؒ نے حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خانوادۂ علمی کے علوم و افکار کی تالیف و تدوین اور اشاعت کے سلسلے میں جو کام انجام دیئے ہیں ان کا سرسری تعارف کرایا جاتا ہے۔

الف: حکیم الامت امام ولی اللہ دہلویؒ (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ)

۱) ...... ولی اللّٰہی صرف المعروف بہ صرف میر منظوم۔

علم الصرف میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مختصر منظوم رسالہ ہے، یہ رسالہ فارسی میں ۱۷۸ اشعار پر مشتمل ہے، عربی زبان کے ابتدائی علم کے لیے، بہت مفید ہے اور صرف کے تمام بنیادی قواعد و مسائل کو محیط ہے، مولانا عبدالحمید خان سواتیؒ نے مختصر تعارف اور صحت کے اہتمام کے ساتھ چھپوا دیا ہے۔

۲) ...... الطاف القدس فی معرفۃ لطائف النفس

تصوف و سلوک کی اصطلاحات کے تعارف اور اسرار علم الحقائق کی تشریح میں امام ولی اللہ دہلویؒ کی بہت مشہور تالیف ہے، یہ کتاب فارسی زبان میں ہے، مولانا سواتی صاحب نے اس کا نہایت عمدہ اردو ترجمہ کر کے اصل فارسی متن کے ساتھ چھپوا دیا ہے، علوم ولی اللہ کا ذوق رکھنے والے علماء نے اسے بہت پسند کیا ہے، اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا تھا، اب ۱۹۹۳ء میں اسے صحت کے اہتمام کے ساتھ دوبارہ شائع کیا ہے۔ مولانا سواتی صاحب کے قلم سے اس پر ایک جامع مقدمہ بھی ہے جس میں کتاب کے مباحث کا تعارف کرایا ہے اور اس کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی ہے۔

۳) ...... رسالہ دانش مندی

شاہ ولی اللہؒ کا یہ مختصر رسالہ (مشتمل بر ۵ صفحات) فارسی زبان میں ہے، اس میں فن دانش مندی کی تعریف کی گئی ہے اور کسی کتاب سے استفادے اور اس کے مطالعے کے طریق سے بحث کی گئی ہے، یہ کتاب

مدرسین علوم وفنون اور طلبہ دونوں کے لئے یکساں مفید ہے، یہ رسالہ الگ مستقل حیثیت میں بھی شائع ہو چکا ہے، مولانا سواتی صاحب نے اسے شاہ رفیع الدین کی تالیف تکمیل الاذہان کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔

۴) ...... عقیدۃ الحسنہ

شاہ ولی اللہؒ کا یہ مختصر رسالہ عربی زبان میں ہے اور اس میں شاہ صاحب نے ایسے عقائد کو بیان کیا ہے جو ایک سچے اور مخلص مسلمان کے عقیدے ہیں، ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے تا کہ اپنے عقائد کی اصلاح کر سکے، استاد محترم مولانا عبدالحمید خان سواتیؒ نے اس کا اردو ترجمہ کر کے مطالعہ کرنے والوں کو سہولت فراہم کر دی ہے یہ کتاب مع اردو ترجمہ ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے شائع کی ہے۔

۵) ...... (عون الخبیر شرح الفوز الکبیر فی اصول التفسیر شاہ ولی اللہؒ کی اصول تفسیر پر الفوز الکبیر عربی زبان میں اہم ترین کتاب ہے جو درس نظامی کے نصاب تعلیم میں بھی داخل ہے اور تمام مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہے، حضرت صوفی صاحبؒ نے دوران تدریس جو تقریر فرمائی تھی وہ عون الخبیر کے نام سے ایک ضخیم شرح کی صورت میں ۱۳۷ صفحات پر مشتمل منصہ شہود پر آ گئی ہے۔ (فیاض)۔

(ب) سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (۱۱۵۹ھ ۱۲۳۹ھ)

۱) ...... میزان البلاغہ

علم بلاغت میں شاہ عبدالعزیز کی عربی میں مختصر اور نہایت ہی جامع ومفید تالیف ہے، یہ کتاب پہلے بھی شائع ہو چکی تھی اور مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی نے اس پر عربی میں حواشی تحریر فرمائے تھے، اب ایک مدت سے یہ رسالہ نایاب تھا، اس میں علم بلاغت کے اصولی قواعد بہت احسن طریقے پر بیان کئے گئے ہیں، جو مبتدیوں کے لیے نہایت مفید اور گراں بہا تحفہ ہے۔ رسالے پر حضرت شاہ عبدالعزیز کے مختصر سوانح، ان کی تصنیفات و تالیفات اور ان کے اوصاف و کمالات کے تعارف میں مولانا سواتی صاحبؒ (کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد فیاض خان سواتی) کی ایک تحریر بھی ہے۔

(ج) شاہ رفیع الدین دہلویؒ (۱۱۶۳ھ۔۱۲۳۳ھ)

شاہ رفیع الدین اپنے نامور بھائیوں میں ایک خاص شان کے بزرگ اور متعدد فنون کے ماہر جامع العلوم محقق اور مصنف تھے، انہوں نے تالیفات وتصنیفات کا ایک گراں قدر ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا تھا، بعض

تالیفات شائع ہوگئی تھیں، اور متعدد رسائل و کتب پاکستان اور ہندوستان کے کتب خانوں میں مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں، مولانا عبدالحمید خان سواتیؒ نے ان کی متعدد تالیفات کو ترتیب و تصحیح کے بعد شائع کر دیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱) (اسرار المحبۃ)...... محبت کے اسرار و نکات اور اس کے مختلف پہلوؤں کی تشریح و تعارف میں شاہ رفیع الدین کا عجیب نافع رسالہ ہے اس کی تالیفی و تصنیفی نوعیت اور مباحث کے تعارف میں مولانا سواتی صاحب تحریر فرماتے ہیں......

''اس میں وہ خط و کتابت درج کی ہے جو خواجہ حسن مودودی لکھنویؒ نے حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے ساتھ کی تھی جس میں محبت کے مختلف نکات کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے، اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ محبت کے حقوق کیا ہیں، اور طرفین کے لیے محبت کن شرائط کے ساتھ مفید ہو سکتی ہے۔؟''۔

ساتھ ہی محبت کے اقسام، اس کے اطلاقات، امثال و تاثیرات کے بیان نے اس رسالے کو نہایت مفید اور معنی خیز بنا دیا ہے، یہ اپنے موضوع پر عربی زبان میں بہت جامع اور نادر تالیف ہے جسے مولانا سواتی صاحب نے حواشی سے مزین کر کے تصحیح کے اہتمام کے ساتھ شائع کر دیا اور شروع کتاب میں اس کتاب کے مشتملات اور ان کی اہمیت پر بتفصیل روشنی ڈالی ہے، کتاب کے آخر میں موضوع کتاب کی مناسبت سے چند قصائد بھی شامل کر دیئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے......

۱) ...... قصيدة الشيخ الرئيس ابى على بن سينا فى السوال عن الحكمة فى هبوط النفوس الى الابدان۔

۲) ...... قصيدة عينية للشاه رفيع الدين المحدث الدهلوىؒ۔

۳) ...... قصيدة فى معرفة النفس لاحمد شوقى امير الشعراء فى القرن العشرين (القرن الرابع عشر۔)

۴) ...... تخميس للشاه رفيع الدين على قصيدة والده (فى حقيقة النفس)۔

۵) ...... قصيدة للشاه رفيع الدين فى بيان معراج النبىﷺ۔

۶) ...... تكميل الاذهان۔

حضرت شاہ رفیع الدینؒ کا یہ رسالہ علم و دانش مندی کے سلسلے کی تصنیف ہے جو چار ابواب پر مشتمل ہے، باب اول میں علم منطق پر بحث کی گئی ہے اور بالتفصیل اس کے صغریٰ وکبریٰ کا بیان ہے، باب دوم فن تحصیل کے اصولی ومبادی اور مقاصد وموضوع کے تعارف میں ہے اور یہ باب خاص طور پر حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ''رسالہ دانشمندی'' کی تشریح وتوسیع میں ہے، باب سوم میں وہ امور عامہ زیر بحث آئے ہیں جن کا تعلق عقلیات کی مختلف مباحث مفہوم، موجود، ماہیت وغیرہ سے ہے اور کتاب کے چوتھے اور آخری باب میں تطبیق الآ راسے بحث کی ہے اور اس باب کی چھ فصلوں میں نہایت مفید مطالب زیر بحث آئے ہیں، کتاب کے ہر باب کے شروع میں اس کے مباحث کا تعارف مولانا سواتیؒ نے کرادیا ہے۔

۴) ...... رسالہ مقدمۃ العلم

تکمیل الاذہان کے موضوع کی مناسبت سے حضرت شاہ رفیع الدین کا ایک اور رسالہ مقدمۃ العلم بھی اس کے ساتھ شامل کردیا گیا ہے، اس رسالہ کے تعارف میں مولانا سواتی صاحب نے لکھا ہے ......

''رسالة غراء مفيدة لارباب الفضل فى العلوم والفنون و معينة لطالب العلوم لعقلية مثل فنون الالية۔''

شاہ صاحبؒ کے یہ دونوں رسالے عربی زبان میں ہیں، تکمیل الاذہان کے شروع میں مولانا سواتی صاحب نے کتاب کا اردو اور عربی میں تعارف کرایا ہے اور اس کے ابواب ومباحث کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے نیز کتاب کے ساتھ مولوی محمد فیاض خان ابن مولانا سواتیؒ کے قلم سے شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے مختصر سوانح اور ان کی کتب کے تعارف میں ایک مضمون شامل ہے، اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے کتنے علوم میں کن موضوعات پر کتنی اہم اور مفید کتب کا ذخیرہ چھوڑا ہے۔

تکمیل الاذہان کے آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا رسالہ دانش مندی بھی شامل کردیا گیا ہے اس رسالے کا تعارف اس مضمون کے شروع میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصنیفات کے ضمن میں آچکا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا یہ رسالہ دانشمندی اور شاہ رفیع الدینؒ کے مذکورۃ الصدر دونوں رسالے چونکہ ایک ہی سلسلہ علوم کی کڑیاں تھیں اس لیے مولانا سواتیؒ نے انہیں ایک ہی جلد میں شامل وشائع کردینا مناسب سمجھا۔

۴) ...... مجموعہ رسائل (حصہ اول)

یہ مجموعہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے دس رسائل پر مشتمل ہے جن کی تفصیل یہ ہے ......

۱) ...... رسالہ اذان نماز

اس رسالہ میں شاہ صاحبؒ نے اذان کے کلمات کی تشریح اور کلمات کے تکرار کی حکمت بیان فرمائی ہے فارسی زبان میں مختصر رسالہ ہے۔

۲) ...... فوائد نماز

نماز کی حقیقت وفوائد میں فارسی کا مختصر رسالہ ہے۔

۳) ...... رسالہ حملۃ العرش

یہ رسالہ سورۃ الحاقہ کی آیت ۱۷ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ ...... (الآیۃ)، کی تفسیر میں ہے شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں اسے نقل کیا ہے اور اس کی تعریف فرمائی ہے، مولانا سواتی نے اس پر نہایت مفید علمی حواشی لکھ کر علوم ومعارف ولی اللہی کا ایک نادر رسالہ بنا دیا ہے۔

۴) ...... رسالہ شرح رباعیات

دو فارسی رباعیات کی شرح میں یہ نہایت دقیق مسائل پر مشمل ایک مختصر فارسی رسالہ ہے، جس میں حقیقت انسانیہ، تعلق باللہ، قرب الی اللہ پر نہایت غامض نظر ڈالی گئی ہے۔

۵) ...... رسالہ بیعت

بیعت کے اقسام اور اسکی ضرورت وفوائد کے بیان میں ایک مختصر فارسی رسالہ۔

۶) ...... رسالہ شرح چہل کاف

ایک دعا جس میں چالیس کاف آتے ہیں اور شاہ عبدلقادر جیلانیؒ سے منسوب کیا جاتا ہے، شاہ رفیع الدین نے اس کی شرح تحریر فرمائی ہے، نیز اس کے فوائد اور پڑھنے کا طریقہ بتایا ہے یہ رسالہ عربی زبان میں ہے۔

۷) ...... رسالہ شرح برہان العاشقین یا حل معما

برہان العاشقین خواجہ بندہ نواز گیسودراز کا ایک رسالہ ہے جس میں چیستان کے انداز اور رمزواشارہ کی

زبان میں انسانی ترقی کے امکانی مدارج کا ادنیٰ درجے سے اعلیٰ مراتب تک بیان فرمایا ہے۔

شاہ رفیع الدینؒ نے نہایت جامع ومختصر انداز میں بزبان فارسی اس کی شرح بیان فرمائی ہے، مولانا سواتی صاحب کے بقول یہ رسالہ اہل علم کے لیے عجیب چیز ہے۔

۸) ...... رسالہ نذور بزرگان، بزرگوں کے مزارات پر پیش کئے جانے والے نذرانوں کے حکم میں ہے، اس کی ایک شکل تو یہ ہے کہ اگر تحقیق محض برائے اولیاء است، حرام است کہ وارد شدہ است کہ لانذر لغیر اللہ ''۔ اگر اولیاء کے نام کی ہو تو محض حرام ہے لیکن دیگر صورتوں میں ان کے جواز کا حکم بھی نکلتا ہے۔

۹) ...... رسالہ جوابات سوالات اثنا عشر

فقہ و علم کلام سے متعلق بارہ سوالات کے جوابات میں یہ فارسی رسالہ ہے، اس میں رؤیت باری تعالیٰ اور کعبہ کی حقیقت کے سلسلے میں بھی بحث ہے، مولانا سواتیؒ فرماتے ہیں ''یہ رسالہ بھی عجیب بصیرت افروز ہے۔''

۱۰) ...... فتاویٰ شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ

سولہ فقہی و دیگر سوالات کے جواب میں فارسی کا یہ مختصر مجموعہ فتاویٰ ہے، تمام جوابات نہایت تحقیق کے ساتھ دیے گئے ہیں، مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب نے تمام رسائل پر نہایت تحقیق کے ساتھ حواشی تحریر فرمائے ہیں، آیات قرآنیہ، احادیث مقدسہ، بیانات و تحریرات علماء فقہاء کی تخریج فرمائی ہے اور اشارات کی توضیح فرمائی ہے، خصوصاً علوم ولی اللّٰہی وافادات خانوادۂ ولی اللّٰہی کی تخریج و توضیح میں کمال جاں کاہی کا ثبوت پیش فرمایا ہے، جس سے ان رسائل کے افادہ فیضان کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔

۵) ...... دمغ الباطل

حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کی یہ کتاب مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی تحقیق میں ہے۔

۶) ...... تفسیر آیت النور

یہ رسالہ اللّٰہ نور السمٰوات والارض ...... (الآیۃ) کی تفسیر میں ہے۔

۷) ...... مجموعہ رسائل (حصہ دوم)

حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے عربی و فارسی زبان میں بیس مختصر رسائل کا مجموعہ ہے، جو مولانا سواتی صاحبؒ نے مرتب کر کے شائع کر دیا ہے (جن کی فہرست حسب ذیل ہے) ...... !

(۱) رسالہ عقدانامل۔(۲) تحقیق الالوان۔(۳) رسالہ سید کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا۔ (۴) ترکیب خواندن سورۃ یوسف۔(۵) رسالہ تحقیق شق القمر۔(۶) رسالہ تحقیق آیات وقرأت۔(۷) القول المقرر۔(۸) رسالہ تحقیق طلوع وغروب۔(۹) قاعدہ مناسخہ درعلم فرائض۔(۱۰) قاعدہ تحریم النساء۔(۱۱) رسالہ اصطرلاب۔(۱۲) سوالات فارسی۔(۱۳) ذکر حکم الصلوٰۃ والصوم فی ارض التسعین۔(۱۴) رسالہ سوالات وجوابات متفرقہ درعربی۔(۱۵) رسالہ تحقیق قدم وحدوث علم وتدوین تاریخ۔(۱۶) رسالہ تحقیق ایمان۔(۱۷) رسالہ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔(۱۸) رسالہ اعتقاد نجوم۔(۱۹) رسالہ شرح مسئلہ منطقیہ تصوریہ۔(۲۰) حواشی شرح چغمینی۔(فیاض)۔

آخرالذکر یہ تینوں رسالے خاکسار کی نظر سے نہیں گزرے، یقین ہے کہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی صاحب نے ان کی ترتیب وتدوین میں بھی نہایت تحقیق اور ژرف نگاہی کا ثبوت دیا ہوگا۔

مولانا سواتی صاحب کے سامنے علوم وافادات ولی اللّٰہی کی تدوین واشاعت کے اور بھی کئی کام ہیں جو انشاءاللہ عنقریب اشاعت پذیر ہوں گے۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے صاحبزادگان رفیع الارکان کے افادات و علوم ومعارف کی تدوین واشاعت کے سلسلے میں مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے جو کام اب تک سامنے آچکے ہیں انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت صوفی صاحب کو امام ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خاندان سے خاص نسبت اور ان کے علوم ومعارف کا خاص ذوق رکھتے ہیں اور ان میں ان کی نظر بہت گہری ہے، وہ علوم و معارف ولی اللّٰہی کے محقق ومدون ہیں، انہیں اس دور میں ولی اللّٰہی علوم وافکار کی اشاعت کا واسطہ بنایا گیا ہے، ذٰلك فضل اللّٰه یؤ تیه من یشاء مولانا سواتی صاحب ولی اللّٰہی انقلابی فکر کے مالک ہیں۔

(د) دیوبند مکتبہ فکر کے اکابر

ولی اللّٰہی مکتبہ فکر کی دیوبندی شاخ کے اور بھی کئی بزرگوں کی تالیفات کی اشاعت کی سعادت حضرت مولانا سواتی صاحب کے حصے میں آئی ہے، مثلاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تصنیفات حجۃ الاسلام اور اجوبہ اربعین اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خطبات صدارت شیخ الاسلام اسی سلسلے کی مطبوعات ہیں۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم وافکار

مولانا عبید اللہ سندھیؒ اس دور میں امام ولی اللہ دہلویؒ کے سب سے بڑے محقق وشارح تھے، موجودہ دور علوم ولی اللٰہی کا دور ہے اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ اس دور کے فاتح ہیں۔ انہوں نے علوم ولی اللٰہی کے مطالعے کا ذوق پیدا کیا ہے، امام دہلویؒ اور ان کے علوم وافکار کی اہمت کو اجاگر کیا ہے اور اہل علم واصحاب بصیرت کو امام دہلویؒ کی طرف متوجہ کیا ہے، آج جو بہت سے اصحاب دانش کی زبانوں پر فلسفہ وحکمت ولی اللٰہی کے الفاظ آتے ہیں اس کا سہرا بھی مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے سر ہے، مولانا عبید اللہ سندھیؒ پر اگرچہ کئی کام اس سے پہلے بھی انجام پاچکے ہیں، لیکن مولانا سواتی صاحب کی یہ کتاب خاص توجہ کی مستحق ہے۔

یہ کتاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے خلاف پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے رفع اور ان کے علوم وافکار کے تعارف کی ایک کوشش ہے، اس سلسلے میں فاضل مولف مولانا عبدالحمید سواتی نے ضروری سمجھا کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم وافکار کا ایک ایسا مستند مجموعہ تیار کر دیا جائے جو بجائے خود مولانا مرحومؒ کے بارے میں الزام تراشیوں اور غلط فہمیوں کے رفع کا باعث ہو، اس طرح مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے افادات علمیہ ودینیہ اور سیاسیہ کا یہ ایک عمدہ مجموعہ تیار ہو گیا، مولانا سواتی صاحب نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے افادات پر جابجا خود بھی اظہار خیال فرمایا ہے جو نہایت فکر انگیز اور معلومات افزاء ہے، مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم وافکار کے تعارف میں یہ ایک مفید مجموعہ ہے۔ بعض مقامات پر مثلاً دیوبند سے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے اخراج اور تکفیر کے مسئلے پر یا سیاست میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اختلاف کے باب میں حضرت سواتی کا رویہ رواداری پر مبنی ہے، رواداری معاشرتی اور تہذیبی زندگی کا حسن ہے لیکن تاریخ و سیاست میں اسکی کوئی حیثیت نہیں بلکہ یہ ایک نہایت مہلک عمل ہے، ہندوستان پاکستان کی تاریخ وسیاست میں مسلمانوں اور اسلام کے لیے اس کے مہلک نتائج سامنے آچکے ہیں۔

مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کی یہ تمام تصنیفات وتالیفات ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے شائع ہو چکی ہیں۔ (محترم جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کا یہ مضمون کئی سال قبل ماہنامہ نصرۃ العلوم میں شائع ہوا تھا، جسے ایک کتاب کے اضافی ذکر اور حضرت صوفی صاحب کے نام کے ساتھ مدظلہ کے بجائے رحمہ اللہ کی ترمیم کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ فیاض)

ڈاکٹر محمد عامر طاسین
ڈائریکٹر مجلس علمی فاؤنڈیشن، کراچی

حضرت شیخ الحدیث وشیخ التفسیر، علم کا روشن چراغ

بخدمت محترم محمد فیاض خان سواتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، سب سے پہلے تو حضرت کے سانحہ ارتحال پر گہرے دکھ اور افسوس کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ ہم جید عالم دین سے محروم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا کرے، آمین۔

دوسری بات یہ کہ آپ کی جانب سے عریضہ موصول ہوا تھا، ناچیز اس قابل تو نہیں کہ حضرت والاؒ کی شخصیت پر کچھ لکھ سکے، البتہ میرے پاس حضرتؒ کے چند خطوط موجود تھے جو ہمارے والدؒ کے نام تھے انہیں پر ہی ایک چھوٹا سا مضمون بنانے کی کوشش کی ہے، مناسب لگے تو ٹھیک ورنہ خطوط کی صرف نقل ہی چھاپ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس عظیم سانحہ پر صبر عطا کرے اور حضرت کی علمی کاوشوں کو آگے بڑھانے میں معاون بنائے تاکہ دنیا کے سامنے اور واضح ہو کر حضرتؒ کی علمی خدمات اجاگر ہو سکیں۔

آپ سے خصوصی دعاؤں کا طالب ہوں۔

والسلام: محمد عامر طاسین/ ۲۹ جون ۲۰۰۸ء

آج پھر قحط رجال والی حدیث مبارکہ ﷺ اپنے مصداق پر عملی طور پر ظاہر ہے، علم کے اٹھنے سے یقیناً اہل علم کا ہی اٹھنا مراد ہے، وقت کا بدلتا تیور اپنے احساسات کے ساتھ ہمیں یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کرتا رہتا ہے کہ خواب مدہوش میں رہنے والو میں نے تم سے ایک اور عالم دین چھین لیا ہے اور تمہارا روشن چراغ

پھر سے گل کر دیا ہے، وہ علم کا چراغ جو کہ "العلماء ورثة الانبیاء" کی کھلی نشانی تھی، جو نہ صرف ایک عالم دین تھا بلکہ قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور قال رسول ﷺ کا درس دیتے وقت اپنی بلند فکر کے دریچوں میں امید کا سہارہ بن کر دین کی کرنوں کی آبیاری کے لئے فروغ علم میں ترویج واشاعت کا حصہ دار بنتا رہا اور یہی کہتا رہا کہ حقیقی علم جو رہتی دنیا کے انسانوں کے لئے ایسا پیغام ہے جس میں فلاح ہی فلاح پوشیدہ ہے، وہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ کے دیے ہوئے علم میں پوشیدہ ہے۔

اس علمی چراغ کے گل ہو جانے سے یہ احساس تو پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ عالم دین اب ہم میں نہیں مگر اس کے جلائے دیئے اب دنیا کے ہر کونے کونے میں موجود اپنے استاد محترم حضرت شیخ القرآن کے صدقہ جاریہ بنے ہوئے ہیں اور ان کی تحریریں ان کی اہلیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کیونکہ اس کا علم، علمی وراثت سے تعبیر ہے، و، اپنے آباء کے علم کا تسلسل تھا جس نے فروغ علم میں نہ صرف نام بلکہ فروغ علم کے چراغ کو عملی جامہ پہنایا۔

حضرت شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر علامہ عبدالحمید سواتی نور اللہ مرقدہ کی علمی شخصیت پر لکھنے کے حوالے سے مجھے جب محترم مولانا محمد فیاض خان سواتی کا عریضہ موصول ہوا کہ ماہنامہ نصرۃ العلوم حضرت صوفی صاحبؒ کی ہمہ جہت خدمات کے لئے ایک خصوصی اشاعت مفسر قرآن نمبر شائع کرنا چاہتا ہے تو میں یہی سوچتا رہا کہ کیا لکھوں، ویسے میرا اسلاف سے عقیدتاً تو تعلق بنتا ہے اور آپ کی مختلف تحریرات سے علمی فیض بھی حاصل کرتا رہا مگر پھر بھی ایسی متبرک علمی شخصیت پر لکھنا سمجھ سے بالاتر تھا، بالآخر سوچتا رہا اور مجھے میرے والد علامہ طاسینؒ کے حضرت صوفی صاحبؒ سے خط وکتابت کی وجہ سے تعلق کی بنیاد حاصل ہو گئی۔

یہ موقع غنیمت جان کر کیوں نہ اسی حوالے سے کچھ ضبط تحریر ہو جائے کیونکہ جب علامہ طاسینؒ مجلس علمی کے ناظم اور ذمہ دار مقرر کیے گئے تو مجلس علمی کے ماتحت اشاعت علم کی ترویج میں، جہاں علمی کتب شائع ہوتی رہیں وہاں ایسے ہی جید علماء کرام سے نہ صرف رابطہ بلکہ علمی مشاورت کا بھی ایک طویل سلسلہ جاری رہتا اور اسی حوالے سے بے شمار اہل علم سے خط ومراسلت بھی جاری رہی۔

میں جب علامہ طاسینؒ کے حالات زندگی پر اہل علم حضرات کے تاثرات یکجا کر رہا تھا تو ایسے میں مجھے بے شمار اہل علم کے خطوط حاصل ہو گئے جو کہ والد صاحبؒ نے باترتیب چند فائلوں میں جمع کر دیے تھے

، جہاں اہل علم کے مضامین اور تاثرات حاصل ہوگئے وہاں الحمد للہ ساتھ ہی مشاہیر کے مکاتیب بھی جو کہ بنام والد گرامیؒ تھے ماہنامہ تعمیر افکار کی اشاعت خصوصی ''بیاد علامہ طاسینؒ '' میں شامل کر دیے، مجھے خطوط میں حضرت شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر علامہ عبد الحمید سواتی نور اللہ مرقدہ کے تقریباً چھ خطوط حاصل ہوگئے جن میں سے میں ایک ہی شائع کر سکا اور پھر کیا معلوم تھا کہ باقی اسی مضمون کا حصہ بن جائیں گے، جو خط شائع کیا اس کا مضمون یہ تھا۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

گرامی قدر بخدمت جناب مولانا محمد طاسین دامت معالیکم

سلام مسنون اسلام کے بعد

کافی دنوں سے خیال کر رہا تھا کہ جناب والا کی خدمت مبارکہ میں عریضہ ارسال کروں، لیکن وقت کے اشغال نے اتنا بھی موقع نہ دیا، پچھلے دنوں حضرت اعظمی دامت برکاتہم کا ایک مکتوب جو میرے عریضے کے جواب میں آیا تھا، سے پتہ چلا کہ مسند حمیدی جلد اول طبع ہو چکی ہے، اگر جناب کے پاس اس کی مجلدات پہنچ گئی ہوں تو ایک نسخہ بذریعہ وی پی بھیجنے کا حکم فرمادیں، نیز جناب کی خدمت میں اطلاعاً عرض ہے کہ ''اسرار المحبۃ'' کی کتابت شروع کرادی ہے، تقریباً نصف کے قریب کتابت ہو چکی ہے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچادے۔

''تکمیل اذہان'' کا معاملہ تاخیر میں پڑتا جا رہا ہے دعا کریں اللہ تعالیٰ اس مشکل کام میں ہماری دستگیری فرمائے، پہلے ایک صاحب کو اس کا مسودہ دیا تھا تا کہ وہ اس پر کچھ تسہیل کا کام کر دیں لیکن چند ماہ بعد انہوں نے واپس کر دیا کہ اس کے لئے مجھے زیادہ وقت درکار ہے اور میرے پاس اس کا وقت نہیں۔

اب ایک دوسرے دوست ہیں جنہیں وہ مسودہ دیا ہوا ہے، واللہ اعلم، وہ کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں، اپنی بساط سے تو یہ کام بہت اونچا ہے اس لئے کہ شاہ رفیع الدینؒ نے اس کتاب میں اختصار کی انتہاء کر دی، جس میں بہت زیادہ اغلاق اور غموض پیدا ہو گیا ہے اب کچھ انتظار کرنا پڑے گا، ورنہ بصورت دیگر اسی طرح طبع کرادی جائے گی۔

جناب کی خدمت میں یہ بھی عرض ہے کہ ''تکمیل الاذہان'' کا وہ نسخہ جو حضرت بنوری دامت برکاتہم

کے زیر مطالعہ رہا اسے ملاحظہ فرما کر مطلع فرمائیں کہ اس نسخے میں کچھ حواشی یا فہمیات بھی ہیں یا نہیں تو مہربانی ہوگی، امید کہ آپ مع الخیر ہونگے۔ والسلام: عبدالحمید سواتی خادم مدرسہ نصرۃ العلوم نز د گھنٹہ گھر شہر گوجرانوالہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ/۲۲ اپریل، ۱۹۶۳ء۔

مجھے اس خط کے بعد جیسے جیسے دیگر خطوط ملتے رہے پڑھنے کے بعد یہی تاثر قائم ہوتا چلا گیا کہ حضرت صوفی صاحبؒ کا نہ صرف والد گرامیؒ سے نہایت قلبی اور علمی تعلق تھا بلکہ مجلس علمی کی نشر واشاعت میں انتہائی دلچسپی اور ساتھ چند معاملات میں علمی مشاورت کا بھی سلسلہ موجود تھا اور بعض خطوط سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ حضرت صوفی صاحبؒ کے مدرسہ نصرۃ العلوم کیلئے مجلس علمی کے سرپرست مولانا محمد ابراہیم بن محمد میاں کی جانب سے سالانہ بطور عطیات بذریعہ محمد طاسین جاری ہوتا تھا، جس کی وصولی رسید بعض میں مبلغ ۱۰۰ اور بعض میں مبلغ ۵۰ روپے منی آرڈر ۱۹۶۱-۱۰-۱۴ تحریر تھا۔

مگر ساتھ ہی ایک مکتوب سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جب ادارہ مجلس علمی کی جانب سے حضرت شاہ اسماعیل کی تصنیف ''عبقات'' جو کہ عقائد کے موضوع پر تھی ادارہ مجلس علمی نے ۱۹۵۹ میں اسے عربی میں شائع کیا، (یہ واضح رہے کہ بعد میں اس کتاب کا اردو ترجمہ علامہ مناظر احسن گیلانیؒ نے اللجنۃ العلمیہ اے پی انڈیا سے محمد ضیاء الدین احمد شکیب کی زیر نگرانی شائع کرایا گیا) اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد حضرت صوفی صاحبؒ کا ذیل میں ایک مکتوب جس میں مجلس علمی کی اس گراں قدر خدمت کو سراہا گیا۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بگرامی خدمت جناب مولانا محمد طاسین صاحب دامت برکاتہم وزادعنایتکم

سلام مسنون اسلام کے بعد

جناب کا مکتوب گرامی ملا اور ساتھ ہی عبقات بھی دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ واقعی مجلس علمی قابل صد آفرین ولائق ستائش ہے، اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے، جناب کے ارشاد کے مطابق مجلس علمی کے اشاعتی پروگرام میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تینوں اہم کتابیں بدور البازغہ، خیر کثیر اور تفہیمات الٰہیہ داخل ہیں سو ان کے بارے میں یہ عرض ہے کہ اگر ان کی اشاعت بھی عبقات کی طرح مصری ٹائپ میں ہو تو کیا ہی اچھا ہو، نیز حضرت بنوری دامت برکاتہم یا کوئی اور بزرگ جیسے مولانا غلام مصطفیٰ

صاحب سندھی جنہوں نے حضرت مولانا سندھی سے فیض حاصل کیا ہے، ان تینوں کتابوں کے بعض مقامات پر تفصیلی حواشی یا وضاحتی نوٹس لگادیں تو یقیناً ان کتابوں سے استفادہ کی ایک مفید صورت پیدا ہو جائے گی، بہر حال یہ میرا ذاتی خیال ہے آپ کے سامنے کچھ عرض کرنا اپنی حماقت کا اظہار ہوگا......''تکمیل الاذہان'' کے متعلق جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر تشریحی حواشی کا اضافہ ہو جائے تو اس کی افادیت بہت بڑھ جائے گی۔

سو عرض ہے کہ اول تو اتنا وقت میسر آئے یہ ہی ایک مشکل امر ہے پھر اگر وقت بھی مل جائے تو بندہ کی استعداد بھی ایسی نہیں کہ ایسا اہم کام انجام دے سکے...... پھر یہ کہ کتاب بھی ابھی تک میں نے نہیں دیکھی ہے . کتاب کو دیکھنے کے بعد میں عرض کر سکتا ہوں کہ آیا اس پر حواشی وغیرہ کا کام ہو سکتا ہے یا نہیں، ممکن ہے آپ کے نیک مشورہ اور عالمانہ ہمدردیاں شامل حال ہوں تو شاید کچھ کام ہو سکے، شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی کتاب ''اسرار محبت'' کا ایک قلمی نسخہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب سابق پرنسپل اورینٹل کالج کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے، میں نے موصوف سے رابطہ کر کے اس نسخے کو دیکھا، ڈاکٹر صاحب اس کی نقل دینے کیلئے بھی تیار تھے، مگر افسوس کہ کتاب اس قدر بوسیدہ ہے کہ نا قابل استفادہ ہے، یہ نسخہ روح اللہ دہلوی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، جس کے آخر میں تاریخ ۱۲۵۳ ہجری درج ہے، کاغذ کسی قدر کرم خوردہ ہے اور اکثر جگہ حروف مٹ چکے ہیں لیکن کتاب سے اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی شاہ رفیع الدین صاحبؒ بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح صوفی حکیم محدث اور فقیہ تھے...... کتاب عبارت کے لحاظ سے عبقات سے سہل ہے، باقی کتابیں بھی شاہ صاحب کی اگر ایسی ہی ہیں تو ان کا شائع نہ ہونا امت کے لئے ایک حادثہ سے کم نہیں۔

انڈیا سے جب جناب کے پاس کتابوں کی نقول آجائیں تو امید ہے کہ آپ اطلاع دیں گے تاکہ استفادہ، نقل اور اشاعت کا کوئی پروگرام بنایا جائے، اپنے قیمتی مشوروں سے امید ہے کہ آپ ہماری رہنمائی کرتے رہیں گے......اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، امید کہ آپ بخیر ہونگے۔

والسلام: عبدالحمید سواتی خادم مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ ۶۱-۱۱-۲۳

پھر اسکے بعد ایک اور مکتوب میں حال احوال کے بعد یہ تحریر تھا کہ'' اگر مجلس علمی کے کتب خانہ میں ہندوستان سے مسند حمیدی اور تفہیم البخاری جز اول آئے ہوں تو ایک نسخہ وی پی کرا دینے کا حکم فرمادیں...... تفہیم البخاری کے مقدمے کے دونوں حصے جناب والا نے مدرسہ نصرۃ العلوم کے لئے گزشتہ سال ارسال فرمائے تھے،

''تکمیل الاذہان'' کی تصحیح و ترتیب مکمل ہو چکی ہے عنقریب کتابت کے لئے اسے پیش کر دیں گے۔

والسلام: احقر عبدالحمید سواتی خادم مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ۔ ۲۹ شعبان ۸۳/۱۵ جنوری ۶۴

اسی طرح ایک اور خط جس میں حضرت صوفی صاحبؒ نے تحریر کیا...... جناب والا کی مرسلہ کتاب انوار الباری جلد ہشتم برائے کتب خانہ مدرسہ نصرۃ العلوم وصول پائی، جناب والا کی عنایت و مہربانی کا شکریہ...... اور جناب والا کی خدمت مبارک میں التماس ہے کہ بواپسی ڈاک اطلاع فرما دیں کہ ''مشکلات القرآن'' طبع ہوئی کہ نہیں، نیز میں نے سنا ہے حضرت شاہ رفیع الدینؒ کا ایک رسالہ ''راہ نجات'' مجلس علمی یا حضرت بنوری دامت برکاتہم کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے، کیا یہ صحیح ہے، اس کی اطلاع فرما دیں۔

والسلام: عبدالحمید سواتی خادم مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر شہر گوجرانوالہ

مذکور مکاتیب سے اندازہ قائم ہو گیا کہ حضرت صوفی صاحبؒ کا علمی مقام کیسا تھا اور علمی ذوق مطالعہ نے اسلاف کے علم کے لئے کیسی تڑپ ان کے اندر پیدا کر دی تھی اور اسی خواہش پر امید باندھے کہ امت مسلمہ کو اسلاف کی تحریریں جو کہ علم حدیث سے متعلق ہوں یا علم تفسیر، عقائد و خیالات سے متعلق یا پھر فقہی خدمات الغرض یہ تحریریں حضرت شیخ التفسیر والقرآن علامہ سواتیؒ کے نزدیک امت مسلمہ کے لئے کسی اثاثہ سے کم نہیں، آپ کے نہ صرف خطوط بلکہ مختلف موضوعات پر مبنی تحریریں اور تقاریر اس بات کی غماز ہیں اور ان میں ایک ایک لفظ یہ شہادت پیش کرتے نظر آتے ہیں کہ آپ اپنے بلند علمی مقام اور منصب کے باوجود عجز و انکساری کے پیکر جیسی عظیم شخصیت تھے۔ آج میری خوش نصیبی ہے کہ جلیل القدر شیخ التفسیر علامہ سواتیؒ جو کہ اپنے وقت اور علم کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ عالم دین تھے، میرے لئے تو آپ کے کسی بھی علمی مقام پر کچھ منطبق کرنا تو دور کی بات ہے لیکن سوچنے کے اعتبار سے کم از کم میری اپنی اصلاح کا باعث ضرور بنے گا، اور ساتھ ہی میں اپنی کم مائیگی علم کو دیکھتے ہوئے یہی کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اپنے والد علامہ طاسینؒ کے توسط سے حضرتؒ کے مکاتیب کے اوپر چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ان علمی دستاویز کو پیش کرنے کا جو موقع حاصل ہو سکا یہی نسبت بھی کافی ہوگی، اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کے علم کو تحریری اور تقریری صورت میں تا قیامت قائم رکھے اور ہمیں ان کے علم سے بھرپور استفادہ کی توفیق حاصل ہو بالخصوص درس تفاسیر قرآن جو کہ حضرتؒ کی علمیت میں اپنی مثال آپ ہے، آمین۔

جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن
سیکرٹری جنرل انجمن نصرۃ الاسلام گوجرانوالہ

میرے حضرتؒ...... ہمہ جہت صفات کے حامل

گوجرانوالہ کی تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسی شخصیت گزری ہو کہ جس کی وفات بلاامتیاز مذہب وملت اور ہر بڑے چھوٹے مرد وعورت کے لیے بے حد سوگواری اور انتہائی صدمے کا باعث ہوئی ہو، مخدومی ومخدوم العلماء والفضلاء، امام عصر، قطب الوقت، عظیم محدث، عصر حاضر کے عظیم مفسر، شیخ المشائخ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کا شمار ایسے ہی معدودے افراد میں سے ہے۔

اور ایسا بھی اتفاق بہت کم ہوا ہے کہ ایک انسان بیک وقت بے مثال خطیب، بےلوث مخلص راہنماء، بلند پایہ مصنف، عظیم فلاسفر، اعلیٰ درجہ کا منتظم، اکابر علماء کے علوم ومعارف کا امین وشارح، علم وتحقیق کا امام فکر ولی اللہ کا داعی، مفسر، محدث، مصنف، فقیہ، دینی افکار ونظریات کا عظیم مبلغ اور اس کے ساتھ ساتھ خداترس، زاہد، متقی، متوکل اور پرہیزگار اتنا ہو کہ اس کے دامن پر کوئی بدنمائی کا داغ نہ ہو، جس نے حیات مستعار کا راحت وسکون، آسائش وآرام امت مسلمہ کے واسطے ترک کر دیا ہو، جس کی ساری زندگی دین حق کی سر بلندی اور سرفرازی کے لئے وقف ہو، جس نے عملی طور پر ساری زندگی دارالعلوم نصرۃ العلوم کی چار دیواری میں گزاری ہو، جس کی تحریر میں بے پناہ تاثیر اور تقریر میں علم کا سمندر موجزن ہو، مندرجہ بالا صفات وخصوصیات کے انسانوں کو اگر شمار کیا جائے تو ان کی پہلی صف میں میرے حضرت صوفی عبدالحمید صاحب سواتیؒ کا اسم گرامی ہوگا۔

چمنستان دارالعلوم دیوبند میں یوں تو ہر قسم کے رنگ برنگ پھول کھلے لیکن ان پھولوں میں بے شمار پھول نہایت ہی جاذب نظر، بے حد نور افزاء، بے انتہاء معطر اور پرکشش نکلے۔ بقول شاعر

جو رند یہاں سے اٹھا ہے
وہ پیر مغاں کہلایا ہے

ان پھولوں میں سے ایک غنچہ میرے حضرت صوفی عبدالحمید صاحب سواتی" تھے۔

حضرت کے فرزند ارجمند میرے مخدوم الحاج حضرت مولانا محمد فیاض خان صاحب سواتی کا حکم تھا کہ میں چند سطور حضرت جی کے بارے میں لکھوں، حضرت اقدس" کے اصل ڈاکٹر تو شیخ اشفاق صاحب ماہر امراض دل تھے (میں تو صرف حضرت کا خادم ہوں) میرا شمار اگر حضرت کے خدام اور محبین میں ہو جائے تو زہے نصیب، راقم الحروف اپنی علمی بے بضاعتی اور ذاتی کمزوریوں کی وجہ سے اس لائق نہ ہے کہ اس پاک باز اور پاک نہاد فرشتہ صفت شیخ کی سوانح پر کچھ سطور لکھے لیکن مولانا کے حکم اور گزشتہ کئی سالوں کی مودت نے مجبور کر کے چند سطور لکھا دی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ان سے اس عظیم ہستی کے تبحر، تقدس اور قربانیوں کا حق ادا نہیں ہو سکا لیکن اس انتساب سے کچھ امید ہوگئی ہے کہ اللہ رب العزت ان کی محبت کے صدقہ اس سیاہ کار پر اپنا فضل فرمائے اور ان کے ساتھ حشر فرمائے۔

احب الصالحین ولست منهم

لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحا

جامعیت، متانت، سنجیدگی، خاموشی، وقار، کرم نفس، تواضع، حلم، بے باکی، وقار، دحمکنت، ذکر و شکر، خودداری، زہد و تقویٰ، مکارم اخلاق، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی، حسن صورت اور حسن سیرت، جسمانی پاکیزگی اور نفاست کا مجسمہ، سراپا علم و عمل، پیکر خلوص و اخلاص، اسوۃ الصلحاء، تعلق مع اللہ کی ایک خاص کیفیت سے ہر لحمہ سرشار، روحانی مسکراہٹ سے مزین چہرہ، کن کن الفاظ و کیفیات سے حضرت کو یاد کیا جائے۔

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں اس وقت میٹرک کا طالبعلم تھا، جب مجھے علم ہوا کہ ہمارے شہر میں ایک نہایت ہی پاک اور فرشتہ صفت انسان جن کا نام حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی" ہے وہ جامع مسجد نور المعروف چھپڑ والی مسجد میں جمعہ پڑھاتے ہیں، میں ایک معصوم سی سوچ لے کر مسجد میں پہنچ گیا۔

دیکھا کہ کافی لوگ ہیں کچھ نوافل میں مشغول ہیں، کچھ ذکر و تسبیح میں اور کچھ تلاوت میں مگن، میں بھی بیٹھ گیا، اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ ابھی کوئی جبہ وکلاہ زیب تن کئے حضرت نمودار ہوں گے اور خوب جوشیلی اور سریلی تقریر فرمائیں گے، لیکن اپنی تمام سوچوں کے برعکس میں نے دیکھا کہ ایک نہایت ہی سادہ، سفید پوش شخص جو کہ وہیں ذکر میں مشغول تھا اٹھ کر منبر پر بیٹھ گیا، ہاتھ میں قرآن پاک لیا اور تلاوت کے بعد

قرآن پاک کا سادہ الفاظ میں ترجمہ پڑھ کر تقریر شروع کر دی، یہ میری حضرت کی مجلس میں پہلی حاضری تھی۔
مگر جوں جوں عمر بڑھتی گئی اور اصحاب عقل وشعور کی صحبت نصیب ہوئی تو حضرت سے عقیدت اور محبت اور بڑھتی گئی۔ حضرت کا بیان، بہت علمی، تحقیقی مگر آسان، روحانیت سے بھر پور، دل پر اثر کرنے والا، دلائل و براہین سے لبریز، قرآن، احادیث، صحابہؓ اور ائمہ کرامؒ کے افعال وافکار سے مزین، مسلک حق علماء دیوبند کی صحیح ترجمانی، اکابرین کا طرز، مؤقف کی سختی، انداز کی نرمی، مخالف کیلئے کبھی بھی بداخلاقی یا گستاخی کا جملہ زبان مبارک پر نہ لانا، حضرت کے بیان کی امتیازی شان تھی۔
دوران تقریر مسجد میں سکوت ہوتا اور حاضرین سے کبھی واہ، واہ کے نعرے بلند نہ ہوتے، موضوع کو پورا بیان کرنے کے بعد سیاسی صورت حال سے سامعین کی آگاہی اور بین الاقوامی حالات خصوصاً امت مسلمہ کو درپیش مسائل پر گفتگو، حاکم وقت کو مخاطب کر کے تنبیہ کرنا اور غریب عوام کے مسائل سے آگاہ کرنا اور حاضرین کے لکھے گئے سوالوں کا جواب دینا اور گزشتہ ہفتے میں فوت شدہ لوگوں کے لیے دعا کرنا اور بیماروں کیلئے دعائے صحت کرنا حضرتؒ کی عادت شریفہ تھی۔
شریف الفطرت اور کریم النفس انسان جب کوئی نعمت پاتا ہے تو ساری عمر اس کا احسان مانتا ہے اور اس کے گن گاتا ہے اور پھر جس شخص کو کسی شیخ کامل اور مقبول بارگاہ الٰہی کی خدمت میں طویل صحبت اور خصوصی قرب حاصل رہا ہو اور اس نے شب وروز جلوت وخلوت میں بنظر غائر اس کی زندگی کا مطالعہ کیا ہو اور اس کے کمالات اس پر منکشف ہوئے ہوں اس کا دل کس طرح اس کی محبت وعقیدت سے لبریز اور اس کی زبان کس طرح اس کے محامد وفضائل بیان کرنے میں مشغول نہ ہو۔
حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ اپنے بڑے بھائی ومربی حضرت اقدس شیخ المشائخ امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کی محبت وعقیدت سے لبریز تھے اکثر فرماتے تھے کہ شیخ صاحب میرے محسن، استاد اور والد محترم کی جگہ ہیں۔ وہ بڑے اللہ والے ہیں، بڑے لوگ ہیں، مستجاب الدعوات ہیں، دونوں حضرات کا پیار مثالی تھا، متعدد مجالس میں دونوں شیخین کی موجودگی میں جو روحانی کیفیت ہوتی بیان سے باہر ہے۔
مگر وہ منظر کہ جب حضرت صوفی صاحبؒ کا جسد خاکی زائرین کیلئے جہاں زندگی بھر حضرت صوفی صاحبؒ کا معمول رہا کہ اسباق یا نمازوں سے فراغت کے بعد تشریف فرما ہوتے تھے، بالکل اس کے سامنے

رکھا ہوا تھا، نماز عصر کے بعد حضرت اقدس گکھڑ سے تشریف لائے، حضرت کو کرسی پر بٹھا کر حضرت صوفی صاحبؒ کی چارپائی کے پاس لایا گیا، اس وقت حضرت کی کیفیت ناقابل بیان تھی، صوفی صاحبؒ کے چہرہ پر ہاتھ رکھ کے حضرت رونے لگے اور بے قراری واضطراری کیفیت میں آسمان کی طرف دیکھتے۔ علامہ زاہد صاحب نے عرض کیا کہ آج آپ دونوں کی جوڑی ٹوٹ گئی، اس کے بعد علامہ صاحب کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے اور پھر حضرت کی کرسی اٹھا کر دفتر میں لے گئے، آپؒ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کے مرید تھے مگر خود کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے، جب کوئی عقیدت مند بیعت کی درخواست کرتا تو حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ یا حضرت سید نفیس الحسینی شاہؒ یا حضرت شیخ مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت فرماتے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اور دیوبند سے فراغت کے بعد مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی اور اپنی تمام زندگی علم دین کی خدمت کرنے میں گزار دی، آپؒ ایک معمولی وظیفہ پر اپنا گزارا کرتے رہے، طبیعت بے انتہا غیور تھی کبھی کسی کے سامنے اپنی ضرورت یا اپنی کسی تکلیف کا اظہار نہیں کیا، آپ کا اپنا گھر نہ تھا اور نہ ہی ساری عمر اپنا گھر بنایا، ۱۹۹۷ء میں جب آپ کے بیٹے محمد عیاض خان سواتی کی چھت سے گر کر وفات ہوئی تو میں تعزیت کے لیے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؒ کو اس سانحہ کا بہت صدمہ تھا آنکھیں اشکبار تھیں، آپؒ نے فرمایا! ''ڈاکٹر صاحب چونکہ کچھ محبین عزیزم عیاض کو ہدیتاً کچھ دے جاتے تھے تو ہم اس کو شاپر میں رکھ دیتے تھے، مہینہ کے آخری ایام میں اگر پیسوں کی ضرورت ہوتی تو ہم اس میں سے کچھ پیسے مستعار لے لیتے اور تنخواہ ملنے پر واپس اسی میں رکھ دیتے، آج میں نے وہ سارے پیسے گنوائے ہیں جو کہ تقریباً پندرہ ہزار کچھ روپے ہوئے ہیں، میں نے زیر تعمیر فضل مسجد ماڈل ٹاؤن والوں کو بلا کر رقم دے دی اور عزیزم عیاض کے نام کی پرچی بنوالی۔'' اس کے بعد حضرت کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، آپؒ کسی سے کوئی ہدیہ وصول نہ کرتے اگر کوئی ہدیہ پیش کرنے کا اصرار کرتا تو اس کو پاس بٹھاتے اور فرماتے بھائی اس پر تمہارے گھر والوں اور عزیز واقارب کا حق ہے، بہت سے لوگ جو مدرسہ کے حق میں اپنی زمین وقف کرنے کے لئے آتے، ان کا مقصد اپنی اولاد کو محروم کرنا ہوتا تو حضرتؒ انہیں بہت پیار سے سمجھا کر واپس بھجوا دیتے، حضرت نے کبھی بھی مقامی سیاست یا ملکی سیاست میں عملی حصہ نہیں لیا مگر وقتاً فوقتاً جمعیت علمائے اسلام یا دوسری مذہبی جماعتوں کی اس معاملے میں راہنمائی فرمائی۔

بندہ کیلئے یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ حضرت صاحبؒ کی نظر شفقت اور اعتماد نے مجھ ناچیز کو انجمن نصرۃ الاسلام کا سیکرٹری جنرل متعین فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے اعتماد پر پورا اترنے کی توفیق دے اور ہم سے دین کے تعاون کا کام لے لے، ان کی مجالس میں، میں نے جس بات کو زیادہ محسوس کیا وہ یہ ہے کہ انہیں حاجی فیاض صاحب سے بہت زیادہ پیار تھا، وہ اپنے ملنے والوں سے ان کے اور ان کے کام کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے، اور تصویب پر بہت خوش ہوتے تھے۔

آپؒ کے دروس قرآن و حدیث، نماز کی کتاب اور دوسری تصنیفات سے ہر مسلک و مشرب کے لوگ پوری دنیا میں استفادہ کر رہے ہیں، ہزاروں کی تعداد میں شاگرد، مدرسہ و مسجد اور اولاد صالح آپؒ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں کروٹ کروٹ راحتیں نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں ان کو جگہ دے اور ہم سب کو اخلاص کے ساتھ ان کے مشن اور تعلیمات پر عمل کرنے اور انہیں آگے بڑھانے کی توفیق سے نوازے، آمین ثم آمین۔

محفل کی رونقیں ہیں میرے اضطراب سے
پروانے کے لباس میں شمع لگن ہوں میں

حرام مال سے اجتناب کی برکت

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا،

ایک بار میرے پاس ایک آدمی مسجد و مدرسہ کے لئے چندہ لایا میں نے پوچھا کیسا ہے؟ اس نے صاف کہا کہ سینما کی کمائی ہے، میں نے کہا کہ حرام ہے، ہم مدرسہ و مسجد کے لیے ایسی کمائی نہیں لیتے وہ آدمی سمجھ دار تھا چلا گیا اسی دن دوپہر کے وقت میں مدرسہ کے کمرہ میں سو گیا تو ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کھولا تو وہ فیصل آباد سے آیا تھا اس نے مسجد و مدرسہ کے لیے اتنا ہی چندہ دیا جتنا وہ پہلا دینا چاہتا تھا، کچھ عرصہ کے بعد وہی پہلا آدمی پھر چندہ لے کر آیا اور خود ہی وضاحت بھی کی کہ یہ حرام نہیں ہے بلکہ میری والدہ کی کرائے کی دوکان کی آمدن ہے۔

(فیاض)

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج
سہ ماہی التفسیر کراچی

صوفی عبدالحمید سواتیؒ

ایک مفسر ...... ایک محدث

ملک کے معروف بزرگ عالم دین، مفسر قرآن، شیخ الحدیث اور متعدد کتابوں کے مترجم ومولف مولانا صوفی عبدالحمید سواتی طویل علالت کے بعد بالآخر ۶ اپریل ۲۰۰۸ء اتوار کی صبح اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے، ان کی عمر نوے برس تھی، مرحوم کی وصیت کے مطابق انہیں شہر کے بڑے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا، ایک اندازے کے مطابق انکے جنازے میں ایک لاکھ افراد شریک ہوئے، مرحوم اپنی خدمات تدریس وتقریر و تالیف کے سبب مذہبی حلقوں میں ہمیشہ یاد رہیں گے، انہوں نے معالم العرفان کے نام سے قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی یادگار چھوڑی ہے، مرحوم جامع مسجد نور (گوجرانوالہ) میں ہفتہ میں چار روز درسِ قرآن باقاعدگی سے دیا کرتے تھے، ایک طویل مدت تک ان کے زبانی درسوں کا سلسلہ چلتا رہا اور اتنا مقبول ہوا کہ اسے باقاعدہ لکھا جانے لگا، اور دیکھتے ہی دیکھتے معالم العرفان فی دروس القرآن کے نام سے غالباً بیس مجلات تیار ہوگئے۔ یہ درس ضبطِ تحریر میں لانے کا خوشگوار فریضہ ان کے فیض یافتہ شاگرد رشید الحاج لعل دین نے انجام دیا، ان کے تلامذہ لاکھوں کی تعداد میں بتائے جاتے ہیں، جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، مرحوم کا تعلق صوبہ سرحد سے تھا، جہاں سے وہ نصف صدی قبل گوجرانوالہ میں آ کر مقیم ہوئے، مرحوم نے تحریک ختم نبوت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید وبند کی مشقت اٹھائی۔

مولانا نے دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کیا تھا، ان کے اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبدالشکور لکھنوی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی اور مولانا اعزاز علی جیسے علم وادب کے اکابر واساطین شامل ہیں، وہ حیدرآباد دکن کے طبیہ کالج سے طبِ یونانی میں سند یافتہ تھے، مگر طبابت کو اپنا پیشہ نہیں بنایا، مرحوم کے نماز جنازہ میں عوام کے ساتھ اکابر علماء نے بھی شرکت کی اور ان کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا۔

؎ خدا رحمت کنداین عاشقانِ پاک طینت را

مولانا عبدالحمید سواتی ۱۹۱۷ء میں صوبہ سرحد کے ضلع ہزارہ کے ایک گاؤں کڑمنگ بالا میں پیدا ہوئے، بچپن میں ہی والدین کے سایۂ رحمت وشفقت سے محروم ہو گئے لیکن اپنی ذاتی امنگ اور شوق کے باعث مختلف مدرسوں میں تعلیم حاصل کرتے رہے تا آنکہ ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے علوم دینیہ میں تکمیل کی سعادت پائی۔اسلامی فرقوں کے مابین ردومناظرہ کا روایتی انداز جو بدقسمتی سے مختلف مدرسوں اور جامعات میں رائج تھا،اس میں مہارت حاصل کی، پھر بین المذاہب تقابلی مطالعہ کے لئے دارالمبلغین (لکھنؤ) چلے گئے ۱۹۵۲ء میں گوجرانوالہ میں اپنا مدرسہ نصرۃ العلوم قائم کیا اور قبل ازیں جامع مسجد نور بطور خطیب ۱۹۵۱ء میں وابستہ ہوئے،(بحوالہ معالم العرفان، پارہ نمبر۲۹،ص۴)(اس حوالہ میں ۱۹۵۱ء نہیں لکھا گیا،معلوم یہ ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب نے سرسری مطالعہ کے بعد مضمون لکھ دیا ہے۔مدیر) اور تمام زندگی اسی مسجد کو اپنے خطابات و دروس کا مرکز بنائے رکھا،ان کے خطابات بالعموم قرآنی آیات کی تفسیر پر مشتمل ہوتے تھے،اور درسِ قرآن میں تو تفسیر القرآن بالقرآن ہی کا طریقہ غالب رہتا تھا،(بحوالہ معالم العرفان،جلد پنجم،ص۲۰) (یہ حوالہ بھی پروفیسر صاحب نے سیاق وسباق کو چھوڑ کر پیش کیا ہے۔)مگر یہ طریقہ تدریس بھی اگر تدبرو اجتہاد سے خالی ہو تو فقط نام ہی رہ جاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ مجبوری از قرآن کے اس دور میں اگر نام قرآن بھی رہ جائے تو بسا غنیمت ہے بلکہ قابل ستائش ہے۔گو مرحوم کی تفسیر کا انداز تکنیکی طور پر علمی نہیں ہے،تاہم خطابت میں دلچسپی پیدا کرنے والے عوامل کا لحاظ ضرور رکھا گیا ہے،کہیں کہیں اندازِ بیان از حد دلچسپ ہو گیا اور کہیں کہیں ان کا استدلال ان کے عدم تدبر کی چغلی بھی کھاتا ہے، دیکھئے(معالم العرفان جلد ۹،ص۴۹۷) اور کہیں سہو وتسامح کا شکار بھی نظر آتا ہے،معلوم ہوتا ہے کہ مرتب تفسیر نے مفسر کے بیان کو پورے طور پر سمجھے بغیر یا تحقیق کئے بغیر ہی لکھ دیا ہے(بہتر ہوتا کہ پروفیسر صاحب ان دو باتوں کو واضح کرتے صرف حوالہ نقل کر کے انہوں نے قارئین کو مغالطہ میں ڈالا ہے حالانکہ ان صفحات میں کوئی عدم تدبر اور تسامح نہیں پایا جاتا ہر آدمی خود کھول کر دیکھ سکتا ہے۔مدیر)،بہر حال تفسیر میں مشاہیر کے حوالے جا بجا ملتے ہیں،کہیں کہیں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور غلام احمد پرویز کا رد بھی ملتا ہے،تاہم دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے کے سبب علمائے دیوبند کا بہت ادب واحترام سے ذکر کیا گیا ہے۔

ان کے دروس وخطابات میں اکثر و بیشتر مقامات پر کتب تفاسیر واحادیث اور بعض دیگر کتب کے جو حوالے ملتے ہیں وہ دوسروں کی محنت ہے، یہ دقت طلب کام الحاج لعل دین، محمد اشرف اور مرحوم کے صاحبزادے محمد فیاض خان سواتی نے متفرق طور پر الگ الگ جلدوں میں انجام دیا ہے۔ (بحوالہ معالم العرفان پارہ نمبر ۲۹ ص ۸، سورۂ جن تا سورۂ مرسلات، اور جلد نمبر ۱۴، ص ۲۷)

درسِ قرآن کے ساتھ ساتھ مرحوم نے درسِ حدیث کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا، معالم العرفان کی چودھویں جلد میں اس امر کا تذکرہ ملتا ہے کہ دروس الحدیث کی دوسری جلد کی کتابت مکمل ہو چکی ہے، نیز اس جلد میں بھی امام احمد بن حنبلؒ کی مسند احمد کی منتخب احادیث کی تشریح، معالم العرفان کی طرز پر کی گئی ہے۔

مرحوم کا درسِ حدیث، ہفتہ میں دو دن ہوا کرتا تھا مسند احمد کے علاوہ آپ نے صحاح ستہ، مشارق الانوار، الترغیب والترھیب، مؤطا امام مالک کا درس بھی مکمل کیا۔ (بحوالہ معالم العرفان پارہ ۲۹، سورۂ جن تا سورۂ مرسلات، ص ۶)

مرحوم کے یہ دونوں دروس بلال احمد ناگی نے بڑی دلچسپی اور ذمہ داری سے کیسٹوں میں محفوظ کئے تھے، جسے الحاج لعل دین نے مناسب عنوانات کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا، قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ عام خطباتِ جمعہ کو بھی کیسٹوں میں ریکارڈ کیا گیا تھا، (بحوالہ معالم العرفان، جلد ۱۴، ص ۲۷ تا ۲۸) جنکی ریکارڈنگ انجم لطیف کے ذمہ تھی، واضح رہے کہ کیسٹوں میں محفوظ کرنے کا عمل ۱۹۷۹ء سے شروع ہوا تھا۔

جنہیں بعد میں الحاج لعل دین نے افادۂ عام کے لئے کاغذات پر منتقل کیا، الحاج لعل دین کی تحریری خدمات دیکھ کر مجھے رشید رضا مصری یاد آتے ہیں، جنہوں نے اپنے شیخ، مفتی محمد عبدہٗ کے تفسیری کارنامے کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے خود کو امر کر لیا ہے، الحاج لعل دین بھی ایسے ہی فنافی الشیخ معلوم ہوتے ہیں، اللہ انہیں اس کی جزا عطا فرمائے، آمین۔

مرحوم چونکہ روایتی علوم کے علامہ تھے، اس سبب سے (ہمارے نزدیک) ان کے بیان میں بعض ضعیف روایات بھی موجود ہیں۔ (دیکھئے معالم العرفان پارہ ۲۹ ص ۱۹۰ سورۂ ملک تا سورۂ نوح) (افسوس کہ پروفیسر صاحب نے ایسی کسی روایت کو نمایاں نہیں کیا تاکہ انہیں اسکی فنی حیثیت سے آگاہ کر دیا جاتا۔ مدیر)

قرآن وحدیث کے یہ دروس نمازِ فجر کے بعد دیئے جاتے تھے،اس ترتیب کے ساتھ کہ شروع کے چار دن درسِ قرآن کے لئے اور بعد کے متصل دو دن درسِ حدیث کے لئے مختص ہوتے اور ایک دن ناغہ ہوتا۔

مولانا کی تفسیر سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے سے خصوصی لگاؤ تھا اور وہ مولانا عبیداللہ سندھی سے بیحد متاثر تھے، جبکہ بیعتِ ارادت مولانا حسین احمد مدنی سے رکھتے تھے۔

معالم العرفان فی دروسِ القرآن میں آیات قرآنیہ کے نیچے جو ترجمہ ملتا ہے، وہ صوفی عبدالحمید سواتی کا اپنا بیان کردہ ہے۔(بحوالہ ایضاً ص ۸) اس اعتبار سے انہیں مفسرِ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ مترجم قرآن ہونے کا شرف بھی حاصل ہے،میرے خیال میں مولانا کی تفسیر کو اک نئی ترتیب کے ساتھ از سرِ نو شائع کرنے اور تمام جلدوں میں ضخامت کی یکسانیت کو ملحوظ رکھنے کی اشد ضرورت ہے،تاکہ ایسی پر اثر تفسیر سے استفادہ میں آسانی ہو، بلاشبہ تفسیر کا اسلوب بیان بالعموم سادہ اور پیچیدگیوں سے پاک ہے، بلکہ یہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو کہ مولانا اشرف علی تھانوی کے مواعظ کی طرح ،سحر انگیز اور حسنِ تاثیر سے مرصع ہے،سوائے علمی رنگ کے ......اکثر جلدوں میں شاہ ولی اللہ کے فلسفے اور حکمت کی چھاپ بھی نظر آتی ہے۔(بحوالہ ایضاً جلد۳ ص ۲۹)

مولانا کی دیگر کتابوں کا تذکرہ معالم العرفان کی گیارہویں جلد کے آخری صفحہ پر ملتا ہے جس کی قدرے تفصیل یہ ہے:(۱) نماز مسنون کلاں۔(۲) نماز مسنون خورد۔(نماز کے موضوع پر یہ ضخیم کتابیں ہیں جو کم وبیش ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔(۳) مولانا عبیداللہ سندھی کے علوم وافکار،جن کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا وہ یہ ہیں۔(۴) مباحث کتاب الایمان مع مقدمہ مسلم شریف اردو شرح۔(۵) تشریحات سواتی الی ایسا غوجی۔(۶) عقائد اہلسنت وجماعت،ترجمہ عقیدۂ طحاوی۔(۷) البیان الازہر ترجمہ فقہِ اکبر۔ (۸) ایضاح المومنین ترجمہ دلیل المشرکین۔(۹) ترجمہ الطاف القدس......

اوراب وہ کتب، جنکا عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔(۱۰) حجۃ الاسلام۔(۱۱) تاریخ مبادی وفلسفہ۔علاوہ ازیں متعدد کتب ورسائل پر مقدمہ وتصحیح کی،اور''مقالات سواتی''کے نام سے ایک الگ کتاب مرتب کی۔

(راقم الحروف جناب پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالشہید نعمانی،چیئرمین شعبۂ عربی، جامعہ کراچی) کا ممنون ہے کہ جنہوں نے مولانا سواتی مرحوم کی تفسیر کی دستیاب بارہ جلدیں مطالعہ کے لئے مرحمت فرمائیں جن کی مدد سے یہ مختصر سا مضمون سپردِ قلم ہوا۔

مولانا پروفیسر غلام حیدر
زمیندار کالج گجرات

جامع العلوم والصفات شخصیت

عربی کا مقولہ مشہور ہے:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ، عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ

علم دو قسم کا ہے دینی علم اور جسمانی علم یعنی علم طب ایسا تو اکثر دیکھا گیا ہے اور آج بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ بہت سارے حضرات دینی علوم میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، تفسیر و حدیث کے امام ہیں یا فقہ و منطق کے ماہر ہیں لیکن اس کے ساتھ علم الابدان (Medical science) سے نا بلد ہیں، اسی طرح کتنی ہی شخصیات ہیں جو عالمی شہرت کی ڈاکٹر یا طبیب ہیں مگر دینی عوم کی ابجد سے بھی ناواقف ہیں، بہت ہی کم افراد ایسے ہیں جو دونوں علوم کے ماہر ہیں، اٹھائیس ربیع الاول ۱۴۲۹ھ چھ اپریل ۲۰۰۸ء وہ ایک ایسی ہی شخصیت ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئی۔

صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ دینی و جسمانی دونوں علوم کے ماہر تھے، دینی علوم میں ان کی مہارت کے لیے انکی تصانیف اور ان کے شاگرد شاہد ہیں، اندرون و بیرون ملک مجھ سمیت ہزاروں کی تعداد میں ان کے شاگرد موجود ہیں، پچاس کے لگ بھگ آپ کی تصانیف ہیں، دروس القرآن (۲۰ جلدیں) اردو تفاسیر میں سب سے بڑی اور مفصل تفسیر ہے اس میں ایسے ایسے علمی نکات ہیں جن سے بڑی بڑی تفاسیر خالی ہیں، دروس الحدیث مسند احمد چار جلدیں اپنی مثال آپ ہے۔

شرح ابن ماجہ، شرح ترمذی (کتاب البیوع) شرح شمائل ترمذی، حدیث میں آپ کے علمی رسوخ کا واضح ثبوت ہیں۔

خطبات سواتی ۶ جلدیں، خطباء حضرات کے لیے ایک مثالی اور انمول نمونہ ہیں، نماز مسنون کلاں نماز کے موضوع پر بلاشبہ اردو زبان میں سب سے مفصل، مدلل اور بہترین کتاب ہے، اس کے ساتھ ساتھ آپ

ایک حاذق اور بہترین طبیب بھی تھے، آپ نے ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کر کے دارالمبلغین لکھنؤ میں حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ سے فن مناظرہ سیکھا، اس کے بعد طبیہ کالج حیدرآباد دکن میں باقاعدہ داخلہ لیا اور علم طب کا چار سالہ مکمل کورس پڑھا، آپ نے طبیہ کالج میں چاروں سال ہر امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔

یہاں سے فارغ ہو کر کچھ عرصہ آپ گھنٹہ گھر گوجرانوالہ میں طب کی پریکٹس کرتے رہے، بعد ازاں ۱۹۵۲ء میں آپ نے بعض دوسرے علماء اور دوستوں کے تعاون سے گھنٹہ گھر کے پاس ایک تالاب کی جگہ پر مسجد نور اور اس سے ملحقہ مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی اور تادم زیست اسی مدرسہ میں مقیم رہے، یہاں تک کہ آپ کا جنازہ اسی مدرسہ سے ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء کو اٹھا، اس سے قبل شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ایک صاحبزادہ شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے چالیس سال ایک مسجد میں اعتکاف کیا اور ان کا جنازہ مسجد سے اٹھا تھا۔

ہمارے استاد محترم نے تقریباً ۵۶ سال مسجد اور مدرسہ میں قیام کیا اور اسی مسجد و مدرسہ میں ایک مقامی اخبار کے مطابق تقریباً ایک لاکھ افراد نے ان کی نماز جنازہ ادا کی، سوائے چند مواقع کے آپ کبھی مسجد و مدرسہ سے نہیں نکلے، نماز جنازہ کا منظر دیدنی تھا، سب سے زیادہ تعداد ملک بھر سے آئے ہوئے علما وطلبا کی تھی، مسجد کا ہال اسکی بالائی منزل عورتوں کی مسجد، مسجد کا صحن اور مدرسہ کی تینوں منازل اور اس کی اطراف وغیرہ شرکاء جنازہ سے کھچا کھچ بھری تھی، آپ سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت تھے، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بھی بہت عقیدت رکھتے تھے، آپ ایک حق گو اور نڈر خطیب بھی تھے ساری زندگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ احسن طریقہ سے انجام دیتے رہے، تفسیر دروس القرآن اور خطبات سواتی آپ کے جمعہ کے خطابات اور نماز فجر کے بعد درس قرآن کا نتیجہ ہے۔

گوجرانوالہ شہر اور مضافات سے لوگوں کا ایک جم غفیر آپ کا درس قرآن اور جمعہ کا وعظ سننے کے لیے مسجد نور میں جمع ہوتا تھا، حق گوئی کی پاداش میں آپ نے کئی بار جیلیں بھی کاٹیں، آپ تحریکی ذہن کے مالک تھے، امام الہند شاہ ولی اللہؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی انقلابی فکر کے امین تھے اسی لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی شہرۂ آفاق اور معرکۃ الآراء تصنیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' ہمیشہ نصرۃ العلوم میں دورۂ حدیث کے نصاب

میں شامل رہی ہے الغرض آپ بیک وقت عالم دین اور عالم طب تھے، ظاہری اور باطنی علم یعنی شریعت و طریقت کے حسین امتزاج تھے ایک مؤثر واعظ و خطیب تھے، صاحب تصانیف شخصیت تھے، عربی کا یہ شعر آپ پر صادق آتا ہے۔

عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُکَ وَاحِدٌ
وَکُلٌّ اِلٰی ذَاکَ الْجَمَالِ یُشِیْرُ

ترجمہ: ہماری تعبیریں مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہی ہے اور یہ ساری تعبیریں اسی حسن و جمال کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صوفی صاحب کا انتقال کسی ایک انسان کا انتقال نہیں بلکہ چمنستان علم سے فصل بہار کی رخصت، کمال علم و عمل کے پھولوں سے مہک و شادابی کا خاتمہ اردو زبان میں سب سے بڑے مفسر قرآن کی رحلت، علم حدیث کے ایک متبحر و مشاق استاذ کی وفات شریعت و طریقت کی جامع شخصیت کا انتقال ہے۔

ذرا گردش لیل و نہار کو روکئے اور پیچھے مڑ کر دیکھئے، امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ کی رحلت، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا سانحہ ارتحال، امام غزالیؒ و رازیؒ کا سفر آخرت، محی الدین ابن عربیؒ کی وفات، یحییٰ بن شرف نوویؒ کا دنیا سے پردہ، مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، سید حسین احمد مدنیؒ کی موت، یہ سب مناظر صوفی صاحب کی وفات کے موقع پر دیکھے گئے، یہ دنیا اپنی زندگی کے ان گنت سال گزار چکی ہے اور خدا جانے کہ اس کی عمر ابھی کتنی باقی ہے۔

لیکن قرآن فہمی کی محفلیں اور علم حدیث کے حلقے اور اصلاح حال کی مجلسیں صوفی صاحب کی خدمات کبھی فراموش نہیں کر سکیں گی، نمازی جب تک نماز پڑھتے رہیں گے ''نماز مسنون'' نمازیوں کی راہنمائی کر کے صوفی صاحب کے لیے صدقہ جاریہ بنی رہے گی، صوفی صاحب کے ساتھ بہترین تعلق و نسبت کا تقاضہ یہی ہے کہ انکی فکر کو تازہ رکھا جائے اور انکی تصانیف اور دیگر خدمات دینیہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔

شاگردوں کی حوصلہ افزائی اور ان سے محبت و ہمدردی صوفی صاحب کی گویا فطرت ثانیہ تھی خود میرے چند ذاتی واقعات اس دعویٰ کی واضح دلیل ہیں، کئی سال پہلے کی بات ہے ماہ رمضان میں مدرسہ کے ماہنامہ نصرۃ العلوم میں نماز تراویح سے متعلقہ میرا مقالہ ''فتح الرحمٰن فی قیام رمضان'' شائع ہوا، رمضان کے بعد

مدرسہ میں حاضری اور صوفی صاحب کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل ہوا، دیکھ کر بہت خوش ہوئے بڑے پرتپاک طریقے سے ملے، صاحبزادہ مولانا ریاض خان سواتی صاحب نے بڑی گرم جوشی سے معانقہ کیا اور باپ بیٹے نے مبارک باد دی، مقالہ کی بہت تعریف کی، اندرون و بیرون ملک سے حوصلہ افزائی کی خبریں سنائیں یہاں تک کہ علاقہ کے بعض غیر مقلدین کے مقالہ سے متعلق تعریفی کلمات بھی سنائے اس موقع پر صوفی صاحب نے اسی طرز پر باقی اختلافی موضوعات پر بھی لکھنے کا حکم صادر فرمایا جو ابھی تک تشنہ تکمیل ہے، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تعمیل ارشاد کی توفیق مرحمت فرمائیں، مجھے یاد ہے صوفی صاحب نے مجھے صاحب تصنیف کہہ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی، ورنہ من آنم کہ من دانم۔

اسی طرح کے ایک موقع پر ملاقات کے دوران آپ نے اپنی تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کی آخری دو جلدوں کی نظر ثانی کا حکم صادر فرمایا، بندہ نے جب ''خطائے بزرگان گرفتن خطا است'' کہہ کر معذرت چاہی تو ارشاد فرمایا کہ اسطرح کے بہانوں سے جان نہیں چھوٹے گی اور آپ کو یہ کام کرنا ہوگا اور آپ یہ کام کر سکتے ہیں، چارو نا چار مدرسہ ہی سے دروس القرآن کی آخری دونوں جلدیں خریدیں اور نظر ثانی کا شرف حاصل کیا۔ مجھے صوفی صاحب اور ان کے برادر بزرگ امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی کی یہ خوبی آج کہیں نظر نہیں آتی، یعنی چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور مجھ جیسے ناکارہ سے کام لے لینا انہیں حضرات کی خصوصیت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صوفی صاحب کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور جنت الفردوس میں انہیں بلند مقام عطا فرمائے، انکے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائے انکے اخلاف و ابناء کو انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے، انکے شاگردان اور وابستگان کو انکا مشن جاری رکھنے کی سعادت نصیب فرمائے، اس المناک موقع پر مندرجہ ذیل اشعار کے ذریعے میں صوفی صاحب کے اقارب کے ساتھ اپنے جذبات شیئر کرنا چاہتا ہوں۔

کیوں تیرہ و تاریک ہے نظروں میں جہاں آج
کیوں چھائے ہیں ہر سمت یہ ظلمت کے نشاں آج

یوں برق و شرر نے مرا پھونکا ہے نشیمن
باقی ہے کوئی شاخ نہ تنکوں کا نشاں آج
اب زیست کا ہر مرحلہ نظروں میں کٹھن ہے
گرداب بلا خیز ہے یہ نہر رواں آج
دل میں وہ تلاطم ہے کہ ہلچل سی مچی ہے
اور آنکھ ہے ظالم کہ بس اک خشک کنواں آج
دنیا میرے دوستو، مٹی کا گھروندا
اور زندگی اک کارگہ شیشہ گراں آج
جو مرکز الفت تھے جو گلزار نظر تھے
ہیں خاک کا پیوند وہ اجسام بتاں آج

جنات کو مسئلہ بتایا

حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خان صاحب سابق ایم این اے نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت صوفی صاحبؒ سے ملنے کے لئے آیا تو انہوں نے مجھ سے فقہ کے ایک جزئیہ کے متعلق پوچھا کہ ایک جنس کی دوسری جنس سے شادی ہوسکتی ہے؟ یعنی انسان اور جن کی؟ مجھے یہ جزئیہ مستحضر نہ تھا میں نے کہا کہ دیکھوں گا، جا کر میں نے فتاویٰ کی کتابیں چھان ماریں کہیں یہ جزئیہ نہ ملا البتہ حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں ایک جگہ یہ بات ملی کہ ایسا نکاح جائز نہیں ہے، میں فوراً حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس حاضر ہوا اور بتایا کہ فقہ وفتاویٰ میں تو ایسی کوئی صراحت نہیں ملی البتہ حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں یہ بات ملی ہے کہ جائز نہیں، قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس وقت حضرت صوفی صاحبؒ مدرسہ میں نیم کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اور آپ نے نیم کی طرف منہ کر کے تین دفعہ فرمایا کہ ''مسئلہ یہ ہی ٹھیک ہے'' قاضی صاحب فرماتے ہیں مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ نیم کی طرف منہ کر کے آپ بار بار یہ فرما رہے ہیں، بعد میں مجھے خیال آیا کہ یقیناً جنات نے ان سے ایسا مسئلہ پوچھا ہوگا یا ان کو نکاح کی پیش کش کی ہوگی۔ (فیاض)

پروفیسر غلام رسول عدیم

صوفی عبدالحمید سواتی مرحوم ومغفور

...... ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما......

''عزیز محترم جناب محمد فیاض سواتی صاحب

السلام علیکم!

علامہ حضرت صوفی صاحب کی وفات حسرت آیات آپ کے لیے خصوصاً اور علمی ودینی حلقوں کے لیے عموماً ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے مشن کی تکمیل کی توفیق عنایت فرمائے اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے، جنازے میں شرکت کی مگر آپ لوگوں کو بروقت پُرسا نہ دے سکا۔ ایک والا نامہ موصول ہوا کہ مرحوم ومغفور کے بارے میں کچھ لکھوں، سوازرہ امتثال امر تحریر حاضر ہے۔ شامل اشاعت کر لیں۔

والسلام

خیر اندیش ودعا گو

پروفیسر غلام رسول عدیم

''۲۶/۶/۰۸ء

==============

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے کسی دور میں انکار نہیں کیا گیا اور یہ ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے، بڑے بڑے گردن فراز بھی اس حقیقت ثابتہ کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔

موت نے کر دیا مجبور وگرنہ انساں
تھا وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

کل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربك ذوالجلال والاکرام ایک توانا سچائی ہے۔مگر حق یہ ہے کہ بعض اشخاص بظاہر موجود نہ ہونے اور نظروں سے اوجھل ہوجانے کے باوجود دلوں سے دور نہیں ہوتے، ایسے لوگ مرکر بھی زندہ ہوتے بلکہ زندہ تر ہوجاتے ہیں۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

دیکھنا یہ ہے کہ آخر یہ کون لوگ ہیں جو مرکر بھی نہیں مرتے بلکہ بقول اقبالؒ ان کی تو قبر کی مٹی بھی ہم آپ سے زندہ تر ہوتی ہے۔

خاک قبرش از من وتو زندہ تر

اس سوال کا جواب مختلف سمتوں سے مختلف آیا ہے۔وہ زندہ ہوتے ہیں جن کے دل زندہ ہوتے ہیں وہ زندہ ہوتے ہیں جو ایمان وعمل صالح کے اسلحہ سے مسلح ہوکر موت کی جنگاہ میں اترتے ہیں، وہ زندہ ہوتے ہیں جو کشتگانِ خنجر تسلیم ورضا ہیں۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

وہ زندہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور خلق خدا کی خدمت میں پیش پیش ہوتے ہیں۔وہ زندہ ہوتے ہیں جن کے باہر کا انسان تو نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے مگر اندر کا انسان ہر شخص کے قریب رگِ جاں ہوجاتا ہے، خودنگری، خودگری وخودگیری سے دوام پاکر موت کی گرفت سے بالا بلند ہو جاتے ہیں۔

تو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر رہے
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

اس صورت حال میں بظاہر ملک الموت اس کی روح قبض کرلیتا ہے مگر اس کے باوجود وہ مرکر بھی نہیں مرتا، موت کا فرشتہ اس کے بدن تک تو رسائی حاصل کرلیتا ہے مگر اس کا مرکز وجود اس کی پہنچ سے بہت دور ہوتا ہے۔

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

یوں وہ زندۂ جاوید ہوتے ہیں، اس لیے زندگی اپنے بوقلموں تنوعات کے ساتھ کبھی تحفظ جاں کی صورت میں وجود پذیر ہوتی ہے اور کبھی تسلیم جاں کے طور پر، اس میں نمود وارتقاء کے کئی پہلو ابھر کر سامنے آتے ہیں، اب ان لوگوں کا یہ خیال فاسد بے کار ہو کے رہ جاتا ہے جنہوں نے فرض کر لیا کہ زندگی محض عناصر اربعہ کی ترتیب و تنظیم کا نام ہے اور جب وہ عناصر اپنی ہیئت ترکیبی اور حسن ترتیب کھو بیٹھیں تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے؟ انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

اس قدرے طول کلامی سے معلوم ہوا کہ موت زندگی کا خاتمہ نہیں کرتی بلکہ وہ اسے ایک سے دوسری Phase (مرحلے) میں داخل کر دیتی ہے یوں ایک مرحلۂ زیست سے گزر کر اس کا دوسرے مرحلۂ زیست میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر ہر مرحلے کے اپنے احوال وکوائف اور اپنے ہی تقاضے ہیں۔

ایسی ہی ایک موت...... واقع ہوئی جس کے بارے میں کہنے والے کہتے ہیں اور بجا کہتے ہیں کہ

مَوتُ العَالِمِ مَوتُ العَالَم

جی نہیں چاہتا کہ اس جانے والے کا ذکر مرنے والے کی حیثیت سے کیا جائے لیکن چونکہ موت ایسوں کا کچھ نہیں بگاڑتی کہ

فَكُلُّكُمْ يَصِيرُ إِلَى الذَّهَابِ

اور فرمان رسالت مآب ﷺ بھی ہے کہ

اُذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ

اس لیے ضروری ہے کہ اس نشست میں جانے والے کا ذکر خیر کیا جائے۔

وہ عظیم ہستی جس نے عمر بھر استباق الخیر کر کے اپنی زندگی کو سراپا خیر بنائے رکھا اور ابلاغ وتبلیغ خیر کے لیے اپنی زندگی کو مکمل طور پر وقف کر دیا، یہ داعی الی الخیر، مبلغ علم وعرفان اور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ہیں۔

میرا سر فخر سے بلند ہے کہ مجھ ایسے بے بضاعت کو اس خرمن علم و آگاہی سے خوشہ چینی کی سعادت حاصل رہی، اگر چہ ادھر ادھر سے ہر گوشے سے اخذ واستفادہ کی بھی کوششیں کیں:

تمتع زہر گوشئہ یافتم
زہر خرمنے خوشئہ یافتم

مگر جو خوشہ چینی اس خرمن علم و آگاہی سے کی اس نے میری زندگی میں ایسی خوشگوار اور روح افزا تبدیلیاں کیں جو میرے لیے اہتزاز نفس کا باعث بھی ہیں اور روح پروری کا سامان بھی۔

جہاں تک حضرت صوفی عبدالحمید سواتی مرحوم کی ذاتی زندگی اور احوال وکوائف کا تعلق ہے ان کے لیے وہ حضرات زیادہ استحقاق خامہ فرسائی رکھتے ہیں جو ان کے مقربین یا اعزہ وخواص میں سے ہیں مجھ ایسا عام خوشہ چین اس موضوع کا حق نہیں ادا کر سکتا، دوسری طرف جہاں تک ان کے علمی نبوغ، عرفان و آگہی اور اسلامی علوم پر ماہرانہ دسترس کا تعلق اس کا اندازہ لگانا بھی میرے بس میں نہیں ہے کہ وہ ایسے اصحاب علم و دانش کا کام ہے جو ان علوم وفنون میں عالمانہ و ماہرانہ دستگاہ رکھتے ہیں اسلئے کہ:

قدر زر زرگر بداند یا بداند جوہری

مجھ ایسا عامی شخص حضرت کے علمی کمالات اور مہارت فنی کو اسی طرح نہیں جان سکتا جس طرح کوئی عام آدمی کسی ڈاکٹر یا انجینئر کی فنی ممارست اور اس کے علم کی گہرائی اور گیرائی سے نابلد ہوتا ہے۔

جہاں تک ان کی نیک خوئی، شفاف سیرت اور بلندیٔ کردار کا تعلق ہے، اس کی گواہی ہر وہ شخص دے گا جس کا ان سے کسی نہ کسی صورت میں واسطہ رہا ہو، وہ ایک عالم باعمل تھے، مدرسہ نصرۃ العلوم کو انہوں نے اپنے خون جگر سے سینچا اور اس کی آبیاری اس شان سے کی کہ آج اس عظیم ادارے کا ایک ایک ذرہ اُن کے اخلاص نیت اور حسن عمل کا شاہد عادل ہے۔

انہوں نے اس ''چھپڑ والی مسجد'' کو نصرۃ العلوم جیسے عظیم منفرد درسگاہ کا درجہ دے دیا جس طرح کسی زمانے میں ''چھتے والی مسجد'' میں محمود نام کے ایک استاد اور ایک شاگرد کی مساعی جمیلہ سے آج ایشیا کا عظیم دینی ادارہ دارالعلوم دیوبند موجود ہے، مجھے جو کچھ اس تحریر میں عرض کرنا ہے وہ عام تاثرات کا اظہار ہے۔

یوں تو مرحوم ومغفور کا علمی کام مختلف الجہات ہے اور کئی علوم اسلامیہ اور فنون شرعیہ پر مشتمل ہے، تفسیر،

حدیث، فقہ، منطق وفلسفہ، تاریخ اور عام دینی واخلاقی پہلو مگر ان سطور میں ان کی تفسیری خدمات ہی کو نمایاں کیا جائے گا۔ برسبیل تذکرہ جان لیا جائے کہ تاریخ کے بارے میں بالخصوص تاریخ اسلام کے بارے میں دینی مدارس کے طلبہ کے سلسلے میں کبھی کبھی تشویش کا اظہار فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا، یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے طلبہ علم وآ گہی کی کئی سطوح پر عالمانہ دستگاہ رکھتے فضائل صحابہ، مناقب تابعین، ان کے احوال وآ ثار، علماء، صلحاء، وفقہا کے کارنامے ان کی گفتگو کا موضوع ہوتے ہیں ان پر بڑی معلومات افزا باتیں کر سکتے ہیں مگر دکھ کی بات یہ ہے کہ تاریخ کے ذوق سے فی الجملہ محروم ہوتے ہیں، اس کا ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ دینی مدارس میں تاریخ کی تعلیم کا ضروری اور مناسب بندوبست ہے بھی نہیں، تاریخ وعلم التاریخ (History and Histrography) کو ان مدارس کے مادہ ہائے تدریس میں مناسب جگہ نہیں دی گئی، بڑے قلق سے فرمایا کہ کئی بار ایسا قلق انگیز واقعہ بھی سامنے آیا کہ ایک طالبعلم خلفائے راشدین کے بارے میں بڑی دلنشین اور اثر آفرین باتیں کر رہا ہوتا ہے لیکن اگر سوال کر لیا جائے کہ عمر فاروقؓ کا زمانہ پہلے تھا یا عثمان غنیؓ کا اور پھر ان کے ادوار خلافت کی مدت کیا تھی تو وہ خاموش ہو کر رہ جاتا ہے، اُموی اور عباسی ادوار نیز انتزاع سلطنت اسلامیہ میں جو علمی کارنامے مسلمانوں نے سرانجام دیے ان کے بارے میں ان کی معلومات تو ہوتی ہیں مگر مسلمانانِ عالم کی فتوحات، کشور کشائیاں اور شان وشوکت سے بے بہرہ ہوتے ہیں جہاں تک تاریخی اور زمانی ترتیب واقعات کا تعلق ہے اس سے بالکل ہی ناآشنا ہوتے ہیں، یوں بعض اوقات تاریخی معلومات کا فقدان دینی طلبہ کے لیے باعث عار اور ہمارے لیے پریشان کن ہوتا ہے، مجھ سے فرمایا کہ کوئی ایسی کتاب تجویز کیجئے جس میں مسلمانوں کی پوری تاریخ سمٹ آتی ہو، میں نے پروفیسر محمد رضا خاں کی ''تاریخ مسلمانانِ عالم'' تجویز کی کہ وہ عام فہم بھی اور مختصر ترین بھی، آپ کے حکم پر یہ کتاب خدمت میں پیش بھی کی عرض کیا کیوں نہ اس کتاب کو یا اس جیسی کسی دوسری کتاب کو دینی مدارس کے نصاب میں شامل کر دیا جائے جس سے اس کوتاہی کا ازالہ ہو سکے، میری اس تجویز پر صاد فرمایا پھر معلوم نہیں یہ تجویز قابل عمل نظر آئی یا نہیں (یاد رہے کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب تعلیم میں اب تاریخ کی کئی کتب شامل ہیں۔ مدیر) جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا گیا کہ راقم اس منارۂ علم وحکمت اور کوہِ گرانِ کردار وعمل کی ہمہ جہت شخصیت کے اوصاف ومحاسن گنوانے سے

قاصر ہے تاہم میرے پیش نظر اپنے محدود علم کی حد تک ان کا تفسیری کارنامہ ہے جو ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کی شکل میں ہمارے سامنے ہے، یہ بلند پایہ کتاب مرحوم کے دروس کا مجموعہ ہے کہ جسے بڑی عرق ریزی سے ٹیپ ریکارڈرز سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کرلیا گیا، اور پھر طباعت واشاعت کے مختلف مراحل سے گزار کر قارئین تک پہنچائی گئی ہے اس دور میں اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے۔

معالم العرفان کی سب سے پہلی جلد جو مجھے حضرت نے خود اپنے دستخطوں سے آج سے ۲۴ سال پہلے عطا کی وہ ۱۴۰۵ھ کی ہے مجھے ان دنوں حضرت سے شرف تلمذ حاصل تھا، صحیح مسلم کے ساتھ ساتھ حجۃ اللہ البالغہ کی طالبعلمی پر فخر ہے، حق یہ ہے کہ حجۃ اللہ جیسی حکمت دین کی کتاب کے معلم اس دور میں بہت کم رہ گئے ہیں، کتاب کی مختلف شروح وتراجم نظر سے گزرے بالخصوص مولانا سعید احمد پالن پوری کی تشریح مگر جو لطف مرحوم کی تدریس اور طرز تدریس میں تھا وہ کبھی اور جگہ نہیں پایا، سادہ مگر پرلطف انداز میں مضمون بیان فرماتے، حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے عظیم خانوادے سے انہیں شیفتگی کی حد تک محبت تھی، وہ حجۃ اللہ پڑھاتے پڑھاتے اس میں ڈوب ڈوب جاتے، طلبہ میں ہر شخص اپنی بساط کے مطابق اخذ واستفادہ کرتا، زرخیز ذہن تو بہت کچھ حاصل کر لیتے مگر بنجر زمینیں بے آباد ہی رہیں۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

مزاج کا انکسار، استقامت، بے داغ سیرت، علمی وجاہت، بے ریائی ان کے امتیازی مکارم تھے، ایک زمانے میں مسجد نور پر حکومتی عتاب ٹوٹا تو چٹان بن کر کھڑے ہوگئے، عدالتی پیشیاں بھی ہوئیں مگر اپنے موقف کی صداقت پر یقین کامل ہونے کی وجہ سے اس عزم واستقلال کے دو گراں میں ذرا تزلزل نہ آیا، پایان کار **وقع الحق وبطل ما کانوا یعملون** (۷۔۱۱۷) اس کے مصداق حریف منہزم ہوا اور کامیابی اہل حق کا مقدر ٹھہری۔

گزشتہ کئی سال سے علیل تھے، خود سند یافتہ طبیب بھی تھے، علالت نے طول پکڑا،

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا جوں جوں دوا کی

زمرۂ عشاقِ الٰہی کا یہ فردِ فرید بالآخر فردوسِ نعیم کا سدھار گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ذیل میں معالم العرفان فی دروس القرآن کے چند امتیازی خصائص دیے جا رہے ہیں جن سے اس عظیم کام کی عظمت کا اندازہ ہو سکے گا۔

حق یہ ہے کہ درسِ قرآن اور تفسیرِ قرآن اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوصف فنی طور پر دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

تفسیرِ قرآن لکھتے وقت مفسر کی علمی وجاہت زہد وتقویٰ، مختلف علومِ اسلامیہ پر فاضلانہ دسترس کے ساتھ ساتھ سامنے اور آس پاس اسلاف کے تفسیری کارہائے نمایاں بھی بکھرے پڑے ہوتے ہیں، وہ کبھی اپنی ذاتی حیثیت میں اور کبھی معاونین کے ساتھ ان سے اخذ واستفادہ کرتا ہے، حوالہ جات تلاش کرتا ہے، اپنے فکری رجحانات کی تقویت کے لیے ان تفسیرات سے فائدہ اٹھاتا ہے یوں ایک طرف گزشتہ مفسرین کا کام اس کی تحریروں میں سمٹ آتا ہے تو دوسری طرف اس کی فکری بافت متشکل ہو کر ایک نیا کام قارئین کے سامنے آجاتا ہے ایسا شخص مثبت طرزِ فکر رکھنے والوں سے خوب خوب استفادہ کرتا ہے تو منفی سوچ رکھنے والے دین سے برگشتہ کرنے والے متشککین کے افکار وآرا کی تردید بھی کرتا چلا جاتا ہے، ادیانِ عالم کے ساتھ موازنہ بھی اپنے ذوق کے مطابق کرتا ہے، کبھی قرآن کے اجمالات کو قرآن ہی کی تصریحات وتفصیلات سے کھول کر کبھی قرآنی افکار کو حدیث کی توضیحات سے واضح کر کے اور کبھی صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے آثار سے قرآنی آیات کی وضاحت کر کے اپنی بات کو باوزن بناتا ہے، یوں وہ ایک مرتب ومنضبط طریقے سے آیت وار اور سورت وار ربط وتنسیق کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے تفسیرِ قرآن کرتا ہے، فکری گمراہوں کا رد اور مجددانہ مساعی کی ضلالتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ ہر دور کے مفسرین کرام میں ہر شخص کا اپنا ذوق بھی تحریر میں اپنی جھلک جھمک دکھاتا رہا ہے، کسی نے قرآن کے ادبی شکوہ کو اجاگر کیا تو کسی نے قرآنی بلاغتوں اور فصاحتوں کو موضوع بنایا، کوئی لغت واشتقاق کی ریزہ کاریوں میں دور تک چلا گیا تو کسی نے تفسیر بالحدیث کو مرکزیت دے کر ہر آیت قرآنی کو اقوال وفرمودات رسول ﷺ کے ساتھ انطباق کرنے کا اہتمام کیا، بعض دوسروں نے عصری فکر کو قرآنی استدلال سے چیلنج کر کے باطل ودواہی خیالات کی بھرپور تردید کی اور عصری مسائل کا قرآنی حل پیش کیا۔

یہ سارا کام بڑے اہتمام کے ساتھ مربوط طریقے کا مطالبہ کرتا ہے، سوایسا ہی حضرات مفسرین کا اہتمامی رویہ رہا ہے۔

اس کے برعکس ایک مدرس جو ہر روز کچھ وقت بالعموم آدھ گھنٹہ یا کم وبیش کے دورانیہ کیلئے اہتمام درس کرتا ہے اس خاص دورانئے میں اپنے حاصل مطالعہ کو ایک خاص انداز میں محاضراتی طور پر پیش کرتا ہے، یہ عمل کچھ اور سلیقوں اور آداب کا متقاضی ہوتا ہے۔

جہاں تک مطالعاتی مساعی کا تعلق ہے وہ مفسر و مدرس کی کم وبیش ایک جیسی ہوتی ہیں، مگر جہاں تک اظہار و ابلاغ کے سانچوں کا تعلق ہے ان میں خاصا فرق واقع ہو جاتا ہے، ایک قلم برداشتہ نوٹس **Notes** لے رہا ہے اور پھر مربوط تحریر قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہے تو دوسرا اپنی مطالعاتی کوششوں کو ذہن میں محفوظ کر کے اپنے خاص انداز میں سامعین تک پہنچا رہا ہے۔

حضرت صوفی عبدالحمید سواتی نور اللہ مرقدہ اس نازک فرق سے خوب آگاہ تھے، وہ بحیثیت مفسر تفسیر قرآن کے رموز وغوامض میں گہری نظر رکھتے تھے، احقر نے جب بھی معالم العرفان کے سلسلے میں ان کی تفسیری خدمت کو اپنی نوعیت کی منفرد قرار دیا، تو جواب ملا "بھائی یہ تفسیر نہیں مجموعہ دروس ہے" اس علمی نبوغ کے باوجود یہ ان کا انکسار تھا متواضعانہ رویہ تھا۔

جہاں تک "معالم العرفان" کے خصائص و امتیازات کا تعلق ہے ان میں سے چند مابہ الامتیاز اختصاصات یہ ہیں:

زبان وبیان کی سادگی

بالعموم، علماء حضرات کی اردو فارسی اور عربی کی آمیزش کی وجہ سے مغلق، مشکل، پیچیدہ اور مولویانہ ڈھب کی ہوتی ہے، چونکہ ان کا عربی و فارسی سے براہ راست استفادہ ہوتا ہے اسلئے بلاتکان اور بلاتکلف عربی اور فارسی زبانوں کے الفاظ ان کی نوک قلم پر آ جاتے ہیں جس سے عبارت بوجھل ہو جاتی ہے اور قاری کے لیے کوہ کندن و کاہ برآوردن کے مصداق چند صفحے پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے جس طرح مرحوم کی زندگی سادگی کا نہایت عمدہ نمونہ تھی، لباس کی تراش خراش کھانے پینے کے معمولات، بول چال عادات و خصائل سب میں سادگی تھی ٹھیک اسی طرح معالم العرفان کا سب سے بڑا وصف اسکی سادگی ہی ہے، زبان سادہ اور

رواں ہے، عام بول چال کی زبان ہے، جس سے ابلاغ آسان تر ہوگیا ہے، تفسیر ودعوت قرآن کا مقصود اصلی بھی یہی ہے، آپ معالم العرفان کے صفحے کے صفحے پڑھ جایئے، اغلاق واشکال لفظی نام کو بھی نہیں ملے گا۔

دلنشین پیرایۂ اظہار

بعض اوقات زبان تو سادہ ہوتی ہے مگر اسلوب نگارش ایسا بے روح اور پھیکا ہوتا ہے کہ قاری چند سطور سے زیادہ پڑھ ہی نہیں سکتا، آگے کی بات پیچھے اور پیچھے کی بات آگے بیان کردی جاتی ہے، جس سے مطلب غتربود ہوجاتا ہے، قاری اس مصیبت میں گرفتار ہوجاتا ہے جیسے علامہ اقبال نے کہا تھا:

؎ احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند

مگر معالم العرفان اس عیب سے یکسر پاک ہے، یہاں حضرت نے اُس بات کا واضح طور پر اظہار کیا ہے جوان کے دل سے نکلی نتیجۃً وہ دلوں میں پیوست ہوگئی۔

؎ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

قارئین معالم العرفان یقیناً میری اس بات کی تائید وتوثیق میں یک زبان ہوں گے، حق یہ ہے کہ پیرایۂ اظہار جس قدر دلنشین ہوگا اتنا ہی عمل انگیز بھی ہوگا۔

توضیحی انداز

بعض اوقات ترجمہ قرآن کرتے وقت مترجم دونوں زبانوں عربی اور اردو کے لسانی سانچوں کو سامنے نہ رکھتے ہوئے ترجمے کو اصل سے بھی مشکل بنا دیتا ہے، حضرت کا انداز بیاں وضاحتی اور صراحتی ہونے میں انفرادیت رکھتا ہے۔ البتہ ایک بات قاری معالم العرفان کو ضرور کھٹکتی ہے کہ کبھی توضیحی طوالت اصل نکتے سے قاری کو دور لے جاتی ہے، مثلاً رجال کا تعارف آیا تو بات ان کے احوال وآثار کی تفصیل میں دور تک چلی گئی اور اصل نکتۂ تفسیر ذرا مدہم ہو کے رہ گیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت کا ذوق تھا کہ ۔ لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم کے مصداق تفسیر قرآن میں اسے مستحسن خیال نہ کیا جائے تو اور بات ہے مگر درس قرآن میں یہ ایک خوبی ہے کہ مدرس قارئین کے چہروں

کو بھی پڑھتا ہے، جس سے اس کے ذہن میں نئے نئے خیالات Flash کرتے ہیں۔

چونکہ ٹیپ ریکارڈروں سے صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے والوں کو لگی لپٹی رکھے بغیر بلا کم وکاست اپنا کام کرنا تھا اسلئے یہ توضیحی صراحتیں دروس میں در آئی ہیں جو عامۃ الناس کے فائدے ہی کی بات ہے۔

زورِ استدلال

مرحوم کو منطق و فلسفہ میں بھی گہرا درک تھا۔ "ایسا غوجی" ابتدائی کتاب سہی مگر اس پر حضرت کے توضیحاتی نوٹس نے اسے بڑا ہی قابل قدر بنا دیا ہے جس سے مبتدی اس فن کی اگلی کتابوں کے لیے ترغیب پاتے ہیں، جب ابتدائی طور پر تصورات واضح ہو جائیں تو انتہائی کتابوں تک پہنچتے پہنچتے طالبعلم فاضلانہ و ماہرانہ دسترس کا حامل ہو جاتا ہے، حضرت تفسیر قرآن میں بھی پوری شعوری قوت کے ساتھ استدلال کے ساتھ بات کرتے ہیں تا آنکہ قاری یا مخالف کو اس سے انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔

کہنے والے کہتے ہیں:۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت و بے تمکیں بود

یہ بات محض عقلی اور خیالی گھوڑے دوڑانے کی حد تک تو صحیح ہو سکتی ہے مگر شریعت کے معاملے میں بالخصوص کلام الٰہی کی تفسیر کے سلسلے میں کسی مداہنت کی گنجائش نہیں ہوتی اس لیے حضرتؒ نے جو بات کی اس کے پیچھے آیات قرآنی کے دلائل احادیث نبوی کے شواہد اور اسلاف کے آثار کی قوت ہوتی ہے۔

معالم العرفان کے صفحات اس استدلالی و منطقی ربط و ارتباط کے گواہ ہیں، کوئی بات پایۂ استناد سے گرنے نہیں پائی۔

ربط و تنسیق آیات

ربطِ آیات قرآن مجید کے اہم علوم میں سے ہے، اگر اس کی طرف واضح اشارے نہ ہوں تو بعض اوقات کم فہم لوگ قرآن مجید جیسے منضبط کلام کو الگ الگ ٹکڑوں کی صورت میں بے ربط کلام سمجھنے لگتے ہیں، جس سے قرآن کا سارا حسن دھندلا جاتا ہے، اسلاف نے ربط آیات اور تنسیق کلام پر بڑا اثر آفرین کام کیا ہے، ہمارے مفسر بھی اس پہلو کو تشنہ نہیں رہنے دیتے ہر درس میں ربط آیات کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے تا کہ پچھلی

بات سے اگلی بات کا تسلسل جاری رہے، یوں ہر بات دوسری سے الگ تھلگ نہ ہو، سب سے پہلے علم المناسبۃ کے موضوع پر شیخ ابو بکر نیشاپوری نے کام کیا، پھر امام رازی بعد ازاں البرہان فی مناسبۃ القرآن میں علامہ ابو جعفر الزبیر نے ''ترتیب وسور القرآن'' لکھی اور نظم الدرر فی تناسب الآی میں شیخ برہان الدین بقاعی نے اس موضوع پر اچھا کام کیا، مخدوم مہائمی کی تبصیر الرحمٰن ربط آیات پر عمدہ کتاب ہے اردو میں تفسیر حقانی، بیان القرآن اور مکتبہ فراہی کی نمائندہ کتاب تدبر قرآن اس ضمن میں قابل قدر کارنامے ہیں، معالم العرفان میں حضرت نے محکمات ومتشابہات، حروف مقطعات کو بڑے دلنشین پیرائے میں واضح کیا ہے، مزید برآں مضادت وتقابل، سورتوں کے مفاتح ومقاطع میں ربط پر بڑے لطیف انداز میں بات کی ہے۔ عام قارئین کے لیے سب سے زیادہ دلچسپی کی بات یہ ہوتی ہے کہ روزمرہ کے فقہی مسائل کی وضاحت کی جائے، نت نئے مسائل حیات کو واضح انداز میں سلجھا کر دین پر چلنا آسان بنا دیا جائے، حضرت نے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا، شیخ ابو بکر جصاص رازی کے طرز پر جس طرح صاحب معارف القرآن نے فقہی نکات بیان کیے ہیں، معالم العرفان میں قدیم وجدید تفسیری کارناموں سے استفادہ کر کے، اپنی علمی بصیرت اور دینی ژرف نگاہی کو کام میں لاتے ہوئے اس پہلو کو اثر انگیز بلکہ عمل انگیز اسلوب سے پیش کیا ہے۔

ہر زمانے کے مختلف عصری وتمدنی تقاضے ہوتے ہیں اور ہر دور میں مبلغین اسلام اور مفسرین قرآن کیلئے وہی انداز بیان اور طرز استدلال اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے جو اس دور کا مطالبہ ہو، معاشرے کی تمدنی سطح کے مطابق کلام کرنا گمراہ کن تحریکوں اور فاسد نظریات کو چیلنج کرنا اور قرآن سے ان کی تردید کرنا بھی مفسر کے فرائض میں شامل ہے، سو حضرت اس فرض منصبی سے بھی خوب عہدہ برآ ہوئے ہیں، دور حاضر کے سرمایہ دارانہ اور اشتراکیت جیسے نظام ہائے معیشت کا بڑے مؤثر طرز بیان کے ساتھ رد فرمایا ہے، ایک جید متکلم اسلام کی حیثیت سے اسلامی طرز فکر اور اسلامی نظام حیات کو پرزور استدلال سے منوایا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ کوئی عام قاری بھی معالم العرفان کے صفحات سے گزر جائے تو آخر تک پہنچتے پہنچتے اسکے ذہن سے اوہام باطلہ، نظریات فاسدہ اور تحریکات زائغہ کے کتنے ہی جالے دور ہو چکے ہوں گے، ترتیب نگارش میں آیات قرآن اوپر لکھی گئی ہیں، ترجمہ نیچے دیا گیا ہے اور آیات کے آخر میں نمبر کو مدوّر کر دیا گیا ہے، اور آخر میں تشریح وتوضیح کا حصہ رکھا گیا ہے، یہ حسن ترتیب بھی قاری کے لیے تسہیل مطالعہ کا اچھا ذریعہ ہے۔

محمد حنیف قریشی ایم اے

ہمارے مربّی، ہمارے رہنما

۱۹۴۲ء کا ذکر ہے کہ ہمارے گاؤں (کھیالی ضلع گوجرانوالہ) کی بڑی مسجد میں ایک صاحب تشریف لائے، بالکل نوجوان، چوبیس پچیس سال عمر، نہایت خوش شکل ہونے کے ساتھ بے حد اجلا لباس زیب تن، سر پر کپڑے کی ٹوپی پہ نہایت عمدہ عمامہ، آنکھوں پہ چشمہ، ہاتھ میں چھڑی، چہرہ پہ چھوٹی سی داڑھی جو بے حد خوبصورت لگتی، دانت موتیوں کی طرح سفید، کم گو، لیکن بات کرتے تو پھول جھڑتے، غرض ایک نہایت ہی بارعب اور پر وقار شخصیت، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کا اسم گرامی عبدالحمید ہے، اختر تخلص کرتے ہیں، مگر صوفی کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، حال ہی میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر آئے ہیں اور اب مدرسہ انوار العلوم والوں نے انہیں ہمارے ہاں نماز کا نظام قائم کرنے اور ہماری دینی تربیت کے لئے بھیجا ہے، اس سے پیشتر ہم لوگ نماز پڑھا تو کرتے تھے لیکن نہ تو اس میں انفرادی طور پر کوئی باقاعدگی تھی اور نہ ہی مسجد میں صحیح طور پر پورا اہتمام تھا۔

نمازوں کے اوقات کے اندر جب بھی کچھ لوگ اکٹھے ہو جاتے، جماعت کر لی جاتی، محترم صوفی صاحب نے اس کا بندوبست کیا، اور مقررہ اوقات پہ نمازیں باجماعت ادا ہونے لگیں، نماز فجر کے بعد درس قرآن شروع کیا، تاکہ ہم لوگوں کی دینی تربیت بھی ہو جائے، بعد ازاں حدیث پاک کا درس بھی شروع کر دیا گیا، نماز جمعہ پہلے بھی پڑھی تو جاتی تھی لیکن اکثر لوگوں کو تردد تھا کہ آیا اس گاؤں میں جمعہ کی نماز ہوتی بھی ہے یا نہیں۔

صوفی صاحب نے ایک فتویٰ تیار کیا، جس میں گاؤں کی حیثیت آبادی، شہر کا قریب واقع ہونا اور دیگر کوائف بیان کئے گئے، فتویٰ کی نقول دارالعلوم دیوبند، بریلی اور دہلی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کو ارسال کی گئیں، اور یہ استفسار کیا گیا کہ آیا ایسے گاؤں میں جس کے کوائف بیان کئے گئے ہیں جمعہ کی نماز ہو

سکتی ہے یا نہیں، دار العلوم بریلی سے تو کوئی جواب نہ ملا، دیوبند سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا جواب ملا کہ یہ بہت چھوٹی سی بستی ہے، یہاں جمعہ کی نماز درست نہ ہوگی، البتہ مولانا مفتی کفایت اللہؒ نے جو جواب دیا اس کا مفہوم یہ تھا کہ اگر اس گاؤں کی سب سے بڑی مسجد میں اس گاؤں کے تمام بالغ، عاقل مرد حضرات نہ سما سکیں تو یہاں جمعہ پڑھا جا سکتا ہے۔

چنانچہ اس پہ باقاعدہ عمل شروع ہوگیا اور حضرت صوفی صاحب کی شیریں زبانی، علمیت سے بھرپور وعظ اور خلوص کا اتنا اثر ہوا کہ آپ کی شہرت سن کر ارد گرد کے دیہات سے بھی لوگوں نے جمعہ کیلئے خصوصاً یہاں آنا شروع کر دیا، مسجد کی رونق میں دن بدن اضافہ ہونے لگا، لوگوں کی توجہ کلام پاک ناظرہ اور ترجمہ سے پڑھنے اور دین سیکھنے کی طرف ہونے لگی، بعض نے عربی گرامر بھی شروع کر دی۔ صوفی صاحب دن کا بیشتر وقت اپنے حجرہ میں ہی گذارتے، صرف عصر کے بعد تھوڑی دیر کے لئے سیر وغیرہ کا وقفہ لیتے، دن کا اکثر حصہ مطالعہ میں اور درس و تدریس میں گذارتے، مطالعہ کا بے حد شوق تھا، اچھی کتابوں کے انتخاب میں انہیں کمال حاصل تھا، تمام اچھے اچھے اداروں اور مصنفین کے ناموں سے واقفیت تھی۔

ہم لوگوں پہ صوفی صاحب کی شخصیت اور علمیت کا اتنا رعب تھا کہ ایک عرصہ تک ان کے سامنے بے تکلف ہونے میں حجاب ہی رہا اسی اثناء میں ہمارے ایک دوست کو کوئی ذاتی مسئلہ پیش آیا، اور اس نے حضرت سے مشورہ کیا، آپ کے صحیح مسئلہ بیان کرنے پر اسے بے حد اطمینان حاصل ہوا، اور معاملہ احسن طریقہ سے نپٹ گیا، اس سے ہم لوگ آپ کی علمیت سے اور زیادہ مرعوب ہو گئے، تاہم آپ کی توجہ سے ہمارے دلوں میں توحید پوری طرح سے راسخ ہوگئی، شرک اور بدعت سے نفرت بڑھ گئی، نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے، مقام نبوت اور مقام صحابہؓ سے مکمل طور پر آشنا ہوئے، اپنی تاریخ، بزرگان دین، علمائے کرام سے واقفیت، ان کی مختلف جہات میں جدوجہد سے آگاہی ہوئی۔

ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے کیا تحریک برپا کی تھی، اور ان کی شہادت کے بعد مجاہدین نے کیسے مراکز قائم کئے، جہاں سے انہوں نے ملکی آزادی تک بیرونی حکومت کے خلاف اپنی کاروایاں جاری رکھیں، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حافظ ضامن شہیدؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ان کے

ساتھیوں نے کس طرح ۱۸۵۷ء کی جدوجہد میں باقاعدہ عملی طور پر شرکت کی، اس جدوجہد میں کامیابی کے بعد فاتح قوم نے شکست خوردہ ملک وقوم کے ساتھ کیا خونی کھیل کھیلا، ان سب واقعات کا مروجہ تاریخوں میں کہیں ذکر نہ تھا، بعدازاں دارالعلوم دیوبند کے قیام، حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے ساتھیوں کی ملکی آزادی کے لئے کوششیں، جمعیۃ الانصار کا قیام، ہجرت، تحریک خلافت، ریشمی رومال کی تحریک، عربوں اور ترکوں کی کشمکش، اسارتِ مالٹا اور اسی طرح کے بے شمار واقعات سے واقفیت حاصل ہوئی، ان دنوں میں دنیا میں دوسری عالمگیر جنگ زوروں پہ تھی، برصغیر پاک و ہند میں بھی آزادی کی تحریکیں زوروں پہ تھیں، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد اور ان سے روحانی تعلق ہونے کی وجہ سے حضرت صوفی صاحب کا رجحان جمعیۃ العلمائے ہند اور اس کی ہمدرد جماعتوں کی طرف زیادہ تھا، تاہم آپ نے کسی اور جماعت کی نہ تو شدید مخالفت کی اور نہ کسی شخص کی دلآزاری کی، یہاں تک کہ آپ کے مصاحبین میں سے دو تین علامہ عنایت اللہ خان المشرقی سے عقیدت رکھتے تھے اور خاکسار تحریک سے متاثر تھے مگر آپ سے تعلقات میں کوئی بال نہیں آیا، آپ علامہ صاحب کا پورا لٹریچر پڑھ چکے تھے اور ان کی قابل تنقید تحریروں کی نشاندہی بھی کر چکے تھے، ان تحریرات کی ایک دفعہ خاکساروں کے اجتماع میں بھی آپ نے حاضرین کی توجہ دلائی۔

مگر اس میں بھی کوئی رنجش نہ ہوئی اور آپ کی عزت میں اضافہ ہی ہوا، ہمارے ہاں قیام کے دوران ایک دفعہ آپ کی طبیعت کچھ زیادہ خراب ہوگئی، معالجین نے آرام کا مشورہ دیا، چنانچہ آپ کچھ دنوں کے لئے صحت افزا مقام مری تشریف لے گئے، اتفاق سے وہاں بڑی مسجد کے خطیب صاحب باوجود عالم ہونے کے قبروں کو پختہ کرنے کے معاملہ میں مداہنت سے کام لیتے تھے، آپ نے واپسی پر ان کو تحریری طور پر صحیح احکامات سے آگاہ کیا، ہوسکتا ہے اس سے خطیب صاحب کی اصلاح ہوگئی ہو اور انہوں نے اپنی رائے سے رجوع کرلیا ہو۔

یہیں ہوتے ہوئے غالباً ۱۹۴۴ء میں آپ لکھنؤ تشریف لے گئے، اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنویؒ کے دارالمبلغین میں داخلہ لے کر آپ نے فن تفسیر، مناظرہ، تقابلِ ادیان اور فتاویٰ کے شعبوں میں تربیت حاصل کی۔

غالباً مارچ ۱۹۴۵ء میں تنظیم اہلسنت کا سالانہ جلسہ لاہور میں منعقد ہوا، حضرت صوفی صاحب نے نہ

صرف خود اس میں شرکت کی بلکہ ہمیں بھی ساتھ لے گئے، اس طرح ہمیں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ جیسے بزرگوں کی زیارت اور ان کے بیان سننے کا موقع ملا، حضرت مدنیؒ کی اقتدا میں نماز جمعہ شیرانوالہ دروازہ کی مسجد میں ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ان تمام دینی خدمات اور لوگوں کی اصلاح کے باوجود حضرت صوفی صاحب کی طبیعت مطمئن نہ تھی، آپ کی خواہش تھی کہ کوئی بڑا ادارہ قائم کریں جس میں علماء، مبلغین اور مصنفین پیدا ہوں، جو محض اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کام کریں، چنانچہ ہمارے ہاں سے آپ اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی کے پاس گکھڑ تشریف لے گئے، وہاں سے کچھ دنوں کے لئے مری چلے گئے پھر آپ نے طب پڑھنے کا ارادہ کر لیا اور ۱۹۴۷ء کے پر آشوب زمانہ میں حیدرآباد دکن جا کر وہاں طبیہ کالج میں داخلہ لے لیا۔

انہیں دنوں ملک کی تقسیم ہوئی، مگر آپ نے تعلیم جاری رکھی اور کچھ عرصہ بعد ایک حکیم حاذق کی حیثیت سے واپس تشریف لا کر گوجرانوالہ میں ایک مطب جاری کیا، مریضوں کی آمد ہوئی، آپ نہایت توجہ فرماتے اور دوا بھی مہیا کرتے لیکن طبیعت میں تشنگی بدستور رہی اور کوئی بڑا دینی ادارہ قائم کرنے کی خواہش پھر بھی نمایاں رہی، علاوہ ازیں ایسا بھی ہوا کہ کوئی مریض چند روز بعد واپس آیا اور کہا کہ آپ کی دوا سے افاقہ نہیں ہوا، آپ دوا لے کر اس کی قیمت جو پہلے ہی بالکل واجبی ہوتی واپس کر دیتے، ایسا مطب بھلا کیونکر چلتا، اور یہ ہوتا بھی کیسے، کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے بہت بڑی دینی خدمات لینا چاہتے تھے۔

چنانچہ مطب کو خیرباد کہنے کے بعد آپ نے کچھ دن ایک محلہ (**کرشنا نگر**) کی مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیئے پھر بظاہر ایک بیکار سی جگہ اور گندے جوہڑ کے کنارے اللہ کا نام لے کر دو کمرے تیار کر کے اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے درس وتدریس اور خطابت کا کام شروع کر دیا۔

یہ ۱۹۵۲ء کی بات ہے، اس کے بعد آپ وفات تک کسی اور جگہ تشریف نہیں لے گئے، یہیں عظیم الشان مسجد نور تعمیر ہوئی، مدرسہ نصرۃ العلوم قائم ہوا، دار التصنیف اور دیگر ادارے جہاں سے نشر واشاعت کا کام شروع ہوا، قائم ہوئے، بعد میں ایک دینی ماہنامہ نصرۃ العلوم کے نام سے جاری ہوا، یہ پچاس ساٹھ برس دینی

ولی خدمات میں بسر ہوئے، لیکن یہ کام اتنا آسان نہ تھا، مخالفین نے بھی مسجد نور اور دیگر اداروں پر قبضہ کرنے کی کوششیں کی، آپ نے سب کا مردانہ وار مقابلہ کیا، قید و بند کی مصیبتوں سے بھی دو چار ہوئے مگر آخر حق کو ہی فتح حاصل ہوئی، ''نصرۃ العلوم'' نے ملک کے بڑے مدرسوں میں ایک نام پیدا کرلیا اور اس کا شمار ملک کے بہترین مدرسوں میں ہونے لگا، ہزاروں علماء نے یہاں سے تعلیم حاصل کی، اس وقت بھی ہزاروں علماء اپنے ملک میں اور دیگر ممالک میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، صوفی صاحب نے مدرسہ نصرۃ العلوم میں بخاری شریف، مسلم شریف اور جملہ علوم وفنون کی بیشتر کتب مسلسل کئی بار پڑھائیں، پورے صحاح ستہ اور دیگر کتب کا نمازِ فجر کے بعد درس دیا، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مشہور تصنیف حجۃ اللہ البالغہ چالیس سال تک پڑھائی۔

آپ کی خطابت سے لاکھوں کی اصلاح ہوئی، آپ کا خطبہ علمی معلومات، دینی رہنمائی کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ پر بھی ایک تبصرہ ہوتا، تاہم اس میں جذباتیت اور لفاظی نہیں ہوتی تھی بلکہ علمی مواد اور وسعت مطالعہ کا شاہکار ہوتا، حق بات کہنے میں آپ کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے، اور ہر قسم کی رورعایت سے بے نیاز ہر مسئلہ پر شریعت کے احکام کے مطابق دوٹوک بات کرتے، آپ کو تمام حق پرست علماء اور صوفیائے کرام اور دینی رہنماؤں کا مکمل اعتماد حاصل تھا، ان میں سے اکثر نے کئی بار آپ کے مدرسہ کا دورہ بھی کیا، اور اس کی ترقی کے لئے دعائیں کیں، آپ کے خطبات کی چھ جلدیں طبع ہو کر منصۂ شہود پر آچکی ہیں، جن سے اب ہر کوئی استفادہ کرسکتا ہے۔

درس وتدریس اور خطابت کے ساتھ آپ نے تصنیف وتالیف اور تراجم کا سلسلہ بھی جاری رکھا، آپ کے مختلف مضامین ''مقالات'' جلد اول کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، آپ کے قرآن کریم کے دروس کتابی شکل میں مرتب ہو کر بیس ضخیم جلدوں میں ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کے نام سے طبع ہو چکے ہیں، غالباً اردو زبان میں کلام پاک کی یہ سب سے بڑی تفسیر ہے، اسی طرح حدیث پاک کے دروس بھی ''دروس الحدیث'' کے نام سے چار جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں، کلام پاک کا علیحدہ اردو ترجمہ، شرح شمائل ترمذیؒ دو جلدوں میں اور شرح ترمذیؒ ابواب البیوع بھی طبع ہو چکے ہیں، نماز کے موضوع پر دو مستند کتب ایک بڑی اور ایک مختصر ''نماز مسنون کلاں'' اور ''نماز مسنون خورد'' کے نام سے تصنیف فرمائیں، ذکر اذکار کرنے والوں کی

رہنمائی کے لئے ایک رسالہ ''مختصر ترین اذکار اور درود شریف کے جامع الفاظ'' کے نام سے تحریر فرمایا، شیخ سعدیؒ کے کلام سے انتخاب فرما کر ''سعدیات'' کے نام سے طبع فرمایا، ان باقاعدہ تصانیف اور تالیفات کے علاوہ آپ نے پرانی ثقہ اور نایاب کتب کی شرحیں بھی لکھیں، اور عربی، فارسی سے اردو میں تراجم بھی کئے، ان تراجم سے اردو دان حضرات کو فائدہ پہنچا، ان میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کتاب ''الفقہ الاکبر'' (اردو ترجمہ ''البیان الازہر'') حضرت امام طحاویؒ کی کتاب ''عقیدۃ الطحاوی'' حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی رد روافض میں کتاب ''اجوبۂ اربعین'' حضرت مولانا حسین علی ؒ کی کتاب ''تحفۂ ابراہیمیہ'' (اردو ترجمہ فیوضاتِ حسینی) حضرت مولانا احمد دین بگویؒ کی کتاب ''دلیل المشرکین'' (اردو ترجمہ ''ایضاح المومنین'') اور امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کی بیشتر کتب اور متعدد رسائل کا ترجمہ شامل ہیں، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' کی اردو میں شرح ''عون الخبیر'' کے نام سے اور منطق کی مشہور کتاب ''ایساغوجی'' کی شرح تشریحات سواتی کے نام سے تحریر فرمائیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب ''حجۃ الاسلام'' اور حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کی کتاب ''مبادی تاریخ الفلسفہ'' کو عربی میں منتقل کر کے طبع فرمایا، اور اس طرح اہل عرب کو ان سے روشناس کرایا۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مختلف خطبات جمع کر کے انہیں اپنے ایک تفصیلی مقدمہ اور تصحیح کے ساتھ شائع کیا، حضرت صوفی صاحب کا ایک بہت بڑا کارنامہ ''حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم وافکار'' نامی کتاب کی تصنیف ہے، اس کتاب کے مطالعہ کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں آپ امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ وحکمت اور امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم وافکار کے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے بعد سب سے بڑے شارح اور ترجمان تھے۔ آپ کی آخری کتاب جو آپ کی زندگی میں ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی ''الاکابر'' ہے، اس میں حضرات خلفائے راشدین، حضرات عشرہ مبشرہ دیگر جلیل القدر صحابہ وتابعین، تبع تابعین، بزرگان دین، صوفیائے کرام اور اکابرین امت کے مختصر تذکرے شامل ہیں۔

جناب صوفی صاحبؒ نہایت سادہ اور مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے، طبیعت میں فیاضی تھی، مکارم اخلاق کے پیکر تھے، جس زمانے میں ہمارے ہاں تھے، آپ کا حجرہ ایک قسم کا مہمان خانہ بن

جاتا، آپ کے پاس ایک آئل اسٹوو ہوتا تھا، اس پر چائے تیار ہوتی، اور ہر آنے والے کو پیش کی جاتی، کوئی چیز جمع کرنے کا کبھی خیال نہیں آیا، کسی کی تکلیف خاص طور پر مالی تکلیف برداشت نہیں ہوتی تھی، راقم الحروف کی موجودگی میں ایک دفعہ کسی نے کپڑے کا سوال کر دیا، یہ جانتے ہوئے کہ آپ کے پاس اس وقت ایک ہی فالتو قمیص ہے، آپ نے اپنے بدن سے اتار کر قمیص اس کے حوالہ کر دی، اور وہ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا، مہمان نوازی کی عادت آخر تک قائم رہی، جب بھی حاضر ہوا، آپ نے بغیر کھانا کھلائے آنے نہیں دیا، محترم حاجی محمد فیاض خان صاحب سے ایک دفعہ فرمایا، کہ یہ (راقم الحروف) میرے ''لنگوٹیئے'' ہیں، ان کا خاص خیال رکھیں، اپنی تصانیف بھی وقتاً فوقتاً مجھے ہدیہ دیتے رہے، ''نصرۃ العلوم'' جاری ہوا تو اس کے لکھنے والوں کی فہرست میں مجھ جیسے ان پڑھ کو بھی شامل کیا۔ اگر چہ میں ان کے معیار پر کسی طرح بھی پورا نہیں اترتا تھا، عمر کے آخری سالوں میں انہیں مختلف عوارض نے گھیر رکھا تھا، اور مدرسہ میں حاضری نہیں ہوتی تھی۔

تاہم جب بھی راقم الحروف کی آمد کی اطلاع دی جاتی، مجھے اپنے پاس بلوا لیتے اور نہایت شفقت فرماتے، کمزوری کے باوجود محبت سے باتیں کرتے، مجھے اس بات کا بہت رنج رہے گا کہ ان کی وفات سے چند ماہ پیشتر میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے سے قاصر رہا، بہر حال اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے حضرت کی ملی و دینی خدمات کو قبول فرمائے، آپ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین، آپ کی ملی و دینی خدمات کا احاطہ مشکل ہے، کچھ باتیں جو ان سے تعلقات میں پیش آئیں، درج کر دی ہیں، تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شاگردوں اور تعلق رکھنے والوں اور تصانیف و تالیفات کے علاوہ ان کا صدقہ جاریہ ان کی نیک اور قابل اولاد بھی ہے۔ جو سبھی ماشاء اللہ کتاب اللہ کے حامل، سنت رسول اللہ ﷺ کے عامل، دین اسلام کے شیدائی، شریعت پہ عمل کرنے والے اور اس کے نفاذ کے قائل ہیں، سبھی اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کا مصداق اور نمونہ ہیں، اللہ ان کی عمریں دراز کرے، آمین۔ آپ نے حضرت کی زندگی میں ہی ان کے زیادہ بیمار ہونے کے بعد مدرسہ اور دیگر اداروں کا انتظام سنبھال لیا تھا، جو نہایت عمدہ طریقہ سے چل رہا ہے، اللہ ان سب کو مزید دینی و دنیوی نعمتوں سے مالا مال کرے، اور حضرت کے قائم کردہ ادارے اسی طرح چلتے رہیں۔ آمین

الحاج لعل دین ایم اے

موت العالم موت العالَم

موت اور فنائے عالم

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے کسی جاندار کا فرار ممکن نہیں ہے، سورۃ آل عمران۔۱۸۵، سورۃ الانبیاء۔۳۵اور سورۃ العنکبوت۔۵۷ میں آیت کے ٹکڑا کے طور پر ارشاد خداوندی ہے: کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ، ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے، اسی لیے سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (آیت ۲۶،۲۷)۔

زمین کی ہر مخلوق کو فنا ہونا ہے، اور تمہارے پروردگار کی ذات صاحب جلال وعظمت ہی باقی رہیگی، سورۃ الکہف میں فرمایا ہے وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا (آیت۔۸) ہم زمین کی ہر چیز کو (نابود کر کے) بنجر میدان بنادیں گے۔

انسانوں کے متعلق خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فرمایا:

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ (الجمعۃ۔۸) آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ جس موت سے تم گریز کرتے ہو وہ آکر رہیگی، سورۃ السجدہ۔۱۱میں ہے، قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ، آپ فرمادیں کہ تم پر مقرر کیا گیا موت کا فرشتہ تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے اور پھر تم اپنے پروردگار کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔

عالم دین کی موت

موت اور فنائے عالم کے ان حقائق کی روشنی میں عربی کا مقولہ ہے ''موت العالم موت العالَم''، یعنی عالم دین کی موت دنیا کی موت کے برابر ہے، بظاہر یہ مقولہ حقیقت کے منافی معلوم ہوتا ہے، مگر مقصد یہی ہے کہ ایک عالم دین کا دنیا سے اٹھ جانا دنیا کے باقی لوگوں کو دینی علوم سے محروم کرنے کے مترادف ہے، اس

قسم کی مثال قرآن پاک میں ملتی ہے، آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے درمیان قربانی کی قبولیت کے ضمن میں ایک بیٹے نے دوسرے کو قتل کردیا تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر حکم نازل فرمایا،

مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا، وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً (المائدہ ۳۲) جو شخص کسی کو جان کے بدلے یا ملک میں خرابی کرنے کی وجہ کے بغیر قتل کرتا ہے تو اس نے گویا تمام لوگوں کا قتل کیا، مطلب یہ ہے کہ کسی بیگناہ ایک شخص کو قتل کرنا سب لوگوں کو قتل کرنے کے برابر ہے، اس ضمن میں عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ بانی جامعہ نصرۃ العلومؒ و جرانوالہ کی وفات پورے عالم کی وفات کے برابر ہے کیونکہ لوگ مرحوم کی طرف سے علوم دینیہ کی اشاعت سے محروم ہو گئے ہیں۔

تفسیر قرآن کی اشاعت

اخبارات میں آپ کی وفات کی خبر کے ساتھ آپ کے دینی کارناموں کا مختصر ذکر بھی آ چکا ہے کہ آپ دو درجن سے زائد کتابوں کے مصنف تھے جن میں بیس جلدوں اور تیرہ ہزار صفحات پر محیط قرآن پاک کی تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، بلاشبہ اردو زبان میں قرآن پاک کی یہ سب سے بڑی تفسیر ہے جس کا انداز بیان نہایت سادہ مگر علم و حکمت سے پر ہے، یہ تفسیر دراصل قرآن پاک کے دروس کی کتابی شکل ہے جو مولانا صوفی عبدالحمید صاحبؒ جامع مسجد نور میں نماز فجر کے بعد دیا کرتے تھے، یہ میری خوش نصیبی ہے کہ تفسیر قرآن پاک کی تفسیر اور حدیث اور بعض دیگر دروس کو مرتب کرنے کے لئے حضرت صوفی صاحبؒ کی نظر انتخاب اس ناچیز پر پڑی۔

میرے اس انتخاب سے متعلق مسجد کمیٹی کے ایک ممبر ہمارے ایک دیرینہ دوست حاجی غلام حیدر صاحب بتایا کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک موقع پر صوفی صاحب مرحوم کو نہایت افسردگی کی حالت میں پا کر وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میری عمر کی کاوش کے ضائع ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے، فرمانے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ قرآن پاک کے میرے دروس کو کتابی شکل دے دی جائے مگر مجھے اس کے لئے کوئی مناسب آدمی میسر نہیں آ رہا ہے۔

حاجی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ بس اتنی سی بات کے لیے آپ پریشان ہیں، اس کا

علاج میرے پاس موجود ہے، آپ پریشان نہ ہوں اور یوں سمجھیں کہ آپ کا مطلوبہ کام لازماً ہو جائے گا، آپ نے فرمایا کہ بھائی! یہ معمولی کام نہیں ہے جس کے لئے آپ مجھے تسلی دے رہے ہیں، مگر میں نے پورے وثوق کے ساتھ عرض کیا کہ آپ سمجھیں یہ کام ہو گیا، چنانچہ حاجی صاحب نے اس کام کے لئے میرا نام پیش کیا۔

مجھے لاہور سے بلوایا گیا اور کام کے متعلق بتلایا گیا، میں نے عرض کیا کہ کوشش کروں گا کہ آپ کے معیار پر پورا اتر سکوں، چنانچہ ابتدائی طور پر سورۃ الفاتحہ پر مشتمل دس دروس کے کیسٹ میرے حوالے کیے گئے تا کہ میں ان پر طبع آزمائی کروں، میں نے ان کیسٹوں پر مبنی دس دروس کو کاغذ پر منتقل کر کے صوفی صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا جو انہوں نے پسند فرمایا اور دروس القرآن کا سارا کام کروانے کا عندیہ دیا، غرضیکہ سورۃ الفاتحہ پر مشتمل میری مرتب شدہ پہلی کتاب ۱۹۸۱ء میں طبع ہو کر منصہ شہود پر آئی اور اس کے ساتھ ہی صوفی صاحبؒ نے اس خواہش کا اظہار بھی فرمایا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن پاک کے آخری دو پارے کتابی شکل میں پیش کر دیے جائیں۔

اور اس کے بعد سورۃ بقرہ اور اٹھائیسویں پارہ کے آخر تک کام مکمل کیا جائے، چنانچہ میں نے پارہ ۲۹ پر کام کیا جو کہ زیور طبع سے آراستہ ہو گئی اور پھر پارہ ۳۰ بھی مکمل ہو گیا، اس کے بعد سورۃ بقرہ سے شروع کر کے اٹھائیسویں پارہ تک کام ہوتا رہا ہے اور اس طرح پورے قرآن پاک کی تفسیر کیے بعد دیگرے بیس جلدوں میں ۱۹۹۵ء میں مکمل ہو کر طبع ہوئی، صوفی صاحبؒ کے دروس کو کتابی شکل میں پیش کرتے وقت احقر نے جگہ جگہ سرخیاں بھی لگائیں جس سے تفسیر کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

صوفی صاحبؒ کی عالی ظرفی

صوفی صاحبؒ کی عالی ظرفی کی یہ ایک مثال ہے کہ جب بھی میں کوئی مسودہ لے کر حاضر خدمت ہوتا تو آپ خود پوچھتے کہ بھائی! آپ نے اس حصہ میں کوئی خامی یا کمی تو محسوس نہیں کی؟ جب میں عرض کرتا کہ مجھے فلاں معاملہ میں قدرے تردد پیدا ہوا ہے تو آپ اس پر دوبارہ غور فرماتے اور پھر بعد میں مجھے آگاہ کرتے کہ طباعت سے پہلے اسے درست کر دیا گیا ہے۔

اس طرح یہ مکمل تفسیر پندرہ سال میں بیس جلدوں اور تیرہ ہزار مطبوعہ صفحات پر مشتمل ہو کر مارکیٹ میں

آ گئی، اب تک اس تفسیر کی مختلف جلدوں کی طباعت دس سے پندرہ مرتبہ تک ہو چکی ہے، یہ تفسیر نہ صرف اندرونِ ملک بلکہ بیرونِ ملک دنیا کے مختلف خطوں میں نہایت ذوق وشوق کے ساتھ پڑھی جا رہی ہے۔

مذکورہ تفسیر کے علاوہ صوفی صاحبؒ مرحوم ومغفور نے ترتیب کا حسب ذیل کام بھی لیا ہے جو کہ مجھ ناچیز پر آپ کے اعتماد کا اظہار ہے۔

(۱) مسند احمد : چار جلدوں میں کل ۱۵۲ صفحات مطبوعہ۔

(۲) سنن ابن ماجہ : ایک جلد میں ۸۷۹ مطبوعہ صفحات۔

(۳) شمائل ترمذی : دو جلدوں میں ۱۲۱۸ صفحات مطبوعہ۔

(۴) عون الخبیر شرح الفوز الکبیر : ایک جلد میں ۱۳۷ صفحات مطبوعہ

(۵) صحیح بخاری شریف (کتاب المغازی) : جنوری ۲۰۰۷ء سے ماہنامہ نصرۃ العلوم میں سبقاً سبقاً آ رہی ہے۔

(۶) خطبات سواتی جمعہ کے خطبات ۱۹۸۲ء سے لے کر ۱۹۸۸ء تک چھ جلدوں میں دو ہزار پانچ سو سے زیادہ صفحات طبع ہو چکے ہیں، آخر تک کے خطبات بھی ترتیب دیے جا چکے ہیں، اور ماہنامہ نصرۃ العلوم میں آ رہے ہیں۔

تعلیمی خدمات

صوفی صاحبؒ کے ۵۶ سالہ قیام کے دوران آپ کی توجہ تعلیم دین، مسجد اور مدرسہ کی عمارات کی تکمیل پر مرکوز رہی اور آپ نے شہر سے باہر جا کر تقریر کرنے سے گریز کیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علاقہ کی آبادی کے اکثر لوگ جو شیعیت اور بریلویت کی طرف مائل تھے، ان کے عقائد میں تبدیلی آئی، اور وہ صحیح اہل سنت کے عقیدہ پر آ گئے۔

اب مسجد کی وسیع عمارت اور تین منزلہ لائبریری سے نہ صرف طلباء بلکہ اہل علاقہ بھی مستفید ہو رہے ہیں۔

بیرونی طلباء کے لئے تین منزلہ ہاسٹل کا قیام بھی صوفی صاحبؒ کی تعلیم دین سے والہانہ محبت کا اظہار ہے، بیرونی طلباء کا کھانا، علاج معالجہ اور ماہانہ وظیفہ بھی مدرسہ کی ذمہ داری ہیں۔

مدرسہ کے زیرِ انتظام لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایک ایک مڈل سکول چل رہا ہے، جہاں جدید تعلیم اور دینی تعلیم ساتھ ساتھ چلتے ہیں، بیرونی طالبات کی رہائش کیلئے مسجد و مدرسہ سے ملحق دس مرلہ پر مشتمل تین مکانات خرید کر لڑکیوں کے لیے ہاسٹل کی تعمیر شروع ہو چکی ہے، جس پر تقریباً ایک کروڑ روپے کی لاگت کا اندازہ ہے، اس وقت مسجد و مدرسہ کا سالانہ بجٹ ساٹھ لاکھ سے تجاوز کر چکا ہے۔

دیانت وامانت

صوفی صاحبؒ کی دیانت و امانت کے متعلق یاد ہے کہ ایک موقع پر میں نے ظہر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کی، مجھے صوفی صاحبؒ سے خصوصی ملاقات کرنا تھی لہٰذا نماز کے بعد ان کے ساتھ اٹھ کر آپ کے کمرے میں پہنچا، ہمارے ساتھ ایک تیسرا اجنبی آدمی بھی آیا، جس نے بعد میں بتایا کہ وہ سیالکوٹ سے آیا ہے، اس نے کچھ رقم صوفی صاحبؒ کی خدمت میں مسجد اور مدرسہ کے لیے پیش کی، آپ نے خزانچی کو بلا کر کہا کہ رقم گن لو اور رسید کاٹ دو۔

اس شخص نے کہا کہ مجھے رسید کی تو ضرورت نہیں ہے، مگر صوفی صاحبؒ نے کہا کہ بھائی! ہمیں تو حساب درست رکھنا ہے، آپ کو ضرورت ہو یا نہ ہو مگر ہماری ضروریات میں شامل ہے۔

حضرت صوفی صاحبؒ سے آخری ملاقات

حضرت کی وفات سے تقریباً دو ماہ قبل میں حضرت صاحب کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا، حاجی محمد فیاض خان صاحب نے نہایت محبت سے ملاقات کروائی، آپ بول نہیں سکتے تھے، اشاروں اشاروں میں ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی اور آخرت کی بہتری کے لئے دعائیں کیں اور اس طرح آپ کی آخری زیارت کر کے رخصت ہوا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صوفی صاحبؒ کی دینی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور آپ کو اپنی رحمت کے مقام میں جگہ نصیب فرمائے۔
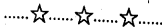
الحاج لعل دین ایم اے

صوفی صاحبؒ کی وسیع النظری

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے ارشادات کو قلمبند کرنے کا راقم الحروف کو کافی موقع میسر آیا ہے، جس کا ذکر میں ماہنامہ نصرۃ العلوم کی ماہ جون کے شمارے میں کر چکا ہوں، اس دوران میں مجھے صوفی صاحبؒ کی وسیع النظری کے بیشمار مناظر سامنے آئے ہیں، جن میں سے بعض کا تذکرہ اس وقت مقصود ہے۔

دینی علم کے لحاظ سے تو آپ نے برصغیر کے بڑے بڑے مدارس اور اعلیٰ اساتذہ سے علم حاصل کیا مگر دیگر علوم از قسم سیاسیات، معاشیات، اخلاقیات، انسانی سوسائٹی کے باہمی تعلقات مرد وزن کا دائرہ کار، مسلمانوں کی حالت زار پر بیش قیمت گفتگو کی ہے۔ آپ نے طبیہ کالج حیدرآباد دکن سے چار سالہ کورس کر کے حکیم حاذق کی سند حاصل کی، اس لحاظ سے آپ مختلف مواقع پر نہایت مفید بحث کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، حالات حاضرہ پر صوفی صاحب قرآن وحدیث کے اسباق اور خطبات جمعہ میں سیر حاصل بحث فرمایا کرتے تھے، آپ نے تحریک ختم نبوت تحریک جامع مسجد نور اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے بھی پیش کیا، اس ضمن میں بعض مقامات پر آپ کے ارشادات کی جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

توحید باری تعالیٰ

سورۃ البقرہ کی آیت ۱۶۳ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

''تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، اور کوئی معبود برحق نہیں ہے، لہٰذا عبادت صرف اسی کی کرو، لفظ الٰہ میں محبت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے، اور اس کا معنیٰ فریفتہ ہونا بھی ہے، اس لیے الٰہ کا معنیٰ دلربا بھی کیا جاتا ہے، شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی نے اس کا ہندی ترجمہ من موہن بھی کیا ہے، غرضیکہ لفظ الٰہ میں محبت کا عنصر بھی پایا جاتا ہے، اور محبوب حقیقی خدا تعالیٰ ہے، لہٰذا اس کی وحدانیت پر ایمان لانا چاہیے، اور خالص اسی

کی عبادت کرنی چاہیے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنانا چاہیے، یہ تمام مسائل کی بنیاد ہے، اگر تہذیب اخلاق اس بنیاد پر قائم ہوگا تو درست ہوگا ورنہ نہیں، لہٰذا معبود وہ ہو سکتا ہے جو مختار کل، قادر مطلق، علیم و خبیر، نافع اور ضار ہو، جو مشکل کشائی کرنے والا ہو، ہمہ بین، ہمہ دان اور ہمہ توان ہو، وہ جو چاہے کرے، لَا رَآدَّ لِحُکْمِهٖ اس کے حکم کو کوئی ٹال نہ سکے۔''

سورۃ البقرہ ہی کی آیت ۲۵۵ آیت الکرسی میں آمدہ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کی تشریح میں فرماتے ہیں،

''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ کوئی چھوٹا، نہ بڑا، نہ عارضی نہ مستقل، نہ باپ نہ بیٹا کوئی بھی معبود نہیں، معبود وہی اور صرف وہی ہے، جو کوئی اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود بناتا ہے اس کا عقیدہ قطعاً باطل ہے، وہ تو ایسی ذات ہے، اَلْحَیُّ جو زندہ ہے، اس کی حیات ابدی اور سرمدی ہے، اس کے علاوہ جتنی بھی زندگیاں ہیں سب جزوی اور عارضی ہیں، کسی کو دائمی حیات حاصل نہیں، زندگی کا سرچشمہ خدا کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے، یہ اس کی مشیت ہے جس کو جتنی زندگی چاہے دے دے اور جب چاہے واپس لے لے۔''

تردید شرک

تائید توحید اور تردید شرک کا ذکر قرآن پاک اور احادیث نبوی میں بیشمار مقامات پر آ گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے مشرک کو دائمی جہنمی قرار دیا ہے، اللہ نے سورۃ النساء میں اصول کے طور پر فرمادیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ بے شک اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا، البتہ اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کر دے، نیز فرمایا وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا (آیت۔۴۸) جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اس نے بہت بڑے گناہ کا افترا باندھا، سورۃ مائدہ۔۷۲ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اسی بات کا ذکر ہے جو تبلیغ دین کے سلسلہ میں فرماتے تھے کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا، اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔

حضرت صوفی صاحب مرحوم نے شرک کی تردید میں مختلف مقامات پر سیر حاصل بحث کی ہے، چنانچہ سورۃ النساء کی مذکورہ آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں،

''شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ شرک صرف بتوں کی پوجا کا نام نہیں بلکہ اللہ کے مقابلے

میں کسی دوسرے کا حکم مان لینا یا کسی دوسرے دین کو تسلیم کر لینا بھی شرک میں داخل ہے، بشیر منافق نے یہی کیا تھا کہ اللہ کا حکم ماننے کی بجائے مشرکین کی بات کو تسلیم کیا، یہ اللہ کے حکم میں شرک ہے، چنانچہ حضرت مولانا شیخ الہند فرماتے ہیں کہ جب منافق رسول کے حکم کے خلاف کر کے مشرکین سے جا ملا تو اس کی مغفرت کا کوئی امکان باقی نہ رہا، یہاں شرک سے مراد شرک فی الحکم ہے۔''

آپ آگے چل کر اسی آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں

''اگر اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ کسی دوسری ذات میں مانی جائے تو یہ شرک ہو گیا مثلاً کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ فلاں شخص ہماری ہر بات کو جانتا ہے تو وہ مشرک ہو گیا کیونکہ اس نے اللہ کی صفت غیر میں مانی، اسی طرح قدرت تامہ خدا تعالیٰ کی صفت ہے وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرے، اس کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں اگر یہی صفت کسی دوسرے میں مانے گا تو شرک کا مرتکب ہو گیا، مختار مطلق بھی اللہ تعالیٰ ہے، اگر کوئی شخص غیر اللہ کو مختار مطلق جان کر کچھ طلب کرتا ہے تو وہ بھی مشرک ٹھہرا، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو خالق سمجھنا بھی شرک کے مترادف ہے کیونکہ خالق کوئی دوسرا نہیں اور اس بات کو دہریوں کے سوا مشرک بھی تسلیم کرتے ہیں۔''

اسی آیت کی تشریح میں صوفی صاحب نے شرک کی دیگر اقسام کا ذکر بھی کیا ہے مثلاً فرماتے ہیں کہ ''عبادت سے مراد انتہائی درجے کی تعظیم ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے، سجدہ، رکوع وغیرہ عبادت ہی کے مظہر ہیں اگر کوئی شخص اللہ کے علاوہ کسی دوسری ہستی کے ساتھ یہی معاملہ کرے گا تو وہ مشرک بن جائے گا، غیر اللہ کو نافع اور ضار سمجھ کر نذر و نیاز پیش کرنا بھی شرک ہے۔''

فرماتے ہیں کہ ''ترمذی شریف کی روایت کے مطابق مَنْ اَقْسَمَ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کا ارتکاب کیا'' فرماتے ہیں کہ مولانا حافظ احمد الدین نے دلیل المشرکین کے نام سے عربی زبان میں کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے شرک کی بیس اقسام کا ذکر کیا ہے، اس کتاب کا اردو ترجمہ صوفی صاحب نے کیا ہے، اس میں موصوف فرماتے ہیں کہ شرک تصرف میں بھی ہوتا ہے، ایک شخص نے حضور علیہ السلام کے سامنے عرض کیا، مَاشَاءَ اللّٰہُ وَشِئْتَ یعنی جو آپ چاہیں اور اللہ چاہے، آپ ﷺ نے فرمایا اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ نِدًّا کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرا دیا ہے؟ بلکہ یوں کہو مَاشَاءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ جو صرف اللہ تعالیٰ چاہے، اس بیان میں صوفی صاحب فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کی رضا کیلئے جانور ذبح کرنے

میں شرک ہے، بعض لوگ عمارت تعمیر کرتے وقت اس کی بنیادوں میں خون گراتے ہیں اور اس سے مقصود جنات کی نیاز ہوتی ہے تا کہ وہ کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں، سورۃ انعام میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی بہت سی قسمیں بیان فرمائی ہیں، مجوسی ذات میں شرک کرتے ہیں اور ایک کی بجائے دو خدا مانتے ہیں، بعض شرک قولی ہوتے ہیں کہ انسان زبان سے شرکیہ کلمات ادا کرتا ہے، اور بعض فعلی شرک ہوتے ہیں، زبان سے تو کچھ نہیں کیا جاتا مگر عملاً نیاز دی جاتی ہے، چڑھاوا چڑھایا جاتا ہے، سجدہ کیا جاتا ہے، رکوع کیا جاتا ہے، چادر پوشی ہوتی ہے یا طواف ہوتا ہے، یہ سب فعلی شرک ہیں۔"

"استعانت مافوق الاسباب بھی شرک ہے، غیر اللہ کو حاضر ناظر سمجھ کر پکارنا اور عقیدہ یہ رکھنا کہ وہ ہماری سنتے ہیں، شرک میں داخل ہے، جیسے یا شیخ عبدالقادر جیلانی، یا پیر دستگیر، یا علی، یا حسین وغیرہ سب شرک ہے، جانور ذبح کرتے وقت اللہ کے ساتھ دوسرے کا نام لینا بھی شرک میں داخل ہے، جیسے کوئی کہے بسم اللہ واسم محمد، اسی طرح شگون لینا بھی شرک ہے، خبریں معلوم کرنے کیلئے نجومی، رمال یا دست شناس سے قسمت کا حال معلوم کرنا بھی شرک ہے، بعض لوگ تصور میں شرک کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ان کے بزرگوں، مشائخ، یا پیران پیر کی روحیں ان کے گھر آتی ہیں، فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا آدمی کافر ہے، یا مشرک ہے، تعویذ گنڈے میں بھی بعض اوقات فرعون، جبرائیل یا کسی جن سے مدد طلب کی جاتی ہے، حضور ﷺ نے صراحتاً فرمایا کہ گلے میں لٹکانے والے تعویذوں میں بھی شرک ہوتا ہے، کبھی غیر اللہ سے استعانت طلب کی جاتی ہے، کبھی توسل میں شرک کا ارتکاب کیا جاتا ہے، شیعہ امام حسین کو وسیلہ پکڑتے ہیں، قبر پرست لوگ بہت سے بزرگوں کے متعلق یہی تصور رکھتے ہیں، انکو نذر نیاز دی جائے تو وہ اللہ کو ضرور راضی کر لیتے ہیں۔"

بدعات، رسومات باطلہ اور مسلمان

سورۃ بقرہ کی آیت۔ ۷۸ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے، یہودیوں کی طرف سے کلام اللہ میں تحریف کا ذکر کرنے کے بعد صوفی صاحب فرماتے ہیں "تحریف کا دائرہ مسلمانوں تک وسیع ہو چکا ہے، آج کے دور میں انصاف کی نظر سے دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ اکثریت کے عقیدے خراب ہو چکے ہیں، کتنے خود ساختہ او رجھوٹے عقیدے ہیں، جنہیں آج کل کے نام نہاد علماء قرآن وسنت کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ تحریف فی الکتاب والسنّت نہیں تو اور کیا ہے، آج کے واعظ قبر پرستی، رسومات فاسدہ اور دیگر بدعات سے متعلق کتنی

بناوٹی حدیثیں لوگوں کو سناتے ہیں، یہ بالکل یہودیوں کا طریقہ ہے جو مسلمانوں نے بھی اختیار کرلیا ہے، اس دور میں نیکی کا وہ معیار کہاں رہ گیا ہے جو کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ یا اقوال صحابہ کا تھا، اصل دین کہاں چلا گیا، دور حاضر میں چند رسومات اور جھوٹے عقائد تک محدود ہوکر رہ گیا ہے، قرآن وسنت کیطرف کون رجوع کرتا ہے، نہ اسے سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے، نہ عمل کرنے کی، شرک وبدعت پر دین کا دارومدار ہے، اس کی تبلیغ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو جھوٹے قصے کہانیاں بیان کرتے ہیں، یہی چیزیں نعتوں اور غزلوں میں ہیں اور انہی پر عمل ہورہا ہے، بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ آج چند رسوم کو دین کا نام دے دیا گیا ہے، اور لوگ حقیقت سے بہت دور جاچکے ہیں، دین کو سمجھنے والے لوگ بالکل قلیل تعداد میں ہیں، آج کتنے لوگ ہیں جو مفسرین، فقہاء، اور آئمہ دین کی طرز پر ریسرچ کا بیڑا اٹھائیں اور دین کو اس کا صحیح مقام دلائیں، حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے، قرب قیامت میں فتنوں کا دور آئے گا، اس وقت دین کو ہاتھ میں پکڑنا اس قدر مشکل ہو جائے گا جیسے جلتے ہوئے کوئلوں کو پکڑنا، آج آپ قبیح رسم کی تردید کرکے دیکھیں ساری برادری، اور خاندان ناراض ہوجائے گا، شادی بیاہ کی رسمیں دیکھ لیں، پیدائش اور فوتیدگی کی رسوم کی طرف نگاہ ڈالیں، میلوں اور عرسوں کی طرف دیکھیں، کیا کچھ ہورہا ہے، قبروں پر چادریں چڑھائی جارہی ہیں، میلے لگائے جارہے ہیں، قوالیاں ہورہی ہیں، خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی قبر پر دو ہزار روپے کی چادر لے کر ایک آدمی گیا، یہ کونسا دین ہے؟ مسٹر جناح کی قبر پر بیش قیمت گنبد کی تعمیر کون سی شریعت ہے؟ ہر جگہ عرسوں کی بھرمار ہے، قبروں کو غسل دیا جارہا ہے، یہ کس شریعت کی باتیں ہیں؟ کیا یہ یہود کا طریقہ نہیں ہے'' ؟

''دین کی بعض چیزیں ایسی ہیں جنہیں بدلنے کیلئے لوگ علماء کو مجبور کرتے ہیں اور پھر دین فروش علماء ان کی خواہش کو تحریف کے ذریعے پورا کرتے ہیں، اس ضمن میں نکاح وطلاق کے مسائل کی مثال واضح ہے، جلد بازی میں طلاق دے دیتے ہیں، جب اپنے کئے پر ندامت ہوتی ہے تو اس کے لیے راستہ تلاش کرنے لگتے ہیں، طلاق کے کتنے ایسے معاملات ہیں جن میں لوگ غلط فتویٰ حاصل کرلیتے ہیں، حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ طلاق جیسی اہم اور دوررس چیز کو عائد کرنے سے پہلے اس پر اچھی طرح غور کیا جائے، کسی صائب الرائے عالم سے مشورہ لیا جاتا، طلاق دینے اور پھر اس کے اثرات کے متعلق پوچھا جاتا مگر ہمارے معاشرے کا اصول یہ ہے کہ طلاق دینے کے بعد اس کے ازالے کے لئے فتویٰ حاصل کرنے کیلئے آتے ہیں کہ جی غلطی

ہوگئی ہے، لڑکے نے غصے میں آ کر طلاق دے دی ہے، اب اس کا کوئی حل بتائیں، ہم چوبیس سال سے یہی کچھ دیکھ رہے ہیں، اتنے عرصے میں صرف ایک آدمی نے طلاق دینے سے پہلے مشورہ کیا ہے کہ میرا بیٹا اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے، پوری کوشش کے باوجود نباہ کی صورت نظر نہیں آتی آپ ہمیں طلاق دینے کا صحیح طریقہ بتلائیں، ورنہ باقی طلاق دینے کے بعد ہی آتے ہیں کہ اب کسی طرح حلالہ کر دو، یہ دین میں تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔''؟

مسئلہ شفاعت

شفاعت کا مسئلہ بڑا اہم ہے، اس میں بہت سی غلط فہمی پائی جاتی ہے، اکثر لوگ دین کے احکام پر عمل کرنے کی بجائے محض شفاعت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں، صوفی صاحبؒ نے اس ضمن میں بات بڑی واضح کی ہے آپ آیت الکرسی کی تشریح کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

''جب قادر مطلق وہ ذات ہے مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ کون ہے جو اس کے سامنے سفارش کرنے کا دم مار سکے بغیر اسکی اجازت کے، مشرکوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے معبود انکی سفارش کریں گے، اللہ تعالیٰ خواہ راضی ہو یا ناراض یہ ہماری سفارش کر کے خدا کو ضرور ہی منالیں گے، یہودیوں اور نصرانیوں کا بھی اس قسم کا عقیدہ ہے حالانکہ جبری اور قہری سفارش کا تو وجود ہی نہیں ہے، اس سے پہلی آیت میں آچکا ہے کہ اس دن نہ خرید وفروخت ہوگی، نہ دوستی کام آئے گی، وَلَا شَفَاعَۃٌ اور نہ ہی کوئی سفارش ہوگی، ہاں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے ساتھ سفارش کرنے کی اجازت ہوگی، اشرف المخلوقات میں سے سب سے افضل انسان حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ قیامت والے دن میں رب الحاکمین کے سامنے آؤں گا اور اللہ تعالیٰ کے حضور لمبا سجدہ کروں گا پھر حکم ہوگا یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ اے محمد ﷺ! آپ اپنا سر اٹھائیں آپ بات کریں آپ کی بات سنی جائے گی، آپ سفارش کریں، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کا یہ سجدہ دس برس کے وقفہ کے برابر لمبا ہوگا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دیں گے، بغیر اجازت کے کوئی سفارش نہیں ہوگی، اور اجازت بھی اس شخص کیلئے دی جائے گی جس کا عقیدہ توحید پر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہوگا، وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ اللہ تعالیٰ کفر والے عقیدہ شرک والے عقیدہ کو پسند نہیں کرتا، وہ کفر کرنے کی توفیق تو دے دیتا ہے، کافر کی رسی تو دراز کر دیتا ہے مگر

ان سے ناراض ہوتا ہے، کیونکہ اس کے نزدیک وَالْکٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ کافرلوگ ہی اصل ظالم ہیں، نیز یہ کہ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ شرک بہت بڑا ظلم ہے، لہٰذا قیامت کے دن سفارش دو شرطوں سے مشروط ہو گی اور مستحق سفارش ایسا شخص ہو گا مَنْ لَّا یُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئاً جو اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا نہ ہو، اور پھر یہ کہ بغیر اجازت کے سفارش نہ ہو گی، جب اجازت ہو گی تو انبیاء، ملائکہ، اولیاء، شہداء اور مومن سفارش کریں گے، صحیحین کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ بار بار سجدہ ریز ہوں گے اور اللہ تعالیٰ بار بار سفارش کرنے کی اجازت دیں گے، یہ سفارش مختلف قسم کے لوگوں کے لئے ہو گی، ایک دفعہ اجازت ہو گی کہ اس قسم کے لوگوں کے متعلق سفارش کریں، آپ سفارش کر کے ان کو دوزخ سے نکال لیں گے، پھر سجدہ کریں گے، پھر اجازت ہو گی، اب ایسے لوگوں کی سفارش کریں، آپ ان لوگوں کو بھی دوزخ سے نجات دلوائیں گے، اور اس طرح آپ بار بار سجدہ کریں گے اور اللہ بار بار سفارش کی اجازت دیں گے، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور علیہ السلام کی شفاعت نصیب فرمائے۔"

مردوزن کے باہمی تعلقات

اکثر گھروں میں میاں بیوی کے درمیان بعض امور پر اختلاف کی وجہ سے جھگڑے ہوتے ہیں اور نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے، اس کی وجہ مردوزن کے دائرہ کار کی عدم واقفیت ہے، صوفی صاحب نے قرآن وسنت کی روشنی میں مردوزن کے دائرہ کار کی وضاحت فرمائی ہے جس پر عمل کرنے سے فریقین امن و چین کی زندگی بسر کر سکتے ہیں، ایسے ہی بعض مقامات کے حوالے سے صوفی صاحب نے ارشاد فرمایا ہے، معالم العرفان فی دروس القرآن کی نویں جلد سورۃ التوبہ کے درس ۲۵ میں آپ مردوزن کے تعلقات پر گفتگو فرماتے ہیں۔

مردوزن کی معاشرتی حیثیت

صنفِ نازک انسانیت کا نصف حصہ ہے، انسانی گاڑی مردوزن ہی کے دو پہیوں پر چلتی ہے، اللہ نے ابتداء سے ہی خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا فرما کر اس کی حکمت ظاہر فرما دی، انسانیت کیلئے جتنا مرد ضروری ہے اتنا ہی عورت بھی ضروری ہے دونوں انسانی تمدن کے بنیادی عنصر ہیں، ان دونوں میں سے اگر ایک صنف نہ ہو تو دنیا کا نظام ہی نہیں چل سکتا، لہٰذا ہر ایک کو اپنی حیثیت کو سمجھنا چاہیے، اللہ نے یہ سارے حقائق سورۃ نساء میں بیان

فرمادیے ہیں، مرد اور عورت انسانی سوسائٹی کے اہم ترین ارکان ہیں، البتہ عورت کے مقابلے میں مرد کو اللہ نے فوقیت بخشی ہے، اور ہر ایک کے حقوق وفرائض اور ہر ایک کا دائرہ کار مقرر کیا ہے، جس طرح مرد مکلف ہے اسی طرح عورتیں بھی مکلف ہیں، اور جس طرح مرد کیلئے اپنا میدان عمل ہے اسی طرح عورت کیلئے بھی دائرہ کار ہے، جس طرح مرد کو عبادات کی ضرورت ہے اور اس کے نتیجے میں نجات کی ضرورت ہے، اسی طرح عورت کو بھی ان چیزوں کی ضرورت ہے، البتہ دونوں کے درمیان تفریق صنف کی وجہ سے ہے، اللہ نے مردوں کو عورتوں پر فوقیت دے کر کچھ مزید فرائض بھی ان کے سپرد کیے ہیں، تاہم شریعت کی نظر میں دونوں یکساں مخاطب ہیں۔"

مرد وزن کا دائرہ کار

"امام شاہ ولی اللہؒ اپنی معرکۃ الآرا کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں کہ اجتماعی نظام کی ذمہ داری اللہ نے مردوں پر ڈالی ہے، مسلمانوں کے امیر کے لئے شرط ہے کہ وہ مسلمان عاقل، بالغ اور مرد ہو، عورت مسلمانوں کی امیر نہیں ہوسکتی، عورت کا کام پچھلی صف میں کھڑا ہونا ہے، اَخِّرُوا النِّسَآءَ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ عورتوں کو پیچھے رکھو جہاں اللہ نے ان کا مقام مقرر کیا ہے، جب بھی عورتوں کو پہلی صف میں لانیکی کوشش کرو گے، انتشار ہی پیدا ہوگا، انگریز عورت کو آگے لائے تو دنیا نے تمام خرابیوں کا مشاہدہ کرلیا، اگر ہر دفتر، محکمے اور ادارے میں عورت کام کریگی، تو بگاڑ ہی پیدا ہوگا یہ تو بیسویں صدی ختم ہورہی ہے گزشتہ صدی کے ایک انگریز مؤرخ اور فلسفی نے کہا تھا کہ لعنت ہو ہمارے اس قانون پر جو انگریزوں نے وضع کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپ کی پینتالیس کروڑ کی آبادی میں سے یقین کے ساتھ پینتالیس حلال کے آدمی بھی نہیں نکالے جاسکتے، عورتوں اور مردوں کو خلط ملط کرنے کا یہی نتیجہ نکلے گا، یہ اسلام ہی ہے جس نے ہر چیز کو اپنے اپنے مقام پر رکھا ہے۔"

دین کو بگاڑنے والے

حضرت صوفی صاحب مرحوم نے دین میں بگاڑ پیدا کرنے والے لوگوں کی خاص طور پر نشاندہی کی ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت ابتر ہے اور یہ امت تنزل کی گہرائیوں میں جا گری ہے، آپ معالم العرفان فی دروس القرآن کی نویں جلد، سورۃ توبہ کے درس ۱۲ میں فرماتے ہیں۔

''حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ مشہور تابعی کا یہ مصرعہ مشہور ہے۔'' وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا سُوْءٍ'' یعنی دین کو بگاڑنے والے یا تو بادشاہ ہیں جو اپنی طاقت اور مال ودولت کے بل بوتے پر دین کو اپنی مرضی کا بناتے ہیں، یا پھر برے عالم اور برے درویش ہیں جنہوں نے دین میں بگاڑ پیدا کیا ہے، اگر بادشاہ بگڑیں گے تو مسلمانوں کی معیشت تباہ ہوگی، اگر عالم بگڑیں گے تو دین تباہ ہوگا اور اگر پیر صاحبان بگڑیں گے تو اخلاق تباہ ہو جائے گا، اگر یہ تینوں طبقے بگڑ جائیں تو پھر قوم تنزل کی گہرائیوں میں جا گرے گی، چنانچہ یہ بگاڑ ہماری امت میں بھی آ چکا ہے، مسلمانوں کے کتنے فتنے ان تینوں گروہوں کے پیدا کردہ ہیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ علماء سوء دین کے چور ہیں بلکہ ڈاکوؤں سے بھی بڑھ کر مضر ہیں کیونکہ لوگ انہیں نیک اور بزرگ سمجھتے ہیں وہ دین کی بجائے اپنی بات چلاتے ہیں، انہوں نے اپنی شریعت بنا رکھی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا انہیں تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ صرف ایک معبود کی عبادت کریں، عبادت کے لائق سوائے ایک اللہ کے اور کوئی نہیں مگر لوگوں نے علماء اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے جو حرام حلال کے فتوے لگا رہے ہیں۔''

تفریق بین المسلمین

اس درس میں اہل اسلام کے مختلف گروہوں کے درمیان جس قدر مخاصمت پائی جاتی ہے، ایک دوسرے پر کفر وشرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں، حضرت صوفی صاحبؒ نے دروس القرآن میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے اور بے لاگ تبصرہ کیا ہے، جس سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے آپ سورۃ آل عمران کے درس ۳۵ میں اس بات کا تجزیہ اس طرح کرتے ہیں۔

''ارشاد ہوتا ہے سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو وَلَا تَفَرَّقُوْا تفرقہ اور اختلاف نہ کرو، امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر جس اختلاف سے منع کیا گیا ہے وہ اصول کا اختلاف ہے کیونکہ فروعات میں اختلافات کرنا مباح ہے، فروعی اختلاف کے ذریعے انسان کی عبادت درست ہوتی ہے، مختلف حالات میں احکام مختلف ہوتے ہیں، مثلاً حائضہ عورت اور جنبی کے لیے نماز حرام ہے لیکن ایک عام مکلف کے لیے فرض ہے مسافر اور مریض کے لیے روزہ کھانا حلال ہے مگر مقیم اور تندرست کے لیے حرام ہے، یہ فروعی اختلاف ہیں، آئمہ دین جیسے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہم کا بعض فروعات میں آپس میں اختلاف

ہے، یہ روا ہے بشرطیکہ تعصب سے پرہیز کیا جائے، اکثر لوگ تعصب سے کام لیتے ہوئے اپنے مسئلہ پر اڑ جاتے ہیں اور اس کو درست سمجھتے ہوئے دوسرے مسلک والے کو جہنمی قرار دیتے ہیں یہ جہالت اور نادانی ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، البتہ اگر دین کے کسی اصول میں اختلاف کریگا تو گمراہ ہو جائے گا۔"

اختلاف رحمت

سورۃ آل عمران ہی کے درس ۳۷ میں صوفی صاحبؒ اختلاف رحمت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"امام بیہقیؒ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے، مَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْكِتٰبِ جب تمہارے پاس کتاب اللہ سے کوئی چیز پیش کی جائے تو اسپر عمل کیا جائے، لَا عُذْرَ لِاَحَدٍ فِيْ تَرْكِهٖ اس کو ترک کرنے میں کسی کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا، مقصد یہ کہ قرآن پاک کے حکم کو ہر حالت میں ماننا پڑیگا، اس کے خلاف کوئی حیلہ نہیں چل سکے گا، اور اگر قرآن میں کسی معاملہ کی وضاحت موجود نہ ہو تو فرمایا فَفِيْ سُنَّةِ نَبِيِّ تو حضور علیہ السلام کی سنت مطہرہ میں تلاش کرو، وہاں سے حکم معلوم کر کے اس پر عمل پیرا ہو جاؤ، اور اگر وہاں پر بھی کوئی چیز تشنہ رہے تو فرمایا فَمَا قَالَ اَصْحَابِيْ میرے صحابہ کی بات کو مان لو، یہ بھی تمہارے لیے حجت ہوگی، اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ کیونکہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ تم جس صحابی کی بات مان کر اس پر عمل کرلو، ہدایت پا جاؤ گے، اور یاد رکھو اخْتِلَافُ لَكُمْ رَحْمَةٌ میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے باعث رحمت ہے جس مسئلہ میں انہوں نے اختلاف کیا اس میں اللہ نے تمہارے لیے سہولت رکھ دی ہے۔"

اختلاف زحمت

"جائز فروعی اختلاف تو باعث رحمت ہے مگر بعض ضدی اور متعصب قسم کے لوگ کسی معمولی اختلاف کو بنیاد بنا کر آپس میں بحث و مناظرہ کرتے ہیں اور پھر ہٹ دھرمی کی وجہ سے کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پاتے تو آپس میں سر پھٹول کرتے ہیں، بعض اوقات ایسے اختلاف قتال تک پہنچ جاتے ہیں تاتاریوں کے زمانہ میں حنفی اور شافعی مسلک کے لوگ ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے اور قتل و غارت گری تک نوبت پہنچی...... آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے ۷۳ فرقے بن جائیں گے مگر یاد رکھو كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً ایک

کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے عرض کیا حضور! وہ ناجی فرقہ کون سا ہوگا فرمایا وہ جماعت ہوگی جس کو اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے یہ وہ لوگ ہوں گے جو حضور علیہ السلام کی سنت اور صحابہ کے طریقہ پر چلیں گے اور ان کا عقیدہ اور عمل حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کے عمل کے مطابق ہوگا یہی لوگ ناجی ہیں۔

اختلافی امور میں اعتدال کی راہ

معالم العرفان فی دروس القرآن کی پہلی جلد سورۃ الفاتحہ پر مشتمل ہے، اس کے آخری درس میں صوفی صاحب نے بعض فروعی اختلافات کا ذکر کیا ہے اور ان میں آمین بالجہر یا سر، رفع یدین، نماز کے دوران ہاتھ باندھنا، فاتحہ خلف الامام، تشہد کے مختلف الفاظ، اذان میں ترجیع، اور حج میں مفرد، تمتع یا قران کی ادائیگی کا ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ یہ فروعی اختلافات ہیں، ان میں بعض آئمہ نے ایک طریقہ کو ترجیح دی ہے اور بعض نے دوسرے طریقے کو، لہٰذا جس طریقہ پر بھی عمل کر لیا جائے، درست ہوگا، اس سلسلے میں مخاصمت نہیں ہونی چاہیے، آپ نے ساری بحث کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے۔

''مطلب یہ کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں اختلاف کرنا جائز ہے کوئی امام ایک طرف کو ترجیح دیتا ہے تو وہ بھی ٹھیک ہے، اسے بھی ثواب ملے گا، اور اگر کوئی دوسرا پہلو اختیار کرتا ہے تو وہ بھی درست ہے، یہ فروعات دین ہیں ان میں اختلاف جائز ہے، اصول میں اختلاف نہیں ہے، محض جزئیات کا اختلاف ہے جسے بعض حضرات بڑا طول دیتے ہیں اور مناظرہ بازی کرتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے، یہ ایک مسئلہ تھا جو میں نے عرض کر دیا۔''

خالی نسبت مفید نہیں

سورۃ الفاتحہ کے درس ۱۷ میں حضرت صوفی صاحبؒ نے خالی نسبت کے عدم مفید ہونے پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، آپ فرماتے ہیں،

''عام انسانوں کیلئے ضروری ہے کہ اپنے ذہن، دماغ، قوتِ علمیہ، قوت عملیہ اور قوت نظریہ کو منعم علیہ کے نمونہ پر استعمال کریں، اگر وہ اس میں کامیاب ہو جائیں تو انکی نسبت ان چار گروہوں (انبیاء، صدیق، شہداء، صالحین) کے ساتھ درست ہو جائے گی، اگر وہ اپنے آپ کو منعم علیہ گروہوں کے مطابق نہ ڈھال سکیں تو پھر ان کے ساتھ خالی خولی نسبت کچھ فائدہ نہیں دے گی، قرآن پاک میں یہ بات واضح طور پر سمجھا دی گئی

ہے کہ جو لوگ اپنی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتے ھیں یعنی یہود و نصاریٰ جب تک وہ اپنا عقیدہ اور عمل ان کے مطابق نہیں بنائیں گے، محض انکی طرف نسبت کچھ کام نہ آئے گی۔"

اس ضمن میں آپ نے شیعہ حضرات کی بے سود نسبت کا ذکر کیا ہے جو اپنی نسبت اہل بیت کی طرف کرتے ہیں، اس زمانے میں عام لوگ چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی، جیلانی وغیرہ کہلاتے ہیں، ان کے درمیان بھی کوئی نسبت نہیں پائی جاتی، اکثر کے عقائد و اعمال ان بزرگوں کیخلاف ہیں اب چشتیہ طریقے کا کام گانے بجانے، قوالی کرانے، قبر پرستی اور ترک سنت تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، یہی حال قادری، سہروردی، نقشبندی، اور جیلانی کہلانے والوں کا ہے، مختلف مذاہب والوں کا بھی یہی حال ہے، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مقلد، غیر مقلد، اہل حدیث کہلانے والے بھی خالی نسبت پر انحصار کر کے بیٹھے ہوئے ہیں، جو شخص ان حضرات کے طریقہ پر نہیں چلتا، وہ اپنی نسبت ان کی طرف کرنے کا کیسے حقدار ہو سکتا ہے، غرضیکہ کوئی کسی بھی مسلک، عقیدے یا سلسلے سے تعلق رکھتا ہو، اس کا دارومدار اس کے عقیدے اور عمل کی اصلاح پر ہے، محض کوئی نام رکھ لینا کسی کام نہیں آ سکتا۔" اس قسم کی بحث صوفی صاحب نے سورۃ النساء کے درس ۶۳ میں بھی کی ہے۔

حرف آخر

حضرت صوفی صاحبؒ کی تعلیمات اور ان کے افکار کی اشاعت کیلئے ضروری ہے کہ آپ کے بیانات کو مختلف انداز سے شائع کیا جائے، آپ کی تفسیر قرآن پاک بیس جلدوں میں اردو زبان میں سب سے بڑی تفسیر ہے، اس کے علاوہ آپ کے خطبات جمعہ جو تحریر میں آ چکے ہیں، ان میں نہایت مفید باتیں موجود ہیں، انکی اشاعت چھ جلدوں میں ہو چکی ہے، باقی خطبات کی اشاعت کا اہتمام بھی ضروری ہے، ماہنامہ نصرۃ العلوم میں یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے، ہو سکے تو اسے کتابی صورت میں پیش کر دیا جائے، آپ کے دیگر اقوال کو بھی اشاعت میں شامل کرنا صوفی صاحبؒ سے محبت اور ان کے کام سے لگاؤ کا مظہر ہوگا، اللہ تعالیٰ آپ کے پسماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے کام کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

=============

مولانا حافظ سمیع اللہ فراز ایم اے وفاضل مدرسہ نصرۃ العلوم
خطیب جامع مسجد فیز ۲، ڈیفنس لاہور

''ذکرِ حمید''

انسانی فطرت ہے کہ کائنات میں کچھ چیزوں کی موجودگی اس کے لئے راحت وسکون کا باعث ہوتی ہے اوران کے کھوجانے اور وقت کے گزران کے ساتھ ان کی اہمیت بھی کم ہوتی اور بالآخرختم ہوجاتی ہے، جبکہ کچھ کے ساتھ انسانی وابستگی اس قدر ہوتی ہے کہ ان کے موجود یا معدوم ہونے کی ہرصورت میں وہ ہمیشہ اہم اور قابل احترام رہتی ہیں، انسان عدم ووجود کے مراحل کا حصہ ہے تاہم کچھ انسانوں کی موجودگی یا عدم، زمانہ کے لئے، انکی اہمیت کوکم نہیں کرتے، خصوصاً وہ شخصیات جن سے زمان ومکان کی وابستگیاں ہوں۔ استاذِ مکرم مفسرِ قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی قدس اللہ سرہ کا شمار بھی ان اہم ترین شخصیات میں ہے، جن کے وجود مسعود سے ناقابل شمار انسانوں نے استفادہ کیا اور کرتے رہیں گے، کیونکہ حضرت صوفی صاحبؒ اپنی دینی، ملی اورروحانی خدمات کی صورت میں کبھی معدوم نہیں ہوں گے۔ وجود وعدم کے اس فلسفہ کا ذکر اس لئے ذہن میں آ گیا کہ ایک روز نماز عصر کے بعد استاذِ محترمؒ کی خدمت کی غرض سے ان کے پاس بیٹھا تھا کہ ایسا غوجی کا ایک مسئلہ دریافت کرنے پر حضرتؒ نے تقریباً بائیس منٹ تک اس کی جملہ تفصیلات بیان کردیں، میرے سمیت باقی ساتھیوں کو بھی احساس ہوا کہ ضعف کی اس حالت میں حضرت صوفی صاحبؒ کو تکلیف نہیں دینی چاہیے تھی، لیکن حضرت صوفی صاحبؒ کی علم دوستی اوراپنے طلبہ کی تشنگی کو دور کرنے کا جذبہ غیر معمولی حد تک قابل تقلید تھا، استاذ جیؒ نے تلامذہ کی نفسیات کو پڑھنے کے بعد مجلس سے یبوست ختم کرنے کیلئے یہ جملہ ارشادفرمایا: ''بابا! کچھ سمجھ دی آئی کہ سنڈے اگے بین وجانا پیان''، اپنے ضعف کے باوصف ایک معمولی طالب علم کے سوال کی بھی اس قدر اہمیت تھی کہ اس پر بائیس منٹ تک مسلسل تقریر فرمادی، یہ ہمارے اکابر کا ہی خاصہ ہے فالحمد علٰی ذلک، جب کبھی عصر کے بعد حضرت صوفی صاحبؒ کے پاؤں میں جگہ ملی تو بہت سے قیمتی موتی سمیٹنے کا موقع ملا، حضرت، دیوبند کے قیام اوراپنے تعلیمی دور کے واقعات اکثر سنایا کرتے تھے۔ طریق تدریس میں بھی

حضرت صوفی صاحبؒ لاثانی تھے کہ وقت کی پابندی یعنی سبق کے آغاز و اختتام کے مقررہ اوقات پر تشریف آوری اور برخاست، دورانِ سبق مکمل سنجیدگی، راوی صحابی کا مکمل تعارف اور اسماء الرجال کی تفصیل، فقہی آراء کے اختلاف کا ذکر اور مفتی بہ قول کی وجوہات، بلا وجہ تکرار سے گریز، عبارت کی بروقت درستگی حضرت صوفی صاحبؒ کی تدریس کی اہم ترین خصوصیات تھیں۔ حضرت صوفی صاحبؒ کا لباس، چال ڈھال، کلام وغیرہ، طلبہ کے اذہان میں اسلاف کا صورت گر ہوتا تھا مثلاً ہم حضرت مدنیؒ کو نہ دیکھنے کے باوجود محسوس کر سکتے تھے کہ حضرت مدنیؒ ایسے ایسے ہوں گے کہ استاد صوفی صاحبؒ کی ہر ادا سے سنتِ نبوی کی مکمل پاسداری اور اسلاف کی روایات جھلکتی تھیں۔ ایک واقعہ جو اکثر، ہم نے حضرت صوفی صاحبؒ کے بارہ میں سنا کہ مدرسہ نصرۃ العلوم کے قیام سے لے کر اس کے استحکام تک آمدنی کے حصول میں بنیادی شرط اس مال کا حلال ہونا تھا کہ ایک دفعہ مدرسہ کے مالی حالات کی ابتری کے باوجود، ایک صاحب سینما کی کمائی لے کر حاضر ہوئے تو اسے رد فرما دیا، یہ توکل علی اللہ، غناء اور مالِ حرام سے اجتناب کی انتہا تھی۔ حضرت صوفی صاحبؒ کے لئے مدرسہ کا ہر فرد، استاذ الحدیث سے لے کر ایک باورچی اور خاکروب تک، سب اہم ہوتے تھے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب راقم ۲۰۰۴ء میں مدرسہ میں خادمِ تدریس تھا، حضرت صوفی صاحبؒ، حضرت مہتمم صاحب کے دفتر کے سامنے چارپائی پر دھوپ میں بیٹھے تھے کہ درجہ ثانیہ کے ایک طالب علم نے حضرت صوفی صاحبؒ کو گلاب کا پھول پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سامنے برآمدہ میں جو مولوی صاحب پڑھا رہے ہیں انہیں دے آؤ، میری زندگی کا خوش قسمت ترین لمحہ تھا کہ راقم مسجد نور کے شمالی برآمدہ میں بیٹھ کر تیسیر المنطق کا سبق پڑھا رہا تھا اور وہ مولوی صاحب راقم ہی تھا، آج بھی حضرت صوفی صاحبؒ کا مرحمت کیا ہوا پھول محفوظ ہے جو خشک ہو جانے کے باوجود ہمیشہ حضرت صوفی صاحبؒ کی یادوں کی خوشبو سے معطر کرتا رہتا ہے، اللہ رب العزت حضرت صوفی صاحبؒ کے مرقد کو ہمیشہ اپنی رحمتوں سے معطر رکھے اور ان کے متوسلین کو انکا نقش قدم نصیب فرمائے، آمین۔

تیرا تذکرہ ہے میری راحتِ حیات کی نوید
وجود تھا تیرا بہت سوں کے لئے باعثِ سعید
تیرے جانے سے تنہائی کی تاریکی لوٹ آئی
لیکن ہے ماہتاب سے زیادہ روشن تیرا ذکرِ حمید

جناب صوفی محمد عالم
خادم خاص حضرت صوفی صاحبؒ

میری یادیں

؎ کئی دماغوں کے اے اک انساں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے
قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے زباں کا زور بیاں گیا ہے

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت اپنے عروج پر تھی، اسلامیہ کالج روڈ پر جہاں اکرم راجپوت کا ہسپتال ہے اس کے اردگرد بہت بڑا میدان تھا، اس مقام پر بہت بڑے جلسے کا انعقاد کیا گیا، اس جلسے میں حضرت صوفی صاحبؒ نے تقریر کی، آپ نے اپنی تقریر میں ان تمام لوگوں کا تذکرہ کیا جو اس وقت نبوت کے جھوٹے دعوے کر چکے تھے، یعنی مسیلمہ کذاب سے لیکر غلام احمد قادیانی تک، حضرت صوفی صاحبؒ نے جب اس کی تفصیل عوام میں بیان کی تو لوگ آپ کی یہ تفصیل سن کر بہت متاثر ہوئے، اسی دوران مجلس عمل نے ڈریک ایشن کا فیصلہ کیا، اس فیصلے میں یہ بات طے پائی کہ پانچ پانچ آدمی گرفتاریاں پیش کریں، اس طرح گرفتاریاں شروع ہو گئیں، کراچی میں سب بڑے بڑے علماء کو گرفتار کر لیا گیا، دوسرے شہروں میں بھی گرفتاریوں کا سلسلہ جاری تھا، گوجرانوالہ سے بھی حضرت مولانا عبدالواحد صاحبؒ (خطیب جامع مسجد شیرانوالہ باغ) اور مولانا اسماعیل سلفیؒ ان دونوں بزرگوں کو گرفتار کر لیا گیا، لیکن ڈریک ایشن کے فیصلہ کے سلسلہ میں جو پہلا جیش گرفتاری کے لیے لاہور گیا اس میں پانچ آدمی تھے، ان پانچ میں تین آدمی نصرۃ العلوم سے تعلق رکھنے والے تھے، دو آدمی اور تھے، ان پانچ آدمیوں کے نام یہ ہیں، میاں محمد صدیق صاحب مرحوم، صوفی عبدالکریم صاحب، بابا یاسین (چائے والا)، ملک محمد دین (شیر فروش) فضل دین صاحب مرحوم (والد مکرم محمد عالم) یہ سب لوگ لاہور وزیر خاں کی مسجد میں گئے، پھر وہاں سے وہ جلوس کے ساتھ گرفتاری پیش کرنے کیلئے نکلے، جب تھانہ چیرنگ کراس کے پاس پہنچے تو پولیس نے ایک خط کھینچ دیا، اور یہ آرڈر جاری کر دیا کہ جو اس خط کو عبور کرے گا اس کو گولی ماردی جائیگی۔

بقول صوفی عبدالکریم صاحب کے وہ فرماتے ہیں کہ وہ راستہ عبور کرنا ہمارے لیے بہت ہی مشکل مرحلہ تھا اس وقت گولیوں کی بوچھاڑ میں جان بچانا انتہائی مشکل تھی، اس وقت یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی ہم شہادت کا مرتبہ پا کر جنت میں پہنچ جائیں گے لیکن افسوس کہ ہم شہادت کے مرتبہ پر فائز نہ ہو سکے، یکم مارچ ۱۹۵۳ء کو یہ لوگ گرفتاری کیلئے لاہور گئے تو ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا، پولیس اہلکاروں نے ان پر یہ کیس بنایا کہ یہ لوگ چیرنگ کراس کو آگ لگانے آئے تھے، اس الزام کی بنا پر ان لوگوں پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلا، ان سے کہا گیا کہ یا ایک سال کی ضمانت دو نہیں تو پھر ایک سال کی جیل میں سزا کاٹنی پڑے گی، ان کی یہ بات سن کر ان میں سے چار افراد نے تو رخصت کو ترجیح دیتے ہوئے ضمانتیں کر والیں، احقر محمد عالم کے والد مکرم نے عزیمت پر عمل کرتے ہوئے ایک سال تک جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، پھر ایک سال کے بعد رہائی ہوئی،

غلامیٔ رسول میں موت بھی قبول ہے
عشق مصطفیٰ نہیں تو زندگی فضول ہے

حضرتؒ کی خدمت کا آغاز

۱۹۵۴ء میں رہائی کے بعد جب والد مکرم واپس تشریف لائے تو وہ مجھے ساتھ لیکر حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت نے یہ میرا بیٹا محمد عالم آپ کی خدمت میں آپ کے پاس آیا کرے گیا، اس کا خیال رکھنا، حضرت نے والد صاحب کی اس درخواست کو قبول کیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جب میں حضرت کی خدمت میں آیا تو میں نے یہاں آ کر دیکھا کہ صوفی عبدالکریم صاحب حضرت صوفی صاحبؒ کو استنجاء کیلئے پانی کا لوٹا بھر کر دیا کرتے تھے، پھر میں نے اس کام کو سعادت سمجھتے ہوئے یہ پانی بھر کے دینا اپنے ذمہ لے لیا۔

حضرت صوفی صاحبؒ مسجد نور کا پانی پینا پسند نہیں فرماتے تھے، میں تین ٹائم ان کیلئے صدیقیہ مسجد (مدرسہ نصرۃ العلوم کے ساتھ گلی میں چھوٹی مسجد) سے پینے کیلئے پانی بھر کر لاتا تھا، میری اس ڈیوٹی کو دیکھتے ہوئے استاذ مولانا عبدالقیوم صاحب نے میرا نام ٹھیکیدار رکھ دیا۔

میرے والد کی وفات

۲ مئی ۱۹۵۷ء بمطابق یکم شوال کو احقر محمد عالم کے والد مکرم اس دار فانی سے کوچ فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، والد صاحب نے رمضان المبارک کے ۲۶ روزے سحری و افطاری کے ساتھ مکمل رکھے تھے، ستائیسویں شب کچھ طبیعت خراب ہوئی تین روز علالت کے بعد یکم شوال کی صبح فجر کی نماز کے وقت وہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے، عید کی نماز کے فوری بعد حضرت صوفی صاحبؒ نے انکی نماز جنازہ جامع مسجد نور میں ہی پڑھائی، اس وقت ہم حقیقی باپ کے سایہ سے تو محروم ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا نعم البدل حضرت صوفی صاحبؒ کی صورت روحانی باپ کا سایہ عطا کر دیا تھا جو کہ شفیق باپ کی طرح ہر موڑ پر راہنمائی فرماتے رہے والد صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خاص خادم مولانا صابر صاحب تشریف لائے جنہوں نے والد صاحب کیساتھ تحریک ختم نبوت کی گرفتاری میں لاہور سنٹرل جیل میں اکٹھے وقت گزارا تھا انہوں نے آ کر احقر کے والد صاحب کے بارے میں دریافت کیا تو میاں صدیق صاحب اور صوفی عبد الکریم صاحب نے ان کو بتلایا کہ وہ تو وفات پا چکے ہیں، میاں صدیق صاحب نے مجھے گھر سے بلایا اور میرا تعارف مولانا صابر کے ساتھ کروایا اور فرمایا کہ یہ ان کا چھوٹا لڑکا ہے، مولانا صابر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے کشف القبور کا خوب ملکہ عطا کیا تھا، مجھ سے ملاقات کے بعد مولانا صابر صاحب کہنے لگے کہ مجھے اپنے والد صاحب کی قبر پر لیکر چلو، میاں صدیق صاحب، مولانا صابرؒ اور صوفی عبد الکریم صاحب اور میں بھی ان کے ساتھ تھا، ہم سب قبرستان گئے، مولانا صابر صاحب قبر پر کچھ دیر ٹھہرے پھر مجھ سے کہنے لگے کہ بیٹا مبارک ہو آپ کے والد صاحب کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ختم نبوت کی قربانی بھی قبول فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، (آمین)

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت صوفی صاحبؒ کا تصوف میں کمال اور اس کا اخفا

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی طرف سے حضرت صوفی

صاحبؒ کو خط آیا، ان دنوں حضرت صوفی صاحبؒ کہیں سفر پر تھے، مدرسہ میں موجود نہیں تھے، اس خط کو استاد عبدالقیوم صاحب نے کھولا اور اس کو پڑھا، خط پڑھنے کے بعد مولانا عبدالقیوم صاحب فرمانے لگے کہ "او جنے دے بچیو" ہم تو حضرت صوفی صاحبؒ کے ساتھ مذاق کرتے رہتے ہیں حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنی شخصیت کو مخفی رکھا ہے، ہم انکو جانتے ہی نہیں، اس خط کے اندر حضرت مدنی ؒ نے حضرت صوفی صاحبؒ کو جو وظائف بتائے ہیں یہ تو وہ اوراد و وظائف ہیں جو پیر اپنے مرید کو خلافت کے بعد دیتا ہے، حضرت صوفی صاحبؒ اپنے آپ کو نمایاں نہیں کرتے تھے۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک دن عید کے موقع پر میں حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت مولانا مظہر حسین چکوال والے وفات پا چکے تھے، جو کہ حضرت مدنی ؒ کے خلیفہ تھے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت اب پاکستان کے اندر حضرت مدنی ؒ کا کوئی خلیفہ ہے، حضرت صوفی صاحبؒ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میرے خیال سے تو کوئی نہیں ہے، تو پھر میں نے آپ سے اس خط کا تذکرہ کیا جو آپ کی عدم موجودگی میں ہمیں موصول ہوا تھا، میری اس بات کو سن کر حضرتؒ خوب ہنسے اور پھر اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے مجھ سے فرمانے لگے کہ یہ خط میں نے مولانا عبیداللہ انورؒ کو دکھلایا تو انہوں نے فرمایا کہ اب آپ کو تحریری خلافت کی ضرورت نہیں، بلکہ آپ کو تو خلافت مل چکی ہے، حضرت صوفی صاحبؒ نے جواباً ان کو فرمایا کہ او اللہ کے بندے مجھے پیری، مریدی کا کوئی شوق نہیں، میں نے تو اپنی اصلاح کیلئے حضرت کے ساتھ تعلق جوڑا ہے۔

آپؒ کا سفر حج اور واپسی

۱۹۶۲ء میں آپ نے بحری جہاز سے حج بیت اللہ کا سفر کیا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے رات کو آپ کے وضو کیلئے پانی بھرا، آپ کا بستر جھاڑا اور صفائی وغیرہ کی جب میں نے آپ سے واپسی کی اجازت طلب کی تو آپ مجھ سے فرمانے لگے کہ مجھے مل لو، میں صبح حج کیلئے جا رہا ہوں، صبح کو ملاقات کیلئے نہ آنا، لیکن دوبارہ حضرت کی ملاقات کے شوق میں رات بھر نیند آنکھوں سے دور رہی، صبح فجر کی اذان سے پہلے ہی جب میں مسجد کے قریب پہنچا تو میرے ساتھ کچھ اور ساتھی بھی مل گئے، صوفی عبدالکریم صاحب، مستری عبدالرشید صاحب مرحوم، مستری منیر صاحب اور احقر محمد عالم بھی ان

کیساتھ شریک تھا، جب حضرت صوفی صاحبؒ روانہ ہونے کیلئے باہر تشریف لائے تو ہمیں دیکھ کر کچھ ناراضگی کا اظہار کیا، اور ہمیں اسٹیشن تک ساتھ چلنے سے بھی منع فرما دیا، ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے رک گئے لیکن مستری عبدالرشید صاحب تو اسٹیشن پر گئے، مستری منیر صاحب نے تو کراچی تک ساتھ جانا تھا، پھر ہم نے آپ کو فی امان اللہ کہتے ہوئے اور دعاؤں کی درخواست کرتے ہوئے رخصت کیا، پھر آپ روانہ ہو گئے اسی سفر کے دوران آپ کی کرامت ظاہر ہوئی، وہ یہ کہ ہالہ جی شریف یا اس کے قرب و جوار میں کسی ہوٹل میں رات گزارنے کیلئے ٹھہرے، نصف شب گزر چکی تو مستری منیر صاحب کو جگایا اور فرمایا کہ جاؤ اپنا بکس اٹھا کر لاؤ، جب وہ بکس لینے گئے تو دیکھا کہ بکس کا تالا ٹوٹا ہوا ہے، لیکن اللہ کے فضل سے جو اس بکس کے اندر حضرت صوفی صاحبؒ کا پاسپورٹ، کاغذات اور جو نقدی وغیرہ تھے سب محفوظ تھے۔

جب حضرت صوفی صاحبؒ کی حج کے سفر سے واپسی ہوئی تو آپ گوجرانوالہ پہنچنے میں اپنے ساتھیوں سے کچھ دن لیٹ ہو گئے، میں حضرتؒ کی ملاقات کے شوق میں روز مسجد میں جاتا، حضرت کا انتظار کر کے واپس آ جاتا، ایک دن میں معمول کے مطابق جب مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت صوفی صاحبؒ مسجد میں وضو والی جگہ سے وضو کر کے مسجد کی طرف تشریف لا رہے ہیں، آپ نے مسجد میں آ کر نفل ادا کئے، میں پہلے سے ہی آپ کا منتظر تھا، اس کے فوری بعد آپ کی پہلی ملاقات میرے ساتھ ہوئی، حضرت صوفی صاحبؒ نے میرے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کیا، اور حال احوال دریافت کئے۔

حضرت صوفی صاحبؒ کا عقد نکاح

آپ نے زندگی کے ہر موڑ پر رسم و رواج سے روگردانی کرتے ہوئے سنت رسول ﷺ کو ترجیح دی، جب آپ کی شادی کا وقت آیا تو اس کو بھی سادگی کے ساتھ نبھایا، ۱۹۶۳ء میں آپ کا عقد نکاح گکھڑ میں ہوا وہ اس طرح کہ آپ نصرۃ العلوم میں تشریف فرما تھے، اشرف العلوم کے مدرس مولانا فیض علی شاہ صاحب وہ نصرۃ العلوم میں تشریف لائے، حضرت صوفی صاحبؒ ان کے ساتھ گکھڑ تشریف لے گئے، یہ تھے حضرت کے باراتی ہمیں اس پروگرام کا علم تو تھا، لیکن کچھ ساتھیوں کی خواہش بھی تھی کہ شاید حضرت ہمیں بھی ساتھ لے چلیں، میں بھی ان رفقاء میں شامل تھا، میری بھی یہی خواہش تھی، لیکن حضرت صوفی صاحبؒ کسی کو بھی ساتھ نہ لیکر گئے، اس موقع کی باقی تفصیل تو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس وقت حاضر تھے، شادی کے بعد کچھ عرصہ تک

حضرتؒ کا یہ معمول رہا کہ آپ جمعہ پڑھانے کے بعد گکھڑ تشریف لے جاتے اور ہفتہ کی صبح مدرسہ میں حاضر ہوتے، شادی کے کچھ عرصہ بعد حضرت کے فرمان کے مطابق مدرسہ کے ساتھ ایک رہائش گاہ بنادی گئی، جس میں حضرتؒ اوران کے اہل خانہ رہائش پذیر ہوگئے، اس کے بعد میری یہ ڈیوٹی رہی کہ ہرروز کھانے کا سامان اور ہنڈیا وغیرہ لانا گوشت، سبزی، دال وغیرہ جو بھی ہوتا بازار سے منگواتے تھے، میں تقریباً ۵۴ سال حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا لیکن میں نے کبھی انکو مدرسہ کا گوشت اور سالن وغیرہ استعمال کرتے ہوئے نہیں پایا۔

شادی سے پہلے بھی حضرت صوفی صاحبؒ مدرسہ کا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے، حضرت کیلئے ایک وقت کا کھانا میاں صدیق صاحب مرحوم کے بہنوئی شیخ محمد صدیق صاحب کے گھر سے آتا تھا، اورایک وقت کا کھانا حاجی لطیف صاحب کے والد حاجی خدابخش کی طرف سے آتا تھا، اور کبھی حاجی عبدالرشید صاحب مرحوم کی طرف سے بھی آتا تھا، صبح کا ناشتہ اور چائے وغیرہ کبھی میں کبھی صوفی عبدالکریم صاحب اور کبھی مستری منیر صاحب سٹوپ پر بناتے تھے۔

رضا کاروں میں نام لکھواؤ

غالباً ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کا واقعہ ہے کہ صبح فجر نماز کے بعد حضرت محراب میں بیٹھے درس دے رہے تھے، ہم سب آپ کے درس میں شریک تھے، اچانک بہت زوردار دھماکے کی آواز آئی، یوں لگ رہا تھا جیسے قریب ہی کوئی دھماکہ ہوا ہے، لیکن وہ وزیرآباد کے ریلوے اسٹیشن کی ریل گاڑی پر بھارتی طیارے نے بم گرایا تھا، جسمیں مسلمان شہید بھی ہوئے اور زخمی بھی ہوئے، پھراس کے بعد میری ملاقات حضرت صوفی صاحب کے ساتھ اسی دن ظہر یا عصر کی نماز کے بعد ہوئی، تو مجھے فرمانے لگے کہ رضا کاروں کی لسٹ میں اپنا نام لکھواؤ پھر میں نے اپنا نام پولیس لائن گراؤنڈ میں درج کروایا، میرے ساتھ کالج روڈ اور گورونانک پورہ کے بہت سے ساتھیوں نے بھی اپنے نام درج کروائے، جہاں صبح کے وقت پریڈ بھی کرواتے تھے اور ہمیں نشانہ بازی بھی سکھلائی گئی، یہ جنگ تقریباً ۱۷ دن تک جاری رہی۔

حضرت کے بڑے بیٹے کی پیدائش

۱۹۶۶ء میں جب حضرت صوفی صاحبؒ کا سب سے بڑا بیٹا پیدا ہوا، ایک دن میں معمول کے مطابق

حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو مسجد میں جونیم کا درخت تھا آپ اس کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے تھے، انہوں نے مجھے ایک پرچی دی جسمیں ان کے بڑے فرزند حاجی محمد فیاض صاحب کا نام درج تھا، مجھے کہنے لگے کہ اس نام کی پیدائشی پرچی بنوالاؤ، اس وقت دفتر گورونانک پورہ گلی نمبر ۱۱ میں تھا تو میں وہاں سے پرچی بنوا کر لایا۔

جمعیۃ علماء اسلام کی کانفرنس

۱۔۲۔۳ مئی ۱۹۶۸ء میں جمعیت علماء اسلام نے آل پاکستان لاہور بیرون موچی گیٹ کے باہر ایک بہت بڑی کانفرنس کا انعقاد کیا، اس کانفرنس میں شرکت کیلئے میں اکیلا گیا تھا لیکن لاہور پہنچ کر حضرت صوفی صاحبؒ کے ساتھ ملاقات ہوگئی پھر دوپہر کا کھانا ہم دونوں نے ''نعمت کدہ'' ہوٹل میں کھایا، ظہر کی نماز کے بعد برکت علی ہال میں علماء کا اجلاس تھا، ہم دونوں ہال میں داخل ہو رہے تھے کہ رش بہت زیادہ تھا اچانک ہی مولانا عظیم صاحب جو جامعہ حقانیہ کے سفیر تھے، انہوں نے مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک والوں سے حضرت صوفی صاحبؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہیں حضرت صوفی صاحبؒ، مولانا عبدالحق صاحب بھاگ کر آئے اور کہنے لگے کہ او اللہ کے بندے میں تو کل سے آپ کو ڈھونڈ رہا ہوں، حضرت صوفی صاحبؒ کے ساتھ مصافحہ و معانقہ کیا اور حضرت کو ہال میں لیکر چلے گئے، میں تو ہال میں نہ جاسکا لیکن میری ملاقات اس کانفرنس میں صوفی عبدالکریم صاحب سے ہوئی، تو انہوں نے مجھے بتلایا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ فرما رہے ہیں کہ امیر جمعیت حضرت درخواستیؒ نے جلوس نکالنے کا ارادہ کیا ہے، کہ حالات بہت کشیدہ ہیں، ہمارا خیال ہے کہ جلوس نہ نکالا جائے اگر ہال میں جلوس نکالنے کی آواز اٹھائی گئی تو جلوس نہ نکالنے کے حق میں آپ ہمارا ساتھ دیں، لیکن ہال کے اندر جب حضرت درخواستیؒ نے جلوس نکالنے کا اعلان کیا تو مولانا سرفراز صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ حضرت یہ آپ کا حکم ہے یا آپ کا مشورہ، حضرت درخواستیؒ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ بس حکم ہی سمجھو، حضرت درخواستیؒ کے اس جواب کو سن کر مولانا نے کسی قسم کی نکیر نہیں کی جو کہ خود جلوس نکالنے کے مخالف تھے، حضرت کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے خود بھی اس جلوس میں شرکت کی اور یہ بہت بڑا جلوس نکالا گیا، جلوس کا ایک حصہ بادشاہی مسجد میں پہنچ چکا تھا، حضرت درخواستیؒ بادشاہی مسجد میں تقریر کر رہے تھے اور جلوس کا باقی حصہ بھاٹی گیٹ سے بھی باہر تھا۔

علماء کے خلاف پروپیگنڈہ

مدرسہ نصرۃ العلوم میں جمعیت طلباء اسلام کا کنونشن جو کہ مسجد کی گیلری میں ہو رہا تھا جس میں بہت بڑے بڑے علماء نے شرکت کرنی تھی، اس کنونشن میں حضرت صوفی صاحبؒ نے فلسفہ ولی اللٰہی پر تقریر کی ایک مولوی صاحب جو کہ حاضرین مجلس تھے وہ کہنے لگے کہ حضرت آپ کی تقریر مجھے نہیں سمجھ آئی، تو ان بچوں کو کیا سمجھ آئیگی، دوران تقریر حضرت صوفی صاحبؒ نے ایک جملہ بیان کیا وہ یہ تھا کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد اس سے ترقی کرے لیکن میرا بڑا بھائی یہ چاہتا ہے کہ میرا چھوٹا بھائی مجھ سے ترقی کرے۔

اس کنونشن میں جہاں اور بہت بڑے علماء نے شرکت کرنی تھی، ان کے ساتھ حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے بھی شریک ہونا تھا، لیکن کسی مجبوری کی بنا پر وہ اس کنونشن میں شریک نہ ہو سکے، لیکن مفتی محمود صاحبؒ کی غیر حاضری پر لوگوں نے شور مچایا کہ جمعیت علماء اسلام کا پیپلز پارٹی اور مرزائیوں کے ساتھ اتحاد ہو گیا ہے اور یہ اتحاد حکیم نظام جان کے گھر مفتی محمود صاحب کے ساتھ ہوا ہے۔

یہ کذب بیانی پورے ملک میں عام ہو گئی، جمعیت علماء اسلام کے خلاف بہت زبردست پروپیگنڈہ ہوا اس پروپیگنڈہ کا لوگوں پر بہت اثر ہوا، حافظ محمد عبداللہ صاحب جو کہ مسجد نور کی انجمن کمیٹی کے صدر تھے وہ حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ حضرت ایک دوکاندار ہے جو پہلے مسجد کے بہت معاون رہے ہیں لیکن اب دو سال سے مسجد کیلئے وہ کوئی تعاون نہیں کر رہے ان کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے، حضرت نے فرمایا کہ ایک بار اور جانا اگر نہ دے تو پھر اس کے بعد نہ جانا، یہ سارا جمعیت علماء اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کا اثر تھا۔

زبان بندی کے آرڈر

صدر ایوب خان نے جب عائلی قوانین نافذ کیے تو حضرت صوفی صاحبؒ نے تقریباً ۶ ماہ تک جمعہ کے خطبہ میں عائلی قوانین کی ایک ایک شق پر تبصرہ کیا اور ہر وہ قانون جو قرآن وسنت کے خلاف تھا اس کی حقیقت کو بیان کیا ان تقاریر کے جرم میں آپ کو ۳ ماہ زبان بندی کی سزا دی گئی۔

احقر کا عقد نکاح

۱۹۷۱ء کی جنگ جو کہ پاک وہند کے مابین تھی جنگ ختم ہونے کے بعد جب میں حضرت صوفی صاحبؒ

کے پاس معمول کے مطابق ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو مجھے فرمانے لگے کہ ہمارے ہمسائے حاجی عبدالرشید صاحب جو کہ بہت شریف اور نیک انسان ہیں ہمارے ساتھ تعلقات بھی بہت ہیں ان کی اہلیہ ہمارے ہاں تشریف لائی تو میری اہلیہ سے انہوں نے اپنی بچی کے بارے میں بات کی کہ کوئی اچھا شخص ہو کہ جہاں ہم اپنی بچی کی نسبت طے کردیں، تو میری اہلیہ نے تمہارا نام (محمد عالم) پیش کردیا، اب بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے اس کے بعد کچھ دن بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فوراً ہی سوال دہرایا اور فرمانے لگے کہ آپ نے مجھے اس کے بارے میں کوئی جواب نہیں دیا، آپ سے اچھا تو باجی عبداللہ ہی رہا، میں نے اس سے بھی اس موضوع پر بات کی تو اس نے فوراً ہاں کردی، پھر میں نے کہا کہ حضرت جیسے آپ حکم کریں، میں بھی حاضر ہوں، ساتھ ہی مجھ سے سوال کیا کہ آپ کے پاس کچھ ہے، میرے پاس جو سامان وغیرہ تھا وہ میں نے بتلا دیا اور ساتھ مجھے یہ آرڈر بھی جاری کیا کہ کچھ نہیں لانا، حضرت صوفی صاحبؒ نے اس وقت ایک سو روپیہ میاں محمد صدیق صاحبؒ کے ہاتھ میں دیا اور فرمانے لگے کہ بہترین سوٹ بمع دوپٹہ جوتا بھی لیکر آنا ہے، حقیقی باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا لیکن حضرت نے اس موقع پر بھی شفیق باپ کی طرح میرا ساتھ دیا، جمعہ کے روز بعد از نماز جمعہ حضرت صوفی صاحبؒ نے از خود میرا نکاح مسجد میں ہی پڑھایا، چند لوگ میری بارات میں شریک تھے ان کے نام یہ ہیں میرے ساتھ میرے بڑے بھائی محمد اکرم صاحب، ناظم مدرسہ مولانا عبدالعزیز صاحب، مستری منیر صاحب اس کے بعد ہماری رخصتی بھی حضرت صوفی صاحبؒ کے گھر سے ہی ہوئی۔

جہاں حضرت صوفی صاحبؒ اور ان کے اہل خانہ کے مجھ پر اور احسانات ہیں، ان میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ حضرت نے جو میری شادی کی اس کا خرچہ بھی اپنے ذمہ لے لیا میں اپنی ان ماؤں کا بہت ہی ممنون ہوں، (حضرت کی اہلیہ اور ایک میری خوشدامن) جنہوں نے بے سروسامانی کے عالم میں بھی مجھے نظر انداز نہیں کیا اگر حضرت صوفی صاحبؒ مجھ پر شفقت نہ فرماتے تو میں آج ایک آوارہ سا انسان ہوتا، میں اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھتا تھا، یہ سب حضرت کی خدمت سے مجھ کو نصیب ہوا ہے، اب اللہ تعالیٰ فضل و کرم سے میری چار بچیاں ہیں جو کہ حافظہ، قاریہ، عالمہ ہیں، چار لڑکے ہیں، سب سے بڑا لڑکا حافظ قرآن ہے۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی دوسرے نمبر والی بیٹی کا جب قرآن کریم حفظ مکمل ہوا تو حضرت صوفی صاحبؒ نے ختم قرآن کے موقع پر دعوت کا انتظام کیا، اور حضرت کے بڑے بھائی شیخ الحدیث مولانا سرفراز

صاحب مدظلہ العالی نے دعا بھی کروائی، میں بھی اس ختم قرآن کی تقریب میں شریک تھا، اس پروگرام کی فراغت کے بعد اسی مجلس میں، میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا دل بھی چاہتا ہے کہ میں بھی اپنی بیٹی کو حافظ قرآن بناؤں، حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا کہ بھائی اس میں بڑا صبر کرنا پڑتا ہے، ہماری بیٹی بڑی صابرہ تھی، حضرت نے میری دل شکنی نہیں کی ساتھ ہی مجھ سے کہنے لگے کہ آپ کی بچی کیا کرتی ہے، میں نے کہا کہ حضرت سکول سوم کلاس میں پڑھتی ہے، آپ نے فرمایا کہ پہلے سکول پنجم کلاس تک مکمل کروالو، میں نے کہا کہ حضرت پھر بڑی ہو جائیگی پھر میں نے حضرت سے مشورہ کرنے کے بعد اپنی بچی کو سکول چھڑوا کر مدرسہ نصرۃ العلوم میں ہی شعبہ حفظ کے استاد قاری فداء صاحبؒ کے پاس قرآن کریم حفظ کرنے کیلئے داخل کروادیا، اللہ تعالیٰ قاری فداء صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین

نصف کے قریب قرآن کریم قاری فداء صاحب کے پاس پڑھا تو پھر قاری فدا صاحب ادھر سے چھوڑ کر سعودیہ چلے گئے، جب میری بچی کا قرآن کریم حفظ کے ساتھ مکمل ہوا، اللہ تعالیٰ قاری عبداللہ صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے، آمین، ختم قرآن کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز صاحب مدظلہ العالی نے بچی کے آخری سبق کی سماعت فرمائی اور اجتماعی دعا بھی فرمائی۔

۱۹۸۷ء میں بچی کا تعلیمی سلسلہ ابھی جاری تھا محلہ کی بچیاں اور بچے قرآن کریم پڑھنے کیلئے آئے، میں نے حضرت سے بات کی اور اجازت طلب کرتے ہوئے دعاؤں کی درخواست بھی کی، میں نے ایک مرتبہ حضرت صوفی صاحبؒ سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ حضرت بچیاں تعلیم مکمل کیے بغیر ہی چلی جاتی ہیں، حضرت فرمانے لگے کہ بھائی کسی کی نماز بھی ٹھیک کروادو گے، اس کا بھی اجر ملے گا، ماہ وسال گزرتے گئے اس طرح تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، پہلے پہل تو ناظرہ ونماز کا شعبہ تھا، اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور حضرت کی دعاؤں سے مدرسہ میں شعبہ حفظ بھی ترقی کے منازل طے کر رہا ہے، شعبہ ترجمہ کی طالبات کو حضرت صوفی صاحبؒ کی تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن پڑھائی جاتی ہے، جو کہ وہ تفسیر طالبات بہت شوق، عقیدت سے پڑھتی ہیں، اگر کوئی اور تفسیر پڑھنے کا ان سے کہہ دیا جائے تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ باقی تفاسیر کی ہمیں سمجھ نہیں آتی، حضرت صوفی صاحبؒ کی تفسیر پڑھنے کا زیادہ مزہ آتا ہے اور تحقیق بھی بہت زیادہ ملتی ہے۔

اب الحمدللہ! مدرسہ میں شعبہ کتب بھی قائم کیا گیا ہے، مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میری ساری بچیاں

حضرت صوفی صاحبؒ سے شرف تلمذ حاصل کر چکی ہیں، بڑی بچی تو بہت عرصہ پہلے ہی یہ سعادت حاصل کر چکی تھی، باقی تین بچیاں بھی اس کی خواہشمند تھیں کہ ہم نے بھی حضرت صوفی صاحبؒ کے ساتھ اسباق کی نسبت کرنی ہے، ایک مرتبہ یہ موقع نصیب ہوا کہ جب میری سب سے چھوٹی بچی کا قرآن کریم حفظ سے مکمل ہوا تو اسی دن میں اور میری اہلیہ اور میری چار بچیاں ہم سب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت سے آنے کا مقصد بیان کیا تو سب سے پہلے چھوٹی بچی نے اپنا حفظ کا آخری سبق سنایا اور پھر اس کے بعد دوسرے نمبر والی بیٹی نے حدیث ریاض الصالحین کا سبق سنایا اور اجازت طلب کی اس کے بعد تیسرے نمبر والی بیٹی نے قرآن کریم کے ترجمہ کا سبق سنایا اس کے بعد حضرت نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دعا فرمائی، جب بچیاں سبق سنا کر باہر گئیں تو مجھے کہنے لگے کہ بھائی مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ بچیاں مجھے سبق سنا کر گئیں ہیں تو میں ان کو کچھ نہ دے سکا۔ بعد میں حضرت نے اپنی اہلیہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ انکی خدمت کرو پھر حضرت کی اہلیہ نے چھوٹی بچی کو ۱۰۰ روپیہ دیا اور مہمان نوازی بھی خوب کی آج جو تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے امید کرتے ہیں کہ ہمارے تعلیم قرآن کے سلسلہ میں حضرت صوفی صاحبؒ اجر و ثواب میں ضرور شریک ہوں گے۔

حق گوئی

۱۹۷۴ء میں مرزائیت کے خلاف ملک گیر تحریک تھی، گوجرانوالہ میں بھی ایک دن بہت بڑا ہنگامہ برپا ہوا شہر میں کرفیو لگ گیا، ڈی سی نے شہر میں امن کے سلسلہ میں معززین شہر کا اجلاس بلایا تو ان کے ساتھ حضرت صوفی صاحبؒ کو بھی اجلاس میں شرکت کی دعوت دی، غالباً حافظ بشیر صاحب کی گاڑی میں حضرت صوفی صاحبؒ اور میاں محمد صدیق صاحب اور احقر بھی ان کے ساتھ تھا جب ہم اجلاس میں شریک ہوئے تو رانا اقبال بھی اس اجلاس میں شریک تھا، جو کہ اس وقت وزیر اوقاف تھا۔

عزیز الرحمٰن ایڈووکیٹ کا بھائی بھی شریک اجلاس تھا دوران اجلاس حضرت صوفی صاحبؒ کوئی بات بھی کرتے تو یہ شخص حضرت کی بات میں مداخلت کرتا تھا، اس شخص کی اس حرکت پر مجھے غصہ آیا، مجھ سے حضرت کی گستاخی برداشت نہ ہو سکی تو میں اس شخص کے ساتھ الجھ گیا، میاں محمد صدیق نے آ کر ہمیں خاموش کروا دیا جہاں دوسرے لوگوں نے تقریریں کیں، وہاں رانا اقبال صاحب کو تقریر کرنے کا موقع ملا، حضرت

صوفی صاحبؒ نے رانا اقبال سے کہا کہ رانا صاحب تقریریں تو سب نے ہی کی ہیں، اور آپ نے بھی کی ہے لیکن ہمارا مسئلہ سمجھ چکے ہیں اگر آپ کچھ کر سکتے ہیں تو کریں ورنہ آپ استعفیٰ دے کر باہر آ جائیں، حضرت کی اس بات پر رانا صاحب نے ناراضگی کا اظہار کیا، اس وجہ سے میرا گمان یہ ہے کہ مسجد نور جو اوقاف میں لی گئی تھی اس میں ایک وجہ رانا صاحب کا غصہ بھی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی آمد

۱۹۷۷ء میں جب قومی اتحاد بنا تو اس کے امیر حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ منتخب ہوئے تو ایک دو دن بعد میں صبح کے وقت حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس ان کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا میں نے صحن میں دیکھا تو مفتی محمود صاحبؒ تشریف لا رہے تھے، میں نے حضرت صوفی صاحب کو اطلاع کی کہ حضرت مفتی صاحب تشریف لا رہے ہیں، حضرت صوفی صاحبؒ فوراً کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لائے تو مفتی صاحبؒ صحن میں آ رہے تھے، حضرت بھی بہت تیزی سے مفتی صاحب کے استقبال کیلئے صحن میں پہنچے، حضرت صوفی صاحبؒ نے مفتی صاحب سے مصافحہ و معانقہ کیا اور مفتی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے مفتی صاحب صبح صبح کہاں سے تشریف لائے، مفتی صاحب فرمانے لگے کہ حضرت حقیقت یہ ہے کہ میں صرف آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا ہوں حضرت نے مفتی صاحب سے بات چیت شروع کی پھر فرمانے لگے مفتی صاحب آپ نے اتمام حجت کر دیا ہے لیکن یہاں بننا بنانا کچھ نہیں ہے مفتی صاحب فرمانے لگے کہ حضرت نہیں کچھ نہ کچھ تو ہوگا، حضرت صوفی صاحبؒ مفتی صاحب کو لیکر کمرے میں چلے گئے اور اپنی بساط کے مطابق ان کی مہمان نوازی کی پھر میں کمرے سے باہر آ گیا کہ شاید کوئی خاص بات کرنی ہو اور ساتھ ان بزرگوں کا احترام ملحوظ تھا۔

گرفتاری کیلئے حاضر

۱۹۷۷ء کی تحریک جب اپنے عروج پر تھی ایک دن یہ بات طے پائی کہ جامع مسجد نور سے جلوس نکلے گا اور حضرت صوفی صاحبؒ اس جلوس کی قیادت کریں گے جس دن جلوس نکلنا تھا اس دن صبح کے وقت ہی مسجد نور اور اس کے اردگرد کی گلیوں کو پولیس نے گھیراؤ میں لے لیا اور نماز ظہر بھی ادا کرنے سے روکے رکھا، کسی شخص کو بھی آنے جانے کی اجازت نہ تھی، اس دن پانچ آدمیوں نے گرفتاری کیلئے بھی پیش ہونا تھا، اور وہ

آدمی سڑک پر چائے والے کی دوکان پر حضرت کے حکم کے منتظر تھے، ان میں ایک وہ شخص تھے جو تحریک آزادی کے پرانے ورکر تھے، خوشی محمد باغی صاحب اور حاجی محمد شفیع مرحوم (اتفاق ہوزری والے) اور احقر محمد عالم۔ دو شخص اور تھے جنہوں نے اپنے آپ کو گرفتاری کیلئے پیش کیا ہماری قیادت حضرت صوفی صاحبؒ نے کرنی تھی لیکن پولیس کا گھیراؤ بہت زیادہ تھا، حضرت صوفی صاحبؒ سے رابطہ کسی طریقے سے بھی ممکن نہ تھا، سوچ و بچار کے بعد حضرت کے ساتھ رابطے کیلئے ایک راہ نکالی، وہ یہ کہ میرے سسرال کا گھر حضرت صوفی صاحبؒ کی رہائش کے بالکل سامنے تھا، حضرت کے گھر کے سامنے ایک کھڑکی تھی تو میں نے اپنے سسرال کے گھر جا کر اپنی اہلیہ کی چھوٹی بہن جو کہ اس وقت بہت چھوٹی عمر کی تھی اس کو میں نے حضرت کے پاس بھیجا کہ حضرت سے پوچھ کر آؤ کہ اب کیا کرنا ہے، حضرت نے پیغام بھجوایا کہ بات ہو چکی ہے کہ آج گرفتاری نہیں ہوگی، پھر آئندہ جمعہ کے روز بہت بڑے جلوس کی حضرت صوفی صاحبؒ نے قیادت کی اس موقع پر حضرت صوفی صاحبؒ نے تقریر بھی کی اور گرفتاری کا اعلان بھی بار بار کرتے رہے کہ بھائی ہمیں گرفتار کرو لیکن آپ کو گرفتار نہ کیا گیا اسی روز حضرت درخواستیؒ نے بھی خانپور میں جلوس نکالا اور قیادت فرمائی اور گرفتاری بھی پیش کی لیکن اس کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ان بزرگ حضرات کے باہر نکلنے سے تحریک ہی ختم ہوگئی ہے۔

نہ اپنی آن کی خاطر نہ اپنی شان کی خاطر
وہ میدان میں نکل آئے فقط ایمان کی خاطر

اشتہاری مجرم قرار دیدیا گیا

۱۹۸۱ء میں جب جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء لگایا تو حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ آدمی تو شریف ہے اور نمازی ہے لیکن ہے آمر، حضرت آمریت کے خلاف تھے، ضیاء الحق کے دور میں حضرت صوفی صاحبؒ کو حق گوئی کی وجہ سے اشتہاری مجرم قرار دے دیا گیا، جب مقدمہ کینٹ میں چلا تو وہاں ایک جج میجر تھا، حضرت صوفی صاحبؒ اس جج کے سامنے پیش ہوئے، تو اس جج نے اپنے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، حضرتؒ انگوٹھی دیکھ کر فوراً بول اٹھے، کہ جج صاحب فیصلہ آپ جو چاہیں کریں، لیکن سونے کی انگوٹھی جو آپ نے پہنی ہوئی ہے اس کے بارے میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مسلمان مرد کیلئے سونا پہنا حرام

ہے، لہٰذا آپ یہ انگوٹھی اپنی اہلیہ کو دے دیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ اس موقع پر بھی جرأتمندی کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا نہ بھولے، اس مقدمہ میں تا برخاست عدالت سزا اور پندرہ سو جرمانہ ہوا، جج صاحب تو فیصلہ سنا کر چلے گئے، حضرت وہیں بیٹھے رہے، لیکن جو عدالت کے اہلکار تھے وہ کہنے لگے کہ حضرت جج صاحب تو چلے گئے ہیں آپ بھی چلے جائیں، لیکن اس کے باوجود حضرت شام چار بجے تک بیٹھے رہے، جو کہ عدالت برخاست ہونے کا مقرر کردہ وقت تھا، میں اور میرے ساتھ کچھ ساتھی اور بھی حضرت کے انتظار میں ہم سب باہر کھڑے رہے۔

درس قرآن کا آغاز اور علمی کمالات

جب حضرت صوفی صاحبؒ نے بعد از نماز فجر درس قرآن کا آغاز کیا پہلے پہل تو آپ کا یہ معمول رہا کہ آپ ہر روز قرآن کریم کا ہی درس دیتے تھے، جب ترجمہ وتفسیر کے ساتھ قرآن کریم دو مرتبہ مکمل ہو چکا تو پھر آپ نے یہ ترتیب بنائی کہ چار دن درس قرآن اور دو دن درس حدیث دیا کرتے تھے، درس حدیث میں سب سے پہلے حضرت نے مشارق الانوار سے آغاز فرمایا پھر اسکے بعد الترغیب والترہیب پھر اس کے بعد میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے ابن ماجہ شریف کی ابتداء فرمائی، پھر اس کے بعد حضرتؒ صحاح ستہ کا درس دیتے رہے، حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت میں سانگلہ ہل سے ایک بزرگ تشریف لایا کرتے تھے، جن کو صرفی استاد کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، اکثر وہ حضرتؒ کے پاس رات گزارنے کیلئے بھی ٹھہرا کرتے تھے، جب رات گزارتے تو پھر صبح کو فجر کی نماز کے بعد درس میں شریک ہوا کرتے تھے، حضرت کا درس سن کر فرمایا کرتے تھے کہ اس شخص کا عجیب دماغ ہے، ہر روز نئی تقریر ہوتی ہے، یہ پتہ نہیں کہاں سے ہر روز نئی تقریر تیار کر لاتا ہے ہمیں تو جمعہ کے روز سوچ پڑی ہوتی ہے کہ نئی تقریر کہاں سے تیار کریں، حضرت صوفی صاحبؒ کی خصوصیت تھی کہ آپ ہر بات کو محققانہ انداز میں بیان کرتے تھے، اکثر میں آپ کے ساتھ علمی بحث چھیڑ لیتا، جب آپ اس کی وضاحت فرماتے تو یوں لگتا کہ جیسے کوئی بڑے علمی سمندر میں غوطے لگا رہا ہوں، اس لئے کہتے ہیں کہ علم ایک سمندر ہے، جس کا کوئی کنارہ نہیں، یہ ایک ایسی طویل سرنگ ہے جس میں داخلہ تو ممکن ہے لیکن نکلنا مشکل، ایک دفعہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں حضرت لاہوریؒ

نے مودودی صاحب کا یہ جملہ بھی نقل کیا، مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) حضور نبی کریم ﷺ کبھی کبھی جھوٹ بھی بولا کرتے تھے، حضرت لاہوریؒ نے اس کی اس بات پر گرفت بھی کی، جب ہم نے مودودی صاحب کی وہ تحریر پڑھی تو اس میں جھوٹ کا لفظ نہیں تھا، اس بات پر ہم پریشان سے ہوئے کہ حضرت نے یہ کیا لکھ دیا ہے، اس بات کی تحقیق کیلئے میں (محمد عالم) اور صوفی عبدالکریم صاحب ہم دونوں حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، صوفی عبدالکریم نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مودودی صاحب کے مضمون میں تو لفظ جھوٹ نہیں ہے، حضرت لاہوریؒ نے لفظ جھوٹ استعمال کیا ہے، حضرت صوفی صاحبؒ اس بات کی وضاحت کرنے کیلئے گویا ہوئے، اور فرمایا کہ مودودی نے جو لکھا ہے کہ دجال کے بارے میں جو حدیثیں ہیں یہ سب افسانہ ہیں، حضرت صوفی صاحبؒ فرمانے لگے کہ افسانہ کیا ہوتا ہے، جھوٹی کہانی کو افسانہ ہی تو کہتے ہیں، حضرت کے اس جواب سے ہم مطمئن ہو گئے اور ہماری بدگمانی بھی جاتی رہی۔

گزشتہ واقعہ کے دنوں کی بات ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے بھی اپنی ایک تحریر میں لکھا کہ مودودی علم میں ٹٹ پونجیا ہے، اس پر جماعت اسلامی والوں نے بہت شور مچایا، اور وہ لوگ حضرت کے اس لفظ کو گالی سمجھنے لگے، اور کہا کہ دیکھو حضرت مدنیؒ اتنی بڑی علمی شخصیت ہے، انہوں نے مودودی کے بارے میں کیسا لفظ استعمال کیا ہے، احقر بھی اس لفظ کی وضاحت کیلئے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت صوفی صاحبؒ نے مشفقانہ انداز میں مجھے سمجھایا، فرمانے لگے کہ بھائی یہ تو ایک محاورہ ہے ایسے شخص کیلئے استعمال ہوتا ہے جو سڑک کے کنارے پر ٹاٹ بچھا کر کچھ سامان وغیرہ بیچتا ہے جس کے پاس مالی سرمایہ کم ہوتا ہے، حضرت مدنیؒ کا ٹٹ پونجیا کہنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ مودودی صاحب کے پاس علمی سرمایہ بہت کم ہے۔

حضرت کا عوام اور طلباء کے ساتھ حسن سلوک

ایک مرتبہ حاجی فقیر محمد جراح صاحب اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ایک دن میں جمعہ پڑھنے کیلئے گھر سے نکلا تو باؤ عبدالحمید صاحب جو کہ ڈاکٹر غلام حیدر کے صاحبزادے اور ڈاکٹر شاہد حمید کے والد مرحوم تھے، باؤ عبدالحمید صاحب مرحوم کچھ پریشان نظر آ رہے تھے، حاجی فقیر محمد صاحب کہتے ہیں کہ میں

نے باؤ صاحب سے پوچھا کہ باؤ جی کیا بات ہے، پریشان نظر آرہے ہیں، باؤ جی کہنے لگے کہ حاجی صاحب کچھ سمجھ نہیں آرہا کیا کروں حاجی صاحب کہتے کہ میں نے کہا کہ باؤ جی آج آپ میرے ساتھ ہی چلیں، حاجی فقیر محمد صاحب ان کو نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے جامع مسجد نور میں لے گئے، باؤ عبدالحمید صاحب نے حضرت صوفی صاحبؒ کا خطبہ بھی سنا، اوران کی اقتداء میں نماز جمعہ بھی ادا کی، نماز سے فراغت کے بعد باؤ عبدالحمید صاحب کہنے لگے کہ حاجی صاحب ہم تو حضرت کو کچھ اور ہی سمجھتے رہے، یہ کچھ اور ہی نکلے، اب ہم اصل قصہ کی طرف چلتے ہیں کہ باؤ عبدالحمید صاحب نے یہ بات کیوں کی تھی کہ حاجی صاحب کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ کیا کروں، اصل قصہ یہ ہے کہ باؤ عبدالحمید صاحب زینت المساجد (محلہ اسلام آباد) کے بڑے عہدیدار تھے، اور گرجاکھی دروازے والی مسجد کے بھی ذمہ دار تھے، باؤ جی کا تعلق مولانا یاسین صاحب سے بھی تھا، جو نلوئی بلڈنگ میں مدرسہ ہے، جہاں نابینا لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں، مولانا یاسین صاحب اس مدرسہ کے سربراہ تھے، باؤ عبدالحمید کی عزیزہ غالباً چچی تھی جو انتقال کر گئیں تھیں، باؤ عبدالحمید صاحب جب اپنی چچی کی نماز جنازہ پڑھنے قبرستان گئے، تو وہاں مولانا یاسین صاحب بھی تھے، اور زینت المساجد کے امام وخطیب مولوی صادق صاحب بھی تھے، باؤ جی نے نماز جنازہ پڑھانے کیلئے مولانا یاسین صاحب کا بازو پکڑ کر ان کو آگے کر دیا، اس وقت جنازہ گاہ کی بالکل چھوٹی سی دیوار تھی، مولوی صادق صاحب دیوار پھلانگ کر باہر نکل گئے، جب مولوی صادق صاحب سے نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگے کہ یہ دیوبندی ہے اس لئے میں نے اس کے پیچھے نماز جنازہ نہیں پڑھی، اللہ تعالیٰ نے باؤ جی کے دل میں بات ڈالی تو انہوں نے مولوی صادق صاحب سے روگردانی کرتے ہوئے حضرت صوفی صاحبؒ کی طرف رخ کیا، باؤ عبدالحمید صاحب ہر روز فجر کی نماز کے ساتھ حضرت کے درس قرآن میں بھی شریک ہوتے، ماہ و سال گزرنے کے ساتھ باؤ عبدالحمید صاحب کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ انہوں نے چار مرتبہ مکمل قرآن کریم کے دروس کی سماعت فرمائی۔

یہ ان شروع ایام کی بات ہے کہ جب حضرت صوفی صاحبؒ کیلئے مدرسہ کے متصل رہائش کیلئے ایک کچا کمرہ تھا، حاجی فقیر محمد جراح صاحب نے یہ بات بتلائی کہ کافی عرصہ سے مجھے رات کو نیند نہیں آتی تھی، ساری رات نیند آنکھوں سے دور رہتی، حاجی فقیر محمد جراح صاحب نے اپنا یہ عذر حضرت صوفی صاحبؒ سے بیان کیا

،حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنی چار پائی اٹھا کر ادھر لے آؤ، حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسا ہی کیا حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ جتنے دن میں حضرت کے پاس سوتا رہا تو میرا معمول یہ رہا کہ میں رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر سوتا اور صبح کو فجر کی نماز کے وقت بیدار ہوتا، یہ تھیں اللہ والوں کی برکات۔

ایک مرتبہ مولانا یاسین صاحب بیمار ہو گئے، مولانا یاسین صاحب کے بارے میں حضرت صوفی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بہت بڑی بات ہے کہ مولانا یاسین صاحب معاشرے کے نادار لوگوں کو سنبھال رہے ہیں، مولانا یاسین صاحب بیمار ہوئے تو وہ چھاؤنی کے ملٹری ہسپتال میں زیر علاج تھے، حضرت صوفی صاحبؒ میاں محمد صدیقؒ اور احقر محمد عالم ہم سب مولانا کی عیادت کیلئے ہسپتال گئے، حضرت صوفی صاحبؒ کے جانے سے مولانا یاسین صاحب اتنے متاثر ہوئے کہ وہ بار بار کہتے رہے کہ حضرت آپ نے ادھر آنے کی کیوں تکلیف اٹھائی آپ مسجد میں ہی میری صحت یابی کیلئے دعا کرتے۔

ایک دفعہ ڈاکٹر محمد سراج صاحب نے مجھ سے یہ بات بیان کی، کہتے ہیں کہ محلے میں ایک بچی بیمار ہو گئی، اس کی طبیعت بہت خراب تھی اس کے گھر والے میرے پاس آئے اور مجھے ساتھ چلنے کو کہا کہ گھر آ کر ہماری مریضہ کو چیک کریں جب میں ان کے ساتھ گھر پہنچا تو اس بچی کی طبیعت واقعتاً بہت خراب تھی، اس بچی کے اہل خانہ نے اس بچی کی بہت سی رپورٹیں، ٹیسٹ اور ڈاکٹری نسخے وغیرہ میرے سامنے رکھ دیے تو بڑے ڈاکٹروں کی رپورٹیں اور انکی آراء وغیرہ پڑھ کر میں بہت پریشان سا ہوا، میں نے کہا کہ اتنے بڑے ڈاکٹر کچھ نہ کر سکے تو میری کیا حیثیت ہے گھر والوں نے جواب دیا کہ ہمیں حضرت صوفی صاحبؒ نے آپ کے پاس بھیجا ہے، تو ان کا جواب سن کر میں خاموش ہو گیا، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے میں نے اس بچی کا علاج شروع کر دیا، پہلے میں نے اس بچی کو ۳ دن دوائی دی، ۳ دن کے بعد جب میں اس بچی کو چیک کرنے کیلئے اس کے گھر گیا تو وہ بچی چار پائی پر بیٹھی ہوئی تھی، گھر والے بہت خوش تھے، تو اس طرح میں اس بچی کا علاج کرتا رہا، آہستہ آہستہ وہ بچی صحت یاب ہوئی، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری دواؤں کا اثر نہیں بلکہ حضرت صوفی صاحبؒ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

طلباء کے ساتھ شفقت

حضرت صوفی صاحبؒ طلباء کا بہت خیال رکھتے تھے، ہر کام انکی مرضی کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے تھے، ایک دفعہ میں (محمد عالم) حضرت کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، مولانا لالہ عبدالعزیز صاحب جو کہ اس وقت ناظم مدرسہ تھے، وہ ۱۰/۱۲ سال کے طالبعلم کو لیکر حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس طالبعلم کے پاس جوتا نہیں تھا، ناظم صاحب اس طالبعلم کو ساتھ لیکر بازار جوتا خریدنے کیلئے گئے، اس طالبعلم کو کوئی جوتا پسند نہیں آیا، ناظم صاحب اس طالبعلم کو لیکر حضرت کے پاس شکایت کرنے آئے، ناظم صاحب کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نمایاں تھے، ناظم صاحب کے جانے کے بعد حضرت صوفی صاحبؒ نے طالبعلم سے دریافت کیا کہ ہاں بھائی کیا بات ہے، طالبعلم نے کہا کہ جوتا مجھے پسند تھا، وہ مجھے لیکر نہیں دیا، حضرت صوفی صاحبؒ نے مجھے کہا کہ جاؤ ناظم صاحب سے کہو کہ جو جوتا اس طالبعلم کو پسند ہے وہی جوتا اس طالبعلم کو لیکر دو۔

حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس ایک طالبعلم ہزارہ یا حویلیاں سے آیا وہ، ایف اے تک اپنی تعلیم مکمل کر چکا تھا، اس لڑکے کا گھرانہ علمی لحاظ سے بھی اچھا تھا اور مالی لحاظ سے بھی خوشحال لوگ تھے اس لڑکے کے گھر والے دنیاوی تعلیم کو ترجیح دیتے تھے، لیکن وہ لڑکا دینی تعلیم کو ترجیح دیتے ہوئے حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس تشریف لایا، اور مدرسہ میں داخلہ لیا، اور اپنی پڑھائی کا آغاز کرنے کے بعد ایک سال کا نصاب مکمل پڑھا، مدرسہ کی طرف سے جب تعطیلات کا زمانہ آیا تو حضرت نے اس لڑکے سے کہا کہ اب آپ ۴۰ دن تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ لگا لو، جب وہ لڑکا ۴۰ دن مکمل کر کے حضرت کے پاس تشریف لایا تو حضرت کے ساتھ ملاقات کرنے کے بعد وہ لڑکا کہنے لگا کہ حضرت اب میں مدرسہ کی تعلیم نہیں حاصل کرنا چاہتا، حضرت نے پوچھا کہ بھائی کیا بات ہوئی ہے، اس لڑکے نے جواب دیا کہ حضرت جب بھی بیان سے پہلے کسی شخص کا تعارف کروایا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں پروفیسر صاحب ہیں، فلاں ڈاکٹر صاحب ہیں، فلاں میجر صاحب ہیں، یہ کوئی ملا ملانا نہیں ہے، حضرت دیندار طبقوں میں دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، تو غیر دیندار لوگ کیا کریں گے، پھر وہ لڑکا اپنی تعلیم کو ترک کرتا ہوا، کوہستان اخبار میں ملازم ہو گیا، اس کے باوجود بھی حضرت صوفی صاحبؒ تبلیغی جماعت والوں کے مخالف نہ تھے۔

جب تک آپ کی صحت نے اجازت دی، تو آپ ہر سال رائیونڈ سالانہ اجتماع میں نماز جمعہ پڑھانے کے

بعد جاتے اور دعا کے بعد واپس تشریف لاتے تھے،ایک سال ایسا ہوا کہ جب رائیونڈ اجتماع شروع ہوا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ اور آپ کی اہلیہ ۳ دن تک ہمارے گھر ٹھہرو، میں نے رائیونڈ اجتماع پر جانا ہے اور میرے گھر والوں نے گکھڑ جانا ہے،حضرت صوفی صاحبؒ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہم آپ کے گھر تین دن ٹھہرے۔

حضرتؒ کی مہمان نوازی کے چند واقعات

حضرت صوفی صاحبؒ جمیع صفات کے مالک تھے،آپ کے اندر مہمان نوازی کی صفت بھی کمال درجے کی تھی،شادی سے پہلے جب کبھی کوئی مہمان آتا تو حضرت صوفی صاحبؒ اس کیلئے خود اپنے دست مبارک سے کھانا تیار کرتے تھے،اکثر دیسی مرغ کا گوشت استعمال کرتے تھے،کھانے کے دوران اکثر میں نے دیکھا کہ گوشت بوٹیاں وغیرہ سب مہمان کو دے دیتے،خود شوربا تناول فرما لیتے تھے۔

ان شروع ایام کی بات ہے کہ جب حضرت صوفی صاحبؒ نے قرآن کریم کا درس دینا شروع کیا پھر جب دروس میں آپ کا قرآن کریم مکمل ہوا تو حضرت صوفی صاحبؒ کے درس میں ایک بابا جی شریک ہوتے تھے ان کا نام بابا احمد دین نیائیں تھا،حضرت کے ختم قرآن کے موقع پر بابا جی کہنے لگے کہ حضرت آپ کا قرآن کریم مکمل ہوا ہے،تو آپ ہمارا منہ میٹھا کروائیں،تو حضرت صوفی صاحبؒ نے فوراً انہی بابا جی کو پیسے دیے کہ جاؤ مٹھائی لیکر آؤ،تو بابا جی کو اپنی اِس بات پر افسوس ہوا کہ میں نے حضرت سے کیا کہہ دیا، پھر بابا جی کہنے لگے کہ حضرت میں نے ویسے ہی بات کی تھی، آپ پیسے رہنے دیں،حضرت کہنے لگے کہ بھائی خوشی کا موقع ہے مجھے بھی اس پر خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کام کرنے کی سعادت بخشی ہے، جاؤ مٹھائی لیکر آؤ،تو جب بابا جی مٹھائی لیکر آئے تو پھر حضرت نے ہمارے ساتھ ملکر مٹھائی کھائی۔ بابا احمد دین نیائیں نے ایک عجیب بات حضرت سے بیان کی، کہنے لگے کہ حضرت صوفی صاحبؒ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ جب میں فجر کی نماز کیلئے مسجد میں آتا تو راستے میں دو کتے بیٹھے ہوا کرتے تھے،ایک دن میں نے ان کو دیکھا وہ اوپر منہ کر کے رو رہے ہیں،دوسرے دن پھر ان کتوں کی یہی کیفیت تھی اوپر منہ اٹھائے رونے کی آواز نکال رہے ہیں، میں ان کی یہ کیفیت دیکھ کر بہت پریشان ہوا کہ کیا ماجرا ہے، کہنے لگے کہ جب تیسرا دن ہوا تو اطلاع ملی کہ جامع مسجد شیرانوالہ باغ کے معلم اور خطیب حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔

بڑوں کا ادب بڑے کیسے کرتے ہیں

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے مسجد نور میں خطبہ دیا اور نماز جمعہ بھی پڑھائی، نماز جمعہ کے بعد جب مفتی محمود صاحبؒ حضرت صوفی صاحبؒ کے کمرے میں تشریف لائے تو ان کے ساتھ حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحبؒ بھی تھے، حضرت کے ساتھ کچھ دیر بات چیت کی پھر مفتی عبدالواحد صاحبؒ، مفتی محمود صاحبؒ سے کہنے لگے کہ چلیں اب واپس چلتے ہیں، حضرت صوفی صاحبؒ فرمانے لگے کہ مفتی صاحب کیا بات ہے اتنی جلدی کیوں جانا ہے، مفتی صاحبؒ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ حضرت جا کر کھانا کھانا ہے، حضرت صوفی صاحبؒ فرمانے لگے کہ مفتی صاحبؒ کھانا کہیں تیار ہے کہ گھر جانا ہے، مفتی صاحب کہنے لگے کہ نہیں حضرت بازار سے منگوانا ہے، حضرت فرمانے لگے کہ بازار سے کھانا یہاں نہیں آتا، فوراً ہی حضرتؒ نے مجھے (محمد عالم) اور مستری منیر صاحب کو کھانا لینے کیلئے بھیج دیا، جب ہم کھانا لے کر آئے، تو ان بزرگ حضرات کو کھانا ہم نے پیش کیا، تو اس وقت مولانا سعید صاحبؒ جو کہ لانگریاں والی مسجد کے خطیب تھے، مفتی صاحب کے پاس تشریف فرما تھے وہ مفتی صاحبؒ سے اس بات کا تکرار کر رہے تھے یہ بات آپ نے کیوں کی، مفتی صاحبؒ نے مولانا سعید صاحب کی بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات ہوئی نہیں، مولانا سعید صاحب کہنے لگے کہ آپ اس کے بارے میں بیان کیوں نہیں دیتے، مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ او اللہ کے بندے، مجھ سے عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی اولاد کے بارے میں زبان کھلوانا چاہتے ہو، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ پھر مفتی صاحب فرمانے لگے کہ افسوس اس بات پر ہے کہ جن اکابر نے ہمارے ساتھیوں کی تربیت کی ہے، آج وہ ہم سے جدا ہیں، ہم ان کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہیں گے۔ ایک دفعہ حضرت صوفی صاحبؒ اپنے کمرے میں تشریف فرما تھے اور میں بھی حضرت کے پاس موجود تھا کہ اچانک دو شخص کمرے میں داخل ہوئے، سلام و دعا کے بعد حضرت نے ان سے پوچھا کہ بھائی آپ کا کیا نام ہے، ایک نے جواب دیا کہ میرا نام محمد سرور ہے، حضرت فوراً بول اٹھے کہ آپ پروفیسر محمد سرور ہیں۔ اس شخص نے حضرت کو مثبت جواب دیا، پروفیسر صاحب کا مختصر تعارف یہ ہے کہ پروفیسر محمد سرور مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے شاگرد رشید تھے، اس وقت وہ اسلام آباد ادارہ اسلامیات کے پروفیسر بھی تھے، ادارہ اسلامیات کی طرف سے ایک رسالہ جاری ہوتا تھا اس کے ایڈیٹر بھی تھے، ڈاکٹر فضل الرحمٰن جو ادارہ اسلامیات کے ڈائریکٹر تھے انہوں نے ایک کتاب لکھی جسمیں انہوں نے کچھ باتیں اسلامی نظریات کے خلاف تحریر کی تھیں، ان باتوں پر

ملک بھر کے علماء نے خوب احتجاج کیا، مہمانوں کی آمد پر ہی حضرتؒ نے فوراً مجھے چائے بنانے کا کہہ دیا احقر جب انکے لیے چائے بسکٹ وغیرہ لیکر آیا تو حضرت نے ان کو چائے پیش کرتے ہوئے کہا کہ پروفیسر صاحب یہ عوامی سی چائے ہے، آپ کی شان کے تو لائق نہیں۔ پروفیسر صاحب کہنے لگے کہ حضرت آج کل ہر چیز عوامی ہوگئی ہے اس کے بعد ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی کتاب کے متعلق بحث چھڑ گئی، تو پروفیسر صاحب ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا دفاع کر رہے تھے، کہنے لگے ڈاکٹر اقبالؒ نے بھی تو یہی لکھا ہے، حضرتؒ نے فرمایا کہ ڈاکٹر اقبال کا یہ نظریہ نہیں ہے، پروفیسر صاحب کہنے لگے کہ حضرت، ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی یہ کتاب تو انگریزی میں ہے، کیا آپ نے پڑھی ہے، حضرت نے فرمایا کہ اصل کتاب میں نے پاس بیٹھ کر سنی ہے، اور مترجم کا میں نے مطالعہ کیا ہے، اس بحث کے مکمل ہونے کے بعد پروفیسر صاحب گویا ہوئے، کہ حضرت آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ سے حجۃ اللہ البالغہ پڑھنے کا شرف حاصل کروں، حضرت صوفی صاحبؒ نے کمال عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے پروفیسر صاحب کو ٹال دیا۔ ایک دن ہم عشاء کی نماز کے بعد حضرتؒ کے پاس ان کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے، باؤ عطا محمد صاحب جو کہ حاجی غلام حیدر صاحب کے بڑے بھائی ہیں، وہ بھی حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ کچھ تھوڑے سے چلغوزے لیکر آئے، انہوں نے وہ پیکٹ لاکر حضرتؒ کے ڈیکس پر رکھ دیا، جب وہ واپس چلے گئے تو حضرت ہمیں کہنے لگے کہ یہ چلغوزے کھاؤ، ہم نے کھا لئے، حضرت صوفی صاحبؒ نے نہ کھائے، دو تین دن گزرنے کے بعد حضرت صوفی صاحبؒ نے مجھے پیسے دیے جاؤ چلغوزے لیکر آؤ، جب میں لے کر آیا، تو وہ ہم نے بھی کھائے اور حضرت نے بھی کھائے، پھر مجھ سے مستری منیر صاحب نے پوچھا کہ باؤ جی کیا کام کرتے ہیں، میں نے کہا کہ وہ بنک میں ملازم ہیں، پھر ہم سمجھ گئے کہ اس دن چلغوزے نہ کھانے کی وجہ یہی تھی، حضرت صوفی صاحبؒ کے اس تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جو شخص مشکوک مال سے اسقدر اجتناب کرتا ہے اس شخص کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ وہ حرام مال کھاتا ہے یہ کس قدر ناانصافی کی بات ہے۔ تقریباً ۳۵، ۴۰ سال تک حضرت کا معمول رہا کہ جب آپ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد اپنے کمرے میں تشریف لے جاتے تو چند ساتھی بھی قریب و بعید کے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے، حضرت ان کی مہمان نوازی کیلئے مجھ سے چائے منگواتے، ایک وقت تھا کہ جب ایک روپے میں

آٹھ کپ چائے کے مل جاتے تھے، حضرت صوفی صاحب مجھے پانچ روپے دیتے تو میں ان میں سے چائے کے ساتھ بسکٹ بھی لاتا، رفتہ رفتہ وقت گزرتا گیا، جمعہ کے روز زائرین کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر پھر میں نے چائے مسجد میں ہی بنانی شروع کر دی، پھر حضرتؒ مجھے پچاس روپے دیتے تھے تو میں چائے وغیرہ کا سامان لاتا، جب میں کمرے میں حضرت کے پاس چائے لیکر پہنچتا تو میں ہر کپ میں چائے ڈالتا، تو حضرت اپنے دست مبارک سے ہر پلیٹ میں دو بسکٹ رکھ دیتے، اس کے بعد جو سامان بچتا مجھ سے فرماتے کہ آدھا اپنے بچوں کیلئے لے جاؤ اور آدھا میرے گھر بھیج دو، میں حضرت کے فرمان کے مطابق ایسا ہی کرتا۔ مدرسہ نصرۃ العلوم کے سالانہ امتحان کے موقع پر ایک پر تکلف دعوت کا انتظام ہوتا ہے، یہ دعوت دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے، طلباء کیلئے علیحدہ، اور ممتحن حضرات کیلئے علیحدہ انتظام ہوتا ہے، چند مخیر حضرات اس دعوت کے منتظم ہوتے ہیں، کھانا تو دو پہر کیلئے ہوتا ہے لیکن صبح امتحان سے پہلے ممتحن حضرات کیلئے چائے وغیرہ کا انتظام کرنا یہ حضرت صوفی صاحبؒ نے میرے ذمہ لگا دیا تھا، حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس ڈیوٹی کو احسن طریقے سے نبھاتا رہا، جب تک صحت نے اجازت دی اس وقت تک تو خوب کام کیا، لیکن اب ضعف آجانے کی وجہ سے کام نہیں ہوتا، اب یہ کام میں نے اپنے بڑے بیٹے حافظ محمد اکمل کے سپرد کر دیا ہے، اللہ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکو خلوص کے ساتھ اور احسن طریقے سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ساتھ اس بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ میں نے تقریباً ۵۴ سال حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت میں گزارے ہیں، اس عرصہ کے دوران بہت سارے واقعات پیش آئے، حضرت سے بہت باتیں کیں بھی ہیں اور سنی بھی ہیں لیکن ان میں سے کچھ باتیں قارئین کیلئے بطور ہدیہ پیش کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

ے نام تیرا دہر میں تابندہ رہے گا
تاریخ بھی تیرے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں تو زندہ رہے گا
اور آتی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

مولانا عبدالقیوم حقانی، مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ
چیف ایڈیٹر ماہنامہ القاسم نوشہرہ

عالم، صوفی اور ادیب

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے سر میں دماغ عالمانہ، سینے میں دل صوفیانہ اور ہاتھ میں قلم ادیبانہ تھا، ان کی تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' اور سیرت پر ''شمائل ترمذی مع ترجمہ وتحشیہ'' سے علم جھلکتا ہے، ان کی صحبت سے تصوف چھلکتا تھا اور ان کے نوک قلم سے ادب برستا ہے، ان کا اسلوبِ تصنیف محققانہ، طرزِ زیست قلندرانہ اور اندازِ نگارش ہمیشہ ساحرانہ رہا، جو نرا عالم ہو وہ خشک مزاج ہوتا ہے مگر حضرت صوفی صاحبؒ انتہائی رقیق القلب تھے جو محض صوفی ہو وہ گوشہ گیر ہوتا ہے مگر صوفی عبدالحمید مردِ میدان تھے، اور جو فقط ادیب ہوتا ہے وہ صرف لفظ وحرف کی مشق کرتا ہے مگر مولانا صوفی صاحبؒ معانی ومعارف سے عشق کرتے تھے۔

عالموں، صوفیوں اور ادیبوں کی بھی کئی قسمیں ہیں، بعض عالم وہ ہوتے ہیں جو فتویٰ پر انحصار کرتے ہیں، تقویٰ اختیار نہیں کر پاتے، بعض کتاب خوان ہوتے ہیں، صاحب کتاب نہیں ہوتے، بعض جزئیات کے ماہر ہوتے ہیں مگر کلیات سے قاصر رہتے ہیں، بعض کتابی عبارتوں سے آشنا ہوتے ہیں زمانی ضرورتوں سے آگاہ نہیں ہوتے، بعض مجادلے میں مگن رہتے ہیں مطالعے سے لگن نہیں رکھتے، بعض شعلہ مقالی سے کام چلاتے ہیں تلقین غزالیؒ کو نہیں آزماتے، اور بعض دیوان ومکتب کے محض دربان ہوتے ہیں بزم کے محرم اور رازدان نہیں ہوتے، اسی طرح کچھ صوفی تسبیح کے دانے پلٹنے کے ماہر تو ہوتے ہیں دل کی دنیا بدلنے پر قادر نہیں ہوتے، کچھ اوراد ووظائف میں لگے رہتے ہیں تاہم معارف ولطائف سے پرے رہتے ہیں، کچھ شعبدے تو دکھاتے ہیں کرامتیں رونما نہیں کر پاتے، کچھ اپنا حلقۂ بیعت تو وسیع کر لیتے ہیں قرینۂ تربیت نہیں رکھتے، کچھ وجد ورقص کا پرچار کرتے ہیں تزکیۂ نفس پر اصرار نہیں کرتے، کچھ لمبی عباؤں میں ملبوس رہتے ہیں قلندرانہ اداؤں سے محروم ہوتے ہیں، کچھ ویرانوں کو جا کر بساتے ہیں انسانوں سے نباہ نہیں کر پاتے، اور

کچھ فقط مزاروں پر چراغ جلاتے ہیں دلوں کی جوت نہیں جگاتے، اور ایسے ہی ادیبوں کا معاملہ ہے ان میں ایسے بھی ہیں جو لفظ وحرف تو رکھتے ہیں ان کا صحیح مصرف نہیں جانتے، جو لفظوں کا ابلاغ تو کر سکتے ہیں دلوں کا سراغ نہیں پا سکتے، جو قلم تو زوردار رکھتے ہیں موضوعات بے کار چنتے ہیں، جو کاغذی تصویر تو اچھی بناتے ہیں روحانی تاثیر سے محروم رہتے ہیں، اور نظم ونثر سے ہنگامہ تو اٹھا دیتے ہیں لیکن اسرارِ حیات اور رموزِ کائنات سے پردہ اٹھانے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحبؒ کی شخصیت ہمہ پہلو تھی، وہ بیک وقت عالمانہ جلال، صوفیانہ جمال اور ادیبانہ کمال کے حامل و وارث تھے۔

ان کا علم تصوف کی چاشنی اور ان کا تصوف علم کی روشنی سے مالا مال تھا، اور ان کا اسلوبِ نگارش دونوں لذتوں سے بھرپور۔

عہدِ رواں کی یہ ایک خوبی بھی ہے اور بہت بڑی خامی بھی، کہ وہ ''یک چشم'' ہے، اگر کوئی دینی رنگ رکھتا ہے تو دنیوی آہنگ سے بے خبر ہے، کوئی قدیم سے جڑا ہوا ہے تو جدید سے کٹا ہوا ہے، کوئی خبر رکھتا ہے تو نظر سے محروم ہے، کوئی رازیؒ کا فلسفہ جانتا ہے تو رومیؒ کا لہجہ نہیں رکھتا، فضائے مکتب اور فیضانِ نظر کے درمیان وسیع اور مہیب فاصلہ پیدا ہو چکا ہے اور یہ کوئی اچھی علامت نہیں، اس ''یک چشم'' عہد کا یہ تحفہ ہے کہ ''یک رخا'' انسان پیدا ہو رہا ہے جس کے باعث مسائل حیات سلجھنے کے بجائے الجھتے چلے جا رہے ہیں، یہ درست ہے کہ سپیشلائزیشن ہونی چاہیے لیکن ''پارٹیشن'' (PARTITION) کے بجائے ربط وتعاون (CO-ORDINATION) بھی ہونا چاہیے تھا، اسی طرح مختلف شعبوں میں POLARIZATION کی جگہ (CO-ORDINATION) اور COHESION ہونا چاہیے تھا، یعنی تعامل وتوافق اور تفاہم وتعاون، یہی امتزاج زندگی کا حسن اور دنیا کی خوبصورتی ہے تاکہ فرد اور معاشرہ ایک دوسرے سے اجنبی رہ کر اپنے اپنے ہنر نہ آزمائے بلکہ دوست بن کر اپنے جوہر دکھائے، سائنسدان ہے تو مذہب سے لاتعلق، دینیات کا عالم ہے تو سائنسی رجحانات سے بیگانہ، سیاسیات کا آدمی ہے تو اخلاقیات سے بے خبر، معلم اخلاق ہے تو علوم کے نئے آفاق سے ناآشنا، ماہر معاشیات ہے تو انسانی نفسیات سے بے تعلق اور فلسفہ دان ہے تو تمدنی علوم (SOCIAL SCIENCE) سے بے بہرہ اور اگر کوئی ادیب ہے تو اس کی خطیب سے چشمک ہے، غرضیکہ ہر شعبے میں ایک طرح کا تصادم ہے کوئی جذبہ

تفاہم نہیں، اگر چہ علامہ اقبالؒ نے قصہ قدیم و جدید کو دلیل کم نظری کہا ہے لیکن یہ کم نظری ایک واقعہ ہے ناخوشگوار واقعہ !

جس طرح شعوب و قبائل کو اسلام قبول (own) کرتا ہے مگر انہیں بنیادِ فخر و مباہات اور ذریعۂ مخاصمت و منافرت قرار دینے کے خلاف ہے، اسی طرح علوم و فنون کے شعبوں کی تقسیم اپنی جگہ لیکن اس سے انسانی شخصیت ٹکڑوں میں بٹ جائے اور ہر ایک اپنے ہی خول میں سمٹ جائے تو یہ نتیجہ اور جذبہ پسندیدہ نہیں بلاشبہ آدمی کے نقطۂ کمال اور اس کی شناخت کے لیے مضبوط اور معتبر حوالہ ایک ہوتا ہے مگر اسے باقی معاملات سے الگ تھلگ نہیں ہونا چاہئے، یہ مکتبِ رسالت ﷺ کا اعجاز تھا کہ ایک ہی معلم (حضور ﷺ) تھے، ایک ہی نصاب (قرآن مجید) تھا، اور مکتب (مسجد نبوی ﷺ) کی ایک چھت کے نیچے مختلف شعبوں کے ماہرین اور مختلف صفات کے حاملین لوگ تیار ہو رہے اور زیر تربیت تھے، صداقت، عدالت، سخاوت اور حکمت کا درس لیا جا رہا تھا، مفسر، معلم، مجاہد، صوفی اور حکمران تیار ہو رہے تھے۔

رہنما، کارکن، مالی معاون، جان نثار، خطیب، سفیر، سپہ سالار اور قاضی بن رہے تھے، عبد اللہ بن عباسؓ جیسے ''ترجمان القرآن'' اور ''حبر الامۃ'' عبد اللہ بن مسعودؓ جیسے محدث، معاذ بن جبلؓ جیسے مجتہد، ابو ذر غفاریؓ جیسے ''مسیح الامۃ'' ابوعبیدہ بن الجراحؓ جیسے ''امین الامۃ'' ابو ہریرہؓ جیسے صوفی، خالد بن ولیدؓ جیسے ''سیف اللہ'' ابی ابن کعبؓ جیسے ''قاری'' اور زید بن ثابتؓ جیسے ''فقیہ'' ایک ہی آغوش کے پروردہ اور ایک ہی مرشد کے فیض یافتہ تھے۔

آج کا ''فرمان امروز'' یعنی Order of the day بھی یہی ہے کہ اسلام جس میدان میں کھڑا اور جو معرکہ لڑ رہا ہے اس کے داعی اور مبلغ، نام لیوا اور پیروکار، حامی اور غمگسار قدیم و جدید کے راز دان اور ماضی و حال کے رمز شناس ہوں۔

اس باب میں ہمارے حضرت صوفی صاحب کے خطبات، مواعظ، دروس، بیانات، تصنیفات اور تحریرات و پیغامات اور ان کے ذاتی فکر و عمل کی حیثیت سے انکی عظیم شخصیت کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ دور جدید کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر بھی ''فکر قدیم'' کے پختہ کار با اعتماد مفسر تھے، ان کی تفسیر کی ایک ایک سطر دور حاضر کے انداز دعوت و تبلیغ کے تقاضوں کی آئینہ دار ہے۔

یہ حسین امتزاج بہت کم لوگوں کے نصیب میں آتا ہے، میں جب حضرت صوفی صاحب سے ملا، ان میں عالمانہ وقار تو تھا ہی، صوفیانہ انکسار بھی صاف نظر آیا، ان کے لب ولہجے میں تقدس تو تھا مگر تصنع ہرگز نہیں، ان کے مزاج میں تلطف تو واضح تھا، تکلف بالکل نہیں، ان کی وضع قطع میں بردباری تو تھی ریاکاری قطعاً نہیں، ان کے لباس سے نفاست جھلکتی تھی امارت نہیں ٹپکتی تھی اوران کی تقریر میں داعیانہ رنگ تو تھا مناظرانہ آہنگ نام کو نہیں، مجھے ان کی شخصیت کے دو پہلوؤں نے بے حد متاثر کیا، ایک تو مسلکِ اعتدال جو ذہنی وفکری توازن کی دلیل ہے اور دوسرے ان کی خوبصورت نثر نگاری، جس سے ہمارا روایتی دینی حلقہ یکسر محروم ہے، ایک اچھے ادیب اور کامیاب نثرگار کی تحریر میں جو بھی اجزائے حسن ہوتے ہیں، وہ حضرت صوفی صاحبؒ کے اسلوبِ نگارش میں موجود تھے اور قوتِ استدلال اس پر مستزاد۔ یوں تو ''معالم العرفان فی دروس القرآن''، ''شمائل ترمذی مع ترجمہ وتشریح'' اور دوسری کتابوں میں حضرت صوفی صاحبؒ کا زورِ قلم اور دلآویز اسلوب جابجا نظر آتا ہے، مگر مولانا عبید اللہ سندھیؒ ان کی سوانح وافکار کے بعض مضامین میں ادبِ عالیہ کے شہ پارے ہیں۔ آپ تو اس دنیا سے چلے گئے مگر جامعہ نصرۃ العلوم، ہزاروں تلامذہ، روحانی اولاد کی طرح نسبی اولاد اور سلسلہ تصنیف وتالیف ایک عظیم صدقۂ جاریہ ہیں۔ ادارہ حضرت کے جانشین مولانا محمد فیاض سواتی و برادران اور خاندان کے تمام افراد کے ساتھ تعزیت کرتا اور غم میں برابر کا شریک ہے بلکہ خود تعزیت کا مستحق ہے۔

دیوبند میں گنوں کی دعوت اور کوئٹہ میں تدریس کی پیشکش

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا،

☆ دیوبند کے زمانہ تعلیم میں ایک صاحب اپنے گنوں کے کھیت میں سال میں ایک مرتبہ دعوت کیا کرتے تھے، وہ کھیت میں طلباء کو لے جا کر کہتے کہ جتنے مرضی ہے چوپو بے شک ساتھ بھی لے جاؤ، ہم خوب چوستے اور کھیر وغیرہ بنانے کے لئے مدرسہ بھی لے آتے۔

☆ کوئٹہ میں حضرت مولانا عرض محمدؒ والد مولانا حافظ حسین احمد نے دیوبند سے فراغت کے بعد اپنے مدرسہ مطلع العلوم میں مجھے تدریس کی پیشکش کی تھی اور آمدورفت کی کافی سہولتیں دینے کا بھی کہا تھا، لیکن دور ہونے کی وجہ سے ان کی یہ پیشکش میں نے قبول نہ کی۔ (فیاض)

مولانا عبدالسلام
مہتمم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو اٹک

تفسیری اور علمی خدمات

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

فاضل مکرم مولانا فیاض خان صاحب! زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... آپ نے اپنے گرامی القدر والد حضرت صوفی صاحبؒ جو برصغیر کے ممتاز علماء کرام میں سے تھے ان کے بارے میں "مفسر قرآن نمبر" شائع کرنے کے لئے لکھا، میری سعادت ہے کہ میں اتنے بزرگ عالم دین کے بارے میں لکھ رہا ہوں، یہ چند سطور نذرانہ عقیدت بصورت حقیقت ارسال ہیں۔

جس ہستی کی استقامت استقلال نے ایک گندے جوہڑ پر ایک مثالی دارالعلوم نصرۃ العلوم قائم فرمایا۔

یہ چند سطور ان کی بابرکت زندگی کا معمولی عکس ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

تمام مدرسین کی خدمت میں سلام۔

فقط والسلام: طالب الدعا عبدالسلام خادم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو اٹک۔

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ، ۲۲/۵/۰۸

"مفسر قرآن شیخ الحدیث استاذ الاساتذہ عالم ربانی حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتیؒ"

علم جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور برائیوں سے بچا جاتا ہے علم دین ہی ہے۔

اللہ نے اپنی کتاب میں اہل علم کی تعریف فرمائی ہے۔

(۱) فرمایا "هَلْ يَسْتَوِى الَّذِينَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِينَ لا يَعْلَمُوْنَ" کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔

(۲) ''شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِماً بِالْقِسْطِ'' اللہ اور اس کے ملائکہ گواہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور علم والے اللہ تعالیٰ کی شہادت انصاف کیساتھ قائم ہیں۔

(۳) ''يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ'' اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔

(۴) ''اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا'' اللہ تعالیٰ سے اسکے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں۔

قرآن عزیز کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں علم دین، علماء دین، طلباء دین کی فضیلت بیان کی گئی ہے، محدثین کرام نے اپنی حدیث کی کتابوں میں کتاب العلم کے نام سے یہ ارشادات جمع فرمائے ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے ساتھ اللہ کا بہتری کا ارادہ ہوتا ہے اللہ اسے دین میں فقہ (سمجھ) عطا فرمادیتے ہیں۔

(۲) آپ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کیلئے آسمانوں والے، زمین والے استغفار کرتے ہیں، مچھلیاں پانی میں اور بے شک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چاند کی چودھویں کی رات کو تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔

اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء نے دینار اور درہم کی وراثت نہیں چھوڑی۔

(۳) بیشک اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں و زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں، یہاں تک کہ مچھلیاں سب اس شخص پر خیر بھیجتے ہیں جو لوگوں کو علم دین کی تعلیم دیتا ہے۔

(۴) دین کی ایک سمجھ رکھنے والا ہزار عبادت گزاروں سے شیطان پر بھاری ہوتا ہے۔

یہ فضائل اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑے عالم، معلم رسول اللہ ﷺ بیان فرماتے ہیں۔

مفسر قرآن شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید سواتیؒ ان آیات قرآنیہ اور ارشادات نبویہ ﷺ کا بہترین نمونہ تھے، جنہوں نے فراغت کے بعد تمام عمر علم دین کی تدریس میں قال اللہ وقال الرسول کی اشاعت میں بسر کی، ایک عظیم دینی مرکز اشاعت اسلام کے لئے ''نصرۃ العلوم'' قائم فرمایا، اس کی تاسیس، تعمیر، ترقی میں عمر بھر کی محنت فرمائی جس سے ہزارہا تشنگان علوم سیراب ہوئے۔

تدریس اور مدرسہ کے انتظام کے ساتھ ساتھ تصنیف تالیف کے ذریعہ علم دین کی اشاعت فرمائی، دروس قرآن، دروس حدیث سے ایک بہترین علمی ذخیرہ ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' چھوڑا جسمیں کئی

امتیازی خوبیاں ہیں۔

(۱) علماء حق کے تراجم سے موزوں اور آسان ترجمہ کا انتخاب۔

(۲) قرآن عزیز کے مضامین سے موجودہ نظاموں کی تردید۔

(۳) تفسیر قرآن میں تفسیر بالقرآن کے بعد رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، جمہور مفسرینؒ کی تشریحات سے استفادہ۔

(۴) چونکہ آپ امام الہند شاہ ولی اللہؒ کی لاجواب کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' پڑھاتے تھے اور اسمیں آپؒ کو اللہ نے کامل مہارت عطا فرمائی تھی، یہ کتاب فقہ الحدیث اور اسرار شریعت پر مشتمل ہے، حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہؒ قرآن وحدیث سے وھبی علوم کا ذکر فرماتے ہیں۔

پاکستان میں اور تقسیم سے پہلے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ فضلاء کو ترجمہ قرآن اور حجۃ اللہ البالغہ پڑھاتے تھے، حجۃ اللہ کو پڑھانے سے قرآن پاک کا انقلابی پہلو ذہن نشین ہوتا ہے، حضرت صوفی صاحبؒ بھی حجۃ اللہ البالغہ پر کامل نظر ہونے کی وجہ سے انکے دروس قرآن ایسی خوبیوں سے بھرے ہوئے ہیں، جو علماء طلباء کے لئے یکساں مفید ہیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ اور ان کے برادر کبیر شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت فیوضہم کی تصانیف مدلل، عام فہم مؤثر، دل نشین ہیں، مخالفین کے بارے میں وہ کلام انتہائی شریفانہ، مؤدبانہ استعمال فرماتے ہیں اور صرف دلیل سے انکی رد فرماتے ہیں۔

برادرم شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد صابرؒ نے ۱۹۵۸ء میں نصرۃ العلوم میں حضرت صوفی صاحبؒ سے ''مقامات'' پڑھی اور انکے خطبات جمعہ سنے وہ پوری زندگی انکی تدریس کی اور خطابت کی تعریف فرماتے تھے۔

(۵) ''حضرت صوفی صاحب کی وفات''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ علم دین کو لوگوں سے چھین کر نہیں لے گا، لیکن اللہ علماء کی وفات سے علم دین کو ختم کریگا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جہلاء کو پیشوا بنائیں گے ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے، وہ بغیر علم کے خود بھی گمراہ ہوں گے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے، حضرت

صوفی صاحبؒ جیسے علماء کی وفات اس ارشاد رسول ﷺ کے مطابق ہے کہ ایسے علماء کا اٹھ جانا علم دین کا اٹھ جانا ہے۔ ؎

سالہا باید کہ یک طفل از کودک طبع
عالم گو باشود بافاضل صاحب سخن

؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت صوفی صاحبؒ اللہ کے فیصلے کل نفس ذائقة الموت کے تحت رخصت ہو چکے ہیں لیکن اپنے البقیٰت الصلحٰت میں نصرۃ العلوم، حقیقی اولاد، بے شمار روحانی اولاد اور بہترین علمی سرمائے دروس القرآن وغیرہ تصانیف چھوڑ گئے ہیں، جسکا ثواب اللہ تعالیٰ انہیں قبر، قیامت میں عطا فرمائے گا۔

دعا ہے رب کریم انہیں مغفرت، درجات عالیہ نصیب فرمائے، آپ کو اور تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور البقیٰت الصلحٰت کو جاری ساری رکھے جیسے انکی حیات طیبہ میں تھی۔ آمین یا رب العٰلمین۔

کھیالی میں امامت وخطابت اور شادی کی پیشکش

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا:

میں جب دیوبند سے فارغ ہو کر آیا تو مدرسہ انوار العلوم میں استاذ عبدالقدیر صاحبؒ سے ملاقات کے لئے گیا۔ انہوں نے مجھے کھیالی میں امامت وخطابت کے لئے بھیجنا چاہا، میں نے پوچھا یہ آپ کا مشورہ ہے یا حکم؟ ان کے منہ سے نکل گیا کہ حکم ہے، تو میں بلا چوں وچراں کھیالی چلا گیا وہاں تقریباً چار سال امامت وخطابت کرتا رہا۔

وہاں ایک بزرگ نے اپنی پہلی بیوی کی بچی کے ساتھ میرا نکاح کرانا چاہا لیکن میں نے ان کے ہاں لڑائی بھڑائی کے ماحول کی وجہ سے منظور نہ کیا۔

(فیاض)

مولانا محمد امجد سعید، لاہور

تذکرہ ایک ''مفسر جلیل'' کا

تفسیر معالم العرفان پر پہلی نظر

مجھے بچپن سے ہی علماء کرام کے پاس جانے اور ان کی کتب پڑھنے کا شوق تھا، ابھی شادی نہیں ہوئی تھی اس لیے جو پیسہ ملتا، اس سے دینی کتب ہی خریدتا، جامعہ اشرفیہ سے ۱۹۹۳ء میں دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی، اس سے قبل استاذ محترم حضرت اقدس سفیر ختم نبوت فاتح ربوہ مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں کتب پڑھیں، دل میں یہ تڑپ تھی کہ حضرت چنیوٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دنیا بھر میں گھوم پھر کر ختم نبوت کا کام کروں اور حضرت لاہوریؒ کی طرح قرآن پاک کی تعلیم کو عام کرنے کی خدمت بھی انجام دوں، چنانچہ میں نے اپنے محلہ کی چھوٹی سی مسجد میں دورۂ حدیث کرنے کے بعد اساتذہ کی اجازت سے قرآن پاک کے درس کا آغاز کیا اور آج تک بحمد اللہ بدستور یہ سلسلہ جاری ہے، میں اس وقت تفسیر عثمانی اور معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کر کے درس قرآن دیتا تھا، کتابوں کی خریداری کے سلسلے میں گاہے بگاہے اردو بازار کا چکر لگتا رہتا تھا، ایک دفعہ کتب خریدتے ہوئے شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحمید سواتی نور اللہ مرقدہٗ کی تفسیر ''معالم العرفان'' پر نظر پڑی، جب کھول کر پڑھا تو ان کا اسلوب بیان، اور طریقۂ درس قرآن دل میں پیوست ہوتا چلا گیا۔

دروس القرآن کی خریداری

میں نے جلدی سے چھٹی جلد کو خریدا اور اپنے ساتھ ہی گھر لے آیا، ہمارا چونکہ درس قرآن سورۃ انعام تک پہنچ چکا تھا اس لئے میں نے فقط اسی جلد کو خریدا تھا، اور اس وقت جیب نے بھی صرف ایک ہی جلد خریدنے کی اجازت دی تھی، یہ ۱۹۹۴ء کی بات ہے جب میں نے پہلی دفعہ اس تفسیر کو خریدا تھا، میں نے اس کے بعد دیگر تفاسیر بھی خریدیں، مثلاً تفسیر مظہری، تفسیر معارف القرآن للکاندھلویؒ، تفسیر ماجدی، تفسیر حقانی، تفسیر ابن عباسؓ، تفسیر اعراب القرآن، تفسیر الاتقان، مواہب الرحمٰن، اشرف التفاسیر، انوار البیان اور دیگر تفسیریں، لیکن جو مزہ، لطف، چاشنی اور علمی انداز اس تفسیر میں ملا وہ کسی اور تفسیر میں نہ مل سکا۔

اس تفسیر کو پڑھنے کی بڑی وجہ

حضرت اقدس شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تفسیر کو پڑھتے ہوئے مجھے ۱۴ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، میں اس کے مطالعہ سے درس قرآن دیتا ہوں، گو دوسری تفاسیر بھی میرے سامنے ہوتی ہیں لیکن اس تفسیر کا مجھے ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دور حاضر کے بہت سارے فتنوں سے آگاہی اور جدید مسائل تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے، بلکہ دروس القرآن کے مسائل کو پڑھ کر دیگر بہت سارے مسائل ونقاط ذہن میں ابھر آتے ہیں، سچی بات تو یہ ہے کہ اس تفسیر کو پڑھنے والا دیگر تمام تفسیروں سے بے نیاز ہو کر رہ جاتا ہے، کیونکہ اس تفسیر میں حضرت اقدسؒ نے تمام عربی واردو تفاسیر کا نچوڑ پیش کر دیا ہے، جوں جوں اس تفسیر کو پڑھتے چلے جاتے ہیں توں توں قرآن پاک کی دل کش تشریحات سامنے آتی چلی جاتی ہیں، نیز حضرتؒ نے مشکل ترین مسائل کو بڑے ہی آسان طریق سے حل کیا ہوا ہے، اس لئے ایک سلیم الفطرت انسان حضرت اقدسؒ کی تفسیر بے بدل اور علم بیکراں کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضرت اقدسؒ کی تفسیر کی خصوصیات

اگر آپ اس تفسیر کو لے کر مطالعہ میں لائیں تو آپ کے سامنے تفسیر قرآن بالقرآن اور تفسیر قرآن بالحدیث بھی آئے گی، تفسیر قرآن بالصحابہؓ اور تفسیر قرآن بالتابعینؒ پر بھی روشنی پڑے گی، تفسیر قرآن بالمفسرین اور تفسیر قرآن بالمحدثینؒ کے نمونے بھی جھلکتے ہوئے نظر آئیں گے، تفسیر قرآن بالفقہہ اور تفسیر قرآن بالمجتہدین کے پھول بھی کھلتے ہوئے دکھلائی دیں گے، اور کہیں کہیں تفسیر قرآن بالصرف والنحو کے حوالے بھی قارئین کے سامنے آتے چلے جائیں گے، بزرگوں کے واقعات، تصوف وسلوک اور حکمت و نصیحت سے لبریز یہ تفسیر اپنی آپ مثال ہے۔

قارئین کرام کو دعوت فکر

میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس تفسیر کو اخلاص کے ساتھ پڑھنے والا حق و باطل، کفر وشرک، سنت و بدعت اور ہدایت و گمراہی میں واضح فرق کرنے لگے گا، اسے ایمان اور کفر میں تمیز کا ملکہ اس تفسیر کو پڑھ کر حاصل ہو جائے گا، اس تفسیر کی سب سے بڑی خصوصیت ہی یہ ہے کہ یہ کسی بھی اپنے پڑھنے والے کو کسی بھی مقام پر مایوس نہیں کرتی بلکہ پوری طرح اس کا ساتھ دیتے ہوئے اس کی تسلی و تشفی کرتی ہے، اگر کوئی آدمی اس

سے یہودیت پر رہنمائی لینا چاہتا ہے تو یہ تفسیر اس کی بھی رہنمائی کرتی ہے اور اگر کوئی آدمی نصرانیت کی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ تفسیر اس کے شکوک وشبہات کو بھی دور کرتی ہے اور اگر کوئی آدمی مرزائیت ،رافضیت ،غیر مقلدین ،بریلویت ،پرویزیت اور دیگر فرق باطلہ کی اصل حقیقت سے آشنا ہونا چاہتا ہے تو یہ تفسیر اسے بھی ناامید نہیں کرتی ،بلکہ ایسے پیاسوں کی پوری طرح پیاس بجھا کر دم لیتی ہے گویا ہر اعتبار سے یہ تفسیر اپنے پڑھنے والے کے لئے لائق تحسین اور قابل داد ہے۔

اس تفسیر کی یہ خصوصیت کیوں......؟

اس تفسیر کی یہ خصوصیت اس لیے کہ لکھنے والے،اس کو پڑھانے والے،اس کا درس دینے والے خود ایک باعمل ،متقی ،متواضع اور علم کا سمندر تھے ،جب انہوں نے دنیا میں آ کر چلنے کا آغاز کیا تو ان کی والدہ دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں تھوڑے بڑے ہوئے تو والد کا بھی سایہ شفقت اٹھ گیا ،پھر یہ خدا کے بندے نبی آخر الزماں ﷺ کے نقش قدم پر چل کر جوان ہوئے علمی مجالس میں بیٹھنا انہوں نے اپنا شیوہ بنالیا ،حصول دین کے لئے سوات سے چل کر دارالعلوم دیوبند تک جا پہنچے اور شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسی شخصیت کے تلامذہ میں شامل ہو گئے آخر کاران سے اجازت لے کر واپس پلٹے ،پھر انہوں نے جب مسند تدریس اور منبرو محراب پر علمی موتی بکھیرنے شروع کئے تو گوجرانوالہ کے باسی شہری اور دیہاتی علاقوں سے آ آ کر اپنی دینی اور روحانی پیاس بجھانے لگے ،یہ جو کہتے تھے اس پر عمل بھی کرتے تھے ،یہ جو بولتے تھے اس کا حوالہ بھی ساتھ رکھتے تھے ،جب بات کرتے تو اس میں بلا کی پختگی ہوتی ،اولیاء اللہ کی صحبت ان کو ہر دم میسر تھی ،بزرگان دین ان کے پاس آ کر ٹھہرتے ،اور انہی کے پاس ٹھہرنے کو سب سے زیادہ ترجیح دیتے ،ذرا سوچیئے ان اوصاف کے مالک کی تفسیر جب کوئی پڑھے گا تو کیا وہ اس پر اثر انداز نہ ہوگی ،یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان تمام خوبیوں کے ہوتے ہوئے اس تفسیر کو پڑھنے والا اعقائد ونظریات کے باب میں اپنا قبلہ درست کئے بغیر رہ سکے......؟

؎ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں ، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت صوفی صاحبؒ سے پہلی اور آخری ملاقات

حضرت اقدس صوفی صاحبؒ سے ملنے کا اشتیاق تو شروع دن ہی سے تھا لیکن جب ان کی تفسیر پڑھی تو

یہ اشتیاق مزید بڑھ گیا، چنانچہ گزشتہ سے پیوستہ سال ایک دن دوپہر کے وقت مجھے مولانا جمیل الرحمٰن اختر صاحب مدظلہ، کا امن مسجد جی ٹی روڈ، لاہور سے فون آیا کہ میرے پاس حضرت اقدس مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب تشریف لارہے ہیں اور ان کے ساتھ مولانا زاہدالراشدی صاحب مدظلہ، اور مولانا فیاض خان سواتی صاحب مدظلہ بھی آرہے ہیں، آپ بھی آجائیں، حضرت اقدس صوفی صاحبؒ کا نام سنتے ہی دل میں ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوئی، اسی خوشی میں سارے کام بھول کر جلدی سے تیار ہوا اور امن مسجد جی ٹی روڈ چلا گیا، مغرب کا وقت تھا، معلوم ہوا کہ حضرت تشریف لاچکے ہیں، چنانچہ نماز سے فراغت کے بعد حضرت کی زیارت ہوئی، دبلا پتلا نحیف جسم، دراز قد، موٹے شیشوں والی عینک، لمبی داڑھی، قدرے گندمی رنگ، انتہائی سادگی لیکن بارعب شخصیت کے مالک، حضرت اقدسؒ اپنی کمزوری اور نقاہت کے باعث ایک موٹے لحاف میں لپٹے ہوئے ہر آنے والے سے مصافحہ بھی کرتے اور مسکرا کر انتہائی محبت سے اس کو دیکھتے بھی، ہر آنے والا حضرت اقدسؒ پر ہی نظریں جما کر بیٹھ جاتا، حضرت صوفی صاحبؒ کی آمد کا مقصد لاہور کے علماء کرام کو جمع کرکے ''آغا خان'' کی نئی سازشوں سے آگاہ کرنا تھا، مجھے حضرت کا پیرانہ سالی میں اس نظریاتی کام کے لئے لاہور آنے پر بڑا رشک آیا اور دل ہی دل میں یہ کہنے لگا کہ واقعی یہ حضرات اسلاف کی زندہ نشانی ہیں اور حقیقت میں حضرت مدنیؒ کے سچے جانشین ہونے کا حق ادا کررہے ہیں، آدھ پونے گھنٹے کی اس نشست میں حضرت اقدسؒ کی خدمت کا بھی موقع ملا، اور حضرت سے دعائیں بھی حاصل کیں۔

حضرت اقدسؒ کا سانحہ ارتحال اور ہمارے کرنے کا کام

حضرت اقدس شیخ القرآن والحدیث مولانا عبدالحمید سواتیؒ تو اپنا کام پورا بلکہ مکمل واتم کرکے دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں، ان کی قرآنی، دینی، ملی، مسلکی، تحقیقی، تصنیفی اور سیاسی خدمات کو ہر میدان میں سراہا جاتا رہے گا، اور یہ تمام اعمال تاقیامت ان کے لئے صدقۂ جاریہ بھی بنے رہیں گے، لیکن ہمارے لیے یہ کام کرنے کا ہے کہ ہم ان کے سچے جانشین بن کر پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا کے کونے کونے میں پہنچیں اور حضرت اقدسؒ کے لگائے ہوئے گلشن کی آبیاری کریں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت اقدس کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت اقدس کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین

؎ آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

حضرت مولانا عبدالمعبود راولپنڈی

آفتاب علوم نبوت

قال اللّٰہ تبارك وتعالیٰ:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍo وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِo صَدَقَ اللّٰهُ العظيم.

نظام قدرت ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں جو بھی آیا، اجل اس کی منتظر اور فنا اس کا مقدر ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ فانی ہے، بقا اور دوام صرف خالق کائنات کو ہی سزاوار ہے، سرور انبیاء جو باعث تخلیق کائنات سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اس عالم سے کوچ کر گئے، تو پھر کیسے باور کیا جائے کہ کوئی متنفس بقید حیات ہی رہے گا۔

لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَدُوْمُ لِوَاحِدٍ
لَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْهَا مُخَلَّدَا

دین اور دنیا کی سلطنتوں کے بادشاہ اس جہان فانی سے رخت سفر باندھ گئے۔

جو زندہ ہے، وہ موت کے آلام سہے گا
جب احمد مرسل نہ رہے، کون زندہ رہے گا

مگر کچھ ایسی قدسی صفات ہستیاں بھی ہوتی ہیں، جن کے انتقال پر ملال پر اہل خانہ اور متعلقین ہی نہیں ایک جہاں روتا ہے، بلکہ ملت اور امت کا بیشتر طبقہ سوگوار ہو جاتا ہے، جن کے بچھڑنے سے ہر طرف حزن و ملال اور آہ وفغاں ہوتا ہے، علماء، صلحاء، اصفیاء، اتقیاء، عباد، زہاد، اصاغر و اکابر سب ہی کی آنکھیں اشک بار ہوتی ہیں۔

حضرت اقدس شیخ التفسیر صوفی عبدالحمید سواتی برداللہ مضجعہ کی داستان مفارقت بھی کچھ اسی نوع کی ہے، حضرت ممدوح علم و وقار کا مجسمہ، مکارم اخلاق کا نمونہ، زہد و تقویٰ کا پیکر تھے، آپ کی ذات والا صفات ان عظیم ہستیوں میں سے تھی، جن کے وجود مسعود سے علم و علماء کا وقار قائم ہوتا ہے، جن کے دم سے خانقاہی

نظام میں بالیدگی آتی ہے، جن کے انفاس قدسیہ سے ارشاد وتلقین کی شمعیں روشن ہوتی ہیں، اور جن کے اٹھ جانے سے مسند ولایت بے رونق ہو جاتی ہے، اور گلشن دین اجڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

حضرت اقدسؒ ان عظیم تاریخ ساز شخصیات میں سے تھے، جو قوموں کی تاریخ میں اہم رول ادا کرتی اور اپنے شاندار تاریخی کارناموں کی وجہ سے تاریخ میں بلند مقام پاتی ہیں جنہیں قومیں اپنے لیے سرمایہ عز وافتخار سمجھتی اور ان کے تعلق پر فخر وناز کرتی ہیں، اور جن کے کام اور نام ہمیشہ تاریخ میں روشن وتابندہ رہتے ہیں۔

حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہ ان جلیل القدر، علماء وفضلاء میں سے ایک تھے، جو کبھی کبھی آسمان علم وفضل پر آفتاب ومہتاب بن کر چمکتے اور اپنی علمی شعاعوں وضیا پاشیوں سے اذہان کی ایک دنیا کو روشن ومنور کر دیتے ہیں، جن کے بحر علم سے بے شمار تشنگان علم کو اپنی پیاس بجھانے، ٹھنڈک وسکون حاصل کرنے کا سنہری موقع آتا ہے، جو اپنی عبقریت اور علمی عظمت کے ایسے نقوش قائم کر جاتے ہیں جو کبھی مٹائے مٹ نہیں سکتے۔

حضرت اقدس کی ذات آفتاب حدیث، مہتاب فقہ، محرک وفعال، مدبر ومفکر علمی وعملی وسیع النظر تھی، آپ کا سب سے محبوب ومرغوب مشغلہ تدریس تھا، بلیغانہ، فصیحانہ، عالمانہ مدبرانہ اور تحقیقی وتدقیقی انداز تھا، تقریباً نصف صدی سلسلہ تعلیم وتعلم کو عروج بخشا، زبان اور طرز بیان دل نشین، سادہ اور پرتاثیر تھا، وسعت معلومات، غیر معمولی حافظہ، ذکاوت وقوت مطالعہ، متون وشروح کی اطلاع، رجال حدیث، جرح وتعدیل، طبقاتِ رواۃ کی واقفیت وغیرہ کا قدرت نے آپ کو وافر حصہ مرحمت فرمایا تھا۔

حضرت اقدس جناب صوفی صاحب مرحوم نے ''مدرسہ نصرۃ العلوم'' کی بنیاد رکھی، بڑی محنت وجاں فشانی سے اسے سینچا، اس کی آب یاری کی، اسے ایک مؤثر اور باوقار آفاقی ادارہ بنانے میں قابل فخر رول ادا کیا، جواں مردی، اولوالعزمی اور جاں فشانی سے اسے پروان چڑھایا۔

بڑے قلیل عرصہ میں ''نصرۃ العلوم'' نے اپنی تعلیم وتربیت، بہترین نظم ونسق کی وجہ سے دوسرے مدارس میں ممتاز مقام حاصل کر لیا اور شائقین علوم نبوت کی توجہ کا مرکز اور مرجع بن گیا۔

بحمد اللہ، آج یہ ادارہ دینی اور اسلامی علوم کا عظیم مرکز بن چکا ہے، بلکہ اسلامی تہذیب اور دینی تربیت کا ایک ایسا ''بین الاقوامی'' مرکز ہے، جس کی نظیر پورے ملک میں خال خال ہی ہے، اور جس کے فضلاء پوری دنیا میں علم وعرفان کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔

بدل دیتا ہے جو دستور مے خانہ
بڑی مدت میں بھیجتا ہے ساقی ایسا مستانہ
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت اقدس بڑے مقبول خطیب بھی تھے، مگر آپ کی خطابت جذباتیت اور لفاظی کا نمونہ نہیں ہوتی تھی، بلکہ آپ کی تقریروں میں علمی مواد، استدلال، تجزیہ اور افادیت غالب ہوتی تھی، آپ کا وعظ اس ارشاد ربانی کی حسین منظر کشی کرتا تھا،

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ۔

آپ کی تقریر وسعت مطالعہ، تدبر اور حکمت کا نمونہ ہوتی تھی، رومی سوز وساز والے خطیب تھے، انداز خطابت نہایت سادہ اور طرز افہام بہت عمدہ ہوتا تھا، زبان صاف ستھری اور عام فہم اختیار فرماتے تھے، نہایت پیچیدہ سے پیچیدہ علمی بات ایسے سادہ اور پر تاثیر الفاظ میں بیان فرماتے، جسے کم پڑھا لکھا آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا تھا۔

قلمی شاہکار

آپ کے ''اشہب قلم'' سے نکلے ہوئے ''لعل وگوہر'' بے شمار تصانیف منصۂ شہود پر آ چکی ہیں، جن کا اسلوب بیان حکیمانہ، ناصحانہ اور عام فہم ہے، موصوف کی تحریر کی شگفتگی نے جو جواہرات بکھیرے ہیں، وہ علمی اور ادبی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے، تصنیف وتالیف کے میدان میں آنجناب کی علمی اور تحقیقی اور ہمہ جہت خدمات ناقابل فراموش ہیں جن میں ''دروس القرآن'' اور ''دروس الحدیث'' سرفہرست ہیں۔

قسام ازل نے جس طرح حضرت اقدس کو علوم ومعارف کی لازوال بلندیاں عطا فرمائی تھیں، زہد وتقویٰ کی سرمدی شرافت سے سربلند فرمایا، اسی طرح دنیوی مال ومتاع کے اعتبار سے نہ صرف اپنے اہل و

عیال کے کفیل تھے بلکہ مساکین، غرباء، یتامیٰ اور بیواؤں کی سرپرستی کا شرف بھی مرحمت فرمایا تھا۔

اللہ جل مجدہ نے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو جس طرح گوناگوں نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا، اسی طرح ''ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً'' کی لازوال نعمت سے بھی سرفراز فرمایا اور حضرت کی نہ صرف ''قُرَّةَ أَعْيُنٍ'' کی آرزو کو شرف قبولیت بخشا بلکہ ''وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا'' کا روح پرور منظر بھی بچشم خود ملاحظہ فرمالیا، اور اللہ جل شانہ نے یہ دل ربا نظارہ بھی کرایا کہ خلف الرشید ان کے لگائے ہوئے ''گلشن سدابہار'' کی آب یاری خونِ جگر سے کر رہے ہیں۔

بحمد اللہ! اولاد واحفاد میں وہی خدوخال، علم وعمل اور ورع وتقویٰ نمایاں ہے، جو کسی عالم ربانی کی جانشینی کے لیے درکار ہوتا ہے، اللہ رب العزت ان کے پرعزم جذبوں میں خلوص کی چاشنی اور جہد پیہم ''رضائے ایزدی'' کی روح پھونک دے۔

اگر چہ اس '' آفتاب علوم نبوت'' کا جنازہ رات کے وقت تھا لیکن مشائخ، علماء، فضلاء، زہاد اسکالرز، سیاسی و مذہبی زعماء بلکہ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمان ملک کے گوشے کونے سے پہنچ گئے، اور نصرۃ العلوم میں انسانوں کا جم غفیر جمع ہو گیا اور ''بيننا وبينكم الجنائز '' (ہمارے اور تمہارے درمیان جنازے فیصلہ کریں گے) اس میر کارواں کی حقانیت کی گواہی پیش کر رہا تھا۔

زردار نہ بے زر، نہ خوش انجام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

محمد عبدالمعبود عفا اللہ عنہ

جامعہ عائشہ صدیقہ

BS/132 باغ سرداراں راولپنڈی

۵ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری
کالم نگار ہفت روزہ ضرب مومن کراچی

ایک عاشق قرآن کی رحلت

مفسر قرآن، شارح حدیث اور فکر ولی اللّٰہی کے بیباک ترجمان استاذ محترم حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی بھی داغ مفارقت دے گئے، نصرۃ العلوم کے در و دیوار نوحہ کناں ہیں کہ ان کے معمار چل بسے، طالبانِ علوم نبوت تصویر حیرت ہیں کہ درس و تدریس کی مسند خالی ہوگئی، تشنگان رشد و ہدایت اشکبار ہیں کہ ان کے مربی اور شیخ نظروں سے اوجھل ہوگئے، جامع مسجد نور کے مینار جھک جھک کر سوال کرتے ہیں کہ اخلاص و عزیمت، حمیت و غیرت اور حق گوئی و بیباکی سے بھرپور لہجہ اب کیوں سنائی نہیں دیتا؟ جنازے روز اٹھتے ہیں، قبرستانوں کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، موت سے کسی کو مفر نہیں، کیا امیر اور کیا غریب، کیا بادشاہ اور کیا فقیر، کیا علماء اور کیا جہلاء، اس دنیا میں جو بھی آیا ہے جانے کے لیے آیا ہے، دیوانے ہیں جو اسی دنیا کو اپنی حقیقی منزل اور اپنی علمی اور عملی کاوشوں کا منتہیٰ سمجھ لیتے ہیں مگر بعض جانے والے دنیا سے اس شان سے جاتے ہیں کہ بڑے بڑے ان کے جانے سے رشک کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کا جینا اور مرنا، محبت اور دشمنی، وصل اور ہجر، سب کچھ اللہ کے لیے ہوتا ہے، وہ درختوں کی طرح خود گرم سرد موسموں کا سامنا کرتے ہیں مگر دوسروں کو راحت بخش سایہ عطا کرتے ہیں، شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں مگر انسانیت کے لیے تاریک راہوں کو روشن کر دیتے ہیں۔

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ ایسے ہی گنے چنے انسانوں میں سے تھے، ۱۹۵۲ء میں جب انہوں نے مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی تو یہاں گندے پانی کا ایک جوہڑ تھا جسے پنجابی زبان میں ''چھپڑ'' کہا جاتا ہے، چنانچہ کافی عرصہ تک آپ کی تعمیر کردہ مسجد کو ''چھپڑ والی مسجد'' کہا جاتا رہا، آپ نے اس مسجد کا نام ''جامع مسجد نور'' رکھا، یوں تو ہر مسجد ہی مرکز نور اور منبع رشد و ہدایت ہے مگر جس مسجد میں ایک عالم ربانی اڑتیس سال قرآن اور حدیث کا درس دیتا رہا، اس کے سرچشمۂ نور ہونے میں شک ہی کیسے ہو سکتا ہے، یہاں آپ ہفتے میں چار دن درس قرآن اور دو دن درس حدیث دیتے تھے، صرف جمعہ کے دن چھٹی کی جاتی تھی، یہ چھٹی بھی کہاں ہوتی تھی؟

خطاب جمعہ اس درس کا متبادل ہو جاتا تھا جس میں ہزاروں لوگ شریک ہوتے تھے، پنجاب کے مروجہ اندازِ خطابت کے برعکس آپ کی تقریروں میں نہ راگ اور رنگ ہوتا تھا نہ لطائف وظرائف سے اسے پرکشش بنانے کی کوشش کی جاتی تھی، نہ گلا پھاڑنے والی شعلہ بیانی نہ سامعین کو مبہوت کر دینے والی قافیہ بندی اور جملہ سازی ،دورِ حاضر کی ضروریات کو سامنے رکھ کر سادہ گفتگو فرماتے لیکن چونکہ بات دل سے نکلتی تھی اس لیے دلوں پر اثر کرتی تھی، بلاشبہ آپ کے دروس اور بیانات سے ہزاروں مستفید ہوئے اور ان کے جذبات وخیالات ہی نہیں اعمال واطوار بھی بدل گئے، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے افادات سے خصوصی مناسبت، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے رشتۂ تلمذ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ سے وراثت میں ملنے والی سامراج دشمنی نے آپ کی طبیعت میں خاص قسم کا اضطراب اور بے چینی پیدا کر دی تھی، ویسے تو عوام اور خواص میں وہ ''صوفی'' کے نام سے مشہور تھے اور ہمارے ہاں ''صوفی'' اسے کہا جاتا ہے جو گرد وپیش سے قطعاً بے خبر ہو، وہمہ وقت من کی دنیا میں منہمک رہے، تن کی دنیا سے اسے کوئی لگاؤ نہ ہو، اول تو وہ سر اٹھائے ہی نہیں اگر بھول کر اٹھا بھی لے تو ''ہمہ اوست'' کہتے ہوئے دوبارہ مراقبہ میں چلا جائے، ہمارے حضرت اس قسم کے صوفی نہ تھے۔

سوچ کے اعتبار سے وہ انقلابی انسان تھے، مروجہ عالمی نظاموں اور مغرب کی سازشوں پر ان کی گہری نظر تھی، آپ ان کے دروس اور خطبات کا مطالعہ کریں، آپ کو ان میں مجاہدانہ جوش وخروش اور پیچ وتاب کی وہ جھلک ضرور محسوس ہوگی جو ایسے لیڈر کے بیانات میں ہوتی ہے جو ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کا مصداق ہو اور جو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے نظریہ ''فكّ كل نظام'' کے مطابق صرف چہروں کی تبدیلی نہ چاہتا ہو بلکہ ظلم اور ناانصافی پر مبنی ہر نظام کو توڑ پھوڑ کر اس کی جگہ عادلانہ نظام کا نفاذ چاہتا ہو، لیکن حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ انقلاب کی بنیاد قرآنی اصولوں پر اٹھانا چاہتے تھے، اسی لیے انہوں نے زندگی بھر قرآن کو سینے سے لگائے رکھا، ان کے درس قرآن میں سرمایہ داری، سوشلزم، کیمونزم، قوم پرستی اور باطل رسومات و بدعات پر سیر حاصل بحث ملتی ہے۔ آپ کے یہ دروس ''معالم العرفان'' کے نام سے بیس ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان دروس کو ایسی مقبولیت عطا کی ہے کہ اب علما اور خطبا کی اکثریت ''معالم العرفان'' کی مدد سے درس دیتے ہیں، درس قرآن کا یہ ذوق دونوں بھائیوں میں مشترک تھا، امام اہلسنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر گکھڑ منڈی میں درس دیتے تھے، تو حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ گوجرانوالہ میں یہ شمع روشن کیے ہوئے تھے، ذوق کا یہ اشتراک صرف درس قرآن تک محدود نہ تھا بلکہ بہت سارے معاملات میں دونوں بھائی

یکساں سوچ رکھتے تھے،جیسی محبت اور یگانگت ان دونوں میں تھی آج کے دور میں بہت کم دیکھنے کوملتی ہے،
جب تک امام اہلسنت تدریس کے لیے گوجرانوالہ تشریف لاتے رہے،آپ کا مستقل معمول تھا کہ آپ درس کے آغاز سے پہلے ہی صوفی صاحب کے گھر تشریف لے جاتے ،اس کے بعد درسگاہ کو رونق بخشتے ،وقت اور معمولات کی پابندی میں بھی دونوں اپنی مثال آپ تھے، مجھے آج تک وہ منظر یاد ہے جب نماز فجر سے قبل ایک ہاتھ میں قرآن کریم لیے ہوئے صوفی صاحب مسجد میں تشریف لاتے تھے،پورے ایک سال کے دوران نہ تو مجھے ناغہ یاد ہے اور نہ ہی تاخیر،آپ شاذ ونادر ہی مسجد اور مدرسہ کی حدود سے باہر قدم رکھتے تھے، طلبہ میں مشہور تھا کہ اگر صوفی صاحب مدرسہ سے باہر جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یا تو کسی قریبی عزیز کی عیادت کے لیے جارہے ہیں یا کسی جنازہ میں شرکت کے لیے جارہے ہیں۔طلبہ ان سے اور وہ طلبہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے،غبی اور کمزور طلبہ جو اخلاق اور اعمال کے اعتبار سے قابل رشک ہوتے ،صوفی صاحب نہ صرف انہیں داخلہ دیتے بلکہ ان سے شفقت بھی فرماتے ،آپ کی رائے یہ تھی کہ اگر ان طلبہ کے سرپر ہم دست شفقت نہیں رکھیں گے تو اور کون رکھے گا؟ درس کے دوران اساتذہ کے نصیحت آموز واقعات کے علاوہ انہیں لطائف وظرائف بھی سناتے۔حلقۂ طلبہ میں وہ ابریشم کی طرح نرم تھے تو ملحدوں ،فتنہ وفساد کے علمبرداروں اور ظالم حکمرانوں کے لیے فولاد کی طرح سخت تھے،اسکندر مرزا سے لے کر آخر تک ہر حکمران کی نظروں میں کانٹا بن کر کھٹکتے رہے،کبھی مقدمات ،کبھی زباں بندی اور کبھی قید وبند کی صعوبتیں،مگر ان میں سے کوئی چیز بھی آپ کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کرسکی ،زندگی کے آخری سال سخت تکلیف میں گزرے،سہارے کے بغیر اٹھنا بیٹھنا اور چلنا پھرنا بھی محال تھا،اس حالت میں بھی وہ اللہ کی تقدیر پر راضی اور اس کی نعمتوں پر شکر گزار رہتے تھے،جب کبھی عیادت کے لیے حاضری ہوئی ،انہیں ذکر وشکر ہی میں رطب اللسان پایا،وفات سے دو دن قبل یہ ناچیز گوجرانوالہ کے مضافات میں تھا،امام اہل سنت زید مجدہ کی زیارت کے بعد حضرت صوفی صاحب کی خدمت میں حاضری کا عزم صمیم تھا،صاحبزادگان سے بذریعہ فون وقت بھی طے کرلیا لیکن ٹریفک کے اژدھام کی وجہ سے حاضری نہ ہوسکی ،زندگی بھر اس محرومی کا افسوس رہے گا،انتقال کی اطلاع عین اسی وقت ملی جب ہم واپسی کے لیے جہاز میں بیٹھ چکے تھے،اب تو دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ باری تعالیٰ اپنی کتاب مقدس کے سچے عاشق اور دین کے مخلص خادم اور داعی کو اپنی شایان شان صلہ عطا فرمائے اور ان کی کمزوریوں سے درگزر فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

مولانا سعید احمد جلال پوری
مدیر ماہنامہ بینات جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مفسر قرآن ومحدث دوراں

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے تلمیذ، دارالعلوم دیوبند کے عظیم فرزند، امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے برادر اصغر، ان کے شاگرد، جامعہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کے بانی، شیخ الحدیث ومہتمم، جامع مسجد نور گوجرانوالہ کے خطیب، فکر ولی اللہی کے داعی، مناد اور شارح، اکابر کے علوم ومعارف کے امین وشارح، عظیم محدث، بلند پایہ مفسر، نامور مدرس، علم وتحقیق کے امام قدیم وجدید کے حسین امتزاج، عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت، زہد وتقویٰ، توکل وتکشف، جرأت و بے باکی کی تصویر، تقریر وتحریر کے دھنی حضرت اقدس مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ۲۸/ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ مطابق ۶/ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار صبح دس بجے طویل علالت کے بعد راہی عالم آخرت ہوگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، ان للّٰہ مااخذولہ ما اعطی و کل شئی عندہ باجل مسمیٰ۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید قدس سرہ ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء کو پاکستان کے مردم خیز علاقہ صوبہ سرحد کے ضلع ہزارہ کے ایک دور افتادہ اور پسماندہ گاؤں کڑمنگ بالا میں پیدا ہوئے، بچپن میں ہی والدین کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔

نہایت کٹھن حالات اور مشکلات سے دوچار رہے، مگر خلاق ازل نے ان کی قسمت کی یاوری کی اور ظاہری اسباب میں ان کے بڑے بھائی امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم نے ان کی ماں باپ کی کمی کو پورا کرتے ہوئے ان کی ہمہ قسم کی سرپرستی کی اور ان کی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

ابتدائی طور پر علاقے کے مختلف اساتذہ اور مدارس سے کسب فیض کیا اور مبادیات کی تعلیم کے بعد تکمیل علوم اسلامیہ کی غرض سے ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا، چنانچہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں دار

العلوم دیو بند سے دورۂ حدیث کر کے فاتحہ فراغ پڑھا۔

دار العلوم دیو بند میں آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی اور امام الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی قدس اللہ اسرارہم وغیرہ جیسے اساطین علم وعمل کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے اور ان کے علوم ومعارف اور علم وادب سے بھر پور حصہ پایا، دوسری طرف تردید باطل اور تقابل ادیان کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ نے امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی قدس سرہ سے تربیت حاصل کی، جبکہ طب یونانی کی باقاعدہ تعلیم وتربیت کے لیے آپ نے طبیہ کالج حیدرآباد دکن کا رخ کیا اور وہاں سے باقاعدہ طب وحکمت کی سند حاصل کی۔

تکمیل علوم کے بعد آپ اپنے وطن مالوف تشریف لائے اور گوجرانوالہ میں جامعہ نصرۃ العلوم اور جامع مسجد نور کی داغ بیل ڈالی اور زندگی بھر اپنے ہی قائم کردہ اس مرکز علم وعرفان میں علم وحکمت اور ہدایت ومعرفت کے دریا بہاتے رہے، جہاں قرب وجوار، دور ونزدیک اور اندرون وبیرون ملک کے ہزاروں تشنگان علوم نبوت کو سیراب کیا اور عشق ومستی کی شراب طہور کے جام لٹائے، اور ایک دنیا نے ان کے علوم ومعارف کی زکوٰۃ سے حسب استعداد حصہ پایا۔

حضرت اقدس مولانا صوفی عبدالحمید سواتی قدس سرہ نے علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی اور سلوک و احسان میں اپنے شیخ واستاذ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے بیعت وسلوک اور ارشاد واحسان کا تعلق جوڑا اور زندگی بھر ان کے علوم وانفاس طیبات سے سرشار رہے، یہ اسی کا اثر تھا کہ آپ جہاں علم ظاہری میں بلند پایہ محقق، عظیم محدث، بے مثال مفسر اور مدرس تھے، وہاں آپ اپنے شیخ کے ظل وعکس کے طور پر بے باک مجاہد اور ''لا یخاف لومة لائم'' کی سچی تصویر تھے۔

آپ نے زندگی بھر اپنے اساتذہ اور مشائخ کے علوم ومعارف، مشرب ومسلک اور ذوق ومزاج کو اپنے تلامذہ اور سامعین کے قلوب واذہان میں منتقل کیا، چنانچہ جہاں درس وتدریس کے میدان میں آپ کے تلامذہ آپ کی تعلیم وتدریس پر پروانہ وار جان چھڑکتے اور سر دھنتے، وہاں آپ کے روزانہ کے عام فہم مگر علمی درس قرآن وحدیث اور وعظ وبیان میں بھی عاشقوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا۔

آپ کے خلوص، اخلاص اور للّٰہیت کا ثمرہ ہے کہ آپ نے صرف درس وتدریس اور وعظ وبیان

ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اصلاح خلق کی خاطر لازوال قربانیاں دیں، چنانچہ آپ نے ہر دینی مذہبی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بلکہ ہراول دستہ کا کردار ادا کیا، اس کے لیے کئی بار آپ کو پابند سلاسل ہونا پڑا اور سنت یوسفی کی ادائیگی کا اعزاز بھی حاصل ہوا، کئی بار آپ کے ادارہ جامعہ نصرۃ العلوم اور جامع مسجد نور کے لئے مشکلات بھی آئیں، مگر آپ نے جس بات کو حق و سچ جانا اور سمجھا، اسے کہنے سے دریغ نہیں کیا۔

آپ کے اسی اخلاص، لگن، کڑھن، محنت و جدوجہد کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے ادارہ کو اکابر علمائے دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کا ترجمان و منار بنا دیا۔

یوں تو ہر ادارہ کی اپنی جگہ لازوال خدمات ہیں اور بساط بھر ہر دینی ادارہ علوم نبوت کا شارح اور ترجمان ہے، مگر بالخصوص نصرۃ العلوم اور اس کے بانی حضرت صوفی صاحبؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کی امامت و سیادت اور قیادت کی اوج ثریا پر پہنچا دیا۔

چنانچہ جس مسئلہ میں امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی قدس سرہ یا ان کے ادارہ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی حتمی رائے آجاتی دنیائے علم و عرفان اور اکابر علمائے دیوبند اس کو آنکھ بند کر کے تسلیم کرتے اور اس پر صاد کرتے۔

بلاشبہ دینی مدارس محض اللہ کے توکل اور اہل خیر مسلمانوں کے تعاون سے چلتے ہیں، ارباب مدارس اس کے لئے اہل ذوق مسلمانوں کو ان کے تعاون کے لیے متوجہ کیا کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح مدرسہ نصرۃ العلوم اور جامع مسجد نور بھی محض اللہ کے فضل و عنایت سے وجود میں آئے اور اس کے لئے باقاعدہ کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا اور ان کے بانی حضرت صوفی صاحبؒ بھی اپنے متعلقین و محبین کو اس طرف توجہ دلاتے تھے، مگر اس استغنیٰ اور حزم و احتیاط سے کہ پیغام بھی پہنچ جائے اور ساتھ ساتھ تبلیغ کا فریضہ بھی ادا ہو جائے، چنانچہ حضرتؒ کے خدام میں سے ہمارے محترم دوست جناب میر لقمان اللہ صاحب نے بتلایا کہ:

حضرت صوفی صاحبؒ یوں تو شاذ و نادر ہی کبھی مسجد و مدرسہ کے فنڈ لئے اعلان فرماتے، لیکن جب خدام اصرار کرتے تو یوں اعلان فرماتے:

''اللہ کے بندو! مدرسہ اور مسجد کی فلاں ضرورت کے لیے فنڈ کی ضرورت ہے، اس میں تعاون کرو مگر یاد رکھو اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاکیزہ مال کو قبول کرتے ہیں، اس لیے جن لوگوں کا ذریعہ آمدنی حرام یا مشکوک ہو، وہ مسجد و مدرسہ میں چندہ نہ دیں، اللہ کو حلال مال دو، جن کے پاس حلال نہ ہو، وہ مسجد و مدرسہ کے چندہ میں حصہ نہ ملائے، پہلے اپنا مال حلال کرو پھر اللہ کے نام پر دو، نیز اپنے بچوں اور زیر کفالت افراد کا بھی خیال رکھو، اگر اس سے فاضل ہو تو چندہ دو۔''

دیکھیے! کس ہمت، جرأت، بے باکی، استغنیٰ اور کس خوبصورتی و سلیقہ سے حلال کی ترغیب دی جارہی ہے کہ جو لوگ حلال نہیں کماتے یا ان کی آمدنی حرام و مشکوک ہے، وہ دینی کاموں اور مسجد و مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں حصہ نہیں لے سکتے اور ان کا مال اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جس شخص کا مال اللہ کے بندے قبول نہ کریں یا مسجد و مدرسہ میں نہ لگ سکے، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کیونکر قبولیت حاصل کر سکتا ہے؟ اسی طرح اصحاب حقوق کے حقوق کی ادائیگی اور زیر کفالت افراد کی ضروریات کے خیال رکھنے کا کیسا عمدہ عنوان اختیار کیا گیا؟

حضرت صوفی صاحب قدس سرہ نے درس، تدریس، اہتمام و انتظام، خطابت، دینی اجتماعات، ملی خدمات کے علاوہ جس پابندی سے روزانہ فجر کے بعد عوامی درس قرآن و حدیث کو نبھایا، وہ بھی کسی کرامت سے کم نہیں۔

بلاشبہ آپ موفق من اللہ تھے اور آپ کے اوقات و لحات میں منجانب اللہ برکت تھی حضرت صوفی صاحبؒ کے موفق من اللہ ہونے اور ان کے اوقات میں غیر معمولی برکت ہونے کا حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے کس خوبصورتی سے اظہار فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

''جناب صوفی صاحب اور ان کے برادر محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم ان علماء ربانیین میں سے ہیں، جن کے اوقات میں حق تعالیٰ شانہ نے فوق العادت برکت فرمائی ہے، اور دین قیم کی بے لوث اور خاموش خدمت کے لیے ان کو موفق بنایا ہے، درس قرآن پاک کے پیش لفظ میں جناب مرتب کا یہ انکشاف اسی کی شہادت ہے:

روزانہ درس قرآن پاک ہر زمانے میں علماء کرام کا معمول رہا ہے، چنانچہ سلف صالحین کے نقش قدم پر

چلتے ہوئے صوفی عبدالحمید صاحب مدظلہ العالی نے درس قرآن پاک کا آغاز تقریباً آج سے تیس سال بیشتر جامع مسجد نور، نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ میں کیا، صوفی صاحب ہفتہ میں چار یوم بعد از نماز فجر درس دیتے ہیں ،اس عرصہ میں قرآن پاک کا مکمل درس پانچ مرتبہ دیا جا چکا ہے اور اب چھٹی دفعہ اس کا آغاز ہو چکا ہے، ہفتہ کے باقی ایام میں حدیث پاک کا درس ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں بخاری، ترمذی، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشارق الانوار اور الترغیب والترہیب کا درس مکمل ہو چکا ہے اور اس وقت مسند احمد کا درس جاری ہے۔'' (ماہنامہ بنیات، ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ ص ۶۳)

حضرت صوفی صاحبؒ بلاشبہ غیر معمولی صفات وخصوصیات کے مالک تھے، ان کے تلامذہ کا بیان ہے کہ حضرت صوفی صاحبؒ واقعی اسم بامسمّٰی تھے، حضرت صوفی صاحبؒ کا تصوف کا کیا مقام تھا؟ اور ان کو اس عنوان پر کس قدر درک وادراک تھا؟ اس کا اندازہ ان کی کتاب فیوضات حسینی اور اس کے مقدمہ کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

عملی اعتبار سے ان کے تقویٰ وطہارت اور شرم وحیاء کا یہ حال تھا کہ ان کی نگاہیں ہمیشہ نیچی رہتی تھیں حتیٰ کہ درس گاہ میں بھی ان کا یہی معمول ہوتا، دوران درس نہایت متانت وسنجیدگی کا مظاہرہ فرماتے، ان کے سبق میں حشو وزوائد نہ ہوتے، ان کی کوئی بات ثقاہت کے معیار سے گری ہوئی نہ ہوتی، ان کی ہر بات تحقیق وثبوت کی چھلنی سے چھن کر نکلتی، وہ کوئی بات بلاثبوت وبلاحوالہ نہ کرتے، چنانچہ ان کا درس حدیث، درس قرآن بلکہ خطبہ جمعہ بھی باحوالہ ہوتا، وہ اکابر واسلاف کی تحقیقات کے پابند تھے، وہ اپنے اساتذہ ومشائخ کے ذوق ومزاج کے خوگر تھے، حضرت موصوف نہایت متحمل مزاج اور دھیمے انسان تھے، ان پر جذباتیت کا اثر نہیں تھا، تاہم اگر خلاف اسلام یا اکابر علماء کی اہانت وتوہین کا کوئی پہلو محسوس فرماتے تو جلال میں آجاتے۔

ان کا ہر روز بلکہ زندگی بھر کا معمول تھا کہ وہ نماز کے وقت سے پہلے نماز کے لیے تیار ہو جاتے تھے، چنانچہ جیسے ہی موذن اذان کیلئے اللہ اکبر کہتا، حضرت صوفی صاحبؒ عین اسی وقت مسجد میں داخل ہو رہے ہوتے، یقیناً آپؒ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے مصداق تھے کہ ''جب بھی نماز کا وقت آیا میں نے اس کی تیاری اس کے وقت سے پہلے کر لی تھی، اور جب بھی نماز کا وقت آتا، ایسا معلوم ہوتا

تھا کہ میں پہلے سے اس کا مشتاق تھا۔‘‘

بلاشبہ ہمارے اکابر و اسلاف صحابہؓ و تابعینؒ کے سچے عاشق، شیدائی اور فرمانبردار تھے، جس طرح ان حضرات کا مسجد کے ساتھ رشتہ مظبوط و مستحکم تھا، ٹھیک اسی طرح ان حضرات کو بھی مسجد کے علاوہ کہیں چین و سکون نہیں ملتا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ نماز سے پہلے مسجد میں نماز کا انتظار فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت سعید بن مسیب کے بارہ میں آتا ہے کہ: ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور وہ مسجد میں موجود نہ ہوں، یعنی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کی غیر حاضری میں اذان ہوگئی ہو، ٹھیک اسی طرح حضرت صوفی صاحبؒ کا معمول تھا، شاید ایسا کبھی نہ ہوا ہوگا کہ وہ گھر میں ہوں اور اذان ان کی غیر حاضری میں ہوئی ہو۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی حسنات کا یوں تو شمار و بیان ہم ایسے جاہلوں اور کوتاہ علموں کے لئے نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے، تاہم اللہ تعالیٰ نے ان سے قرآن و سنت اور علوم نبوت کی جو خدمت لی، سب سے بھاری ہے۔

آپؒ کی ساری زندگی قال اللہ وقال الرسول میں گزری، علماء، طلبہ کو علوم وفنون صرف، نحو، فلسفہ، معانی، بدیع، بیان، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر اور اصول تفسیر پڑھایا، اس کے علاوہ روزانہ صبح عوام کو قرآن و حدیث کے درس سے سرفراز فرمایا، چنانچہ آپ کے انہیں دروس کو کیسٹ کی مدد سے نقل کر کے جب مدون کیا گیا اور اس کی تصحیح و تخریج کی گئی تو وہ ’’معالم العرفان فی دروس القرآن‘‘ کے نام سے اردو زبان کی خالص علمی، تحقیقی اور معیاری تفسیر کہلائی، اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اردو تفاسیر کے مجموعہ میں اس سے زیادہ محقق، مفصل اور مبسوط تفسیر شاید ہی کوئی ہو، کیونکہ ہماری معلومات کے مطابق ۱۳ ہزار صفحات اور ۲۰ جلدوں پر مشتمل تا حال کوئی اردو تفسیر وجود میں نہیں آئی۔ اس تفسیر کی جلالت قدر اور اس کی علمی تحقیقات کے بارہ میں حکیم العصر حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی یہ شہادت کسی سند سے کم نہیں کہ:

’’...... جس توسع اور تفصیل سے آیات کریمہ کی تشریح کی گئی ہے، اس پر تفسیر عزیزی کا گمان ہوتا ہے، مضامین تمام تر اہل حق کے مطابق ہیں اور مصنف نے تفسیر و حدیث وغیرہ کی جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے، ان کا حوالہ بتعیین صفحات حاشیہ میں دے دیا گیا ہے۔‘‘ (ماہنامہ بینات، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ ص ۶۱)

اسی طرح ماہنامہ بینات ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ میں معالم العرفان پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے مزید لکھا:

''درس کا انداز عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ عالمانہ، مصلحانہ اور عارفانہ ہے، آیات بینات کی تشریح و تفسیر احادیث صحیحہ اور سلف صالحین کے علوم کی روشنی میں کی گئی ہے، حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے صاحبزادہ گرامی مسند الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے علوم و افادات سے بطور خاص استفادہ کیا گیا ہے، خدا کرے یہ پورا درس قرآن کتابی شکل میں شائع ہو جائے تو یہ ہمارے دور کی عظیم الشان تفسیر ہوگی، واللہ الموفق۔'' (ص ۶۳)

عموماً مفسرین ابتداً اور شروع میں بسط و تفصیل سے اور آخر میں ایجاز و اختصار سے کام لیتے ہیں، مگر حضرت صوفی صاحبؒ کی ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کا انداز سب سے ہٹ کر ہے، چنانچہ انہوں نے شروع سے آخر تک یکسانیت کا مظاہرہ کیا اور بسط و تفصیل کے ایک ہی انداز کو نبھایا ہے۔

اسی طرح آپ کی تصنیفی خدمات میں سے ''نماز مسنون کلاں'' ایک بیش بہا خدمت ہے، جس میں آپ نے مسلک احناف کی نماز کو دلائل و براہین سے مسنون نماز ثابت کیا ہے، دراصل دور حاضر کے غیر مقلدین سیدھے سادے مسلمانوں اور خصوصاً حنفی حضرات کو پریشان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہاری نماز خلاف سنت ہے بلکہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ تمہاری نماز ہی نہیں ہوتی، عامۃ الناس اور فقہ حنفی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی اس پریشانی اور اضطراب کو دور کرنے اور غیر مقلدین کے باطل پروپیگنڈا کے توڑ کے لیے آپ نے نہایت مبسوط و مدلل نماز مسنون تالیف فرما کر نماز حنفی کے ایک ایک عمل کو قرآن و سنت سے مبرہن فرمایا، اس کے علاوہ ایک دوسری کتاب نماز مسنون خورد بھی ہے۔

اسی طرح مقدمہ صحیح مسلم، مولانا عبیداللہ سندھی کے علوم و افکار، مقالات سواتی: جسمیں آپ کے اکتیس علمی و تحقیقی مضامین کو جمع کیا گیا ہے۔

دروس الحدیث (۴ جلد) تشریحات سواتی اٰلی ایساغوجی، بیان الازہر ترجمہ فقہ اکبر، خطبات صدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، عقائد اہل سنت ترجمہ عقیدۃ الطحاوی، سعدیات فارسی، شرح شمائل ترمذی (۲ جلد) فیوضات حسینی، اور خطبات سواتی (۶ جلد) ایسی خالص علمی اور تحقیقی کتابیں شامل ہیں

،عام طور پر خطبات جمعہ باحوالہ نہیں ہوتے مگر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب قدس سرہ کے خطبات کا یہ اختصاص ہے کہ وہ بھی ان کی دوسری تصنیفات کی طرح باحوالہ ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کی علمی و تصنیفی خدمات میں سے درج ذیل شاہکار بھی شامل ہیں:

ترجمہ وتشریح ترمذی شریف ابواب البیوع ،ترجمہ وتشریح ابن ماجہ شریف کتاب الطہارۃ ،تقریر بخاری شریف مکمل جو بحمد اللہ ۲۰۰۷ء سے ماہنامہ نصرۃ العلوم میں مسلسل شائع ہو رہی ہے۔

اسی طرح آپ نے حضرت ولی اللہؒ ،شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی تصنیفات اور علوم وافکار پر بھی بھرپور کام کیا ،ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

''صرف ولی اللّٰہی''......حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ......کی اشاعت مع مقدمہ وتصحیح ''الطاف القدس فی معرفۃ النفس''......حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ......کا ترجمہ وتصحیح ،عقیدۃ الحسنہ......حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ......کا ترجمہ وتصحیح ''میزان البلاغہ''......حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ......کا ترجمہ و تصحیح ،تفسیر آیت النور''......حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ......مجموعہ رسائل مکمل دو جلد،......حصہ اول دس رسائل اور حصہ دوم بیس رسائل......حضرت شاہ رفیع الدینؒ......''تکمیل الاذہان''......حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ......مع مقدمہ وتصحیح ''حجۃ الاسلام'' حضرت نانوتویؒ ،کی تعریب ،اجوبہ اربعین کا مقدمہ، تحقیق، تخریج کے علاوہ جدید قالب میں طباعت ''مبادی تاریخ الفلسفہ''......مولانا ابوالکلام آزادؒ......کی تعریب ،عون الخبیر شرح فوز الکبیر ،کا ترجمہ وتشریح۔

''دمغ الباطل''......حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ......جس کی تصحیح وتطبیق پر آپ نے پانچ سال کی محنت شاقہ اٹھائی اور اس کا متعدد نسخوں سے مقابلہ کیا پھر اس کا مقدمہ لکھا اور نہایت تصحیح کے ساتھ اس کی طباعت فرمائی اور اس پر اس دور کے اکابر نے آپؒ کی خوب تحسین تشجیع اور ہمت وحوصلہ افزائی فرمائی تھی۔

تفسیر کے علاوہ مستقل ترجمہ قرآن کریم ،جو معالم العرفان کی بیس جلدوں میں پھیلا ہوا تھا ،اب یکجا کر دیا گیا ہے ،آخر میں آپ کی تصنیف ''الاکابر'' منصہ شہود پر آئی ہے ،چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک آپ نے جن جن اکابر پر جو کچھ لکھا تھا ،اس میں وہ تمام مضامین جمع کر دیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت صوفی صاحب اور ان کے برادر بزرگ امام اہلسنت حضرت اقدس مولانا محمد

سرفراز خان صفدر مدظلہ سے اس دور میں خوب خوب کام لیا اور بطور خاص جن شعبہ جات میں کام کرنے کی ضرورت تھی، ان کو ان شعبوں کی طرف متوجہ فرما کر ان سے کام لیا گیا۔

حضرت صوفی صاحب قدس سرہ گزشتہ کئی سال سے علیل اور اب کئی ماہ سے صاحب فراش بلکہ حالت استغراق میں تھے ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق اتوار ۲۸/ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ کو دس بجے دن آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دنیا سے منہ موڑ گئے، اسی دن شام کو نماز جنازہ ہوئی، آپ کے صاحبزادے اور جانشین مولانا محمد فیاض خان سواتی مدیر جامعہ نصرۃ العلوم نے نماز جنازہ پڑھائی، ملک بھر کے اکابر علماء، صلحاء اور طلبہ نے جنازہ میں شرکت کی اور حسب وصیت آپ کو گوجرانوالہ کے عام قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

بلاشبہ حضرت صوفی صاحبؒ کی رحلت سے جہاں جامعہ نصرۃ العلوم کے اساتذہ، طلبہ، متعلقین، اعزہ و اقربا کو عظیم صدمہ پہنچا ہے، وہاں پورے اہل علم ان کی رحلت کے صدمے سے دوچار ہیں۔

بلاریب امام اہل سنت حضرت اقدس مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ کا یہ فرمانا بالکل بجا ہے کہ:

''حضرت صوفی صابؒ کی رحلت سے میری کمر ٹوٹ گئی، کیونکہ انہوں نے میرا ہر میدان میں ساتھ دیا، گھریلو، معاملات، خاندانی مسائل، دینی، تعلیمی، تدریسی اور انتظامی معاملات میں ہمیشہ انہوں نے میرا ساتھ دیا ہے۔''

اس لیے حضرت صوفی صاحب کی رحلت علم و عمل، بحث و تحقیق اور زہد و اتقا کی موت ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کی زندگی بھر کی دینی خدمات کو قبول فرما کر ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی عمر بھر کی کوتاہیوں سے درگزر فرما کر ان کو اپنے قرب سے مالا مال فرمائے اور آپ کے برادر بزرگ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ اور ان کے نسبی و روحانی اخلاف کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁❁❁❁

مولانا محمد ازہر
ایڈیٹر ماہنامہ الخیر ملتان

جامع الصفات عالم ربانی کی رحلت

برصغیر کے ممتاز عالم دین محدث جلیل، مفسر قرآن، استاذ العلماء حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کے سانحہ ارتحال کی خبر عوام وخواص کے لئے روح فرسا اور المناک ہے، تعلیمی وتدریسی حلقوں میں ان کے علم و فضل اور تدریس کی شہرت بوئے گل کی طرح پھیلی ہوئی تھی، تعلیم وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتذکیر، اصلاح وارشاد، امامت وخطابت، سیاست وقیادت غرضیکہ خدمت دین کے تمام شعبوں میں انہوں نے گرانقدر اور وقیع کام کیا۔

حضرت صوفی صاحب کا سن ولادت ۱۹۱۷ء ہے، بچپن ہی میں والد محترم اور والدہ محترمہ کے آغوش شفقت سے محروم ہو گئے تھے، عالم غربت میں ایک نیک دل بزرگ نے آپ اور آپ کے برادر بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر (اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کامل عطا فرمائے اور ان کا سایہ سلامت رکھے) کو قصبہ بفہ میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے مدرسہ میں داخل کرادیا، دونوں بھائیوں نے ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی، کچھ کتابیں دیگر مدارس میں پڑھیں، جبکہ درس نظامی کی اکثر وبیشتر کتب گوجرانوالہ کی قدیم دینی درسگاہ مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب سے پڑھیں، حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مشفقت ومربی استاذ تھے، جن طلبہ میں محنت، استعداد اور علمی ذوق دیکھتے ان پر خصوصی توجہ فرماتے۔

حضرت مولانا سرفراز خان اور حضرت صوفی صاحبؒ کو زمانہ طالب علمی میں اپنے استاذ کی شفقت، توجہ اور خصوصی نگرانی حاصل رہی، بعدازاں دونوں حضرات دورۂ حدیث کے لئے عالم اسلام کی شہرۂ آفاق دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند حاضر ہوئے اور ۱۹۴۱ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے سند تکمیل حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۲ء میں آپؒ نے گوجرانوالہ میں مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی جسے آپؒ کے اخلاص ودردمندی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کی تدریس وسرپرستی نے صف اول کی جامعات کی صف میں پہنچا دیا، یوں تو حضرت صوفی صاحبؒ کی دینی وعلمی اور تصنیفی وتالیفی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور ہر شعبہ مستقل تحریر کا متقاضی ہے مگر آپ کے عوامی درس قرآن کریم کی مقبولیت، افادیت اور وسعت خاص عطائے خداوندی ہے، نصرۃ العلوم کی انتظامی وتدریسی مصروفیات کے ساتھ آپ نے آج سے تقریباً پچاس سال پہلے جامع مسجد نور نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ میں نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا تھا، اس درس کا مقصد قرآن پاک کے علوم ومعارف کو آسان اور عام فہم زبان میں بیان کرنا اور اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تمنا اور تڑپ رکھنے والوں کو قرآنی تعلیمات سے آگاہ کرنا تھا۔

حضرت صوفی صاحب کے اخلاص وللّٰہیت اور حسن نیت کی بدولت تکلف وبناوٹ سے پاک سلیس وسادہ انداز میں دیے گئے ان دروس قرآن کریم کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی اور نہ صرف درس کے شرکاء وسامعین کی زندگیوں میں قرآن کریم کی منشاء کے مطابق خوشگوار انقلاب آیا بلکہ آپ کے ارادت مندوں نے ان کی اشاعت وطباعت کا اہتمام کر کے عام مسلمانوں کے لئے بھی استفادہ اور قرآنی تعلیمات سے روشناس ہونے کا سامان کیا، یہ دروس بیس جلدوں میں ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کے نام سے شائع ہوئے، ان دروس میں قرآنی علوم ومعارف کے علاوہ باطل اور گمراہ فرقوں کے غلط عقائد ومسائل پر بڑے شستہ انداز میں تنقید کی گئی ہے، کسی کی دل آزاری کے بغیر حق کو واضح کیا گیا ہے، مسلمانوں کی تباہ حالی اور ان کے معاشرے میں پنپنے والی برائیوں اور خامیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

علمائے حق کے عقائد کی روشنی میں غلط افکار ونظریات کی بیخ کنی کی گئی ہے، زمانہ قریب کے نام نہاد مفسرین (سرسید، پرویز، عبداللہ چکڑالوی وغیرہ) کی علمی خیانتوں اور تحریفات کا پردہ چاک کیا گیا ہے، مودودی صاحب مرحوم اور مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کی علمی وفکری لغزشوں اور جمہور امت سے الگ ہو جانے پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

ان دروس کی خصوصیت یہ ہے کہ مناسب استعداد رکھنے والا عالم دین دس پندرہ منٹ میں درس قرآن کریم کی تیاری کر سکتا ہے۔

راقم السطور نے بھی اپنی بساط کے مطابق ملک کے معروف رفاہی ادارے ''الامین ٹرسٹ'' کے توسط و تعاون سے بعض مساجد میں درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے، مجھے ایک مخلص اور بزرگ عالم دین نے حضرت صوفی صاحبؒ کے دروسِ قرآن کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا ''عربی تفاسیر دیکھا کرو، اس سے علمی ذوق پیدا ہوتا ہے'' ان کا ارشاد بالکل بجا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان دروس میں متفرق کتابوں میں بکھرے ہوئے گرانقدر تفسیری جواہرات بڑی آسانی سے یکجا مل جاتے ہیں، ان کے علاوہ برصغیر کی نابغۂ روزگار شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ کے علوم و معارف اور حکمت و فلسفہ کی آسان تعبیرات بھی جا بجا موجود ہیں، آپ کی باقیات صالحات میں دروس القرآن کے علاوہ درس الحدیث، خطبات سواتی، نماز مسنون کلاں، شرح شمائل ترمذی، مقالات سواتی، مجموعہ رسائل، صحیح مسلم کا مقدمہ اور مباحث کتاب الایمان، مولانا عبید اللہ سندھی کے علوم و افکار سمیت چھوٹی بڑی تقریباً پچاس تصنیفات ہیں، جن میں بعض ضخیم اور چھ چھ جلدوں پر مشتمل ہیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی رحلت اس اعتبار سے دینی و علمی حلقوں کے لیے بڑا صدمہ اور نقصان ہے کہ قحط الرجال کے موجودہ دور میں معیار تعلیم و تدریس زوال پذیر ہے، سنجیدہ و متین علماء اور مدرسین بتدریج کم ہوتے جا رہے ہیں، خدمت دین کے تمام شعبوں بالخصوص تدریس کے میدان میں ذی استعداد اور مخلص افراد کا فقدان ایک خوفناک ملی مسئلہ بن چکا ہے، ان حالات میں حضرت صوفی صاحب کا وجود مسعود تشنگان علوم دینیہ کے لیے بڑی نعمت تھا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاف کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ملت کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائے، بالخصوص آپ کے صاحبزادے اور جانشین مولانا فیاض خان سواتی، جنہیں حضرت صوفی صاحب نے اپنی زندگی ہی میں مدرسہ نصرۃ العلوم کا مہتمم اور اپنا جانشین بنا دیا تھا، کو اللہ تعالیٰ اس بار گراں کو سنبھالنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے، راقم کو حضرت صوفی صاحب کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ۱۹۹۲ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم میں ہوا، مگر آپ کے حسنِ اخلاق، وقار، سادگی، محبت و شفقت، ملاطفت اور مہمان نوازی کے نقوش تا حال تازہ ہیں، امت حضرت صوفی صاحبؒ کی رحلت سے ایک مفسر، محدث اور مدرس و مبلغ سے محروم ہو گئی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مراتب عالیہ سے نوازے، آمین۔

مولانا عبدالرشید انصاری
رئیس التحریر ماہنامہ نورعلیٰ نور

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ

پیکرِ علم وعمل

(درکفِ جامِ شریعت، درکفِ سندانِ عشق)

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں
ہر لحہ رنگ بدلتی دنیا میں چلو چلی کا عالم ہے
بشر آگے پیچھے ہیں سب رواں
چلے جا رہے ہیں کشاں کشاں
کوئی قیدِ پیر وجواں نہیں

جانے والے جب چلے جاتے ہیں تو چلے ہی جاتے ہیں، پہلے گھر اور گھر والوں سے، پھر جاننے والوں کی یاد سے، اور پھر دشمنوں کی توجہات سے اور آخر کار چاہنے والے اور دل سے محبت کرنے والے بھی رفتہ رفتہ بھلا ہی دیا کرتے ہیں البتہ کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن سے نہ کوئی رشتہ داری اور نہ کبھی دوستانہ پیار محبت کے مراسم استوار ہونے کی نوبت آئی، تاہم نہاں خانہ دل و دماغ میں ایسے ڈیرے جما کر بیٹھ جاتے ہیں کہ انہیں بھولنا بھی چاہیں تو بھلا نہ پائیں گے۔

غالباً ۱۹۶۰،٦۱ء میں جب میری عمر ۱٦ یا ۱۷ سال تھی، لکھنے پڑھنے، یا مذہبی ماحول سے کوئی واسطہ نہ تھا، ایک دن شام کو ہوزری فیکٹری سے محنت مزدوری کر کے گھر واپس آتے ہوئے فیصل آباد دھوبی گھاٹ کے پارک میں گیس لیمپوں کی لمبی قطاریں اور لوگوں کا ہجوم دیکھا تو میرے لئے یہ پہلی مرتبہ عجیب اور دل آویز منظر تھا جلسہ شروع ہوا تو شاعرِ احرار مرزا غلام نبی جانباز مرحوم نے نہایت بے باکانہ انداز اور بلند آہنگ

مترنم آواز میں اپنا کلام پیش کیا،

لو تم بھی سنو، حکمران بھی سنیں
ایک بات سنانے آیا ہوں
میں پھر سے ممولے کو لے کر
شاہیں سے لڑانے آیا ہوں
یہ راج محل کی دیواریں
محفوظ کرو ، محفوظ نہیں
یہ راج محل جل جائے گا
میں آگ لگانے آیا ہوں

بعد میں معلوم ہوا تو بڑی حیرانگی ہوئی کہ حکومت نے اس نظم کی پاداش میں جانباز مرحوم پر چھ ماہ کیلئے زبان بندی کا حکم نافذ کر دیا، ان کے بعد مجلس احرار اسلام کے صدر شیخ حسام الدین مرحوم نے جو شعلہ بار خطاب کیا، بوڑھے خطیب کے چند جملے مجھے آج بھی یاد ہیں، انہوں نے کہا تھا "مولانا مودودی! ایوبی غنڈوں نے موچی دروازہ لاہور میں آپ کا جلسہ الٹ دیا اور آپ کے کارکن کھڑے دیکھتے رہے، ہوتا میرا جلسہ تو میں اعلان کرتا

"ایوب خان! آج کے بعد ملک میں تم کہیں جلسہ نہیں کر سکو گے"، میری جماعت مجلس احرار مر تو سکتی ہے لیکن جماعتِ اسلامی کی بزدلانہ گود میں نہیں جا سکتی۔"

بعد ازاں صرف ایک مرتبہ شیخ حسام الدین مرحوم کو سننے کا موقع ملا، اسی طرح مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور علامہ دوست محمد قریشی کی تقاریر سنیں، دیگر بزرگوں کو دیکھا اور سنا، مگر ان سے نہ کبھی راہ و رسم پیدا ہوئے نہ ان کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوا، جبکہ ان کی یادیں کبھی ذہن سے محو ہوئیں نہ انہیں بھلایا جا سکا۔

ایسی ہی ناقابلِ فراموش ہستیوں میں سے مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی بھی

تھے، جن کی صرف دو مرتبہ زیارت نصیب ہوئی اور ایک مرتبہ ان کی تفسیر قرآن بعنوان معالم العرفان، متعلقہ سورۃ آل عمران کے مطالعے کا اتفاق ہوا اور بس..... مگر ان کی یاد کے سامنے میں عاجز ہو گیا ہوں، انہیں فراموش کرنا میرے بس میں نہیں ہے جیسا کہ وہ خود اپنے علم اور عقیدے کے سامنے عاجز ہو گئے تھے یعنی انہوں نے جو کچھ پڑھا اور جو کچھ سیکھا، اپنے ایمان واخلاص کے ہاتھوں اس کی تعمیل پر مجبور تھے، وہ علم وعمل کا پیکر تھے، انکے قول وعمل میں کوئی تضاد نہ تھا وہ اس آخری زمانہ میں قرونِ اولیٰ کے جلیل المرتبت اسلاف کی تابندہ مثال تھے۔

لاہور کے علماء کے ہمراہ پہلی مرتبہ جب ان کی زیارت نصیب ہوئی تو ان کی سادگی نے بے حد متاثر کیا اور دوسرے یہ کہ اپنے سے کمتر افراد کو نیک تر خیال کرتے ہوئے اور ان کی روحانی نسبتوں کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے انہیں بے حد عزت واحترام عطا کر رہے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ ان سے اپنے لئے دعاؤں کا کہہ رہے تھے تو مجھے عظیم صحابی رسول حضرت ابوذر غفاریؓ یاد آ گئے جو غضیفؒ سے کہہ رہے تھے کہ بھائی میرے لیے دعا کرو، خداوند تعالیٰ کے دربار میں میری بخشش کی سفارش کرو کہ وہ میرے گناہ معاف کر دے، غضیفؒ تابعی تھے یہ صورت حال دیکھ کر پریشان ہو گئے۔

کہنے لگے اے صحابی رسولؐ یہ آپ مجھ سے کیا فرما رہے ہیں؟ آپ تو نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں، یہ آپؓ پر حق ہے کہ میرے لئے آپؓ مغفرت کی دعا کریں، نہ کہ میں، تو حضرت ابوذرؓ نے جواباً فرمایا کہ نہیں، تم میرے لئے دعا کرو، کیونکہ میں نے ابھی ابھی حضرت عمرؓ کی زبان سے سنا ہے کہ انہوں نے تمہارے متعلق فرمایا ہے کہ نعم العبد غضیف (غضیف بہت اچھا بندہ ہے) جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سچائی عمر کی زبان پر چسپاں کر دی گئی ہے۔

لہٰذا چونکہ فاروق اعظم نے تمہیں اچھا کہا ہے تو تم اچھے ہی ہو اور اچھے لوگوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت حاصل کرتی ہیں۔

افسوس ان لوگوں پر جو اہل بیت اطہار کے علاوہ حضرت ابوذر غفاریؓ کو ہدایت یافتہ گروہ میں شامل تو مانتے ہیں مگر اس عمر فاروقؓ کو نہیں مانتے جن کے بارے میں حضرت ابوذرؓ جنابِ غضیفؒ کو رسول

اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا رہے ہیں کہ سچائی عمر کی زبان پر چسپاں کر دی گئی ہے، بس یہی خوبی ہے کہ انہوں نے جو پڑھا اور سیکھا تھا اس پر عمل بھی کیا۔

اس میں چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں، نہ وقت اور جگہ کی کوئی قید ہے، ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے ایک شخص کھڑا کسی معاملے پر تکرار کر رہا تھا کہ اچانک حضرت ابوذرؓ وہیں بیٹھے اور کیچڑ میں لیٹ گئے، اس شخص کو اپنی لڑائی بھول گئی، وہ حیرانگی سے پوچھنے لگا، آپ کو کیا ہوا کہ آپ اچانک یہاں بیٹھ کر لیٹ گئے، یہ لیٹنے کی جگہ تو نہیں تھی تو فرمانے لگے میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جب تمہیں غصہ آئے تو کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ اور بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ، مجھے تمہاری گفتگو پر غصہ آ گیا تھا اسی لیے میں لیٹ گیا۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے حضرت ابوذرؓ کے مرتبہ و مقام کے بارے میں پوچھا تو فرمایا ابوذرؓ وہ شخص ہیں وعی علما عجز فیه (انہوں نے علم کی حفاظت کی اور اس علم کے سامنے وہ عاجز ہو گئے) یعنی انہوں نے جو کچھ سیکھا اس پر عمل کیا، نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ یہی تھا کہ آپ ﷺ جو کچھ کہتے تھے اس پر خود بھی عمل کرتے تھے، آپ ﷺ نے فلسفہ توحید دنیا کے سامنے پیش ہی نہیں کیا بلکہ اس پر عمل بھی کر کے دکھایا۔

آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ اہل کفر و شرک اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج لا کر رکھ دیں پھر بھی میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پیغام دنیا کو پہنچانے سے باز نہیں آؤں گا۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مرحوم مجھے ایسے ہی نظر آئے کہ وہ اپنے علم کے سامنے عاجز ہو گئے تھے، انہوں نے جو پڑھا، اس پر عمل کیا اور اسے دنیا تک پہنچایا۔

آج وہ ہم میں نہیں ہیں لیکن علوم قرآن وسنت کے احیاء اور اشاعت کیلئے ان کی گراں مایہ تصنیفات، ان کے صحبت یافتہ ہزاروں علماء اور ان کا قائم کردہ ادارہ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، ان کے باعمل ہونے کی حسین داستان بیان کرتے رہیں گے۔

===============

شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ
مہتمم دار العلوم کبیر والا کاوش (مولانا) محمد عبداللہ عمر
مدرس و ناظم ماہنامہ تذکرہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

دل سے نزدیک آنکھوں سے اوجھل

گلشنِ مدنی" کا ایک اور چمکتا، دمکتا، تابندہ ستارہ ماند پڑ گیا "انا للہ وانا الیہ راجعون" جس کا سرمایہ زندگی قال اللہ وقال الرسول تھا، جو اہلسنت والجماعت کے مسلک اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے مشرب کا امین وفہیم تھا، جس نے حضرت مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی، مولانا عبد الشکور لکھنوی، مولانا ابراہیم بلیاوی، مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، مولانا ادریس کاندھلوی اور دیگر جبال علم نور اللہ مرقدہم سے زانوئے تلمذ حاصل کیا، جس کو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہم سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔

جس کو امام اہلسنت قاطع شرک و بدعت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ کا برادر صغیر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، جس کو اہل دنیا بقیۃ السلف، زبدۃ العلماء، شیخ المحدثین والمفسرین حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ کے نامِ نامی اسمِ گرامی سے یاد کرتی ہے، رب ذوالجلال نے آپ کو جملہ صفات نبویہ کا عکس اور مرقع بنایا تھا، جس کی وجہ سے آپ حقیقی طور پر سچے وارث نبوی ﷺ کہلانے کے مستحق تھے۔

☆...... دنیا میں ارباب علم وفضل، زہد وتقویٰ، سلوک واحسان، درس وتدریس، فقہ وفتویٰ، ماہرین کی کوئی کمی نہیں ہے، لیکن ایسی شخصیات جن میں جملہ صفات مجتمع ہوں خال خال ہی نظر آتی ہیں۔

☆...... آپ بیک وقت قرآن کریم کے دلدادہ، تزکیہ نفس کے عظیم منصب پر فائز، تفسیر وحدیث کے مسند نشین، تعلیم الکتاب والحکمت کے مصداق، منبر ومحراب کی زینت، داعیاً إلی اللہ ورسولہ کی حقیقی تصویر، ملت کفر وشرک کو اسلام کی طرف بلانے، جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے، عملی جہاد میں حصہ لینے اور ان کی سرپرستی

کرنے میں کمالات نبوت کا ٹھیک عکس اور پرتو تھے۔

☆...... آپ کو جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب سے ایسی عقیدت ومحبت تھی کہ بارہا آپ ﷺ اور دیگر انبیاء حضرت آدم، حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت خضر، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ سیدنا صدیق اکبر، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنؓ وحسین، حضرت ابوسلمہ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔

☆...... آپ کو قرآن کریم سے اس قدر عشق وشغف تھا جب تک صحت نے وفا کی جامع مسجد نور میں درس قرآن کا دامن نہ چھوڑا، طلباء کے علاوہ سینکڑوں عوام الناس شہر کے اطراف سے آپ کا درس سننے کیلئے آتے تھے۔

آپ کے دروس کا حسین مجموعہ ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' ۲۰ جلدوں میں شائع ہوکر اردو زبان میں سب سے بڑی تفسیر ہونے کا طرہ امتیاز حاصل کر چکا ہے، جو باوجود علمی ہونے کے سادہ اور عام فہم ہے۔

☆...... درس وتدریس کی مسند پر آپ بلا مبالغہ نابغہ روزگار شیخ الحدیث تھے، درس کے درمیان کوئی نازیبا کلمہ یا جملہ زبان پر نہ لاتے تھے، گھنٹوں ایک ہی نشست پر بیٹھ کر علمی جواہر بکھیرتے، اختلافی مسائل پر زبانی حوالہ جات اس انداز سے پیش کرتے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے نظریہ وفکر سے موافقت نہ کرنے والا ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اعتراف شکست کر رہا ہے۔

☆...... آپ بہترین مدرس، عمدہ خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ کتب کثیرہ کے مصنف بھی تھے، انتظامی امور کے باوجود آپ کے قلم سے ایسی فقید المثال تصانیف منصۂ شہود پر آئیں جو بلاشبہ امت مسلمہ کے لئے گراں قدر وبیش بہا علمی ذخیرہ ہیں۔

مشتے نمونہ از خروار کے مصداق چند مشہور تصانیف ''معالم العرفان فی دروس القران، دروس الحدیث، خطبات سواتی، شرح شمائل ترمذی، ابن ماجہ، ترمذی ابواب البیوع، مقدمہ مسلم، الاکابر، مقدمہ اجوبہ اربعین، تشریحات سواتی وغیرہ۔

☆...... تصوف کے سلسلہ میں آپ اپنی ذات کیلئے ہمیشہ اولاً متفکر رہتے تھے، اور ثانیاً دوسروں کیلئے، آپ

نے ۱۹۴۳ء میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے دست حق پر بیعت کی، تزکیہ نفس کے باعث ہی آپ کو''صوفی'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، یاد رہے آپ صوفی ہونے کے باوجود سیاست مدنی کو بھی بخوبی جانتے تھے، زہد وتقویٰ کے ساتھ ساتھ شجاعت جرأت و بہادری، صاف گوئی اور بے باکی میں اپنی مثال آپ تھے، آپ نے بلا مبالغہ وفات تک زندگی کا اکثر حصہ مدرسہ کی چاردیواری میں گزار دیا۔

☆...... حضور ﷺ کے مقصدِ بعثت یعنی انسانیت میں علم وحکمت اجاگر کرنے اور عوام کے قلوب میں اخلاص وللّٰہیت پیدا کرنے، مخلوق کو خالق کے ساتھ ملانے، مایوسی اور ناامیدی کے بھنور میں امت کی ڈوبتی کشتی کو ساحل سے لگانے، کفر وشرک میں گھری امت کو نئی زندگی اور نیا شعور دینے کے لیے ۱۹۵۲ء گوجرانوالہ شہر کی ایک ناموافق جگہ جہاں شرک وبدعت کا بسیرا تھا، مسجد ومدرسہ کی بنیاد رکھی جس کی پاداش میں بہت سی مشقتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔

مگر آپ کے اخلاص وجدو جہد اور آپ کی شب بیداریوں کی بدولت آج جامعہ نصرة العلوم کو ایسا عروج ملا جو کہ اب عالم دنیا میں ایک نامور ادارہ ہے، جس سے سینکڑوں تشنگانِ علم علوم نبوی سے سیراب ہو چکے ہیں۔

الحمد للہ راقم الحروف نے بھی اپنے تعلیمی دور کا آغاز جامعہ نصرة العلوم ہی سے کیا اور درجہ اولیٰ وثانیہ میں مشفق ومربی اساتذہ کرام کی نگرانی میں اکتساب علم کیا، شومیٔ قسمت حضرت صوفی صاحبؒ سے شرف تلمذ نہ حاصل ہو سکا۔

☆...... آپ انتہائی درجہ کے متواضع، ملنسار اور بے ضرر انسان تھے، راقم الحروف دورہ حدیث شریف کے بعد بغرض اجازت حدیث خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو حضرت سے نصیحت کی درخواست کی تو حضرت نے تواضعاً معذرت کر دی اور فرمایا:

''بھئی میں تو آپ جیسے طلباء کی باتیں سن کر اپنی اصلاح کرتا ہوں'' ایک مرتبہ ملاقات پر میں نے ادباً جھک کر سلام کیا تو تنبیہاً فرمایا: ''بھئی اللہ کی ذات کے علاوہ کسی کے سامنے جھکنا شرک میں داخل ہے۔'' یہی حضرات تھے جو مشفق ومربی کہلانے کے صحیح حق دار تھے جن کی ایک ملاقات پر توحید کا سبق

ملتا تھا۔

کیا کیا بیان کروں بس یہ ہی کہوں گا،

اٹھتے جاتے ہیں تیری بزم سے ارباب نظر
گھٹتے جاتے ہیں میرے دل کو بڑھانے والے
جانے والے رہے گا تو برسوں ہمارے
دل سے نزدیک آنکھوں سے اوجھل

حضرت کا سانحہ ارتحال ارباب علم و دانش کیلئے خصوصاً اور عالم اسلام کے لئے عموماً ایک عظیم سانحہ ہے، عرصہ دراز تک اس خلاء کا پر ہونا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت والا کے درجات بلند فرمائے اور حضرت مولانا فیاض خان سواتی اور دیگر صاحبزادگان و پسماندگان دامت برکاتہم العالیہ کو آپ کی علمی و عملی کاوشوں کو آگے بڑھانے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اور ہم سیاہ کاروں کو اکابر و مشائخ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

(آمین یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ)

مرقد پہ تیری رحمتوں کا نزول ہو
کاروان تیرا یونہی جگمگاتا رہے گا

❁❁❁❁❁❁❁

مولانا محمد الیاس گھمن
ناظم اعلیٰ، اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

آہ امت اسلامیہ کا مصلح چل بسا!

''بخدمت قابل صد تکریم مخدومی المحترم حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب دامت برکاتہم:

وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی؟

آنجناب و دیگر برادران کی طرف سے شائع شدہ والا نامہ: مشتمل بر اطلاع مفسر قرآن نمبر، موصول ہوا، حضرت الشیخ آیۃ النصرت، صوفی صاحبؒ کی خدمات ومساعی مبارک پر کچھ لکھنے کا حکم نامہ بلاشبہ بندہ کے لئے عظیم سعادت، آنجناب کا راقم سے حسن ظن اور محبت وشفقت کی دلیل ہے اگر چہ راقم عظیم المرتبت، عالی نسبت اور اکابرین ملت اسلامیہ کے میر کارواں جیسی شخصیت کی ذات گرامی پر لکھنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا مگر باوجود اس کے چند لکیریں محض اپنے شیخؒ کی روحانی توجہ کے حصول اور حضرت سے اپنے تعلق کی سند بنانے کی غرض سے لکھ رہا ہوں امید ہے آنجناب زیر نظر مضمون کی نوک پلک سنوار کر ''مفسر قرآن نمبر'' کے کسی کونے میں اسے جگہ مرحمت فرمانے کی سخاوت کریں گے، ذیل کی سطور میں بمعہ عنوان کے حضرت الشیخؒ کے بارے میں گزارشات عرض خدمت ہیں۔''

چل چلاؤ کے اس جہاں میں آنے اور آکر چلے جانے کی تاریخ انتہائی قدیم ہے جتنی کہ نسل انسانیت کے کرہ ارض پر بسائے جانے کی!، پیدا ہونا اور فوت ہونا ایسے اجنبی جملے نہیں ہیں جو کسی کان کی قوت سماعت کے لیے غیر مانوس ہوں ہر شخص جانتا ہے کہ پیدا ہونے والا بچہ روتا اور اسکے ماں باپ خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں مگر دنیا سے واپسی کا مرحلہ قدرے مختلف ہے، بہت تھوڑے ہی وہ بندگانِ خدا مست ہیں جو ہنستے مسکراتے بازار جہاں سے کوچ فرماتے ہیں اور مخلوق خدا سمیت آسمان وزمین کے سسکیاں لیتی اور آنسو برساتی ہے وہ جن کی زندگی نے ان کی آخرت کو تابندہ وروشن کر دیا ان لائق تحسین قابل تکریم کیاب بزرگانِ ملت میں وہ مرد درویش ،داعیِ حق، خداشناس، علم وعرفان کا دمکتا ستارہ، قافلہ حریت کا میر کارواں، علم وحکمت کا جامع، اسلاف کی باقیات صالحات، جن کو دنیا شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی کے علوم ومعارف کا امین حضرت اقدس الشیخ صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے نام سے جانتی ہے۔ شریعت وطریقت علم وعرفان، تقویٰ وزہد کا وہ مجمع البحرین کہ ایک طرف اتباع

سنت، اخلاق نبوت، حیات اصحاب رسول اور اسوہ مشائخ کا سرچشمہ ہیں تو دوسری طرف اصلاح امت، ایثار، ہمدردی خلق خدا، جذبہ حب الوطنی اور صدائے قرآن سے ہر کان کو آشنا کرنے کے پھوٹتے چشموں کی طرح شفاف جذبات سے معمور تھے، دینی وملی خدمت کے جذبات نے جہاں انکے دل میں خشیت الٰہی کا چراغ روشن رکھا وہاں ذاتی آرام وراحت وچین سے انکی زندگی بالکل ہی نا آشنا رہی حضرت شیخ الاسلام کا روحانی فرزند اور اپنی ملت کا محافظ و پاسبان جہاں ایک طرف صدائے قرآن سے افراد ملت کو بیدار کرتا ہے تو وہیں تشنگان علوم نبوت کی نگہبانی وتربیت کا فرض بھی نبھاتا نظر آتا ہے، نصرۃ العلوم کی علمی بہاریں اور صدائے قال اللہ وقال الرسول کی فرحت آفریں صدائیں دراصل حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے چشمہ صافی کی نمایاں جھلک ہیں، ہمارے اکابرین کو خدائے لم یزل نے یہ امتیازی وصف عطا فرمایا ہے کہ اکثر ان نفوس قدسیہ کی شخصیات ہمہ جہت اور تعلیم وتربیت میں کامل رہی ہیں ہمارے حضرت صوفی صاحبؒ، جہاں ملت کی نظریاتی حدود کو دائرہ اعتدال میں محفوظ رکھنے کی جدوجہد میں مشغول ومصروف رہے وہاں عمل کی راہ اعتدال کو پوری دیانت داری اور زور بازو سے امت تک پہنچا دیا، حضرت صوفی صاحب کی یادگار اور معرکۃ الاراء تفسیر معالم العرفان کا ورق ورق شاہد عدل ہے کہ عقائد ونظریات میں امت وسط کو راہ اعتدال سے ہٹنے اور افراط وتفریط کا شکار ہوتے دیکھا تو ان کی زبان تلوار کی طرح برسی اور قلم تیر وسنان سے زیادہ تیر رو ہو کر اسلام کی حدود میں داخل افراط وتفریط کا کامیاب آپریشن کرتا چلا گیا، نظریاتی عمارت کے ساتھ اسلام کا طریقہ عبادت بھی جب اغیار کی چیرہ دستیوں سے زخمی ہونے لگا تو نماز مسنون جیسی ضخیم اور پر مغز دلائل سے لبریز کتاب سے دودھ اور پانی کے فرق کو باخوبی نمایاں کر دیا، ماضی کے دریچوں میں جھانک کر دیکھا جائے تو نصرۃ العلوم پورے عزم سے دور حاضر کے نومولود یا قدیم شکاری جدید جالوں سے لیس ہو کر جب بڑھنے لگے تو ان کے تعاقب میں رواں دواں تھا، نصرۃ العلوم کی چار دیواری نے اکابرین دیوبند کی جانشینی کا واقعی حق ادا کیا، یہی نصرۃ العلوم حضرت اقدس صوفی صاحب کے درد دروں خانہ کا امین ملت کے نظریاتی پہرے داروں کا ہمیشہ سرپرست اور نگہبان رہا ہے، وطن کی سیاسی ناؤ جب بھی ہچکولے کھانے لگی تو حضرت صوفی صاحب کی راہنمائی نے وطن عزیز کے مستقبل کو حرام خوری سے محفوظ رکھنے کی کوشش سفر مائی، جمعیت علمائے اسلام کے نام قافلہ حق کی تنظیم نو میں حضرت صوفی صاحب کی بصیرت افروز نظر کا عنصر آج بھی شامل ہے، جب سودی نظام کا دفاع کیا جانے لگا اور وطن عزیز کو سود کے کاروبار میں قید کرنے کی

جسارت کی گئی تو حضرت صوفی صاحب نے بالائی سطح پر بھی اپنا کردار ادا کیا اور ملت اسلامیہ کے عوام کو اس بخراب
اور اسلام دشمن طریقہ معیشت سے بچانے میں بھرپور کردار ادا کیا حضرت کے دروس قرآن پاک کا مجموعہ آج بھی
اس مرد مجاہد کی آواز فرزندان ملت کے رگ وریشہ میں ڈال رہا ہے، حضرت الشیخ نے نہ صرف عامۃ الناس بلکہ
ارباب اختیار کی اصلاح میں بھی اپنا کردار بلاخوف و تردد ادا کیا حکام بالا ہوں یا لباس خضری میں جبہ پوش ملت
کے نظریات پر حملہ آور نام نہاد گدی نشین وعلمائے سو کوئی بھی حضرت صوفی صاحب کی تنقید برائے اصلاح سے
محفوظ نہیں رہ سکا، چنانچہ دروس القرآن میں ارباب اختیار اور حکام بالا کے نامناسب رویہ، اموال کے ناجائز
استعمال، قومی املاک میں بے جا تصرف پر کھری کھری سناتے ہوئے انہیں معیشت کی تباہی کا ذمہ دار قرار
دیا، قدرتی معدنیات جو خالق ارض وسماء نے جس فراوانی کے ساتھ اسلامی ممالک کو نصیب فرمائی ہیں، اس طرح
کسی کو بھی نہیں مل سکیں مگر ان تمام معدنیات کے منافع اور فوائد یہود ونصاریٰ بلاشرکت غیر لوٹ رہے ہیں اس الم
ناک اور انتہائی پریشان کن احوال پر حضرت صوفی صاحب نے امت اسلامیہ کے سامنے خون جگر کی لکیروں سے
اپنا دکھڑا بیان کیا ہے نیز ارباب علم کے غلط اور نامناسب رویہ پر بھی بھرپور گرفت فرماتے ہوئے وطن عزیز کے
نظام تعلیم، نظام معیشت، نظام عدل، ودیگر نظامہائے مملکت کی تباہ کاری کا ان کو ذمہ دار قرار دیا کہ ارباب علم نے
اپنا فرض ادا کرنے سے روگردانی کی اور درست سمت چلنے سے رکے رہے قومی مفادات پر ذاتی مفادات کو ترجیح
دی جس کا نقصان پوری ملت اسلامیہ کو اٹھانا پڑا، الغرض ہمارے ممدوح" نے اپنی زندگی کو چراغ کی طرح روشن
رکھا جس سے طلاب شائقین نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق روشنی پائی، بیشک جان کو جوکھوں پر ڈال کر وہ اپنا
فرض نبھا گئے، اب دیکھنا یہ ہے کہ ان ارباب بصیرت سے تربیت پانے والے اپنا فرض کیسے نبھاتے ہیں، ہم پر
امید ہیں کہ حضرت اقدس صوفی صاحب" کی یہ علمی یادگار اپنے اسلاف کے نقش پا پر پوری استقامت سے قائم
رہتے ہوئے فتنوں کے تعاقب میں مصروف حضرت اقدس شیخ مولانا محمد امین اوکاڑوی" کی قربانیوں کا تسلسل
اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان کی سرپرستی فرماتی رہے گی، ہم حضرت الشیخ صوفی صاحب" کے لئے رفعت
درجات اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کیلئے دست بدعا ہیں، اللہ کریم اپنے شایان شان حضرت کو اپنے خزانہ
سے اجر جزیل اور ارباب نصرت العلوم کو صبر جمیل عطا فرماتے ہوئے انکے صبر کا کامل اجر عطا فرمائے، آمین یارب
العالمین، وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

مولانا سید محمد اکبر شاہ بخاری جامپور

محقق العصر مفسر قرآن

محقق العصر مفسر قرآن حضرت اقدس مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کا شمار پاک وہند کے جید ترین علماء و مفسرین میں ہوتا ہے آپ اپنے وقت کے عظیم مفسر قرآن، بہترین محقق و محدث، مایۂ ناز مدبر و منتظم اور شیخ وقت تھے۔

آپ ۱۹۱۷ء میں ضلع ہزارہ کے مقام کڑمنگ بالا میں پیدا ہوئے، ابتدائی اور متوسط تعلیم کے بعد مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، جہاں آپ نے اکابر علماء دیوبند کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، آپ کے دیگر اساتذہ کرام میں حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے عظیم شخصیات شامل ہیں، حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ سے بھی آپ نے خوب علمی استفادہ حاصل کیا ہے، آپ نے بیعت واصلاح کا تعلق شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ سے قائم کیا اور بعد میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ سے فیض علمی اور روحانی حاصل کیا، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے بھی شرف ملاقات وزیارت کا سلسلہ رہا اور ان حضرات سے بذریعہ خط وکتابت بھی استفادہ حاصل کیا، اسی طرح مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا عزیر گل صاحبؒ سے بھی فیضیاب ہوتے رہے۔

علاوہ ازیں آپ نے دینی علمی اور روحانی علوم کے ساتھ ساتھ نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد دکن سے طب میں گریجویشن بھی کیا تھا اور کالج کے چار سالہ عرصۂ قیام میں ہر سال آپ نے ممتاز پوزیشن حاصل کی۔

تعلیم وتربیت سے فراغت کے بعد آپ نے ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء میں محض توکلاً علی اللہ بے سروسامانی کے

عالم میں مدرسہ نصرۃ العلوم و جامع مسجد نور گوجرانوالہ کی بنیاد رکھی، مدرسہ کی بنیاد کے وقت اہل بدعت اور بے دین طبقہ نے آپ کی بھر پور مخالفت کی جسکی وجہ سے بڑی مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا، اسلام اور ایمان کی بقاء وسلامتی کی خاطر ہر مصیبت و پریشانی کو برداشت فرماتے رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آج مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ شہر میں اسلام کا ایک عظیم اور مضبوط قلعہ ثابت ہوا ہے اور الحمدللہ پاکستان کے عظیم مدارس میں مدرسہ نصرۃ العلوم کا شمار ہوتا ہے۔

جہاں سے پاکستان ہی کے طلباء دین نہیں بلکہ مشرق سے مغرب تک دنیا کے کئی ممالک افغانستان، ایران، برما، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، کشمیر، برطانیہ، امریکہ، افریقہ، مراکش، روس، ملائشیا، آسٹریلیا، چین وغیرہ سے آکر تشنگانِ علم دین علم کی پیاس بجھا رہے ہیں، حضرت اقدس مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ؒ ابتدائے زمانہ سے لیکر ۱۹۹۰ء تک مدرسہ نصرۃ العلوم کے مہتمم رہے اور ۲۰۰۲ء تک جامع مسجد نور کے خطیب بھی رہے، شدید علالت وضعف کی وجہ سے خطابت کی ذمہ داری آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے جناب مولانا محمد فیاض خان سواتی زیدہ مجدہٗ کو سونپی۔

اس کے علاوہ آپ دور اہتمام میں درس وتدریس سے بھی منسلک رہے اور جامع مسجد نور میں درسِ قرآن کا سلسلہ بھی جاری رکھا، آپ کے دور اہتمام میں مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر آپ کے برادر اکبر محدثِ کبیر حضرت العلامہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ عرصہ دراز تک اس عظیم مسند پر فائز رہے، حضرت اقدس مولانا علامہ سرفراز خان صفدر مدظلہم کے دورِ صدارتِ تدریس میں ہزاروں طالبانِ علم نے درسِ حدیث لیا، حضرت شیخ الحدیث مدظلہم زمانہ تدریس میں کئی میل کا سفر طے کر کے گکھڑ منڈی سے مدرسہ نصرۃ العلوم تشریف لاتے رہے اور تقریباً نصف صدی تک مدرسہ نصرۃ العلوم میں حدیث رسول ﷺ کے چراغ جلاتے رہے، حضرت شیخ الحدیث مدظلہم نے ۲۰۰۱ء میں اپنی علالت کی وجہ سے یہ عظیم منصب اپنے قابلِ فخر فرزند حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کو سونپ دیا جو صحیح معنوں میں علمی وعملی جانشین ثابت ہوئے اور الحمدللہ بخوبی اس عظیم منصب کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ؒ اپنے زمانہ اہتمام میں تدریس کے علاوہ تصنیفی

خدماتِ بھی سرانجام دیتے رہے، آپ کی تقریباً پچاس سے زائد تصانیف منظرِ عام پر آئی ہیں جن میں درسِ قرآن کریم پر مشتمل تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' ہماری نظر میں اردو تفاسیر میں سب سے بڑی تفسیر شمار کی جاتی ہے جو کہ بیس ضخیم جلدوں میں ایک عظیم علمی کارنامہ ہے، زمانۂ حال میں درس و تدریس کرنے والے علماء اور اہل علم اس تفسیر کے مطالعہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتے بلکہ عامۃ المسلمین نے بھی اس سے بہت زیادہ استفادہ حاصل کیا ہے، تیرہ ہزار سے زائد صفحات کا یہ علمی شاہکار دنیائے اسلام اور اہل علم سے لوہا منوا چکا ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ حضرتؒ کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائیں، تفسیر قرآن کے علاوہ بھی آپ کی عظیم تالیفات منصہ شہود پر آئی ہیں، جن میں ''دروسِ حدیث، خطباتِ سواتی، خطباتِ صدارت، نمازِ مسنون، شمائل ترمذی مترجم، مقالات سواتی، مجموعہ رسائل، دلیل المشرکین، مقدمہ صحیح مسلم شریف، مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم و افکار، اور آخری تصنیف الاکابر'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحبؒ کی ساری زندگی خدمت دین میں گزری ہے، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور تبلیغ و اصلاح میں آپ کی خدماتِ جلیلہ سنہری حروف سے لکھی جائینگی، اخلاق و اوصاف میں آپ اپنے اکابر و اسلاف کا نمونہ تھے، ساری زندگی زہد و قناعت، سادگی و تواضع اور صبر و شکر میں گزاری، ساری عمر قال اللہ و قال الرسول ﷺ کے ساتھ مدرسہ کی خدمت اور طلباء دین کی خدمت میں بسر کی، حضرتؒ کی دو تین مرتبہ زیارت کی، ہر ہر ادا سے اتباعِ سنت کا پیکر نظر آتے تھے، جس بات کو حق سمجھا اس پر ڈٹے رہے۔

مسئلہ ختم نبوت اور مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں آپ کا مسلک اکابر دیوبند کے عین مطابق رہا اور حق و صداقت کے علمبردار رہے، اپنے اکابر و اساتذہ اور شیوخ کے بڑے قدردان تھے، میرے شیخ معظم حضرت اقدس مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ آپ کے اساتذہ میں سے ہیں، احقر راقم الحروف نے اپنی مرتب شدہ کتاب ''مفتی اعظم پاکستان اور ان کے ممتاز تلامذہ و خلفاء'' میں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کا بھی تذکرہ لکھا ہے، جو مکتبہ دار العلوم کراچی سے طبع ہو رہی ہے، حضرت مولانا صوفی صاحبؒ کے برادر زادہ ہمارے مکرم و محترم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ کو

احقر ناچیز نے جام پور میں اپنے جلسہ کیلئے دعوت دی تو بڑی شفقت ومحبت سے احقر کی دعوت قبول فرمائی، احقر نے ڈیرہ غازی خان میں دارالعلوم رحمانیہ میں بھی مولانا موصوف کا بیان کرایا اور پھر جامعہ ابی بکر جام پور میں بھی مولانا کا خطاب ہوا، صبح بعد نماز فجر جامع مسجد عثمانیہ میں درس قرآن دیا، ان تمام پروگراموں میں احقر ناچیز حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ کے ساتھ رہا، اس دوران میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہم اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحبؒ کے تذکرے بھی ہوتے رہے اور مولانا موصوف نے انتہائی اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کیا۔ احقر نے بارہا یہ بات احباب میں کی کہ جن کے چھوٹوں کے یہ اخلاق وعادات ہیں تو بڑوں کا کیا حال ہوگا؟

اسی طرح سے حضرتؒ کے بڑے صاحبزادے جناب مولانا محمد فیاض خان سواتی زیدہ مجدہٗ کا احقر سے تعلق ومحبت اور بلند اخلاقی سے ثابت ہے کہ ان کے خاندان کے بزرگوں کے اخلاق واوصاف وکمالات کتنے بلند ہوں گے، بہر حال وہ تو حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہم اور حضرت مفسر قرآن صوفی عبدالحمید صاحبؒ کی زندگیوں سے عیاں ہیں۔

برادرم جناب مولانا محمد فیاض خان صاحب نے حکم دیا احقر نے یہ مختصر تحریر کو، ماہنامہ نصرۃ العلوم کی خصوصی اشاعت کیلئے مختصر سا لکھدیا ہے، حالانکہ حضرتؒ کی جامع شخصیت پر تو ان کے معاصر علماء ہی کچھ لکھ سکتے ہیں، صرف اپنی سعادت کے طور پر یہ چند سطور لکھ دی ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائیں اور ان کے صاحبزادوں کو صحیح معنٰی میں ان کے علم وعمل کا جانشین بنائے اور ان کی عظیم یادگار مدرسہ نصرۃ العلوم کو حق تعالیٰ ہمیشہ شاداب وآباد رکھیں اور آپ کے فیض علمی وروحانی خدا کرے ہمیشہ جاری وساری رہے، آمین۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ ترے در کی دربانی کرے

=============

مولانا ابو احمد نور محمد قادری تونسوی
مہتمم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ، رحیم یار خان

ہمہ گیر شخصیت

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بعض ایسے باکمال علماء پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے دین اسلام کے ہر شعبہ کی بھرپور خدمت کی ہے اور دین کی محنت کے ہر میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں حتیٰ کہ شریعت کے کسی بھی شعبہ کو تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا۔ تو دین اسلام کے ایسے خدمت گاروں کو "ہمہ گیر شخصیت" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ہمارے مخدوم مکرم، شیخ معظم، مفسر قرآن، شارح حدیث نبوی اور فقیہہ وقت حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب نور اللہ مرقدہٗ بھی انہیں خوش نصیبوں میں سے تھے۔ چنانچہ جب دین اسلام کے کسی شعبہ پر نظر ڈالی جاتی ہے تو وہاں فضیلت الشیخ کے نقوش ستاروں کی مانند چمکتے نظر آتے ہیں۔ خواہ وہ شعبہ قرآن وحدیث کی خدمت کا ہو یا فقہ واصول فقہ کا۔ افتاء کا ہو یا علم الکلام کا، فلسفہ قدیم کا ہو یا فکر ولی اللہ رحمہ اللہ کا خواہ وہ شعبہ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی سیاست کا ہو یا افکار امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا، وہ شعبہ عقائد کا ہو یا اعمال کا، تحقیق کا ہو یا تصوف کا، تعلق باللہ کا ہو یا اصلاح خلق کا، تدریس وتعلیم کا ہو یا تقریر وبیان کا، تصنیف وتالیف کا ہو یا شروحات حواشی کا، الغرض ہمارے مخدوم مکرم نے اپنی تقریروں، تحریروں اور تصنیفات کے ذریعے گلشن اسلام کی ایسی آبیاری کی ہے جو رہتی دنیا تک مشعل راہ کا کام دیتی رہے گی۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک نڈر، بے باک اور حق گو خطیب بھی تھے جس کی وجہ سے آپ کو کئی بار سنگین مقدمات کا سامنا کرنا پڑا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جابر حکمرانوں کی طرف سے اس شریف النفس انسان کو اشتہاری مجرم بھی گردانا گیا لیکن یہ امتحانات انکے پائے استقلال کو لغزش نہ دے سکے گویا آپ صبر واستقامت کے پہاڑ اور علوم عربیہ کے سمندر تھے حضرت شیخ

کے پُرعلوم اور پُرخلوص مجاہدانہ کارنامے انکے مرحوم اور مغفور ہونے کی قوی دلیل ہیں چنانچہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی وفات پر ایک مضمون لکھا تھا۔ جسمیں آپ فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ کو ان کے وصال کے بعد بعض عارفین نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اے محمد حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو فرمایا کہ اللہ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا کہ اے محمد اگر مجھے تیری بخشش و مغفرت منظور نہ ہوتی تو میں اپنا علم ہی تیرے سینہ میں کیوں ڈالتا۔

بہرحال ہمارے شیخ مغفور اور واصل بحق ہیں، اگر مغفرت اور وصال حق منظور نہ ہوتا تو یہ علمِ کتاب و سنت ان کے سینہ میں ڈالا ہی کیوں جاتا، بہرحال حضرت شیخ مغفور بھی اور واصل حق بھی ہیں موت بمعنی وصل حق اسلام کی رو سے اہل اللہ کیلئے مناسب ہے، کیونکہ موت کے وقوع سے آدمی عدم محض کے گھاٹ نہیں اتر جاتا اور نہ ہی بالکل ختم ہو جاتا ہے اور نہ ہی موت عدم محض کا نام ہے بلکہ موت ایک وجودی چیز ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''خلق الموت و الحیوٰۃ ''یعنی موت بھی اللہ کی مخلوق ہے اور وجودی چیز ہے موت کا معنیٰ ہے انتقال من دارٍ الیٰ دارٍ یعنی موت کے ذریعے آدمی ایک عالم (دنیا) سے دوسرے عالم (قبر و برزخ) میں منتقل ہو جاتا ہے اور عالم قبر و برزخ میں آدمی کو ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے باعتبار عالم دنیا کے مردہ اور باعتبار عالم قبر و برزخ کے زندہ انسان کو جزاء و سزا دی جاتی ہے اور اسے ثواب و عقاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے البتہ یہ حیات ہمارے فہم و شعور سے بالاتر ہے چونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس حیاتِ قبر کی خبر دی ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔

اسی وجہ سے قبر و برزخ کی اس زندگی پر ہمارا ایمان بالغیب ہے اور یہ بھی کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ عقیدہ ہے کہ قبر و برزخ کی زندگی روح و دنیا والے جسد کے تعلق کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور اس تعلق کی کُنہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے مردہ انسان کی روح اور جسدِ اصلی دونوں قبر کی کاروائی کو محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے جو اکابر روح کیلئے جسدِ مثالی تجویز کرتے ہیں وہ بھی روح کا جسدِ اصلی حقیقی سے تعلق مانتے ہیں۔

باقی رہا عقلی شبہات و وساوس کے ذریعے عذاب قبر کی صحیح صورت کا انکار کرنا کہ جس مردہ کو یہ قبر نصیب

نہیں ہوتی اسے عذاب کیسے ہوگا یا جو جل کر راکھ ہو گیا یا پرندوں اور درندوں کے پیٹ میں چلا گیا اسے عذاب کیسے ہوگا وغیرہ وغیرہ تو یہ ایک کافر کا کام ہے نہ کہ مسلمان کا۔

مسلمان علماء تو شروع ہی سے ان شبہات کے جواب دیتے چلے آرہے ہیں، تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے حضرتِ اقدس واصل بحق ہوئے ہیں یہی آپکی قبر کی حیات کی دلیل ہے کیونکہ وصل زندوں کا ہوتا ہے۔

یہاں مجھے ایک لطیفہ یاد آیا ہمارے ایک ساتھی فرما رہے تھے کہ ہمارے مشائخ اور علماء حق مرنے کے بعد بھی زندہ (حیات قبر کے ساتھ) ہوتے ہیں، اسی لیے انہیں بعد از وفات بھی حیاتی کہا جاتا ہے جبکہ منکرین حیاتِ قبر عالم دنیا میں زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اسی لیے تو انہیں مماتی کہا جاتا ہے، غالباً علماء حق کے پارہ میں کہا جاتا ہے کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب اسی وجہ سے اہل اللہ کی موت کو وصال اور انتقال جیسے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جب ہمارے اکابر عالم دنیا سے انتقال فرما کر واصل بحق ہوتے ہیں تو ہمارے بعض علماء کا تأثر یہ ہوتا ہے کہ اب یہ خلا پُر نہ ہوگا یا اس خلا کا پُر ہونا مشکل ہے وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ بات کئی لحاظ سے درست بھی ہے لیکن اس سے احسن بات وہ ہے جو رائیونڈ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ایک بزرگ غالباً مفتی زین العابدین صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بیان میں فرمائی تھی کہ ہمارے اکابر مشائخ عظام اور علماء کرام کو چاہیے کہ وہ اپنی حیات مستعار میں دین اسلام کی ایسی محنت کریں کہ ان کی زندگی میں تلامذہ کی ایک ایسی کھیپ تیار ہو جائے جو انکے صحیح جانشین بن کر اپنے شیخ کے مشن کو ایسے طریقہ سے جاری رکھیں کہ دنیا یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ الحمد للہ شیخ کا مشن انہی کے نہج پر جاری وساری ہے اور وہ یہ کہنا بھول جائیں کہ اب اس خلا کا پُر ہونا مشکل ہے، الحمد للہ شیخ سواتی رحمہ اللہ نے اپنی اولاد و احفاد اور تلامذہ کا ایک ایسا جم غفیر چھوڑا ہے جو انشاء اللہ انکی کمی کے احساس کو پیدا نہ ہونے دے گا۔

مفسر قرآن کی منجملہ خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ نے پوری زندگی مسلک اہلسنت والجماعت دیوبند کی ترجمانی کی۔ اسے سینچا اور پروان چڑھایا اور ترویج کی اور مدلل طریقہ سے اس کا دفاع کر کے احقاق حق اور ابطال باطل کا کماحقہٗ فریضہ ادا کیا اور کسی چھوٹے بڑے مسئلہ میں اکابر کی راہ سے ہٹ

کر تفرد اختیار نہیں کیا بلکہ سختی سے اکابر کے مسلک پر جمے رہے اگر اس مسلکی تصلب کی وجہ سے انہیں لوہے کی لٹھ دیوبندی کہا جائے تو بجا ہے، عقیدہ حیاتِ قبر خصوصاً عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام میں دیگر عقائد و مسائل کی طرح اپنے اکابر پر پورا پورا اعتماد کیا اور اس عقیدہ سے برگشتہ اور راہ گم کردہ لوگوں کو پوری زندگی راہِ راست پر لانے کیلئے کوشاں رہے بندہ عاجز حقیقتاً اس قابل نہیں کہ شیخ معظم کے بارے میں کچھ لکھے، اور یہ کام ہماری جماعت کے ماہرین علماء اور اہل قلم کریں گے بلکہ اس کا حق ادا کریں گے بندہ عاجز کی حیثیت تو انگلی کٹوا کر شہیدوں میں شامل ہونے کی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مخدوم العلماء کو کروٹ کروٹ جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے اور اس پر باران رحمت نازل فرمائے۔

اللھم برد مضجعہ' ووسع مدخلہ' واکرم نزلہ واعذہُ من عذاب القبر وادخلہُ الجنۃ امین یارب العالمین۔

ابواحمد نور محمد قادری تونسوی/ خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ/ ضلع رحیم یارخان/ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

علماء کی زیارت

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا،

☆ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کی زیارت کے لیے ہم کئی ساتھی دیوبند سے پیدل تھانہ بھون جا کر چار دن رہے، اور ان کی زیارت کی، ہم کسی بچے کے ہاتھ ملاقات کے لئے اندر چٹ بھیجتے تو وہ اس پر ہی ہاں یا ناں لکھ دیتے تھے، یہ ان کا معمول تھا، لاہور میں بھی ان کی زیارت ہوئی ہے۔

☆ امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی میں نے تین بار زیارت کی اور دیوبند میں ان کی تقریر بھی سنی ہے۔

☆ اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گلؒ کی بھی زیارت کی ہے اور ان سے خط و کتابت بھی کی ہے۔

(فیاض)

......☆......☆......☆......

مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی
مدیر مجلہ الحقانیہ و مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

علم پختہ اور قلم شستہ کا پیکر

مفسر قرآن کریم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ

کچھ عرصہ سے سننے میں آ رہا تھا کہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی بانی جامعہ نصرۃ العلوم کی صحت زیادہ خراب ہے اور قومہ کی سی حالت ہے، اسی وقت سے خیال کیا جا رہا تھا کہ اب صحت مشکل ہے اور یہ چراغ سحر اب بجھنے کو ہے، چنانچہ احقر ایک طویل سفر کے بعد مورخہ ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ، ۶ اپریل ۲۰۰۸ء کو ملتان پہنچا تو گوجرانوالہ سے اطلاع ملی کہ آج صبح آپ انتقال فرما گئے ہیں اور جنازہ رات نو بجے ہوگا، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

حضرت صوفی صاحبؒ ترجمان اہل سنت حضرت اقدس شیخ مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے برادر صغیر، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے تلمیذ رشید و مرید خاص اور حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے توسط سے فلسفہ شاہ ولی اللہ کے امین بلکہ شارح و ترجمان تھے، اور اس کے ساتھ امام اہلسنت حضرت علامہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ سے بھی آپ نے رد فرق باطلہ بطور خاص رد روافض میں بھرپور استفادہ فرمایا تھا۔

فراغت کے بعد آپ کی ساری زندگی علم دین کی خدمت میں گزری، جامعہ نصرۃ العلوم جس کا فیض اس وقت نہ صرف پاکستان بلکہ دوسری دنیا میں بھی ہے آپ کی عظیم علمی یادگار، صدقہ جاریہ اور بہترین باقیات صالحات میں سے ہے، حضرت صوفی صاحبؒ درس و تدریس، درس قرآن و حدیث میں مہارت کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی ایک خاص ذوق رکھتے تھے، تفسیر میں آپ کی بے نظیر تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' (بیس) ضخیم جلدوں میں علوم قرآن پر آپ کی وسیع معلومات اور مہارت پر شاہد اور آپ کا زبردست علمی کارنامہ ہے، حدیث میں (دروس الحدیث) اور فقہ میں ''نماز مسنون'' بے انتہا مقبول کتابیں ہیں۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے افکار ونظریات پر آپ کی کتاب ''مولانا عبید اللہ سندھی کے (علوم وافکار'' عرصہ سے شائع ہو چکی ہے، حضرت صوفی صاحبؒ کا علم بہت پختہ اور قلم بہت شستہ تھا، آپ کی تحریر میں سلاست اور بے ساختگی غالب ہے، گفتگو کا انداز بھی واضح اور غیر مبہم تھا، اہتمام کے حوالہ سے طلبہ پر شفقت وعنایت مثالی تھی جس کی وجہ سے طلبہ آپ کے گرویدہ تھے، احقر کو اپنے بچپن میں آپ کی جو تصنیف سب سے پہلے پڑھنے کا موقع ملا وہ نماز مسنون خورد تھی، بعد میں یہ کتاب ایک ضخیم اور مدلل صورت میں شائع ہوئی، ایسا غوجی پر آپ کی شرح بھی طالب علمی کے زمانہ میں پڑھی، اس سے کافی فائدہ ہوا، تحفہ ابراہیمیہ پر آپ کا مقدمہ بڑا ہی معلومات افزا اور تصوف کی اصطلاحات پر مشتمل ہے۔

احقر محرم الحرام ۱۴۰۴ھ میں جب جامعہ نصرۃ العلوم میں حاضر ہوا اس وقت پہلی مرتبہ آپ کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہوا، پھر شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ میں دورہ تفسیر کیلئے احقر نصرۃ العلوم میں حاضر ہوا، شعبان المعظم و رمضان المبارک تقریباً دو مہینے وہاں قیام رہا، اس دوران خیال آیا کہ حضرت صوفی صاحب سے حجۃ اللہ البالغہ پڑھ لی جائے، لیکن رمضان المبارک میں آپ کا معمول پڑھانے کا نہ تھا، بعد میں احقر کیلئے بھی پڑھنا مشکل تھا۔

بہر حال درخواست کی تو حضرت نے از راہ شفقت وعنایت قبول فرمالی اور یوں احقر کو حضرت سے استفادہ کا شرف بھی حاصل ہوا، رمضان المبارک ہی میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد حضرت مولانا چراغ صاحب کا انتقال ہوا، احقر بھی جنازہ کے لئے حاضر ہوا، مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے جنازہ پڑھایا اور اس میں سورۃ فاتحہ بھی جہراً پڑھی، شاہ صاحب کا یہ طرز عمل سب نے محسوس کیا، حضرت صوفی صاحب نے احقر سے جنازہ کی تفصیل دریافت فرمائی اور یہ معلوم ہونے پر کہ جنازہ میں سورۃ فاتحہ جہراً پڑھی گئی بڑے تعجب کا اظہار فرمایا۔

احقر نے افتاء کا کام اگرچہ حضرت والد گرامی قدس سرہ کی نگرانی میں کسی حد تک سیکھا ہوا تھا اور کبھی کبھی فتویٰ لکھنے کی نوبت بھی آجاتی تھی لیکن زیادہ تر توجہ تدریس کی طرف تھی، حضرت صوفی صاحب نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ تدریس کے ساتھ فتاویٰ لکھنے کی مشق ضرور کرنی چاہیے، اس سے فتویٰ سے مناسبت بھی رہے گی اور لکھنے کا طریقہ بھی آئے گا، اور جب یہ سب کچھ اپنے بڑوں کی سرپرستی میں ہوگا تو اس سے فائدہ بھی ہو

گا، اس لئے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر فتویٰ کے کام کو اہمیت دینی چاہئے، پھر جب ایک معتد بہ مقدار میں فتاویٰ لکھے جائیں گے تو اس کام میں آسانی ہوگی اور مناسبت بھی پیدا ہو جائے گی، احقر کو حضرت کی اس نصیحت و ہدایت سے بڑا فائدہ ہوا اور حق تعالیٰ نے احقر کو اس کا موقع بھی عنایت فرما دیا والحمد للہ علی ذلک وجزاہم اللہ تعالیٰ خیرا۔

یہ حضرت کی شفقت تھی کہ اپنی بعض کتابیں نام لکھ کر ارسال فرمائیں، ''مولانا عبید اللہ سندھی کے علوم وافکار'' ارسال فرمانے پر حضرت علامہ ظفر احمد عثانی کا مقالہ جو الفرقان میں شائع ہوا تھا احقر نے اس کی فوٹو کاپی آپ کی خدمت میں ارسال کی تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں، کچھ عرصہ قبل احقر نصرۃ العلوم زیارت کے لئے حاضر ہوا اور اجازت حدیث کی درخواست کی، آپ نے بڑے بلند الفاظ سے حوصلہ افزائی فرمائی، راجازت حدیث سے مشرف فرمایا۔

حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں اور آپ کے لائق فرزندان گرامی کو صحیح معنی میں آپ کا جانشین بنائیں۔ آمین۔

فقط

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

عمدہ کپڑوں کا تمسخر

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا،

جب میں دیو بند سے فارغ ہو کر واپس آیا تو کورے اچھریاں، رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے گیا۔ اس وقت میں نے عمدہ کپڑے، پگڑی اور اچکن زیب تن کر رکھی تھی، قلندر ماماؒ نے دور سے دیکھا تو تمسخر اڑاتے ہوئے کہا، ''آ گیا ائیں...... مصلی بن کے۔'' میں نے اس کے بعد اس قسم کا لباس پہننا ترک کر دیا پھر تقریباً تیس سال تک میں نے پگڑی بھی نہیں باندھی۔

(فیاض)

حضرت مولانا قاری محمد اخلاق مدنی راولپنڈی
فاضل مدینہ یونیورسٹی، معلم اسلام آباد یونیورسٹی

متاثر کن شخصیت

میں اپنی زندگی میں جن حضرات کی روحانیت زندگی اور تقویٰ سے متاثر ہوا ہوں ان میں ایک شخصیت مخدوم العلماء محبوب الطلباء بقیہ السلف الصالحین مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالحمید سواتی ؒ تھے، اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی رشد و ہدایت کیلئے انبیاء و مرسلین کی بعثت کا جو سلسلہ جاری فرمایا تھا وہ امام الأنبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرور کائنات فخر موجودات ﷺ پر مکمل فرمایا، چنانچہ یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ امام الانبیاء علیہم السلام کے بعد خاتم الانبیاء ﷺ کی امت کو وہی شرف و اعزاز حاصل ہے جو انبیاء السابقین کو رشد و ہدایت کے جامع عنوان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے موہوبہ تھا اب رہتی دنیا تک جن وانس کا رشتہ ہدایت و ایمان علماء امتِ محمد یہ سے وابستہ رہے گا قرآن کریم میں اسکا واضح اعلان ہے۔ (شهد الله انه لا اله الا هو والملئكة واولوا العلم قائما بالقسط) اس آیت کریمہ نے علماء ربانیین وراسخین جو انبیاء علیہم السلام کے ورثاء اور حقیقی جانشین ہیں کے فرائض منصبی کا بھی تعین فرما دیا، نبی کریم ﷺ کی کامل صحبت و تربیت کے نتیجہ میں سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسکے کامل مصداق تھے، حضرات صحابہ ؓ کی مخلصانہ راہنمائی کے نتیجہ میں تابعینؒ اور اتباع تابعینؒ بھی مینار روشن کی طرح واضح رہے جن کے سرتاج امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ تھے، یہ مجتہدین کا دور اجتہاد ہے۔

پھر حضرات محدثینؒ بالخصوص امام بخاری ؒ، امام مسلمؒ وغیرہ دین متین کے اعجاز کے آفتاب و ماہتاب ثابت ہوئے یہ سلسلہ چلتے چلتے ہندوستان کی تاریخ میں حضرت مجدد الف ثانی ؒ انکے شیخ باقی باللہؒ اور انکے خلفاء و تلامیذ وراثت نبوت پر ہی پوری استقامت کے ساتھ عمل پیرا تھے اور جب انگریز ظالم سلطنت مغلیہ کے چراغ گل کر کے اس کا انتقام علماء راسخین سے لینے لگا جن کی تاریخ بہت ہی بھیانک ہے، تو علوم و ولایات کے انفاس قدسیہ نے ایک ایسے ادارے کا قیام سوچا جو مقاصد نبوت کے منہاج پر نہ ختم ہونے والے

علماء اور اولیاء کی ایسی فصلیں آ موجود کرے جن کے عقائد کی حلاوت سے اور اعمال مسنونہ کے مشک و عنبر سے آسمان و زمین کی فضائیں توحید و سنت کی صداؤں سے شرک و بدعت کے خلاف جہاد سے ہر باطل کا سر کچلنے کے معرکہ سے آراستہ ہو چنانچہ دار العلوم دیوبند وجود میں آیا علماء راسخین علماء دیوبند کا ہر فرد جس جگہ موجود رہا اس نے ناموزوں حالات میں اور زہریلی فضاؤں کے تھپیڑوں میں جادۂ توحید و سنت کا انعقاد کیا، پاکستان بننے کے بعد کاملین عباد الصالحین کی سربکف جماعت تدریس و تعلیم کیلئے مدارس دینیہ کے قیام میں معروف ہوئی، عوامی حلقوں کو توحید و سنت کی چاشنی سے لطف اندوز کرنے کیلئے دعوت الی اللہ کے حلقے سرگرم کیے گئے میدان کارزار میدان سیاست میں ظالموں فاسقوں کے مقابلے میں اعلاء کلمۃ الحق ایوان بالا سے پورے ملک کے طول و عرض میں نافذ کرنے کی کوششوں کیلئے درد دل رکھنے والے اور دل و دماغ کے خزانوں میں گزشتہ امت کے اکابر و اسلاف کی امانت اور انبیاء علیہم السلام کا مقصد نبوت ولایات کے اسرار و رموز کے نادر حضرات سامنے آئے جن میں حافظ الحدیث حضرت عبد اللہ درخواستیؒ، شیخ التفسیر حضرت احمد علی لاہوریؒ، میدان علم وسیاست کے شاہسوار حضرت مفتی محمودؒ، بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحقؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ، عاشق قرآن حضرت مولانا قاری محمد امینؒ اور کتاب وسنت رسول ﷺ پر ناز کرنے والے مفسر قرآن حضرت مولانا عبد الحمید سواتی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین جیسی عظیم ہستیوں نے میدان عمل میں چار چاند لگائے۔

میری حضرت صوفی صاحبؒ سے پہلی ملاقات اسوقت ہوئی جب میں ایک شادی میں شرکت کیلئے گوجرانوالہ جانے کیلئے تیار ہوا اور یہ غالباً ۱۹۹۸ء کی بات ہے، حضرت والد محترم نور اللہ مرقدہ نے حکم فرمایا کہ نصرۃ العلوم میں میرے اسباق کے دونوں ساتھیوں سے ملاقات کر کے آنا دیوبند میں ان حضرات نے شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنیؒ سے فیض علم حاصل کیا۔

شادی کی تقریب سے فراغت کے بعد ایک مولوی صاحب کو ساتھ لیا جو اہل خانہ نے راستہ بتلانے کیلئے بھیجا تھا تو دل و دماغ میں تھا کہ بہت بڑا غرفتہ ہوگا، قالین بچھے ہوں گے گاؤ تکیے لگے ہوں گے لیکن جونہی حضرت کے غرفتہ میں داخل ہوا آنکھیں دیکھتی رہ گئیں ایک رسی کی چارپائی جس پر حضرت تشریف فرما تھے اور ہلکی روشنی والا بلب ایک رسی کے ساتھ لٹکا ہوا پھر حضرت کا مولوی صاحب کو دیکھتے ہی غصہ سے چہرہ

سرخ ہو گیا، مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ مولوی صاحب جو میرے ساتھ تھے عقیدہ ممات سے تعلق رکھتے ہیں، میں نے تعارف کرایا کچھ دیر حضرت کے پاس بیٹھے انہوں نے بڑا میرا اکرام کیا حضرت نے والد محترم کی خیریت پوچھی جب واپسی کیلئے اجازت مانگی تو دعا دی لیکن مولوی کی طرف متوجہ ہو کے کہا کہ اپنا عقیدہ درست کرلو ورنہ قیامت کے دن تمہارے گریبان ہونگے میرا ہاتھ ہوگا؟ یہ ہمارے اسلاف کی خوبی تھی کہ ہر باطل کے سامنے ڈٹ جانا اور اپنے عقیدے پر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا، یہ لوگ معلومات کا خزانہ اور مکارم اخلاق کا نمونہ تھے زہد وتقویٰ کا پیکر تھے، ان لوگوں کے وجود مسعود سے علم وعلماء کا وقار قائم ہوتا ہے، جو شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں مگر مخلوق پر ضوفشانیاں کرتے ہیں، حضرت صوفی صاحبؒ نبی کریم ﷺ کے دین کے صحیح وارث اور عالم ربانی تھے اس لیے ایک طرف تو اس کی حفاظت کیلئے مدارس قائم کیے اور تعلیم وتربیت کے ذریعے علماء پیدا کیے اور ساتھ عوام الناس کی اصلاح اور انکے ایمان کی حفاظت کیلئے کتب تصنیف کیں اور ماہنامہ رسالہ (نصرۃ العلوم) شائع کیا، یہ رسالہ میرا پسندیدہ رسالہ ہے اس لیے کہ اس میں حضرت کا درس قرآن اور عوامی حلقوں کیلئے موجودہ مسائل ہوتے ہیں اور دوسری اس رسالہ سے دلچسپی کی وجہ یہ ہے کہ میری والدہ محترمہ اللہ تعالیٰ انکا مبارک سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے اس رسالہ کو بخوبی مطالعہ کرتی ہیں اگر یہ رسالہ پہنچنے میں تاخیر ہو تو پوچھتی ہیں کہ گوجرانوالہ والا رسالہ نہیں آیا تیسری وجہ یہ ہے کہ اس رسالہ میں علماء دیوبند کا عقیدہ خوب واضح کیا جاتا ہے، حضرت کی تفسیر بھی بڑے پیارے انداز میں منظر عام پر آرہی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور انکی قبر کو اللہ تعالیٰ روضۃ من ریاض الجنۃ بنائے، انکے فرزندار جمند حضرت مولانا فیاض خان سواتی حفظہ اللہ کو حضرت کا صحیح جانشین بنائے دل بہت چاہتا ہے کہ مولانا فیاض خان صاحب کے کچھ حالات لکھوں جو اپنے والد محترم کی طرح دن رات دین کی خدمت میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ مزید استقامت عطاء فرمائے، آمین ثم آمین۔

طالب الدعا، خادم القراء

قاری محمد اخلاق مدنی

معلم قراۃ وتجوید دعوۃ اکیڈمی فیصل مسجد

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۶ جولائی ۲۰۰۸ء

مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی فاضل نصرۃ العلوم
مدیر جامعہ قرآن وسنت بن حافظ جی میانوالی

علماء دیوبند کی پہچان

کل نفس ذائقة الموت برحق ہے اور موت ایک پل ہے جو ایک جہان فانی سے جہان باقی میں پہنچا تا اور حبیب کو محبوب سے ملا دیتا ہے دراصل دائمی زندگی وہاں ہے۔ حضرت استاذی المکرم مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ بھی ۱۹۱۷ء سے ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء تک ۹۲ سال کی عمر مبارک پاکر اپنے محبوب الٰہی سے جا ملے انا للّٰہ وانا الیه راجعون۔ حضرت میں اللہ نے لاتعداد خوبیاں جمع فرمادی تھیں۔

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر
ان یجمع الکمالات فی عبدہ

اللہ پر کچھ مشکل نہیں کہ بہت سے کمالات ایک فرد میں جمع کردے اور وہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کی طرح فرد واحد ہو کر ایک امت اور اکیڈیمی کا کام کرے۔

علمی تصانیف

حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ بیک وقت حق گو، بے باک خطیب منجھے ہوئے استاذ الکل، گہری غور وخوض کے محقق ومصنف، حالات حاضرہ کے مطابق اعلیٰ مفسر قرآن، ۲۰ جلدوں میں مرتبہ تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کے صاحب البیان، فلسفہ ولی اللّٰہی کے شارح وترجمان مسلک علماء دیوبند کے جامع پاسبان اور جہالت زدہ گوجرانوالہ شہر پر بے حد رحیم ومہربان تھے۔ کہ پورے شہر کی وسط گندی چھپڑ والی جگہ کے کنارے بیٹھ کر ۲۵ کنال جگہ سے پانی نکلوایا مٹی بھروائی۔ پہلے چھوٹی مسجد پھر درمیانی پھر شہر کی سب سے بڑی اور عمدہ مسجد نور بنا کر مدرسہ نصرۃ العلوم میں قال اللّٰہ وقال الرسول کا وہ باغ لگایا اور آب تقویٰ وایمان سے اسے سینچا کہ آج وہ جامعہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ ملک کے عظیم علمی جامعات میں شمار

ہوتا ہے اس کے ہزاروں فیض یافتہ علماء کرام اندرون وبیرون ملک حق وہدایت کی شمع ایمان فروزاں کئے پھرتے ہیں۔اور علمی تصانیف کی ضیاء پاشی کا مثیل پورے ملک میں کم ملے گا۔ جہاں بیسیوں تصانیف فرق باطلہ کے رد میں آپ کو صرف یہیں سے ملیں گی اسی طرح علم تصوف وسلوک اور روحانی امراض کے علاج میں قدوۃ العلماء والصوفیاء حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۱۴۔۱۱۷۶ھ) اور ان کے صاحبزادوں کی تصانیف نصرۃ العلوم سے مہیا ہوں گی۔آپ نے جہاں شاہ ولی اللہؒ کی عظیم دقیق، فلسفہ احکام اسلام پر جامع ومشتمل، بے مثال کتاب حجۃ اللہ البالغہ اپنے نصاب میں شامل فرما کر ہم جیسے ہیچمدانوں کو ہر سال دورہ حدیث شریف میں پڑھایا اور علوم کا گنجینہ وا کیا اسی طرح عون الخبیر شرح الفوز الکبیر فی اصول التفسیر الطاف القدس فی معرفت لطائف النفس، رسالہ دانشمندی، عقیدۃ الحسنہ جیسی شاہ صاحبؒ کی تصانیف کو اپنے مقدمہ اور تشریح کے ساتھ مزین کر کے زیور طبع سے آراستہ فرمایا نیز حضرت شاہ جی کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ المتوفی ۱۲۳۹ھ کے بعد دوسرے بیٹے جامع العلوم محقق شاہ رفیع الدینؒ (۱۱۶۳۔۱۲۳۳ھ) محدث دہلوی۔جنہوں نے سب سے پہلا اردو زبان میں لفظی ترجمہ قرآن کیا۔کی کتابوں سے بڑی عقیدت تھی وہ خوب چھاپیں۔محبت کے اسرار ونکات، قصیدۃ الشیخ الرئیس ابی علی سینا، قصیدہ عینیہ، قصیدہ فی معرفۃ النفس لاحمد شوقی، تخمیس، قصیدہ فی بیان معراج النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم، تکمیل الاذہان، رسالہ مقدمۃ العلم، رسالہ عزاء، مجموعہ رسائل حصہ اول (دس رسالے) مجموعہ رسائل حصہ دوم (۲۰ رسالے) دمغ الباطل، تفسیر آیت النور (علامات قیامت) تحقیقی حواشی اور بہترین تشریحات کے ساتھ چھپوا کر اہل علم کو منور فرمایا ہے ایضاح المؤمنین ترجمہ دلیل المشرکین (مصنفہ مولانا احمد الدین بگوی بھیرویؒ) البیان الازہر ترجمہ فقہ اکبر، صرف ولی اللہی منظوم عقیدۃ الطحاوی کا اردو ترجمہ، عقائد اہل سنت، سعدیات، تاریخ مبادی فلسفہ مباحث کتاب الایمان بمعہ مقدمہ صحیح لمسلم، شائع فرمائی ہیں۔اسی طرح دیوبندی مکتب فکر کی ترجمانی اور باغبانی کا شرف حاصل کرتے ہوئے حضرت نانوتوی المتوفی ۱۲۹۷ھ کی حجۃ الاسلام اجوبہ اربعین اور حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ المتوفی ۱۹۵۶ء کی خطبات صدارت، مولانا حسین علی آف واں بھچراں میانوالیؒ کی فارسی کتاب بمع اردو ترجمہ فیوضات حسینی ترجمہ تحفہ ابراھیمیہ شائع فرمائی ہیں۔

ذاتی تصانیف میں مولانا عبیداللہ سندھی کے علوم وافکار۔جو فلسفہ ولی اللہی کے شارح ہیں۔اور کئی

لوگوں نے ان کے دربدر ہو کر کابل رہنے اور ماسکو میں کمیونسٹ روسی مشوروں مسلم کش انقلاب میں ان سے مذاکرات پر ملنے میں مطعون کیا ہے۔ تو حضرت صوفی صاحب نے ان کی صفائی اور برأت کر کے کئی تحریروں کو انکے مرتب اور املائی طالب علموں کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔ آپ کی اپنی مقبول ترین تالیفات میں نماز مسنون کلاں اور خورد ۹۰۰ صفحات کی ہے۔ جس میں مسلک حنفی کا ہر مسئلہ قرآنی آیات، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہؓ سے مدلل ثابت کیا ہے۔ اور غیر مقلدین کے منفی پروپیگنڈہ کی کمر توڑ دی ہے علم منطق میں تشریحات سواتی اٹی ایساغوجی مفید ہے، مقالات سواتی آپ کی عمدہ تحریر ہے مگر سب سے بڑا کارنامہ دروس القرآن ہے۔ جو آپ نے ۵۰ سال مسجد نور میں بار بار دیا اور ختم کیا اور آپ کے معتقدین نمازیوں نے کیسٹوں میں ریکارڈ کیا۔ محترم جناب حاجی لعل دین انگر ایم اے صاحب نے اسے مرتب کیا حضرت صوفی صاحب سے اصلاح و ترامیم (حذف مکررات) کرا کر مصدقہ بنایا، پھر وہ ۲۰ جلدوں میں ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کے نام سے عصر حاضر کی بڑی مفید اور جامع تفسیر کی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ تقریری انداز میں رواں دواں آسان اردو زبان ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ کا ترجمہ متصل انداز میں مستند ضروری تفسیری مسائل زمانہ کی توضیح، ماحول کی خرابیوں کی نشاندہی اور ان کا علاج، پہلے قرآن کی قرآنی آیات سے تشریح پھر احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے تفسیر، صحابہ کرامؓ تابعین ائمہ کرام اور جمہور مفسرین کی اختیار کردہ توجیہات کو مدنظر رکھتے ہوئے شرک و بدعت، ادیان باطلہ فرنگی ہندی نظامات فاسدہ کی تردید ہے۔

علماء دیوبند کی پہچان

تمام مکاتب فکر سے علماء دیوبند کی افضلیت و تخصیص اور پہچان، کسی نئے مسئلے کی ایجاد، علامات کا اظہار نئے نعروں کی یلغار اور مخصوص مسئلوں پر مناظرے، ہرگز نہیں ہیں، بلکہ برصغیر کی ہندوانہ رسومات سے اجتناب کے سوا سنت نبوی کا اتباع سلف صالحین کی تمام نیک باتوں پر اتفاق فقہ حنفی کی تقلید، عیسائیوں، آریہ سماجیہ ہندوؤں اور اسلام و ایمان سے خارج فرق باطلہ سے مناظرے ہیں۔ حضرت صوفی صاحب نے شہر گوجرانوالہ میں اور آپ کے بڑے بھائی محقق العصر حضرت مولانا شیخ محمد سرفراز خان صفدر نے پورے ضلع اور

ملک بھر کو اہلسنت کے انہی روشن دلائل سے چمکایا ہے۔ اور سوا سو سے زائد علمی عملی تحقیقی کتابوں سے اپنے مصلح اور سنی ہونے کا نہ کہ بدعتی اور فسادی ہونے کا۔ لوہا منوایا ہے۔ مناظرہ کیا نہ چیلنج دیا، مگر بدعت وفساد کے مارے جاہل گویوں سے جیب کٹے حق کے متلاشی سینکڑوں افراد جامع مسجد نور میں جمعہ پڑھنے پہلے سے آجاتے۔ دور دراز سے آکر صبح کا درس قرآن وحدیث سنتے اور ایمان وہدایت سے منور ہو کر جاتے تھے۔

حضرت صوفی صاحب کا نام بطور لقب صوفی اس لیے مشہور ہوا کہ وہ جنازہ یا ضروری عیادت مریض کے سوا کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلے اندر بھی خاص ضرورت کے سوا کسی سے باتیں نہ کیں۔ طبیہ کالج حیدر آباد دکن کے ۴ سالہ کورس میں سب سے اول آئے عرصہ تک خدمت عوام کی پاکستان بننے کے بعد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ میں مطب کھول دیا۔ بڑے بھائی نے ڈانٹ کر کہا ہم نے تمہیں دیوبند سے فاضل اس لیے نہیں بنایا کہ لوگوں کے پیشاب ٹیسٹ کرو۔ حالانکہ آپ ایک مسجد میں جمعہ وغیرہ تو پڑھا دیتے تھے۔ گندے چھپڑ کے کنارے بیٹھ کر قرآن پڑھانا شروع کر دیا فطرت سلیمہ سے آبدار قرآن وحدیث کے علمبردار نے برا نہ منایا بڑے بھائی کی بات باپ کا حکم سمجھ کر مانی اور صرف محلہ سے روٹی ملنے پر رضا کارانہ کام شروع کر دیا اور اس عظیم مدرسہ کی بنیاد رکھی جس پر آج ہزاروں حکیم اور ڈاکٹر قربان کیے جاسکتے ہیں۔

مولوی نے سرکاری نوکری قبول نہ کی

ہزاروں روپے کی تنخواہ اور کاروبار سے آج کھیلنے والوں کو۔ مولوی کی روٹی محلہ سے آنے پر تعجب ہوگا۔ مگر یہ قصہ بھی بتانا مناسب ہے۔ صدی پہلے کی بات ہے انگریزی انقلاب کے برے مذہبی اثرات مٹانے کے لیے دار العلوم دیوبند دنیا بھر میں مشہور ہو چکا تھا۔ مسلم ریاست حیدر آباد دکن کے بادشاہ میر عثمان علی خانؒ۔ جس کی عظیم شائع کردہ علمی کتابیں ہم نے تخصص فی علوم الحدیث بنوری ٹاؤن کراچی میں مصر وبیروت کی شائع کردہ اعلیٰ کتابوں میں دیکھیں اور حیران ہوئے۔ دار العلوم دیوبند آئے ''کہ اپنے فاضل ہمیں دو سرکاری ملازمت دینگے اور دار العلوم کی خدمت بھی کرتے رہینگے'' حضرت نانوتویؒ تو فوت ہو چکے تھے۔ مولانا محمد یعقوب نے فرمایا ''مشورہ ہوگا پھر بتائیں گے ایک دن اور ٹھہریں'' چنانچہ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کو بلایا گیا تو انہوں نے آکر شاہ دکن کو دوٹوک کہا ''کہ فاضل دیوبند سرکاری ملازم بنے یہ تو

ہمارے مقصد کے بھی خلاف ہے اس کے لیے حکومت بھی ملازم مانگتی ہے اور سرسید احمد خان نے علی گڑھ کالج اسی مقصد کے لیے بنایا ہے''۔

مگر ہمارا مقصد تو فضلاء دیوبند سے یہ کام لینا ہے۔ کہ مغلیہ دور کی جو مسجد اجڑی ہوئی ہے۔ اور رنجیت سنگھ کے دور حکومت سے مسجدیں گھوڑوں کا اصطبل بن چکی ہیں۔ یہ فضلاء ان مساجد میں پہنچیں صاف کر کے اذان دیں کوئی مسلمان تو نماز پڑھنے آئیگا۔ وہ صبح و شام ان سے قرآن پڑھنے کے لیے بچے مانگیں مسجدوں کو تعلیم و نماز سے آباد کریں لوگ مسجد کے مسافر کو روٹی تو دیں گے۔'' بانیان دار العلوم دیوبند اور علماء دیوبند کی یہی بے لوث قربانی ہے اور انگریز وغیرہ کی سرکاری نوکری سے تعلیمی کوائف کے باوجود نفرت ہے صرف محلہ سے روٹی پر سے کام کا افتتاح ہے کہ آج برصغیر میں ۴۰/۱۳۰ ہزار دینی مدارس کی روشنی سے اسلام اور مسلمان دونوں زندہ ہیں سپین وغرناطہ کی طرح ۸۰۰ سوسال مسلم حکمرانی کے باوجود پرائیویٹ دینی تعلیم نہ دینے کی وجہ سے مٹے نہیں ہیں اور امریکہ و برطانیہ اسے مٹانے پر اربوں ڈالر اپنے گماشتوں کو دے رہے ہیں مگر ناکام ہیں۔ حضرت صوفی عبد الحمید نور اللہ مرقدہ نے اسی جذبہ وایثار سے کام شروع کیا آپ آس پاس محلوں میں طلبہ کو امام بنا کر بھیج دیتے تھے۔ گلی محلہ کی مسجد آباد ہو جاتی بچے دینی تعلیم سے وابستہ ہو جاتے۔ اس لیے گوجرانوالہ اندر قدیم شہر میں دیوبندی مساجد زیادہ ہیں آپ کے حکم سے خود راقم محلہ احمد پورہ کی فیروزی مسجد میں امامت کرتا صبح و شام بچے پڑھاتا اور ۲۰ روپے جیب خرچی کے علاوہ شام کا کھانا محلے سے کھاتا تھا۔ یہ حضرات منشی فاضل مولوی فاضل کی بی اے کے برابر ڈگری اور سکول کی ملازمت کو ناپسند کرتے اور ہمیں منع کرتے تھے۔

جدید تعلیم زمانہ کی ضرورت ہے۔

''کہ مولوی پاگل نہ بنو'' مگر ہر چز کا ایک نقصان دہ پہلو بھی ہوتا ہے اس کے ازالہ کے لیے حضرت شیخ الہندؒ نے تو جامعہ ملیہ دہلی بنایا تھا۔ مگر پاکستان بننے کے بعد ہمارے علماء نے ادھر توجہ نہ کی حالانکہ آدھے علماء دیوبند مسلم لیگ سے وابستہ کراچی وڈھاکہ میں پاکستان کی پرچم کشائی کرنے والے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سکولوں کالجوں اور سرکاری دفاتر میں بدمذہب یا بے دین لوگ ہی پہنچے اور نفاذ اسلام یا سرکاری سطح سے اصلاح معاشرہ کی کوئی کوشش نہیں ہوئی۔ اللہ بھلا کرے تبلیغی جماعت کا کہ وہ کچھ یہ خیال رکھ کر افراد بناتے

اوران کو مختلف محکموں میں پہنچانے کا ذہن رکھتے ہیں۔اب بھی ضرورت ہے کہ وفاق المدارس سے وابستہ دس ہزار دیوبندی مدارس اپنے کچھ فضلاء کو خاص دنیوی اور ٹیکنالوجی کی تعلیم دیں۔یا ایم اے، بی اے پاس حضرات کو دینیات میں سال دو تخصص کرائیں اور سیاست دینی انقلاب و اصلاح معاشرہ کا سبق بھی پڑھائیں۔حضرت صوفی صاحب امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے مناظرہ میں شاگرد تھے میری کتابوں کو پسند فرماتے محبت اہل بیت سے لبریز تھے ایک دفعہ میں نے کہا کہ امہات المومنین اصل اہل بیت قرآنی ہیں۔حضرات حسنین اوران کے والدین حدیث شریف کی وجہ سے اعزازی ہیں۔فرمایا ایسا نہ کہو وہ بھی اصلی اہل بیت ہیں۔

راقم پرحضرت صوفی صاحب کی خاص شفقت

یہ ہے کہ گویا سڑک پر گمشدہ لڑکے کو اٹھا کر گود میں بٹھادیا۔قصہ یہ ہے کہ احقر نے ۱۹۵۵ء میں ۱۰سال کی عمر میں پرائمری اور حفظ قرآن مکمل کرلیا پھر تین سال میں مڈل بھی فرسٹ ڈویژن میں پاس کرلیا۔علماء و مسجد کے خادم درویش صفت والد (المتوفی ۱۹۷۷ء یہی سال حضرت مرشدی محمد عبداللہ بہلوی شجاعبادی اور استاذی حضرت محمد یوسف بنوریؒ کی وفات کا ہے) میاں محمد نے سکول سے اٹھا کر دینی تعلیم کے لیے حضرت درخواستی ؒ کے شاگرد مولانا غلام رسولؒ کے حوالے کردیا جو ہمارے گاؤں تھے والی ضلع میانوالی میں آٹھہرے تھے۔کریما، نام حق، پندنامہ وغیرہ فارسی تو پڑھ لی مگران کا دل نہ لگا تو ہم دو طالب علموں کو وہ خانپور لے آئے یہ شعبان دورہ تفسیر کے دن تھے۔ایوبی دور میں مرزائیوں کے خلاف تقریروں پر پابندی کی وجہ سے حضرت صوفی صاحب بھی خانپور آگئے سندھ بلوچستان سرحد سے تین اور علماء بھی حسن اتفاق سے آگئے۔حضرت درخواستی نے دیکھ کر فرمایا یہ طالب تو نہیں بڑے علماء ہیں۔ان کو خاص مہمان خانہ میں ٹھہرایا جائے۔مجھ لڑکے کو صرف اس لیے ان کے کمرے میں ٹھہرنے کی اجازت دی کہ خدمت کیا کروں گا۔صرف ونحو نہ پڑھنے کی وجہ سے دورہ تفسیر تو سمجھ نہ آتا تھا۔میں ان ۵ علماء کے ساتھ حضرت درخواستی کے سامنے جا بیٹھتا تھا تو حضرت ہنس کر فرماتے یہ بنت لبون کیا بٹھا رکھا ہے۔حضرت صوفی صاحب نے میرا وقت ضائع نہ ہونے دیا۔گلستان پڑھادی، میران شاہ کے مولانا خان حلیم صاحب نے بوستان پڑھادی دورہ ختم ہونے پر حضرت صوفی

صاحب نے فرمایا۔ میرے پاس گوجرانوالہ آ جاؤ یہاں صرف ونحو اچھی نہ ہوگی۔ کہ بڑا مدرسہ ہے۔ ہم صرف و نحو اچھی پڑھائیں گے۔ تو وعدہ کے مطابق ۵۹ ء کے آخر میں گوجرانوالہ پہنچ گیا۔ تو صرف ونحو ادب کے چھوٹے بڑے ۲۰ سے زائد سب اسباق محنت سے پڑھائے۔ قانونچہ کیھوالی میں ۲۰۰ صفحات کی کاپی لکھی۔ اجرا کراتے قرآن کے ایک صفحہ کے روزانہ صیغے اور ترکیبیں نکلواتے ان دو سالوں میں زرادی زنجانی دستور المبتدی فصول اکبری وغیرہ وفاق میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے ایسی پڑھائیں جیسے کسی کے بکس یا گٹھڑی میں کوٹ کوٹ کر قیمتی مال بھرا جائے۔ میں ایک لڑکے کے ورغلانے پر تیسرا سال سرگودھا سراج العلوم میں آ گیا کافیہ کنز اصول الشاشی وغیرہ یہاں پڑھیں پھر بھی صوفی صاحب نے یوں مہربانی فرمائی کہ مولانا عبدالعزیز ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم کے والد دریائے چناب میں گھوڑی سے گر کر وفات پا گئے تھے تو ان کی تعزیت کے لیے حضرت صوفی صاحب بڑے استاذ یم اور مولانا عبدالقیوم ہزاروی مئی ۱۹۶۲ء میں پہلے میرے پاس مدرسہ آ گئے مجھے ساتھ لیا پھر سرگودھا سے ۵۰ کلومیٹر دور گاؤں میلہ بچا گئے صرف پانی پیا کھانا میت کے گھر سے نہیں کھایا۔ واپس سرگودھا ہوٹل میں آ کر کھایا میں اس کمال محبت کی وجہ سے ۶۳ء میں پھر نصرۃ العلوم آ گیا اور چار سال لگاتار پڑھ کر ۶۶ ء میں دورہ حدیث کا شرف پایا اس سال سب سے زیادہ ۲۲ طالب علم دورہ حدیث میں تھے جن میں مولانا قاضی ظہور الحسین مولانا سعید الرحمٰن علوی بھیرویؒ اور ان کے بھائی میرے ہم کلاس تھے۔ بڑے استاذ یم کی بہ نسبت حضرت صوفی صاحب کا انداز تدریس طویل تھا بار بار سمجھاتے پوچھتے عبارت کی غلطیاں بتاتے، اور ڈانٹتے تھے۔ اساتذہ و معلمین پر قدرتی رعب تھا۔ سب مطیع مؤدب اور فرض شناس تھے کبھی نزاع یا بدمزگی نہیں آئی اس دور میں ایسی نعمت کرامت سے کم نہیں بے حد مہمان نواز تھے میں ایک دفعہ سرگودہا سے ملنے آیا تو واپسی کا کرایہ دیا اب آخری سالوں میں ملنے آتا تو مدرسہ قرآن وسنت بن حافظ جی کے اور دیگر میانوالی کے حالات پوچھتے پرانی باتیں دوہراتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے طویل بڑھاپے مرض اور آخر میں غنودگی کو ان کی مغفرت کا سبب بنائے کتابوں کو قبول فرمائے اولاد کو باہم متحد رکھے رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ الف الف مرۃ۔

رفتید ولیکن نہ از دلِ ما

فقیر صوفی مولانا حافظ مشتاق عباسی
مدیر ماہنامہ الہادی کراچی

آہ! میرے محسن و میرے مرشد

۱۹۷۲ء کا حال ہے خان پور سرائیکی کے علاقہ سے ایک درویش مشتاق عباسی بڑی عقیدت و محبت سے پنجاب کے دور افتادہ شہر گوجرانوالہ میں مدرسہ نصرۃ العلوم میں علم نبوی کے حصول کے لئے روانہ ہوا، میرے لیے زندگی کا پہلا اتنا طویل سفر تھا، منزل دور تھی راستہ نا معلوم اور اجنبی تھا، شاید حضرت صوفی صاحب کی روحانی کشش مجھے مقناطیس کی طرح کھینچ رہی تھی، حالانکہ مجھے پتہ بھی نہ تھا کہ صوفی صاحب کون ہیں؟ کیا نام ہیں؟ کیسی ہستی ہے؟ اس لیے کہ یہ وقت میرے عنفوان شباب کا تھا، میرے چہرے پر اس وقت ہلکی داڑھی تھی اور سادگی بھولے پن کا پیکر تھا، البتہ حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صفدر کا نام پڑھا اور سنا تھا۔

اب سے چالیس سال پہلے سفر کی موجودہ سہولتیں بھی میسر نہ تھیں، دشوار گزار سفر، منزل کٹھن، بہر حال خان پور سے بہاول پور، ملتان پھر لاہور سے گوجرانوالہ پردیسی پنچھی کی طرح پہنچا، غربت کا مارا اجنبی شہر میں ایک غریب الوطن تھا، میری زبان سرائیکی وہاں سب پنجابی، بہر حال علم کی پیاس، پیاسے کو کنویں تک لے ہی جاتی ہے۔

جب میں گوجرانوالہ پہنچا تو تفکرات و اندیشوں تلے دبا ہوا تھا کہ اگر یہاں داخلہ نہ ملا تو میرے پاس تو واپسی کا کرایہ بھی نہیں کیا بنے گا، کہاں جاؤں گا؟ بہر حال جی ٹی روڈ سے تانگہ میں سوار ہو کر گھنٹہ گھر مدرسہ نصرۃ العلوم جس کو اس وقت چھپڑ والی مسجد کہا جاتا تھا پہنچا، کہروڑ پکا کے مولوی عبدالرحمٰن صاحب پہلے سے مدرسہ میں داخلہ لئے ہوئے تھے، اتنا خوش ہوئے ان کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ آپے سے باہر ہو رہے تھے، وہ اس لئے خوش تھے کہ ہم دونوں سرائیکی جمع ہو گئے تھے۔

مدرسہ میں داخلے ختم ہو کر پڑھائی شروع ہو چکی تھی، میں نے درجہ خامسہ میں داخلہ لینا تھا، بہر کیف

داخلہ کی درخواست دی میرے داخلہ کے ممتحن مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی تھے، انتہائی شفقت فرمائی اور رسمی کاروائی کے بعد داخلہ کی منظوردے دی، مجھے کمرہ اور کتب مل گئیں، ہمارے کمرے کے ساتھیوں میں دو پٹھان ایک قصور کے ساتھی مولوی بشیر اختر اور ایک میں سرائیکی تھا، عموماً ہر کمرے میں چار ساتھی ہوتے تھے۔

اسباق تقسیم ہوکر شروع ہو گئے حضرت صوفی صاحب کے پاس میرا متنبی کا سبق تھا، حضرت کی خدمت میں پڑھنے میں لطف واپنائیت ہوتی تھی، مشفقانہ لب ولہجہ، بہترین طرز گفتگو، تفہیم کا نرالہ انداز، حضرت کے پرنورنورانی چہرے کی زیارت، حضرت عموماً آنکھیں نیچے رکھے پڑھاتے تھے، دن بدن حضرت صوفی صاحب کی عقیدت ومحبت دل میں رچتی بستی گئی حتیٰ کہ یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ حضرت کی زیارت سے سکون ملتا ، پریشانی ہوتی تو کافور ہوجاتی ،حضرت صوفی صاحب کوکبھی کسی طالب علم کوڈانٹتے ہوئے نہ دیکھا۔

حضرت صوفی صاحب روزانہ بالالتزام صبح کی نماز کے بعد درسِ قرآن دیتے، حاضرین بڑے عقیدت مند ہوتے تھے، سب کے پاس رحل پر قرآن کریم رکھا ہوتا تھا، حضرت پہلے لفظی ترجمہ کرتے، جیسے چھوٹے شاگردوں کو پڑھا رہے ہوں، پھر تشریحات فرماتے، لیکن تفسیر وبیان حضرت صوفی صاحب سامعین کے عقل وفہم کے مطابق بات کرتے۔نماز اشراق تک یہ سلسلہ جاری رہتا لوگ اشراق پڑھ کر گھروں کو جاتے، حضرت نماز جمعہ میں الہامی بیان فرماتے۔

عربی خطبہ پڑھنے کا ایسا استغراقی انداز تھا کہ ایک ایک کلمہ دل کی گہرائیوں میں اترتا جاتا تھا میں نے تقریباً پورے سال دیکھا کہ حضرت صوفی صاحب جب عربی خطبہ میں یہ الفاظ مبارک ''ایھا الناس لا تحاسدوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تناجشوا،وکونوا عباد اللّٰہ اخوانا '' یہ الفاظ مبارک سنتے ہی وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ،حضرت صوفی صاحب کے ان الفاظ مبارک کی ادائیگی کی شیرینی و حلاوت، آج بھی محسوس کرتا ہوں، میں نے تقریباً پورے سال دیکھا کہ صوفی صاحب ہمیشہ اذان ہوتی اور آپ مسجد کی سیڑھیوں پر ہوتے ،سب سے پہلے مسجد میں تشریف لاتے۔اس معمول پر اس قدر استقامت سے عمل یہ کسی فرشتہ کی صفت تو ہوسکتی ہے کسی انسان کے بس میں نہیں کہ اس طرح نبھا سکے گویا حضرت صوفی صاحب''قرآن کی اس آیت کا مصداق تھے واستقم کما امرت''الاستقامۃ فوق الکرامۃ

پڑھائی کے اوقات کے علاوہ حضرت اکثر مسودات ہنتے، یہ مسودات عموماً میرے قطبی کے استاذ حضرت اقدس مولانا عبدالقیوم ہزاروی دامت برکاتہم سناتے، حضرت نے ہمیں قطبی ایسی پڑھائی تھی جیسے قرآن مجید کے حفظ کرنے والے چھوٹے طلباء کو حفظ کرایا جاتا ہے، استاذ محترم حضرت ہزاروی دامت برکاتہم کئی مرتبہ ڈانٹتے بھی تھے، لیکن اس میں ایسا مزا آتا کہ ہم خوش ہوتے، حضرت ہزاروی دامت برکاتہم غصہ کی وجہ سے سرخ ہوجاتے، اگرچہ اور مجھے کچھ بھی یاد ہو یا نہ ہو مگر قطبی کی عبارتیں ابھی بھی یاد ہیں۔

حضرت صوفی صاحب کے پاس متنبی ہم نے اتنے شوق سے پڑھی تھی کہ متنبی کے اکثر اشعار یاد تھے، گویا حافظ المتنبی ہو گئے تھے، متنبی کے بعد حضرت صوفی صاحب سے حماسہ بھی پڑھا اور فوز الکبیر بھی پڑھی، ترجمہ قرآن بھی پڑھا، گوجرانوالہ کا میرا تعلیمی سال ایک یادگار سال ہے۔

میں نے اپنی غربت کی وجہ سے اس شہر میں مزدوری بھی کی، صرف تین روپے کے عوض پورے ریت کے ٹرک اٹھائے ہیں، تیسری منزل پر اینٹیں بھی چڑھائی ہیں، ایک مرتبہ ریت کا پورا ٹرک تقریباً دو گھنٹے میں طفاری میں اٹھا کر گھر میں رکھا، علاوہ ازیں میرا معمول یہ بھی تھا کہ عصر کی نماز کے بعد اکثر ڈسکہ روڈ پر واقع تقریباً دو اڑھائی میل دور ایک بہت بڑی نہر پر جا کر نہاتا تھا، تیراکی میں مجھے بڑی مہارت تھی، جب میں پل سے چھلانگ لگاتا تو لوگ جمع ہو کر حیرت سے میرا نظارہ کرتے، کبھی کبھی قادر پور بیراج دریا پر بھی نہاتا، عموماً جمعہ کے دن صبح صبح چلا جاتا اور کسی کو نہ بتاتا۔

اس کے علاوہ میرے معمولات میں سے یہ بھی تھا کہ نہر کے کناروں پر موجود جنگلات میں گھومتا رہتا تھا، اس وقت تخیلاتی تصوراتی دنیا میں کھویا رہتا تھا، اس دور میں شاعروں کی پرانی کتب لاتا اور اشعار کرتا رہتا، ناسخ، آتش، اکبرالہ آبادی، مومن، اقبالؒ اکثر شعراء کے کلام پڑھتا، نیز جو اس شہر میں میرا ایک عجیب معمول یہ بھی تھا کہ شہر کے قبرستان میں ایک کنواں تھا، لوگ اس کنویں میں پرانے اوراق کتب وغیرہ ڈال جاتے، میں اس کنویں سے پرانی کتب ڈھونڈتا رہتا، جو اکثر مجھے مل جاتی تھیں، یوں میں اپنی تسکین کتب بینی کرتا۔

قبرستان میں جنات کے دیکھنے کا شوق اور بھوت بھی مجھ پر سوار تھا، اکثر قبرستان میں بالکل گمنام جگہ میں بیٹھ کر پڑھتا رہتا اور جنات کے نمودار ہونے کا انتظار کرتا رہتا مگر کبھی جن نہ دیکھا، پورے تعلیمی سال میں

چھٹی نہ کی، کیونکہ اب سے تقریباً چالیس سال پہلے گوجرانوالہ، خان پور سے بہت زیادہ دور سمجھا جاتا تھا، میں ایک درویش صفت وفقیر بست حال تھا، میرے پاس اتنا کرایہ کہاں تھا کہ خانپور آنے کے نخرے پورے کرتا اور ساتھی جب گھروں کو جاتے میرے دل میں حسرتیں آرزوئیں انگڑائیاں لیتی رہتیں، دل کی حسرتیں دل ہی میں رہ جاتیں حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ کے صاحبزادے مولوی عبدالقدوس قارن وغیرہ سے خاص تعلق تھا۔

حضرت مولانا قاضی عبداللطیف جہلمی کے صاحبزادے قاری خبیب احمد صاحب سے بھی دوستی تھی ان کے ساتھ مولوی حبیب الرحمٰن شیخوپورے والے بھی دوست تھے، کبھی کبھی قاری خبیب صاحب مجھے غریب ساتھی سمجھ کر بازار جاتے وقت ساتھ لیجاتے اور شربت پلاتے اور مجھ سے اشعار سن کر محظوظ ہوتے، اس سال عزیزم۔ ملوی فیاض خان اور ریاض خان بالکل چھوٹے ہوتے تھے، گرم ٹوپیاں پہنے عجیب معصومیت سادگی میں نظر آتی تھی، کبھی کسی طالب علم سے بات کرتے نہ دیکھے، خاموش شریفانہ مزاج، یہ حضرت صوفی صاحب کا اثر تھا، بعض مرتبہ شہر کی سیاسی ودیگر تقریبات میں بڑی ہوشیاری سے شریک ہوجاتا اور بڑی دلچسپیاں پیدا کر کے طلباء کو سنا کر ہنساتا، جب سالانہ چھٹیاں ہوئیں تو حضرت صوفی صاحبؒ نے مجھے ایک محلہ میں قرآن مجید کی تدریس پر لگوادیا، اس وقت میری تنخواہ غالباً چالیس یا پچاس روپے رکھی گئی تھی، یہ میرے لیے بہت ہی بڑی رقم تھی، تعلیمی سال کے آخر میں ۱۹۷۳ء شروع ہو چکا تھا، ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کا دور حکومت تھا اور میرا شہر خانپور مکمل ڈوب چکا تھا، میرا کچا گھر جو میرے والد مرحوم نے اپنی پینشن سے بنوایا تھا، اس کا نام ونشان مٹ گیا تھا، بستر، کڑیاں بھی سیلاب میں بہہ گئے تھے، میرے لیے یہ خبر انتہائی افسوس ناک تھی، میں حضرت صوفی صاحبؒ سے رخصت لے کر دعا کرا کر خان پور کی طرف کسمپرسی کے عالم میں روانہ ہوا کہ نہ معلوم میرے والدین، بھائی، بہنوں کا کیا بنا ہوگا؟ پنجاب کے راستے تقریباً بند تھے، میں ڈیرہ غازی خان، راجن پور کے طویل لمبے چکر کاٹ کر بالآخر کوٹ مٹھن سے دریا کے راستے کشتی میں سوار ہوا، دریا زبردست طغیانی میں تھا، بالآخر سفر کرتے کرتے شام ہوگئی اور رات راستے میں دریا کے کنار پریشانی کے عالم میں گزاری وہ رات بھی عجیب رات تھی جب ہم فاقہ سے تھے اور اندھیرے ویرانے میں دریا کے کنارے سرکنڈوں کے بیچ سو گئے تھے، نیند کیا آئے خوف دریا بارش کی حالت گھر والوں کی فکر و پریشانی سوار، صبح کشتی ہچکولے کھاتے

چاچڑاں کنارے لگی، ظاہر پیر سے آگے خان پور تک پانی پانی تھا، پانی میں سے گزر کر میں خان پور اسٹیشن پہنچا، کیونکہ اکثر لوگوں نے وہاں پناہ لی ہوئی تھی، تھک کر چور ہو گیا تھا۔

ایک آدھ جگہ پانی کی گہرائی میں ڈوبتے ڈوبتے بچا، رات اسٹیشن پر گزارنے کے بعد میرے چچازاد بھائی مرحوم محمد نواز مجھے مل گئے، وہ بھی والدین و اہل خانہ کی تلاش میں تھے، پتہ چلا میرے والدین بہنیں وغیرہ سیجہ کے ریگستانی علاقوں میں پناہ لیے ہوئے ہیں، کیونکہ سیلاب زدہ وہاں پناہ گزین تھے، بالآخر بھوک پیاس کے عالم میں سیجہ کے لئے پیدل روانہ ہوا، کیونکہ کہیں کوئی ہوٹل وغیرہ نہ تھے، لوگ بے خانماں تھے، سوائے فاقہ کے کچھ نہ تھا۔

بالآخر پیدل چل چل کر تھک ہار کر نڈھال بے حال ہو کر میں اپنے والدین، بھائی، بہنوں تک پہنچا، جب میں ان مشکلات سے اپنوں سے ملا تو وہ ایک عجیب عالم تھا، میری اماں جی بہنیں پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں، وہ دلدوز منظر مجھ سے بھلایا نہ جائے گا، جب میری اماں صاحبہ مجھے بار بار گلے لگا کر رو رو کر پیشانی چوم چوم کر مجھے دعائیں دے رہی تھیں کہ میرا سب سے چھوٹا خوبصورت لاڈلہ پیارا بیٹا جس کو وہ پیار سے کبھی ہرن کہتی تھیں کہ میرے بیٹے کی گردن ہرن کی طرح خوبصورت ہے میرے بیٹے کی جیسی خوبصورت آنکھیں کسی کے بیٹے کی نہیں۔

وہ بیٹا فقیر مشتاق تھا کہ جو غریب الوطنی میں غربت کے دور میں خان پور سے اس دور کے دور دراز علاقے گوجرانوالہ میں حضرت اقدس امام وقت حضرت صوفی عبدالحمید سواتی صاحب کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے گیا تھا، آج وہ بیٹا تھا اور سامنے اس کی ماں کی ممتا تھی۔

جب یہ پردیسی بیٹا ماں باپ بھائی بہنوں کے سامنے تھا تو آس پاس کے سبھی مرد و خواتین جمع ہو گئے تھے۔

حضرت صوفی صاحبؒ آج اللہ کے پاس پہنچ گئے اور میرے دل میں حضرت صوفی صاحب کی عقیدت محبت اور روحانیت رچی بسی ہوئی ہے، گو میں دوبارہ گوجرانوالہ آج تک نہ جا سکا، ان کے جنازے میں شریک نہ ہو سکا مگر محبت کا تعلق تو دل سے ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے مربی میرے محسن حضرت صوفی صاحب کے درجے بلند فرمائے، وقت تیزی سے گزر

کر کچھ دھندلی یادیں باقی رہ گئیں، بعد میں حضرت صوفی صاحبؒ کی کتب تفسیر خصوصاً حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے علوم پر حضرت کی کتب میں نے بار بار پڑھیں اور میرا تجزیہ یہ ہے کہ اس دور میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے علوم میں حضرت صوفی صاحب سے آگے کوئی نہیں ہے۔

جان کر منجملہ خاصانِ مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے
میں بعد مرگ بھی بزم وفا میں زندہ ہوں
تلاش کر میری محفل مرا مزار نہ دیکھ
عطا اسلاف کا جذب دروں کر
شریک زمرہ لایحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر
خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دل نواز
نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے
لادینی و لاطینی کس پیچ میں الجھا تو
وارد ہے ضعیفوں کا لاغالب الاّ ہو

=============

مولانا حافظ سجاد ستی
کالم نگار روزنامہ اسلام راولپنڈی

فکر ولی اللہی کے وارث...... پیاس ''زم زم'' سے بجھا آیا ہوں

راقم ۱۹۷۷ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ کی تصنیف لطیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' کا نام پہلی بار سماعت سے ٹکرایا، میں بھی دیگر طلبہ کی طرح اس کتاب سے نامانوس تھا، مدارس کے نصاب میں ''حجۃ اللہ البالغہ'' کا کہیں وجود نہ تھا، اس لیے اس کتاب سے نامانوسیت فطری امر تھا، دورۂ حدیث کے طلبہ کو یہ کتاب نہیں پڑھائی جاتی تھی اس لیے تجسس بڑھا کہ یہ کتاب آسان ہے یا مشکل، آراء کے تبادلے میں ایک قدر مشترک سامنے آئی کہ یہ ایک مشکل ترین کتاب ہے، حجۃ اللہ البالغہ کا پیریڈ آخری تھا، طلبہ کے لیے آخری کلاس سب سے مشکل ہوتی ہے کہ وہ تھکن سے چور چور ہوتے ہیں، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ آسان کتاب کا آخری پیریڈ ہوتا کہ دماغ پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔

حجۃ اللہ البالغہ کے پیریڈ کا آغاز ہوا تو جسمانی اور دماغی تھکن سے نڈھال بوجھل قدموں سے ہم کلاس میں پہنچے ہم انہی سوچوں میں غلطاں تھے کہ ''مشکل ترین کتاب اور آخری پیریڈ'' کہ اتنے میں حضرت صوفی صاحب تشریف لائے، السلام علیکم کہا اور مسند پر جلوہ افروز ہوئے، انہوں نے طلبہ کے چہروں پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور سبق کا آغاز فرمایا، ان کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے حضرت صوفی صاحب ہماری واردات ذہنی وقلبی سے آگاہی رکھتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمات کا نہایت مختصر اور جامع انداز میں تذکرہ فرمایا اور فکر ولی اللہی میں حجۃ اللہ البالغہ کے مقام، انفرادی، اجتماعی اور ملکی وملی نظم ونسق میں اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کا جس بلیغ انداز میں ذکر فرمایا اس سے پہلے دن ہی فلسفہ ولی اللہی سے ہماری اجنبیت انسیت میں بدل گئی۔

حضرت صوفی صاحب کا انداز تدریس اتنا آسان اور اچھوتا تھا کہ حجۃ اللہ البالغہ آسان ترین کتاب محسوس ہونے لگی، فکر ولی اللہی پر ان کا عبور اس بات کو ظاہر کرتا تھا کہ وہ شاہ ولی اللہ اور ان کے خانوادۂ علمی

کے علوم ومعارف پر گہری نظر رکھتے ہیں، حجۃ اللہ البالغہ کے تمام مباحث کو وہ ایسے سمیٹتے کہ ہم محدود وقت میں شاہ ولی اللہ کے علوم وافکار کے بحر ذخار کی غواصی کر کے بہت سے نایاب موتی اپنے دامن میں سمیٹ لیتے، انہی جواہرات نے مستقبل میں میرے لیے ''زادراہ'' کا کام دیا، فکر ولی اللّٰہی سے حضرت صوفی صاحب نے جو رغبت پیدا کی اس نے اختلافی امور میں اعتدال سکھایا اور فکر ونظر کی وسعت سے بھی نوازا۔

حضرت صوفی صاحب حجۃ اللہ البالغہ کی تدریس کے ساتھ طلبہ میں شاہ ولی اللہ اوران کے خانوادہ کے علوم کا ذوق مستقلاً اجاگر کرنے کے لیے دورۂ حدیث کے طلبہ کو ان کی کتب بلا قیمت (ابطور عطیہ) دیتے، مجھے اور میرے دوسرے رفقاء کو دو کتب عنایت فرمائیں جن میں سے ایک امام ولی اللہ کی کتاب ''الطاف القدس فی معرفۃ لطائف النفس'' اور دوسری ''دمغ الباطل'' تھی جو حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کی تالیف ہے، الطاف القدس کو (جو فارسی زبان میں ہے جس کا حضرت صوفی صاحب نے خود نہایت عمدہ ترجمہ کر کے فارسی متن کے ساتھ) چھپوادیا، یہ کتاب تصوف وسلوک کی اصطلاحات کے تعارف اور اسرار علم الحقائق کی تشریح پر مشتمل ہے'' دمغ الباطل'' بھی آپ نے ہی چھپوائی، یہ تحقیقی کتاب ہے جس میں مسئلہ وحدت الوجود (تصوف کی اصطلاح، صوفیہ کے نزدیک کائنات میں صرف خدا کی ذات ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، جو کچھ ہمیں یہاں نظر آتا ہے وہ سب ذات خداوندی کے مظاہر ہیں، مولانا رومی کا فکری رجحان وحدت الوجود کی طرف تھا) اور مسئلہ وحدۃ الشہود (یہ بھی تصوف ہی کی اصطلاح ہے جو وحدت الوجود کے مقابلے میں سامنے آئی یہ نظریہ امام ابن تیمیہ نے پیش کیا وحدت الوجود کی رو سے مخلوق کا خالق سے الگ وجود نہیں جس سے انسانی جدو جہد کی ضرورت باقی نہیں رہتی جبکہ وحدت الشہود کے مطابق موجودات کا الگ وجود ہے جیسے سورج کی روشنی سورج ہی کی وجہ سے ہے لیکن اس کا وجود بھی ہے، حضرت مجدد الف ثانی نے عہد اکبری اور جہانگیری میں اس نظریے کی تبلیغ فرمائی) پر روشنی ڈالی گئی ہے، صرف انہی دو کتابوں کی اشاعت کا اہتمام نہیں کیا بلکہ بے شمار نایاب کتب کی تالیف، تدوین اور اشاعت کا جو کام نہایت جاں فشانی سے کیا وہ حضرت صوفی صاحب جیسے جولانی طبع کا حامل فرد ہی کر سکتا تھا، کسی اور کے لیے ممکن نہ تھا اس مشکل ترین کام کو شاید بڑے بڑے ادارے بھی سرانجام نہ دے سکتے، حضرت شاہ ولی اللہ اوران کے علمی خانوادے کے علوم وافکار پر مشتمل چھوٹی بڑی بیسیوں کتب شائع فرمائیں ان میں سے کچھ کا تذکرہ سطور ذیل میں کیا جارہا ہے۔

☆ ''ولی اللّٰہی صرف المعروف صرف میر منظوم''

علم الصرف پر شاہ ولی اللہ کا مختصر رسالہ جو ۱۷۸ فارسی اشعار پر مشتمل ہے اور صرف کے تمام بنیادی قواعد کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

☆ رسالہ دانش مندی، فارسی زبان کا مختصر رسالہ اس میں حضرت شاہ ولی اللہ نے کسی کتاب سے استفادے اور اس کے مطالعے کے طریقے پر بحث کی ہے جو مدرسین علوم وفنون دونوں کے لیے یکساں مفید ہے، حضرت صوفی صاحب نے اسے شاہ رفیع الدین کی تالیف تکمیل الاذہان کے ساتھ شائع فرمایا۔

☆ . عقیدۃ الحسنہ ، حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ رسالہ عربی زبان میں ہے جس کا اردو ترجمہ حضرت صوفی صاحب نے فرمایا، بڑے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز کی علم بلاغت پر عربی میں نہایت مختصر اور جامع تالیف ہے جس میں علم بلاغت کے اصولی قواعد ایسے انداز میں بیان کیے گئے ہیں جو مبتدیوں کے لیے انتہائی مفید ہیں، اس نایاب تالیف کو حضرت شاہ عبدالعزیز کے مختصر سوانح اور ان کی تصنیفات وتالیفات کے تعارف کے ساتھ شائع کیا گیا۔

☆ شاہ رفیع الدین حضرت شاہ ولی اللہ کے دوسرے صاحبزادے جامع العلوم محقق اور مصنف تھے جن کی کچھ تالیفات تو شائع ہوئیں اور متعدد رسائل وکتب مخطوطات کی شکل میں موجود تھیں، حضرت صوفی صاحب نے ان تالیفات کو ترتیب وتصحیح کے بعد شائع کیا، تکمیل الاذہان چار ابواب پر مشتمل رسالہ ہے جس کے پہلے باب میں منطق، دوسرے میں فن تحصیل کے اصول ومبادی، تیسرے میں عقلیات کے مباحث اور آخری میں تطبیق الآ راء سے بحث کی گئی ہے، ہر باب کے شروع میں حضرت صوفی صاحب نے مباحث کا تعارف کرایا ہے۔

☆ مقدمۃ العلم، یہ بھی تکمیل الاذہان کی طرح عربی میں ہے اس کا موضوع ومباحث بھی تکمیل الاذہان کی طرح ہیں گویا یہ اس کا تتمہ ہے اس کے متعلق حضرت صوفی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ''عمدہ رسالہ علوم وفنون کے ماہرین اور علوم عقلیہ کے طلبہ کے لیے معاون ہے۔''

☆ مجموعہ رسائل (اول) شاہ رفیع الدین کے ان دس رسائل پر مشتمل ہے:(۱) رسالہ اذان (کلمات اذان کی تشریح اور تکرار کی حکمت) (۲) فوائد نماز (۳) حملۃ العرش، سورۃ الحاقہ کی آیت وتحمل عرش

ربک۔۔۔الخ کی تفسیر ہے۔جس پر حضرت صوفی صاحب نے نہایت مفید علمی حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں(۴) شرح رباعیات،اس میں حقیقت انسانیہ،تعلق باللہ اور قرب الی اللہ پر نہایت گہری نظر ڈالی گئی ہے(۵)شرح چہل کاف،شاہ عبدالقادر جیلانی سے منسوب دعا کی تشریح،فوائد اور پڑھنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے(۶) شرح برہان العاشقین ،یہ خواجہ گیسودراز کے فارسی رسالے کی شرح ہے(۷)رسالہ نذور بزرگان(۸)رسالہ جوابات سوالات اثناعشر (۹)فتاویٰ شاہ رفیع الدین(۱۰)اسرار محبت۔

☆ تفسیر آیت النور۔

☆ مجموعہ رسائل (دوم)عربی وفارسی ان ۲۰ مختصر رسائل کا مجموعہ ہے:(۱)رسالہ تحقیق شق القمر(۲)تحقیق الالوان(۳)رسالہ سید کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا(۴)ترکیب خواندن سورۂ یوسف(۵)رسالہ تحقیق الالوان (۶)رسالہ تحقیق آیات و قرأت(۷)القول المقرر(۸)رسالہ تحقیق طلوع وغروب(۹)قاعدہ مناسخہ در علم فرائض(۱۰)قاعدہ تحریم النساء(۱۱)رسالہ اصطرلاب (۱۲)سوالات فارسی (۱۳)ذکر حکم الصلوٰۃ والصوم فی ارض التسعین (۱۴)رسالہ سوالات وجوابات متفرقہ در عربی (۱۵)رسالہ تحقیق قدم وحدوث علم و تدوین تاریخ(۱۶)رسالہ تحقیق ایمان(۱۷)رسالہ اولاد رسول ﷺ(۱۸)رسالہ اعتقاد نجوم شرح مسئلہ منطقیہ تصوریہ (۲۰)حواشی شرح چغمینی ،اتنا بھاری بھرکم کام جس تحقیق اور ژرف نگاہی کا متقاضی ہوتا ہے،اس سے اہل علم بخوبی آگاہ ہیں،حضرت صوفی صاحب نے تن تنہا اسے نبھایا،ذالك فضل اللّٰه يوتيه من يشاء۔

حضرت صوفی صاحب کو فکر ولی اللّٰہی سے جو مناسبت تھی وہ تدریس تحریر اور تقریر ہر جگہ نمایاں نظر آتی ،اپنے خطبات اور دروس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی فارسی عبارات پڑھتے اور ان کا ترجمہ کر کے عوام کو فلسفہ ولی اللّٰہی سے آگاہ فرماتے ،ان کی مجالس اور محافل سے جو بھی اٹھتا وہ ولی اللّٰہی زم زم سے پیاس بجھا کے اٹھتا تھا۔تقی کمال کے بقول ۔

دیپ خوشبو کے جلا آیا ہوں
پیاس زم زم سے بجھا آیا ہوں
آگہی ایسی ملی مجھ کو
اک تجلی میں نہا آیا ہوں

مولانا حافظ سجاد حقی
کالم نگار روزنامہ اسلام راولپنڈی

حضرت صوفی عبدالحمیدؒ......اٹھ گیا کون پاس سے میرے

گوجرانوالہ پنجاب کا مشہور صنعتی شہر ہے، جو لاہور سے ۴۲ میل دور شاہراہ اعظم پر آباد ہے، شہر کے نواح میں پھلوں کے متعدد باغ ہیں، خصوصاً ریڈ بلڈ مالٹا یہاں کی خصوصی سوغات ہے، نہر اپر چناب شہر کے وسط سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔

دور مغلیہ میں اسے خان نامی جاٹ نے آباد کیا، اس کی رعایت سے یہ خانپور کہلایا لیکن اٹھارویں صدی میں امرتسر کے سانسی جاٹوں نے گوجروں کے ایک قبیلے کو اپنے شہر (امرتسر) سے نکالا تو انہوں نے خانپور میں آ کر ڈیرے ڈالے، انہیں گوجروں کی نسبت سے ''خانپور'' گوجرانوالہ کہلانے لگا، مغلوں کے عہد تک گوجرانوالہ نے ترقی کی منازل طے کیں۔

رنجیت سنگھ کے دادا چڑت سنگھ نے اس پر قبضے کے بعد اسے صدر مقام کا درجہ دیا، رنجیت سنگھ کی جائے پیدائش ہونے کی وجہ سے گوجرانوالہ کی اہمیت میں اضافہ ہوا، رنجیت سنگھ پہلا سکھ حکمران تھا جس نے انیس برس کی عمر میں ۱۷۹۹ء میں لاہور پر قبضہ کر کے اسے اپنی راجدھانی بنایا، پھر امرتسر، وسطی پنجاب، لدھیانہ، ملتان، اٹک، کشمیر، ہزارہ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان اور پشاور کو فتح کر کے اپنی سلطنت کو وسعت دی۔

گوجرانوالہ غلے، سبزی اور پھلوں کی منڈی کے علاوہ پنجاب کا ایک اہم صنعتی مرکز ہے، ضرورت کی تمام اشیا کی صنعت اس شہر میں موجود ہے، اسٹین لیس اسٹیل سے مٹی کے برتنوں تک، آلات جراحی سے کٹلری تک، پنکھے، ٹرانسفارمر، جنریٹر، ائیر کنڈیشنز، واشنگ مشین، بجلی، گیس اور تیل سے متعلقہ ہر سامان یہاں تیار ہوتا ہے جو دنیا کے متعدد ملکوں کو برآمد بھی کیا جاتا ہے۔

گوجرانوالہ کا پرانا شہر سرکلر روڈ کے اندر ہے جس کے چاروں طرف گیارہ دروازے تھے، ان میں سے

کچھ دروازوں کے آثار آج بھی موجود ہیں، اس شہر کے مشہور شیرانوالہ باغ نے تحریک آزادی میں وہی کردار ادا کیا جو لاہور کے اقبال پارک ((منٹو پارک) نے۔ بانی پاکستان، قائد ملت لیاقت علی خان، عبد الرب نشتر، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، پنڈت جواہر لال نہرو اور دوسرے راہنماؤں نے شیرانوالہ باغ میں لاکھوں کے پر جوش جلسوں سے خطاب کیا۔

گوجرانوالہ میں مشہور گھنٹہ گھر ہے جسے ایک انگریز ڈپٹی کمشنر اسکورٹ نے تعمیر کرایا تھا، اسی گھنٹہ گھر کی دائیں طرف ۱۹۵۲ء میں اخلاص وللہیت کے سرمایہ کے حامل دو بھائیوں مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور مولانا محمد عبد الحمید سواتی نے پانی کے چھپڑ کو لاکھوں روپے کی مٹی سے بھر کر ایک مسجد اور مدرسہ کی بنیاد رکھی، ''مسجد چھپڑ والی'' اب جامع مسجد نور کہلاتی ہے اور مدرسہ نصرۃ العلوم، اس مسجد اور مدرسہ نے کفر، الحاد، ارتداد، شرک و بدعت کے مدمقابل سد سکندری کا کردار ادا کیا، یہاں سے رشد و ہدایت کے پھوٹنے والے چشموں نے چمن اسلام کی آبیاری کی، تقریری، تحریری اور تدریسی خدمات کے سبب نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کا کونہ کونہ سیراب ہوا۔

اس مسجد اور مدرسہ نے عوام کی دینی ضرورت پوری کرنے کے ساتھ ساتھ ہزار ہا تشنگان علم کی پیاس بھی بجھائی، ۱۹۷۷ء میں راقم نے اپنے علم کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس مادر علمی کا رخ کیا اور دورۂ حدیث میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور حضرت مولانا صوفی عبد الحمید کے سامنے ایک شاگرد کی حیثیت سے حاضری کا شرف حاصل کیا، قرآن اور قرآنی علوم، حدیث اور اصول حدیث پر ان کی دسترس ایک مسلمہ امر ہے، ترمذی شریف اور ترجمہ و تفسیر قرآن حضرت شیخ الحدیث سے بخاری و مسلم شریف حضرت صوفی صاحب سے پڑھنے کی سعادت اللہ نے عطا فرمائی۔

حضرت صوفی صاحب کو فلسفہ ولی اللہی سے ایک خاص تعلق تھا، اسی تعلق نے ہمیں حجۃ اللہ البالغہ جیسی کتاب حضرت صوفی صاحب سے سبقاً سبقاً پڑھنے کا موقع فراہم کیا، حجۃ اللہ البالغہ کا آخری پیریڈ ہوا کرتا تھا حضرت صوفی صاحب کی علوم ولی اللہی پر گرفت کا یہ عالم تھا کہ وہ اس وقت کتاب کی مباحث کو اس انداز میں بیان فرماتے کہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کا محاورہ بلا مبالغہ اس پر صادق آتا، علوم ولی اللہی اور خانوادۂ ولی اللہی کے ساتھ حضرت صوفی صاحب کی خصوصی نسبت الگ کالم کی متقاضی ہے اس پر گفتگو پھر کبھی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ کی شفقت، محبت، سخاوت ہمدردی اور مہمان نوازی کا ایک عالم معترف ہے، حضرت شیخ اسباق پڑھانے کے بعد گکھڑمنڈی تشریف لے جاتے تھے البتہ حضرت صوفی صاحب مدرسہ کے اندر ہی رہائش پذیر تھے، شام کے وقت مسجد کے صحن کے کنارے پر جب یہ ماہتاب علم طلوع ہوتا تو ان کی قدم بوسی کا موقع ملتا، اس محفل میں حضرت صوفی صاحب جہاں علم کی گتھیاں سلجھاتے وہاں طلبہ کے ساتھ پر مزاح گفتگو بھی فرماتے، طلبہ کے نہ صرف انفرادی مسائل خصوصی توجہ سے سنتے بلکہ وہاں ان کا حل بھی سمجھاتے۔

ایسا بھی ہوتا کہ خاندانی معاملات ہوتے اور طلبہ والدین کے حوالے سے ان کی معاونت کے خواستگار ہوتے تو باقاعدہ رقعہ لکھ کر طلبہ کے والدین کی راہنمائی فرماتے۔

۶ اپریل کو مولانا زاہد الراشدی نے ۱۱ بج کر ۳ منٹ پر صبح حضرت صوفی صاحب کے سانحہ ارتحال کی خبر دی تو میں انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا اور کچھ بھی نہ کہہ سکا، حضرت صوفی صاحب عرصۂ دراز سے صاحب فراش تھے اور گزشتہ کئی ہفتوں سے ''کوما'' میں تھے، میں نے فوراً گوجرانوالہ کی راہ لی اور شام ۴ بجے گوجرانوالہ پہنچ گیا، جہاں علماء، مشائخ، حضرت صوفی صاحب کے ہزار ہا شاگرد، مقتدی اور متوسلین کا ایک جم غفیر تھا، میں دوران سفران حسین مجلسوں کا حظ اٹھاتا رہا جو حضرت صوفی صاحب سے زمانہ طالب علمی کے ایک سال میں اور اس کے بعد دو سالوں میں میسر رہیں، فراغت کے بعد حضرت صوفی صاحب نے قریب کے ایک محلے کی جامع مسجد میں میری تقرری بحیثیت خطیب، امام اور مدرس کی تو اس وقت میری عمر ۱۷ سال سے کچھ ماہ زائد تھی۔

وہاں کے لوگوں نے ذمہ داریوں کی نزاکت کے لیے میرے ''انتخاب'' پر ''تحفظات'' کا اظہار کیا اور کسی تجربہ کار اور پختہ عمر فرد کی تقرری کے لیے درخواست کی تو حضرت صوفی صاحب نے انہیں اس ناکارہ کے حوالے سے جو ارشاد فرمایا وہ میرے لیے ''متاع حیات'' کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کے بعد وہ حضرات مطمئن ہو گئے اور الحمد للہ میں نے وہاں ڈیڑھ برس کے لگ بھگ دینی خدمات سرانجام دیں، جہاں دو چار ماہ سے زیادہ کوئی نہیں ٹھہرتا تھا، کیونکہ نقد و جرح کا تیز دھار جلد ہی پیوست ہو جاتا اور خطیب گھائل ہو کر فرائض سے سبکدوش ہونے پر مجبور ہو جاتا۔

نماز مغرب کے بعد جب حضرت صوفی صاحب کی دینی وعلمی خدمات پر سرکردہ علماء انہیں خراج عقیدت پیش کررہے تھے میں صحن کے اسی کونے میں حضرت صوفی صاحب کے دست شفقت کا ایک بار پھر منتظر تھا، شاید وہ ماہتاب گھر کے پردے سے پھر نکلے اور ہمیں اپنی ضیاء پاشیوں سے بہرہ ور کردے مگر اب ایسا ممکن نہیں تھا۔

نماز جنازہ بھی میں نے صحن کے اسی کونے کے ساتھ کھڑے ہوکر ادا کی جہاں ایک لاکھ کے لگ بھگ خواص وعوام صوبہ سرحد کے علاقے سوات کے اس درنایاب کو دارعقبی کی طرف روانہ کرنے کے لیے جمع ہوکر اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ گوجرانوالہ جیسا صنعتی شہر اب بھی پاکستان اور بیرون دنیا میں ایک علمی مرکز کے طور پر اپنی پہچان رکھتا ہے، جو حضرت شیخ مدظلہ اور حضرت صوفی صاحب کی مخلصانہ مساعی کی وجہ سے ہے، جو نصف صدی پر محیط ہیں۔

ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل فگار تھا مگر احکم الحاکمین اپنے فیصلے کی حکمتوں کو بخوبی جانتا ہے، مگر انسانی فطرت کے مطابق میرا عالم یہ ہے۔

جان و دل ہیں اداس سے میرے
اٹھ گیا کون پاس سے میرے

حیرت انگیز کرامت

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا:

''میں نے حجۃ اللہ البالغۃ سبقاً کسی استاذ سے نہیں پڑھی''

لیکن آپؒ نے حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی یہ غامض ترین کتاب مدرسہ نصرۃ العلوم میں دورہ حدیث شریف کے طلباء کرام کو چالیس سال تک مسلسل پڑھائی ہے۔

(فیاض)

......☆......☆......☆......

مولانا حافظ عبد الجبار سلفی
خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک، ملتان روڈ، لاہور

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

مؤرخ اسلام حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے مولانا عبد الحمید فراہیؒ کی وفات پر لکھا تھا: ''ایک شخصیت مفرد، ایک جہانِ دانش، ایک دنیائے معرفت، ایک کائناتِ علم، ایک گوشہ نشین، مجمعِ کمال، ایک بے نوا، سلطان ہند، علوم ادبیہ کا یگانہ، علوم عربیہ کا خزانہ، علوم عقلیہ کا ناقد، علوم دینیہ کا ماہر، علوم القرآن کا واقفِ اسرار، قرآن پاک کا دانائے رُموز، دنیا کی دولت سے بے نیاز، اہل دنیا سے مستغنی، انسانوں کے رد و قبول اور داد و تحسین سے بے پرواہ، گوشۂ علم کا معتکف، اور اپنی دنیا کا بادشاہ'' (یادرفتگاں ص ۱۱۰)

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتیؒ من وعن انہی الفاظ کی چلتی پھرتی تصویر تھے...... مولانا فراہی مرحوم تو خیر ''اعتماد علی السلف'' کی دولت سے مالا مال نہ تھے اور ان کی تفسیر و تحریر سے منکرین حدیث نے چور دروازے کھولے ہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے لکھا ہے کہ ''ہم مولانا مرحوم (فراہی صاحب) کی خدمت قرآن کا احترام کرتے ہوئے ان کے بعض دوسرے تفسیری مقامات کی طرح اس مقام سے بھی اختلاف کرنے پر مجبور ہیں'' (قصص القرآن جلد سوئم ۳۷۶)۔ اور حضرت سیوہارویؒ کا یہ حوالہ اہلحدیث عالم مولانا ارشاد الحق اثری نے بھی دیا ہے (ملاحظہ ہو، الاعتصام کا مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ نمبر (ص ۶۵۹ بابت محرم الحرام ۱۴۲۶ھ لاہور)۔

حضرت صوفی صاحبؒ اور آپ کے برادر کبیر امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ ان ''شیخین'' سے خالق ارض و سماء نے دین کا کام لیا اور خوب لیا، دار العلوم دیوبند سے کسب فیض کرنیوالی اس عظیم اور قابل رشک ''جوڑی'' نے کڑے دنوں میں حلقہ دیوبند کو ''صحراؤں کی دھول'' نہ بننے دیا اور کسی نہ کسی طرح حق و صداقت کی آواز بن کر گونجتے رہے۔

''چیڑاں ڈھکی''، مانسہرہ کی دھرتی پہ جنم لینے والے، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے علوم و

فیوض کے چشمے سے ’’سیر یاب‘‘ اور ’’فیضیاب‘‘ ہونیوالے، گوجرانوالہ میں پوری زندگی خدمت دین میں ’’جگر کاوی‘‘ کرنے والے ان باہمت اور غیور ’’برادران‘‘ نے شرک و بدعت کی تمام تر نشانیوں کو ’’گہری قبر‘‘ میں دفن کر دیا۔

کہیں مدت میں ساقی ایسا بھیجتا ہے مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

موت زندگی کی تلخ ترین اور اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں، موت کو بہر حال آنا ہوتا ہے، اور ہم بحیثیت مسلمان یہ یقین رکھتے ہیں کہ موت کا وقت اور جگہ بھی مقرر ہوتی ہے، لیکن کتنے لوگ ایسی موت کا جام پی لیتے ہیں کہ اپنے پیچھے پر نہ ہونیوالا خلاء چھوڑ جائیں، اور کروڑوں آنکھوں کو آنسوؤں کے سمندر میں غرق کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت صوفی صاحبؒ کو بے شمار خوبیوں کا مالک بنایا تھا، تصوف وسلوک کے ’’شناور‘‘، بہترین مصنف، عظیم محقق، حق گو خطیب اور مثالی مدرس تھے، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے آپ کے تلامذہ آپ کے بہترین مدرس ہونے کا اعتراف کرتے ہیں، مشکل اور پیچیدہ مسائل کو سادہ مثالوں سے حل کرتے تھے۔

دورانِ گفتگو انتہائی متانت اور عالمانہ وقار کے ساتھ ایسے علمی نکات بیان فرمایا کرتے تھے کہ آپ کی وسعتِ علمی، قوتِ استحضار، اور حافظے کی مضبوطی پر دیکھنے والے ’’انگشت بدنداں‘‘ رہ جاتے۔

راقم الحروف نے دو بزرگوں کو پیرانہ سالی میں بیمثال حافظے کا مالک پایا، ایک حضرت صوفی صاحبؒ اور دوسرے مخدوم العماء حضرت مولانا سید امین شاہ صاحبؒ (مخدوم پور خانیوال)۔

ہمارے خاندان میں ایک نہایت درجے کے عالم دین، شب بیدار وسیع المطالعہ اور سریع المطالعہ مولانا محمد صادقؒ کے نام سے شخصیت گزری ہے، ان کا ایک قول آج تک میرے کانوں میں رس گھول رہا ہے، اور پھر کئی مرتبہ عملی طور پر دیکھ کر آنکھیں ’’خیرہ‘‘ ہو کر رہ گئیں، انہوں نے فرمایا تھا ’’عالم دین کا ہوش وحواس آخری سانس تک قائم رہتا ہے اور جوں جوں عالم دین کی عمر بڑھتی ہے توں توں اس کے خدمت گزاروں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔‘‘

حضرت صوفی صاحبؒ کی تصنیفی خدمات

ویسے تو آپؒ کی زندگی کا ہر گوشہ اور ہر پہلو متاثر کن تھا لیکن اپنے اپنے ذوق اور وجدان کی بات ہوتی ہے،

حضرت اقدس صوفی صاحبؒ کی حیات مستعار کے جس پہلو نے احقر کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ آپ کی علمی گہرائی، وسعتِ مطالعہ، فکرِ عمیق اور دقیق نکتہ آفرینی ہے جو آج تقریباً متروک ہوتی نظر آ رہی ہے، حضرتؒ کی شہرہ آفاق تفسیر "معالم العرفان" پڑھ لیجئے، جو آپ کے قلم گوہر بار اور زبان حق ترجمان کی جولانیوں کو زندگی نو بخش رہی ہے، بعض مقامات پر باریک بلکہ "ادق" مباحث پر اظہار خیال کرتے وقت بھی ان کے اسلوب تحریر کی "شگفتگی" اور "برجستگی" متاثر نہیں ہوتی، حلقۂ دیوبند میں اہل علم کی ایک لمبی فہرست ہے، جنہوں نے "اشہب قلم" کو جولانی دیکر علم وادب کے "بھوکوں" کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

مولانا ابوالحسن ندویؒ، سید سلیمان ندویؒ، مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، سید انظر شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ وغیرہم کی تحریر میں لطافت کی انتہاء ہوتی ہے، اور زمانہ حال میں علامہ خالد محمود، مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ، اور مولانا مفتی تقی عثانی کی تحاریر میں عجیب چاشنی سی محسوس ہوتی ہے، مگر جب حضرت صوفی صاحبؒ کی سادہ مگر "دلنشین" تحریر پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو بے اختیار لبوں پر غالب مرحوم کی "تعلی" آ جاتی ہے کہ ۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

حضرت صوفی صاحبؒ سے ایک ہی ملاقات

جاننے والے جانتے ہیں کہ صوفی صاحبؒ طبعاً "گوشہ نشین" اور "خاموش مزاج" تھے لیکن اسی خاموشی کے پیچھے علم و عمل، زہد و تقویٰ، اور دیگر بیشمار صفات کا ایک "بحر بیکراں" تھا، بقول شاعر

کہہ رہا تھا شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے وہ اتنا ہی خاموش ہے

خاموشی ایک "بیش بہا" عطیہ ہے، جو فیاض قدرت نے انسان کو بخشا ہے، یہ خاموشی جہالت کا "ڈھکنا" ہوتا ہے، اور حضرت صوفی صاحبؒ جیسی "عبقری شخصیات" کا طمطراق اور دبدبہ ہوتا ہے، واصف علی واصف مرحوم نے بجا کہا "خاموشی دانا کا زیور ہے اور احمق کا بھرم"۔

بہر حال "آمدم برسرِ مطلب" کہ حضرت صوفی صاحبؒ چونکہ عوامی اجتماعات میں نہیں جاتے تھے، اس

لیے کبھی زیارت کا اتفاق نہ ہوا تھا، ایک روز گوجرانوالہ جا کر دیکھنے کا داعیہ اجاگر ہوا اور راقم اپنے بڑے بھائی طارق عزیز کے ہمراہ حضرتؒ کی خدمت میں پہنچا، دفتر کے باہر چارپائی پر ''جلوہ افروز'' تھے، اس پہلی زیارت اور ملاقات نے ان کا تبحر علمی، عبقریت، اخلاص اور سادگی وشفقت کا نقش میرے دل ودماغ پر مرتسم کر دیا، آپ کی شخصیت میں بلا کی نزاکت دیکھ کر یہ شعر نوکِ زبان پر آ گیا۔

نزاکت اس گُلِ رعناء کی دیکھیئے انشاء
نسیم صبح جو ہو جائے، رنگ ہو میلا

بس یہ آپ سے پہلی ملاقات تھی اور آخری بھی، بعد ازاں حضرت مولانا فیاض خان صاحب سواتی کی خدمت میں جب بھی جانا ہوا تو حضرت صوفی صاحبؒ سے بوجہ انکی شدید علالت اور ضعف، ملاقات نہ ہو سکی، راقم السطور کو شاید ساری زندگی یہ قلق ''کانٹا'' بن کر چبھتا رہے گا کہ جنازے میں شرکت نہ ہو سکی۔
اطلاع قبل از وقت مل گئی تھی لیکن ادھر راقم اسی دن معدے کی تکلیف کا شکار تھا، بہر حال اس پر پچھتاوے کے سوا ہو بھی کیا سکتا ہے، اہل اللہ کے جنازوں میں شرکت کر کے ہم سراپا گناہگار ان کیلئے مغفرت کی دعا تو کیا کرتے، اپنے لیے مغفرت کا سامان کرتے ہیں۔ البتہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور راقم شیخ الحدیث مولانا محب النبی صاحب کی معیت میں اپنے بھائیوں طارق عزیز اور عارف اقبال کے ہمراہ تعزیت کیلئے حاضر ہوا، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کے علمی گلشن ''مدرسہ نصرۃ العلوم'' کو تا قیام قیامت قائم ودائم رکھے، آپ کے تابعدار اور لائق فرزند مولانا حاجی محمد فیاض خان صاحب کو خوش اسلوبی کے ساتھ اسکی آبیاری کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، حضرت صوفی صاحبؒ کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔
میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے اس شعر پر اپنے ''خامہ مضطرب'' کو سکون دوں گا جو آپؒ نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تدفین کے موقع پر کہا تھا۔

مٹی میں کیا سمجھ کے دباتے ہو دوستو؟
گنجینۂ علوم ہے یہ گنج زر نہیں

مولانا نعیم الدین
مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

مسلمانوں کا سچا ہمدرد و خیر خواہ

ابھی شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ اور بہت سے دیگر علماء کی جدائی کا زخم تازہ تھا کہ ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ/ ۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار کو یادگار اسلاف حکمت ولی اللّٰہی کے شارح، حضرت سندھیؒ کے علوم و افکار کے امین، مفسر قرآن اور ترجمان الحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی بھی داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت صوفی صاحبؒ کا شمار چوٹی کے علماء و مدرسین میں ہوتا تھا، آپ ۱۹۱۷ء میں مانسہرہ کے ایک دیہات نزد کڑ منگ بالا میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم بفہ میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کے مدرسہ میں حاصل کی، والدین کا سایہ بچپن سے ہی سر سے اٹھ گیا تھا جس کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے وسائل ساتھ نہ دیتے تھے لیکن تحصیل علم کا شوق طبیعت میں موجزن تھا اس لیے اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا سرفراز صاحب صفدر کے ساتھ رختِ سفر باندھا اور تحصیل علم کے لیے مختلف مقامات کا سفر کیا، آخر میں آپ تکمیل کے لیے ۱۹۴۲ء میں ایشیا کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اس وقت دار العلوم میں بڑے بڑے اساطین علم و فضل اور کبار علماء و مشائخ علوم و معرفت کا دریا بہا رہے تھے، آپ نے یہاں ایک سال رہ کر دورۂ حدیث شریف پڑھا، بخاری شریف کا اکثر حصہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے اور کچھ حصہ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ سے پڑھا، مسلم شریف جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ سے پڑھی، باقی کتب حدیث دیگر اساتذہ کرام سے پڑھیں۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد آپ نے دارالمبلغین لکھنؤ میں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقیؒ سے تقابل ادیان کی تعلیم حاصل کی، بعد ازاں آپ نے نظامیہ طبیہ کالج حیدر آباد دکن میں علم طب کا

چار سالہ کورس مکمل کر کے اس کے امتحانات میں امتیازی پوزیشن حاصل کی علم طب کی تحصیل کے بعد کچھ عرصہ حکمت وطبابت کا کام بھی کیا۔

۱۹۵۲ء میں آپ نے گوجرانوالہ میں مشہور دینی درس گاہ مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی آپ مدرسہ کے مہتمم اور آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر شیخ الحدیث مقرر ہوئے ،حضرت صوفی صاحبؒ نے اہتمام کے ساتھ تدریس کا شغل بھی اپنایا اور مختلف علوم وفنون کی بڑی بڑی کتابوں کا درس دیا۔

مدرسہ نصرۃ کی وسیع وعریض مسجد نور میں آپ نے تقریباً پچاس برس خطابت کے فرائض انجام دیے آپ کا معمول تھا کہ آپ نماز فجر کے بعد ہفتہ میں چار دن قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے جس میں کثیر تعداد میں علماء وعوام شریک ہوتے تھے، درس کا یہ سلسلہ تقریباً اڑتیس برس تک جاری رہا۔

حضرت صوفی صاحبؒ ایک بہترین مدرس اور حق گو خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے، بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں آپ کی یادگار ہیں جن میں سے درج ذیل کتب نمایاں ہیں: (۱) تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن ،بیس جلد (۲) دروس الحدیث ،۴ جلد (۳) خطبات سواتی ،۶ جلد (۴) شرح شمائل ترمذی ،۲ جلد (۵) شرح ابن ماجہ ،ا جلد (۶) شرح جامع ترمذی (ابواب البیوع) ،ا جلد (۷) مقالات سواتی (۸) نماز مسنون کلاں (۹) تشریحات سواتی (۱۰) الا کابر۔

حضرت صوفی صاحبؒ کو چونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ان کے خانوادہ کے علوم وافکار سے طبعی مناسبت تھی اس لیے آپ کی توجہ ان کے علوم وافکار کی تشریح وتوضیح کی طرف زیادہ رہی ،یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی معروف کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' تقریباً ۳۲ مرتبہ پڑھائی نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور آپ کے صاحبزادگان کی بہت سی نایاب کتابوں کو ترجمہ وتصحیح کے ساتھ شائع کروایا۔

حضرت صوفی صاحبؒ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے والہانہ تعلق تھا آپ حضرتؒ کے شاگرد بھی تھے اور حضرتؒ ہی سے بیعت کا تعلق بھی تھا اسی کا اثر تھا کہ آپ کی زندگی میں اتباع سنت اور اتباع شریعت کا رنگ جھلکتا تھا ،آپ مسلمانوں کی سچی ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ رکھتے تھے، مسلمانوں کی بدحالی پر تڑپتے اور کڑھتے تھے اور موقع بہ موقع ان کو بنیادی خرابیوں سے آگاہ فرماتے تھے

حضرت صوفی صاحبؒ کے درس قرآن اور خطبات جمعہ سننے والے بہت سے افراد ان امور کے شاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وعمل کے ساتھ ساتھ بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا، سادگی تواضع ومسکنت آپ کے امتیازی اوصاف تھے، جو آپ کے چہرہ اور لباس وپوشاک سے صاف جھلکتے تھے، اکابر علمائے دیوبند سے تعلق اور ان کی عقیدت ومحبت آپ کے رگ وپے میں بسی ہوئی تھی ان کے عقائد ونظریات کو حق جانتے تھے اور ان سے انحراف کو کبھی برداشت نہیں فرماتے تھے۔

راقم الحروف کو حضرت صوفی صاحبؒ سے نیاز حاصل تھا اکثر مدرسہ نصرۃ العلوم کے سالانہ امتحان میں حاضری ہوتی تو حضرت صوفی صابؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا، حضرت صوفی صاحبؒ دفتر کے باہر برآمدہ میں بچھی ہوئی چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور دیر تک گفت وشنید میں مشغول رہتے، چند سال پہلے حضرتؒ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے جامعہ مدنیہ کے حالات کے بارے میں استفسار فرمایا، ناچیز نے تفصیل سے حالات بیان کیے تو اطمینان کا اظہار فرمایا، اس موقع پر آپ نے احقر سے خاص طور پر یہ بھی دریافت فرمایا کہ آپ کا گھر اپنا ذاتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت فی الحال تو کوئی ذاتی جگہ نہیں ہے، فرمایا اس زمانہ میں اپنا ذاتی گھر ہونا بہت ضروری ہے اس کے بغیر آدمی اطمینان سے کسی جگہ بیٹھ کر کام نہیں کر سکتا، پھر فرمایا ایک زمانہ تھا کہ علماء محنت ومزدوری کر کے کماتے تھے اور بغیر کسی معاوضہ کے تدریس کیا کرتے تھے وہ بہت اچھے تھے، ایسا ہی ہونا چاہیے، راقم الحروف نے دبے لفظوں میں عرض کیا حضرت آپ کی دعا سے یہ ناچیز بھی اپنا کام کرتا ہے اور مدرسہ سے تنخواہ نہیں لیتا، اس پر حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا بہت اچھا کرتے ہو، کوشش کرو کہ گھر بھی اپنا ذاتی ہو جائے۔

حضرت صوفی صاحبؒ پیرانہ سالی اور ضعف ونقاہت کے ساتھ ساتھ طویل عرصہ سے صاحب فراش تھے اسی وجہ سے آپ نے مدرسے کا اہتمام اپنے بڑے صاحبزادے حاجی محمد فیاض صاحب کے سپرد کر دیا تھا تدریس کا سلسلہ بھی عرصہ سے منقطع تھا، آخری دنوں میں طبیعت زیادہ خراب ہوگئی علاج ہوتا رہا لیکن تدبیر پر تقدیر غالب آئی اور حضرت صوفی صاحبؒ زندگی کی نوے بانوے بہاریں گزار کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرما کر اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے اخلاف کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر قادری نقشبندی
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم، مہتمم جامعہ حنفیہ قادریہ وخطیب مسجد امن باغبانپورہ لاہور

حضرت صوفی صاحبؒ میرے مشفق استاد اور مربی

راقم الحروف نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران ہی حفظ مکمل کیا اور جے ٹی آئی کے سٹیج سے اس تحریک میں حصہ لیا تحریک کی کامیابی کے ایک سال بعد میرے شیخ اور والد جو حضرت لاہوریؒ کے نہایت ہی قریبی خادم اور ترجمۃ القرآن میں حضرتؒ کے معاون تھے جنکو آج بھی حضرت لاہوریؒ کے حلقے کے لوگ مد۔ قرآن اور فنافی الشیخ جیسے ناموں سے یاد کرتے ہیں یعنی حضرت مولانا محمد اسحاق قادریؒ نے مجھے فرمایا کہ اپنی تعلیم کا سلسلہ مربوط شروع کرو کیونکہ اس سے قبل کچھ اردو اور فارسی میں لکھی گئی دینی کتب میں نے حضرت والد صاحب سے پڑھی تھیں میں نے والد صاحبؒ سے عرض کی آپ جہاں مناسب سمجھتے ہیں وہاں بھجوادیں حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ گوجرانوالہ میں میرے دیوبند کے ساتھی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سواتیؒ کا مدرسہ ہے ان کے ہاں چلے جاؤ میں نے اس دن حضرت صوفی صاحبؒ کا نام والد صاحبؒ سے پہلی مرتبہ سنا تھا حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کا تذکرہ کبھی کبھی فرماتے رہتے تھے، پھر والد صاحب نے ایک پوسٹ کارڈ جو اس زمانے میں ۱۰ پیسے قیمت کا ہوتا تھا جوابی لکھا اور حضرت صوفی صاحبؒ سے میرے داخلہ کے متعلق پوچھا حضرت صوفی صاحب کا جواب جب موصول ہوا تو حضرت والد صاحبؒ نے حضرت کے ایک پرانے شاگرد اور دوست مولانا سلطان محمود ہزاروی جو ہمارے ہی علاقہ میں ایک مسجد میں امام خطیب تھے سے کہا، ان دنوں جمعیت علماء اسلام نے نظام شریعت کنونشن گوجرانوالہ میں منعقد کرنے کا اعلان کیا ہوا تھا یہ ۱۹۷۵ء اکتوبر کی بات ہے اس کنونشن میں جانے کیلئے لاہور سے بھی ایک قافلہ تیاری میں تھا کنونشن چونکہ بدھ کے روز تھا اور بدھ کے روز حضرت والد صاحبؒ کا جامعہ عثمانیہ قینچی امرسدھو لاہور میں ہفتہ وار درس قرآن مجید ہوتا تھا، اس لئے والد صاحب نے کہا کہ درس کا ناغہ نہیں کرنا میری جگہ پر مولانا سلطان محمود ہزاروی قافلہ کی قیادت کریں گے اور ان ہی کے حوالے مجھے بھی کر

دیا گیا کنونشن کا اعلان شیرانوالہ باغ کا تھا لیکن ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی حکومت نے اس عظیم کنونشن کے لئے باغ کی اجازت نہ دی جس کی وجہ سے یہ کنونشن مدرسہ نصرۃ العلوم میں منعقد کرنے کا اعلان ہوا قافلوں کو بڑی دشواری ہوئی کیونکہ مدرسہ شہر کے بالکل وسط میں ہونے کی وجہ سے بڑی گاڑیوں کا وہاں پہنچنا مشکل تھا بہر حال بعد ظہر لاہور سے چل کر قبل عصر مدرسہ میں پہنچ گئے مدرسہ نصرۃ العلوم کی تعمیر ابھی نامکمل تھی، مسجد کے شمال مغرب کی تین منزلہ عمارت کی تعمیر جاری تھی اور شمال مشرق میں دو کمرے کچی چھتوں والے موجود تھے مسجد نور کے ہال کے بالکل سامنے پانی کی ٹینکی تھی اس کے نیچے ایک کمرے میں لاہور کے قافلے کو جگہ دی گئی بعد ازاں مولانا سلطان محمود صاحب مرحوم مجھے ساتھ لیکر حضرت صوفی صاحبؒ سے ملاقات کیلئے ان کے کمرے میں لے گئے، حضرت صوفی صاحب سے ملاقات کیلئے جا رہے تھے تو میرے دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے کہ نہ معلوم کس قدر سخت ہوں گے میرے ساتھ کیسا سلوک کریں گے لیکن جوں ہی ان سے مصافحہ ہوا اور مولانا نے میرا تعارف والد صاحبؒ کے حوالے سے کرایا تو نہایت ہی شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ بیٹا گھبرانا نہیں دو دن کنونشن کی گہما گہمی ہے پھر مجھے ملنا اور داخلہ اور رہائش کا انتظام کر دوں گا حضرت صوفی صاحبؒ سے یہ میری زندگی کی پہلی ملاقات تھی، جسمیں انہوں نے میرے دل پر ایک عجیب کیفیت چھوڑی میں نے کنونشن کے دو دن اسی سوچ میں گزار دیئے کہ واقعی جس شخصیت کا انتخاب میرے والد صاحب نے کیا ہے وہ ایک عظیم شخصیت ہے اور پھر نہایت ہی شفقت سے میرے ساتھ پیش آتے رہے ان دنوں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب جن کو لالہ عبدالعزیز بھی کہتے تھے وہ ناظم تھے ان کو جب میرا علم ہوا کہ مولانا اسحاق قادریؒ کا بیٹا ہے تو انہوں نے بھی بڑی شفقت فرمائی فالا بدمنہ انہیں سے ہم نے پڑھا اور کریما، نام حق، گلستان، بوستان، پند نامہ وغیرہ فارسی کی کتب حضرت صوفی صاحبؒ سے پڑھیں، سبق میں حضرت بڑی ظریفانہ باتیں سناتے جس سے ہم حضرت کے ساتھ بہت مانوس ہو گئے، دوسرے سال ۱۹۷۶ء میں تحریک مسجد نور چل پڑی جو بھٹو حکومت کے اس آرڈر کے خلاف تھی جس میں مسجد نور کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں لینے کا اعلان تھا۔ جلوس نکلتے رہے گرفتاریاں ہوتی رہیں اور اس بنا پر غالباً دوسرے سال کا میں امتحان بھی نہ دے سکا، تیسرے سال کے اوائل میں جب داخلہ کیلئے میں آیا تو کچھ نظام بدل چکا تھا لالہ عبدالعزیز کی جگہ استاد محترم مولانا عبدالقدوس قارن ناظم بن چکے تھے اور گزشتہ سال میں میری تعلیمی غیر

حاضریاں بھی تھیں جن کی بنا پر ناظم صاحب نے مجھے داخل کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تم لاہور جا کر والد محترم سے ہی پڑھو میں نے حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت میں جانا مناسب سمجھا کیونکہ انکی شفقت کا مجھے بھرپور احساس تھا حضرت سے میں نے عرض کیا تو فرمایا کہ کوئی بات نہیں میں کہہ دیتا ہوں حضرت صوفی صاحبؒ نے حضرت ناظم صاحب کو بلا کر کہا تو انہوں نے جگہ مکمل ہونے اور رہائش نہ ہونے کا کہا تو فرمایا کہ فلاں کمرے میں کتنے لڑکے ہیں تو ناظم صاحب نے بتلایا کہ ۵ فرمایا کہ ٹینکی کے نیچے والے کمرے میں کتنے لڑکے ہیں تو بتایا کہ ۶ فرمایا کہ اس میں اس کو جگہ دے دو اور کہا کہ یہ جس کا بیٹا ہے وہ ہمارے ساتھ دیوبند میں پڑھتے رہے ہیں .. حضرت لاہوریؒ کے ساتھ ان کا بڑا گہرا تعلق تھا اور گھر تشریف لے گئے، میرے لئے یہ باتیں نہایت ہی تسلی والی تھیں لیکن شاید میرے مقدر میں اب یہاں رہنا نہیں تھا، دانہ پانی نہیں تھا اس لئے ناظم صاحب نے کہا کہ تیرا داخلہ نہیں ہوسکتا، میں نے بھی اسی میں خیر سمجھی اور واپس لاہور چلا گیا اسی سال کا واقعہ ہے کہ میں بقرہ عید کی چھٹیوں میں گوجرانوالہ حضرت صوفی صاحبؒ اور دیگر ساتھیوں کو ملنے کیلئے آیا تو مدرسہ سے پہلے ہی چھٹیاں ہو چکی تھیں ڈرتے ڈرتے حضرت صوفی صاحب سے ملا حضرت نے پوچھا کہ کدھر ہو تو میں نے کہا کہ حضرت آپ کے فرمانے کے بعد یہ معاملہ ہوا جو اوپر لکھ چکا ہوں فرمایا کہ چلو جو ہونا تھا ہو گیا اب کہاں ہو تو میں نے بتایا کہ لاہور میں ہی حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب نے درجہ کتب شروع کیا ہے وہاں پڑھ رہا ہوں فرمایا کہ اچھا محنت سے پڑھو اور رات ٹھہرنے کیلئے مہمان خانہ خود کھول کے دیا اور کہا کہ صبح ملنا، رات وہاں گزاری صبح فجر کے وقت امام صاحب جو غالباً استاد محترم حضرت مولانا عبد القدوس صاحب قارن مدظلہ تھے وہ موجود نہیں تھے تو حضرت صوفی صاحب نے ادھر ادھر دیکھ کر مجھے فرمایا کہ نماز پڑھاؤ، فجر کی نماز تھی، اس میں قرأت بھی لمبی ہوتی ہے بہر حال ڈرتے ڈرتے نماز پڑھائی بعد میں دعائیہ کلمات کچھ بلند آواز سے نکل گئے تو بعد میں نہایت ہی شفقت سے حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ دعا بلند آواز سے نہیں آہستہ آواز سے مانگتے ہیں، پھر نہایت شفقت فرماتے ہوئے ایک ساتھی جو حضرت کا عزیز تھا اور حضرت کے گھر بھی آتا جاتا تھا غالباً اس کا نام محمد معروف خان تھا، اس کو کچھ پیسے دیے اور فرمایا کہ ناشتہ لا کر اس کو کھلاؤ خود گھر تشریف لے گئے اس ساتھی نے مجھ سے کہا کہ ''اونڈھیا موجاں بن گیاں نی'' حضرت صوفی صاحبؒ سے اس کے بعد بے شمار مرتبہ ملاقات رہی، تعلیم کے آخری سال پھر راقم دورۂ حدیث

شریف کیلئے حضرت کی خدمت میں آ گیا یہ تو زمانہ طالبعلمی میں حضرت کی شفقت کی جھلک میں نے بیان کی ہے پھر ۲۰۰۴ء میں حضرت نے ایک بڑی شفقت فرمائی جب حضرت صوفی صاحبؒ کو ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ آب وہوا بدلنے کیلئے کہیں باہر بھی جائیں تو حضرت کے صاحبزادے ہمارے مخلص دوست مولانا محمد ریاض خان سواتی زید مجدہ نے فون پر اطلاع دی کہ ڈاکٹروں نے حضرت صوفی صاحبؒ کو آب وہوا کی تبدیلی کیلئے کہا ہے، اور حضرت کو چیک اپ کیلئے لاہور لے جانا ہے، مولانا ریاض سواتی صاحب کے ساتھ طے ہوا کہ میں لاہور سے گوجرانوالہ آ جاؤں گا اور حضرت کو لاہور لے آؤں گا چنانچہ طے شدہ پروگرام کے تحت میں حاضر خدمت ہوا اور حضرت کو مولانا ریاض خان سواتی صاحب اور ایک طالبعلم عبداللہ کے ساتھ لاہور لے آیا میں نے لاہور میں حضرتؒ کی آمد کی اطلاع اشتہارات کے ذریعہ دے رکھی تھی، جامع مسجد امن میں حضرت کی زیارت اور بیان کی چاہت پر بہت سارے علماء اکٹھے تھے کہ ہم مغرب کے وقت ڈاکٹر محمد اشفاق صاحب سے فارغ ہو کر مسجد امن میں پہنچ گئے مولانا ریاض خان سواتی اور راقم الحروف نے تھوڑا تھوڑا بیان کیا بعد ازاں حضرت صوفی صاحبؒ نے بیان فرمایا اور اپنے بیان میں اس بات پر زور دیا کہ اپنے اکابر کے مشن پر سختی سے کاربند رہو اور بزرگوں کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرو ورنہ گمراہ فرقے اچک لیں گے، پھر ایک مرتبہ یہ سعادت اس وقت حاصل ہوئی جب حضرت کو ٹھینگ موڑ قصور، ہندال وغیرہ جانے کا پروگرام تھا تو مولانا ریاض سواتی صاحب کے ہمراہ طے شدہ پروگرام کے تحت راقم الحروف گوجرانوالہ پہنچا اور حضرت کے ہمراہ ہم عازم سفر ہوئے راستے میں جگہ جگہ حضرت صوفی صاحبؒ مولانا ریاض سواتی کو آواز دیکر پوچھتے کہ یہ کونسی جگہ ہے ہر بار مولانا ریاض صاحب حضرت کو بتاتے واپسی پر گوجرانوالہ چھوڑ کر آیا۔ حضرت صوفی صاحب بہت بڑے متقی شخص تھے میرے ہاں جب تشریف لاتے تو ایک ایک چیز کے متعلق پوچھتے یہ کیسے ہے یہ کہاں سے لی ہے یہ کیا ہے، حضرت میرے جواب پر مطمئن ہو جاتے میں کس کس شفقت پر قلم کو حرکت دوں حضرت تو سراپا شفقت تھے اور حضرت کے بعد انکی مسند کے وارث عزیز محترم مولانا محمد فیاض خان سواتی مدظلہ، مولانا محمد ریاض خان سواتی، مولانا عرباض خان سواتی بھی اسی طرح شفقت سے پیش آتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ کریم حضرت صوفی صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور صاحبزادگان کو انکا صحیح جانشین بنائے، آمین۔ جمیل الرحمٰن اختر، ۷ جولائی ۲۰۰۸ء

مولانا حافظ عزیز الرحمٰن خورشید علوی بھیروی
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم

فکرِ شاہ ولی اللہ کے امین

محترم حاجی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ؟

(خیریت موجود خیریت مطلوب)

حضرت کے جنازے پر تو حاضر ہوا تھا لیکن رش کی وجہ سے آپ تک رسائی نہ ہوسکی ہم سب کیلئے یہ بہت بڑا صدمہ ہے کہ ایک محسن، مربی، شفیق کا سایہ ہمارے سر سے اٹھ گیا لیکن انسان تقدیر کے سامنے بے بس ہے، طبیعت کی خرابی کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا، کوشش ہے ۳۱ جولائی تقسیم اسناد کے موقع پر حاضری دوں، اگر براہ کرم ایک پروگرام کا اشتہار روانہ فرمادیں، تو عنایت ہوگی، یہ چند ٹوٹے ہوئے الفاظ حضرت کے سلسلہ میں لکھ کر روانہ کر رہا ہوں، گو طرز تحریر کا معیار تو شاید پورا نہ ہو لیکن چونکہ اس بزم سے تعلق ہے اس تعلق کو قائم رکھنے کیلئے اس میں شمولیت ضروری ہے، آج اگر سعید الرحمٰن زندہ ہوتا استاد کے بارے میں بہت کچھ لکھتا، لیکن مرضی مولا، اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔

دیگر تمام حضرات کی خدمت میں سلام مسنون! بالخصوص برادرم مولانا زاہد الراشدی صاحب کو خصوصی سلام

والسلام

حافظ عزیز الرحمٰن خورشید ملک وال

۲۰۰۸ء/۷/۷

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

مولانا غلام رسول مہر نے اپنے ایک مضمون ''بزرگان دیوبند'' میں لکھا ہے:

''بزرگان دیوبند میں سے جن مقدس ہستیوں کو اولین درجہ کا احترام واعزاز حاصل ہے، وہ حضرات حاجی امداداللہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں رحمۃ اللہ علیہم، ان کے اسماء گرامی اس سرزمین کے آسمان پر ان درخشاں ستاروں کی طرح روشن ہیں، جو تاریکی کے وقت صحراؤں میں مسافروں اور سمندروں میں ملاحوں کو راستے بتاتے ہیں، وہ اپنی زندگیوں میں علم وہدایت کے مشعل بردار تھے، جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے پیچھے پاکیزہ عملی نمونے چھوڑ گئے جو دلوں اور روحوں میں برابر دین حق کے ولولے پیدا کرتے رہیں گے، خصوصاً حضرت مولانا محمد قاسمؒ اور حضرت مولانا رشید احمدؒ کی تو ایک یادگار دارالعلوم دیوبند ایسی ہے، جو تقریباً ایک صدی سے اس وسیع سرزمین پر دینی علوم کے قیام وبقا کا ایک بہت بڑا سرچشمہ رہی ہے، اس کی آغوش میں سینکڑوں ایسی ہستیوں نے تربیت پائی، جن کے کارنامے دین و سیاست دونوں کے دوائر میں قابل فخر ہیں۔''

دیوبند کے سپوتوں میں سے ایک سپوت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ہیں جنہوں نے اپنے عظیم بھائی محقق دوران استاذ الاساتذہ حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی معیت میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور دیگر نامور اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی سعادت حاصل کی، ہزارہ کی سنگلاخ وادی میں جن جید علماء نے جنم لیا اس وادی کے دو نامور ہیرے حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب ہیں، حضرت صوفی صاحب ۶ اپریل بروز اتوار اپنے لاکھوں روحانی فرزندوں کو داغ مفارقت دے گئے، حضرت صوفی صاحب ان چند علماء میں سے ایک تھے، جنہیں فلسفہ شاہ ولی اللہ پر مکمل عبور تھا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے دور میں شاہ ولی اللہ کی عظیم تصنیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' مدرسہ نصرۃ العلوم میں سبقاً پڑھائی جاتی تھی، شاہ ولی اللہ کے علاوہ آپ کو حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے والہانہ عشق تھا، جس میں بعض لوگوں نے جب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی پر مختلف فتوے لگائے تو جن لوگوں نے حضرت سندھی کا دلائل کے ساتھ دفاع کیا ان میں سے ایک حضرت صوفی صاحب کا بھی نام ہے، حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے بارے میں آپ کے خیالات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

''بایں ہمہ مولانا سندھی اپنے مسلک، عقیدے اور عمل کے لحاظ سے پکے، سچے، راسخ العقیدہ اور پر

جوش مسلمان تھے، مجسم انقلاب اور نہایت ہی حساس دل رکھنے والے اولوالعزم شخصیت کے مالک تھے، توکل و قناعت کے درجہ عالیہ پر فائض تھے، ذاکر تھے، شاکر تھے، ان علماء ربانیین میں سے تھے، جو ظاہر و باطن کے کمالات سے متصف ہوتے ہیں، خدا پرست تھے، فکر عالی رکھتے تھے، عالم باعمل تھے، جن کا علم عمیق، فہم دقیق اور فکر انیق تھا، سیاست و انقلاب کے امام تھے، مطالعہ نہایت وسیع تھا، ذہانت تو خدا تعالیٰ نے خوب ہی عطا فرمائی تھی، مشرق میں برٹش ایمپائر جن لوگوں سے شدید خائف تھا وہ ان میں سے ایک تھے۔'' (مولانا عبید اللہ سندھی کے علوم وافکار ص ۱۴، ۱۳...... ۱۹۹۰ء)

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۲ء میں گوجرانوالہ کے گھنٹہ گھر کے قریب ایک ایسے مقام پر آپ نے مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی جو جگہ بہت گہری تھی، جس کی وجہ سے وہ مسجد ایک عرصہ تک چھپڑ والی مسجد مشہور رہی، آج یہ عظیم مسجد جامع مسجد نور کے نام سے موسوم ہے، اور اس سے ملحقہ مدرسہ نصرۃ العلوم ہے، جو دیکھتے دیکھتے ایک عظیم درسگاہ بن گیا جس کے فضلاء نہ صرف اندرونِ ملک بلکہ بیرونِ ملک، بنگلہ دیش اور مغربی ممالک میں خدمت دین میں مصروف ہیں، یہ سلسلہ حضرت کیلئے ایک بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے۔

مدرسہ نصرۃ العلوم میری معلومات کے مطابق واحد مدرسہ ہے کہ جس کا کوئی سفیر نہ تو صوفی صاحب کے دور میں اور نہ ہی آج ہے، محض اللہ کے بھروسے پر اتنا بڑا ادارہ چل رہا ہے، حضرت صوفی صاحب کا دینی وعلمی اور تصنیفی و تالیفی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، مگر آپ کے عوامی درسِ قرآن کی مقبولیت، افادیت اور وسعت خاص عطائے خداوندی ہے، نماز فجر کے بعد آپ کا قرآن وحدیث کے درس کا سلسلہ ایک طویل عرصہ تک جاری رہا جو اس وقت کتابی شکل میں، معالم العرفان فی دروس القرآن (۲۰ جلدوں میں) اور دروس الحدیث (۴ جلدوں) میں موجود ہیں، ان کے علاوہ جمعہ والے دن ہر جمعہ پر موقعہ ومناسبت کے لحاظ سے آپ خطاب فرماتے تھے۔

آپ کے خطابات جمعہ اس وقت تک خطبات سواتی کے نام سے ۶ جلدوں میں چھپ چکے ہیں، یوں تو آپ کی ان گنت تصانیف ہیں، لیکن سب سے زیادہ جن تصانیف کو علماء کے حلقے میں اہمیت حاصل ہے، وہ آپ کے قرآنی درس اور درس حدیث ہیں، یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ جنازے والے دن ملک بھر کے جن جید علماء نے جامع مسجد نور میں تعزیتی کلمات کہے، ان میں سے اکثریت نے برملا اس بات کا اعتراف کیا کہ ہم لوگ

اپنی اپنی مساجد میں قرآن وحدیث کے درس کے سلسلہ میں جہاں دوسری تفاسیر سے استفادہ حاصل کرتے ہیں وہاں حضرت صوفی صاحب کے دروس بھی ہمارے سامنے ہوتے ہیں، ان کے علاوہ آپ کی ایک اور تصنیف ''نماز مسنون'' کے نام سے ہے جس کے ۲ حصے ہیں ایک ''مدلل'' اور دوسرا ''مختصر'' ان دونوں کو فقہی دنیا نے بڑی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا، اس وقت شاید ہی کوئی ایسی لائبریری ہو جس میں آپ کی یہ تصنیف موجود نہ ہو۔

آپ ایک نڈر اور حق گو مبلغ اور خطیب تھے، ہر دور میں اپنے خطبات میں آپ نے کلمہ حق بلند کیا، جس کی پاداش میں کبھی زبان بندی، کبھی نظر بندی کے مراحل سے آپ کو گزرنا پڑا۔ ۱۹۷۵ء میں آپ نے مدرسہ نصرۃ العلوم میں امیر العلماء حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے حکم کے مطابق مدرسہ نصرۃ العلوم میں (۳ روزہ) کل پاکستان نظام شریعت کانفرنس منعقد کرائی، جس کے انعقاد کے سلسلہ میں اس وقت کے جابر حکمرانوں نے آپ کو طویل عرصہ تک مختلف حوالوں سے پریشان کیا، مسجد و مدرسہ پر سرکاری اہلکاروں نے متعدد بار دھاوا بولنے کی کوشش کی لیکن آپ کی ثابت قدمی اور تقویٰ آڑے آیا، اور دشمن کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔

تصنیف و تالیف کی دنیا میں آپ بڑے بلند ذوق واقعہ ہوئے، آپ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ پرانے بزرگوں کی نایاب کتابیں جن کا علم ان بزرگوں کی اولاد کو بھی نہیں تھا، دستیاب کر کے ان کے تراجم شائع کیے جائیں جن میں ۲ کتابیں (تحفۃ ابراہیمیہ) جس کے مصنف مفسر دوران، ولی کامل مولانا حسین علی واں بھچراں والے تھے، یہ کتاب فارسی میں تھی اس کا اردو میں ترجمہ فیوضات حسینی کے نام سے ایک طویل مقدمے کے ساتھ ۱۹۶۰ء میں شائع کروایا، اس کے علاوہ گکویؒ خاندان کے مشہور بزرگ مولانا قاضی احمد دین گکوی کی کتاب جو کہ اصلاً ''دلیل المشرکین'' کے نام سے عربی میں تھی، اس کا اردو ترجمہ ''ایضاح المؤمنین'' کے نام سے طویل مقدمہ کے ساتھ ۱۹۷۱ء میں شائع کروائی، ان کے علاوہ ''شاہ ولی اللہ'' کی متعدد کتب جو عربی اور فارسی میں تھیں ان کے تراجم شائع کرائے۔

یوں تو آپ نے اپنے آپ کو ہمیشہ ''نصرۃ العلوم'' کی چار دیواری تک محدود رکھا، جلسے جلوس سے تقریباً تقریباً آپ دور رہتے، البتہ جنازہ پڑھنے پڑھانے کیلئے آپ شرکت فرما لیتے، الحمدللہ ان دونوں بھائیوں

نے جنہیں علماء کی اصلاح میں ''شیخین'' کہا جاتا ہے۔ (حضرت مولانا سرفراز خان صفدر اور حضرت صوفی صاحبؒ) نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت، اس انداز سے کی کہ آج اس مدرسہ کے انتظام، اہتمام اور درس، تدریس کی جملہ ذمہ داریاں ان کے صاحبزادگان خوش اسلوبی سے پوری کررہے ہیں، ۱۹۸۶ء میں آپ نے ''مدرسہ نصرۃ العلوم'' کے ساتھ بچیوں کی تعلیم کا آغاز فرمایا جو اس وقت بہت بڑے ادارے کی شکل اختیار کر چکا ہے، اس میں طالبات کی معیاری تعلیم کی بندوبست کے علاوہ بیرونی طالبات کی رہائش کیلئے ایک وسیع ہاسٹل تعمیر کرنے کا منصوبہ ہے، جو رفتہ رفتہ تکمیل پذیر ہورہا ہے۔

آپ نے ۱۹۴۱ء میں اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کے ہمراہ ''دارالعلوم دیوبند'' سے سندِ فراغت حاصل کی، اس موقع پر ایک خوش نصیبی جو آپ کے حصہ میں آئی وہ یہ کہ آپ کے استاد اور پیرومرشد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے آپ کو تمام کتب اور فنون کی ذاتی خصوصی سند بھی عطا فرمائی، آپ نے ''دارالمبلغین'' لکھنؤ میں داخلہ لے کر وہاں سے بھی سند فراغت حاصل کی، علاوہ ازیں ''نظامیہ طبیہ کالج'' دکن میں داخل ہوکر طب کے حوالے سے فرسٹ پوزیشن حاصل کی اور چاروں سال اپنی کلاس میں اول رہے۔

آپ کا اپنے وقت کے جید علماء کے ساتھ بڑا قریبی تعلق رہا بعض سے ملاقات کی اور بعض سے خط و کتابت کی جن میں تحریک آزادی کے نامور مجاہد حضرت مولانا سید عزیر گلؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ، حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ، مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، انڈونیشیا کے معروف عالم دین شیخ احمد حسن الاستاذ العلویؒ، حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ (دیوبندی) مولانا سید شاہ صبغۃ اللہ بختیاریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا مفتی محمود صاحب مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عبداللہ الزائد اور دیگر علماء وزعماء شامل ہیں۔

دنیا سے جو جاتا ہے، اس کی کمی تو صدیوں پوری نہیں ہوتی، لیکن موت اللہ کا اٹل قانون ہے، جس سے اگر کوئی اپنے بے بہا وسائل کے ہوتے ہوئے بھی راہ فرار اختیار کرنا بھی چاہے تو ناممکن ہے، تخلیق آدم سے لے کر آج تک اور آج سے تاقیام قیامت ہر نیک و بد نے موت کا مزہ چکھنا ہے، لیکن اللہ والوں کا جینا بھی

عجیب اور مرنا بھی عجیب، جیسا کہ ایک اللہ والے کا قول ہے'' کہ اگر معاشرے میں ہمارا مقام دیکھنا ہوتو ہمارے جنازوں کو دیکھو'' مجھے چونکہ آپ کے جنازے میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی، گوجرانوالہ کے پرانے بوڑھوں کی زبانی سنا کہ گوجرانوالہ شہر سے بڑے رئیس، چوہدری اور صنعتکاروں کے جنازے اٹھے ہیں لیکن جتنا عظیم جنازہ اس مرد قلندر کا دیکھا ہے، اتنا نہ کبھی سنا اور نہ دیکھا (عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے) مجھے اپنے عزیز بھائی عزیزم سعید الرحمٰن علوی کے ہمراہ ۱۹۶۸/۶۹ء میں دورہ حدیث کے لئے ''مدرسہ نصرۃ العلوم'' میں رہنے کا موقع ملا، میں آج تک ان کی وہ شفقتیں اور دعائیں نہیں بھول سکتا جو انہوں نے دیں، بالخصوص والد بزرگوار حضرت مولانا محمد رمضان علویؒ اور بھائی سعید الرحمٰن علویؒ مرحوم کی رحلت کے موقع پر جس طرح حضرت نے مجھے حوصلہ دیا، وہ آج تک میرے ذہن میں ہے، آپ نے آخر وقت تک اس تعلق کو نبھایا جب بھی حاضری دی، شفقت سے پیش آئے دعائیں دیں اور خصوصی طور پر بھائی سعید الرحمٰن کے بچوں کی خیریت دریافت فرمائی۔

آپ کی محبت و شفقت کا اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے اپنی مطبوعہ تفسیر ''دروس القرآن'' کا پورا سیٹ عزیز القدر سعید الرحمٰن علویؒ کو عطا فرمایا اس کے علاوہ حضرت مدنیؒ کے خطبات کا مجموعہ بوقت ملاقات اپنے دستخطوں سے ایک اس بندہ ناچیز کو اور ایک عزیزی سعید الرحمٰن علوی کو عنایت فرمایا، آج وہ گوجرانوالہ کے عمومی قبرستان میں آسودہ خاک ہیں، اور اس مٹی نے کتنے کتنے موتی اپنے اندر ہضم کر لیے۔

رات دن تہہ خاک چلے جاتے ہیں لوگ
سمجھ میں نہیں آتا زیر زمین ماجرا کیا ہے؟
مقدور ہو تو خاک سے پوچھیں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

اللہ ہمیں حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور جس راہ پر آپ ہمیں چھوڑ کر گئے ہیں تا زیست اس راہ پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مولانا حافظ مومن خان عثمانی فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم
خطیب مرکزی جامع مسجد فاروق اعظمؓ کٹھائی تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ

مشفق ومہربان استاذ

دنیا میں تمام مخلوق فنا ہونے کے لئے پیدا ہوتی ہے اور ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے اس راستے پر ہر مسافر نے جانا ہے مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنکی وفات سے بہت بڑا خلا پیدا ہو جاتا ہے کئی دل اس سے متاثر اور مغموم ہو جاتے ہیں استاذ العلماء والمحدثین عظیم مفسر ومحدث علم وعمل کا پیکر جامعہ نصرۃ العلوم کے بانی ومہتمم گوجرانوالہ شہر کے عظیم خطیب ولی اللٰہی علوم کے محافظ فکر دیو بند کے امین شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نور اللہ مرقدہ ۶ اپریل کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرما کر ہزاروں شاگردوں کو داغ مفارقت دے گئے ، حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے حلیم الطبع منکسر المزاج خدا ترس صاحب کردار انسان تھے اخلاص ، للّٰہیت اور سادگی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

شہرت ریا کاری نام ونمود کی نمائش سے کوسوں دور جامعہ نصرۃ العلوم کی چار دیواری کے پاک صاف ماحول میں بیٹھ کر قرآن وسنت کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم کو منور کیا کس کو معلوم تھا کہ ضلع مانسہرہ کے گمنام گاؤں (چیڑاں ڈھکی) کڑمنگ بالا میں پیدا ہونے والا عبدالحمید علمی دنیا کا اتنا عظیم نام پا کر رشد وہدایت کا امام بنے گا ، قرآن کریم کا اتنا عظیم مفسر اور حدیث رسول ﷺ کا اتنا عظیم محدث بنے گا ، پاکستان کے مختلف شہروں میں علوم وفنون پڑھنے کے بعد حضرت صوفی صاحبؒ اپنے برادر کبیر امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دام مجدہم کے ہمراہ ازہر الہند اور عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیو بند تشریف لے گئے اور اس وقت کے چوٹی کے علماء ومحدثین سے حدیث کا علم حاصل کیا جن میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی ، جامع المعقول والمنقول مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ، مولانا مفتی ریاض الدین جیسے علم وعمل کے پہاڑ شامل ہیں حضرت صوفی صاحبؒ کے دیگر اساتذہ میں مفتی اعظم پاکستان

مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا ابوالوفا شاہ جہاں پوری، مفسر قرآن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ، مولانا ظہور احمد دیوبندی، مولانا مفتی عبدالواحد گوجرانوالہ، مولانا عبدالحق نافع گل شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبداللہ درخواستی، شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر رحمہم اللہ شامل ہیں، دارلعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد فن مناظرہ میں مہارت کے حصول کے لئے امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے پاس لکھنؤ کا سفر کیا علم طب حاصل کرنے کیلئے طبیہ کالج حیدرآباد دکن میں چار سال گذارے ۱۹۵۲ء میں گوجرانوالہ شہر کے وسط میں مدرسہ کے لئے ایسی زمین خریدی جہاں شہر کا سارا گندا پانی جمع ہوتا تھا، بقول استاد محترم امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دام مجدہم کہ جب (ہمارے ساتھی) اس جگہ کے انتقال کے سلسلہ میں متعلقہ محکمہ کے آفیسر کے پاس چلے گئے تو اس نے کہا کہ ہم پہلے سنتے تھے کہ مولوی بے وقوف ہوتے ہیں لیکن اب مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی ایسا ہی ہے، اس مقام پر تم کیا کرو گے جہاں پورے شہر کی گندگی پڑی ہوئی ہے۔

مگر اس کو کیا پتہ تھا کہ اس جگہ سے قرآنی علوم کا نور دنیا کے مختلف اطراف میں پھیلے گا یہ جگہ قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں کا عظیم مرکز بنے گی، یہاں سے توحید وسنت کی ضیا پاشیاں ایک عالم کو منور کرینگی علوم وفنون کے ماہر پیدا ہوں گے، منبر ومحراب کے ائمہ وخطیب پیدا ہونگے امامت وسیاست کے مقتدا پیدا ہوں گے، دعوت وتبلیغ کے داعی اور واعظ پیدا ہونگے راتوں کو اللہ کے سامنے جبین نیاز جھکانے تنہائیوں میں اپنے رب کے سامنے گڑگڑانے والے، شب زندہ دار پیدا ہوں گے، تصنیف وتالیف کے میدان میں عظیم کارنامے سرانجام دینے والے مفکرین ومصنفین پیدا ہوں گے، بدعت وضلالت کے اندھیروں میں علم کی شمع جلانے والے علماء پیدا ہوں گے، شرک وقبر پرستی کی بھٹکی ہوئی فضا میں قرآن وسنت کی تعلیم دینے والے اہل اللہ پیدا ہوں گے، خودغرضی اور مفاد پرستی کے ماحول میں امت مسلمہ کا درد رکھنے والے سچے غمخوار پیدا ہوں گے۔

اس گندگی اور غلاظت بھرے جوہڑ کو صاف کرنے کیلئے حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم اور حضرت صوفی صاحبؒ نے کتنی محنتیں کی ہوں گی، آج جہاں گوجرانوالہ شہر کی عظیم الشان مسجد، مسجد نور کے نام سے قائم ہے اور پاکستان کے صف اول کا مدرسہ جامعہ نصرۃ العلوم سینکڑوں تشنگان علوم کو سیراب کر رہا ہے، یہ وہی جگہ ہے جہاں کسی زمانے میں غلاظت بھرے پانی اور گندگی کا ڈھیر تھا، مگر حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم اور حضرت

صوفی صاحبؒ کے عزم مصمم، محنت اور جدو جہد نے اسے باغ و بہار بنادیا، حضرت صوفی صاحبؒ بڑے شفیق مہربان اور عظیم استاد تھے، دوران سبق متانت اور شگفتگی کا ایسا انداز ہوتا کہ طلباء کو بھی اکتاہٹ اور تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی تھی، ایسے دلنشیں انداز میں پڑھاتے تھے کہ الفاظ دل و دماغ میں پیوست ہوتے تھے یہی وجہ تھی کہ طلباء بڑے شوق سے آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے، آپ کی اسی خداداد صلاحیت کی وجہ سے خطبۂ جمعہ سننے کے لئے دور دور سے لوگ آتے تھے۔

آپ کی تقریروں میں قصے کہانیاں نہیں ہوتی تھیں بلکہ قرآن کی آیت پڑھ کر اس کے متعلق موضوع پر علمی انداز میں سیر حاصل بحث فرماتے تھے، آخر میں حالات حاضرہ پر بحث فرماتے، حکمرانوں کے غلط کاموں پر تنقید کرتے اور ان کی صحیح رہنمائی بھی فرماتے تھے، احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ بڑے دلنشیں انداز میں ادا فرماتے تھے، حق گوئی میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے، اسی وجہ سے ایوب خان کی آمریت میں آپ کے خلاف زبان بندی کے احکامات جاری ہوئے، ضیاء الحق کی آمرانہ حکومت نے آپ کو اشتہاری مجرم قرار دیکر گرفتار کیا، ذوالفقار علی بھٹو کی ظالمانہ اور انتقامانہ روش کی وجہ سے مسجد و مدرسہ کو سرکاری تحویل میں لے لیا گیا تھا مگر تحریک چلنے پر بھٹو حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے، حضرت صوفی صاحبؒ اخلاص للّٰہیت تقویٰ اور پرہیز گاری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، احقر نے جامعہ نصرۃ العلوم میں دو سالہ قیام کے دوران کبھی حضرت صوفی صاحب کو مدرسہ کی گاڑی میں بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا، مدرسہ کی گاڑی حضرت شیخ الحدیث صاحب کو مدرسہ لانے اور لے جانے کے لئے تھی کیونکہ حضرت شیخ کی رہائش گوجرانوالہ شہر سے باہر گکھڑ میں واقع ہے، حضرت صوفی صاحبؒ اکثر بیمار رہتے تھے۔

۱۹۹۰ء میں ایک دفعہ اتنے شدید بیمار ہوئے کہ مدرسہ کا اہتمام اپنے بڑے صاحبزادے مولانا محمد فیاض خان سواتی کے حوالے کر دیا تھا، حضرت صوفی صاحبؒ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ کے علوم وافکار کے ماہر تھے، حضرت شاہ ولی اللہ کی مایہ ناز کتاب حجۃ اللہ البالغہ مدارس میں نہیں پڑھائی جاتی مگر صوفی صاحب دورۂ حدیث کی کلاس میں اس کو باقاعدہ اہتمام سے پڑھاتے تھے، حضرت صوفی صاحبؒ نے علماء حق اکابرین دیوبند کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کیا، ایک فرقہ نے مولانا عبیداللہ سندھی کے علوم وافکار میں بہت ساری غلط چیزیں شامل کر کے نیا فتنہ کھڑا کیا تو مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ نے مولانا عبیداللہ سندھی کے علوم و

انکار کے نام سے کتاب لکھ کر اس دجل وفریب کا دروازہ بند کر دیا۔

ابتدائی دور میں آپ سیاسی طور پر احرار سے وابستہ تھے، ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۵ء تک آپ نے اس جماعت کے ساتھ کام کیا، اس کے بعد جمعیت علماء ہند سے منسلک ہو گئے، آپ نے جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ایک کارکن کی حیثیت سے گوجرانوالہ میں بھرپور کام کیا، جب قاضی نور محمد مرحوم جمعیت علماء ہند کے صدر اور مفتی عبدالواحد مرحوم ناظم تھے۔

۱۹۵۸ء کو جب جمعیت علماء اسلام کا عظیم الشان جلسہ لاہور میں منعقد ہوا تو آپ نے بھی اس میں شرکت کی اسی جلسہ کی وجہ سے جمعیت علماء اسلام ایک بھرپور سیاسی قوت کے طور پر میدان میں آئی۔

۱۹۷۵ء کو جمعیت علماء اسلام نے شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں آل پاکستان نظام شریعت کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا تو بھٹو حکومت نے شیرانوالہ باغ میں کانفرنس کرنے کی اجازت سے انکار کیا جسکی وجہ سے یہ عظیم الشان کانفرنس جامعہ نصرۃ العلوم میں منعقد ہوئی، بھٹو جیسا مردِ آہن اس کو کس طرح گوارا کرتا، سیاسی انتقام کے طور پر مدرسہ نصرۃ العلوم اور اس سے ملحقہ مسجد نور کو اوقاف کی تحویل میں لینے کا اعلان کر دیا، ادھر جمعیت علماء اسلام کے طالب علم رہنما نوید انور نوید کی سربراہی میں ایکشن کمیٹی تشکیل دے دی گئی اور باقاعدہ تحریک کا آغاز کر دیا، تین سو کے قریب افراد گرفتار ہوئے، چھ ماہ تحریک چلنے کے بعد مجبوراً حکومت کو اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی رحلت کے بعد جمعیت علماء اسلام دو دھڑوں میں بٹ گئی تو حضرت صوفی صاحبؒ نے جمعیت کے اتحاد کے لئے بڑی تگ ودو کی، مگر اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اتفاق واتحاد پیدا نہ ہونے کی وجہ سے کنارہ کش ہو گئے، آخر تک آپ کی یہ کوشش اور آرزو رہی کہ علماء دیوبند کی یہ جماعت متحد ومتفق ہو کر دشمنان دین کا مقابلہ کرے، اختلاف انتشار کی فضا ختم ہو جائے۔

حضرت صوفی صاحب کی دینی خدمات ایک روشن باب ہے، آپ کا قائم کردہ جامعہ نصرۃ العلوم، بیس جلدوں پر مشتمل قرآن کریم کی مایہ ناز تفسیر اور اس کے علاوہ پچاس کے قریب دینی کتب تشنگان علوم کو رہتی دنیا تک سیراب کرتی رہیں گی، حضرت صوفی صاحب کی رحلت آپ کے متعلقین اور شاگردوں کے لئے انتہائی صدمہ کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کی دینی خدمات کو قبول فرما کر کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔

مولانا حافظ مومن خان عثمانی فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
خطیب مرکزی جامع مسجد فاروق اعظم کٹھائی اوگی ضلع مانسہرہ

امت مسلمہ کی زبوں حالی اور حضرت صوفی صاحبؒ کی دینی حمیت

مسلمانان عالم تاریخ کے جس نازک دور سے گزر رہے ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں عالمی سطح پر عالم کفر اور اس کے ایجنٹ مسلمانوں کے وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے ہر قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں مسلمان روئے زمین کے جس خطے سے بھی تعلق رکھتے ہیں یہود و نصاریٰ اور ان کے اتحادیوں کے ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں دین سے دوری اللہ رسول کے احکامات سے اعراض، غیروں کی ذہنی اور فکری غلامی اور آپس کے اختلافات مال و دولت کی اندھی محبت نے مسلمانان عالم کو تاریخ کے اس نازک چوراہے پر لا کھڑا کیا ہے امریکہ برطانیہ روس اور فرانس جو مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں انہوں نے مسلمانوں کو ہمیشہ اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا ہے بیسویں صدی کے وسط میں امریکہ اور برطانیہ نے مسلمانوں کو نکیل ڈالنے کیلئے فلسطین کی مقدس سرزمین پر اسرائیل جیسے ناسور کو جنم دیا اور ہمیشہ اس کے ظالمانہ، سفاکانہ اور انسانیت سوز کاروائیوں کی مکمل حمایت کی عالمی طاقتوں کی اس اسلام دشمنی اور اسرائیلی مظالم پر آنکھیں بند کر کے اس کی حمایت کرنے سے جہاں پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل مجروح ہیں وہیں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نور اللہ مرقدہ کے حساس دل نے ان مظالم کی بر ملا مذمت کی اور عالمی طاقتوں کے ان مظالم کو مذہبی تعصب اور اسلام دشمنی قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی اور ان کے دجل و فریب کو اپنے جمعہ کے خطبات میں بڑے اچھے انداز سے بے نقاب کیا اور بڑی بیباکی اور جرأت سے ان ظالموں کے خلاف نعرہ حق بلند کیا حضرت صوفی صاحبؒ رحمہ اللہ اگرچہ ایک گوشہ نشین، مدرسہ کی چار دیواری میں محدود، درس و تدریس کے فرائض سرانجام دینے والے عالم دین تھے مگر عالمی مسائل اور دنیا کے حالات سے غافل اور بے خبر ہرگز نہیں تھے آپ عالمی مسائل اور مسلمانان عالم کے حالات پر گہری نظر رکھتے تھے اور ایسا حقیقت پر مبنی تجزیہ فرماتے کہ آدمی انگشت بدنداں رہ جاتا کہ مدرسہ کے گوشے میں زندگی بسر کرنے والا دنیا کے حالات کا کس قدر ادراک رکھتا ہے آپ علماء حق علماء دیوبند کے اس قافلہ سے تعلق

رکھتے تھے جنہوں نے ہر دور میں کلمہ حق ادا کرنے میں کسی قسم کی مصلحت پسندی سے کام نہیں لیا بلکہ ببانگ دہل حق بات کا اظہار کیا حضرت صوفی صاحب نوراللہ مرقدہ نے بھی عمر بھر پوری جرأت اور بہادری کے ساتھ حق کا اظہار کیا ہے خواہ مقامی انتظامیہ ہو یا ملکی حکمران ہوں یا عالمی دشمنان اسلام ہوں یا فرق باطلہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ حکمرانوں کے زیر عتاب رہے ہیں ان سطور میں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مسلمانان عالم کی زبوں حالی اور دنیا کے عالمی لٹیروں کے خلاف نعرۂ حق بلند کرنے کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں جس سے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی فن خطابت، حق گوئی و بیباکی جرأت و مردانگی دینی غیرت وحمیت عالمی مسائل سے دلچسپی مسلمانوں کی حالت زار پر تڑپ امریکہ اسرائیل اور دیگر دشمنان اسلام کے خلاف جذبۂ جہاد رکھنے کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

صدر سادات کی غلط پالیسی

۱۹۸۰ء میں مصر کے صدر انور سادات کا اسرائیل کے ساتھ معاہدے پر گرفت کرتے ہوئے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس وقت ساری دنیا کے مسلمان پریشان ہیں مگر مصر کے صدر سادات کو کافروں نے کس طرح شیشے میں اتار لیا ہے ہم تو اس وقت بھی کہتے تھے کہ سادات کی پالیسی غلط ہے اسے مسلم امہ کے ساتھ رہنا چاہئے سارے مسلمان ممالک کچھ کر رہے ہیں اور وہ کچھ اور ہی کر رہا ہے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے میں نہ تو فلسطینی مسلمانوں کا حق تسلیم کیا گیا ہے اور نہ بیت المقدس کو آزاد کیا گیا ہے صحرائے سینا کا کچھ علاقہ اور تیل کے چند کنویں حاصل کر کے صدر سادات مطمئن ہو گیا ہے حقیقت میں کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا اب وہ مکمل طور پر امریکہ کے چنگل میں پھنس چکا ہے اور یہودیوں کے ساتھ کاروبار کرنے کا مجاز بن گیا ہے خدا کے بندو! اس سے بڑھ کر مصر کی ناکامی اور ذلت کیا ہو سکتی ہے؟ اسرائیل تو واضح طور پر کہہ رہا ہے کہ بیت المقدس سے دست برداری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کے متعلق بعد میں گفت وشنید کریں گے صدر سادات دو یہودیوں کے درمیان پھنس گیا ہے اسرائیل تو یہودی ہے ہی امریکہ بھی نصف یہودی اور نصف نصرانی ہے امریکی باشندوں کی اگر ماں یہودی ہے تو باپ عیسائی ہے اور ماں عیسائی ہے تو باپ یہودی ہے یہ سب یہودی یا نصرانی ہیں کوئی ماں کی طرف سے یہودی ہے اور کوئی باپ کی طرف سے اور کوئی دونوں طرف سے یہودی ہے صدر امریکہ جمی کارٹر بھی ایسا ہی ہوگا آپ تحقیق کر کے دیکھ لیں انشاء اللہ میرا دعویٰ غلط نہیں

ہوگا کارٹر کی ماں یہودی ہے یا باپ یہودی ہے اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ الکفر ملة واحدة
اسلام کے خلاف تمام کافر، مشرک، دہریئے یہودی، عیسائی ہندو وغیرہ متحد ہیں (خطبہ جمعہ ۱۹۸۰ء)

فلسطین کے مظلوم مسلمان اور حکمرانوں کی بے حسی

مسلمانوں میں بھی غیروں کے دیکھا دیکھی دن منانے کا ایک ایسا رواج چل پڑا ہے کہ عملی کام کے بجائے دن منانے پر تمام زور لگایا جاتا ہے جون ۱۹۸۲ء کو حکومت نے فلسطینی مسلمانوں کیلئے یوم دعا منانے کا اعلان کیا حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے قتل عام اور مسلمان حکمرانوں کی بے حسی اور بزدلی اور امریکی غلامی پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا ”یہ جمعہ فلسطینیوں کیلئے دعا کا جمعہ قرار دیا گیا ہے تاکہ آج ان کیلئے خصوصی دعائیں کی جائیں بھائی! دعا تو ہر مسلمان ہر وقت کرسکتا ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان حکمران ان بیچاروں کیلئے کیا کر رہے ہیں کیا ان پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی فلسطین والے آئے دن مر رہے ہیں مگر مسلمان حکومتوں پر کیا لعنت برس گئی ہے کہ وہ ان کی امداد کیلئے آگے نہیں بڑھ رہے ہیں آخر دعا کے ساتھ دوا کی بھی ضرورت پڑتی ہے مگر یہ حکمران امریکی اشارے کے منتظر ہیں کہ ادھر سے کیا حکم آتا ہے امریکہ تو جہنم کا کندۂ ناتراش ہے برطانیہ فرانس جرمنی اور روس سب شیاطین ہیں جو مسلمانوں کو مروانا چاہتے ہیں گذشتہ تین دنوں میں چالیس ہزار فلسطینی مسلمان موت کے گھاٹ اتارے جاچکے ہیں مگر مسلمان حکمران اس قدر بے حس ہوچکے ہیں کہ کوئی بھی ان کی مدد کو نہیں پہنچا خدا کا کتنا غضب اور قہر ہے اس کے جواب میں محض دعا کا ہفتہ منانے پر اکتفا کیا جارہا ہے بتاؤ تمہاری امداد کہاں ہے؟ تم نے حکومت جیسی امانت اپنے ہاتھ میں لے کر کیا کیا ہے؟ اگر تم اس امانت کا حق ادا نہیں کرتے ہو تو بددیانت اور خائن ہو تمہیں اس امانت پر قابض رہنے کا کوئی حق نہیں اسے ان لوگوں کے سپرد کردو جو اس کے اہل ہیں عرب، ایران، مصر، لیبیا سوڈان، مراکش اور پاکستان سب کا فرض ہے کہ مظلوم فلسطینیوں کی مدد کو پہنچیں“ (خطبہ جمعہ ۲۵ جون ۱۹۸۲ء) ستمبر ۱۹۸۲ء کو چند اسرائیلی بدمعاشوں کے بدلے اسرائیلی سورماؤں نے ہزاروں فلسطینی بچوں اور عورتوں کو بڑی بے دردی سے قتل کرڈالا اس ظلم و بربریت اور وحشیانہ پن پر حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تڑپ اٹھے عرب حکمرانوں اور جنرل ضیاء الحق کو یہودیوں کے ساتھ اس ظلم میں برابر کا شریک ٹھہراتے ہوئے فرمایا ”دس بیس پچاس بدمعاشوں کے مارے جانے پر ڈیڑھ دو ہزار بے گناہ عورتوں اور بچوں کا قتل کس قدر

ظلم ہے یہودی تو ہیں ہی انسانیت کے دشمن اور عیسائی بھی سخت متعصب ہیں ان پر گلہ کرنے کی بجائے مجھے تو مسلمان بادشاہوں پر شکوہ ہے جو یہ سارا ظلم اپنی آنکھوں سے ہوتا دیکھ رہے ہیں گذشتہ تین ماہ میں چالیس ہزار لبنانی اور فلسطینی مسلمان یہودیوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں یہ عرب کیا کر رہے ہیں اور ہمارے صدر صاحب کیا دیکھ رہے ہیں میں تو کہوں گا کہ یہودیوں کی طرح یہ بھی ظلم میں برابر کے شریک ہیں انہوں نے فلسطینی مسلمانوں کو بروقت امداد کیوں نہیں پہنچائی اور ان کی جانیں بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ انہوں نے صرف یہ کیا ہے کہ اپنا گلہ شکوہ امریکہ کو بھیج دیا ہے مگر اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی امریکہ خود منافق اور بے ایمان ہے آدھا یہودی اور آدھا عیسائی ہے روس اور برطانیہ والے بھی کافر ہیں ہم ان سے انصاف کی کیا توقع کر سکتے ہیں اس سلسلہ میں حسنی مبارک اور شاہ حسین نے کیا کیا ہے؟ صدر ضیاء کیا کر سکتے ہیں یہ سب لوگ اقتدار میں ہیں ان کا فرض تھا کہ غریب مسلمانوں کی جانیں بچانے کیلئے بروقت کاروائی کرتے ہم تو سوائے دعا کے اور کیا کر سکتے ہیں'' (خطبہ جمعہ ۲۴ ستمبر ۱۹۸۲ء)

ایک اور موقعہ پر فرمایا ''آج مسلمان حکمرانوں کے سامنے بے گناہ فلسطینی اور لبنانی مسلمان مرد عورتیں بچے بوڑھے شہید ہو رہے ہیں انہیں گھروں سے نکالا جا رہا ہے اور ان کی املاک لوٹی جا رہی ہیں مگر اس وقت دنیا بھر میں پچاس سے زیادہ اسلامی ریاستیں ہونے کے باوجود کسی حکمران کے کان پر جوں تک نہیں رینگی انہوں نے اگر کچھ کیا بھی ہے تو صرف زبانی احتجاج اور نعرہ بازی اور کسی نے ان مظلوموں کی عملی مدد نہیں کی کیا ہمارے یہ مسلمان حکمران اسرائیلیوں سے زیادہ بڑے مجرم نہیں ہیں جنہوں نے اپنی ذمہ داری کو ذرہ بھر بھی محسوس نہیں کیا؟ سعودی عرب کا بادشاہ، پاکستان کا صدر، ایران کا خمینی، لیبیا کا قذافی، عراق کا صدام اور مصر اور ان کے فساق آخر کیا کر رہے ہیں یہ لوگ طاقت کے ذریعہ اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کر سکتے ہیں ان کو ضرورت کی اشیاء بھیج سکتے ہیں مگر یہ سارے تو امریکہ پر آسرا لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ خود مظلوم مسلمانوں کی مدد کریگا حالانکہ ہم ہزار دفعہ آزما چکے ہیں کہ امریکہ منافق ہے اور اس کے حواری برطانیہ فرانس روس اور جرمنی بھی منافق ہیں مگر تم انہی منافقوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہو یاد رکھو تم نے اپنے بھائیوں کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا ہے میں پوری ذمہ داری سے عرض کرتا ہوں کہ تمہیں اس غفلت کی پاداش میں ضرور سزا ملے گی جس سے ہم عوام الناس بھی نہیں بچ سکیں گے چونکہ ہم نے اپنی طاقت کے مطابق اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد نہیں کی لہٰذا

ہم سب مجرم ہیں اور عنداللہ سزا کے مستحق ہیں بس انتظار کریں اور دیکھیں کہ یہ سزا کس شکل میں آتی ہے"۔

عالمی طاقتوں کی اسلام دشمنی

عالمی طاقتوں نے کمزور ممالک اور خصوصاً مسلمانوں کو دبانے اور ان کے خلاف کاروائی کرنے کیلئے ہمیشہ نام نہاد اقوام متحدہ کا پلیٹ فارم استعمال کیا ہے سلامتی کونسل نے اگر اسرائیل کے خلاف کوئی کاغذی قرار داد پاس کرنے کی کوشش بھی کی ہے تو امریکہ نے اسے ویٹو کر کے ردی کے ٹوکرے میں پھینک کر اسرائیل کی سرپرستی کا حق ادا کر دیا ہے اگر مسلمانوں کے خلاف کوئی قرار داد آئی ہے تو سارے شیاطین نے مل کر اس کی حمایت کی ہے اور مسلمانوں کے ہنستے بستے شہر اجاڑ کر کھنڈرات میں تبدیل کئے ہیں ۱۹۸۲ء میں سلامتی کونسل کی طرف سے اسرائیل کے خلاف قرار داد مذمت کو امریکہ نے ویٹو کیا جس پر حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے سلامتی کونسل اور امریکہ کے اس ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے فرمایا "دنیا میں دیکھ لیں کہ مسلمانوں کے ساتھ بحیثیت قوم کیا سلوک ہو رہا ہے سلامتی کونسل کے تمام ممبروں نے اسرائیل کی طرف سے شام کی گولان کی پہاڑیوں پر قبضے کی مذمت کی ہے مگر امریکہ نے ویٹو کر دیا ہے ساری دنیا اسرائیل پر اقتصادی پابندیاں لگانے کا مطالبہ کر رہی ہے مگر امریکہ اسے بھی ویٹو کر دیتا ہے کیا آپ کو اب بھی سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ اسرائیل اور ان نام نہاد سپر طاقتوں کا آپس میں کیا گٹھ جوڑ ہے؟ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ اسرائیل بڑی طاقتوں کی ایک فوجی چھاؤنی ہے جو امریکہ، برطانیہ، روس اور فرانس نے اردگرد کے مسلمان ممالک کو کمزور کرنے کیلئے قائم کر رکھی ہے یاد رکھو! برطانیہ ڈپلومیٹ ہونے کی وجہ سے خبیث ہے اور فرانس مسلمانوں کا پرانا حریف ہونے کی وجہ سے متعصب ہے یہ لوگ نہیں چاہتے کہ مسلمان دنیا میں سر اونچا کر کے چل سکیں اگر اسرائیل پر کچھ پابندیاں عائد ہو جاتیں تو حالات کے سدھرنے کی کچھ امید ہو سکتی تھی مگر اس ویٹو نے اس توقع کو بھی خاک میں ملا دیا ہے اور اسرائیل اب پہلے سے زیادہ دلیر ہو گیا ہے کہ مسلمان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ان حالات میں اہل اسلام پر اللہ ہی رحم فرمائے ورنہ بظاہر تو ان کے حالات سخت دگرگوں ہیں" (خطبہ جمعہ ۲۲ جنوری ۱۹۸۲ء)

ایک اور خطاب میں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ امریکہ کے اس جانبدارانہ ظالمانہ رویے، دیگر کفار اور سلامتی کونسل کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں کی بے راہ روی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اسرائیل

نے فلسطین پر حملہ کر کے مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچایا اسرائیل کے خلاف جنرل اسمبلی میں قرارداد مذمت منظور ہوگئی دنیا کے ۸۰ ملکوں نے اس قرارداد کے حق میں ووٹ دیا میں نے مخالفت کی اور باقی نے رائے شماری میں حصہ ہی نہیں لیا دنیا میں مسلمانوں کے وقار کا یہ عالم ہے کہ ظالم کو زبانی طور پر بھی ظلم سے روکنے کیلئے سارے ملک تیار نہیں ہیں اس سے بڑھ کر جب یہی قرارداد مذمت سلامتی کونسل میں پیش کی جاتی ہے تو امریکہ ویٹو کر دیتا ہے یہ عالمی ادارے تو غالب اقوام نے اپنے مفادات کیلئے بنا رکھے ہیں کمزور قوموں کو کون پوچھتا ہے اور کون ان کی دادرسی کیلئے آواز بلند کرتا ہے؟ انہوں نے نہ کبھی کسی مظلوم کو حق دلایا ہے اور نہ آئندہ دلائیں گے تم کو تمہارا خدا ہی حق دلائے گا بشرطیکہ تم اس کے بن جاؤ اگر تم خدا کے نہیں بنو گے تو حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ وہ تمہارے جیسے لوگوں کی پرواہ نہیں کرتا جب تم خدا اور رسول کے احکامات کی پرواہ نہیں کرتے قرآن اور دین کا پاس نہیں کرتے تو پھر خدا تعالیٰ بھی کہتا ہے کہ جاؤ جس وادی میں ہلاک ہوتے ہو ہو جاؤ پھر ہم بھی تمہاری دستگیری نہیں کریں گے کیونکہ ہمارا قانون یہی ہے'' (خطبہ جمعہ ۳۰ اپریل ۱۹۸۲ء)

ایک موقع پر فرمایا ''اب دیکھ لیں سلامتی کونسل والے کفن چور اور بے ایمان کیا کر رہے ہیں؟ فلسطینی مسلمانوں کا کوئی پرسان حال نہیں وہ بیچارے دردر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں مارے جا رہے ہیں بے وطن کئے جا رہے ہیں مگر دنیا کی قیادت کے یہ نام نہاد دعویدار غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں اگر سلامتی کونسل بڑا تیر مارتی ہے اور اسرائیل کی مذمت کی کاغذی قرارداد بھی پاس کرتی ہے تو امریکہ اسے ویٹو کر دیتا ہے گویا وہ ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھانے کو بھی برداشت نہیں کرتا تم سمجھتے ہو کہ امریکہ میں انسانیت کی کوئی رمق باقی ہے۔ ہرگز نہیں تم ان عالمی طاقتوں کی جس قدر خوشامد کرو گے یہ تمہیں اتنا ہی زیادہ ذلیل کریں گے وہ جانتے ہیں کہ تم میں دم خم باقی نہیں رہا ان کو علم ہے کہ آج کے مسلمان قرون اولیٰ کے مسلمان نہیں ہیں جو پہاڑوں سے ٹکرا جائیں اور سمندروں میں گھوڑے دوڑا دیں حقیقت یہ ہے کہ جب تک تم تیروسنان لیکر نہیں نکلو گے اور **فقاتلوا ائمة الکفر انھم لاایمان لھم** کے حکم پر عمل کرتے ہوئے کفار کے ان بڑے بڑے سرغنوں کو تہہ وبالا نہیں کرو گے یاد رکھو مسلمانو! تم اسی طرح ذلیل ہوتے رہو گے مگر انہوں نے مسلمانوں کو ایسی میٹھی گولی کھلا رکھی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ اور یورپ والے ہمیں ترقی میں مدد دے رہے ہیں انہوں نے تو تمہیں کھیل تماشے، عیاشی فحاشی، ٹیلی ویژن اور دیگر عیش وعشرت کے جال میں پھنسا دیا ہے وہ تمہیں بڑی بڑی ایئر

کنڈیشنڈ کاریں مہیا کر رہے ہیں آرام دہ کوٹھیوں کی تعمیر میں مدد دے رہے ہیں اور تم اس چکر میں پڑے ہوئے ہو بھلا تم ان کے منہ سے منافقت کا پردہ کیسے ہٹاؤ گے انہوں نے تو تمہاری دینی اقدار کو فنا کر کے رکھدیا ہے اور تمہیں سیاسی لحاظ سے اتنا بے بس کر دیا ہے کہ تم اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد نہیں کر سکتے تم نے فلسطین والوں، قبرص والوں، فلپائن والوں کی کیا مدد کی ہے؟ وہ بیچارے تڑپ رہے ہیں تمہارے منہ کی طرف دیکھ رہے ہیں اور تم امریکہ کی طرف دیکھ رہے ہو کہ وہاں سے کیا حکم آتا ہے بتاؤ ان حالات میں جہاد کون کریگا لوگ اپنے آرام طلب ہو چکے ہیں کہ ہر کام مشین کے ذریعہ ہوتا ہے ہاتھ سے کام کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی مگر تمہیں احساس تک نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور ہم کدھر جا رہے ہیں جب امریکہ نے اسرائیل کی مذمت کی قرارداد پاس نہیں ہونے دی تو مسلمان ممالک کو فوراً اس ظالم عالمی ادارے (یو این او) سے الگ ہونا چاہئے تھا کسی کے پاس ویٹو پاور کا ہونا بذات خود ظلم ہے جو دنیا میں پہلے ہی بڑی طاقتیں ہیں ان کو کمزور طاقتوں پر مزید ظلم کرنے کیلئے ہتھیار فراہم کر دیا گیا ہے ایسی ظالم کونسل پر ہزار لعنت بھیجو ان کے ذریعہ تمہارا کچھ نہیں بنے گا تمہاری بہتری کی صرف ایک صورت ہے کہ اپنی غلطیوں کا احساس کر کے خدا کے سامنے توبہ کرو اور صحیح مومن بن جاؤ پھر جس طرف بھی نکلو گے کامیابی تمہارے قدم چومے گی'' (خطبہ جمعہ یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء)

افغانستان کے مظلوم مسلمان

۱۹۷۹ء میں افغانستان میں روسی فوجیں داخل ہوئیں اور افغانیوں کا قتل عام شروع کیا لاکھوں افغانی ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے روسی فوجیں کس طرح اور کیوں سرزمین افغانستان میں آئیں اس کے اصل اسباب کی نشاندہی کرتے ہوئے حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں'' آپ اب کہہ رہے ہیں کہ افغانستان میں بڑا ظلم ہو رہا ہے مگر آپ نہیں جانتے کہ افغانستان کا مسئلہ آج کا پیدا کردہ نہیں بلکہ یہ تو تیس سالہ پرانی سازش کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے خود ظاہر شاہ نے روس کے ساتھ معاہدات کے تحت وہاں سے فوجی ماہرین اور انجینئر بلوائے جنہوں نے افغانیوں کو ٹریننگ دی ان کے ذہن بدلے جس کا نتیجہ اب سامنے آ رہا ہے اس وقت تو تم سو رہے تھے ہم تو اس وقت سے چیخ رہے ہیں کہ خدارا افغانیوں کی مدد کرو مگر کوئی اس طرف توجہ ہی نہیں دیتا پاکستان نے ڈیم بنانے پر اربوں روپے خرچ کئے ہیں مگر یہ تمہیں ذلت سے نہیں

بچا سکتے اگر تم افغانیوں کی مالی امداد کردیتے تو انہیں روس کے فوجیوں اور انجینئروں سے ٹریننگ لینے کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ آج مصیبت کے یہ دن دیکھنے پڑتے'' (خطبہ جمعہ ۱۹۸۰ء)

روس کے جارحانہ عزائم

روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہونے کے بعد آگے بڑھ کر پاکستان کی سرحدوں تک پہنچیں ان کا مقصد افغانستان کے بعد پاکستان پر قبضہ کرکے گرم پانی تک رسائی حاصل کرنا تھا اور جنوبی ایشیا کے ممالک کو بھی رشین فیڈریشن میں شامل کرنے کیلئے سپر طاقت ہونے کے نشے میں بدمست ہاتھی کی طرح وسط ایشیا کے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے بعد جنوبی ایشیا میں بھی اپنا تسلط اور اپنی چوہدراہٹ قائم کرنا چاہتا تھا ادھر انڈیا بھی اس تاک میں تھا کہ کب کوئی موقع ملے تو میں پاکستان پر ہاتھ صاف کروں اور پاکستانی حکمران ہمیشہ سے امریکہ پر تکیہ کرتے آئے ہیں اور اسے اپنا خیر خواہ اور مددگار سمجھتے ہیں اس موقع پر حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے روس اور انڈیا کے گٹھ جوڑ امریکہ برطانیہ جرمنی اور فرانس کے اسلام دشمنی کی وضاحت کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنے نظریات اور ایمان کی طرف واپس آنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ''روس کا قہر الٰہی تمہاری سرحدوں پر پہنچ چکا ہے جسے تم نے خود دعوت دی ہے یہ بڑی خطرناک صورت حال ہے ادھر مشرک اور کافر ہندو بھی تاک میں ہے تم ہزار خوشامدیں کرو مگر وہ نہیں مانے گا وہ تو مشرکہ دفاع کی بات ہی کریگا اسلام کے خلاف مشرک کی نفرت اور دشمنی کوئی ڈھکی چھپی نہیں وہ ہمیشہ مسلمانوں کی تباہی کے منصوبے ہی بناتے ہیں دنیا کے بڑے بڑے چغادری امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس سب کافر ہیں اور مسلمانوں کو ایک پیسے کا فائدہ پہنچانے کیلئے تیار نہیں دو سال سے آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ روس کو پیچھے ہٹاؤ مگر یہ سپر طاقتیں ٹس سے مس تک نہیں ہوئیں ان کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا کر انہیں کمزور کردیا جائے یاد رکھو! جب تک تم اپنے نظریات اور ایمان کامل کی طرف لوٹ کر نہیں آتے تمہارے حصے میں یہ ذلت آتی ہی رہے گی ہر آنے والا دن پچھلے دن سے بدتر ہوگا تمہاری بہتری تو ایمان کے ساتھ مشروط ہے **وانتم الاعلون ان کنتم مومنین** اللہ نے غالب بنانے کا وعدہ مشرکوں اور منافقوں سے نہیں کیا بلکہ اہل ایمان کے ساتھ کیا ہے (خطبہ جمعہ ۱۲ مارچ ۱۹۸۲ء) ''اشتراکی حکومتوں سے پہلے زار روس کی بھی یہی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح گرم سمندر تک پہنچ جائیں روس ستر سال کے بعد افغانستان میں داخل ہوگیا اور اب مکران کے ساحل

پر گرم پانیوں تک پہنچنا زیادہ مشکل نہیں رہا اس کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کا وقت قریب آ گیا ہے تم تو اب چیخ رہے ہو کہ روس کی زیادتی ہے مگر یہ بتاؤ کہ کس مسلمان ملک نے آگے بڑھ کر افغانستان کی مدد کی ہے یہ تمہاری عدم توجہ کا نتیجہ ہے کہ روس کو اپنا پرانا منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچانے کا موقع مل رہا ہے'' (خطبہ جمعہ ۱۹۸۰ء)

''افغانستان کے مسلمان جس مصیبت میں گرفتار ہیں اس کیلئے ہم دعا ہی کر سکتے ہیں ورنہ مسلمانان عالم تو اس سلسلہ میں ناکام ہو چکے ہیں یاد رکھنا امریکہ بہت بڑا منافق ہے وہ ہمیشہ مسلمانوں کی پٹائی ہی کرائے گا اس پر اعتماد کرنے والا دھوکہ ہی کھائے گا کیونکہ وہ بار بار آزمایا جا چکا ہے یہ شور مچا رہا ہے کہ ہم روس میں عالمی کھیل نہیں ہونے دیں گے بھلا یہ کیا بات ہے؟ روس پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ انگریز بگڑے ہوئے عیسائی ہیں اور روسی بگڑے ہوئے یہودی ہیں حقیقت میں یہ ایک ہی خاندان ہے جو مسلمانوں کا ازلی دشمن ہے'' (ایضا)

مسلمانوں کی قراردادیں

اسلامی ممالک کے ارباب اقتدار اور او۔آئی۔سی کے نمائندگان ہمیشہ عالمی طاقتوں کے خلاف قرارداد پیش کر کے مطالبہ کرتے رہتے ہیں مگر ان کے کسی مطالبہ پر آج تک عالمی طاقتوں اور عالم کفر نے کوئی نوٹس نہیں لیا مئی ۱۹۸۰ء میں چالیس اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کا ایک اجلاس اسلام آباد میں منعقد ہوا جس میں مسلمانوں کو درپیش سو سے زائد مسائل پر بحث ومباحثہ ہوا ان میں ایک اہم مسئلہ افغانستان میں روسی افواج کی مداخلت کا تھا ایک قرارداد کے ذریعہ روس کو افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلانے کا مطالبہ کیا گیا مگر یہ مطالبہ بھی صدا بصحرا ثابت ہوا حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس کی اصل وجہ ایمان وعقیدہ کی کمزوری قرار دیتے ہوئے فرمایا ''پچھلے دنوں اسلام آباد میں چالیس مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کا اجلاس ہوا جس میں مسلم ممالک کو درپیش سو سے زائد مسائل زیر بحث آئے ان میں ایک مسئلہ افغانستان میں روسی افواج کی مداخلت کا تھا اسلامی ممالک نے متفقہ طور پر ریزولیشن پاس کیا کہ روس اپنی فوجیں افغانستان سے نکال لے اس قسم کی قرارداد پہلے بھی پاس ہو چکی ہے مگر روس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی اور نہ ہی آئندہ کوئی توقع کی جا سکتی ہے کہ روس دنیا بھر کے مسلم ممالک کے نمائندہ اجلاس کے ریزولیشن کا کوئی اثر قبول کریگا آپ لاکھ ریزولیشن بھی پاس کر لیں کچھ نہیں ہوگا خود ہمارے اندر ایمان نہیں ہے ہمارا عقیدہ ہی درست نہیں ہے تو دوسروں پر ہمارے ریزولیشن کا کیا اثر ہوگا اگر صحیح ایمان والے چند ممالک بھی اس قسم کی بات کرتے تو

اگلے کا دل دہل جاتا مگر اغیار جانتے ہیں کہ دنیا کے نقشے پر اتنی بڑی تعداد میں مسلمان ممالک موجود ہیں مگر یہ سب عملی طور پر صفر ہیں ان چالیس میں سے کسی ایک ملک کے مسلمانوں کا عقیدہ بھی صحیح نہیں ہے سب کے سب کسی نہ کسی طرح شرک میں مبتلا ہیں'' (خطبہ جمعہ ۲۳ مئی ۱۹۸۰ء)

ایران عراق جنگ

جب صدام حسین نے امریکہ کی شہ پر ایران کے خلاف جنگ شروع کی تو دونوں طرف سے عالم اسلام کا نقصان ہونے لگا ہزاروں عراقی مارے گئے ہزاروں کی تعداد میں قید ہوئے دوسری طرف اسرائیلی درندوں کی طرف سے فلسطین اور لبنان میں مسلمانوں کا قتل عام جاری تھا حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ایران عراق جنگ کو مسلمانوں کیلئے نہایت ہی نقصان دہ قرار دیتے ہوئے اس کو امریکہ کی کامیابی اور مسلم ممالک کی شدید ناکامی سے تعبیر کرتے ہوئے نہایت ہی پر درد الفاظ میں فرمایا ''اس وقت دنیا کے نقشے پر کم وبیش پچاس مسلمان ریاستیں موجود ہیں مگر ان کی عزت ایک کوڑی کے برابر نہیں وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اصلاح بین المسلمین اور اتحاد بین المسلمین کا راستہ ترک کر کے آپس میں ہی جنگ وجدل اور بغض وعناد کا راستہ اختیار کر لیا ہے ایران وعراق گذشتہ دو سال سے آپس میں دست وگریبان ہیں ہزاروں مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں املاک تباہ ہو چکی ہیں مگر ان کے درمیان صلح کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے دونوں ملکوں کی آبادی کلمہ گو مسلمان ہیں شیعہ اور سنی کہلانے والے بھی دونوں ممالک میں موجود ہیں مگر پستی کا یہ عالم ہے کہ صلح کے متعلق کسی کی بات بھی سننے کیلئے تیار نہیں ظاہر ہے کہ اگر مسلمان آپس کے حالات کو درست نہیں کریں گے آپس میں ہی لڑ لڑ کر کمزور ہو جائیں گے تو بیرونی طاقتیں تم پر چھا جائیں گی تمہارا ملک اور دولت بھی چھین لیں گے اور تمہاری عزت وآبرو کو خاک میں ملا دیں گے اس وقت تمہاری یہ سود خوری رشوت خوری اور عیش وعشرت سب ختم ہو جائیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے ایمان والو! واصلحوا ذات بینکم آپس کے حالات کو درست کر لو ورنہ تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں'' (خطبہ جمعہ ۳۰ اپریل ۱۹۸۲ء)

بیت اللہ پر شر پسندوں کا قبضہ

نومبر ۱۹۷۹ء کو چند شر پسندوں نے مکۃ المکرمہ میں حرم شریف پر قبضہ کر کے حرم محترم کی حرمت کو پامال کیا یہ شر پسند ہتھیار لیکر مسجد حرام میں میناروں اور دیگر مختلف اطراف پر قابض ہو گئے تین دن تک بیت اللہ کا

طواف نہ ہوسکا عالم اسلام میں شدید اضطراب پیدا ہوا حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اسے ایک بیرونی سازش قرار دیتے ہوئے سعودی حکمرانوں کی نااہلی اور غفلت کی شدید مذمت کرتے ہوئے بیت اللہ کی حرمت پر کٹ مرنے کے ایمانی جذبے کا اظہار کر کے اپنے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا "بعض شرپسندوں نے بیت اللہ شریف اور مسجد حرام پر قبضہ کرلیا خانہ کعبہ کا طواف تین دن تک معطل رہا اس حادثہ میں کون لوگ ملوث ہیں؟ اگر یہ کام خود عربوں نے کیا ہے تو وہ کسی بیرونی طاقت کے ایجنٹ اور مرتدوں سے بھی بدتر ہیں اللہ کا حکم تو یہ ہے ولا آمین البیت الحرام بیت اللہ میں آنے والوں کو مت روکو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں آتے ہیں مگر تم ان کا راستہ روک رہے ہو مجھے تو یہ بیرونی سازش معلوم ہو رہی ہے جب سے مسلمانوں نے بیت المقدس پر قبضہ کے خلاف آواز اٹھائی ہے اور اگلا سال سالِ قدس کے طور پر منانے کا اعلان کیا ہے یہ سازشی طاقتیں بھی حرکت میں آ گئی ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کی غیرت وحمیت پر یہ دوسرا وار کیا ہے تاکہ مسلمان مسئلہ قدس کو بھول جائیں تاہم اس کی حقیقت کو تو اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ کن لوگوں کا ناپاک منصوبہ ہے اگر یہ واقعی عیسائیوں کی سازش ہے تو اہل اسلام کو مزید ہوشیار ہونا چاہئے ہوسکتا ہے یہ کسی بڑی کاروائی کی ریہرسل ہوئی ہو اس ضمن میں سعودی حکومت کی غفلت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ان کی سیکورٹی فورس اور پولیس بالکل نااہل ثابت ہوئی جنہوں نے اس سازش کا قبل از وقوع پتہ نہ لگایا اور دنیا بھر کے مسلمان پریشان ہو گئے اس لحاظ سے ہمارے صدر صاحب قابل احترام ہیں جنہوں نے بیت اللہ شریف کی عزت کی بحالی کیلئے ہر قسم کی امداد فراہم کرنے کی پیش کش کی ہے یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ کعبہ شریف کی حرمت پر پاکستان کا بچہ بچہ کٹ مرے اور ایک پاکستانی بھی زندہ نہ رہے خدا کی قسم اگر یہ موقع مل جائے تو یہ سودا سستا ہے اگر کعبہ شریف کی حرمت قائم ہے تو ہم قائم ہیں ہمارا ایمان قائم ہے خدا بھی راضی ہے اس کا رسول بھی راضی ہے اور اگر کعبے کی عزت ہی محفوظ نہیں تو نوے کروڑ مسلمانوں کی زندگیوں پر لعنت ہے یہ ان کی کوتاہی ہے انہوں نے اس معاملے میں مستعدی کیوں نہیں دکھائی اگر مسلمان آئندہ بھی اسی طرح غافل رہے تو ہوسکتا ہے کہ اسرائیل اس سے کوئی بڑی سازش کردے یا کوئی امریکی ایٹم بم ہی پھینک دے بیت اللہ شریف کی بے حرمتی کا موجودہ سانحہ بہت بڑا سانحہ ہے جس میں بہت سی جانوں کا اتلاف ہوا اور بیت اللہ شریف کے دروازے عبادت گزاروں کیلئے بند ہو گئے" (خطبہ جمعہ ۲۳ نومبر ۱۹۷۹ء)

سقوط بنگال عالمی سازش

پاکستانی حکمرانوں نے ہمیشہ امریکہ پر بھروسہ کیا ہے اور امریکی خواہشات کی تکمیل کیلئے ملک کو بڑے سے بڑے نقصان کی طرف دھکیلنے سے بھی گریز نہیں کیا ملکی مفادات کے برعکس امریکی خواہشات کو مقدم رکھا لیکن جب پاکستان پر کوئی مشکل وقت آیا تو امریکہ پاکستان کی کوئی مدد نہیں کر سکا ۱۹۷۱ء میں بھی یہی ہوا حکمران امریکی بیڑے کا انتظار کرتے رہے اسی انتظار انتظار میں ملک کا بیڑہ غرق ہو گیا اور قائد اعظم کا پاکستان اپنی عمر کی ۲۴ ویں منزل پر ہی اپنے وجود کو برقرار نہ رکھ سکا عالمی طاقتوں کی سازش اور حکمرانوں کی ناعاقبت اندیش پالیسیوں کی وجہ سے پاکستان دولخت ہو گیا اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے نام سے الگ ملک بن گیا حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے سیاست دانوں اور جرنیلوں کو امریکی سازشوں سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہوا جو کہ عالمی سازش کا نتیجہ تھا اس وقت امریکہ کہاں تھا بظاہر اس نے پاکستان کے ساتھ دفاعی معاہدہ کر رکھا ہے مگر جب ضرورت پڑی تو اس کا طیارہ بردار جہاز انٹر پرائز خلیج بنگال ہی میں چکر لگا تا رہا مگر ہندوستان کے خلاف پاکستان کی مدد نہ کی اس پر کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے ہمیں سیاست میں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور ہمارے جرنیلوں کو عالمی معاملات میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہئے'' (خطبہ جمعہ ۱۹۸۰ء) ''دھوکہ میں نہ رہنا چاہئے امریکہ مسلمانوں کا ہرگز دوست نہیں ہے تمہارے ساتھ فوجی معاہدہ ہونے کے بعد اس نے بنگال میں ہندوستان کے خلاف کوئی مدد نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک دولخت ہو گیا اور تمہاری نوے ہزار فوج کو ہتھیار ڈالنے پڑے'' (خطبہ جمعہ ۱۰ اپریل ۱۹۹۸ء)

بوسنیا کے مظلوم مسلمان

بوسنیا یورپ کے وسط میں مسلمانوں کا چھوٹا سا خطہ ہے ۱۹۸۰ء کے آخر میں یوگوسلاویہ کے بکھر جانے کے بعد اس خطے میں مسلمانوں کے خلاف مظالم کے پہاڑ توڑے گئے بوسنیائی مسلمان ہجرت پر مجبور ہوئے لیکن عالمی طاقتیں بوسنیا کے مسلمانوں پر کیے گئے مظالم پر خاموش رہیں اور مسلمان ممالک اپنی غلامانہ روش کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان بے بس مجبور و مقہور بوسنیائی مسلمانوں پر روا رکھے گئے مظالم کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے فرمایا ''بوسنیا کی چھوٹی سی مسلمان حکومت کو بھی یورپ والے برداشت نہیں کرتے حالانکہ یورپ میں عیسائیوں کی بارہ سلطنتیں ہیں امریکہ کی حکومت الگ ہے روس کی

دھریت الگ ہے مگر بوسنیا کے مسلمانوں کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں وہ بھی ہماری طرح گنہگار ہی ہیں دین سے پوری طرح واقف نہیں ہیں مگر کلمہ گو مسلمان تو ہیں ان کا گناہ صرف یہ ہے کہ وہ اللہ کا نام لینے والے ہیں لہٰذا وہاں سرب عیسائی ان کو برداشت نہیں کرتے روس اور چیکوسلاواکیہ کے دہریئے بھی بگڑے ہوئے عیسائی اور یہودی ہی ہیں جو مسلمانوں کے سخت مخالف ہیں اور ان کو تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ان بیچاروں پر سراسر ظلم ہو رہا ہے مگر کوئی پوچھنے والا نہیں کہ تم مسلمانوں پر کیوں ظلم کر رہے ہو اگر مسلمانوں کے پاس بھی اجتماعیت اور قوت ہوتی تو کوئی ان کی مدد کو پہنچتا مگر مسلمان تو ہر جگہ کمزور ہیں اور بڑی طاقتوں کے غلام بن چکے ہیں وہ مظلوم مسلمان بھائیوں کی مدد کو کہاں پہنچیں گے''؟ (خطبہ ۲۱ جون ۱۹۹۵ء)

کشمیر کے مظلوم مسلمان

کشمیری مسلمانوں پر انڈیا نصف صدی سے مظالم ڈھا رہا ہے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے باوجود انڈیا کی درندگی پر عالمی طاقتیں خاموش تماشائی بن کر مجرمانہ کردار ادا کر رہی ہیں جو مسلمانوں کیلئے انتہائی دکھ اور پریشانی کا سبب ہے کشمیری مسلمانوں نے انڈیا کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کیلئے ۸۰ ہزار سے زائد نوجوانوں کے خون کا نذرانہ پیش کیا ہے مگر آج تک وہ انڈین آرمی کے ظلم و ستم کا شکار ہیں عالمی طاقتوں کی اس مجرمانہ خاموشی کی نقاب کشائی کرتے ہوئے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''برصغیر کی تقسیم کے وقت خود انگریزوں نے اصول قائم کیا تھا کہ جس خطے میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ پاکستان میں شامل ہو مگر آج اس اصول کو فراموش کر دیا گیا کشمیر میں اسی فیصد مسلمان ہیں مگر ہندوستان نے آٹھ لاکھ فوج کے ذریعے کشمیر پر زبردستی قبضہ کر رکھا ہے کشمیریوں پر ظلم کیا جا رہا ہے نوجوانوں کو قتل کیا جا رہا ہے عورتوں کی بے حرمتی کی جا رہی ہے مگر کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہے امریکہ و یورپ والے بھی ظالم ہندوستان کا ساتھ دے رہے ہیں اور مظلوم کشمیریوں کی بات کو کوئی نہیں سنتا جو اپنا حق خود ارادیت مانگ رہے ہیں ادھر اقوام متحدہ بھی بڑی طاقتوں خصوصاً امریکہ کی کاسہ لیس بن چکی ہے وہ بھی مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز نہیں اٹھاتی ہنود اور یہود ایک جیسے متعصب ہیں اور مسلمانوں کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتے'' (خطبہ جمعہ ۲۱ جون ۱۹۹۵ء) ''یہ صریحاً ریاستی غنڈہ گردی ہے دہشت گردی اور صریح ظلم ہے عورتوں، بچوں، اور بوڑھوں کو تختہ مشق بنایا جا رہا ہے کسی مرد سے توقع کی جا سکتی ہے مگر عورتوں کو کیوں گھسیٹا جا رہا ہے حقوق انسانی کے دعویدار چپ سادھے ہیں اور کوئی مدد کو

نہیں آئے گا اس ظلم سے نجات حاصل کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں ایمان کی قوت کو بروئے کار لائیں تو اللہ کی مدد بھی آ پہنچے گی'' (خطبہ جمعہ ۲۴ جنوری ۱۹۹۲ء)

طالبان کی مظلومیت

افغانستان میں روسی شکست کے بعد آپس کی خانہ جنگی اور لوٹ گھسوٹ کے بازار گرم کرنے پر جب طالبان تحریک نمودار ہوئی اور انہوں نے ان خونخوار کمانڈروں کو افغانستان سے بے دخل کر کے خالص اسلامی حکومت قائم کی اور شرعی قوانین کا اجراء کیا جس پر مغرب اور اس کے ہمنوا سخت ناراض ہوئے اور اقوام متحدہ نے ۹۰ فیصد افغانستان پر قابض طالبان کے بجائے ربانی ہی کو افغانستان کا حکمران تسلیم کئے رکھا اس پر حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اقوام متحدہ کی اسلام دشمنی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ''اسلام دشمن قوتوں کا حال بھی آپ کو یاد ہوگا جب اسرائیل نے مشرق وسطیٰ میں اپنا اڈا قائم کیا تو اس دور کے اخبارات میں میں نے خود پڑھا کہ امریکہ نے اس اسرائیل کو صرف ڈیڑھ منٹ کے اندر اندر تسلیم کر لیا تھا ادھر افغانستان میں طالبان کو تسلط حاصل کئے دو سال کا عرصہ ہو گیا ہے مگر امریکہ ان کی حکومت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں یورپی ممالک بھی طالبان جیسی اسلامی حکومت کو قائم ہوتا نہیں دیکھ سکتے بلکہ اس کو ناکام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ربانی افغانیوں کا قاتل ہے اس کے پاس علاقہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے مگر اقوام متحدہ کی رکنیت اسی کے پاس ہے یہ اغیار کی دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟'' (خطبہ جمعہ ۱۰ اپریل ۱۹۹۸ء)

خلیج میں امریکی افواج

۱۹۹۸ء کو سعودی عرب کے فرماں روا شاہ فہد اور ولی عہد شاہ عبداللہ نے مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے عالم اسلام سے مدد کی اپیل کی خلیج میں امریکی افواج کے قدم جمانے میں سب سے بڑی غلطی سعودی عرب کی اپنی ہے امریکہ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پچاس ہزار فوجیں سعودی عرب کے اطراف میں بھیجیں شاہ فہد اور شاہ عبداللہ کی تشویش اور مسلمانوں سے مدد کی اپیل پر حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا ''اب شاہ فہد کو خلیج میں امریکی افواج کی موجودگی کا احساس ہو رہا ہے خلیج فارس اس کے بحری بیڑے اور پچاس ہزار افواج سعودی عرب کے اطراف میں ہے ان کو تو اس وقت پر کہنا چاہیے تھا کہ ہمارے علاقے میں فوج مت بھیجو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ تو

امریکہ کے مفاد میں ہے کہ اس نے خلیج میں تیل پر قبضہ جمالیا ہے افغانستان کا تصفیہ بھی امریکہ اس لیے اقوام متحدہ کے ذریعہ چاہتا ہے کہ وہاں اس کی چلتی ہے اقوام متحدہ تو امریکہ کی لونڈی ہے اور یورپی ممالک اس کے حواری ہیں جو کہ مسلمانوں کو امن سکون کے ساتھ رہتے نہیں دیکھ سکتے وہ تو افغانستان میں ایسی حکومت چاہتے ہیں جو ان کے مفادات کی حفاظت کرے اس لیے وہ طالبان کی حکومت کو مستحکم نہیں ہونے دیتے'' (خطبہ جمعہ ۱۰ اپریل ۱۹۹۸ء)

پاکستان میں عیسائیت کی وبا

پاکستان ابتداہی سے عیسائیوں کی سازشوں کا شکار رہا ہے عیسائیوں کی کئی تنظیمیں پاکستانی مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں سرگرم عمل ہیں اور اب تو این جی اوز نے اس مہم کو بڑی تیزی سے شروع کر رکھا ہے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کیلئے پاکستان میں مضبوط نیٹ ورک اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کیلئے دن رات مصروف ہے جس سے لاکھوں پاکستانی مسلمان عیسائیت اختیار کر کے مرتد ہو چکے ہیں جبکہ مسلمان فرقہ واریت اپنے اپنے کام کاج اور رسومات اور فحاشی عریانی میں مگن ہیں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ پاکستانی مسلمانوں کو اس صورت حال پر جھنجھوڑتے ہوئے فرماتے ہیں'' ظالمو! مر مٹنے کا مقام ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے پاکستان میں اب بیس لاکھ سے زیادہ مسلمان عیسائیت کی گود میں جا چکے ہیں وجہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے نے پس ماندہ لوگوں کی طرف توجہ نہیں دی ہماری حکومتیں اپنی رسہ کشی میں مصروف ہیں ہمارے مذہبی فرقے ایک دوسرے پر دشنام طرازی میں لگے ہوئے ہیں بڑی بڑی گدیوں والے پیروں، مولویوں اور ان کے خلیفوں کو اپنی اپنی جماعت اپنے اپنے مسلک اور اپنے اپنے حلقہ اثر کی برتری ثابت کرنے سے ہی فرصت نہیں ہر سیاسی جماعت ایک دوسری کے ساتھ جوڑ توڑ میں مصروف ہے ان حالات میں غرباء و مساکین اور معاشرے کے پسے ہوئے لوگوں کی طرف توجہ دینے کی کسے فرصت ہے؟ نتیجہ یہ ہے کہ عیسائیوں کو میدان کھلا مل گیا ہے اور انہوں نے پس ماندہ لوگوں کی تعلیم کے نام پر ان کے علاج کے بہانے سے انہیں روزگار مہیا کر کے اور انہیں شادیوں کا لالچ دیکر عیسائیت کی طرف راغب کر لیا ہے، ہم سب اس کے ذمہ دار ہیں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ کسی ایک مرد مومن کا ہلاک ہو جانا ساری دنیا کے مقابلے میں زیادہ تکلیف دہ ہے اور ایک مسلمان کا مرتد ہو جانا پوری دنیا کے زوال سے بڑھ کر ہے تم کس خیال میں ہو لاکھوں

مسلمان عیسائیت، مرزائیت اور کمیونزم اختیار کر رہے ہیں مگر تمہارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی اگر مسلمان خوان کی خبر گیری کرتے بیماروں کا حال پوچھتے ان کے بچوں کیلئے تعلیم کا بندوبست کرتے ان کو معاشرے کے شریف شہری بننے میں مدد کرتے تو ان کو ان کا جائز حق مل جاتا اور یہ لوگ اسلام کو نہ چھوڑتے اس گناہ عظیم میں ہم سب برابر کے شریک ہیں رسومات پر مرمٹنے والے مسلمانو! تمہارے مسلمان بھائی عیسائیت قبول کر رہے ہیں اور تم شادی بیاہ کی رسومات میں مگن ہو بینڈ باجے بج رہے ہیں بلاضرورت لائٹنگ ہو رہی ہے زرق برق لباس اور زیورات پر روپیہ ضائع کیا جا رہا ہے بڑے بڑے ویسے ترتیب دیئے جا رہے ہیں کیا یہ تمہارے حق میں لعنت نہیں ہے کہ مسلمان عیسائی بنتے جا رہے ہیں مگر تم اپنی دولت عیاشیوں پر اور نام ونمود کی خاطر صرف کر رہے ہو مالدار لوگو! تم اپنی قوم کے بھی مجرم ہو اور قیامت کو خدا کے پاس بھی بحیثیت مجرم ہی پیش ہو گے اب بھی اپنی ذمہ داری کا احساس کر لو عیاشی فحاشی فضول خرچی حقوق تلفی کو چھوڑ دو اپنے تمام معاملات میں اسلام کو راہنما بنالو اور اسلام کے اندر پورے کے پورے داخل ہو جاؤ'' (خطبہ جمعہ ۷ اپریل ۱۹۸۱ء)

امت مسلمہ کی زبوں حالی پر یہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے درد دل اور تڑپ کے چند نمونے ہیں ورنہ حضرت کی تمام زندگی امت مسلمہ کے غم میں اور امت مسلمہ کو راہ راست پر لانے کی فکر وسوچ اور اسی جد وجہد میں گزری ہے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ ایک عظیم خطیب تھے حق گوئی آپ کا امتیازی وصف تھا جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے ممبر پر نصف صدی تک آپ کی آواز حق وصداقت کی صدائیں بلند کرتے ہوئے گونجتی رہی دینی علوم پڑھانے کے ساتھ نماز فجر کے بعد درس اور جمعہ کے خطبہ میں عوام الناس آپ کے علوم وفیوض سے مستفید ہوتے رہے ساری زندگی دین پڑھاتے اور سکھاتے گزار کر ۶ اپریل ۲۰۰۸ء کو دنیائے فانی سے کوچ کر کے اپنے رب کے ہاں پہنچ گئے اور گوجرانوالہ کے عام قبرستان میں ہمیشہ کیلئے آسودۂ خاک ہو گئے اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ٹھکانہ نصیب فرمائے اور آپ کے جانشین حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی دام مجدہم مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم اور راقم الحروف کے ہم کلاس وہم درس مولانا محمد ریاض خان سواتی ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم اور محمد عرباض خان سواتی کو حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے نقش قدم پر چلاتے ہوئے دین عالی کی خدمت کا جذبہ صادقہ عطا فرمائے اور جامعہ نصرۃ العلوم کو جملہ پسماندگان سمیت شرور وآفات اور حاسدین کے حسد سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

مولانا عبدالرحیم مروت
مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم

تمہیں بھولنا بھی چاہیں تو......

دنیا میں ہر روز بہت سے لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں، جب جاتے ہیں تو پیچھے لاکھوں اشک بار آنکھیں چھوڑ کر، انکے جانے سے نہ صرف ان کے اہل خانہ، خاندان اور قبیلہ متاثر ہوتا ہے بلکہ پورا عالم اسلام داغ مفارقت سے نڈھال ہو جاتا ہے، یہ بات ان کی شخصی وجاہت یا قد وقامت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کردار کی وجہ سے، جس کی بنا پر وہ ہر دل مسلم کے بادشاہ ہوتے ہیں، ایسے ہی لوگوں میں ہمارے عظیم استاد، مربی، اور محسن مفسر قرآن، شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحبؒ بھی تھے، ان کے سانحہ سے ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے، ایسا خلا پیدا ہوا ہے، جو پر نہ ہو سکے گا یہ سانحہ صرف مدرسہ نصرۃ العلوم اور اسکے متعلقین کیلئے ہی نہیں بلکہ دیو بند کا ہر فرد، جماعت اور ادارہ اس سانحہ سے متاثر ہوا ہے۔

۱۹۹۶ء میں جب مادر علمی مدرسہ نصرۃ العلوم کے درجہ عالیہ (دورہ حدیث) میں داخلہ لیا تو دل میں یہ خواہش تھی کہ صحاح ستہ کی کسی کتاب کی عبارت میں پڑھوں، ہمارا بخاری جلد اول اور تفسیر کا سبق استاذی المکرم امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ کے پاس تھا، اور مسلم جلد ثانی اور ابن ماجہ کا سبق استاذی المکرم مفسر قرآن شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتیؒ کے پاس تھا، حضرت صوفی صاحب کے متعلق میں نے سنا تھا کہ وہ غلط عبارت پڑھنے والے لڑکو ڈانٹ بھی پلاتے ہیں، اس لئے میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں بخاری جلد اول کی عبارت پڑھوں گا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ارادے میں سرخروئی عطا فرمائی، اور پورا سال بلا کسی ناغہ بخاری جلد اول کی شروع سے آخر تک عبارت میں نے پڑھی ہے، مسلم جلد ثانی کی عبارت ایک اور ساتھی مولوی محمد زرین مانسہروی نے شروع کی، لیکن اس کو عبارت پڑھنے میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی، کیونکہ وہ روایت کی سند پڑھنے میں عربی گرائمر سے شاید نا آشنا

تھا اور لفظ ''ابن'' کو سند میں ''ہن ہن'' پڑھتا تھا حضرت صوفی صاحب نے پہلے دن اس کو سمجھایا کہ ہن فارسی کا لفظ ہے یہ تم غلط پڑھتے ہو، دوسرے دن پھر اس نے عبارت غلط پڑھی تو حضرت صوفی صاحبؒ نے ڈانٹ پلائی، تیسرے دن اس ساتھی نے عبارت پڑھنا چھوڑ دی، پھر ایک اور ساتھی نے ہمت کی لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے، مختصراً یہ کہ چار پانچ ساتھیوں نے کوشش کی لیکن عبارت پڑھنے میں کامیاب نہ ہو سکے، حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا، اگر تم سب کا یہ حال ہے تو میں سب سے باری باری عبارت پڑھواؤں گا، اور پھر ایک دن اس پر عمل بھی کیا، کہ ہر ساتھی سے ایک ایک حدیث پڑھوائی، ساتھیوں کے اصرار پر میں نے اللہ اللہ کر کے اگلے دن مسلم جلد ثانی کی عبارت پڑھنی شروع کی، اور الحمد للہ کتاب ختم ہونے تک میں نے عبارت پڑھی، گویا اس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس اعزاز سے نوازا اور حضرت صوفی صاحبؒ کا قرب حاصل ہونے کا بھی ذریعہ بنا۔

استاد محترم حضرت صوفی صاحبؒ مجھ پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے، انکے سبق کی حاضری میں لگاتا تھا، اور حضرت صوفی صاحب ہر مہینے مجھے ایک سو روپیہ بھی عنایت فرماتے تھے۔

حضرت صوفی صاحبؒ کا انداز درس انتہائی سلیس، عام فہم، پرمغز، عالمانہ، فصیحانہ اور بلیغانہ ہوتا تھا، مشکل سے مشکل لفظ کی تشریح اور وضاحت ایسے آسان انداز میں فرماتے کہ حیرت کی انتہا نہ رہتی مجھے یاد ہے کہ مسلم جلد ثانی پڑھاتے ہوئے جب اس حدیث مبارک کا ذکر آیا جس میں کلونجی اور اس کے فوائد کا ذکر ہے تو استاذ محترم حضرت مولانا صوفی صاحبؒ اپنے ساتھ ایک کاغذ میں کلونجی کے دانے لائے تھے، اور پھر وہ حدیث پڑھا کر تمام ساتھیوں میں وہ دانے تقسیم فرما دیے، کہ یہ کلونجی ہے، میں نے اس دن پہلی دفعہ کلونجی کے دانے دیکھے اور کھائے، اللہ تعالیٰ نے استاذؒ کی برکت سے کلونجی کے دانے دکھائے بھی اور کھلائے بھی، اس بات کا ذکر حضرت صوفی صاحبؒ کے جنازے پر آئے ہوئے دو ساتھیوں (مولانا محمد عارف قصوری اور مولانا عبدالقادر لاہور) نے بھی کیا۔

بیماری سے پہلے حضرت صوفی صاحبؒ کا معمول یہ تھا کہ عصر کی نماز کے بعد دار الاقامہ میں ناظم صاحب کے دفتر کے سامنے برآمدے میں چار پائی پر تشریف رکھتے، عوام الناس اور طلبہ آپکی خدمت میں حاضر ہوتے، الحمد للہ کئی سالوں تک مجھے بھی خدمت کرنے کا اللہ نے موقع دیا، حضرت استاذ بڑے شوق

اور محبت سے ہمیں اپنے اساتذہ اور بزرگوں کے واقعات سناتے تھے، یہ ہماری بدقسمتی تھی، کہ ان واقعات کو اپنے پاس صفحۂ قرطاس پر نقش نہ کر سکے۔

الحمد للہ میں نے اپنے استاد اور مربی حضرت صوفی صاحبؒ کی صحبت اور مجلس میں بہت کچھ پایا، آج ان ہی کی فیض صحبت اور فیض مجلس سے اللہ تعالیٰ دین کا کام لے رہے ہیں، اور ان ہی بزرگوں کے تعلق ومحبت اور قرب کی وجہ سے مادر علمی کے شعبہ درس نظامی میں پڑھا رہا ہوں، ورنہ میرے اندر کوئی ایسی لیاقت اور صلاحیت والی بات نہ تھی، حضرت الاستاذؒ کا یہ میرے اوپر اعتماد تھا کہ مجھے اپنے پاس مادر علمی میں خدمت کرنے کا موقع دیا، اور اس کے علاوہ یہ بھی اعتماد کی بات تھی کہ حضرت صوفی صاحبؒ کے ابن ماجہ کے دروس کی ایک کیسٹ ضائع ہوگئی تھی، تو حضرت مہتمم صاحب نے حضرت صوفی صاحبؒ کے مشورے سے مجھے حکم دیا، کہ میں اس کو مکمل کردوں اور اسی طریقے سے وہ تقریر مکمل ہوگئی۔

انتقال فرمانے سے ہفتہ دس دن پہلے تک گاہے گاہے ملاقات ہوتی رہتی تھی، جب بھی زیارت کیلئے گیا تو حسب عادت حضرت الاستاذ پہلے یہ پوچھتے کہ کون ہو کہاں سے آئے ہو میں جب دھیمی آواز میں جواب دیتا استاذ جی میں عبدالرحیم ہوں، فوراً استاد پہچان لیتے، پھر پوچھتے، اسباق ٹھیک جا رہے ہیں، کوئی پریشانی تو نہیں ہے، مدرسہ سے کتنا وظیفہ ملتا ہے؟ گزارہ ہو جاتا ہے، میں جب ہاں میں جواب دے دیتا تو حضرت صوفی صاحبؒ بہت خوش ہو جاتے، اور دعائیں دیتے، حضرت الاستاد صوفی صاحبؒ کے انتقال سے چند دن پہلے ایک انوکھا خواب دیکھا۔

حضرت صوفی صاحبؒ سے میری آخری ملاقات ان کے انتقال سے دس دن پہلے ہوئی، جبکہ ہماری مسجد میں کراچی سے تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی، جماعت کے دو تین ساتھیوں کو ساتھ لے کر میں استادوں کی زیارت کیلئے گیا، حضرتؒ سے بات تو نہ ہو سکی کیونکہ استاذؒ آرام فرما رہے تھے، خوراک کی نالی لگی ہوئی تھی، بس کھڑے کھڑے چہرہ انور کی زیارت ہوگئی، اور واپس آ گیا، چند دن بعد میرا گاؤں جانے کا پروگرام بن گیا، بچے گاؤں گئے ہوئے تھے، تو بچوں کو لانے کیلئے میرا بھی گاؤں جانے کا پروگرام بن گیا منگل یا بدھ کا دن تھا میں نے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم سے گاؤں جانے کیلئے چھٹی لے لی، اور ساتھ یہ بھی درخواست کی کہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے، اس لئے اگر ہو سکے تو مجھے وظیفہ بھی مل جائے جب کہ ابھی مہینہ

پورا ہونے میں ایک دو دن باقی تھے، حضرت مہتمم صاحب نے شفقت فرمائی، چھٹی بھی عنایت فرمائی اور وظیفہ لینے کی بھی اجازت مرحمت فرمائی، وظیفہ لے کر میں اپنی مسجد میں آیا، رات کو مجھے خواب آیا، کہ مادر علمی میں ایک جلسے کا انعقاد کیا گیا ہے جس میں حضرات شیخین (شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحبؒ) تشریف فرما ہیں دونوں حضرات کے انتہائی نورانی چہرے اور سفید کپڑے زیب تن کیے ہوئے ہیں لیکن بڑے استادوں نے سر پر سفید ٹوپی پہنی ہوئی ہے جبکہ حضرت صوفی صاحبؒ نے سفید عمامہ باندھا ہوا ہے، اور گلے میں خوبصورت ہار ڈالا ہوا ہے، خواب ہی میں مجھے خیال گزرا کہ اس وقت یہ جلسہ کیسا، بہر حال جب آنکھ کھلی تو فجر کی اذان کا وقت ہو چکا تھا میں اپنے خواب کے متعلق سوچنے لگا کہ یہ کیسا خواب تھا، سال کے درمیان میں نہ تو ہمارے مدرسہ میں جلسہ ہوتا ہے نہ کوئی ایسا پروگرام، دوسرا معمول کے خلاف حضرت صوفی صاحبؒ نے عمامہ باندھا ہوا ہے اور شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے ٹوپی پہنی ہے، اس خواب سے میرے دل میں ایک طبعی خوف پیدا ہوا کہ شاید استاذ حضرت صوفی صاحبؒ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں، اس لئے میں نے اپنا گاؤں جانے کا ارادہ تبدیل کر دیا، اتوار کے دن حسب معمول جب صبح پونے نو بجے میں اپنے اسباق سے فارغ ہو گیا واپس اپنے گھر پہنچا ہی تھا کہ بذریعہ فون یہ دردناک خبر پہنچی کہ حضرت صوفی صاحبؒ انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

حضرت الاستاذ صوفی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے جامع صفات و کمالات سے نوازا تھا۔

انہوں نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی اشاعت اور ترویج میں صرف کر دی۔

اللہ تعالیٰ ان کی تمام مساعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے، انکو جنت الفردوس کے اندر اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

اولاد، احفاد، تلامذہ اور متعلقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازے، اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

مولانا محمد اسلم معاویہ
ڈیرہ اسماعیل خان

محبتوں کا محور

مفسر قرآن، محدث دوراں، قافلہ حق کے سالار، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتیؒ ہمارے اس دور کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت تھے، ایسی عظیم شخصیت جن پر اکابر و اصاغر کو ناز تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ایک عہد ساز شخصیت تھے، دین متین کے ہر شعبہ میں کام کرنے والوں کے سرپرست تھے، اور ہر شعبہ کیلئے آپ رہنمائی فرماتے اور رہنما اصول بھی بیان فرماتے، آپ کی دینی، ملی، مذہبی اور مسلکی خدمات کو تا قیامت یاد رکھا جائے گا بعد میں آنے والوں کو اکابر کا ایسا نمونہ شاید دیکھنے کو نہ ملے،

ع مت سہل ہمیں جانو پھرتا فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

آپ نے تن تنہا جماعتوں کے برابر کام کیا، اور اپنے اخلاف کیلئے یہ سبق چھوڑ گئے ہیں کہ اگر جذبات صادق ہوں تو راستے کی رکاوٹوں کو عزائم کی بلندی سے سر کیا جا سکتا ہے۔

مسند تدریس پر براجماں ہو کر علوم و عرفان کے دریا بہائے اور تشنہ کاسان علوم نبوت کی تشنگی بجھائی اور مے عرفان کے جام لنڈھا لنڈھا کر پیاسوں کو ایسا سیراب کیا، کہ اب تشنگی محسوس نہ کریں گے، اور حضرت صوفی صاحبؒ زبان حال سے کہہ گئے ہیں،

ع جان کر جملۂ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں جام و پیمانہ مجھے

آپ کی تصنیفی و تالیفی خدمات مسلمانانِ عالم کیلئے مشعل راہ ہیں، گمراہی اور ضلالت کے گھٹا ٹوپ اور مہیب اندھیروں میں ایک جلتی قندیل و سراج ہیں جو گم گشتہ راہ کو منزل حق کا پتہ دیتی ہیں، آپ کی دینی خدمات میں تفسیر و حدیث ہو، فقہ و فنون ہوں یا سلوک و احسان ہوں، مثل نجوم کے ہیں جن سے نہ صرف آج

بلکہ صدیوں تک روشنی حاصل کی جاتی رہے گی، اورورثان علوم نبوت پر علم وعرفان کے باب کھلتے رہیں گے، اور حق کے متلاشی، بھٹکے ہوئے مسافروں کونشان منزل حق کی طرف روشنی فراہم ہوتی رہے گی،

گمرہوں نے راہ پائی جنکی تصنیفات سے
جاہلوں نے علم سیکھا انکی تعلیمات سے

آپ کی حق گوئی وبیبا کی مشہور ومعروف ہے، جسکی وجہ سے آپ کو زنداں بھی جانا پڑا، آپ کے خطبات جمعہ اور تحریک مسجد نور اس جرأت کی زندہ مثالیں ہیں، فراعنۂ عہد آپ کی جرأت بیان سے لرزہ براندام تھے، آپ کے خطبۂ جمعہ کو وزیراعظم ہاؤس میں سنا جاتا تھا، حکومتِ وقت کے تمام تر ریاستی جبر آپ کے عزائم کے سامنے دم توڑ گئے۔ زمانہ کروٹیں بدلتا رہا، ضمیر بکتے رہے، زبانیں گنگ ہوتی رہیں، حق صدا مال وزر کے بدلے ہوس انسانی کی بھینٹ چڑھتی رہی مگر ے محمدی ﷺ کے ایاغ وساغر جن کے لبوں سے مس ہو گئے وہ حق گوئی کی مثال بن کر چرخ کہن پر مثل خورشید جگمگاتے رہے ہیں۔

سورج کو گہن لگ سکتا ہے مگر یہ ایسا آفتاب تھا کہ خطرناک مواسم میں اس کی ضیاء پاشیاں قلب وجگر کو منور کرتی تھیں، ایسا آفتاب ومہتاب جسکی روشنی نہ ماند پڑی ہے اور نہ انشاء اللہ ماند پڑے گی، اور ایسا کیوں نہ ہو، کہ جس نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ جیسے شموس سے نور حاصل کیا،

کچھ لوگ دنیا میں مثل خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے ، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے
مرقد میں دستوں نے اتارا نہیں انہیں
اتری آج جرأت اظہار سرزمیں

آپ بے شمار اوصاف وکمالات کے حامل تھے، مگر آپ کا ایک وصف نمایاں ہے، وہ یہ کہ آپ اپنے اکابر کے مسلک ومشرب کے امین تھے، افراط وتفریط سے دور، اعتدال کی دولت سے مزین، اکابر کی تحقیق پر اعتماد ویقین اور اس کو پورے عزم وجزم سے بیان کرنا، یہ بات مبالغہ نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے کہ آپ مجتہدانہ اوصاف کے مالک تھے مگر باوجود اس کے ہمیشہ اکابر اور سلف صالحین کی تحقیق پر اعتماد کر کے ان کے

علوم کا شارح بننا پسند کیا لیکن حیرت سے انسان دم بخود رہ جاتا ہے کہ جب چند کتابیں اور وہ بھی الٹی سیدھی پڑھ کر اپنی رائے کا اظہار کرنا شروع ہو جاتا ہے اور اس رائے کو منوانا مقصد زندگی بن جاتا ہے اور اگر اس سے کوئی اختلاف کرلے تو اہل باطل میں اس کو داخل کرنے کی اس کو کوشش کی جاتی ہے، اس بے راہ روی نے ہزاروں فتنوں کو جنم دیا ہے، آپ علم کے سمندر تھے مگر پھر بھی اکابر کی تحقیقات پر اعتماد اور تمام زندگی اس کی نشر واشاعت کرتے رہے،

؎ حسینی تو جو اکابر کا ہے کفش بردار
یہی بات دلوں میں بٹھا گئے صوفی "

بندہ عاجز نے دو مرتبہ حضرت صوفی صاحبؒ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب ابتدائی کتابیں بھی شروع نہ کی تھیں، مگر دل پر محبت کی ایسی چھاپ تھی کہ آپ کی دیگر کتب کے ساتھ ساتھ، تشریحات سواتی بھی خرید لی، میرے دوسرے دوست نے فرمایا کہ آپ کو یہ سمجھ آئے گی؟ عرض کیا کبھی تو آ ہی جائے گی۔

؎ احب الصالحین ولست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحاً

ورنہ ان کے محبین میں شمار تو ہوگا۔

دوسری بار شرف ملاقات مارچ ۲۰۰۷ء میں ہوئی، وہ اس طرح کہ دورۂ حدیث کرنے کے بعد جب گھر واپس آئے تو ہم چند احباب جن میں امیر حلقہ دروس (دعوت رجوع الی الوحی والسنہ) حضرت مولانا قاری محمد طارق صاحب، مولانا قاری احسان اللہ احسان صاحب، بھائی غلام فرید صاحب، اور احقر بھی شامل تھا، آپس میں طے کیا کہ ایک سفر صرف خالصتاً اپنے اکابر کی زیارت کیلئے کیا جائے، چنانچہ اسی نیک مقصد کیلئے یہ سفر کیا اور زندگی کا بہترین سفر تھا، جس میں حضرت مولانا صوفی سرور صاحب دامت برکاتہم، ابدال وقت حضرت سید نفیس شاہ صاحبؒ اور دیگر اکابر کی زیارت کرنے کے بعد دلوں میں محبتوں کا ایک بحر بیکراں لیکر ہمارا یہ چھوٹا سا قافلہ، "شیخین"، یعنی امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ العالی اور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

جب مدرسہ نصرۃ العلوم میں پہنچے تو حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب سفر پر تھے، ان کی جب واپسی ہوئی تو اس اجنبی قافلہ کو پرتپاک انداز میں ملے، مہمان خانہ میں بٹھایا، طعام کا بندوبست کیا اگر چہ ان کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار تھے مگر انہوں نے کافی وقت ہمیں دیا اور ان کے ساتھ بیٹھے رہے، بعد از اں ہمارے ساتھیوں نے اپنا مدعا عرض کیا حضرت مہتمم صاحب نے اپنے دوسرے برادر مکرم حضرت مولانا محمد ریاض خان سواتی صاحب کو ساتھ بھیجا جنہوں نے ہمیں حضرت صوفی صاحب ؒ کی زیارت کرائی، زیارت کرنے سے اس قدر خوشی ہوئی کہ تمام سفر کی تھکان دور ہوگئی، کیونکہ بھٹکے ہوئے مسافر کو منزل مل جائے تو خوشی کا کیا عالم ہوتا ہے، پوری دنیا میں جسکے علم کا طوطی بولتا ہے اب چند دنوں کا مہمان ہے، دل کے جذبات پر قابو پایا اور حضرت اقدس میں جرأت کرتے ہوئے تفسیر وحدیث کی اجازت طلب کی، بس یہ ایک دیوانہ پن تھا کہ آپ کی نسبت حاصل ہو جائے ورنہ من آنم کہ من دانم اس پرنور ملاقات میں ہم نے دیکھا کہ حضرت صوفی صاحب ؒ، حضرت مدنی ؒ کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے، عجیب محبوبیت پائی ہے حضرت حسین احمد مدنی ؒ نے، ان کا ہر تلمیذ ان پر فدا ہے، بہر حال جب ایک ساتھی نے دست بوسی کی کوشش کی تو باوجود نحیف وکمزور ہونے کے اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور فرمانے لگے "ہمارے حضرت مدنی ؒ منع کیا کرتے تھے۔"

وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
پیدا کیا تھا جن کو فلک نے خاک چھان کر

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب ؒ کی تمام دینی، ملی، فکری، نظریاتی، مذہبی اور مسلکی خدمات کو اپنی بارگاہ عالیہ میں مقبول ومنظور فرمائیں، اور آپ کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور آپ کے نقش پا پر چل کر دینی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

رات دن انوار کی بارش ہو ان کی قبر پر!
ان کے حق میں طالب خستہ کی ہے بس یہ دعا
تاریکیوں کے دور میں وہ تھے نقیب حق
اب بن گئے ہیں اہل فلک کے وہ ہم نشیں

===============

مولانا محمد اسلم معاویہ
ڈیرہ اسماعیل خان

ترجمانِ حق

مفسر قرآن، محدث جلیل حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب نوراللہ مرقدہ ہمارے اس دور کی عظیم شخصیت، ایسی ہمہ گیر اور جامع اوصاف وکمالات شخصیت جن پر بجا طور پر اکابر واصاغر دونوں کو ناز تھا، ایسی عہد ساز شخصیت جنکی عظمت ومحبت کے چراغ سب کے قلوب میں روشن تھے۔ الفتوں اور محبتوں کا ایسا محور کہ دلوں کے پرچم جنکی بلند وبانگ شخصیت کے سامنے جھک جاتے تھے۔ انکی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو لوگ زندگی کے اصول بنالیا کرتے تھے۔ جب کبھی کسی علمی بات پر مباحثہ ہوا کسی ساتھی نے کہہ دیا کہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں لکھا ہے۔ اس حدیث وآیت یا اس لفظ کی یہ تشریح کی ہے۔ بس محسوس ہوتا کہ تحقیق کا دروازہ بند ہے۔ اس لیے کہ ان کے قلم اور زبان سے جو بات نکلی اپنی تحقیق کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' عون الخبیر فی شرح الفوز الکبیر، وغیرہ کتب میں اس کے جابجا آپکو نمونے ملیں گے۔ قرآن حکیم کو بیان کرنا اور ایسا بیان کرنا کہ عصر حاضر کے تمام تقاضے بھی پورے ہوتے جائیں اور ہر قسم کے جدید وقدیم فتنوں کی جڑ کٹتی چلی جائے، یہ حضرت کا خاصہ تھا۔ فکری اور نظریاتی ایسی گفتگو کرنا جو ہر ایک کو آسانی سے سمجھ بھی آئے بلکہ سننے یا پڑھنے والا آگے اس کا داعی بن جائے، درس قرآن مجید دینے والوں کیلئے، آپ کا درس قرآن انمول خزانہ ہے۔ ملکہ تفہیم آپکو اللہ تعالیٰ نے وافر مقدار میں عطا فرمایا ہے۔ یہی ملکہ تفہیم قرآن وحدیث ہو یا فقہ وفنون حضرت مولانا شیخ الحدیث علاؤ الدین صاحب مدظلہ العالی میں دیکھا اور یہی ملکہ تفہیم امام الصرف والنحو حضرت مولانا محمد اشرف شاد صاحب رحمہ اللہ میں دیکھا۔ کسی بھی آیت یا حدیث کی ایسی دل آویز تفسیر وتشریح فرماتے کہ اس آیت وحدیث کی جامعیت وگہرائی ایسی نکھر کر سامنے آجاتی جیسے بادلوں میں پوشیدہ چاند پوری آب وتاب سے منور ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ چند دن قبل ایک آیت کریمہ کی تشریح جو آپکے علوم سے سامنے آئی، پہلے نہ پڑھی تھی اور نہ سنی تھی، سورہ اعراف کی آیت

نمبر ۱۵۷ میں یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر کی تعریف۔

معروف اس نیکی اور اچھے کام کو کہتے ہیں جسے شریعت اور عقل سلیم دونوں اچھا سمجھیں۔۔۔ برائی وہ ہے جسے شریعت اور عقل سلیم برائی کہیں کسی کام کے (اچھا) برا ہونے کا فیصلہ شریعت کرتی ہے اور عقل سلیم اسکی تائید کرتی ہے۔۔۔

الغرض معروف اور منکر دو حقیقتیں ہیں جو قیامت کے دن سامنے آئیں گی۔ اچھی باتوں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا تمام بنی نوع انسان کیلئے اجتماعی پروگرام ہے۔ اس پر عمل درآمد سے دنیا میں امن وسکون قائم رہ سکتا ہے۔ حضور ﷺ کی صفات کے ضمن میں یہ پروگرام بتادیا گیا ہے۔

پھر آپکی اتباع میں آپکی امت کے لوگ بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں قرآن پاک کے متعدد مقامات پر اہل ایمان کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔

یہ کام کبھی زبان سے کیا جاتا ہے، کبھی ہاتھ سے، کبھی قانون اور کبھی طاقت سے جس مقام پر جونسی چیز کارآمد ہواسی کو بروئے کار لایا جاتا ہے، انفرادی طور پر ایک دوسرے کو زبان اور ہاتھ سے نیکی کا حکم یا برائی سے روکا جاتا ہے۔ اگر یہ انفرادی قوت سے باہر ہو تو پھر قانون کے ذریعے اچھائی کو پھیلایا جاتا ہے۔ اور برائی کا قلع قمع کیا جاتا ہے۔ اگر قانون پر عملدرآمد نہ ہو تو پھر اس کام کے لیے ریاست کی طاقت استعمال کی جاتی ہے۔ (معالم العرفان فی دروس القرآن ج ۸ ص ۴۷۹)

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی اس تشریح وتعبیر سے معلوم ہوا کہ ایک فرد سے لیکر خلافت اسلامیہ تک ہر انسان اپنے دائرہ کار میں رہ کر تبلیغ اسلام کرے، کیونکہ بعض حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے قانون اور ریاست اسلامیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ ورنہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا فریضہ بکمالہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔

آپکے تفسیری درس پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکی معلومات کی رسائی قدیم وجدید ماخذ، قدیم وجدید تاریخ پر بھی ہے آپ کا مطالعہ بحر امواج کی مانند رواں دواں تھا۔ سورۂ اعراف ہی کی آیت نمبر ۱۶۳ جس

میں یوم السبت کا ذکر ہے کہ ایک قریہ کے لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے بندر اور خنزیر بنا دیئے گئے تھے۔ اب یہ بستی کونسی تھی۔ تو حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''یہ بحیرہ قلزم کے کنارے پر واقع تھی۔ تورات میں اس کا نام ایلات، تاریخ میں ایلہ آتا ہے۔ آج کل اسے عقبہ کہتے ہیں۔ جس کے نام پر خلیج عقبہ مشہور ہے۔'' کتنے نادان ہیں وہ لوگ جو یہ کہتے ہوئے عار محسوس نہیں کرتے، جب ان کے مدعا کے سامنے ہمارے اکابر سد سکندری بن جائیں، ابھی ان کا مطالعہ مکمل نہ تھا۔ اس لیے فلاں مسئلہ میں انہوں نے ایسی رائے قائم کردی ہے۔ کتنا بھیانک جھوٹ ہے گویا ہمارے اکابر بغیر تحقیق کے بات کہہ دیتے تھے۔ حاشا وکلا۔

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ صرف ایک بستی کے نام کی کس قدر وضاحت فرما رہے ہیں۔ تو پھر حلال وحرام، جائز و ناجائز، تکفیر وعدم تکفیر، جواز لعن اور عدم جواز لعن اور فسق و فجور جیسے مسائل میں احتیاط کا کیا عالم ہوگا، اور تحقیق کی کیا حد ہوگی۔

کافی عرصہ سے ایک تحریک چلائی جا رہی ہے کہ قرآن وحدیث دور جدید کے تقاضے پورے نہیں کرتے لہٰذا نئی تعبیر وتشریح کی ضرورت ہے۔ یورپ جب کسی چیز کو تختہ مشق بناتا ہے تو ان کے علوم وافکار کی غلامی کا دم بھرنے والے اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر آقا کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سرسید احمد خان ہو یا غلام احمد پرویز، تمنا عمادی ہو یا اسلم جیراج پوری، ڈاکٹر فضل الرحمٰن ہو یا عبداللہ چکڑالوی، خالد مسعود ہو یا دور جدید کے مستشرقین کے خوشہ چین، یورپ کی ہاں میں ہاں ملانا وفاداری ابلیس سمجھتے ہیں۔

لیکن فکر ولی اللہ کے شارح اور امین کا جب حال دیکھیں تو جدت پسندوں اور تجدد پسندوں کے افکار کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اس نیم مردہ لاش کا پوسٹ مارٹم کرتے نظر آتے ہیں اور اسکی غلطیوں کی نشان دہی کر کے منزل حق کی دعوت دیتے ہیں فرماتے ہیں۔

''افسوس کا مقام ہے کہ مسلمانوں کے پاس قرآن کریم جیسی پاکیزہ قانون کی لازوال دولت موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے افضل ترین رسول، خاتم النبیین ﷺ کی پاکیزہ تشریحات جو سنت کی شکل میں موجود اور محفوظ ہیں۔ ایسا تریاق جس قوم کے پاس موجود ہو اور پھر خلق خدا ظلم وعدوان کا شکار ہو اور مسلمان خاموش رہے۔ دنیا میں فسادات کی آگ لگی ہوئی ہو اور لوگ بڑے بڑے گناہوں میں ملوث ہو رہے ہوں۔ لوگوں کو

ناحق قتل کیا جا رہا ہو۔ عزت و آبرو لوٹی جا رہی ہو، دنیا ایک بھیانک جیل خانہ اور جہنم کدہ بنا ہوا ہو، کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان اس تریاق کو خلق خدا کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ قوانین انسانی خواہ کتنے بھی اچھے کیوں نہ ہوں۔ وہ انسانی ضروریات و احتیاجات کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ انسانی قوانین حزبی، گروہی، قومی، خاندانی، ذاتی اور جزوی خواہشات سے پاک نہیں ہو سکتے۔ اس لیے تمام انسانوں کیلئے یکساں انصاف و عدل پر مبنی اور ہر ایک کی فطری اور جائز ضروریات کو پورا کرنا کسی بھی انسانی قانون کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس لیے صرف اور صرف الٰہی قوانین جو خالق فطرت اور مالک حقیقی کے بتائے ہوئے ہوں وہی کارگر ہو سکتے ہیں۔

ارسطو کا قول بالکل صحیح ہے جس میں اس نے کہا ہے "قانون سلطنت بعض حقوق انسانی کی حفاظت تو کر سکتا ہے لیکن انسان کو نیک نہیں بنا سکتا" (نظام سلطنت) اس کے برخلاف اسلام کا قانون ایسا ہے کہ اسکی وضع ہی دوسری طرح کی ہے۔

چنانچہ شاہ اسماعیل شہیدؒ اپنی مشہور کتاب "منصب امامت" میں فرماتے ہیں کہ "سیاست کہتے ہیں حکومت کے ذریعہ بندگان الٰہی کی تربیت ایسے قانون کے ساتھ جس میں اصلاح معاش و معاد دونوں ہوں" (مقالات سواتی ص ۱۳۰ تا ۱۳۱) تو معلوم ہوا کہ انسان کی نظر اس دنیا تک اور وہ بھی جزوی مگر اللہ تعالیٰ تو ازلی اور ابدی ہیں۔ لہٰذا جو قوانین اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں وہ ہر زمانہ، ہر قوم، ہر ملک، ہر قریہ، ہر زبان والوں کیلئے حتمی ہیں۔

فکر ولی اللہ کا شارح و ترجمان

اس وقت عالم اسلام میں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ فکر ولی اللہؒ اور فکر حضرت سندھیؒ کے ترجمان ہیں۔ اور موجودہ دور میں اس فکر سے جو لوگ اپنے آپکو منسوب کرتے ہیں وہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ بحث مباحثہ ہوا یہ ایسے افکار کے مالک ہیں جو سلف صالحین سے دور کرتے ہیں، اور اس دور کا عظیم فتنہ ہیں۔ چنانچہ انہیں کا تعاقب کرتے ہوئے آپکے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب "عون الخبیر" کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

''بعض حضرات نے لمبی تاویلات کے ذریعہ کھینچ تان کر شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تحریروں سے مغربی جمہوریت مستنبط کرنے کی کوشش کی ہے جو سراسر زیادتی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے قرآن وسنت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین کے فرامین وارشادات کے مطابق جو کامل نظام پیش کیا ہے۔ یہ انسانی زندگی کے ہر ہر شعبہ پر محیط ہے خواہ وہ معاشرتی ہو یا اقتصادی، معاشی ہو یا سیاسی، اخلاقی ہو یا انقلابی، انفرادی ہو یا اجتماعی غرضیکہ ہر پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ کارل مارکس کا نظام جسے غریب نوازی اور مسکین پروری کا نظام خیال کیا جاتا ہے اور جو اپنی ناکامی کی منزلوں کو چھو چکا ہے۔ جس کا عینی ثبوت روس میں اس کی ریاستوں کا آزاد ہونا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظام اس نظام کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ اور یہ مغربی جمہوری نظام ہے۔ اور شاہ صاحبؒ اس کے داعی ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ کارل مارکس مئی ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا۔ اس کا اشتراکی مینی فسٹو (Menifesto of Socialism) ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا اور اسکی قائم کردہ پہلی انٹرنیشنل کانفرنس کا اجلاس ۱۸۶۴ء میں منعقد ہوا، جس پر اس کے پروگرام کا پہلی مرتبہ تعارف کرایا گیا، اس حساب سے شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پہلی انٹرنیشنل کانفرنس سے ایک سو دو سال پیشتر اور مارکس کے اعلان اشتراکیت کی اشاعت سے پچاسی برس قبل وصال فرما چکے تھے۔ پھر کیونکر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا پیش کردہ نظام اشتراکی نظام سے مطابقت رکھ سکتا ہے اور شاہ صاحبؒ اس کے داعی ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے (آمین) (عون الخبیر ص ۴۳ تا ۴۴)

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ حکمت ولی اللّٰہی میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ انسان کو صحیح ترقی اس وقت تک میسر نہیں ہو سکتی جب تک کہ اسکی خواہشات اور جزیات عقل کے تابع نہ ہوں اور اسکی عقل شریعت حقہ کے تابع نہ ہو (مقالات سواتی ص ۳۲۵)

جب کہ موجودہ تنظیم فکر ولی اللّٰہی کا لٹریچر دیکھا جائے تو اس میں سرسید احمد خان، غلام احمد پرویز کے خیالات کا پَرتو ملتا ہے، بعض دفعہ معجزات کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ رسالہ عزم اس پر شاہد ہے اور حضرت مولانا عبدالحق بشیر خان صاحب کی کتاب ''مولانا عبیداللہ سندھی اور تنظیم فکر ولی اللّٰہی'' اس کا بین ثبوت ہے۔ بلکہ گفتگو میں اس فکر کے لوگ بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔ عقائد وعبادات کو ثانوی درجہ دیتے

ہیں۔ جنت کی ابدیت کا انکار بھی کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض وہ جن سے واسطہ پڑا یہاں تک کہہ گئے کہ اللہ تعالیٰ کے عدل کے خلاف ہے کہ بندہ ۷۰ یا ۸۰ سال گناہ کرے اور اسکو سزا دائمی ہو۔ (العیاذ باللہ) حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ العالی نے اس کا جواب دیا کہ انسان نے اللہ تعالیٰ کی لامحدود، بے شار صفات کا انکار کیا لہٰذا لامحدود صفات کا انکار کرنے کی وجہ سے سزا بھی لامحدود ہے (مفہوم ناقل) عجیب وغریب عقائد وخیالات کا ملغوبہ ہیں۔ یورپ کی تہذیب سے بھی مرعوب ہیں اور ان کے کلام سے مرعوبیت ظاہر ہوتی ہے اور دین متین کے محافظوں کے خلاف انکی زبان وقلم خوب چلتے ہیں۔

جبکہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تہذیب نو پر اور مغربی فلسفہ پر فکر ولی اللہی کی روشنی میں کاری ضربیں لگاتے ہیں۔ چنانچہ ایک دوسرے مقالہ میں فرماتے ہیں" شاہ ولی اللہ کا فلسفہ مغربی علوم کے نقطہ نظر سے بڑا اہم ہے کیونکہ مغربی علوم وفنون نے جہاں انسانی سوسائٹی میں مادی ترقی اور دنیوی خوشحالی کے سامان فراوانی سے پیدا کر دیئے ہیں، وہاں اقلیم جان میں خاک بھی اڑا دی ہے اور انسان کی روحانی ترقی کو بالکل ختم کر دیا ہے۔ مغربیت نے الحاد اور بے دینی کا ایک سیل رواں جاری کر دیا ہے۔ اس سیلاب کو روکنے کیلئے اگر فی الواقع کوئی فلسفہ تریاق کا کام دے سکتا ہے تو وہ فلسفہ ولی اللہی ہے۔ یہ فلسفہ اتنا جاندار اور حقیقت کے قریب ہے کہ مغربی فلسفہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا فلسفہ (حکمت ولی اللہی) انسان کو یقین اور حقیقت کا مشاہدہ اور روحانی ترقی اور مادی دنیا میں بھی سکون دیتا ہے۔ برخلاف اس کے کہ مغربی فلسفہ انسان میں شکوک وشبہات کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ ظاہر ہے کہ مغربی فلسفہ انسانی افکار وآراء سے ماخوذ ہے۔ خواہ اسکی قدامت کا رشتہ یونان کے فلاسفہ سے ملتا ہو یا ہندی وایرانی حکیموں سے بہر حال انسانی افکار وخیالات میں تضاد واختلاف کا ہونا بدیہی امر ہے (مقالات سواتی حصہ اول ص ۳۲۷)

فتنہ مودودیت

فتنہ مودودیت کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جو ایک صاحب کے خط کا جواب ہے۔ فرمایا

محترم! آپ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں کہ ہم لوگ مودودی صاحب کے ساتھ کسی قسم کا ذاتی عناد نہیں رکھتے اور نہ سیاسی دھڑابندی کی بناء پر ان کی مخالفت کرتے ہیں ذاتی بغض وعناد یا دھڑابندی اور دنیاوی مفاد کی خاطر کسی شخص سے عناد رکھنا حرام سمجھتے ہیں۔ مودودی صاحب سے جو اختلاف ہے وہ دین،

شریعت اور آخرت کی وجہ سے ہے اور ہم مودودی صاحب کو مسلمان سمجھتے ہیں، لیکن "ضال ومضل" (گمراہ اور گمراہ کرنے والا) کہتے ہیں اور یہ ان کے خاص عقائد وخیالات اور مسائل وتعبیرات کی وجہ سے ہے۔ جو انہوں نے جمہور علماء سلف کے خلاف لکھے ہیں اور پھر باوجود اس کے کہ علماء کرام نے ان کو خبردار کیا، متنبہ کیا لیکن انہوں نے اپنی روش میں قطعاً تبدیلی نہیں کی۔ اور مختلف غلط مسائل میں انہوں نے ہر جگہ تاویلات کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کی ہے۔۔۔ پھر یہ بات ملحوظ رہے کہ ہم نے محض اساتذہ کے اتباع میں ہی یہ نہیں کہا کہ مودودی صاحب "ضال ومضل" ہیں جن کا طعن یا الزام دیتے ہیں یہ غلو فی الحبت اور اندھی تقلید ہے۔ میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے "جماعت اسلامی کے یوم ولادت سے لیکر آج تک اکثر تحریریں پڑھی ہیں"

محترم! اس بات پر غور کرو کہ جماعت اسلامی کے قیام ونشاۃ میں جو لوگ شریک تھے کیا وہ سارے کے سارے بددیانت تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ جماعت اسلامی کو چھوڑ کر الگ ہوئے، تقریباً ان میں سے اکثر نے مودودی صاحب کو گمراہ ہی کہا ہے۔ کیا مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ جماعت اسلامی میں شریک نہیں تھے؟ کیا مولانا امین احسن اصلاحی جماعت کے خاص الخاص روح رواں نہیں تھے۔ جنہوں نے جماعت سے الگ ہو کر کہا کہ "گم کردہ راہ قافلہ کے ساتھ سولہ سال تک چلتا رہا" اور پھر مودودی صاحب کی جماعت کو اسلام کیلئے یہودیت سے زیادہ خطرناک کہا، مولانا صبغۃ اللہ بختیاری جو صوبہ مدراس کے قیم جماعت تھے۔ مودودی صاحب کو "ضال ومضل" کہہ کر جماعت سے الگ ہوئے، وحیدالدین خان پندرہ برس تک جماعت کے پرجوش رکن اور مبلغ رہے پھر اس کے بعد الگ ہوئے اور "تعبیر کی غلطی" لکھ کر واضح کر دیا کہ مودودی صاحب کا رخ کدھر ہے۔ حکیم محمد اشرف کیوں الگ ہو گئے؟ کیا مولانا عبدالغفار حسن بالغ النظر اور نیک نفس علماء میں سے نہیں تھے۔ کیوں الگ ہو گئے؟ کیا سعید ملک ناسمجھ آدمی تھا۔۔۔ کیا ڈاکٹر اسرار احمد تعلیم یافتہ اور صاحب فکر انسان نہیں تھا کیوں الگ ہوا (ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بھی بعض افکار درست نہیں ہیں۔ جس کیلئے حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب کی کتاب "ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار وخیالات تنقید کے میزان پر" ملاحظہ فرمائیں۔ ناقل اسلم معاویہ) (مقالات سواتی ص ۲۲۴ تا ۲۲۶) کتنے پیارے انداز میں حضرت نے اپنے اختلاف کا ذکر کر دیا اور بتا دیا کہ ہمارا اختلاف دلی بغض پر مبنی نہیں ہے۔

بلکہ بعض عقائد و خیالات اور مسائل و تعبیرات کی وجہ سے ہے۔ پھر کتنے علماء اور تعلیم یافتہ حضرات کے نام گنوائے کہ اگر بالفرض ہمارا اختلاف ذاتی ہے تو پھر ان حضرات نے مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کو خیر باد کیوں کہہ دیا۔

عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مقام صحابہ رضی اللہ عنہم کے عنوان سے ''خدام الدین'' لاہور میں آپکا مضمون دو قسطوں میں شائع ہوا اس میں تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک وصیت میں فرماتے ہیں کہ'' آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کے حق میں نیک اعتقاد رکھنا اور زبان پر سوائے ان کے فضائل ومناقب کے کسی چیز کو جاری نہیں کرنا چاہیے اس مسئلہ میں دو گروہ ایسے ہیں جنہوں نے غلطی کی ہے۔

(الف) ایک گروہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ صحابہ کرام باہم بالکل سینہ صاف تھے (اس سے مراد بغض کینہ اور ذاتی عداوت نہیں ہے۔ ناقل) اور کسی قسم کی رنجش ان میں باہم نہ تھی، ان میں کسی قسم کا جھگڑا لڑائی نہیں واقع ہوئی۔ ایسا خیال محض وہم ہے۔ کیونکہ نقل مستفیض اس پر شاہد ہے کہ صحابہ کرامؓ کے باہم مشاجرات اور اختلافات واقع ہوئے ہیں اس کا انکار کرنا تو نقل مستفیض سے انکار ہوگا جو کسی طرح بھی درست نہیں۔

(ب) اور دوسرے لوگوں نے جب اس قسم کے اختلافات ومشاجرات کو صحابہ کرامؓ کی طرف منسوب دیکھا تو ان کے حق میں زبان طعن ولعن دراز کی اور ہلاکت کی وادی میں جا پڑے۔

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنی زبانوں کو صحابہ کرامؓ کی برائیوں سے روکیں اور ہمارے لیے جرح وتنقید کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ بات امر تعبدی ہے (یعنی ایک ایسا امر جسے ہم اس لیے مانتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے اگرچہ عقل اس کے خلاف چاہتی ہو) ۔۔۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح کا دروازہ کھول دیا گیا تو آنحضرت ﷺ کی روایت بالکل منقطع ہو جائے گی۔'' (مقالات سواتیؒ ص ۵۱)

آگے شاہ صاحبؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں تشیع کی بدعت بہت نمایاں اور آشکارا ہوگئی ہے اور عام لوگوں کے دل ان کے شکوک وشبہات سے متاثر ہوگئے ہیں۔ حتیٰ کہ اس ملک میں بہت سے لوگ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کے بارے میں شک کرنے لگے ہیں ۔۔۔ فرمایا ان خلفائے

راشدین کی خلافت کا ثبات اصول دین میں سے ایک اہم اصول ہے۔ اور جب تک اس اصول کو محکم ومضبوط طریق پر نہ پکڑلیں دین کے مسائل واحکام میں کوئی مسئلہ بھی محکم ومضبوط نہ ہوگا۔ (مقالات سواتی ص ۵۳)۔

فتنہ خارجیت سے بیزاری

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نیک اعتقاد رکھنا چاہیے اسی طرح اہل بیت رضی اللہ عنہم کے حق میں بھی اعتقاد رکھنا چاہیے اور ان میں سے صالحین کو مزید تعظیم کے ساتھ مخصوص کرنا چاہیے۔ (فہمہات ج ۲ ص ۲۴۴)

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں ہم جنت اور بہتری کی گواہی دیتے ہیں حضور کے صحابہ میں عشرہ مبشرہ کیلئے اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حسین کیلئے اور ہم ان کی توقیر و تعظیم کرتے ہیں اور اسلام میں ان کے عظیم مرتبہ کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور اسی طرح اہل بدر اور بیعت رضوان میں حاضر ہونے والے صحابہ کی بھی اسی طرح توقیر و تعظیم کرتے ہیں اور حضرت ابوبکر امام برحق ہیں۔ پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی اور ان پر درجہ خلافت پورا ہو جاتا ہے۔۔۔ صحابہ کرام دین میں ہمارے پیشوا اور مقتداء ہیں انہیں برا بھلا کہنا حرام ہے اور انکی تعظیم واجب ہے۔ (مقالات سواتی ص ۵۷ تا ۵۸)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ جو اکابر کے ترجمان تھے ان کے خط کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ " امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے جناب والا کی مرسلہ کتاب "خارجی فتنہ" اور دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم وصول ہو چکی ہیں۔ یاد فرمائی کا شکریہ

اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے خارجیت اور ناصبیت کا تعاقب فرمایا ہے یہ فتنہ رفض وشیعت سے کم خطرناک نہیں۔"

دوسرے خط کے جواب میں فرماتے ہیں۔ کہ " میرے خیال میں اس پر ہمارے جیسے لوگوں کے تبصرہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں جناب والا کا اسم مبارک اور نام نامی ہی سند کافی ہے آپ اہل حق کے ترجمان اور سلف کے امین ہیں۔ (قائد اہلسنت حق چار یار نمبر بیاد حضرت قاضی مظہر حسین ص ۱۳۷۵)

ان ہر دو خطوط میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تائید فرمادی اور سلف صالحین کے موقف کی وضاحت کردی اور قاضی صاحب کی کتابوں پر اعتماد کر کے ان کو اہل حق کا ترجمان قرار دیا اور ان کے خیالات کی تائید کر کے رافضیت وخارجیت کے خیالات وافکار کی تردید فرمادی۔

مسئلہ ختم نبوت

حضرت صوفی صاحبؒ نے مسئلہ ختم نبوت پر قربانیاں پیش کی ہیں، مگر ریاستی طاقت آپ کو کلمہ حق کہنے سے نہ روک سکی، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں تقریباً سات ماہ جیل میں رہے، سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ کے تحت آپ نے طویل کلام فرمایا، مختصر طور پر پیش خدمت ہے:

"فرمایا میں اللہ کا بھی رسول ہوں اور ساتھ ساتھ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ تمام نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں، یہ لفظ خاتِم یا خاتَم دونوں طرح آتا ہے مگر دونوں کا معنیٰ ایک ہی ہے، یعنی ختم کرنے والا، خاتم مہر کو کہتے ہیں، اس لیے امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں حضور ﷺ بمنزلہ مہر کے ہیں، جب کسی چیز کا سلسلہ بند کر دیا جاتا ہے تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے، تا کہ کوئی چیز مزید اس میں داخل نہ ہو سکے، اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ بھی ختم کر کے اس پر حضور ﷺ کے ذریعے مہر لگا دی تا کہ کوئی اور شخص انبیاء کی جماعت میں داخل نہ ہو سکے...... بعد ازاں ختم نبوت پر احادیث سے دلائل کے انبار لگا دیئے اس سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے ان واضح فرمودات کے باوجود آپ کے بعد بہت سے لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، خود حضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد ۳۰ دجال اور کذاب آئیں گے، ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا مگر میں تو خاتم النبیین ہوں لَا نَبِيَّ بَعْدِي میرے بعد کوئی سچا نبی نہیں آئے گا، جو بھی دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا، جھوٹے مدعیان نبوت میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے تو حضور علیہ السلام کی زندگی مبارک ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا، مسیلمہ کذاب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے دوران مارا گیا، اس شخص کا اپنا بڑا قبیلہ تھا، پھر اس نے دوسروں کو بھی ساتھ ملا لیا اور بہت بڑا دجل پیدا ہوا، آخر مارا گیا تو یہ فتنہ ختم ہوا، صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد ہر مدعی نبوت کافر اور واجب القتل ہے

مرزاغلام احمد قادیانی کا معاملہ بھی مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جیسا ہی ہے...... دجال کی یہ واضح نشانی ہے کہ وہ متضاد باتیں کرتا ہے، جب ایک بات کہہ کر پھنس گیا تو پھر دوسری بات کر دی، مرزا قادیانی نے بھی یہی کچھ کیا، پہلے نبوت کا دعویٰ کیا، جب اعتراضات کی بوچھاڑ آئی تو کہنے لگا میں ظلی نبی ہوں، کبھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، مسیح موعود تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں (سورۃ احزاب ۲۸۳) سورۃ انعام کی آیت نمبر ۹۳ کے تحت فرماتے ہیں۔

''اس سے بڑا ظالم کون ہوگا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ جو کہتا ہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے، وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ'' حالانکہ اسکی طرف کوئی وحی نہ کی گئی ہو، مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا یہی دعویٰ تھا، یہاں غلام احمد قادیانی بھی اپنے اوپر نزول وحی کا دعویٰ کرتا ہے، حالانکہ ختم نبوت کے ساتھ وحی الٰہی کا سلسلہ مستقلاً بند ہو چکا ہے، اب تو شیطانی وحی کا امکان ہو سکتا ہے، اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیٰٓئِهِمْ شیطان اپنے دوستوں کی طرف باتیں القاء کرتے ہیں، قیامت کے دن جتنے بھی مدعیان نبوت ہوں گے وہ شیطان کے دوست ہوں گے...... مگر یاد رکھو میں خاتم النبیین ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نبوت ختم کر دی ہے، بہر حال فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو کہتا ہے کہ مجھ پر وحی الٰہی نازل ہوتی ہے (حالانکہ وہ جھوٹ بولتا ہے) (سورۃ انعام ص ۲۸۸ ج ۷)

ہم ختم نبوت کا پرچم گھر گھر لہرا کر دم لیں گے
ربوے کے سبھی بت خانوں کو اک روز گرا کر دم لیں گے
ناموس رسالتؐ کی خاطر جاں جاتی ہے بے شک جائے
باطل کے عزائم کو واللہ مٹی میں ملا کر دم لیں گے

ایک اور مقام پر حضرت شاہ ولی اللہؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، ختم نبوت کا مفہوم شاہ صاحب نے اس طرح بیان فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبیوں کے سلسلہ کو ختم کیا گیا ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا شخص نہیں پایا جائے گا، جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں پر تشریع کے ساتھ مامور فرمائیں'' (مقالات سواتی ص ۵۷)

مسئلہ ختم نبوت سے اس قدر عشق و محبت تھی کہ اپنے جمعہ کے خطبات میں ختم نبوت کی کانفرنسوں میں

شرکت کی دعوت دیتے تھے، چنانچہ ۲۷ اگست ۱۹۸۲ء بمطابق ۷ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ کے خطبہ جمعہ کے آخر میں فرماتے ہیں۔

’’مسلم کالونی ربوہ میں سات ستمبر کو ختم نبوت کانفرنس منعقد ہو رہی ہے، جن مسلمانوں کو اللہ توفیق دے وہ مرزائیوں کے اس گھر میں جا کر کانفرنس میں شریک ہوں، کفر اور مرزائیت کے قلع قمع کا یہ کانفرنس ایک ذریعہ ہے ...... یہ ایمان اور عقیدے کا مسئلہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا معاملہ ہے، لہٰذا اس میں سارے مسلمان برابر کے شریک ہیں (خطبات سواتی ص ۲۵۲ ج ۱)

فتنۂ رافضیت

حضرت قاضی مظہر حسین صاحبؒ کو ایک خط میں لکھتے ہیں ’’اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے خارجیت اور ناصبیت کا تعاقب فرمایا یہ فتنہ رفض و شیعت سے کم خطرناک نہیں‘‘

چونکہ رفض اور شیعت کو بھی آپ امتِ مسلمہ کیلئے ایک فتنہ سمجھتے تھے، اس لیے ’’اجوبۂ اربعین‘‘ اور (ارشاد) الشیعہ دونوں کتابوں کو شائع کرایا۔

اجوبہ اربعین کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ’’کہ احقر عبد الحمید سواتی تقریباً ۳۵ سال سے اس کتاب کا متلاشی تھا، حضرت نانوتویؒ کی باقی کتب و رسائل تو نظر سے گزرے تھے اور کچھ بقدر فہم ان سے استفادہ بھی کیا، لیکن اجوبہ اربعین کہیں سے دستیاب نہ ہو سکی، اس کے مطالعہ کا انتہائی شوق تھا، اس کی تلاش جاری تھی، ایک دفعہ اتفاق سے سید الخطاطین حضرت سید انور حسین شاہ صاحب مدظلہ نفیس رقم (جنکو اللہ تعالیٰ نے کمال ظاہر و باطن عطا فرمایا ہے آپ صاحب نسبت اور بلند روحانیت کے مالک بزرگ ہیں) (حضرتؒ کا چند ماہ پہلے وصال ہو گیا ہے) کسی کتاب کی تلاش میں مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ تشریف لائے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس اجوبہ اربعین ہے تو شاہ صاحب نے فرمایا ’’ہے‘‘ میں نے عرض کیا کہ مطالعہ کیلئے عنایت فرمائیں، انہوں نے از راہ عنایت بڑی خوشی سے کتاب مطالعہ کیلئے عنایت فرمائی، کتاب کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ موضوع کے لحاظ سے اس کتاب کی اشاعت ضروری ہے...... عربی عبارات میں کافی غلطیاں رہ گئی تھیں، ان کی اصلاح ضروری ہے، احقر کے پاس اتنا وقت و فرصت نہ تھی، چنانچہ اس کام کیلئے مولانا حافظ مہر محمد صاحب میانوالی فاضل نصرۃ العلوم اور فاضل تخصص فی علوم الحدیث

جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، جو بڑے صاحب استعداد نوجوان اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں، مذہب رفض وتشیع سے انہیں خصوصی مناسبت ہے، احقر نے اس کام پر متوجہ کیا، انہوں نے اس کام کو قبول کیا اور کتاب کی تصحیح شروع کردی (اجوبہ اربعین ص ۲۵ تا ۲۶)۔

آگے فرماتے ہیں کہ اجوبہ اربعین بھی ان کتب میں سے ہے جن میں حضرت نانوتویؒ کے علوم وفیوض، مناظرانہ وتنقیدانہ مضامین کا وقیع سرمایہ موجود ہے، پھر خود ہی اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں، یہ کتاب اہل رفض وتشیع کے رد میں ہے، برصغیر (پاک وہند) میں نویں اور دسویں صدی ہجری سے رفض وتشیع کا فتنہ بڑے پیانے پر پھیلا ہوا ہے، قدیم ادوار میں بھی علماء اہل سنت والجماعت کے جید اور محقق حضرات اس فتنہ کا اپنے دور میں رد کرتے رہے ہیں، چنانچہ ابن تیمیہؒ نے اس فرقہ ضالہ کا اپنی معروف مشہور کتاب، منہاج السنۃ میں بڑی قوت وشدت کے ساتھ رد کیا ہے، مجدد الف ثانیؒ نے بھی اس سلسلہ میں عظیم کام کیا ہے، اور پھر اس کے بعد امام ولی اللہؒ نے اس فتنہ کی بہت سرکوبی کی ہے، پھر آپ کے فرزند امام شاہ عبدالعزیزؒ نے ایک ایسی عمدہ کتاب فارسی زبان میں لکھی جسکے بارے میں ہمارے استاد محترم امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ فرماتے تھے کہ ''تحفہ اثنا عشریہ کا جواب اہل تشیع قیامت تک نہیں دے سکتے۔'' (ایضاً ص ۲۷)

دوسری کتاب ہدیۃ الشیعہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں، اس کتاب میں شیعہ حضرات کے تمام اور مابہ الامتیاز مسائل کا ذکر آ گیا ہے، خلافت، صحابہ کرامؓ کا ایمان ومقام شیعوں کا عقیدہ وتقیہ، مباحث فدک، وراثت وغیرہ...... تمام اعتراضات کے ایسے مسکت جواب دیئے ہیں کہ ان کے جواب سے انشاء اللہ شیعہ ہمیشہ عاجز رہیں گے۔ (ایضاً ص ۴۴)

ان عبارات سے آپ کا کتابی ذوق، شیعت کی تاریخ پر نظر اور شیعت کے فتنہ کا قلع قمع کرنا ظاہر ہوتا ہے، نیز اپنے چھوٹوں کو آگے کرنے کا جذبۂ صادق عیاں ہوتا ہے، ۱۹۴۴ء میں باقاعدہ آپ نے دارالمبلغین لکھنؤ میں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ سے قرآن کی تفسیر، تقابل ادیان، فن مناظرہ اور افتاء کی سند فراغت حاصل کی (نصرۃ العلوم ص ۷ امئی ۲۰۰۸ء)

اہل بدعت نے نبی کو اللہ کے برابر کر دیا تو رافضیوں نے اماموں کو نبی کے برابر ٹھہرالیا، کہتے ہیں انبیاء

کی طرح امام بھی معصوم ہوتے ہیں، انبیاء کی عصمت تو قرآن سے ثابت ہے..... شرح عقائد میں لکھا ہے انبیاء کو گارنٹی حاصل ہے...... برخلاف اس کے کہ آئمہ کی عصمت خود ساختہ ہے، امام شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں لکھتے ہیں کہ اماموں کی معصومیت کو تسلیم کرنا ختم نبوت کے انکار کے مترادف ہے۔ (معالم العرفان ص ۲۲۸، ج ۸)

مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع موتیٰ

۱۹۱۶۷ء میں آپ نے حضرت مولانا حسین علی واں بھچراںؒ کی کتاب تحفۂ ابراہیمیہ فارسی کا فیوضات حسینی کے نام سے اردو ترجمہ کیا اور اپنے بسیط مقدمہ کے ساتھ شائع کرایا، بعد ازاں اس کتاب پر مخالفین نے جو اعتراضات کیے تھے ان کے جواب بھی دے دیئے گئے، اس کتاب کی اشاعت پر حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ نے تعریفی کلمات سے نوازا، اس کتاب میں حضرت حسین علی واں بھچراںؒ کے متوسلین کا بھی تعارف کرایا ہے۔

مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر والے کا تعارف کراتے ہوئے آخر میں لکھا ہے "بعض مسائل میں آپ کی تحقیقات اور طرز روش فی الجملہ تشدد پسندانہ ہے جسکی وجہ سے تلامذہ کے اذہان پر تیزی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور پھر حدود و اعتدال کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ابتلاء و تشتت کا باعث بن جاتے ہیں، کاش اگر یہ لوگ اکابر کی روش کو ترک نہ کرتے تو کیا اچھا ہوتا (فیوضات حسینی ص ۳۹)۔

چند صفحات بعد ایک عنوان قائم فرمایا بنام حضرت مولانا احمد حسین شاہ صاحب سجاد بخاری، ان کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں "...... آج کل تفسیر جواہر القرآن مرتب کر رہے ہیں، تفسیر بڑی عمدہ طریق پر مرتب کر رہے ہیں لیکن بعض باتیں اس میں شاذ قسم کی ہیں، بڑی خرابی یہ ہے کہ خلط ملط کر دیا ہے، ترجمہ شیخ الہند کا لے لیا، فوائد موضح القرآن شاہ عبد القادر اور مقدمہ مع فوائد فتح الرحمٰن شاہ ولی اللہ کا لے لیا، اس طرح مولانا حسین علیؒ کے طرز فکر کو الگ طور پر سمجھنا مشکل ہو گیا، بہت سی باتیں تفسیر میں مولانا غلام اللہ خان صاحب اور احمد حسین سجاد صاحب نے اپنی طرف سے بیان کی ہیں، جن کا حضرت مولانا حسین علیؒ کی طرف انتساب واقعہ کے خلاف ہو گا، سجاد صاحب حضرت مولانا حسین علیؒ کے مریدین سے ہیں۔ (ایضاً ص ۴۳)

آگے مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا عنوان قائم فرما کر ان کا تعارف فرمایا کہ مولانا حسین علیؒ کے آخری متوسلین میں سے ہیں، چند سطروں بعد تحریر فرماتے ہیں۔

''بالآخر مسئلہ حیات النبی ﷺ میں ان کے بے جا اصرار نے ان کے وقار کو بہت کچھ کم کر دیا شاہ صاحب جس درجہ کے ذہین اور اپنے اعمال میں متوازن معلوم ہوتے تھے، اتنا ہی خلاف توقع انہوں نے ایک ایسے مسئلہ میں اس قدر شدت سے اختلاف کیا، جسکی قطعاً توقع نہ تھی، ایک ایسا مسئلہ جس پر تقریباً تمام علماء دیوبند کا اتفاق چلا آ رہا تھا، اور کسی قسم کا شبہ اس مسئلہ میں پیدا نہ ہوا تھا، اگر شاہ صاحب کی تحقیق میں اس مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا تو انہیں یہ بات ہرگز مناسب نہ تھی کہ وہ اس مسئلہ کو سٹیج پر لا کر دیوبندی جماعت میں تفریق وانتشار کا باعث بنتے، مسائل کی تحقیق میں اختلاف علماء میں ہر زمانہ میں ہوا ہے اور ہوتا رہے گا یہ کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ قباحت اس میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ادعاء کیا جائے کہ جو بات میری سمجھ میں آ گئی ہے حق وہی ہے دوسرے باطل پر ہیں، کیا یہ مسئلہ اپنی جگہ مشہور بین الانام نہیں کہ سماع موتی کے بارے میں حضرات صحابہ کرامؓ سے لیکر امت کے اندر دونوں قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں، کسی نے سماع موتی کا اعتقاد رکھا کسی نے انکار کیا، لیکن دوسرے اعتقاد والے کو گمراہ اور بدعقیدہ نہیں کہا مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ شاہ صاحب قائلین سماع کو ابوجہل کا ٹبر تک اپنی تقریروں میں کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے، اک زمانہ تک قرآن کی وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہل بدعت اور مشرکین دور حاضر کے خلاف پیش کرتے تھے، اب وہی آیات کریمہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کو ماننے والوں اور سماع موتی کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں، کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟ سماع موتی کے قائل تو حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی ہیں، اور امت کے بہت جلیل القدر آئمہ بھی ہیں، بلکہ جمہور آئمہ کرامؒ سماع موتی کے قائل ہیں، کیا یہ سب ابوجہل کا ٹبر ہے۔ (فیوضات حسینی ص ۴۳ تا ۴۴)

مزید فرماتے ہیں کیا ہی اچھا ہوتا کہ شاہ صاحب اپنی ان تحقیقات کو اپنے پاس رکھتے اور اس پر ایسا بے جا اصرار نہ کرتے۔ (ایضاً ص ۴۴)

اسی طرح حضرت حسین علیؒ صاحب کے متوسلین میں حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب قلعہ دیدار سنگھ والے تھے، حضرت صوفی صاحبؒ فرماتے ہیں ''مسئلہ حیات النبی ﷺ میں علماء دیوبند کے طرفدار تھے، چنانچہ ایک دفعہ ہمارے سامنے کی بات ہے کہ حدیث کا ذکر تھا، یعنی حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ ''من صلی عند قبری سمعتہ ومن صلی نائیا ابلغتہ ''تو قاضی صاحب مرحوم فرمانے لگے کہ جس حدیث کے بارے

میں ملا علی قاریؒ، حافظ ابن القیمؒ، امام ابن تیمیہؒ اور علامہ سخاویؒ اور حافظ ابن حجرؒ جیسے بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ صحیح ہے اگر ہم کہیں صحیح نہیں تو کوئی دانشمندی کی بات نہ ہوگی'' اور اس طرح صاف الفاظ میں فرمایا کہ حضور ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے، ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں باقی کیفیت کا علم نہیں، نہ اس کی کیفیت کے معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔ (ایضاً ۳۶)

حضرت مولانا عبداللہ بہلوی صاحبؒ اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ العالی بھی ان کے متوسلین میں ہیں، اور مسئلہ حیات النبی ﷺ پر انکی کتابیں موجود ہیں، خیال یہ تھا کہ'' معالم العرفان فی دروس القرآن'' کے ان مقامات سے جہاں حضرت نے بحث فرمائی ہے نقل کروں مگر مضمون بہت طویل ہو جائے گا، صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں، قارئین ان مقامات سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

فتنۂ انکار حدیث کی سرکوبی

تفسیر معالم العرفان میں آپ نے مختلف مقامات پر فتنۂ انکار حدیث کا بطلان واضح کیا ہے، اور اس فتنہ کے خطرات سے امت مسلمہ کو آگاہ فرمایا ہے۔

چنانچہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۴ کے تحت فرماتے ہیں، فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ قرآن کی طرف آؤ اور دوسری یہ کہ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رسول کی طرف آؤ...... رسول کی وضاحت کے بغیر قرآن پاک پر من وعن عمل کرنا تمہارے لیے ممکن نہیں ہے، لہٰذا تم پہلے قرآن کو تسلیم کرو اور پھر اس کی تشریح حامل قرآن سے پوچھو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز رسول کے فرائض منصبی میں شامل کر دی ہے'' لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ '' (نحل) آپ لوگوں کے سامنے نازل شدہ چیز کو واضح طور پر بیان کر دیں...... اب یہ بات واضح ہو چکی کہ رسول کی اطاعت بھی اسی طرح فرض ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیونکہ رسول کی تشریح کے بغیر احکام الٰہی کا سمجھنا اور ان پر عمل کرنا مشکل ہے، اور رسول کی اطاعت کیلئے رسول کی حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے، اب جو کوئی حدیث کا انکار کرتا ہے، وہ دماغ کے فتور میں مبتلا ہے، ایسا شخص منکرِ حدیث ہی نہیں، منکر قرآن بھی ہے، پرویزی، چکڑالوی وغیرہم کا انکار حدیث سے مقصد یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ آپ کے صحابہ کرامؓ اور آئمہ دین کی بیان کردہ تشریح کو قرآن سے الگ کر دیا جائے اور اس کی جگہ اپنی من مانی توضیح کو رائج کر دیا جائے، اس مذموم مقصد کے تحت پرویز نے اللہ کا معنیٰ قانون کیا ہے، گویا اللہ کی اطاعت سے مراد قانون کی اطاعت

ہے، یہ تو کفر والحاد ہے، جو اس کے دماغ میں بھرا ہوا ہے، اللہ کا معنیٰ اگر قانون کیا جائے تو پھر اللہ کی ذات کہاں گئی، حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی یہ تصور رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک ذات ہے، اس کا وجود اس کی صفات ہیں...... بہر حال یہ حدیث کے انکار کی وجہ ہے کہ ذات خداوندی کا تصور بھی مٹانے کی کوششیں ہو رہی ہیں، اور پھر یہیں پر بس نہیں بلکہ خود ساختہ معنوں کو رواج دینے کیلئے لغات قرآن کے نام سے خود ساختہ لغت بھی بنا دی ہے تاکہ اپنی مرضی سے کانٹ چھانٹ کر جو معنیٰ اپنی دماغی اختراع کے مطابق ہو، اسے لغت میں لکھ دیا جائے اور پھر اسے قرآن پاک پر چسپاں کر دیا جائے، یہاں پر قرآن اور حدیث کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ (معالم العرفان ص ۴۳۸ تا ۴۳۹، ج ۶)

غلام احمد پرویز کے کفر و الحاد پر پوری دنیا کے علماء متفق ہیں، دار العلوم دیوبند کا فتویٰ ہے کہ غلام احمد پرویز اور اس کے متبعین بلا شبہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، مولانا محمد عاشق الٰہی فرماتے ہیں ''اسلامی سربراہوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے ممالک میں پرویزی کافروں سے مرتدوں والا معاملہ کریں اور ان کے جرائد و کتب کی اشاعت پر پابندی لگائیں، تاکہ امت سے فتنہ فساد ختم ہو۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سراج الدین صاحبؒ دار العلوم نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان فرماتے ہیں:

''غلام احمد پرویز اور طلوع اسلام کے باطل افکار گمراہ کن ہیں، علماء امت کا پرویز کے کفر و الحاد پر اجماع ہے''۔

ڈاکٹر عبد الرزاق سکندر صاحب فرماتے ہیں:

''دجالوں میں ایک دجال متنبی غلام احمد قادیانی ہے اور دوسرا غلام احمد اور لقب پرویز ہے۔''

مظاہر العلوم سہارن پور کا فتویٰ:

''غلام احمد پرویز اور اس کے متبعین بلا شبہ ملحد، زندیق اور کافر ہیں، اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان پر مسلمانوں کے احکام جاری نہیں ہوں گے (مجموعہ فتاویٰ رد پرویزیت جلد دوئم)

اس طرح اس فتنہ کی سرکوبی حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نے بھی ''انکار حدیث کے نتائج'' لکھ کر کی ہے، اللہ تعالیٰ تمام امتِ مسلمہ کو ان کے شرور و فتن سے محفوظ فرمائیں۔

حضرت صوفی صاحب ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ''صدر ایوب کے دور میں فضل الرحمٰن نے

بیان دیا تھا کہ قرآن پاک کا کچھ حصہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے، کچھ جبریل امین کا اور کچھ حضور علیہ السلام......
پرویز بھی یہی کہہ رہا ہے، اس نے بھی مغربی افکار کو قرآن کی تعلیم میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے، عجیب بات ہے کہ یہ دشمن قرآن پاک کی ایسی تفسیر بیان کر رہا ہے جسے سلف صالحین بھی نہ سمجھ سکے (معالم العرفان ص ۱۷۱ ج ۷)

مسئلہ استویٰ علی العرش

مفسر قرآن حضرت صوفی صاحب ؒ سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۵۴ کے تحت فرماتے ہیں: ’’تمہارا رب وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ’’ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ‘‘ پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، مفسرین کرام عرش پر مستوی ہونے کے دو معنی بیان کرتے ہیں، ایک تو مجازی معنیٰ ہے جو متکلمین بیان کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہے، عرش پر بیٹھنا صاحب اقتدار ہونے کی علامت ہے، جسے شاعر کہتا ہے:

قد استوى بشر على العراق

من غير سيف و دم مهراق

بشر تخت پر بیٹھ گیا، یعنی اس کو اقتدار مل گیا، مگر نہ تلوار چلی اور نہ خون بہا، بہر حال استویٰ علی العرش کے مجازی معنیٰ یہ ہیں کہ تخت پر بیٹھ گیا، اختیارات مل گئے یا بادشاہ وغیرہ بن گیا۔

استویٰ کو حقیقی معنیٰ پر بھی محمول کر سکتے ہیں جیسے کہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابن عیینہؒ، امام شافعیؒ اور دیگر آئمہ سلف کا مسلک ہے، امام مالکؒ کا قول ہے، استویٰ معلوم والکیف غیر معقول یعنی استویٰ کا معنیٰ تو معلوم ہے مگر اس کی کیفیت سمجھ میں نہیں آ سکتی، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کا استویٰ بھی اس طرح سمجھا جائے جس طرح کوئی انسان کرسی یا چارپائی پر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا جسم ثابت ہوگا، حالانکہ وہ جسمانیت اور مادیت سے پاک ہے، وہ مکانیت سے مبرا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وہ بے مثال ہے، اس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جاسکتی، اور نہ ہم اس کے استویٰ کی حالت کو سمجھ سکتے ہیں، فرماتے ہیں: وَالْاِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ اس کے استویٰ پر ایمان لانا ضروری ہے، وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ مگر اس کی کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، چنانچہ تمام آئمہ کرام کا یہی

عقیدہ ہے کہ اس چیز پر ایمان لاؤ کہ خدا مستوی العرش ہے، جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے، باقی اسکی کیفیت کو خدا کے سپرد کردو ....

جس طرح اللہ تعالیٰ جسم اور مکان سے پاک ہے، اسی طرح وہ جہت سے بھی پاک ہے، اگر اس کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، یا اوپر نیچے جہت تسلیم کی جائے تو خدا تعالیٰ کی مادیت تسلیم کرنے کے مترادف ہوگا اور انسان کافر ومشرک بن جائے گا، خدا تعالیٰ ان تمام چیزوں سے منزہ ہے .... حضرت شاہ ولی اللہؒ استویٰ علی العرش کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "اللہ تعالیٰ عرش پر تجلی ڈالتا ہے" آگے فرمایا جس طرح ہم سورج کو دیکھتے ہیں اسی طرح آخرت میں تجلی اعظم کو دیکھیں گے۔ (معالم العرفان فی دروس القرآن ص۱۸۶ تا ۱۸۸ ج ۸)

قوانین الٰہی اور قوانین خود ساختہ پر جامع تبصرہ

رسول اللہ ﷺ کے دور مقدس میں کفار ومشرکین قرآن کا انکار کرتے، جیسا کہ قریش کا ایک فرد نضر بن حارث یہ دعویٰ کرتا تھا کہ قرآن پاک جیسا قرآن پیش کرسکتا ہوں، گویا وہ قرآن کے دستور حیات کا انکار کرتا تھا، اس کے جو اصول زندگی اللہ تعالیٰ نے تا قیامت کیلئے بیان کئے ان کے مقابلہ میں اور اصول بنانے کا مدعی تھا، اگر چہ نضر بن حارث تو صاف منکر تھا، مگر آج کے تجدد پسند اور روشن خیال یہ کہتے ہیں کہ زمانہ تبدیل ہو گیا، دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی تم بنیاد پرست ابھی تک وہی قدیم باتیں لئے پھرتے ہو، لہٰذا آج قرآن و حدیث کے اصولوں پر عمل نہیں کیا جاسکتا، یا اس کی تعبیر وتشریح دوسری کرنی ہوگی، گویا غلام احمد قادیانی کی نبوتِ خود ساختہ ان کے ہاتھ میں آ گئی ہے، جب امت نے ایک غلام احمد کو قبول نہ کیا تو بہت سے تاویلی اگر چہ زبان وقلم سے صراحتاً نبوت کا اظہار نہ کریں، لیکن چھپے لفظوں میں نبی کی مسند پر بیٹھ کر جو تشریح کے خواہاں ہیں، امت مسلمہ تا قیامت ایسے ملحدین کو برداشت نہ کرے گی۔ ایسے ہی سر پھرے مغربی نظام فلسفہ سے متاثر ، احساس کمتری کا شکار لوگوں کی اصلاح کرتے ہوئے حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحبؒ کسی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں انسانوں کی بہتری کیلئے جو حکمتیں رکھی ہیں، تمام دنیا کے لوگ ملکر بھی ان میں سے کسی ایک حکمت کی گرد پا تک نہیں پہنچ سکتے چہ جائیکہ اس جیسا قرآن پیش کرنے کا دعویٰ کریں، جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ خدائی قانون اور شریعت جیسا کوئی دوسرا بنا سکتا ہے،

وہ بہت بڑا ظالم ہے، اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کے مقابلہ میں جولوگ خودساختہ قوانین نافذ کرتے ہیں ،وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں دخل اندازی کے مرتکب ہوتے ہیں، اور یہی ان کی سب سے بڑی بدبختی ہے۔

بنی نوع انسان کا فرض تھا کہ اللہ کی زمین پر اس کا نازل کردہ قانون نافذ کرتے مگر انہوں نے خلیفۃ اللہ ہونے کا حق ادا نہیں کیا، یہ خدائی قانون کے بجائے رومن لاء، جرمن لاء اور برٹش لاء کی طرف دیکھتے ہیں، کوئی امریکہ کے نئے اور پرانے قوانین پر نظر لگائے بیٹھا ہے کوئی کارل مارکس کی پیش کردہ شریعت کا گرویدہ ہے، اور کوئی لینن (ماؤزے تنگ) کی لال کتاب پر فریفتہ ہے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ اللہ کے نازل کردہ قوانین کو چھوڑ کر خود ساختہ قوانین سے امید لگائی جارہی ہے، مسلمان ممالک کا بھی یہی حال ہے، کسی ملک نے امریکہ کا قانون اپنا رکھا ہے تو کسی نے برطانیہ کا اور کسی نے فرانس کا کوئی جرمن قانون سے راہنمائی حاصل کرتا ہے تو کوئی روسی قانون سے، خود ہمارے ملک میں تین مختلف قوانین نافذ ہیں، تعزیری قانون انگریز کا بنایا ہوا انیسویں صدی کا قانون ہے، جسے تعزیرات پاکستان کا نام دیکر اختیار کرلیا گیا ہے۔

اس وقت مارشل لاء (فوجی قانون یا سب سے بڑا فوجی سردار یعنی خدا کے قانون کے مقابلہ میں مارشل لاء ایک خودساختہ خدا کا قانون مانو۔ ناقل) کے اپنے ضابطے بھی موجود ہیں اور ان پر بھی حسب ضرورت عمل درآمد ہو رہا ہے، تیسرا قانون اسلامی کہلاتا ہے، بعض معاملات میں اس کا بھی سہارا لیا جاتا ہے، یہ کس قدر عجیب تقسیم ہے، اگر اسلام کے مکمل ضابطۂ حیات ہونے پر یقین ہے، تو پھر باقی تمام لعنتوں کو چھوڑ کر صرف احکام الٰہی کا نفاذ ہونا چاہیے، جب مارشل لاء کے ذریعے ہر قسم کی سختی جائز ہے تو اسلامی قوانین کو بیک قلم کیوں نہیں نافذ کیا جاتا؟ اگر کوئی دقت پیش آئیگی تو تجربہ کے ساتھ آہستہ آہستہ رفع ہو جائیگی اس کو جاری تو کرو، اب تک تو وعدے وعید ہی ہوتے آرہے ہیں، مگر عمل درآمد کچھ نہیں، قرآن پاک تو کہتا ہے کہ جو شخص اللہ کی نازل کردہ چیز کے برابر کوئی چیز پیش کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، قرآن پاک بے مثال چیز ہے، تمام دنیا ملکر بھی کسی آیت کی مصلحت کو نہیں پہنچ سکتے۔

اشتراکیوں کا ایک گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ قرون وسطیٰ میں تو قرآن واقعی قابل عمل تھا مگر موجودہ زمانے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا، آج کا دور صنعتی، سائنسی، اور ایٹمی دور ہے، اس زمانے میں چودہ صدیاں پرانے قوانین نافذ نہیں ہوسکتے، مگر قرآن کہتا ہے "فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ (المرسلٰت) اگر اس قرآن پر

ایمان نہیں لاتے تو پھر اس کے بعد کس چیز پر ایمان لاؤ گے، یہ اللہ کا آخری قانون ہے، اس کے بعد نزول وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اب کونسے قوانین پر عمل کرو گے؟ حضور علیہ السلام کے بعد ہر زمان ومکان کیلئے یہی قانون نفاذ کے قابل ہے، جو کوئی اس کو چھوڑ کر دوسرے قوانین تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کر دے گا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو اس سے ہدایت کا طالب ہوگا، وہ ہدایت کو پالے گا، اور جو کوئی کسی دوسری طرف دیکھے گا، ذلیل وخوار ہو کر رہ جائے گا۔ (معالم العرفان فی دروس القرآن ص ۲۹۰ تا ص ۲۹۲، جلد ۷)

تصوف وسلوک

تصوف وسلوک کے حوالے سے آپ نے حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں ؒ کی کتاب تحفۂ ابراہیمیہ پر جو مبسوط مقدمہ لکھا ہے، اس پر شاہد عدل ہے، اس فن کی گہرائیوں سے آپ کس قدر واقف ہیں، یہ مقدمہ اپنی جگہ لاجواب ہے، علاوہ ازیں شرائط بیعت کے عنوان پر آپ نے خطبات جمعہ میں اس پر روشنی ڈالی، اور بیعت کی اقسام اور اس کی شرعی حیثیت پر مجتہدانہ کلام فرمایا ہے، مردوں اور عورتوں کی بیعت کا طریقہ بیان فرمایا۔

بیعت جہاد، بیعت ہجرت، بیعت تقویٰ، بیعت اجتناب عن المعاصی، پر کلام فرمایا اور بیعت سلوک کے بارے میں فرمایا تمام بزرگان دین کی بیعت کا جو سلسلہ ہے وہ یہی بیعت ہے، کوئی شخص اچھے اور نیک آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تاکہ اس سے تربیت اور اعلیٰ درجے کی نیکی حاصل کرے پھر عبادت، ریاضت کا طریقہ جو مرشد بتلائے اس پر کاربند رہے، بزرگان دین آہستہ آہستہ ورد بھی کراتے ہیں اس پر پابندیاں بھی عائد کرتے ہیں تاکہ اس شخص کا تزکیہ نفس ہو جائے، فرائض از قسم نماز، روزہ، نوافل اور اذکار کی باقاعدگی کے ساتھ کرنے سے آدمی کو روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے۔ (خطبات سواتی ص ۳۰۶ ج ۱)

مرشد کے اوصاف بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مرشد کے اوصاف

مرشد کون ہے، جسکے ہاتھ پر بیعت کی جائے؟

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نہ باید داد دست

بہت سے آدمی آدمیوں کی شکل میں ابلیس ہوتے ہیں، لہٰذا ہر کسی کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے دینا چاہیے جو پیر بن گیا اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی، بلکہ دیکھنا چاہیے کہ وہ شخص بیعت کا اہل بھی ہے یا نہیں، شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ بیعت کے لائق وہ آدمی ہے جس میں یہ پانچ صفات پائی جائیں۔

۱۔ عالم کتاب وسنت ہو۔

۲۔ تقویٰ اور عدالت سے موصوف ہو یعنی پیر صاحب کبائر سے مجتنب ہوں اور اگر صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر مصر نہ ہوں۔

۳۔ زاہد فی الدنیا اور راغب فی الآخرت ہو، یعنی دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت رکھنے والا ہو، گویا پیر صاحب دنیا دار نہ ہوں۔

۴۔ آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہو، یعنی ہمیشہ نیکی کی تلقین کرنے والا، برائیوں سے روکنے والا ہو۔

۵۔ بزرگوں کی مجلس میں بیٹھ کر ادب سیکھا ہو اور باطنی روشنی حاصل کی ہو، کیونکہ اللہ کی سنت اسی طرح جاری ہے۔

(کتاب وسنت کا عالم ہو یعنی یا خود کتابیں پڑھ کر علم حاصل کیا ہو یا اچھے لوگوں کے پاس بیٹھ کر حاصل کیا ہو، جس کی بناء پر فضائل ورذائل اور حلال وحرام کو جانتا ہو) (خطبات سواتیؒ ص ۱۰۳ ج ۱)

مضمون کافی طویل ہو گیا، مگر آپ کے علوم بحر ذخار ہیں جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتے، بہر حال فتنہ لا مذہبیت ہو یا اہل بدعت، واقعہ معراج ہو یا معجزات وکرامات، مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ، یا قدیم وجدید تمام فتنے آپ کے علوم ان تمام مسائل میں مشعل راہ ہیں، اللہ کریم تمام امت مسلمہ کو ان کے علوم سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔(ثم امین بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین والمعصومین محمد ﷺ وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین وسلم تسلیما کثیراً کثیراً برحمتك یا ارحم الراحمین)

ناز تھا علم کو جن پر وہ تھے ایسے عالم
فخر تھا جن پہ سخن کو وہ سخندان تھے وہ

وما دام ذکر العبد بالفضل باقیاً
فذاک حی وھو فی التراب ھالک

مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی
استاذ تخصص فی الدعوۃ والتحقیق مرکز اہلسنت والجماعت سرگودھا

عصر حاضر کا مفسر اعظم

موجودہ دور میں جن ہستیوں پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے اور ان کے کردار و افکار اور روز و شب کو بطور نمونہ اسلاف پیش کیا جا سکتا ہے، ان میں سے ہی ہمارے امام و مقتدا حضرت اقدس مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نور اللہ مرقدہ بھی تھے، آپ بجا طور پر علم و عمل کے جامع تقویٰ و طہارت کے روشن مینار فکر ولی اللّٰہی کے صحیح ترجمان قافلہ اہل حق کے سرخیل محدثین و محققین کیلئے مرجع و سند میدان تصنیف و تالیف کے شہسوار قلم و قرطاس کے بے تاج بادشاہ تھے، یہ عزت اور یہ سعادتیں باری تعالیٰ ہر دور میں چند گنے چنے افراد کو ہی نصیب فرماتا ہے عموماً زمانہ اپنی کوکھ سے ایسے چند ہی افراد کو جنم دیتا ہے اور عرصہ دراز کے بعد دیتا ہے شاعر مشرق نے اسی لیے کہا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خدا تعالیٰ نے پندرھویں صدی ہجری کے مجددین کی صف میں جن حضرات کو نمایاں مقام عطا فرمایا ہے ان میں یہ دو خوش قسمت بھائی بھی ہیں جن میں سے ایک کو دنیا امام اہلسنت محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان کے نام سے جانتی ہے دوسرے مفسر اعظم حضرت اقدس مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی ذات گرامی تھی جن کو آج مدظلہ کی بجائے نور اللہ مرقدہ لکھنا پڑ رہا ہے اور جن کی رحلت پر ارباب علم حزن ملال میں مبتلا ہیں، یہ خدا کا فضل ہے اور وہ جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے جس انسان کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے اس کی اپنی حکمت بالغہ ہے اس کے کاموں کو اس سے بڑھکر کوئی نہ سمجھ سکتا ہے نہ ہی انجام دے سکتا ہے، ہر طرف اس کی قدرت کے کرشمے بکھرے پڑے ہیں، انسانوں میں سے برگزیدہ، افراد کو چن کر ان سے اپنے دین متین کی خدمت لے لیتا ہے کہ عاقلین کی عقلیں اور اہل دانش کی فکری بلندیاں حیران ششدر رہ جاتی ہیں، ہمارے

امام مقتدا حضرت صوفی صاحب بھی اکابرین امت کے اسی گروہ کے فرد فرید تھے اور اپنے زمانے کے گوہر یکتا تھے، علم وروحانیت کے جامع تھے، علوم کی وہ گتھیاں سلجھا گئے جو شاید بعد والوں کی فکری بلندیوں سے ماراء تھیں، تا قیامت آنے والے لوگ آپ کے علوم اور تشریحات وتعبیرات کے محتاج ہونگے، حضرت صوفی صاحب صرف اکابر کی روایات کے امین ہی نہ تھے بلکہ ان کے بہت بڑے شارح اور ناشر بھی تھے، اپنے اکابر کی بیسیوں تالیفات درجنوں مقالات ورسائل جو قلمی نسخوں کی شکل میں اپنی روشنیاں سینے میں سموئے لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے تھے اور تشنگان علم کی نظروں سے کوسوں دور تھے، آپ نے انکو دریافت کر کے بے مثال جد وجہد کے ساتھ ان کی تصحیح وحواشی کا کام کر کے شائع کر کے اہل علم سے داد حاصل کی بسا اوقات آپ کے حواشی ومقدمات اصل کتاب کی ضخامت سے بھی بڑھ جاتے تھے اور اصل کتاب سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوتے تھے، آپ کے اس کام سے ہزاروں اہل علم نے علمی پیاس بجھائی اور وہ یہ پکار اٹھے،

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ ای

مسئلہ وحدت الوجود اہل تصوف کے ہاں ہر دور میں معرکۃ الاراء مسئلہ رہا ہے، ایک طرف بہت سے لوگ اس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے الحاد وزندقہ کی گھاٹیوں میں جاگرے تو دوسری طرف ایک جماعت نے اس کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے اولیاء اللہ کی ایک جماعت کی تکفیر کردی، موجودہ زمانہ میں دونوں قسم کے ملحدین اپنی سرگرمیاں عروج پر پہنچائے ہوئے ہیں اور عوام تو عوام بہت سے عقل وخرد کے دعوے داروں کو اپنے خیال میں پھنسا کر حضرات صوفیاء جو کہ صفت بشیر میں خاتم الانبیاء علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں ان سے بغاوت پر آمادہ کردیا ہے، اتقوا من فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله سچ ہے آپ نے اپنی فراست ایمانی سے اس ضرورت کو تاڑ لیا اور جان گئے کہ آنے والے وقت میں اس مسئلہ کی گتھیاں سلجھانے کی ضرورت پڑے گی، آپ نے جہد بسیار کے بعد شاہ رفیع الدینؒ کی بے مثال کتاب دمغ الباطل کو تصحیح اور مقدمہ کے ساتھ شائع کیا پھر مولانا حسین علی واں بھچرویؒ کی کتاب تحفہ ابراہیمیہ جو کہ سلسلہ نقشبندیہ کے اسباق پر ایک بہترین قامت کہتر بقیمت بہتر کا مصداق ہے اس کو اردو کا لباس پہنا کر اپنے محققانہ مقدمہ کے ساتھ چار چاند لگا کر اہل حق کی خدمت میں پیش کیا اور صدہا مبارک باد کے مستحق ٹھہرے اس مقدمہ کو پڑھکر

ایک گہری نظر رکھنے والا انسان تصوف پر آپ کی وسعت معلومات کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، آج سے تقریباً چھ سال قبل قائد اہلسنت وکیل صحابہ سیدی ومرشدی ومولائی حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین ؒ نے فقیر پر تقصیر کو اس کے مطالعہ کا مشورہ دیا بندہ نے کچھ دنوں میں ہی مطالعہ کر لیا مطالعہ کے ایک ہفتہ بعد ہی ایک خطرناک دھریے جو کہ حلولی تھا اس سے مناظرہ پیش آ گیا، بحمد اللہ اس مقدمہ کے مطالعہ نے جو ہر دکھلائے اور حق تعالیٰ نے زبردست کامیابی سے ہمکنار کیا، اس واقعہ کے بعد بندہ پر ظاہر ہوا کہ حضرت اقدس قاضی صاحبؒ کا مشورہ ان کے کشف وغیرہ پر مبنی تھا اور حضرت صوفی صاحب کے اس مقدمہ کی برکت سے بہت سے لوگ گمراہی کی گھاٹیوں میں گرنے سے محفوظ ہو گئے، اس کے بعد اب تک بندہ اپنے تخصص فی الدعوۃ والتحقیق کے طلباء کو اس مقدمہ سے اہم اہم مباحث ضرور پڑھاتا ہے اور طلباء پر یہ مشکل ترین مسئلہ آسان ہو جاتا ہے!، ارباطل اور اہل الحاد نے جو حضرات صوفیاء کرام کی ذوات قدسیہ کی عزت ومقام کو داغدار کرنے کیلئے وساوس وتلبیسات کا جال پھیلایا ہے وہ تار عنکبوت کی طرح بکھر کر رہ جاتا ہے، فللہ الحمد علی ذٰلک، سید المناظرین امام المحققین فخر المحدثین پاسبان مسلک احناف حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی نور اللہ مرقدہ آپ کے علوم کے انتہائی قدر دان تھے بلکہ بہت سے مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع بھی فرمایا، ویسے اللہ تعالیٰ نے آپ سے ہزاروں اہم کام لئے مگر سب سے بڑے دو کام لیے جو رہتی دنیا تک آپ کی یادگار رہیں گے اور آپ کی حسنات میں اضافہ کا سبب ہوں گے، ایک تو عالم اسلام کی مایہ ناز درسگاہ مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد دوسرا معالم العرفان فی دروس القرآن جیسی عظیم تفسیر، بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پندھرویں صدی میں اس جیسی آسان عام فہم اور جامع تفسیر جو درس قرآن کیلئے مفید ہو نہیں لکھی گئی یہ کارنامہ قیامت کی صبح تک انشاء اللہ چمکتا دمکتا رہے گا، بندہ نے جب بھی اپنے تلامذہ کو مشورہ دیا اسی تفسیر کا دیا جس نے بھی اس کا مطالعہ کیا حق تعالیٰ نے اس کے درس کو ایسی مقبولیت عامہ سے نوازا کہ وہ خود بھی اور طلبہ حیرت میں پڑا اور سننے والوں میں بھی مقبولیت عامہ سے نوازا گیا، بے شک یہ حضرت والا کے اخلاص للّٰہیت کا ثمرہ ہے جو سیجعل لھم الرحمن و داکی شکل میں محسنین کا رب مخلصین کو دیا کرتا ہے حضرت صوفی صاحب کی حیات مستعار کے تمام گوشوں کو سمیٹنا اگرچہ ناممکن ومحال تو نہیں مگر دشوار صعب ضرور ہے آج آپ تاریخ میں ایک تابناک روشن باب کا اضافہ کر کر کے خدا کے حضور پہنچ چکے ہیں، آہ آج وہ مینارہ نور منوں مٹی تلے

چھپ گیا جو پون صدی رشد وہدایت کا چراغ بن کر عالم دنیا پر چمکا۔

مٹی آپ کے جسد خاکی کو تو چھپالے گی مگر اس میں وہ ہمت کہاں کہ آپ کے فیوضات وبرکات کو چھپا سکے، ان شاء اللہ آپ کا فیض تا قیامت جاری وساری رہے گا، ذات علیم وخبیر آپ کو تمام اہل علم اہل حق کی طرف سے بہترین سے بہترین جزا عطا فرمائے اور ہم سب پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما کر اس پر اجر عظیم عطا فرمائے اور ہمیں آپ کے فیوضات سے محروم نہ فرمائے تا قیامت آپ کی حسنات کو جاری وساری فرمائے۔ آمین بجاه النبی الامی الکریم ،صلی اللّٰہ علیه واٰله واصحابه اجمعین۔

جنات کو ڈانٹ ڈپٹ

میاں محمد صدیق صاحب مرحوم نے بتایا کہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں تعلیم حاصل کرنے والے سوات کے ایک نوعمر خوبصورت طالبعلم کو مدرسہ کے صحن میں دورہ پڑ گیا، سب پریشان ہو گئے، حضرت صوفی صاحبؒ کو گھر سے بلایا گیا، جب وہ مدرسہ کے صحن میں پڑے ہوئے اس طالبعلم کے پاس پہنچے تو یہ ہفتہ کا دن تھا اس طالبعلم کے اندر سے جن نے گزشتہ دن جمعہ کو حضرت صوفی صاحبؒ نے جو تقریر جمعہ میں ارشاد فرمائی تھی وہ من وعن اسی لہجہ میں ساری بیان کرنا شروع کر دی۔

حضرتؒ نے سن کر اس جن کو سخت ڈانٹ پلائی اور فرمایا کہ تم بچے کو کیوں تنگ کر رہے ہو؟ تو اس بچے کے اندر گھسے ہوئے اس جن نے کہا کہ اگر آپ ناراض ہوتے ہیں تو ہم آئندہ اس بچے کو نہیں تنگ کریں گے، اور ہم جا رہے ہیں۔

اسی کے ساتھ بچہ بالکل صحیح ہو گیا، میاں صدیق مرحوم نے کہا کہ اس دن کے بعد آنے والی ساری رات میں نہ سو سکا اور رات بھر اپنے مکان کی کھڑکی کھول کھول کر دیکھتا رہا کہ جنات نے حضرتؒ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

(فیاض)

☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا عزیز الحق ہزاروی
برنلے، انگلینڈ

پیکر صدق ووفا

مفسر قرآن استاد العلماء، پیکر صدق ووفا مجسم تواضع، حضرت مولانا صوفی عبد الحمیدؒ بالآخر حلقہ علماء اور خصوصاً گلشن نبویؐ کے عنادل کو داغ مفارقت دے کر اس دار فانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چل بسے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس مسافر خانہ سے ہر مسافر کو تو گزرنا ہی ہے اور یہ راستہ ازل سے خوب چل رہا ہے، لیکن بعض راہی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے چلے جانے سے پسماندگان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یتیم رہ جاتے ہیں۔

ان عظیم شخصیات میں سے ایک وہ سادہ سی شخصیت، جس کی زبان کو رب العالمین نے صدق گوئی اور اسلام کی نشر واشاعت کے لئے قبول فرمایا تھا، رب نے انہیں اپنی کتاب کی ایسی خدمت کے لئے چنا کہ آج دنیا کے ہر کونہ میں جہاں مسلمان رہتے ہیں ان کی تفسیر معالم العرفان سے مستفید ہو رہے ہیں۔

میں نے انگلینڈ کی ہر مسجد اور ہر کتب خانہ میں بیلجیم، فرانس، جرمنی اور ہالینڈ، کی مساجد میں بھی حضرت صوفی صاحبؒ کی نماز مسنون کلاں اور تفسیر قرآن سے لوگوں کو استفادہ کرتے ہوئے دیکھا۔

حضرت سواتیؒ نے دین اسلام کی اشاعت کے لیے درجنوں کتابیں لکھیں اور اس سے بھی عظیم الشان کام جو انہوں نے گلشن نبوی ﷺ کا بوٹا جامعہ نصرۃ العلوم کی صورت میں لگایا ہے جس سے ہر سال قرآن کے حفاظ اور انبیاء کے وارثین تیار ہوتے ہیں پھر اسلام کی آبیاری کے لیے دنیا میں پھیل جاتے ہیں، اور عامی امت کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کراتے ہیں، یہ انکا احسان خصوصاً اہل گوجرانوالہ پر اور پھر اہل پاکستان پر ہے کہ قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کی گونج سے کتنے لوگ اپنے اجڑے ہوئے دلوں کی دنیا کو آباد کرتے ہیں، الا بذکر اللہ تطمئن القلوب، خبردار! دل کو سکون واطمینان اللہ کے ذکر سے ہی ملتا ہے۔

الغرض ایسی جامع شخصیت جو مسافر طلباء اسلام کا مشفق شفیق، رفیق اور رہبر اس عارضی زندگی کو خیر

آباد کہہ کر چل بسا، کسی نے خوب فرمایا کہ

وائے گل چین اجل کیا خوب تھی تیری پسند
پھول وہ توڑا کہ ویران کر دیا سارا چمن

ایسی باکمال ہستی جنکی رحلت سے علماء، طلباء، دینی حلقے مغموم ہو گئے، خصوصاً ان کے بڑے بھائی امام اہلسنت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی اپنے چھوٹے بھائی کی جدائی پر بہت ہی غمزدہ ہوں گے، کیونکہ بچپن ہی سے دین کے طلب کے لئے اکٹھے سفر کیا، سفر کی مصیبتیں راحتیں اکٹھی گزاریں، پھر جب پڑھانے کا میدان آیا تو بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے مجھے وہ وقت یاد ہے جب ۱۹۸۳ء میں ، میں نصرۃ العلوم میں طالب علم تھا، یہ دونوں شیخین جب پڑھانے سے فارغ ہوتے تو جامعہ کے دفتر کے سامنے چارپائیوں پر بیٹھ جاتے، عجیب منظر ہوتا تھا خوبصورت چہرے، سفید داڑھیاں، سفید کپڑے جب آپس میں گفتگو کرتے تھے کبھی چہرے پر دونوں کی مسکراہٹ آ جاتی اور موتیوں کی طرح چمکتے سفید دانت نمودار ہوتے کبھی کبھی خیال آتا تھا کہ ان بزرگوں کی یہ انجمن کتنی بھلی ہے۔

پھر انکا کیا حال ہوگا جنکی یہ مشابہت کرتے ہیں جنکے علم کے یہ وارث ہیں، اس نبوت کے سمندر کا کیا کہنا جنکے قطرے خود سمندر ہیں، علم نبوتؐ کی رونقیں اس وراثت کی وجہ سے چہروں سے ٹپکتی تھیں، الغرض یہ برسوں کی بزم کو بالآخر موت نے جدائی میں تبدیل کر دیا، کسی نے خوب فرمایا

بجا چراغ اٹھی بزم کھل کے رو اے دل
وہ لوگ چل بسے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی

حضرت صوفی صاحبؒ کا اس فانی دنیا سے جانا ایک شخص کا جانا نہ تھا، حقیقت میں موت العالِم موت العالَم کا مصداق ہے۔

ایسے حق گو عالم دین دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں جو اسلام کے لیے قربانیاں دیں جیل میں گئے لیکن نہ کسی کے سامنے جھکے نہ بکے۔

اسی طرح طلباء اسلام پر جان نچھاور کرتے تھے، طلباء کے لیے ان کی کوشش ہوتی تھی کہ ان کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں ملیں تاکہ اچھے طریقے سے علم حاصل کریں، لیکن اگر کوئی کسی طالب علم کے خلاف کوئی بات کرتا

تو سخت ناراض ہوتے تھے، مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے کہ سردی کا زمانہ تھا ظہر کا وقت تھا جامعہ کے کتب خانہ کے سامنے آپؒ چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے، ان کے ساتھ ان کا ایک معتقد مال دار آدمی بھی تھا، اچھے موڈ میں گپ لگا رہے تھے، اسی اثنا میں ایک طالبعلم دوسری منزل سے اترا اس کے ہاتھ میں روٹیوں کی ٹوکری تھی جس کے اندر کچھ سوکھے ٹکڑے تھے، یہ وہ آدمی تھا جو جامعہ کے ساتھ تعاون کرتا تھا، جب اس نے دیکھا تو فوراً کہنے لگا حضرت طلباء کو دیکھیں کیسے مست ہیں روٹی ضائع کرتے ہیں، حالانکہ روٹی کے کنارے کبھی کبھار کچے ہوتے ہیں۔ وہ رہ گئے تھے اس پر اعتراض کیا، تو حضرت صوفی صاحبؒ فوراً بول اٹھے، فرمایا کہ آپ کے بیٹے جو مال کا بے جا اسراف کرتے ہیں گاڑیاں فضول دوڑاتے ہیں کبھی ان سے پوچھا کہ یہ مستی فضول خرچی کیوں کرتے ہو، آپ کو طلباء کے سوکھے ٹکڑے بہت جلدی نظر آ گئے اور اپنے بیٹوں کے لیے چشم پوشی کرتے ہو۔

اور فرمایا جاؤ جو کچھ ان کو دیتے ہو مت دو اللہ انکا کارساز ہے۔

پھر حضرت صوفی صاحبؒ جوتے پہن کر چل دیے، اس شخص کو وہاں پر اکیلے چھوڑ دیا، پھر جب شام ہوئی تو وہ شخص آیا حضرت صوفی صاحب کی منت کی معافی مانگی اور آئندہ کے لئے طلباء کے خلاف لب کشائی نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

ایسے حق گو علماء جنکی نگاہ اللہ کے علاوہ کسی پر نہ تھی ان کے اخلاص کی برکت تھی کہ دنیادار جوتوں میں بیٹھتے تھے، وہ ایسے مرد قلندر تھے کہ دنیا داروں سے نہیں قال اللہ وقال الرسول والوں سے محبت کرتے تھے، آج ان کا ہر شاگرد ان کے لیے اشکبار ہے کہ ایسا محسن ایسا مشفق استاد ان کو اب اس جہاں میں نہیں ملے گا۔

اور ہر ایک دعا گو ہے کہ اللہ رب العزت ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، انکی علمی کاوشوں کو اپنے فضل و کرم سے اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ اور آخر میں، میں یہ لکھوں گا کہ اللہ انکی دینی محنت سے ہمیں صحیح استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص پورے شہر کو ویران کر گیا

عزیز الحق ہزاروی / مقیم برنلے انگلینڈ

مولانا قاری عبیدالرحمن ساجد

فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم، شہداء بدر، سعودی عرب

شفقت کے پہاڑ

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان صاحب

مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم وخطیب جامع مسجد نور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد از سلام مسنون خیریت موجود خیریت مطلوب احوال آنکہ ''ماہنامہ'' کی وساطت سے معلوم ہوا کہ ماہ اگست میں ''مفسر قرآن نمبر'' شائع ہوگا، انشاء اللہ، بہت خوشی ہے اس بات پر کہ حضرت صوفی صاحبؒ کی بہت سی خصوصی صفات بھی عوام الناس کے سامنے آجائینگی ایسی انفرادی خصوصیات تو بہت ہیں، میں صرف دو ایسے واقعات کو تحریر کررہا ہوں جو ہمارے زمانہ طالب علمی میں پیش آئے۔

پہلا واقعہ تو کچھ اس طرح ہے کہ حافظ عبدالکریم صاحب سے پہلے جو سفیر صاحب تھے ان کا نام میں اب بھول گیا ہوں (بابا عبدالقادرؒ) انہوں نے حضرتؒ سے کہا کہ حضرت دیسی گھی پچیس روپے کلو ہوگیا ہے اب مدرسہ اتنا مہنگا گھی استعمال نہیں کرسکتا لہٰذا اجازت دی جائے کہ طلباء کیلئے مدرسہ میں ڈالڈا گھی شروع کیا جائے۔

تو حضرتؒ نے فرمایا ''او بابا'' میں نے سنا ہے کہ ڈالڈا گھی استعمال کرنے سے لوگ بیمار ہوتے ہیں، تو سفیر صاحبؒ نے کہا حضرت نہیں کہیں ایک دو ہوئے ہوں تو پتہ نہیں، مجموعی طور پر ٹھیک ہے تو حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا تو اچھا پہلے گھی لیکر میرے گھر میں دیا جائے ہم تجربہ کریں گے اگر ٹھیک ہوا تو مدرسہ میں شروع کیا جائیگا، یہ طلباء ہمارے پاس قوم کی امانت ہیں طلباء علوم دینیہ سے اتنی محبت وشفقت کی مثال نہیں ملتی، آہ استاذی، مربی، مشفقی یہ جملہ حضرتؒ جیسے لوگوں کیلئے کہا گیا ہے:

''تیرے جیا جمن ماں واں کدرے کدرے کوئی۔''

دوسرا واقعہ ہماری کلاس کا ہے جس میں حضرت مہتمم فیاض صاحب بھی شریک تھے کریما سعدیؒ ختم ہونے سے ایک دن قبل حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کل کتاب ختم ہوگی مٹھائی لیکر آنا ہم شفقت کے پہاڑ کے پیار کو نہ سمجھ سکے۔

اگلے دن مٹھائی کے ساتھ کلاس حاضر خدمت ہوئی، سبق کے اختتام پر جناب مولانا قاری عبدالجبار صاحب دامت برکاتہم نے مٹھائی پیش کی تو فرمایا "بابا" یہ کیا ہے تو قاری صاحب نے کہا کہ حضرت مٹھائی ہے، فرمایا میں نے تو مذاح کیا تھا قاری صاحب نے کہا کہ ہم نے بھی مذاح کیا ہے، تو مسکرا کر فرمایا کہ ماں باپ سے مذاح کرتے ہو یا فرمایا کہ ماں، بہن سے مذاح کرتے ہو، پھر اپنی جیب سے پوری کلاس کیلئے چائے کے پیسے عطا فرمائے مٹھائی بھی واپس کی خود چکھی تک نہیں، یہ جامعہ آپ کی محبت و شفقت خلوص، انتھک محنت اور نیک نیتی کا گواہ ہے۔

اللہ پاک اس کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے، ہر شر سے محفوظ فرمائے، آمین ثم آمین۔

طالب دعا

عبیدالرحمٰن ساجد

حال مقیم شہداء بدر سعودی عرب

۲۰۰۸/۶/۳

پامسٹری میں مہارت

حضرت صوفی صاحبؒ کو طب کے تجربات کے ساتھ ساتھ دست شناسی میں بھی کمال مہارت حاصل تھی، وہ کبھی کبھار بچوں کا ہاتھ دیکھا کرتے تھے، لیکن کچھ بتایا نہیں کرتے تھے تاکہ کسی کا عقیدہ خراب نہ ہو۔

(فیاض)

......☆......☆......☆......

مولانا حافظ تنویر احمد شریفی۔کراچی

صاحب معالم العرفان فی دروس القرآن

۲۴، محرم الحرام ۱۴۲۶ھ، ۶ مارچ ۲۰۰۵ء کو فدائے ملت حضرت اقدس مولانا السید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز اور جامعہ اسعد ابن زرارہ رضی اللہ عنہ، کے بانی و مہتمم محترم مولانا مفتی سید محمد مظہر اسعدی مدظلہ کی جدوجہد سے ''شیخ الاسلام '' سیمینار'' بہاولپور میں ہوا تھا، جس میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے تلامذہ کرام اور عقیدت مند جمع ہوئے تھے، اسی میں مفسر قرآن استاذ العلماء والمشائخ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی (جواس وقت اطال اللہ عمرہٗ، مدظلہم، دامت برکاتہم وغیرہ دعائیہ کلمات کے ساتھ یاد کیے جاتے تھے) گوجرانوالہ سے اسٹریچر پر ایک آرام دہ ایمبولنس میں تشریف لائے تھے اور پھر کرسی پر بٹھا کر اسٹیج پر رونق افروز ہوئے، ایسا نورانی اور پرسکون چہرہ....اللہ اکبر یہ راقم الحروف کے لیے حضرت صوفی صاحب کی پہلی زیارت تھی، ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ /۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار حضرت صوفی صاحب اس دنیا سے بذریعہ عالم برزخ دارالآخرت کی طرف تشریف لے گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اب حضرت صوفی صاحب کے لیے رحمۃ اللہ علیہ، نور اللہ مرقدہ، طاب اللہ ثراہٗ جیسے دعائیہ کلمات نام گرامی کا حصہ بن گئے۔قیامت کی نشانیوں میں سے اہل علم کا دنیا سے اٹھ جانا بھی ہے اب تو تسبیح اس طرح ٹوٹ چکی کہ ایک دانے کے بعد دوسرا، تیسرا اور چوتھا یکے بعد دیگرے رخصت ہو رہا ہے۔

حضرت صوفی صاحبؒ ان حق پرست علماء کرام میں سے تھے جو اکابر اور علمائے دیوبند اور خصوصاً جماعت شیخ الہندؒ کے مقلد تھے اور عقائد و فکر قاسمی، محمودی، مدنی، سندھی کے پابند اور محافظ تھے۔۱۹۵۲ء میں آپ نے گوجرانوالہ میں جامع مسجد نور اور مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی، جس میں وقت کے جید علمائے کرام نے تدریس کی اور اہل علم کی وہ مایہ ناز جماعت تیار کی جو علم و عمل، عقائد و فکر میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندی، مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی، امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی، شیخ الاسلام حضرت مولانا

السید حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہم کے سے مجاہد اور صاحب عزیمت ہیں۔اس کا اندازہ تحریک جامع مسجد نور سے کیا جاسکتا ہے۔ جب سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے مسجد و مدرسہ سرکاری تحویل میں لینے کا اعلان کیا تو جامع مسجد نور کے مصلیوں اور مدرسہ نصرۃ العلوم کے فضلاء نے کتنی قربانیاں دیں۔اس کے لیے صاحبزادہ محترم مولانا محمد فیاض خان سواتی مدظلہ کی کتاب ''تحریک جامع مسجد نور'' ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ کا تدریس کے ساتھ سب سے بڑا کام درس قرآن مجید کا تھا جو ۱۹۵۲ء کے لگ بھگ شروع کیا تھا اور ہفتے میں چار دن نماز فجر کے بعد ہوتا تھا یہ سلسلہ چالیس سال تک برابر جاری رہا۔یہ درس عوام سے رابطہ و تعلق کے لیے بے حد مفید رہا، جس عالم کا تعلق عوام سے ہو اور وہ عوام کو ان کے مسائل حل کراتا ہو وہ عوام میں مقبول ہوا کرتا ہے، چالیس سال کے عرصے میں چھ مرتبہ حضرت صوفی صاحبؒ نے قرآن پاک کا مکمل درس دیا اور ساتویں مرتبہ جب شروع کیا تو اعذار اور بیماری کی وجہ سے پورا نہیں ہوسکا۔آپ کے ترجمہ و تفسیر جو دروس القرآن کی شکل میں ہے۔کے متعلق اس کے مرتب محترم الحاج لعل دین فرماتے ہیں۔''صوفی صاحب کا درس قرآن پاک کے سلسلے میں ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ قرآن پاک کی تفسیر مفسرین و محدثین کرام کے مرتب کردہ اصول تفسیر اور سلف صالحین کے مطابق بیان فرماتے ہیں اور حتی الامکان غیر ضروری بحث سے اجتناب کرتے ہوئے اپنی توجہ آیت زیر درس اور اس سے متعلقہ موضوع پر مرکوز رکھتے ہیں۔ان مفید طرز بیان اور موضوع سے والہانہ محبت ولگاؤ نے بعض سامعین کو مجبور کیا کہ آپ کے بیانات کو ٹیپ کے ذریعے محفوظ کرلیں، تاکہ جب چاہیں سنکر ایمان کو تازہ کرسکیں،(معالم العرفان ج ا، ص ۱۰) حضرت صوفی صاحبؒ کے دروس میں ایک خوبی یہ ہے کہ کسی صحابیؓ، بزرگ اور عالم دین خصوصاً علمائے دیوبند میں سے کسی کی بات نقل فرماتے ہیں تو اس کا پورا پس منظر بیان فرما کر ان کی خدمات کا تعارف بھی کراتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' میں عقائد و فکر و مشرب کی پوری پابندی اور حفاظت کی گئی ہے نیز یہ دروس بڑی بڑی تفاسیر سے مستغنی کردیتے ہیں۔اس لیے علمائے کرام، ائمہ اور بالخصوص عوام کے لیے بیش بہا تحفہ ہے۔اس کی اشاعت ۱۹۸۱ء میں شروع ہوئی اور ۱۹۹۶ء میں بیس جلدوں میں مکمل ہوئی۔اللہ رب العزت اس خدمت کو حضرت صوفی صاحبؒ، مرتب، ناشر کے حق میں قبول فرمائے اور ہمیں اس سے استفادے کی توفیق نصیب فرمائے۔حضرت صوفی صاحبؒ کی بلندی درجات کا ذریعہ ہو۔آمین

مولانا قاضی محمد اسرائیل گرنگی مانسہرہ
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم

شامیں اداس اداس صبحیں بجھی بجھی

روزنامہ جنگ راولپنڈی کے زیر اہتمام معذوروں کیلئے مانسہرہ سول ہسپتال میں ایک پروگرام رکھا ہوا تھا جو ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء کو دس بجے قرار پایا روزنامہ جنگ مانسہرہ کے نمائندے جناب میاں محمد حسین نے مجھے حکم دیا تھا کہ آپ نے ابتدائی بیان اور تلاوت کلام پاک سے آغاز کرنا ہے۔ میں ٹھیک وقت پہ پہنچ گیا وہاں پاکستان کے چوٹی کے ڈاکٹر حضرات موجود تھے۔ جن سے ملاقات ہوئی تعارف کرایا گیا میں نے اپنی کتب کا سیٹ ان کو دیا انہوں نے شکریہ ادا کیا۔ اتنے میں خطیب اسلام آباد حضرت مولانا محمد میاں نقشبندی کا فون آ گیا۔

حضرت نے فرمایا کہ آپ کے استاد محترم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب فوت ہو چکے ہیں اور مولانا زاہد الراشدی صاحب نے بتایا ہے کہ نو بجے جنازہ ہے۔ وہاں مختصر بیان ہوا اور محسوس ایسے ہو رہا تھا کہ زمین پاؤں تلے نہیں ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ ورد زبان تھا گھر پہنچا اطلاع دی اور زاد راہ لیا اور اڈہ کی طرف روانہ ہوا اللہ کی مدد اور حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ اڈہ پہ پہنچا تو صرف ایک سواری کی جگہ تھی ٹکٹ لیا اور سوار ہو گیا۔ جب راولپنڈی اڈہ پہ پہنچا تو گاڑی تیار تھی صرف ایک سواری کا انتظار تھا ٹکٹ لیا اور روانہ ہو گیا۔ زندگی میں پہلی مرتبہ پنجاب کی گاڑی میں پرسکون سفر کیا باشرع ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا اور حضرت وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عارفانہ کلام سنا رہا تھا۔ پورا سفر ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ یاد الٰہی میں لمحہ لمحہ گزر رہا ہے اور جسم کا ہر حصہ اللہ ہی اللہ کر رہا ہے۔ زبان حال سے آواز آ رہی تھی:

ہر دم اللہ اللہ کر
نور سے اپنا سینہ بھر
جئے تو اسی کا ہو کر جی
مرے تو اسی کا ہو کر مر

ماشاء اللہ راستہ پہ نمازیں بھی ادا ہوتیں رہیں۔ الحمد للہ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھر کی ایک عظیم یادگار جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ایک لاکھ اللہ والوں سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول سچا ہو رہا تھا کہ ہمارا فیصلہ ہمارے جنازہ سے ہوگا۔ رات نصرۃ العلوم میں گزاری حضرات علماء سے ملاقات ہوئی۔ صبح کو حضرت صوفی صاحب کی قبر پہ حاضری ہوئی۔ وہاں محسوس ایسا ہو رہا تھا کہ جنت کا دروازہ کھل چکا ہے اور اس سے خوشبو آ رہی ہے۔ ہم جب چلنے لگے واپسی کیلئے تو ایک ساتھی نے آواز دی کہ واپس آ ؤ حضرت صوفی صاحب کی قبر سے عجیب قسم کی خوشبو آ رہی ہے۔ ہم واپس ہوئے اس وقت میرے ساتھ مولانا فقیر محمد ایبٹ آباد اور مولانا عبدالناصر مہمند شیروان حال ایبٹ آباد اور بہت سے حضرات تھے۔ وہاں سے ایسی خوشبو آ رہی تھی جیسے دیگر اکابر کے بارے میں سنا تھا۔ اہل گوجرانوالہ خوش نصیب ہیں کہ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ٹھکانہ گوجرانوالہ شہر کو بنایا۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں، میں دو سال رہا صبح کے درس میں حاضری بھی رہی حجۃ اللہ البالغہ اور مسلم شریف اور طحاوی شریف حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے رہے۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف و کمالات پہ جب نظر پڑتی ہے تو زبان سے کہنا پڑتا ہے۔

کس کو نصیب ہے یہ ذوق کس کو بتاؤں عارفی
کتنا سرور و کیف ہے عشقِ جگر گداز میں

حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چمکتا چہرہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو ان کے عظیم والد نور احمد خان سواتی کا کردار بھی جھلک پڑتا ہے اور خوش نصیب ماں بختاور چیچی گوجرانی کی نورانی ادا دنیا کو دعوت فکر دے رہی ہے کہ ماں ہو تو ایسی ہو۔

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں

وہ علم و فضل کا کمال رکھتے تھے وہ اپنے بزرگوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ وہ خوش مزاج تھے، وہ خوش رو تھے، وہ بے تکلف تھے، وہ بے نفس اور نکتہ رس عالم دین تھے ان کے بارے میں جتنا کوئی کسی کی تعریف کرسکتا ہے کرے وہ تعریف کے لائق تھے، وہ نکتہ آفریں تھے، وہ اپنے انداز کے خود ہی موجد تھے، ان کا انداز

تکلم سب سے انوکھا اور نرالا تھا، وہ علماء حق کے ترجمان تھے، وہ روایات اکابر کے امین تھے، ان کو کسی بھی پہلو سے دیکھا جائے وہ ہر پہلو میں اپنی مثال آپ ہیں۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

وہ علم و عمل، زہد و تقویٰ، صبر و استقامت، تدبر و تفکر، فہم و فراست کی ایک عظیم مہک رکھتے تھے، وہ اکابر دیوبند اہلسنت والجماعت کے عقیدہ اور موقف کو دوٹوک انداز میں بیان کرتے تھے، وہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کے امین تھے، وہ اپنے دور کے ایک صوفی باصفا مرد مجاہد تھے، خطیب راولپنڈی مولانا ظہیر الدین امازئی نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر دور میں اعتدال کے دامن کو پکڑا ہے، جو بھی حالات ہوئے انہوں نے اکابر کے نقش قدم سے اپنے آپکو جوڑے رکھا۔

احترام اور خدمت قرآن

ختم بخاری کی ایک تقریب میں مولانا عبدالغفور راشد نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ فاضل دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سوچا کرتا ہوں کہ صوفی صاحب نے اتنی بڑی خدمت قرآن و حدیث کی کیسے کر لی جب کہ وہ پڑھتے وقت اتنے لائق نہیں تھے اور وہ زیادہ محنت بھی نہیں کرتے تھے۔

پھر مجھے خیال آیا کہ صوفی صاحب پڑھتے وقت اپنے اساتذہ کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی توفیق دی کہ اتنا بڑا مدرسہ بھی بنایا اور قرآن پاک کی بیس جلدوں میں تفسیر بھی لکھی ہزاروں شاگرد بھی تیار کر لیے حضرت صوفی صاحب جب چلتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے پوری دنیا کا عادل بادشاہ چل رہا ہے۔

رکوع اور سجدہ اور اطمینان

۱۹۸۵ء میں جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں دورہ حدیث پاک میں شریک تھے سب طلباء، اساتذہ اور

حضرت استاذی المکرم مولانا عبدالقدوس قارن بھی تشریف لے گئے آتے جاتے پانچ دن گزر گئے میرے ذمہ نمازیں لگا گئے کہ آپ امام ہیں، میں نے نمازیں شروع کیں تو حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تنہائی میں بلاکر ارشاد فرمایا رکوع اور سجدہ میں اطمینان اور سکون ہونا ضروری ہے۔ جتنا کمال نماز میں آئے گا وہ رکوع اور سجدہ آرام سے کرنے میں آئے گا۔ رکوع اور سجدہ میں جلدی مناسب نہیں ہے، بس میں حضرت کا انداز سمجھ گیا اور بڑے سکون اور آرام سے نمازیں پڑھانا شروع کر دیں۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوش ہوئے یہ وہ سعادت کی بات ہے کہ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ کی موجودگی میں نماز پڑھانے کا شرف حاصل رہا الحمد للہ علی ذالک وہ ایک مہربان مہتمم تھے، وہ ایک عظیم انسان تھے ہر شخص کا خیال ہوتا تھا کہ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھ ہی مہربان ہیں جب کہ حضرت سب پہ نظر کرم رکھا کرتے تھے ان کا کردار جب آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو فوراً زبان بول پڑتی ہے

شامیں اُداس اُداس صُبحیں بجھی بجھی
اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پہ نظر ڈال کر یوں زبان پکارتی ہے

شمع بن کر بزم ہستی میں بسر کر زندگی
تاکہ تیرے سوز سے سارے جہاں میں نور ہو

حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا صدمہ اور ان کے صاحبزادوں کا اچھا کردار دیکھ کر دلی تمنا کو قلم نے یوں بیان کر دیا۔

وہ غزالی اس زماں کے وہ رازی اس دور کے
وارث فکر ولی اللہ ہیں میرے حضرت سواتی "
ہم غریبوں کا سہارا ریاض و فیاض و عرباض
اور ان کا آسرا ہیں میرے حضرت سواتی "
تو گڑنگی کیا کہے گا منقبت اس ذات کی
تیرے خامے سے ورا ہیں میرے حضرت سواتی "

دو سال ان کی خدمت میں رہا ان کو ایک عظیم روحانی والد اور مہربان پایا ان کو جس انداز میں دیکھا ایک عظیم انسان ہی پایا ان کے لطف و کرم وشفقت اور ذرہ نوازی کو دیکھا جائے تو الفاظ و تحریر کے دامن میں ڈھالنے کیلئے کچھ نہیں ملتا ۔

دل پہ گزری جو واردات نہ پوچھ
ان کی نظروں کی کوئی بات نہ پوچھ

وہ حق بات کہنا اور اس پر ڈٹ جانا کمال تصور کرتے تھے، اسلام کے خلاف جہاں سے آواز اٹھی حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف آواز بلند کی بلکہ حضرت کو اس پر جیل بھی جانا پڑا اور حق وصداقت کے پرچم کو حضرت صوفی مرحوم صاحب نے ہمیشہ اونچا اور بلند رکھا۔

مجھ سے بجز خدا کے کسی حضور میں
اپنا سرنیاز جُھکایا نہ جائے گا

پیار دو گے تو پیار لو گے، احترام دو گے تو احترام لو گے

حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصر حضرات کا بھی احترام کرتے تھے، ان حضرات کا نام ادب واحترام سے لیا کرتے تھے۔

میرے خیال میں حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج ادب واحترام کا تھا، وہ ہم عصر حضرات کے حوالے بھی دیتے تھے، ان کی گفتگو میں مٹھاس اور لطف و کرم کی جھلک ہوتی تھی، وہ مشکل بات کو آسان طریقے سے بیان کرتے تھے، ان کی بات طویل بھی ہوتی تو سننے والے پہ گراں نہیں گزرتی تھی ان کی بات میں وزن ہوتا تھا مگر لہجہ ہمیشہ نرم رہا، وہ غیبت نہ کسی کی کرتے تھے اور نہ ہی کسی کی غیبت سنتے تھے، وہ صاحب کمال بھی تھے اور صاحب جمال بھی، وہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے علوم ومعارف کے امین تھے شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے علم وعرفان کے پاسبان تھے، مولانا حسین علیؒ کے علوم کے نگران تھے، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے علم وعرفان کے موجودہ دور میں وہی ماہر تصور کیے جاتے تھے، وہ اپنی مثال آپ تھے، ان میں عاجزی وانکساری بھری ہوئی تھی، وہ اللہ کی برہان تھے، محسوس یوں ہوتا تھا کہ وہ قرون

اولیٰ کے مسلمانوں کے قافلہ کے بچھڑے ہوئے انسان ہیں ان کو دیکھ کر اللہ والوں کی حقیقت دل میں راسخ ہو جاتی تھی۔

وہ بڑے شفیق اور خلیق انسان تھے، جو ان کی مجلس میں ایک دفعہ گیا، پھر وہاں ہی کا ہو کر رہ گیا، جب وہ مسکراتے تھے تو پھول بکھیرتے، ان کے چمکتے دانت مبارک اور نورانی چہرہ یاد آتا ہے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ان کے حالات زندگی پر نظر پڑتی ہے تو قلم لکھنے پر مجبور ہو کر لکھ دیتا ہے وہ عظیم سپوت ہیں حضرت نور احمد خان کے جو متراوی سواتی قوم کے نوجوان تھے۔ ان کی ماں کا نام بختاور گجر قوم کی چیچن جانباز تھی، ان کے نانا کو دیکھا ک فنافی اللہ ان کا نام تھا فقیر اللہ۔

حضرت کے شاگردوں کی تعداد جو نصرۃ العلوم گوجرانوالہ پڑھ کر دین اسلام کی خدمت میں مصروف عمل ہیں تقریباً ایک لاکھ ہے پھر لاکھ شاگردوں کے شاگردوں کی تعداد جو لاکھوں ہیں حضرت کیلئے بہترین صدقہ جاریہ ہیں، ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو حضرت کی طرح دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایک اخباری بیان ملاحظہ فرمائیں مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ایک درویش بزرگ نور احمد خان کے صاحبزادے اور درویش منش صوفی سردار فقیر اللہ کے نواسے تھے، مولانا صوفی عبدالحمید سواتی زندگی بھر اسلام کی سربلندی کیلئے کوشاں رہے جو حالات بھی آئے مگر حضرت اعتدال پہ قائم رہے، اپنے اسلاف کے دامن کو تھامے رکھا بیس جلدوں میں قرآن پاک کی تفسیر لکھ کر امت مسلمہ کیلئے قرآنی علوم جاننے کیلئے ایک عظیم تحفہ دے گئے ہیں۔ ہم انشاء اللہ حضرت کے دینی وسماجی مشن اور پروگرام کو جاری رکھیں گے، ان خیالات کا اظہار مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ؒ کے جنازہ سے گوجرانوالہ سے واپسی پر مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی نے کیا۔

انہوں نے کہا کہ امت رسول ﷺ میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کیلئے منبر ومحراب ہی اچھا کردار ادا کرسکتا ہے امت کی طاقت بے اتفاقی کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہے اللہ والے لوگوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں، پھر لوگوں میں اتحاد، اتفاق اور یکجہتی پیدا ہوتی ہے، مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ نے امت کو اتحاد و اتفاق کی دعوت دی تھی ایک لاکھ سے زائد علماء اور قراء نے ان کی یادگار مدرسہ نصرۃ العلوم

گوجرانوالہ سے فیض پایا ہے۔

انہوں نے کہا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے اندر قرآن فہمی پیدا کرنے کیلئے صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر معالم العرفان کو پڑھیں اور نماز جیسے اہم ارکان کو صحیح ادا کرنے کیلئے حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز کتاب نماز مسنون پڑھیں۔

ایک سہانا خواب

محترم القام جناب اشتیاق احمد صاحب (مدیر بچوں کا اسلام کراچی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، !

مزاج گرامی امید ہے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ جسمانی صحت کے ساتھ اپنے کام اور کام بچوں کا اسلام میں مصروف عمل ہوں گے۔ آمنا سامنا ملاقات کی شکل میں نہیں ہوا مگر اعمال میں شریک عمل رہتے ہیں۔

ایک عجیب سہانا خواب 24/4/2008 کو سحری کے وقت دیکھا جس میں بہت سے اکابر کی موجودگی میں ہم اپنے شیخ اور مربی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور حضرت صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانی پس منظر پر گفتگو کر رہے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ شاید آپ کے دل میں بھی ہمارے لیے جگہ ہو جبکہ ہم تو آپ سے دینی محبت رکھتے ہیں اور پھر تمناؤں مہر وفا کا مرکز آستانہ صفدریہ اور گلشن سواتی ہم دونوں کیلئے ہو، اس گفتگو کو سب ہی حضرات بڑی توجہ سے سن رہے ہیں، اسی سہانے منظر کو دیکھ رہا تھا کہ لائن کٹ گئی اور میں بیدار ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم دونوں کیلئے اس خواب کو بہتر بنائے آمین۔

فقط والسلام

آپ کا مخلص قاضی محمد اسرائیل گڑنگی مانسہرہ

تاریخ 24/4/2008ء

☆☆☆☆☆☆☆

مولانا ابوطلحہ رشید احمد زاہد بن مولانا عبدالرؤف
متوطن نکہ جبوڑی ضلع مانسہرہ، خطیب جامع مسجد السعید منڈیاں ایبٹ آباد

آہ! زیارت گاہِ اہل عزم وہمت ہے لحد تیری

۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بمطابق ۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار حسب معمول مغرب کی نماز کے بعد احقر مسجد کیساتھ متصل اپنے دفتر میں قرآن کریم کے درس کیلئے مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی صاحبؒ کی تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' جلد نمبر ۴ سورۃ ال عمران کی آخری آیات کے تفسیری نکات کا مطالعہ کر رہا تھا کہ! موبائل پر گھنٹی بجی، السلام علیکم سے بات کا آغاز کیا تو جواب میں ''وعلیکم السلام'' کی آواز برادر محترم مولانا عبدالرحمٰن عابد صاحب (فاضل جامعہ نصرۃ العلوم) ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ کینیڈا کی تھی، چونکہ بندہ ناچیز اور مولانا درس نظامی کی ابتداء سے انتہاء تک ہم درس رہے اسلئے باہم رشتہ داری کے باوجود یہ نسبت ہم پر غالب ہے، علیک سلیک کے بعد ایک دوسرے کی خیریت سے آگاہی ہوئی لیکن مولانا کے لہجے میں افسردگی کو محسوس کرتے ہوئے میں نے حال احوال کے دریافت کرنے میں مزید تجسس کیا تو آخر مولانا نے میری لاعلمی کو بھانپتے ہوئے کہا کہ! میں نے تعزیت کیلئے آپ کو فون کیا ہے، مجھے حیرانگی ہوئی کہ آخر وہ کونسا صدمہ اور غم ہے جس پر مجھ سے تعزیت کی جارہی ہے تو معاً مولانا کی اگلی بات یہ تھی کہ انٹرنیٹ پر یہ خبر ہے کہ استاذ نا المحترم حضرت صوفی صاحبؒ کا وصال ہو چکا ہے اور ابھی ایک گھنٹہ بعد پاکستانی وقت کے مطابق رات ۹ بجے نماز جنازہ کی ادائیگی ہوگی یقیناً یہ بہت بڑا اور ناقابل برداشت صدمہ اور غم تھا کہ حضرت استادی الکریم صوفی صاحبؒ اپنے بے شمار چاہنے والوں کو روتا دھوتا چھوڑ کر اس دنیائے فانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی وہ بھی خموش ہے

یہ خبر سن کر مجھ پر سکتہ سا طاری ہو گیا لیکن ظاہر ہے انسان صبر کے سوا کر ہی کیا سکتا ہے، البتہ اپنی کم مائگی

پر انتہائی افسوس ہوا کہ اس عظیم سانحہ کی اطلاع ملک نہیں بیرون ملک سے مل رہی ہے، اور وہ بھی اتنی تاخیر سے کہ حضرت صوفی صاحبؒ کے آخری دیدار اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے گوجرانوالہ پہنچنا تو کیا پنجاب کی سرحد کو چھونے کیلئے بھی ایک گھنٹہ ناکافی ہے، اسی بے بسی کی حالت میں حضرت استادی الکریم صوفی صاحبؒ کی شخصیت، علمیت، فصاحت و بلاغت، کرامت، فقاہت سیاست، خطابت، شفقت، ہمہ جہت خوبیوں اور داغ مفارقت کے تخیل میں گم سم تھا کہ نماز عشاء کی اذان ہوئی، اللہ اکبر کی آواز کانوں میں پڑی تو دنیا فانی کی بے ثباتی مزید دل میں ثبت ہوگئی۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ٥ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ٥

نماز عشاء کے بعد مصلّٰی پر بیٹھتے ہی اس تصوراتی نقشہ کی پٹی ذہن میں چلنے لگی کہ ابھی اسی لمحہ جامع مسجد نور کے محراب کی اگلی جانب ہمارے محبوب استاد محترم حضرت صوفی صاحبؒ کے نرم و نازک جسد خاکی کو رکھے خوش قسمت لوگ نماز جنازہ کی صف بندی کر رہے ہونگے اور ان کے آخری دیدار کیلئے بے تاب ہوں گے لیکن مجھ ناچیز کیلئے اپنے استاد محترم کی بخشش اور درجات کی بلندی کی دعا کے علاوہ کوئی اور صورت نہ تھی۔

اگلے دن بروز سوموار یادگار اسلاف امام اہلسنت استادی المکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر، حفظہ اللہ ومتعنا اللہ بفیوضھم السر مدیۃ اور حضرت صوفی صاحبؒ کے صاحبزادگان، بالخصوص حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان صاحب سواتی مدظلہ سے تعزیت اور حضرت صوفی صاحبؒ کی مرقد منورہ پر حاضری کی خاطر بمعیت مدثر ملک ایڈووکیٹ صاحب ایبٹ آباد سے گوجرانوالہ کیلئے سفر کا آغاز کیا، رات تاخیر سے اپنے مادر علمی جامعہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر پہنچے، میرے مخدوم و مکرم حضرات صاحبزادگان صوفی صاحبؒ دفتر اہتمام میں تشریف فرما تھے۔

اب یہ وہ لمحہ ہے کہ حضرت صوفی صاحبؒ کے ایک روحانی پسماندہ انکے جسمانی پسماندگان سے تعزیت کیلئے حاضر ہے، اور جنکی تعزیت کی جارہی ہے انکی رحلت سے صرف جامعہ نصرۃ العلوم ہی نہیں بلکہ چمنستان اسلام اجڑ گیا ہے، علماء یتیم ہو گئے ہیں، اور خصوصاً ہم حضرت صوفی صاحبؒ کے تلامذہ تو نڈھال ہیں، لیکن گوجرانوالہ کے ایک عوامی قبرستان میں وصیت کے مطابق مدفون عوام الناس کے مصلح اور علم کے پہاڑ حضرت صوفی صاحبؒ کی مرقد یقیناً اس مصرعہ کی مصداق ہے۔

ے زیارت گاہِ اہل عزم و ہمت ہے لحد تیری

استاذی الکریم حضرت صوفی صاحبؒ کی باتیں بے شمار ہیں، ان کے سنانے والے بھی بے شمار ہیں انکی زندگی کے مختلف گوشے مختلف لوگوں کے سامنے ہیں، اور ان کی زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح موجود ہے۔

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے تیری داستان کے ہیں

مسلک ومشرب کے حوالہ سے احقر کا خاندانی تعلق بحمد اللہ اسی سواد اعظم سے رہا ہے جسکی ترجمانی کا کام خداوند قدوس نے امام اہل سنت حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ اور حضرت صوفی صاحبؒ سے لیا، اور مسلکی نظریات میں پختگی اور تیقن تب پیدا ہوا جب والد محترم مولانا عبد الرؤفؒ (شہید زلزلہ) متوطن نکہ جبوڑی مانسہرہ کے حکم پر درجہ خامسہ کی سالانہ تعطیلات ۱۹۹۴ء میں دورہ تفسیر کیلئے حضرت شیخ مدظلہ کے سامنے زانوئے تلمذ ٹیکے، چنانچہ یہ پہلا موقع تھا کہ ان عظیم دو بھائیوں کی زیارت اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

دورہ تفسیر قرآن کریم کے بعد درس نظامی کی تکمیل ودورہ حدیث شریف ۱۹۹۷ء کے لیے بھی اللہ تعالی نے ان ہی حضرات کے قدموں میں لا ڈالا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

چنانچہ اسباق کی تقسیم میں احادیث مبارکہ کی مستند کتاب ''السنن النسائی'' حضرت صوفی صاحبؒ سے پڑھنے اور دوران درس عبارت پڑھنے کا شرف بندہ کو حاصل ہوا، حضرت صوفی صاحبؒ عبارت کی تصحیح بھی فرماتے اور غلطی پر ڈانٹ بھی پلا دیتے لیکن شفقت غالب رہتی، اسباق سے فراغت کے اوقات میں حضرت استاذی المکرمؒ جامعہ کے دفتر اہتمام کے برآمدہ میں پڑی چارپائی پر تشریف رکھتے اور اس دوران تلامذہ اور عامۃ الناس حضرت صوفی صاحبؒ سے مستفید ومستفیض ہوتے۔

شروع سال میں ایک مرتبہ احقر بھی آ بیٹھا تو فرمانے لگے ''بابا قریب آؤ'' قریب ہوا تو اپنی چارپائی پر بیٹھنے کا حکم فرماتے ہوئے پوچھا کونسا علاقہ ہے اور کس برادری قوم سے تعلق ہے، میں نے عرض کیا کہ ضلع مانسہرہ گاؤں نکہ جبوڑی کا رہنے والا ہوں، قوم مغل اور خاندان چغتائی ہے، تحدیث نعمت کیلئے میں نے یہ بھی

عرض کر دیا کہ پردادا کا نام مولانا حاکم دین تھا اور ان سے اب تک علمی سلسلہ چل رہا ہے اور اجداد میں سے مولانا شیر احمد صاحب فاضل دار العلوم دیوبند تھے، اس پر استاد محترم حضرت صوفی صاحب بہت خوش ہوئے اور مزید برکت کی دعا دی۔

دوران طالبعلمی مجھ سے پیش آمدہ واقعہ یہ رونما ہوا کہ جمعۃ المبارک والے دن حضرت صوفی صاحب اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے اور چارپائی پر تشریف فرما کر ناخن تراشنے شروع کیے احقر جامعہ کی دوسری منزل سے نیچے اترا اور ناخن تراشنے کی خدمت کو باعث سعادت سمجھتے ہوئے اپنے کو پیش کیا تو فرمانے لگے بابا مغلوں نے تو حکومتیں کی ہیں لوگوں کے ناخن نہیں کاٹے، اس بات نے مجھے خاک میں ملا دیا کہ! چہ نسبت خاک را بعالم پاک، لیکن حضرت صوفی صاحب کا یہ فرمانا خدمت نہ لینے کا ایک بہانہ تھا، چنانچہ میں اپنی بات پر مصر ہو گیا اور آخر پورے سال میں یہ مختصری خدمت میرے حصہ میں آئی، ناخن تراشتے غالباً دائیں ہاتھ کی چھنگلیا انگلی کے ساتھ والی انگلی پر زخم کے نشان کے بارے میں احقر نے پوچھا تو فرمانے لگے بعض زخموں کے نشانات میں زندگی کے بڑے بڑے واقعات سمٹے ہوتے ہیں، اور پھر لگے واقعہ بیان کرنے کہ! بچپن کے زمانہ میں ہمارے ہاں ''چیڑاں ڈھکی'' کڑمنگ بالا ضلع مانسہرہ میں گائیں ہوتی تھیں اور ہم گاؤں کے بچے اپنے اپنے مویشیوں کو چرانے پہاڑوں پر لے جاتے تھے، ایک دفعہ ہماری گائے بھاگ پڑی اور میں اس کو واپس لانے میں دوڑتے ہوئے ٹھوکر کھا کر گر پڑا، اور اس انگلی پر نشان زخم اب بھی مجھے میرا بچپنا، دوڑنا اور زخم لگنا یاد دلاتا ہے۔ سبحان اللہ! ہمارے اکابر کی کیا ہی تواضع اور انکساری تھی کہ! اتنے بڑے علمی منصب پر فائز ہوتے ہوئے بھی اپنی زندگی کے متعلق چھوٹے چھوٹے واقعہ کو بیان کرنے میں عار نہیں محسوس کرتے، اور کیا ہی شفقت تھی کہ! ایک ادنیٰ طالبعلم سے بھی بے تکلف گفتگو فرما رہے ہیں۔

اُولٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ

بحیثیت استاد میرے قلب و ذہن پر حضرت صوفی صاحب کی شخصیت کا جو پرتو شروع میں پڑا، وہ آخر دم تک قائم رہا اور جوں جوں اپنا علم بڑھا ان کے علم کو وسیع سے وسیع تر پایا۔

اگر میں یہ کہوں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ اپنے دور کے وہ بڑے معلم، فقیہ، سیاستدان اور بلند پایہ خطیب تھے۔

مولانا محمد معروف خان عاجز سواتی
کورے اچھڑیاں ضلع مانسہرہ

دور اندیش ولی کامل

نَحمدُهٗ وَنُصَلّی علیٰ رسولِهِ الکریم اما بعد:

میں (مولانا) محمد معروف ۱۹۷۸ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم سے فارغ ہوا، ۱۹۷۳ء کو مدرسہ ہذا میں جب داخلہ لیا تو پیر و مرشد حضرت صوفی صاحب مرحوم کے چہرہ اقدس پہ نگاہ پڑی، میں نے حضرت کو ولی کامل پایا، حضرت نے اپنی ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری ہے، مسجد اور مدرسہ سے باہر نکلنا بہت کم ہوا ہے آپ نے اپنی زندگی گزارنے کی ایسی بہترین ترتیب بنائی تھی کہ میں خود حیران تھا، فراغت کے بعد بھی چھ سات سال تک میں وہاں تدریس وغیرہ کے شعبہ سے منسلک رہا، حضرت موصوف امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کے چھوٹے بھائی تھے، دونوں بھائی دارالعلوم دیوبند کے فارغ ہیں اور فراغت کے بعد دین کی خدمت میں لگے اور حقیقتاً دیوبند کے فرزند بن کر اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین متین کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھ کر خدمت کرتے رہے آج مدرسہ ہذا دارالعلوم کی شکل میں موجود ہے، دوران طالب علمی مولانا صوفی صاحب کی خاص شفقت مجھ پر رہی اور ان کی شفقت ہی کی وجہ سے اللہ نے اس قابل بنایا، ۱۹۷۳ء کے بعد ۱۳ سال تک ان بزرگوں کی دینی اخلاقی زندگی کو قریب سے دیکھتا رہا اور کوشش کرتا رہا کہ انکے نقش قدم پر چلوں عزم تو پکا ہے لیکن ان بزرگوں نے ایک عجیب زندگی گزاری ہے۔

ایک دفعہ میرے والدین مجھے لینے کیلئے حضرت کے ہاں گئے چونکہ حضرت کے ساتھ ہماری قریبی رشتہ داری بھی ہے کیونکہ امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر میرے سگے خالو ہیں، اس لئے ہمارے بڑوں کا بھی وہاں آنا جانا ہے، لہٰذا والد نے چاہا کہ میں مدرسہ سے نکل جاؤں تو میں ان سے چھپ گیا اور ان کی واپسی پر ہی مدرسہ میں دوبارہ آیا حضرت نے فرمایا کہ آپ کے والد صاحب آپ کو پڑھنے نہیں دیتے، ہمت کر کے پڑھ لو تو میں نے حضرت سے فرمایا کہ انشاء اللہ میں پڑھونگا، میں نے حضرت صوفی صاحب کو

بہت زیادہ شفیق اور گھر والوں کو بھی انتہائی شفیق اور مخلص پایا، میں نے حضرت کو خانگی زندگی گزارتے دیکھا ان کی نشست و برخاست دیکھی ان کی گفتگو کو سنا بڑی خوشبودار گفتگو کرتے تھے، ہر لحاظ سے ان کی زندگی ایک مکمل زندگی تھی جو انسان کو اپنی طرف کھینچتی تھی، ان کا ہر کام شریعت مطہرہ کے مطابق ہوتا تھا، زندگی میں ایسا ولی کامل میں نے کسی اور کو نہیں دیکھا، اگر کسی نے بھی اپنی نماز جنازہ کی وصیت میں یہ کہا کہ میری نماز جنازہ حضرت صوفی صاحب پڑھائیں گے تو مدرسہ سے نکل کر اس کی وصیت پوری کی اس کے علاوہ حضرت پوری زندگی باہر نہیں نکلے بعض علماء اپنے بچوں کو یہ نصیحت دے کر بھیجتے کہ تعلیم حاصل کرتے ہیں یا نہیں لیکن صوفی صاحب کے معمولات اور اوقات کو ضرور نوٹ کریں کہ اس شخص کے اوقات کیسے گزر رہے ہیں، فجر کی نماز اس وقت کھڑی ہوتی تھی جس وقت آپ پہنچ جاتے اور اسی طرح مغرب کی اذان بھی آپ کے پہنچنے پر دی جاتی تھی، اس اہتمام سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہر عمل کا آپ کے یہاں کتنا بڑا اہتمام تھا، طلباء کو اپنے بچوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، کسی طالب علم کو پریشان دیکھ کر تڑپ اٹھتے تھے، اور اس پریشانی کا سدباب کیے بغیر چین نہیں آتا تھا، حضرت صوفی صاحب ایک بے باک خطیب تھے، اپنے جمعہ کی ہر تقریر میں جابر، ظالم حکمرانوں کیخلاف آواز حق بلند کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ حکومت نے مدرسہ کو اوقاف میں لینے کی کوشش کی اور آخر کار حکومت نے اس ولی کامل کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے تھے، یہ واقعہ بھٹو دور میں وقوع پذیر ہوا، اور اسے مجبوراً اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا، آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صحیح جانشین تھے، حجۃ اللہ البالغہ طلباء کو ایسے انداز میں پڑھاتے تھے جس سے سارے طلباء آسانی سے سمجھ جاتے مہمان نوازی میں بھی منفرد مقام رکھتے تھے، انتہائی مہمان نواز تھے، مہمان کے آنے پر خوش ہوتے اور اس کے اکرام میں کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑتے تھے اور نہ ہی کمی برداشت کرتے تھے، کیونکہ مہمانوں کی خاطر تواضع میں ہی کرتا تھا، تمام لوگوں کی دعوت زیادہ تر قبول نہیں کرتے تھے، اس سلسلہ میں ایک مرتبہ ہمت کر کے پوچھنے پر فرمایا کہ پاکستان میں معیشت کی بنیاد سود ہے اس لئے اکثریت سود میں یا تو براہ راست مبتلا ہیں، یا اسکے زیر اثر ہیں، حضرت صوفی صاحب بزرگوں کا انتہائی احترام کرتے تھے، خصوصاً حضرت درخواستی صاحب سے بڑی عقیدت تھی، ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں ان کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا، دو تین ساتھی اور بھی تھے، حضرت خان محمد صاحب شاہ احمد امروٹی اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب تشریف لائے یہ اس وقت کی بات ہے کہ مفتی

صاحب کی رحلت کو چند ہفتے ہوئے تھے، جمعیت کے دو گروپ بن گئے تھے، حضرت صوفی صاحب جلال میں آ گئے اور ان حضرات سے ملنے سے انکار کر دیا کہ حضرت درخواستی صاحب کے ہوتے ہوئے دوسرا گروپ کیوں بنایا گیا ہے، میں ان لوگوں سے نہیں ملوں گا اس لئے کہ انہوں نے درخواستی صاحب کو چھوڑ کر دوسرا گروپ کیوں بنایا ہے، حالانکہ خود حضرت مفتی محمود صاحب درخواستی صاحب کو قائد مانتے تھے، سخت گفتگو کے بعد یہ حضرات واپس چلے گئے، اسلاف سے محبت کرتے ہوئے شاگردوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اسلاف کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے اور ضیاء الحق کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے بڑا لمبا خطبہ پڑھ کر اقتدار کا زمام سنبھالا ہے، جلدی رخصت ہونے والا نہیں ہے اور یہی ہوا کہ ضیاء کا مارشل لاء دور گیارہ سال پر محیط رہا تھوڑے دن کا اعلان تو ضرور کیا ہے لیکن ہوگا ایسا نہیں ان کی پیشن گوئی صحیح ثابت ہوئی، آپ ایک دور اندیش ولی کامل تھے، ایک مرتبہ نماز جمعہ پڑھ کر اپنے کمرے میں حضرت صوفی صاحب جب داخل ہوئے تو حافظ بشیر احمد صاحب نے مودودیت کی کوئی بات کر ڈالی تو حضرت صوفی صاحب نے حافظ بشیر احمد کو سخت ڈانٹا، حضرت صوفی صاحب کی طبیعت میں سادگی متانت اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، تکلفات کو پسند نہیں فرماتے تھے، ایسا لگتا تھا کہ وہ اسلاف کی ایک نشانی ہیں، ایک دفعہ خوش طبعی میں کہنے لگے کہ ہر مولوی نے اپنے لیے تخلص رکھا ہوا ہے جبکہ مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ آپ نے کچھ بھی ایسا نہیں کیا، پھر کہنے لگے کہ اپنا تخلص عاجز رکھیں، پھر میری سند میں مولانا محمد معروف عاجز لکھ دیا گیا۔

حضرت صوفی صاحب کی جیتی جاگتی تصویر ان کے فرزند مولانا محمد فیاض صاحب سواتی ہیں، مولانا فیاض صاحب ہم شکل ہونے کے ساتھ ساتھ وہی صفات رکھتے ہیں جو حضرت صوفی صاحب میں تھیں، اور مزاج بھی تقریباً وہی ہے، باقی بچے بھی صحیح طور پر ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، اللہ پاک سے دعا ہے کہ پیر و مرشد حضرت صوفی صاحب کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور بچوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، وقت ملا تو حضرت کی زندگی پر لکھتے رہیں گے۔

===============

مولانا حافظ گلزار احمد آزاد
فاضل جامعہ نصرۃ العلوم

مثالی شخصیت

دنیا میں اچھے اچھے باکمال صاحب اوصاف لوگ بہت گزرے اب بھی ہیں اور آئندہ بھی آتے رہیں گے مگر ایسی شخصیات بہت کم ہوتی ہیں جو دوسروں کیلئے نمونہ اور مثال بن جائیں یعنی آئیڈیل حضرات کی تعداد کم ہوتی ہے، ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی بھی ان مثالی شخصیات میں شامل ہیں، آپ نے گوجرانوالہ میں ایک ایسا دینی ادارہ (مدرسہ نصرۃ العلوم) قائم کیا جو اپنے حسنِ نظم اور تعلیمات اسلامیہ کے حوالہ سے اہل علم کے ہاں بہترین آئیڈیل ادارہ ہے آپ نے اپنی دوسری گرانقدر تصنیفات کے علاوہ قرآن کریم کی تفسیر لکھی جو عصر حاضر میں قرآنی فہم، باطل فرقوں کی سرکوبی اور الٰہی نظام کو سمجھنے کیلئے اپنی مثال آپ ہے۔

باوجود اس کے کہ آپ کے مزاج میں استغناء اور قناعت کا غلبہ تھا مگر اپنے شاگردوں کے ساتھ آپ کا رویہ مشفقانہ مربیانہ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی بے تکلفانہ ہوتا تھا، زندگی کے ہر پہلو پر نظر ہوتی تھی، دینی اور دنیوی معاملات کا کمال امتزاج تھا، صاف گوئی سیدھی صاف بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، تمام دینی جماعتوں کے معاون رہے، لیکن جمعیت علماء اسلام سے خصوصی تعلق اور گہری قلبی وابستگی تھی، اس سلسلہ میں آپ کی رائے دوٹوک اور واضح تھی کہ جماعت صرف جمعیۃ علماء اسلام ہی ہے لگی لپٹی رکھے بغیر سچ بات کہہ دینا ان کا شیوہ تھا، حالات، رائے عامہ، کسی طبقہ کی ناراضگی کی انہیں قطعاً کوئی پرواہ نہ تھی مارشل لاء کے دور میں بھی جو حق سمجھا، برملا کہہ دیا کیس بنا فوجی عدالت میں گئے لیکن مردقلندر نے حق گوئی کی مثال قائم کرتے ہوئے اہل حق کی نہ صرف لاج رکھی بلکہ اہل دین کی گردن کو فخر سے بلند کر دیا،

؎ آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

میں نے درس نظامی کی تعلیم کا آغاز جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے کیا یہ جامعہ رشیدیہ کے بھرپور جوبن کا زمانہ تھا، صوبہ پنجاب کا یہ معروف مجاہد دینی ادارہ اپنے شباب پر تھا، کیا عجیب پر بہار دور تھا، شیخ الحدیث مولانا عبداللہؒ کی تدریس وتربیت اور تقویٰ وطہارت کی مقدس فضا مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ کی خطابت اور جہادی للکار وطنطنہ، علامہ غلام رسولؒ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں،

؎ یا رب کس دیس میں یہ ہستیاں بستی ہیں
جنہیں دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں

۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ شروع ہوئی تو والدہ محترمہ (اللہ کریم ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے، آمین) کا اصرار ہوا کہ کوئی نزدیک مدرسہ تلاش کر کے وہاں داخل ہو کر اپنی تعلیم مکمل کرلو میں تجھے دور نہیں بھیج سکتی۔

سچی بات یہ ہے کہ میں اس وقت گوجرانوالہ شہر کے مدارس سے بھی واقف نہ تھا، کچھ احباب سے مدرسہ نصرۃ العلوم کے بارے میں معلوم ہوا تو خود دیکھنے گیا، جمعۃ المبارک کا دن تھا، اتنی خوبصورت کشادہ وسیع مسجد دیکھی جو کھچا کھچ لوگوں سے بھری ہوئی تھی، بہت خوشی ہوئی اتنے میں حضرت صوفی صاحبؒ تشریف لے آئے، خطاب شروع فرمایا دل میں خیال آیا کہ اتنی بڑی مسجد اور عظیم اجتماع مگر خطیب اس کے شایان شان نہیں، دل، دل میں دوسرے خطباء سے تقابل کرنے لگا، لیکن جوں جوں آپ کی خطابت نے رنگ جمایا حقیقت کی ترجمانی کی اہل حق کی واضح دوٹوک دلائل وبراہین کی روشنی میں پرزور حمایت کی سب وسوسے دم توڑ گئے اور حضرت سواتیؒ کی شخصیت دل میں سماگئی۔

؎ دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں، میں

ان اکابر کی صحبت اور ان کی جوتیوں میں بیٹھنا مقدر تھا، مدرسہ میں داخل ہو کر پڑھائی شروع کر دی عقائد کی پختگی اپنے اسلاف کا تعارف اور ان سے نظریاتی وابستگی ان کا دینی وسیاسی مشرب اور اس کی تمام تر

تفصیلات، یہ سب کچھ ہمیں ان ہی اساتذہ کرام سے حاصل ہوا، مجھے یاد ہے ۱۹۷۱ء ہی سے میں نے سیالکوٹ روڈ پر واقع آبادی کوٹھی برکت رام کی مسجد میں جمعہ پڑھانا شروع کر دیا تھا (اب اس آبادی کا نام ابوبکر ٹاؤن اور مسجد کا نام مسجد ختم نبوت ہے احقر تا حال یہاں دینی خدمت سرانجام دے رہا ہے، بحمد اللہ تعالیٰ)

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں پورا ملک سراپا احتجاج تھا مجلس عمل ختم نبوت پاکستان کے مرکزی صدر عظیم محدث حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ تھے انہی دنوں روزنامہ نوائے وقت اخبار میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بارے میں علامہ اقبال مرحوم کی مشہور رباعی جس میں حضرت مدنی پر قومیت کے حوالہ سے تنقید کی گئی ہے (جس پر علامہ اقبالؒ نے معذرت بھی کر لی تھی) ایک بڑے اشتہار کی شکل میں شائع ہونا شروع ہوئی جس سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ مولانا بنوریؒ کا تعلق جمعیۃ علماء ہند سے ہے اور وہ پاکستان میں تحریک چلا کر انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں، یہ اشتہار جانثارانِ مصطفیٰ جیسے مقدس ناموں سے شائع ہو رہا تھا (یاد رہے کہ یہ سب قادیانیوں کی سازش تھی تا کہ ان کے خلاف تحریک انتشار کا شکار ہو جائے اس سے آپ کو مذکورہ اخبار کا اس حساس تحریک کے سلسلہ میں کردار بھی معلوم ہو جانا چاہیے)

طالبعلمی کا دور تھا ہمارے جذبات بھی جوان تھے جمعہ کے بیان میں علامہ اقبال مرحوم اور سید حسین احمد مدنیؒ کا باہمی تقابل کرتے ہوئے بہت کچھ کہہ دیا آخر میں یہ بات بھی اللہ نے کہلوا دی کہ علامہ اقبال کی پہلی اور بعد والی زندگی میں نمایاں فرق ہے علامہ انور شاہ کشمیریؒ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، میاں شیر محمد شرق پوریؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ رحمہم اللہ تعالیٰ سے تعلقات کی وجہ سے علامہ اقبالؒ کے نظریات و افکار میں تبدیلی اور انقلاب آیا، دینی عقائد کی پختگی قادیانی تحریک اور کشمیر کمیٹی سے علیحدگی اور ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ کے سلسلہ میں اشعار اور نثری تحریریں، یہ ان بزرگوں کا فیض ہے جو علامہ مرحوم کو نصیب ہوا۔

اب علامہ اقبال مرحوم قادیانیت کے خلاف ایک جاندار اور موثر آواز ہیں، میری جمعہ کی تقریر سے مخالفین نے فائدہ اٹھاتے ہوئے شورش بپا کر دی کہ مولوی صاحب نے علامہ اقبال کی توہین کی ہے ان لوگوں میں صحافی، لادین اور مفسد لوگ آگے آگے تھے، مسجد سے مجھے بڑے پیار اور عقیدت سے اپنے دوستوں نے چھٹی کرنے پر مجبور کر دیا راقم الحروف نے حضرت مدنیؒ کی زندہ کرامت دیکھی کہ عام لوگوں کی اکثریت میرے حق میں ہو گئی، یہاں تک کہ انہوں نے مسجد میں اذان اور جماعت تک بند کروا دی اب چار و ناچار اس

معاملہ کو ہوا دینے والے لوگ پریشان ہو کر آئے کہ مولوی صاحب کو واپس لے آؤ مسجد کا سارا نظام رک گیا ہے، کہیں ہم پر عذاب نہ آ جائے نمائندہ حضرات میرے پاس آئے میں نے جانے سے انکار کر دیا اور وہ مسلسل آتے جاتے رہے، اصرار و تکرار جاری رہا بالآخر میں نے اس شرط پر ہاں کر دی کہ اگر استاذ محترم حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ حکم فرمادیں تو میں تیار ہوں ورنہ نہیں۔

اس پر محلہ کے نمایاں حضرات مع مخالفین مدرسہ میں حضرت سواتی صاحبؒ کے پاس آئے، آپ نے ان سب کو اور مجھے بہت پیارے انداز سے سمجھایا حضرت مدنیؒ کا مقام علامہ اقبال کی فکر اور پھر اصل حقائق کیا ہیں؟ قادیانیت کے مکر و فریب اور یہ کہ امت مسلمہ کے خلاف جو وہ زہر پھیلا رہے ہیں کس کس روپ میں وہ آتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

آخر میں ان لوگوں کے اصرار پر حضرت نے مجھے فرمایا، بیٹا جاؤ دین کا کام کرو، بہر حال جب بھی حضرت کے پاس جانا ہوتا بہت قیمتی ہدایات دیتے جن کی اصل قدر و منزلت کا بعد میں اندازہ ہوتا، ہر عمل میں خلوص پر زور دیتے فرماتے خلوص للّٰہیت اللہ کی رضا کی طلب ہر عمل کی جان ہے کوئی ادارہ کوئی جماعت اپنے مقصد اور اپنے ہدف سے پہچانی جاتی ہے، نیت کی تصحیح بہت ضروری ہے اللہ کے ہاں حسنِ عمل دیکھا جاتا ہے، اعمال گنے نہیں جاتے کثرتِ عمل سے وزن نہیں بڑھتا بلکہ حسنِ عمل سے ہی عمل کی قدر و منزلت اور مقام کا تعین ہوتا ہے اور فرماتے اپنے کام اپنے مشن پر سیدھے چلتے رہو دائیں بائیں الجھنے کی کوشش مت کرو ورنہ وقت ضائع ہوگا اور منزل دور ہو جائے گی۔

جنازہ میں ملک بھر سے آپ کے شاگرد علماء کرام اساتذہ، مشائخ عظام اور آپ سے محبت کرنے والوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر امڈ آیا تھا، تین روز قبر کی مٹی سے عجیب خوشبو آتی رہی، آپ کی وصیت کے مطابق عام قبرستان میں تدفین ہوئی ایک درخت کے نیچے قبر بنی ایک صبح قبرستان گیا قبر پہ حاضری ہوئی عجیب پرسکون ماحول نے دل پر ایسا اثر کیا اندر سے آواز آئی ایسے لوگ مرا نہیں کرتے جن کا مشن پروگرام باقی رہے ان پر فنا نہیں آتی۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا قاری گلزار احمد قاسمی
مہتمم جامعہ قاسمیہ گوجرانوالہ

کون اٹھا ہے آج عالم سے

دنیا سے کچھ عظیم ہستیاں گزر چکی ہیں جنکا صرف نام لینے سے ہی انسان سراپا سکون و اطمینان بن جاتا ہے جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہوتی ہے، انسان ان کی عظمت سے مرعوب ہو جاتا ہے، ان کا رعب و جلال اپنوں بے گانوں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے، اتباع توحید و سنت سے سرشاری کیوجہ سے اہل کفر و بدعت انکا مقابلہ کرنے سے قاصر رہتے ہیں ان ہی عظیم ہستیوں میں سے امت کے ایک عظیم سپوت، مفسر قرآن، مجاہد اسلام حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحبؒ تھے جنہوں نے اسلام کی عظمت و بقاء کیلئے بے تحاشا قربانیاں دیں اور اسلام کے خلاف اٹھنے والے شعلوں کا جواب اپنی زبان و قلم کیساتھ دیا، حضرت صوفی صاحب پر خشیت الٰہی کا غلبہ تھا، مولانا دین اسلام کے حسین سنگم تھے جو کہ اخلاص وللٰہیت علم وتقویٰ دیانت و امانت کے پیکر تھے، الحمدللہ یہ مجھے اعزاز حاصل ہے کہ حضرت میرے استاد ہونے کے ساتھ ساتھ میرے مربی اور رہنما بھی تھے مجھے تین حضرات کی محبتیں اور شفقتیں زندگی بھر نہیں بھولیں گی ایک تو میرے والدین، دوسرے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سرفراز خان صاحب، تیسرے مفسر قرآن حضرت صوفی صاحب جب میں چھوٹا تھا اس وقت تک تو اپنے گھر پر حضرات والدین کی محبتوں اور شفقتوں کی گھنی چھاؤں میں رہا اور دنیا کی جھلسا دینے والی لو سے محفوظ رہا اور جب میرا تعلق حضرت شیخ الحدیث صاحب اور حضرت صوفی صاحب سے ہوا تو ان کی محبتیں اور شفقتیں حاصل ہوئیں مجھ پر میرے اللہ کا ہمیشہ سے یہ فضل و احسان رہا ہے کہ میں نے کبھی کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ وقت کے اکابر و بزرگان دین کی مشاورت و راہنمائی ہمیشہ میرے ساتھ رہی، خصوصاً حضرت شیخ صاحب اور حضرت صوفی صاحب۔

حضرت والا سے میرا تعلق

۱۹۶۵/۶۶ء سے لیکر جب میری عمر ۱۶ سال کی تھی اس وقت سے ہمیشہ حضرت کی صحبت میں رہا احقر

گیارہ سال مدرسہ نصرۃ العلوم میں حضرت کی زیر سرپرستی پڑھاتا رہا ایک مرتبہ کلاس میں حضرت میرے پیچھے آ کر بیٹھ گئے کافی دیر مجھے پڑھاتا ہوا دیکھتے رہے جب میں نے پیچھے دیکھا تو حضرت تشریف فرماتے حضرت بڑے خوش ہوئے اور دعا دی حضرت بے شمار اوصاف کے حامل تھے ان میں سے ایک صفت یہ بھی تھی جہاں کہیں فوتگی ہوتی حضرت مجھے بلاتے اور اپنے ساتھ لے جاتے وہاں گھر والوں کو تسلی دیتے تھے اور جنازہ میں بڑے اہتمام سے شریک ہوتے۔

ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک

ایک دفعہ ہمسایوں میں رات کو فوتگی ہوگئی تو گھر والوں نے حضرت کو اطلاع نہ دی تو کسی نے اطلاع دی تو مجھے ساتھ لیکر وہاں پہنچے اور گھر والوں کو تسلی دی اور جنازہ کی امامت فرمائی یہ تھا حضرت کا ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک۔

جامعہ کا قیام

جامعہ قاسمیہ کا قیام حضرت والا کی اجازت سے ہوا اور یہاں جمعہ پڑھانے کی اجازت خود حضرت والا نے مرحمت فرمائی ایک دفعہ حضرت والا نے اپنی طرف سے ایک مدرس قاری محمد اشرف قاسمی کو بھیجا احقر نے انہیں جامعہ قاسمیہ کی ایک شاخ کا مستقل منتظم بنا دیا اور تا حال وہ منتظم ہیں، اور ان کے بھیجے ہوئے قاری صاحب کی طرف سے آج تک کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں آئی، یہ حضرت والا کی کرامت ہے ان کے انتقال کے بعد خود قاری صاحب نے بتلایا کہ میں حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت میں خدمت قرآن کیلئے حاضر ہوا تو حضرت صوفی صاحب نے مجھے آپ کے جامعہ میں بھیج دیا کہ جاؤ جامعہ قاسمیہ میں قرآن مجید کی خدمت کرو۔

اعزازات

جامعہ قاسمیہ میں سالانہ جلسہ منعقد ہوا حضرت صوفی صاحب تشریف لائے اور سرپرستی فرمائی جلسہ میں حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری اور حضرت مولانا قاری سالم قاسمی صاحبان نے بیان فرمایا اور حضرت ان علماء کرام کے مکمل بیان کے دوران تشریف فرما رہے پھر حضرت نے جامعہ کی ایک شاخ کا سنگ بنیاد رکھا ایک مرتبہ سالانہ امتحان پر حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا صوفی ریاض خان سواتی کا وقت لیا تھا اور حضرت والا کو پتہ چلا تو حضرت نے فرمایا میں بھی جامعہ قاسمیہ جانا چاہتا ہوں تو امتحان کے دن احقر اپنی گاڑی پر حضرت کو مدرسہ نصرۃ العلوم سے لیکر آیا، پھر جامعہ میں تشریف لا کر تمام ممتحنین سے مصافحہ فرمایا جامعہ کیلئے خصوصی دعا

فرمائی، ایک مرتبہ حضرت نے خود فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے، کہ میں ایک رات جامعہ قاسمیہ میں بسر کروں تو آپ یہاں تشریف لائے اور رات کا قیام فرمایا اور احقر سے بہت شگفتگی سے باتیں فرماتے رہے۔

صبر

حضرت بہت صابر تھے ارکان عملہ اور اہل علاقہ سے اگر کوئی تکلیف پہنچتی تو کسی سے اظہار نہیں فرماتے تھے ایک طالب علم کے حضرت نے مجھے خطوط پڑھائے جس میں حضرت کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں تھیں لیکن حضرت نے اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں فرمایا۔

دنیا سے بے رغبتی

حضرت اپنی ذات کیلئے کسی سے پیسے نہیں لیتے تھے کیونکہ حضرت کو دنیا کے مال و متاع سے کچھ غرض نہیں تھی کئی مرتبہ خود احقر نے اس کی کوشش کی لیکن مراد بر نہ آئی ارشاد فرماتے بھائی میرا گزارہ ہو جاتا ہے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

آپ کا جنازہ گوجرانوالہ کا ایک تاریخی جنازہ تھا جس میں ملک بھر سے تقریباً ہزاروں علماء صلحا اور طلبہ نے شرکت کی جامعہ نصرۃ العلوم کا وسیع تر احاطہ سمٹ گیا، اور اس کی چار دیواری تنگ دامنی کا شکوہ کرنے لگی لوگ آپ کے آخری دیدار کیلئے بے چین و بے تاب تھے تب آسمان بھی آپ کی مقبولیت پر رشک کر رہا تھا اور آسمان والے بھی آپ کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، یوں یہ مفسر بے بدل دار الفنا سے دار البقاء کو سدھار گیا، ماشاء اللہ حضرت کے صاحبزادگان حضرت مولانا فیاض خان سواتی صاحب اور مولانا ریاض خان سواتی صاحب بہت احسن طریقہ سے جامعہ کی ذمہ داریوں کو سرانجام دے رہے ہیں اور جانشینی کا حق ادا کر رہے ہیں، اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے پسماندگان کو صبر جمیل اور صفت رضا بالقضاء سے نوازے اور جامعہ نصرۃ العلوم میں حضرت صوفی صاحب کی وفات سے پیدا ہونے والے اس خلا کو بہت جلد ہر پہلو سے کماحقہٗ پُر فرمائے اور ہمارے مخدوم مکرم استاد محترم حضرت صوفی صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور اپنے قرب کے اور جوار رسول اللہ ﷺ کے درجات عالیہ پر فائز کرے، آمین۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

مولانا محمد شاہ نواز فاروقی
مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

؎ کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

یوں تو اس کائنات رنگ و بو میں آئے دن لاکھوں انسان جنم لیتے ہیں اور وقت مقررہ پر بالآخر موت کی بازی ہار جاتے ہیں۔ مگر نہ تو انکی زندگی اور سیرت خلق خدا کے لیے کسی خاص اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور نہ ہی انکے چلے جانے سے نظام زندگی میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے۔ لیکن اس کائنات رنگ و بو میں کچھ ایسے نفوس قدسیہ بھی جنم لیتے ہیں جو اس جہان فانی سے کوچ کرنے سے قبل اپنی عمدہ سیرت روشن و بلند کردار کے ذریعے ایسے ان مٹ نقوش اور روشن یادیں چھوڑ جاتے ہیں کہ بعد میں آنے والا ہر سلیم الفطرت انسان انکی اتباع کو سرمایہ افتخار سمجھنے لگتا ہے۔ اور اپنی سوچوں کو انکی یادوں سے وابستہ کر لیتا ہے۔ حتیٰ کہ انکی زندگی کا ہر ہر لمحہ انکے نقش پا کا متلاشی ہو جاتا ہے۔ جنکی ملاقات کیلئے روح بے چین اور آنکھیں دید کو ترسنے لگتی ہیں جنکے روشن کردار اور عزم و استقلال کے مطالعہ سے ایمان کو تازگی، قلوب و اذہان کو پاکیزگی، ارواح کو سرشاری، اعمال و افعال کو بیداری، فکر کو وسعت، نظر کو ٹھنڈک، اور بے راہ روی کو صراط مستقیم کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ انکی زندگی عوام و خواص کیلئے وجہ تسکین دل و جان اور انکا وجود زمین پر اللہ کی نعمت ہوتا ہے۔ جب تک یہ زندہ رہتے ہیں۔ لوگ ان سے مختلف طریقوں سے فیضاب ہوتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ عالم آخرت کی طرف کوچ کر جاتے ہیں تو فضاء یکدم سوگوار ہو جاتی ہے۔ نظام کائنات تھم جاتا ہے۔ اور ایک ایسا خلاء پیدا ہو جاتا ہے جسے پر کرنا ناممکن نہ سہی تو انتہائی مشکل ضرور ہوتا ہے۔ انہی بلند پایہ ہستیوں میں سے استاذ المحدثین والمفسرین حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک ہیں۔ آپ علم و سیاست کا سرچشمہ تھے۔ جس سے کئی سوتیں پھوٹتی ہیں۔ آپ فقیروں میں فقیر، درویشوں میں درویش، عالموں میں عالم، سیاستدانوں میں سیاستدان، اصحاب تحقیق میں نامور محقق، طبیبوں میں طبیب، گویا کہ آپ ہر فن

کی وجہ سے ہر خاص و عام کی عقیدت و محبت کا مرکز تھے۔

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

آپ کی ذات گرامی اگرچہ ہر خاص و عام میں مقبول ہونے کی وجہ سے محتاج تعارف نہیں ہے......

تاسیس مدرسہ نصرۃ العلوم

آپ نے بدعات و رسومات کی بیخ کنی اور توحید و سنت کی ترویج و اشاعت کیلئے عوامی ضرورت کے پیش نظر 1952ء میں اخلاص وللہیت کی دولت سے سرشار ہو کر ایک ایسے شجر توحید کی تخم ریزی کی جسکے پھلوں کا رس شرک کے زہر سے آلودہ قلوب و اذہان کیلئے تریاق ثابت ہوا۔ آپ نے ایسا مثالی گلشن بنایا جس میں کھلنے والی ہر کلی سے اٹھنے والی خوشبو کے جھونکے نے رسوم و رواج اور بدعات کے بدبودار ماحول کو یکسر ختم کر کے سنت نبوی ﷺ کی روح افزاء خوشبو سے سارے ماحول کو معطر کر دیا اسی کے ساتھ ملک کی عظیم دینی درسگاہ مدرسہ نصرۃ العلوم کی تاسیس ہوئی جسکا فیض آج پورے عالم میں پھیلا ہوا نظر آ رہا ہے۔

یا خدا یا ایں مدرسہ را قائم بدار
فیض او جاری بود لیل و نہار

تدریسی خدمات

تاسیس مدرسہ کے فوراً بعد آپ مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے اور درس نظامی میں شامل فنون کی مشکل ترین کتب کی تدریس فرماتے رہے۔ آپ بڑی سے بڑی مشکل ابحاث کو چٹکیوں میں حل کر کے آسان سے آسان انداز میں طلباء کے دماغ میں اتار دیتے۔ زمانہ تدریس میں دیگر معروف کتب کے ساتھ ساتھ آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' کا تقریباً چالیس مرتبہ درس دیا۔ جس کی تعلیم تقریباً تمام مدارس میں ختم ہو چکی تھی۔ فلسفہ ولی اللٰہی ہمیشہ آپکا ذوق اور دلچسپ مضمون رہا.....

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطاء کرتا ہے۔

خطابت اور سیاسی خدمات

آپکی جہاں تعلیمی تدریسی اور تصنیفی خدمات قابل ذکر ہیں وہیں پر تقریری اور سیاسی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں، آپ مسلسل پچاس سال تک جامع مسجد نور کے منبر پر بطور خطیب جلوہ افروز رہے اور باران علم وحکمت برساتے رہے، آپکے زمانہ خطابت میں شہر کا سب سے بڑا اجتماع جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں ہوتا تھا۔ آپکے خطبہ شروع کرنے سے قبل ہی لوگ کثیر تعداد میں مسجد میں جمع ہوتے تھے۔

آپ کا خطاب سن کر سناٹا طاری ہو جاتا یقیناً آپ ایک نڈر اور حق گو خطیب ومبلغ تھے، آپ جب حکومتی ظلم وجور کی دھجیاں بکھیرتے اور بغاوت کا علم لیکر پہاڑوں کو اپنے ساتھ آنے کی دعوت دیتے تو وہ پانی پانی ہو کر آپ کے ساتھ بہہ نکلتے، سمندروں کو آواز دیتے تو انکی گہرائیاں ابھر کر سامنے آجاتیں، آپ پر سکندر مرزا سے لیکر نواز شریف کے دور تک تقریباً ہر ظالم و جابر حاکم کے خلاف صدا بلند کرنے کی پاداش میں متعدد مقدمات بنے۔ حتیٰ کہ ایوب خان کے دور میں آپ کی زبان بندی بھی ہوئی۔ اور ضیاء الحق کے مارشل لاء میں آپکو اشتہاری مجرم قرار دے دیا گیا۔ اور گرفتاری بھی عمل میں آئی۔ فوجی عدالت میں مقدمہ چلا اور تابرخاست عدالت سزا سنائی گئی۔ اور 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپکو گرفتار کرلیا گیا۔ اور تقریباً سات ماہ تک گوجرانوالہ جیل میں پابند سلاسل رکھا گیا۔ لیکن آپکے عزم واستقلال اور حق گوئی میں ذرہ برابر کمی نہیں آئی۔

عادات وخصائل

آپ اپنے اکابر اساتذہ اور بڑوں کا دل و جان سے احترام کرتے، چھوٹوں پر باران شفقت اور معاصرین سے قابل دید سلوک کرتے جو ہر دل کی شدت پیاس میں اضافہ کر دیتا، طلباء کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھتے، ان پر کسی کی تنقید اور انکی تکلیف کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے، ہمیشہ سادہ لباس زیب تن فرماتے اکثر سر پر سفید ٹوپی یا رومال باندھتے، سادہ کھانا تناول فرماتے کبھی کسی کی غیبت نہ کرتے، ہر کسی کی ہمدردی اور خیر خواہی چاہتے، اپنا سارا وقت گھر اور مدرسہ کی چاردیواری میں تعلیمی، تصنیفی، تدریسی اور انتظامی مصروفیات میں گزارتے، مدرسہ کی چاردیواری سے بغیر کسی سخت مجبوری کے باہر نہ نکلتے، بچپن ہی سے کھیل کود سے بالکل

کورے اور ہر علاقے کے عادات واخلاق اور زبان وکلاس سے تبحر کے ساتھ واقف تھے، آخری عمر میں بیماری کی شدت کے باوجود بھی زبان پر شکوہ نہ لائے، ہمیشہ صابر وشاکر رہے، اور صبر وشکر ہی کی حالت میں 6 اپریل بروز اتوار 2008ء بمطابق 28 ربیع الاول 1429ھ تقریباً صبح پونے دس بجے اپنے شاگردوں، لواحقین اور متعلقین کو داغ مفارقت دیکر یہ علم وحکمت کا نیّرِ تاباں دنیائے فانی سے رخصت ہوگیا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

حضرت نے سوگواران میں تین صاحبزادے حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، حضرت مولانا محمد ریاض خان سواتی ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم، حضرت مولانا عرباض خان سواتی مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم چھوڑے۔ جو انکے گلشن کی آبیاری کررہے ہیں، انکے علاوہ چار صاحبزادیاں اور بیوہ چھوڑی اور ہزاروں کی تعداد میں آپ نے اپنے شاگرد چھوڑے جو ملک وبیرون ملک قرآن وسنت کے علم کو بلند کیے ہوئے ہیں۔

علم والے علم کا دریا بہا کر چل دیئے
کچھ واعظان قوم سوتوں کو جگا کر چل دیئے
کچھ سخن ورتھے جو سحر اپنا دکھا کر چل دیئے
کچھ مسیحا تھے جو مردوں کو جلا کر چل دیئے

آپ کی نماز جنازہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں آپ کے صاحبزادے اور جانشین حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم نے پڑھائی بعد ازاں آپ کو گوجرنوالہ کے قبرستان کلاں میں ہزاروں افراد کی آہوں اور سسکیوں میں سپرد خاک کردیا گیا۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم فشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مولانا قاری گل احمد الاظہری
خطیب جامع مسجد مدنی چکوٹھی آزاد کشمیر

جس نے سازِ زندگی میں سوز پیدا کردیا

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔"کُلُّ نفسٍ ذائِقۃُ الموت"

ضابطہ خداوندی کے تحت ہر انسان اس عارضی اور فانی دنیا کو چھوڑتا ہے، عام انسان کی موت اور ایک عالم دین کی موت میں فرق ہے، عام آدمی کی موت سے اس کے اعزا واقارب، علاقہ اور گاؤں والے متاثر ہوتے ہیں، جب کہ ایک عالم دین کی موت کو مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ فرمایا گیا، کہ عالم دین کی موت سارے جہان کی موت ہے۔

سال ۲۰۰۸ء اہل حق کیلئے اس اعتبار سے حزن وملال کا سال ہے، کہ اس میں عالم اسلام کی عظیم علمی، دینی وروحانی شخصیات اس عالم فانی سے عالم بقا کی جانب روانہ ہوگئیں، جن میں پیر طریقت سید نفیس شاہ صاحبؒ، علامہ انظر شاہ صاحب کاشمیریؒ اور محدث جلیل شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتیؒ بانی مدرسہ نصرۃ العلوم جو طویل علالت کے بعد مورخہ ۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار اپنے خالق حقیقی سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولاناؒ عصر حاضر میں صحیح معنوں میں اسلاف امت کا نمونہ تھے، تقریباً پون صدی تعلیم وتعلم درس وتدریس وعظ ونصیحت اور تالیف وتصنیف میں صرف کی، شرک وبدعت اور رسومات باطلہ کے خلاف زبانی اور قلمی جہاد کیا، وطن عزیز میں باطل قوتوں کے خلاف چلنے والی تحریکات کی آخر وقت تک سرپرستی فرمائی، تحریک ختم نبوت کے دوران قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، آپ کا قائم کردہ ادارہ جامعہ نصرۃ العلوم ملک کی معروف دینی درسگاہوں میں سے ایک ہے، جس سے بلا مبالغہ ہزاروں حفاظ، قراء علماء وفضلاء فارغ ہوکر ملک کے کونے کونے اور بیرون ملک دین متین کی خدمت میں مصروف ہیں، اسی طرح آپ کی تصنیفات وتالیفات سے بے شمار بندگان خدا مستفیض ہو رہے ہیں، بالخصوص "معالم العرفان فی دروس

القرآن'' اور دروس الحدیث تشنگانِ علوم قرآن وحدیث کیلئے بہترین تحفہ ہے، حضرت مولانا'' سے راقم کی پہلی ملاقات ۱۹۹۲ء میں ہوئی جب مخدوم مکرم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دامت برکاتہم چناری والے جامعہ نصرۃ العلوم میں شریک دورہ حدیث تھے، اس کے بعد گاہے گاہے ملاقات کیلئے حاضری ہوتی رہی ہے۔

وفات سے تقریباً ۴ سال قبل راقم مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت مولانا'' کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو تقریباً ایک گھنٹہ حضرت کے پاس رہا مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی ملکی حالات پر بھی تبصرہ فرمایا، راقم سے پوچھا کہ سرکاری ملازمت بھی ہے تو جواباً راقم نے عرض کی کہ سکول میں مدرس ہوں، فرمانے لگے کہ سکول کی ملازمت نہیں چھوڑنی وقت کا تقاضا ہے کہ صحیح العقیدہ لوگ ہر سرکاری ادارے میں ہوں، بالخصوص محکمہ تعلیم میں ان لوگوں کا ہونا انتہائی مفید ہے۔

ملکی حالات پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ بزرگوں نے اس ملک کیلئے بیش بہا قربانیاں دی تھیں لیکن افسوس کہ ان حضرات نے جس مقصد کیلئے قربانیاں دی تھیں وہ مقصد پورا نہیں ہوا وہ مقصد عظیم صرف اور صرف اس ملک میں نفاذ اسلام تھا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مولانا'' کی دینی وملی خدمات کو قبول فرمائے اور ہم سب کو اسی جذبے اور لگن کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق بخشے، آمین۔

اور حضرت مولانا'' کے فرزندان گرامی جو کہ انتہائی اخلاص اور للّٰہیت سے حضرت'' کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور جملہ متعلقین کو اس صدمہ جانکاہ پر صبر عطا فرمائے، آمین۔

عمر بھر جس نے جلائے علم و حکمت کے چراغ
آہ اس کی جدائی پر ہیں سینے داغ داغ
اے خدا آسودہ جنت میں رہے وہ روح پاک
جس نے سازِ زندگی میں سوز پیدا کر دیا

☆☆☆☆☆☆☆

مولانا محمد یوسف
استاد الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ

ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

پیکر علم وعمل، علماء حق کی تابندہ روایات کے امین، شیخ المفسرین والمحدثین حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ طویل علالت کے بعد ۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار صبح تقریباً ساڑھے نو بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ کی وفات سے امتِ مسلمہ ایک عظیم نکتہ رس مفسر، عظیم محدث، مایہ ناز محقق ومؤلف، اسلامی علوم وفنون کے ممتاز مدرس اور علوم ومعارف ولی اللّٰہی کے محقق و مدوّن سے محروم ہوگئی ہے، آپ کی وفات ملک بھر کے تمام علمی ودینی تحریکی حلقوں کے لیے سانحۂ عظیم ہے، بہرحال دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف ہر ذی روح کا انتقال ایک طے شدہ حقیقت ہے، خداوندِ قدوس آپ کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں اپنی شان کے مطابق قبول فرمائے، اور آپ کی بشری لغزشوں سے درگزر فرماتے ہوئے آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین! حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی ؒ ضلع مانسہرہ کی ایک غیر معروف بستی چیڑاں ڈھکی داخلی کڑمنگ بالا میں ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے، آپ نے درس نظامی کی اکثر تعلیم رئیس المدرسین حضرت مولانا عبد القدیر کیمل پوریؒ کی زیرنگرانی مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ سے حاصل کی۔

آپ نے ۱۹۴۱ء میں عظیم بین الاقوامی دینی درسگاہ دار العلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی، آپ کے استاد محترم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے آپ کی علمی لیاقت پر اعتماد کرتے ہوئے آپ کو اپنی طرف سے دار العلوم کی سند کے علاوہ بھی خصوصی سند عطا فرمائی، آپ نے ۱۹۵۲ء میں انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر توکل کرتے ہوئے گوجرانوالہ میں ایک دینی درسگاہ مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی، اور پھر شباب سے شیب تک کا زمانہ اسی مرکز حق میں تدریس کرتے ہوئے صرف کیا، آپ اپنے زمانہ تدریس میں دینی علوم وفنون کی تمام کتابیں پڑھاتے رہے، اللہ تعالیٰ نے

آپ کو ہر فن میں کمال عطا فرمایا تھا، لیکن علم تفسیر اور علم حدیث میں آپ کو ایک امتیازی شان حاصل تھی، آپ نے صحاح ستہ میں شامل احادیث کی تمام کتب کئی مرتبہ پڑھائیں، خاص طور پر بخاری شریف (کامل) کئی مرتبہ اور مسلم شریف (کامل) تقریباً پچاس مرتبہ پڑھائی، اس کے ساتھ ساتھ آپ کو شاہ ولی اللہؒ کے علوم و معارف سے بھی ایک خصوصی شغف و تعلق تھا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی شہرۂ آفاق تصنیف حجۃ اللہ البالغہ مسلسل پینتیس سال پڑھاتے رہے۔

آپ مجموعی طور پر تقریباً پچاس برس مسند تدریس پر رونق افروز رہے، اور ہزاروں تشنگانِ علم نے اس چشمۂ علم سے اپنی پیاس بجھائی، آج آپ کے تلامذہ جنوبی ایشیا کے تمام ممالک میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، جزاہ اللہ احسن الجزاء، تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیفی میدان میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں، آپ نے پچاس سے زائد کتب تالیف فرمائیں، آپ کے دروس پر مشتمل اردو زبان میں برصغیر کی سب سے ضخیم تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن (بیس جلدوں میں) منظر عام پر آچکی ہے اور علمی حلقوں میں اس کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، قرآنی علوم و معارف اور حدیثِ نبوی ﷺ سے آپ کے شغف کا یہ عالم تھا کہ تقریباً نصف صدی تک آپ باقاعدگی سے ہفتہ میں چار دن بعد از نماز فجر قرآن حکیم کا درس اور دو دن حدیث رسول اللہ ﷺ کا درس ارشاد فرماتے رہے، بیشمار بندگان خدا کو اس مبارک سلسلہ سے فائدہ ہوا، اس کے علاوہ آپ زندگی بھر امت مسلمہ کے اجتماعی معاملات میں بھی ہمیشہ ایک متحرک کردار ادا کرتے رہے، گو آپ کا ذوق سیاسی نہ تھا، لیکن جب کبھی ضرورت پیش آئی، اور حالات نے پکارا تو آپ نے اپنے شیخ طریقت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مصائب و آلام کی پرواہ کیے بغیر جذبہ جہاد سے سرشار پوری تندہی سے اس میدان میں بھی بھر پور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، پاکستان میں اسلامی قانون سازی کی جدو جہد تحریک ختم نبوت تحریک نظام مصطفیٰ تحریک جامع مسجد نور گوجرانوالہ میں بھر پور حصہ لیتے ہوئے اپنے روشن کردار سے بعد میں آنے والوں کو یہ مثالی درس دیا:

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اس کے علاوہ دنیا بھر کی تمام دینی تحریکات کی بھرپور حمایت کرتے رہے، تقویٰ و پرہیزگاری، خلوص و ایثار، محبت ومودت میں آپ اپنے اکابر کی تابندہ روایات کے مظہر تھے اتنے بڑے عالم اور مفسر ہونے کے باوجود انتہائی منکسر المزاج تھے، بڑے خوش اخلاق، خندہ جبیں اور لطیف الروح تھے، کم گوئی آپ کا ایک وصف تھا، بقدر ضرورت تکلم فرماتے ورنہ خاموش رہتے، زیر تدریس طلبہ کے ساتھ تو آپ کا تعلق ایک مشفق باپ جیسا تھا، عصر کی نماز کے بعد مدرسہ کے دارالاقامہ کے برآمدے میں چارپائی پر بیٹھ جاتے اور طلبہ آپ کے اردگرد جمع ہو جاتے، طلبہ سے مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے اور گاہے گاہے ان سے خوش طبعی کرتے اور طلبہ میں یوں گھل مل جاتے کہ کوئی بھی طالب علم بلا جھجک آپ سے اپنے ذوق کے سوال کر سکتا تھا، آپ کبھی کسی طالب علم کے سوال سے ناراض نہ ہوتے، بلکہ خندہ پیشانی اور خوش روئی سے اس کا جواب مرحمت فرماتے۔

راقم اکثر آپ سے اکابر اہل علم کے متعلق مختلف سوال پوچھتا، تو آپ ہمیشہ نرمی اور خوش روئی سے جواب دیتے، ایک مرتبہ راقم نے آپ سے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی وجہ دریافت کی تو فرمانے لگے، عزیز حضرت مدنیؒ میدان تصوف کے ہی شاہسوار نہ تھے بلکہ میدان جہاد کے بھی عظیم شاہسوار تھے اسی لیے میں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی، آپ نے عامۃ الناس کی دینی راہنمائی کے لیے ایک جریدہ ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' کا بھی اجراء کیا، جس کی اشاعت کا سلسلہ بحمداللہ تعالیٰ اب بھی خوش اسلوبی سے جاری ہے، آپ تو اپنا فرض خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخوبی نبھا چکے، اب یہ ذمہ داری آپ کے تمام متعلقین وتلامذہ کے کندھوں پر آپڑی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

آپ کی حیات طیبہ اور مساعیٔ جمیلہ کے ہر گوشے کو محفوظ کرنا اور انہیں آئندہ نسلوں تک پہنچانا بے حد ضروری ہے، تاکہ آنے والی نسلیں نہ صرف آپ کے روشن کردار سے واقف ہو سکیں بلکہ اس پر عمل کرتے ہوئے دارین کی سرخروئی بھی حاصل کر سکیں، ہم حضرت استاد محترم کے تمام ورثاء کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ استاد محترم حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی کو یہ ہمت اور توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے عظیم والد کے عظیم علمی ورثہ کو آنے والی نسلوں تک بخوبی منتقل کر سکیں، آمین یارب العالمین۔

مولانا محمد یوسف فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم
استاذ الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ

یہ رتبہ ملا جس کو مل گیا

زمیں کے تاروں سے اک تارا فلک کے تاروں میں جا چکا ہے، علمی خاندان اور مرکزی مقامات میں آنکھ کھولنے والے افراد کی عظمت و شہرت کا سفینہ وقت، حالات اور ماحول کی سازگاری کی وجہ سے بہت جلد گمنامی کے ساحل سے ناموری کے ساحل تک جا پہنچتا ہے ،لیکن گمنام مادی وسائل سے خالی و عاری خاندان، غیر معروف اور پسماندہ بستیوں میں آنکھ کھولنے والے افراد کی قابلیت وصلاحیت جب تک مسحور کن حد تک لوگوں کے دل و دماغ پر چھا نہ جائے اس وقت تک ان کی عظمت کا اعتراف نہیں کیا جاتا، کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پہاڑیوں کی بلندی پر اگنے والے پودے اپنی کوتاہ قامتی کے باوجود دور سے نظر آتے ہیں، اور اونچے اور بلند معلوم ہوتے ہیں جب کہ انہی پہاڑوں کے دامن میں پنپنے والے درخت جب تک اپنی فطری نشو ونما اور مضبوط جڑوں کی طاقت سے تناور درخت نہ بن جائیں اور ان کی گھنی شاخوں کا سایہ ان پہاڑیوں کے پودوں پر نہ چھا جائے اس وقت یہ نہ تو پہاڑیوں پر رہنے والے لوگوں کی نگاہ میں آتے ہیں اور نہ ہی ان کی بلند قامتی کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ کچھ یہی حال ہے ان دو نامور برادران گرامی کا جو صوبہ سرحد کے علاقہ ہزارہ میں واقع ضلع مانسہرہ کی ایک غیر معروف بستی ''ڈھکی چیڑاں'' داخلی کڑمنگ بالا میں بالترتیب ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے لیکن آج وہ اپنی بے پناہ قوت پرواز سے کام لے کر اتنی بلندیوں پر پہنچ چکے ہیں کہ بڑے بھائی کو مملکت علم میں امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ کے نام سے اور چھوٹے بھائی کو شیخ المفسرین والمحدثین حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتیؒ کے نام سے شہرت دوام حاصل ہو چکی ہے، انہوں نے نہ صرف برصغیر کے اہل علم سے خراج تحسین حاصل کیا بلکہ پورے عالم اسلام کی علمی دنیا کو متاثر کیا۔

اللہ تعالیٰ دونوں بھائیوں کے علمی و عملی فیض کو عام اور تام فرمائے، آمین یارب العالمین۔

شیخ المفسرین والمحدثین حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی ؒ تو ۶ اپریل ۲۰۰۸ء کو سفر آخرت پر روانہ ہو گئے، خداوند قدوس آپ کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ عالیہ میں اپنی شان کے مطابق قبول فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے، جب کہ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ علیل اور صاحب فراش ہیں، اللہ تعالیٰ صحت اور عافیت کے ساتھ ان کا سایہ امت مسلمہ کے سروں پر تادیر قائم رکھے، آمین یارب العالمین۔

حضرت صوفی صاحب ؒ جامع صفات کے مالک تھے، آپ ایک نکتہ رس مفسر، عظیم محدث، مایہ ناز محقق و مؤلف، اسلامی علوم وفنون کے ممتاز مدرس اور علوم ومعارف ولی اللٰہی کے محقق ومدون، حق گو خطیب، عابد و زاہد شب زندہ دار اور اکابرین امت کی تابندہ روایات کے امین ومظہر تھے، حضرت صوفی صاحب ؒ کی یہ خوش قسمتی تھی کہ آپ کو اپنے وقت کی بلند پایہ اور گرانمایہ علمی وعبقری شخصیات کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی سعادت نصیب ہوئی تھی، آپ اپنے ممتاز استاد محترم شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی ؒ سے کمال درجہ کی عقیدت رکھتے تھے، آپ حضرت مدنی ؒ کے بلند پایہ کردار کا ذکر اس انداز سے کرتے کہ حضرت مدنی ؒ کی شخصیت حاضرین وسامعین کی نظروں میں گھومنے لگتی، اسی محبت وتعلق کا نتیجہ ہے کہ حضرت مدنی ؒ علم حدیث میں آپ کے ممتاز استاد ہونے کے ساتھ ساتھ سلوک وتصوف میں بھی آپ کے شیخ تھے، ایک مرتبہ راقم نے آپ ؒ سے حضرت مدنی ؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی خاص وجہ دریافت کی تو فرمانے لگے، عزیز! حضرت مدنی ؒ میدان تصوف ہی کے شاہسوار نہ تھے بلکہ میدان جہاد کے بھی عظیم شاہ سوار تھے، اسی نمایاں خوبی کی وجہ سے میں نے راہ سلوک وتصوف میں آپ کی مجاہدانہ شخصیت کا انتخاب کیا۔

حضرت مدنی ؒ کے سبق کے دوران طلباء کو کیا روحانی وعلمی ماحول نصیب ہوتا تھا، اس روح پرور ایمانی ماحول کا نقشہ کھینچتے ہوئے آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے فرمایا کرتے تھے،

''جب ہمارے شیخ حضرت مدنی ؒ حدیث رسول ﷺ کا سبق پڑھاتے تو عجیب روحانی ماحول نصیب ہوتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے قلوب زنجیروں کے ساتھ عالم بالا میں جکڑے ہوئے ہیں اور سبق کے اختتام پر دل میں بہت افسوس ہوتا تھا کہ کاش یہ مجلس اور دراز ہو جاتی جو علماء اور طلباء شریک درس ہوتے تھے اپنے شکوک وشبہات، اعتراضات پرچیوں پر لکھ بھیجتے تھے، آپ ان کو پڑھ کر ہر ایک سوال کا جواب دیتے

تھے، کسی معترض کی تلخ کلامی یا غلط تحریر پڑھ کر کبھی ناراض نہ ہوتے تھے۔“

اسی روح پرور اور ایمانی ماحول کا اثر تھا کہ حضرت صوفی صاحبؒ کے درس حدیث میں شریک ہونے والے طلباء آپ کے روح پرور اور ایمان افروز اقوال اور ارشادات کی روشنی میں فکر ونظر اور علم وعمل کی دنیا میں درست راہ کا تعین کرتے۔

راقم بلا مبالغہ عرض کرتا ہے کہ حضرت صوفی صاحبؒ کی علمی وعملی مجالس اس قدر ایمان پرور اور مؤثر ہوتی تھیں کہ مجھ جیسا بےعلم اور ناکارہ آج بھی اپنے قول وکردار میں اس کا اثر محسوس کرتا ہے، جب کہ باذوق اور محنتی طلبا کا تو کہنا ہی کیا، قارئین! ایسے ہی کئی باذوق اور محنتی طلباء کا علمی وعملی مقام آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

ملک پاکستان کی ممتاز دینی درسگاہ ”مدرسہ نصرۃ العلوم“ کی پوری تاریخ آپؒ کی ذات گرامی سے وابستہ تھی، آپؒ اسی درسگاہ میں ۱۹۵۲ء سے ۲۰۰۲ء تک پوری نصف صدی مسند تدریس پر متمکن رہے اور ہزاروں قلوب کو علم وعرفان کی روشنی سے منور کرتے رہے، آپ درس نظامی میں شامل بیشتر علوم وفنون کی تدریس کرتے رہے، علم تفسیر، علم حدیث، فقہ اسلامی اور عربی ادب سے آپ کو خصوصی شغف تھا، علم حدیث میں بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، سنن نسائی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد سالہا سال پڑھاتے رہے، بالخصوص مسلم شریف تو ہمیشہ ہی زیر تدریس رہی، آپؒ نے تقریباً پچاس مرتبہ مسلم شریف کامل پڑھائی ہے۔

ہر مدعی کے واسطے علم سخن کہاں
یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

علم حدیث کے ساتھ اسی تعلق ومحبت کی وجہ سے آپؒ کی تعزیت کیلئے تشریف لانے والے داعی اسلام حضرت مولانا محمد طارق جمیل صاحب نے ازراہ خوش طبعی فرمایا ”حضرت صوفی صاحبؒ نے جتنی مرتبہ مسلم شریف پڑھائی ہے شاید اتنی مرتبہ تو کتاب کے مصنف امام مسلمؒ کو بھی مسلم شریف پڑھنے کا موقع نہ ملا ہو۔“

مسلم شریف کے مقدمہ اور کتاب الایمان کی متعلقہ ابحاث پر آپؒ کا ایک رسالہ بھی شائع ہو چکا ہے،

آپؒ کی شمائل ترمذی کی آسان اور بلند پایہ علمی شرح بھی دو جلدوں میں منظر عام پر آ چکی ہے۔

قرآنی علوم سے آپؒ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ تقریباً نصف صدی با قاعدہ ہفتہ میں چار دن قرآن کریم اور دو دن حدیث رسول اللہ کا درس ارشاد فرماتے، بے شمار بندگان خدا کو اس مبارک سلسلہ سے فائدہ ہوا۔

آپ کے دروس پر مشتمل اردو زبان میں برصغیر کی سب سے ضخیم تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کو علمی حلقوں میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

عربی ادب سے آپ کے خصوصی تعلق کا یہ نتیجہ تھا کہ عربی ادب کی وہ کتابیں جو نصاب میں شامل نہ ہوتی تھیں وہ بھی طلباء کو سبقاً سبقاً پڑھا دیا کرتے تھے، منطق کے فن اور تدریس میں آپ کو کس قدر ممتاز مقام حاصل تھا، اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے ہوتا ہے، یہ واقعہ حضرت صوفی صاحبؒ نے خود راقم کو سنایا، فرمانے لگے ''ایک طالب علم نے میرے پاس منطق کی ابتدائی کتاب ایساغوجی پڑھی، پھر وہ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کے پاس چلا گیا اور اس نے حضرت کو ''قطبی'' کا امتحان دیا، مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ نے اس طالب علم کے اس فن کے ساتھ خصوصی شغف اور مہارت کو دیکھتے ہوئے پوچھا آپ نے قطبی کس استاذ سے پڑھی ہے؟ طالبعلم نے جواب دیا میں نے قطبی تو کسی استاذ سے نہیں پڑھی البتہ میں نے ایساغوجی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی سے پڑھی ہے، حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ اس کا جواب سن کر فرمانے لگے، ہم نے علم تفسیر اور علم حدیث میں تو ان کی شہرت سنی ہے جب کہ وہ تو منطق کے فن میں بھی ایک خاص مقام رکھتے ہیں لیکن اس حوالے سے ان کی شہرت نہیں ہے۔''

حضرت صوفی صاحبؒ کے کردار کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ آپ ایک نڈر بے باک اور حق گو خطیب تھے، بے خوف و خطر بر سر منبر حق بات بیان فرماتے تھے، اس حق گوئی کے پاداش میں آپ کو حکام وقت کی طرف سے قید و بند، زبان بندی اور مالی جرمانوں جیسی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپؒ ہمیشہ فرمان نبوی ﷺ افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر پر عمل کرتے ہوئے باطل قوتوں کی آنکھوں میں کھٹکتے رہے۔

آج سے نو، دس برس قبل آپ کی جرأت و شجاعت سے بھرپور ایک ایمان افروز تقریر کے یہ کلمات آج بھی راقم کے کانوں میں گونج رہے ہیں ''یہود و نصاریٰ اور دوسری باطل قوتیں یہ نہیں چاہتیں کہ یہ مدارس

اسلامیہ رہیں، اس لئے کہ یہ سرچشمہ ہیں دینی تعلیم کا یہ باطل قوتوں کیلئے سوہان روح ہیں۔

اسامہ کا صرف یہی قصور ہے کہ وہ یہ فرمان نبوی ﷺ سناتا ہے، اخرجو الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب یہود و نصاریٰ کو عرب کی سرزمین میں نہ رہنے دو، یہ بات امریکہ کو ناگوار گزرتی ہے، امریکہ کا یہ نعرہ ہے کہ وہ سپر طاقت ہے، رہے سپر طاقت، ہمارا اعلان سنو ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کو سپر پاور نہیں مانتے، اگر تم سپر طاقت بننا چاہتے ہو تو آؤ تم بھی اسلام قبول کرلو کلنٹن سے کہو کہ مسلمان ہو جاؤ، اگر تم بڑا بننا چاہتے ہو تو انصاف کرو ظلم کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا، اگر تم سمجھتے ہو کہ تم طالبان کی حکومت کو مٹا کر دنیا سے اسلام کو مٹادو گے تو یہ وہم اپنے ذہنوں سے نکال دو، طالبان نہ رہے تو کوئی اور طاقت اسلام کی خدمت کیلئے آئے گی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ۔“

حضرت صوفی صاحبؒ کے دروس وخطبات اسی ایمانی ودینی حمیت سے مالا مال ہوتے تھے۔ آپ ایک حق گو خطیب اور ممتاز مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مایہ ناز صاحب قلم بھی تھے، آپ کی تین درجن سے زائد تصانیف بلاشبہ ایک گراں قدر علمی ذخیرہ ہیں، آپ علوم وفکر ولی اللّٰہی کے علمبردار اور ان کی حکمت وفلسفہ کے ممتاز شارح تھے، اس موضوع پر اندرون ملک اور بیرون ملک پی ایچ ڈی لیول کے محققین نے آپ کے علوم ومعارف سے استفادہ کیا ہے، خاص طور پر ایک خاتون ڈاکٹر KM ہرمینسن اس موضوع پر آپ سے بالواسطہ اور بلا واسطہ استفادہ کر چکی ہیں، یہ خاتون امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں نومسلم پروفیسر ہیں اور مغربی دنیا کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علوم وافکار اور ان کی دینی حکمت وفلسفہ سے متعارف کروانے کیلئے کوشاں ہیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ دینی حلقوں میں حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم وافکار کے ترجمان کی حیثیت سے زندگی بھر کام کرتے رہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی تعلیم وتدریس سے آپؒ کو خصوصی شغف تھا، اسی شغف کا نتیجہ تھا کہ آپ چالیس سال اس کتاب کی تدریس کرتے رہے۔

ایک مرتبہ راقم الحروف نے آپؒ کی خدمت میں حجۃ اللہ البالغہ کے دقیق اور مشکل ہونے کا ذکر کیا تو فرمانے لگے، ”عزیز! میں نے امام ولی اللہ دہلویؒ کا یہ فرمان پڑھا ہے جو طالب علم میری کتابوں سے استفادہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے دو شرائط ہیں اول یہ کہ وہ طالب علم کتابوں کا احترام کرے اور دوم یہ کہ وہ محنت

کرے، میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسے طالب علم کو میرے علوم و معارف سے کبھی محروم نہیں فرمائیں گے۔"

میں نے اس نصیحت کو پلے باندھا اور حجۃ اللہ البالغہ میں خوب محنت کرنے لگا تو صرف چند دنوں میں بحمد اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کتاب مجھے سمجھ آنے لگی بلکہ میں نے آئندہ امتحان میں اس کتاب میں جماعت میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کیے۔

آپ زندگی بھر امت مسلمہ کے اجتماعی معاملات میں ہمیشہ ایک متحرک کردار ادا کرتے رہے، گو آپ کا ذوق و مزاج سیاسی نہ تھا لیکن جب کبھی ضرورت پیش آئی اور حالات نے پکارا تو آپ نے اپنے شیخ طریقت حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مصائب و آلام کی پرواہ کیے بغیر جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر پوری تن دہی سے اس میدان میں بھی حصہ لیا اور قید و بند تک کی صعوبتیں برداشت کیں۔

پاکستان میں اسلامی قانون سازی کی جدوجہد، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ اور تحریک جامع مسجد نور گوجرانوالہ میں بھرپور حصہ لیتے ہوئے اپنے روشن کردار سے بعد میں آنے والوں کو یہ مثالی درس دیا،

ع جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور امامت و خطابت کی بھاری ذمہ داریوں کیساتھ ساتھ آپؒ کے کندھوں پر مدرسہ نصرۃ العلوم کے اہتمام کی ذمہ داری بھی تھی، آپ نے اس ذمہ داری کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا، مدرسہ کے معاملات میں تقویٰ و احتیاط سے کام لیتے تھے، اس نوع کا ایک واقعہ جس نے راقم کے دل میں نہایت گہرا اثر پیدا کیا، درج ذیل ہے،

"وہ منظر ابھی تک میرے ذہن میں تازہ ہے کہ مدرسہ کے باورچی خانہ میں اساتذہ و طلباء کیلئے گوشت پک رہا ہوتا تھا اور آپ مدرسہ کے خادم کو بلا کر پوچھتے کہ بتاؤ بازار میں سب سے زیادہ سستی سبزی کون سی ہے؟ جو سبزی سب سے زیادہ سستی ہوتی اپنے لیے اور اپنے اہل خانہ کیلئے وہی سبزی منگواتے"

قارئین خود اندازہ لگالیں کہ جو مدرسہ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے تھے وہ باقی معاملات میں کتنے محتاط ہوں گے، تقویٰ و احتیاط میں آپ اپنے اکابر کی عملی تصویر تھے۔ ایک ایسی تصویر جس کو دیکھنے کیلئے، آج آنکھیں ترستی ہیں۔

مت سہل ہمیں جانو! پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے ذرے سے انسان نکلتے ہیں

حضرت صوفی صاحبؒ نے شریعت وطریقت اور ظاہر و باطن کے رشتے کو کبھی اپنی ذات سے جدا نہیں ہونے دیا، آپ کے ہاں تصوف کبھی علم پر غالب نہیں آنے پایا، آپ کے یہاں تصوف ذوقی کے ساتھ کتابی بھی تھا، اس فن کی کتابوں کا آپ نے وسیع مطالعہ کیا تھا، بہت سے اصحاب علم اس فن کی مشکل ابحاث سمجھنے کیلئے آپؒ کی خدمت میں تشریف لاتے، درس ومطالعہ آپ کے نزدیک ہمیشہ پہلے مقام پر رہا۔

بقول مولانا زاہد الراشدی صاحب ''مدرسہ نصرۃ العلوم کی تین منزلہ لائبریری میں موجود ہزاروں کتب میں سے شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جو آپ کے زیر مطالعہ نہ رہی ہو۔''

غیرت وخودداری آپ کا ایک نمایاں وصف تھا، آپ کی زندگی میں بہت سے نشیب وفراز آئے، تلخ و ترش حالات سے دو چار ہوئے، دنیا کی دھوپ چھاؤں دیکھی، لیکن غیرت وخودداری کے اس ٹھوس جذبے کو کبھی ٹھیس نہیں لگنے دی۔

زیر تدریس طلباء کے ساتھ آپ کا تعلق ہمیشہ مشفقانہ اور مربیانہ رہا، طلباء بلا جھجک آپ سے جس موضوع کے متعلق چاہتے، سوال کر سکتے تھے، آپ کبھی کسی طالب علم کے سوال سے ناراض نہ ہوتے، بلکہ خندہ پیشانی اور خوش روئی سے اس کا جواب مرحمت فرماتے، اگر کوئی طالب علم کسی مسئلہ پر اپنی رائے پیش کرتا تو آپ پوری توجہ سے اس کی رائے سنتے بلکہ اگر کوئی آپ کی رائے سے اختلاف کا حوصلہ بھی کر لیتا تو آپ کبھی اس کی حوصلہ شکنی نہ کرتے بلکہ محبت، پیار اور دلائل سے گفتگو کرتے، سبحان اللہ تربیت کا کیا ہی اچھا سلیقہ ہے، آپ عصر کی نماز کے بعد مدرسہ کے دارالاقامہ کے برآمدے میں چارپائی پر بیٹھ جاتے اور طلباء آپ کے اردگرد ہوتے، طلباء سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے اور کبھی کبھار ان سے خوش طبعی بھی کرتے۔

طلباء کی تعلیم وتربیت اور طعام وقیام کا نہ صرف خیال رکھتے، بلکہ وقتاً فوقتاً طلباء سے بھی پوچھتے رہتے۔

ایک مرتبہ راقم کو سبق کے بعد اپنے کمرے میں لے گئے اور پوچھنے لگے، آپ صبح ناشتہ کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کبھی کر لیتا ہوں اور کبھی نہیں کرتا، فرمانے لگے نہیں روزانہ ناشتہ کیا کرو، یہ فرمایا اور جیب سے سو روپیہ نکال کر مجھے دے دیا، میں سو روپیہ لینے سے معذرت کرنے لگا اور عرض کی کہ میں آئندہ انشاء اللہ

ناشتہ کرلیا کروں گا، فرمانے لگے آپ لے لیں اور آئندہ سے ہر ماہ جب تک آپ مدرسہ میں مقیم ہیں، میں آپ کو اتنی ہی رقم دے دیا کروں گا۔ میرا ذوق یہ تھا کہ میں بطور برکت ان پیسوں کو جمع کرتا رہتا، تقریباً چھ ماہ گزر گئے ایک دن نہ جانے دل میں کیا خیال پیدا ہوا مجھ سے پوچھنے لگے جو رقم میں آپ کو دیتا ہوں اس کو خرچ بھی کرتے ہو یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس رقم کو تو میں جمع کرتا رہتا ہوں اور دل میں یہ جذبہ ہے کہ کسی دینی کام میں خرچ کروں گا، فرمانے لگے بھائی! اس رقم کو خرچ کیا کرو، جب کوئی دینی کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور عطا فرمائیں گے۔'' آپ شہرت و ناموری سے کوسوں دور تھے، آپ جب سفر حج سے واپس تشریف لائے تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی، طلباء نے آپ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو حیران ہو گئے کہ استاذ محترم حج سے کب واپس تشریف لائے ہیں، آپ نے وضو کے بعد مسجد میں نفل نماز ادا کی اور پھر گھر تشریف لے گئے۔

آپ بہت کم مسجد و مدرسہ کی چار دیواری سے باہر تشریف لے جاتے تھے، آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے سالہا سال مسجد و مدرسہ کی چار دیواری سے باہر قدم نہیں رکھا، چنانچہ راقم نے اس کے متعلق خود آپ سے دریافت کیا تو فرمانے لگے "یہ بات تو درست ہے کہ میں بہت کم اس چار دیواری سے باہر جاتا ہوں، میں نے عرض کیا کہ اگر کوئی آپ کو دعوت پر بلائے تو؟ فرمانے لگے دعوت قبول کرنا سنت ہے جب کہ یہ طلباء کرام جو دور دراز سے حصول علم کیلئے تشریف لائے ہیں ان کی تعلیم و تربیت فرض عین ہے۔

پھر خود ہی فرمانے لگے لوگوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ میں سالہا سال اس مدرسہ سے باہر نہیں گیا یہ بات درست نہیں ہے، ہاں میری زندگی میں ایک سال ایسا آیا ہے کہ میں نے اس عمارت کی چار دیواری سے باہر قدم نہیں رکھا۔'' زہد و قناعت میں آپ اپنے اسلاف کا عملی نمونہ تھے، آپ ساری زندگی گوجرانوالہ شہر میں رہے لیکن اپنا کوئی ذاتی مکان نہ بنا سکے، آپ نے ساری زندگی مدرسہ کے مکان میں گزار دی حتیٰ کہ آپ کا جنازہ بھی مدرسہ ہی سے اٹھا، آپ زندگی بھر مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں مصروف رہے، اس مرد درویش نے ۱۹۵۲ء میں پائی کے ایک جوہڑ کے کنارے ڈیرہ لگایا تھا، آج اسی جگہ مدرسہ کی پرشکوہ تین منزلہ عمارت ہزاروں تشنگان علم کو اپنی گود میں لیے ہوئے ہے۔ آپ کے استاذ محترم مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے مدرسہ کے بالکل ابتدائی حالات دیکھے تھے پھر جب آپ نے مدرسہ کی تعمیر و ترقی کا دور دیکھا تو مدرسہ نصرۃ العلوم ہی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا "مولوی کو تو بس پاؤں رکھنے کی جگہ مل جائے پھر آگے تو

سب کچھ خود ہی بنتا چلا جاتا ہے۔'' دنیاوی مال ومنال سے آپؒ کس قدر بے رغبت تھے اس کا اندازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی صاحب کے بیان کردہ اس واقعہ سے ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں ایک دفعہ عید کے موقع پر ہم گھر گئے ہوئے تھے، ہماری عدم موجودگی میں مرکزی مسجد شیرانوالہ باغ سے ملحقہ ہمارے گھر میں چوری ہوگئی، چور زیور لے اڑے، ہمیں پتہ چلا تو ہم بہت پریشان ہوئے، رپورٹ وغیرہ درج کروائی لیکن زیورات کے متعلق کچھ پتہ نہ چل سکا، ایک دن اسی پریشانی کے عالم میں، میں مدرسہ نصرۃ العلوم گیا، حضرت صوفی صاحبؒ تشریف فرما تھے، مجھے دیکھتے ہی پوچھنے لگے، سنا ہے آپ کے گھر میں کوئی چوری ہوگئی ہے، میں نے عرض کیا جی ہاں، پوچھنے لگے کیا نقصان ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ گھر میں میری اہلیہ اور ان کی ہمشیرہ کا جو زیور تھا وہ چوری ہوگیا ہے، میرا خیال تھا کہ اب صوفی صاحب افسوس کا اظہار کریں گے، میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت صوفی صاحب بول اٹھے، ''بھائی اچھا ہوگیا ہے، حفاظت سے جان چھوٹی ہے، مولوی کے گھر ویسے بھی زیور اچھا نہیں ہوتا۔'' اس مرد درویش نے یہ بات کچھ اس انداز سے کہی کہ فوراً میری تمام پریشانی دور ہوگئی۔ حضرت صوفی صاحب کے متنوع اوصاف ومحاسن نے آپ کی شخصیت کو بے نظیر بنا دیا تھا، امت مرحومہ کے اندر آپ کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل تھا، اتنی جامع شخصیت کے مالک ہونے کے باوجود آپ کے گفتار وکردار میں تواضع، عاجزی وانکساری کا اظہار قدم قدم پر ہوتا تھا، ایک مرتبہ بخاری شریف کے سبق کے دوران فرمانے لگے، عزیز طلباء! میں نے اس مسجد میں تقریباً نصف صدی امامت وخطابت کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم اور حدیث رسول ﷺ کا درس دیا ہے، اسی مدرسہ میں مختلف علوم وفنون کی تدریس کی ہے، میری زندگی کی اب شام ہو چکی ہے، میں اللہ تعالیٰ کے گھر میں باوضو، حدیث رسول کے سبق کے دوران دل کی بات عرض کرتا ہوں، ''حضرات علمائے کرام! میں آپ سب کو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہوں۔''

جب طلباء نے آپ کی زبان سے یہ بات سنی تو آنکھوں سے آنسو نکل آئے، اللہ اکبر! عاجزی وانکساری کا یہ عالم اس شخصیت کا ہے جس نے زندگی بھر قال اللہ وقال الرسول کا دل کش نغمہ سنا کر ہزاروں، لاکھوں انسانوں کے قلوب کو نور ایمان اور نور معرفت سے منور کیا۔ میں نے دیکھا استاذ محترم کے ہاتھ میں بخاری شریف ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، فرما رہے ہیں، ''بھائی! صحیح بات یہی ہے اس لیے کہ آپ

لوگوں کی عمر کم ہے اور آپ کے گناہ بھی کم ہیں میری عمر زیادہ ہے میرے گناہ بھی زیادہ ہیں۔'' حضرت صوفی صاحبؒ تو خدائے پاک کے ایک مہمان تھے جو عازم سفر ہوئے، اللہ کرے حضرت صوفی صاحب کے ساتھ ہماری یہ نسبت دونوں جہانوں میں سلامت رہے۔

خواب

میں نے استاذ محترم کے انتقال کے چند روز بعد آپ کو خواب میں دیکھا، آپؒ سفید چادر اوڑھے ایک چار پائی پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، میں نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا، میں خواب ہی میں سوچنے لگا کہ استاذ محترم تو انتقال فرما گئے ہیں اس لیے میں جلدی جلدی آپؒ سے کچھ پوچھ لوں، میں نے پہلا سوال یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا ہے؟ میری طرف دیکھتے ہوئے فرمانے لگے،

جب آپ کے ہاں کوئی مہمان آئے تو آپ کیا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں حتی المقدور اس کی مہمان نوازی کرتا ہوں، پھر فرمانے لگے، آپ ہی صرف ایسا کرتے ہیں یا ہر شریف آدمی ایسا کرتا ہے، میں نے عرض کیا ہر شریف آدمی ایسا کرتا ہے، اپنے مہمان کی مہمان نوازی کرتا ہے پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ ہر آدمی ایسا کیوں کرتا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، فرمانے لگے اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو مہمانوں کی مہمان نوازی کا حکم دیتے ہیں تو خود اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری مہمان نوازی کرتے ہوئے میری مغفرت فرما دی ہے۔'' سبحان اللہ! کیا ہی عظیم مہمان نوازی ہے عظیم مہمان کی۔ پھر مجھ سے خود ہی پوچھنے لگے آپ میرے جنازے میں آئے ہوئے تین اولیاء اللہ سے ملے ہیں، میں نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ولی کون ہیں؟ فرمانے لگے ایک تو اللہ تعالیٰ کے ولی ''بن حافظ جی (میانوالی) کے حافظ مہر محمد صاحب ہیں، اس کے بعد استاذ محترم نے دو اور نام بتلائے جن کو راقم الحروف بھول گیا۔ میں جب بھی اس خواب کو یاد کرتا ہوں تو میری زبان پر اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم الشان فرمان جاری ہو جاتا ہے۔

نُزُلاً مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ

یہ مہمانی ہے اس بخشنے والے مہربان کی طرف سے

مولانا محمد زبیر
ناظم کتب خانہ مدرسہ نصرۃ العلوم

میرے مربی، میرے محسن حضرت صوفی صاحبؒ

تو غائب ہوا سب کی نظروں سے لیکن
ترا نقشِ الفت ہے سبھی کے دلوں پر
تو شاگردوں کے حق میں تھا ابر رحمت
فدا تھے دل و جان سے وہ بھی تجھ پر
تھا کل جن کے سر پر ترا دست شفقت
نظر آج آتے ہیں وہ خاک برسر
لیا دیکھ آنکھوں سے تیری بدولت
نہیں ہوتا دولت سے کوئی تونگر
وفا وصفاء وفُتُوَّت میں راسخ
محیط سخاؤ کرم کے شناور
حلیم وکریم و سعید و مبارک
حسیب و نجیب ونظیف و مطہر

بندہ نے یہ اشعار اپنے شیخ کیلئے مستعار لئے ہیں، میں صاحب قلم تو نہیں ہوں لیکن حضرت صوفی صاحبؒ سے دلی محبت وعقیدت نے مجھے مجبور کیا کہ میں بھی ان کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کروں، یہ باتیں ایسی ہیں کہ جن سے مجھے فائدہ ہوا تو اس فائدے سے دیگر حضرات کیوں محروم رہیں اس لئے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ا۔ یہ بات اگست ۱۹۸۱ء کی ہے جب میں پہلی بار اپنے برادر کبیر مولانا قاری محمد انور صاحب مدظلہ

(فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم) کے ہمراہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ آیا، آنے کا مقصد درس نظامی کے شعبہ میں داخلہ لینا تھا تو مدرسہ کی لائبریری میں ایک بزرگ شخصیت تشریف فرما تھی، اردگرد چند لوگ بھی بیٹھے تھے، والد صاحب بھی ہمراہ تھے، حضرتؒ نے بڑے شفقت بھرے انداز میں مصافحہ کیا، مولانا قاری محمد انور صاحب مدظلہ نے تعارف کروایا، اور عرض کیا کہ حضرت اس لڑکے کو مدرسہ میں داخل کروانا ہے، تو حضرت نے فرمایا! ٹھیک ہے بھائی، اس کو نظامت کے دفتر لے جاؤ، میں چونکہ بچہ تھا اور پہلی بار کسی اتنے بڑے آدمی سے ملاقات ہوئی تھی، میں تو پہلے سے ڈرا ہوا تھا کہ معلوم نہیں کیا کیا سختیاں ہوں گی لیکن حضرت کی طبیعت اتنی شفیق تھی کہ کیا ہی بات ہے!

جب اسباق شروع ہوئے تو پہلا سبق اور پہلا پیریڈ حضرتؒ کے پاس تھا، حضرتؒ کا مہتمم ہونا اور پھر استاذ صاحب کے پاس پہلا گھنٹہ ہونا، اندازہ کیجئے کہ ایک بچے کے دل میں جو مدرسہ کے ماحول سے ناواقف ہو، کتنا ڈر و خوف ہوگا، بہر حال حضرتؒ نے کریما سعدیؒ کی بسم اللہ کروائی، اور ایسی شفقت فرمائی کہ سارا ڈر دور ہو گیا، تو پہلے دن ہماری کلاس کے ساتھیوں کے نام نوٹ فرمائے جن میں قاری مظہر صاحب آف چکوال، قاری نصر اللہ صاحب، مولانا ظفر فیاض صاحب (جو مدرسہ نصرۃ العلوم میں مدرس بھی ہیں) مولوی محمد احمد سیالکوٹی وغیرہ حضرات تھے، روزانہ حاضری ہوتی تھی تو حضرتؒ نے کریما سعدیؒ بڑے شاندار انداز میں گویا مزے لیکر پڑھایا، آخر ایک دن وہ آیا کہ جب کریما سعدیؒ اپنے اختتام کو پہنچی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب حضرتؒ نے اپنی جیب سے پچاس روپے کا نوٹ نکال کر ایک بڑے ساتھی کو دیا اور فرمایا، بھائی ان سب ساتھیوں کو چائے پلا دینا...... میں نے تو اسکول کا ماحول دیکھا تھا کہ اسکول کے اساتذہ کبھی کسی سے ایندھن کیلئے لکڑی، کبھی کسی سے گندم، کبھی کسی سے چاول، اور کبھی کسی بہانہ وطریقہ سے رقم بٹور رہے ہیں، تو میں حیران ہوا کہ یہ عجیب بات ہے یہاں پر کہ استاد، کتاب کے اختتام پر خود پیسے دے رہے ہیں، بہر حال کریما سعدیؒ کے بعد گلستان سعدیؒ شروع کی گئی، حضرت نے یہ کتاب بھی بڑے دلچسپ انداز میں پڑھائی۔

۲۔ ۱۹۸۲ء کی بات ہے کہ ناظم مدرسہ (جوان ایام میں استاذ الحدیث مولانا عبد القدوس قارن صاحب مدظلہ ہوا کرتے تھے) نے میری رہائش ٹینکی والے کمرے میں مقرر کی، ایک دن عصر کی نماز کے بعد میں کمرے میں گیا اور باہر جانے کی تیاری کرنے لگا، کیونکہ عصر کے بعد لڑکے کھیلنے کیلئے کالج کی گراؤنڈ میں

جایا کرتے تھے، کمرے سے جونہی باہر نکلا تو حضرت صوفی صاحبؒ کو میں نے دیکھا کہ وہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر تشریف لارہے ہیں، میں نے سوچا شاید حضرت بالائی منزل میں تشریف لے جارہے ہیں، تو میں کمرے کے دروازے سے لگ گیا، لیکن حضرتؒ اندر تشریف لے آئے، اور کمرے کے اندر نظر دوڑائی، فرمانے لگے بھائی! تم لوگ کمرے کی صفائی نہیں کرتے، میں نے کہا استاد جی کوئی بھی نہیں کرتا، تو حضرت نے پنجابی میں فرمایا۔ (بکّو توں خود کر دیا کر) تو میں نے کہا استاد جی ٹھیک ہے آئندہ میں خود ہی کر دیا کروں گا، حضرت کی پیار بھری آواز آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

(غالباً ۱۹۸۸ء کی بات ہے کہ مسجد کے برآمدہ کے ستون کے ساتھ ٹیک لگائے) دوران تعلیم حضرتؒ کی شفقت، محبت، لگن سے ہم بھی متاثر تھے، صبح کا درس حضرتؒ کا بڑا مؤثر ہوا کرتا تھا، دور دور سے لوگ درس سننے آتے تھے، اور آدھ، پون گھنٹے کے درس کا بے شمار علمی و عملی استفادہ بقدر ظرف لے جاتے تھے، آپ کے دروس چھپ چکے ہیں اور سارے عالم میں قبولیت عامہ حاصل کر چکے ہیں۔

میں نے اپنی مدت تعلیم و خدمت کے دوران بہت ہی کم شاذ و نادر دیکھا ہے کہ اذان ہو گئی ہو اور حضرت مسجد میں تشریف لا رہے ہوں، آپ پہلے مسجد میں ہوتے تھے، ہر کارکن و محلہ دار، نمازی کے ساتھ ایسا تعلق تھا کہ وہ سمجھتا تھا کہ شاید اس کا تعلق حضرت صاحبؒ سے سب سے زیادہ تھا۔

عوامی اجتماع جو ہر ساتویں دن جمعۃ المبارک کو ہوا کرتا تھا، اس سنہری زمانے کو یاد کرنے والے لوگ اب بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ پورے شہر میں بلکہ پورے گوجرانوالہ ڈویژن میں ایسا خطبہ جمعہ کا نہیں ہوتا تھا کہ جہاں سب سے زیادہ تعداد میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہو آپ کے جمعہ پڑھانے سے نہ صرف عوام بلکہ خواص بھی فائدہ اٹھاتے تھے، ہر طبقہ فکر اپنے اپنے ذوق کے مطابق استفادہ کرتا تھا۔

اس کے علاوہ جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے سب کچھ تقسیم فرما دیتے تھے، مہمان نوازی، بیمار پرسی، کارکنوں کی حوصلہ افزائی، ساتھیوں کی دلداری، ہر ایک کا اس کے درجے کے مطابق نہایت خیال رکھتے تھے، علمی امداد کے علاوہ عملی طور پر بھی کبھی پیچھے نہیں ہٹے، بہت سے مواقع ایسے ہیں جہاں دینی ضرورت آن پڑی اور آپ خود نہیں جا سکے، لیکن ان کی خدمت ضرور کی ہے، خواہ اس کی شکل کیسی بھی ہو، اسلاف کا تذکرہ اور ان کی خدمات کا تذکرہ قریباً قریباً ہر روز تکرار کے ساتھ ہم سنتے تھے، بہت سی ایسی

باتیں جوانہوں نے خود مشاہدہ کی تھیں، ان کا تجزیہ بہت ہی احسن انداز میں ذکر فرماتے تھے، کہ وہ بات اصول کا درجہ رکھتی ہوتی۔ ایک بات حضرت صوفی صاحبؒ کی بڑی خاص ہوتی تھی کہ جو شخص بھی ان سے ملنے آتا تھا، تفقدِ احوال ضرور فرماتے تھے، اور پھر موقع بموقع نصیحتوں سے نوازتے رہتے تھے اور کسرِ نفسی و منکسر المزاجی بھی حد درجہ تھی، کوئی شخص آتا حضرت! دعا فرما دیں تو فرماتے بھئی میں مستجاب الدعوات نہیں ہوں، میں تو خود دعاؤں کا محتاج ہوں، آپ میرے لیے دعا کریں۔

۲۰۰۰ء کی بات ہے رمضان المبارک تھا، سردی کا زمانہ تھا، حضرتؒ مسجد کے صحن میں تکیہ لگائے دھوپ میں بیٹھے تھے، حضرتؒ اکیلے تھے، میں نے موقع غنیمت جانا اور حضرتؒ کے پاس جا کر سلام کیا اور بیٹھ گیا اور حضرت کو دبانے لگا، تو ایک شخص اچکن پہنے اور قراقلی ٹوپی پہنے مدرسہ میں داخل ہوا، ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ بھی اٹھایا ہوا تھا، حضرتؒ نے پوچھا کہ بھئی وہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ کوئی سفیر معلوم ہوتا ہے، حضرتؒ نے فرمایا کہ اس کو بلاؤ، میں جا کر بلا لایا، وہ صاحب آئے تو حضرت صوفی صاحبؒ نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو، اس نے کشمیر کی کوئی جگہ بتائی، پھر آپ نے پوچھا چندہ لینے آئے ہو؟ کہنے لگا جی ہاں، تو حضرتؒ فرمانے لگے کہ کیوں دین و اسلام کو بدنام کرتے ہو بھئی جتنی آپ کے اندر ہمت و طاقت ہے اتنا کام کرو، اگر آپ دس طالب علموں کے پڑھانے کی طاقت رکھتے ہیں تو دس کو پڑھاؤ، نہ کہ پچاس، سو، اگر ایک ہی طالب علم کو پڑھا سکتے ہیں تو آپ سے پوچھ نہیں ہوگی کہ تم نے بیس طالب علموں یا زیادہ کو کیوں نہیں پڑھایا، پھر فرمانے لگے کہ مساجد میں جا کر کھڑے ہو کر اپیلیں مت کرو، اگر آپ کسی کو انفرادی طور پر جانتے ہیں تو ان کو اس خیر کی طرف متوجہ کرو۔ تربیت کا انداز بھی ایسا تھا، ہر شخص کی تربیت اس کے حساب سے کرتے تھے، گفتگو لمبی ہوتی جارہی ہے، بہت سی چھوٹی بڑی باتیں ذہن میں ہیں، لیکن کیا کروں! میں آخر میں حضرت اقدس شیخ المشائخ سید نفیس الحسینیؒ کے دو اشعار سے (معمولی سے تصرف) کے ساتھ اپنے مضمون کا اختتام کرتا ہوں،

میں نگاہِ شوق کا کیا کروں، دلِ ناصبور سے کیا کہوں
ابھی حشر میں بڑی دیر ہے ، ابھی دور روزِ شمار ہے
یہی میرا راز و نیاز ہے کہ میں اسیر زلف حمید ہوں
اسی سلسلے کا مرید ہوں میرا اس پہ دار و مدار ہے

مولانا قاری احمد علی شاہد
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم

شفقت، وصیت اور زیارت

حضرت صوفی صاحبؒ کی شفقت

ایک مرتبہ زمانہ طالب علمی میں، میں نے شاہ جی جو اس وقت مدرسہ کے باورچی تھے ان کے کمرہ میں میری رہائش تھی ایک دن شاہ جی کھرل میں سفید رنگ کی دوائی پیس رہے تھے، میں نے اس میں سے ایک چٹکی اٹھائی اور کھالی، میں نے کہا شاہ جی آپ یہ کیا پیس رہے تھے، انہوں نے کہا آپ نے یہ دوائی کھائی ہے؟ میں نے کہا ہاں کھالی ہے تو انہوں نے کہا یہ سینکھیا تھا، میں نے کہا شاہ جی واقعی یہ سینکھیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں، آپ جلدی سے حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس جائیں، میں نے پہلے تو کلمہ شہادت کئی دفعہ پڑھا کہ اب موت آئی کہ آئی، کیونکہ یہ زہر ہے، حضرت صوفی صاحبؒ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت باہر تشریف لائے فرمایا کیا بات ہے، میں نے واقعہ سنایا، واقعہ سن کر پریشانی کے آثار نمایاں تھے، فرمایا کہ حکیم صاحب کے پاس جاؤ اور انہیں بتلاؤ اور پھر واپس آ کر مجھے بتاؤ، میں جلدی سے حکیم شریف صاحب جو کہ اس وقت مدرسہ کے حکیم تھے، اب فوت ہو چکے ہیں، ان کے پاس گیا اور ساری بات بتائی، انہوں نے کہا جلدی سے جا کر نیم گرم دودھ میں ایک چھٹانک دیسی گھی ڈال کر پی لیں، واپس آ کر حضرت صوفی صاحبؒ کے دروازہ پر ہلکی سی دستک دی، حضرت فوراً باہر تشریف لے آئے جیسے مجھ جیسے ناکارہ کے انتظار میں ہوں، فرمایا کہ حکیم صاحب نے کیا کہا؟ میں نے حکیم صاحب کا تجویز کردہ نسخہ بتایا، فرمانے لگے آپ یہیں ٹھہریں میں آپ کیلئے دودھ اور گھی لے کر آتا ہوں، تھوڑی دیر کے بعد حضرت خود دودھ گرم کر کے اور دیسی گھی ڈال کر لے آئے اور فرمایا لو بھائی پی لو گھبرانے کی ضرورت نہیں، میں نے دودھ پی لیا تمام پریشانی اور گھبراہٹ جاتی رہی، اللہ نے حفاظت فرمائی۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی وصیت

ایک دفعہ مسجد کے حالات جس میں امامت وخطابت ہے انتہائی کشیدہ ہو گئے ،حضرت صوفی صاحبؒ نے فریقین سے اور متولی مسجد حاجی عبدالعزیز صاحب سے حالات سنے ،میں ان حالات کا تذکرہ نہیں کرونگا ،ایک دن حضرت نے مجھے بلایا فرمانے لگے بات کچھ بھی نہیں ہے صرف چوہدراہٹ کی ہے ،میرا حکم ہے کہ وہ جگہ نہیں چھوڑنی ،استعفیٰ نہیں دینا ،جب اٹھے تو تمہاری لاش اٹھے ،جب تک تمہاری زندگی ہے کام کرتے رہو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی خواب میں زیارت

حضرت مولانا صوفی عبدالحمیدؒ کے بارے میں خواب دیکھا جیسے ریاض صاحب کے کمرہ کے باہر لیٹے ہوئے ہیں، میں آپ کے پاس گیا، حال احوال پوچھا جیسا کہ زندگی میں پوچھا کرتے تھے ،فرمانے لگے کہاں سے آئے ہو میں نے کہا کھوکھر کی سے فرمانے لگے اچھا۔

اس کے بعد میں نے آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا ،اور آپ کے چہرہ پر حصول برکت کیلئے ہاتھ رکھے ، اور پیشانی کو بوسہ دیا ، یہ سارا منظر دیکھتے ہوئے مجھے یقین تھا کہ حضرت فوت ہو چکے ہیں۔

میں نے عرض کیا ،حضرت کیسے تشریف لائے ،فرمانے لگے ،کافی دیر ہو گئی میں مدرسہ نہیں آیا تھا ،آج میرا دل کیا کہ مدرسہ ہو کر آؤں ، میں ملنے کیلئے آیا ہوں ،بعدازاں برآمدہ سے اٹھ کر صحن میں تشریف لائے ، میں نے محبت سے آپ کے ہاتھ پکڑے ہیں اور بہت خوش ہوں کہ مجھے حضرت کی خواب میں زیارت ہو رہی ہے ،ریاض صاحب اپنی مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں ،میرے دل میں خیال آتا ہے کہ حضرت صوفی صاحب ابھی چلے جائینگے کیوں نہ آپ سے آخرت کے بارے میں پوچھ لوں۔ میں نے عرض کیا ،حضرت جنت میں ہیں ،فرمایا ہاں جنت میں ہوں ، میں نے عرض کیا ،ادھر خدمت کون کرتا ہے ،فرمایا ادھر حور ہے ،جب آپ نے جنت اور حور کا نام لیا تو میں ریاض کی طرف متوجہ ہوا اور کہا سن لو ، ریاض صاحب بڑی توجہ سے خوشی کے موڈ میں ساری گفتگو سن رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت ادہر باغات ہیں ،فرمایا ہاں بہت کچھ ہے ، میں نے عرض کیا جنت کی نہریں بھی ہیں فرمایا ، ہاں جنت کی نہریں بھی ہیں ، پھر فرمایا اچھا میں چلتا ہوں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی ، میں نے اٹھ کر فوراً یہ خواب تحریر کیا کہ کہیں بھول نہ جاؤں ، یہ خواب بروز جمعۃ المبارک ۳۰ مئی ۲۰۰۸ء بوقت صبح ساڑھے نو بجے دیکھا۔

طلحہ السیف
کالم نگار ہفت روزہ القلم پشاور

اُداس گلشن

پاکستان کے معروف ترین دینی مدارس میں سے ایک ''جامعہ نصرۃ العلوم'' گھنٹہ گھر گوجرانوالہ ہماری منزل تھا، عشاء کی اذان سے چند منٹ قبل ہم اس عظیم دینی درسگاہ میں داخل ہوئے، دینی علوم کا مہکتا گلشن آج کچھ اداس اداس لگ رہا تھا، کیوں نہ ہوتا۔

وہ مالی رخصت ہوا جس نے یہ چمن لگایا اور پھر پورے ۵۲ سال اسے خون جگر سے سینچا، دفتر اہتمام سے اداسی ٹپک رہی تھی کہ اس کے صدر نشین چل بسے، مسجد کا منبر و محراب بھی سوگوار سا لگ رہا تھا کہ اس نے نصف صدی جس خطیب بے مثل کی زبان سے حق کے زمزمے سنے آج کے بعد وہ اس کی آواز نہ سن سکے گا۔

جامعہ کی ایک ایک اینٹ ایک ایک دیوار سے گریہ کا سماں معلوم ہوتا تھا کہ جس معمار کے حسنِ انتظام کی یہ کاریگری تھی وہ آج رخصت ہوا۔

عالم اسلام کے محقق کبیر حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہم ایک کمرے میں کرسی پر شدید بیماری کے عالم میں کوہ وقار بنے بیٹھے تھے۔

آنے والے خوش نصیب ہمیشہ دین کے دفاع اور حمایت میں چلتے رہنے والے ہاتھوں سے عقیدت کا مصافحہ کرتے۔

اپنا نام عرض کرتے اور ایک دل آویز سی مسکراہٹ کا تحفہ پاتے، لیکن مسکراہٹ کے پیچھے چھپا زخم ان کی آنکھوں سے مخفی نہ رہ سکتا اور پھر ضبط کی یہ دیوار بھی اس وقت قائم نہ رہ سکی جب زندگی بھر کے رفیق چھوٹے بھائی کا جسد خاکی زیارت کے لیے ان کے سامنے لایا گیا، کانپتے ہاتھ چہرے پر پھرے اور ساتھ ہی آنسو بھی پلکوں کی سرحد پار کر گئے، متمم بن نویرہ کے مشہور ضرب المثل اشعار اس عظیم جوڑی کے ٹوٹنے سے زیادہ کس پر صادق آتے ہوں گے؟

كـنـا كـنـدمـ ـى جـذيـمـة حـقبة

مـن الـدهـر حتـى قيـل لـن يتصـدعـا

فـلـمـا تـفـرقـنـا كـانـى ومـ' كـاً

لـطـول اجتـمـاع لـم نبـت ليـلة ، عـاً

ایک غم میں ڈوبی ہوئی صدا بھی اس وقت بند ہوئی۔

''آج آپ کی جوڑی ٹوٹ گئی''

اور شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی زیدہ مجدہ کی بھرائی ہوئی آواز آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

مدرسہ نصرۃ العلوم آج اس مسافر کی قسمت پر نازاں بھی ہوگا جس نے اس مقام پر بے سروسامانی اور مسافرت کی حالت میں اکیلے ڈیرہ ڈالا تھا آج اسے رخصت کرنے اتنے لوگ آگئے کہ درو دیوار اپنی تنگی پر شکوہ کناں نظر آنے لگے، مسجد، مدرسہ، دارالاقامہ کے کمرے، درسگاہیں، صحن، برآمدہ سب کھچا کھچ بھر گئے پھر گلیوں کی باری آگئی حتیٰ کہ ان میں بھی تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔

ہمیشہ سر بلند اور باوقار نظر آنے والے مولانا فیاض خان سواتی جنہوں نے تیرہ سال سے اپنے ذی شان والد کا لگایا ہوا گلشن اپنی ہمت اور عزیمت سے سنبھال رکھا ہے آج ٹوٹے ہوئے دکھائی دیے، نماز عشاء کی دوسری رکعت میں کل من علیها فان کی تلاوت کرتے ہوئے ان کی آواز نے اندر کا سارا حال بیان کر دیا اور پھر نماز جنازہ کی امامت کرتے ہوئے بھی وہ اپنی کیفیت پر قابو نہ رکھ سکے۔

تدفین عوامی قبرستان میں ہوئی، ساری زندگی عوام الناس کی روحانی بیماریوں کا علاج اور علمی کج فہمیوں کی اصلاح کرتے رہنے والے طبیب و مصلح نے انہی میں رہنا پسند کیا سو ان کی وصیت کا احترام کیا گیا، تدفین کے بعد نامور علماء، خطباء اور زعماء کا ایک ہجوم مولانا فیاض خان اور مولانا ریاض خان زید مجدہم سے تعزیت کر رہا تھا، یوں لگا کہ وہ ایک سایہ دار شجر تھے ہر راہ کا مسافر ان کے سائے میں آسودگی پاتا تھا، وہ نہ رہے تو ایک تپش محسوس کر رہا ہے اور اس کا اظہار بھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مفہوم ہے،

ابن آدم جب دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے مگر تین شخصوں کے اعمال کا ثواب

جاری رہتا ہے۔

(۱) صدقہ جاریہ چھوڑنے والا شخص۔

(۲) ایسا شخص جو پچھلوں کے لیے نفع بخش علم چھوڑ جائے جس سے وہ استفادہ کریں۔

(۳) ایسا شخص جو نیک اولاد چھوڑ جائے جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

حضرت صوفی عبدالحمید خان سواتی قدس سرہ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو وہ جاری رہنے والے ان اعمال کا وافر ذخیرہ چھوڑ گئے۔ مدرسہ نصرۃ العلوم اور کئی دیگر مساجد و مدارس ـــ ان کا قائم رہنے والا صدقہ جاریہ ہیں۔

قرآن پاک کی ضخیم درسی تفسیر اور دیگر درجنوں مفید کتابیں، خطبات، مقالہ جات ان کا وہ علم ہیں جن سے اہل علم ہمیشہ استفادہ کرتے رہیں گے، اور تین عالم دین بیٹے جنہوں نے انکی زندگی میں ہی ان کا کام سنبھال کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دی تھیں او ولد صالح یدعو الہ کا عملی مصداق ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ ہی کی دین ہے کس کی جھولی کس قدر سعادتوں سے بھر دے۔

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

رات بارہ بجے، ہم حضرت مولانا فیاض خان زید مجدہ سے اجازت طلب کر کے اٹھے اور اس اداس گلشن سے باہر نکل آئے جس کی اداسی نجانے کب تک برقرار رہے گی۔

لیکن یہ حقیقت بھی تو آج ان کی رخصتی کے وقت ہی بیان ہو رہی تھی۔

ہر ایک فانی ہے، اسے یہاں سے جانا ہی ہے، باقی رہنے والی ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، دیکھنا بس یہ ہے کہ کون کیسے رہتا ہے اور کیسے جاتا ہے۔

ہاں، دل یہ گواہی دے رہا تھا کہ جانے والے اچھے رہے اور اچھے ہی گئے

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

❁❁❁❁❁❁❁

سعدی کے قلم سے

چیف ایڈیٹر ہفت روزہ القلم پشاور

استاذ العلماء وابو العلماء

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے ---- وہ صاحب علم، صاحب قلم، صاحب بیان اور صاحب دل بزرگ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ''خیر کثیر'' عطا فرمائی وہ قرآن پاک کو سمجھتے تھے اور ''علوم القرآن'' کے ماہر تھے، وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حکمتوں کے امین اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید تھے۔

انہوں نے سعادت والی لمبی زندگی پائی ۱۹۱۷ء سے لیکن ۲۰۰۸ء تک کا عرصہ، یہ بانوے برس کا سفر انہوں نے علم سیکھتے اور سکھاتے گزار دیا، وہ دار العلوم دیوبند کے نامور فاضل تھے، وہ تاریخ اسلامی کے بابرکت محقق حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ العالی کے چھوٹے بھائی تھے، وہ پنجاب کی معروف ومستند دینی درسگاہ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی تھے، انہوں نے ۱۹۵۲ء میں اس شاندار مدرسے کی بنیاد رکھی، اللہ تعالیٰ قیامت تک ان کے اس گلشن کو آباد رکھے۔

وہ کئی کتابوں کے مصنف تھے، ان کا مشہور درس قرآن ''معالم العرفان'' کے نام سے ۲۰ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے، انہوں نے ''نماز مسنون'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب میں احناف کی نماز کا عین سنت کے مطابق ہونا مضبوط دلائل سے ثابت کیا۔

وہ ''علم المناظرہ'' کے ماہر تھے انہوں نے امام اہلسنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ کی خدمت میں رہ کر اس ''فن'' کی تکمیل فرمائی تھی، وہ ''طبیب'' بھی تھے انہوں نے طبیہ کالج حیدرآباد دکن سے طب کا چار سالہ کورس کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا رخ ''دوائیاں کوٹنے'' سے قرآن پاک پڑھانے اور

سمجھانے کی طرف پھیر دیا۔

وہ استاذ العلماء ہونے کے ساتھ ساتھ ''ابوالعلماء'' بھی تھے ان کے ایک بیٹے تو فوت ہو گئے جبکہ باقی تینوں بیٹے ماشاءاللہ جید عالم ہیں۔

وہ جہاد اور مجاہدین سے بہت محبت فرماتے تھے اور مجاہدین کی عملی کاروائیاں سن کر خوش ہوتے تھے اور انہیں دعاؤں سے نوازتے تھے، کل مورخہ ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بروز اتوار اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، ان للّٰہ ما اعطیٰ ولہ ما اخذو کل شیء عندہ باجل مسمّٰی اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ۔

چونکہ ایسی جامع علمی شخصیات کا اٹھ جانا، پوری امت کے لیے صدمہ ہے اس لیے ہم، ان کے صاحبزادوں اور عزیز و اقارب کے ساتھ ساتھ پوری امت مسلمہ سے بھی ''تعزیت'' کرتے ہیں، یہ دنیا ''عارضی متاع'' اور ''امتحان گاہ'' ہے، ہم سب کو چاہیے کہ غفلتوں اور دنیا پرستیوں کو چھوڑ کر اپنے وقت کو قیمتی، اور اپنی آخرت کو محفوظ بنانے کی محنت کریں اور اس فانی دنیا میں دل نہ لگائیں۔

؎

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں
نہ چھیڑ اے نکہتِ باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ التفسیرؒ کے درجات بلند فرمائے اور انکے صدقات جاریہ کو قبول فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا محمد ریاض انور گجراتی
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم

مفسر اعظم کے دو سلسلے

مخدوم العلماء، قدوۃ الصلحاء، نمونہ سلف، یادگار اکابرین اسلام، مفسر اعظم، استاذی المکرم، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نوراللہ مرقدہ کواللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا، قدرت نے اپنا بے پناہ کرم ان پر فرما کر انہیں اپنے وقت کا عظیم مفسر، عظیم محدث، عظیم شیخ، عظیم رہبر بنایا، جس نے بھی انہیں ایک نظر دیکھا پھر وہ ہمیشہ کیلئے ان کا ہی ہو کر رہ گیا، بڑے بڑے جری جب ان کے سامنے آئے تو ان کی نورانی صورت دیکھ کر ہمیشہ کیلئے ان کے پیروکار بن گئے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کون ہے غیب جاننے والا کسے پتہ تھا کہ ہزارہ کی دور دراز بستی چیڑاں ڈھکی نزد کڑمنگ بالا ضلع مانسہرہ میں ۱۹۱۷ء کو پیدا ہونے والا خوش نصیب بچہ اپنے زمانے کا مفسر اعظم بنے گا، جس کے قلم سے قرآن پاک کی تفسیر کے ساڑھے تیرہ ہزار سے زائد صفحات لکھے جائیں گے۔

کسے پتہ تھا کہ سواتی خاندان کا عظیم ہونہار فرزند جب مسندِ حدیث پر بیٹھے گا تو اس کے سامنے بڑے بڑے شیوخ وعلماء زانوئے تلمذ طے کریں گے، کسے خبر تھی کہ جب یہ نصرۃ العلوم میں مسندِ حدیث پر بیٹھ کر رسول عربی ﷺ کے موتی بکھیریں گے تو زمانہ عش عش کر اٹھے گا، روزِ ازل سے اللہ تعالیٰ نے اس سعید الفطرت انسان کو بے شمار خوبیوں سے رنوازنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے جب بین الاقوامی اسلامی درس گاہ دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۶۱ھ کو انہیں سندِ حدیث دے کر جو امانت آپ کے سپرد کردی انہوں نے اس امانت کو امت مسلمہ کے سامنے پہنچانے کا حق ادا کردیا، قدرت نے بے شمار خوبیوں سے انہیں مالا مال فرمایا تھا اس وقت میں ان کے صرف دو عظیم سلسلے تحریر کررہا ہوں۔

ا۔ سلسلہ سندِ علم حدیث شریف

۲۔ سلسلہ تصوف وطریقت

پہلے سلسلہ سند حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا سلسلہ

مفسر اعظم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نے حدیث پاک پڑھی ہے، حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے۔

حضرت مدنی نے شیخ الہند اسیر مالٹا، مالٹا کے جزیروں میں بیٹھ کر اللہ کی آخری کتاب کا ترجمہ لکھنے والے حضرت مولانا محمود الحسنؒ دیوبندی سے۔

حضرت شیخ الہند نے حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند سے۔

حضرت نانوتوی نے حضرت مولانا شاہ عبدالغنیؒ مجددی دہلوی اور شارح بخاری شریف حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ سے۔

ان دونوں بزرگوں نے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاقؒ دہلوی سے۔

حضرت دہلوی نے زینت الاسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی سے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے امام المحدثین حضرت مولانا الشیخ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز نے حضرت الشیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیمؒ سے۔

حضرت ابوطاہر محمد بن ابراہیمؒ نے الشیخ احمدؒ القشاشی سے۔

انہوں نے شیخ احمد بن عبدالقدوسؒ سے۔

انہوں نے شیخ شمس الدین محمد احمدؒ سے۔

انہوں نے شیخ زین العابدین زکریا بن محمد سے۔

حضرت شیخ زین العابدین زکریاؒ بن محمد نے الشیخ حافظ ابوالفضل احمد بن علیؒ سے۔

انہوں نے الشیخ ابراہیم بن احمدؒ التنوخی سے۔

ابن احمدؒ التنوخی نے الشیخ ابوالعباس احمد بن ابی طالبؒ سے۔
انہوں نے عبداللہ بن مبارکؒ سے۔
انہوں نے الشیخ عبدالاول بن عیسیٰؒ سے۔
انہوں نے الشیخ ابوالحسن عبدالرحمٰن بن مظفرؒ سے۔
انہوں نے ابومحمد عبداللہ بن احمدؒ سے۔
حضرت الشیخ ابومحمد عبداللہؒ نے محمد بن یوسفؒ سے۔
انہوں نے سند المحدثین حضرت الشیخ محمد بن اسماعیلؒ امام بخاری سے۔
انہوں نے حضرت الشیخ مکی بن ابراہیمؒ تلمیذ خاص امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت سے۔
حضرت مکی بن ابراہیمؒ نے حضرت یزید بن ابی عبیدؒ تابعی سے۔
حضرت ابن ابی عبیدؒ تابعی نے حضرت سلمہ بن الاکوع صحابیؓ سے انہوں نے حدیث شریف کا نورانی علم حضرت خاتم الرسل جناب محمد عربی ﷺ سے حاصل کیا۔

دوسرا سلسلہ

حضرت مفسر اعظم نے تصوف کی منزلیں اپنے وقت کے عظیم شیخ و مربی حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے طے کی ہیں، الحمد للہ پہلے سلسلے کی طرح اس سلسلے کا تعلق بھی سرتاج الرسل حضرت محمد ﷺ سے ملتا ہے، مثلاً:

حضرت مفسر اعظم کے شیخ مرشد پیر حضرت مدنیؒ ہیں۔
حضرت مدنی کے پیر قطب العالم فقیہ ہند علامہ رشید احمد گنگوہیؒ۔
حضرت گنگوہیؒ کے پیر ولی کامل الشیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ۔
حضرت حاجی صاحب کے پیر الشیخ نور محمدؒ جھنجانوی۔
ان کے پیر الشیخ عبدالرحیمؒ شہید۔
ان کے پیر الشیخ عبدالباریؒ امروہی۔

حضرت عبدالباریؒ امروہی کے پیر الشیخ عبدالہادیؒ امروہی۔
ان کے پیر الشیخ عضوالدینؒ امروہی۔
ان کے پیر الشیخ محمد مکیؒ۔
ان کے پیر الشیخ الشاہ محمدیؒ۔
ان کے پیر محب اللہؒ الہ آبادی۔
انکے پیر الشیخ ابی سعیدؒ گنگوہی۔
حضرت ابی سعیدؒ گنگوہی کے پیر الشیخ نظام الدین بلخیؒ۔
ان کے پیر جلال الدینؒ تھانیسری۔
ان کے پیر قطب العصر الشیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ۔
ان کے پیر الشیخ محمد عارف الردولوی۔
ان کے پیر الشیخ عبدالحق الردولویؒ۔
ان کے پیر کبیر الاولیا جلال الدینؒ پانی پتی۔
ان کے پیر الشیخ شمس الدینؒ الترک پانی پتی۔
ان کے پیر سید العارفین الشیخ علی احمد الصابرؒ
ان کے پیر الشیخ فرید الدین گنج شکرؒ الاجودہنی۔
ان کے پیر قطب الدینؒ بختیار الکاکی۔
ان کے پیر قطب العالم مرکز طریقت خاندان چشتیہ کے عظیم چراغ الشیخ معین الدینؒ چشتی السجزی۔
ان کے پیر الشیخ عثمانؒ الھارونی۔
ان کے پیر الحاج السید شریف الزندنیؒ۔
ان کے پیر الشیخ ابی یوسفؒ چشتی۔
ان کے پیر السید ابی محمد المحترم چشتیؒ۔

ان کے پیر الشیخ ابی احمد الابدالؒ چشتی۔

ان کے پیر الشیخ ابی اسحاق شامیؒ۔

انکے پیر الشیخ ممشاد علوالدینوریؒ۔

ان کے پیر ابوہبیرہ البصری۔

ان کے پیر الشیخ حذیفہ المرعشیؒ۔

ان کے پیر الشیخ سلطان ابراہیمؒ بن ادھم۔

ان کے پیر الشیخ فضیل بن عیاضؒ۔

ان کے پیر الشیخ عبدالواحد بن زیدؒ۔

ان کے پیر الشیخ الخواجہ الحسن البصریؒ۔

ان کے پیر مدینۃ العلم فاتح خیبر، قاطع مرحب ابوتراب داماد پیغمبر شیر خدا خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ۔

ان کے پیر سید ابرار حبیب غفار، محبوب ستار، شافع یوم قرار، سرور عالم رحمت کائنات خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفسر اعظم کی تربت انور پر اپنی رحمت کی گھٹائیں برسائیں، انہیں کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائیں۔

ان کی لحد کو جنت کا باغیچہ بنائیں، آج ان کے بغیر مجلسیں سنسان ہیں، محفلیں بے رونق ہیں، ان کی یادیں ایک لمحہ کیلئے بھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔

؎ اس شہر میں لاکھوں چہرے تھے سب بھول گئے کچھ یاد نہیں
اک شخص کتابوں جیسا تھا وہ شخص زبانی یاد ہوا

......☆......☆......☆......

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب مدظلہ
سابق صدر مفتی، نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

حضرت الشیخ صوفی عبدالحمیدؒ

☆ اساتذہ و مشائخ

☆ اسانید

☆ علمی و ادبی مقام

☆ چند افادات

ے سلام علی شیخی مربی و محسنی فی الحیوۃ وبعد المماۃ ویوم لقائہ
یعنی الشیخ الاستاذ مولانا صوفی عبد الحمید ادام اللّٰہ افاداتہ وفیوضاتہ وبرکاتہ فی
العالمین

حضرت الاستاذ درس نظامی کے بہت بڑے ماہر، مایہ ناز معلم اور جامع فنون مانے جاتے تھے، آپ کی ذات والا صفات، آپ کے اوصاف و کمالات، آپ کی زندگی کے بیتے ہوئے ایام، آپ کے جذبات و احساسات، آپ کے افکار وعلوم، آپ کا بیان اور فن خطابت، آپ کا ملکہ تقریر وتحریر، سیاست وامارت میں آپ کی تدابیر وآراء، آپ پر عطاہائے الٰہی مثل سمندر بیکراں ہے، جس کا احاطہ مشکل ہے، اس پر ایک اکیڈمی کام کرے تو بھی وہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ اس سفر میں کامیاب ہے چہ جائیکہ کوئی فرد، ''نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں۔''

راقم الحروف کو اگر شیخ کی یادگار اور ان کے ذکر خیر کا جذبہ نہ ستاتا اور اپنے نامہ اعمال میں تذکرہ شیخ کو ذریعہ نجات نہ سمجھتا تو کبھی قلم اٹھانے کی جرأت نہ کرتا لیکن، حضرت شیخ کی حاضری اور خدمت میں مسلسل چھبیس سال رہنے کے صلے میں اپنے اوپر لازم سمجھتا ہوں کہ میں جو کچھ جانتا ہوں اسے احاطہ تحریر میں لاؤں، وہ ایک مفصل کتاب ہے لیکن فی الحال میں چار باتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) آپ کے اکابرؒ، مشائخ ؒ، اساتذہ کرامؒ اور معاصرین۔
(۲) سلسلہ اسانید احادیث
(۳) انتخاب اشعار کا نمونہ
(۴) چند افادات

آپ کے اکابرؒ اور مشائخ، اساتذہ کرام اور معاصرین

حضرت الاستاذ ذوق طبع اور نکتہ رسی میں اپنی مثال آپ تھے، ہر مسئلہ میں اس کی حقیقت اور کنہہ تک رسائی حاصل کرنے میں خاص مقام رکھتے تھے، مسئلہ خواہ کتنا ہی نظری اور پیچیدہ کیوں نہ ہو، اس کے منطقی نتیجے تک رسائی حاصل کرنے میں سعی فرماتے، اپنے اکابر علماء، حضرت شیخ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے فلسفہ اور کلام پر آپ کو بڑا اعتماد تھا، افتاء اور اتقاء میں مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ دہلویؒ اور اپنے شیخ مولانا حسین احمد مدنی ؒ کو بطور استناد و استشہاد پیش کرتے، امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ذات والاصفات سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، ساری زندگی آپ کو حضرت شاہ صاحب کے علوم و افکار اور آپ کی کتب اور تالیفات کے مطالعہ میں انہماک رہا، اس سلسلہ تحقیق میں امام انقلاب شیخ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو اپنا استاذ اور مرشد تسلیم کیا، بحمد اللہ تعالیٰ اس میدان میں ایسا علمی ذخیرہ سامنے لائے جو بعد کے لوگوں میں ہمیشہ نقش اول کے طور پر قائم رہے گا، امام شاہ ولی اللہؒ کی نادر و نایاب تالیفات و تصنیفات جو آپ کے ہاتھوں تحقیق و تعلیق کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ادارہ نصرۃ العلوم سے شائع کی گئیں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ تقبل اللّٰہ حسناتہ و جعل سعیہ مشکوٗرا۔

وطن کی آزادی میں حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک آزادی (ریشمی رومال) تحریک خلافت وغیرہ کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، خصوصاً امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور مولانا حسین احمد مدنی ؒ، حضرت مولانا عزیر گلؒ اسیر مالٹا وغیرہم کی مدح سرائی میں رطب اللسان رہتے، اسی طرح مولانا ابو الکلام آزادؒ کی بیباکی، بلند ہمتی، جرأت اور اقدام جہاد کی عظمت کا دل و جان سے اعتراف کرتے، مولانا آزادؒ کی نقاہات و ظرافات کا ذکر ہوتا تو بڑی خوش اسلوبی سے خود بھی محظوظ ہوتے اور سامعین میں بھی وجد و طرب پیدا کر دیتے۔

پیر طریقت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی وفات کے بعد راقم الحروف سے فرمایا یہ دونوں بزرگ مستجاب الدعوات تھے ان کے وجود سے امت مسلمہ کو سلامتی اور عافیت حاصل تھی اور یہ لوگ بہت سے مصائب کا مداوا تھے، اب وہ بات باقی نہیں، نیز فرمایا مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا مفتی محمودؒ کا اسمبلی میں اظہار حق اور اتمام حجت کی وجہ سے ایک بہت بڑا فریضہ امت مسلمہ کی طرف سے ادا ہوتا رہا، ان کی وفات کے بعد یہ سلسلہ بھی قائم نہ رہا، ہم ان تمام برکات سے محروم ہو گئے۔

۱۹۵۷ء بمطابق ۱۳۷۷ھ راقم الحروف کا نصرۃ العلوم میں دورہ حدیث کا سال تھا، سکندر مرزا (صدر پاکستان) نے اپنے ایک خاص بیان میں کہا کہ مولویوں نے اسلام کو کوٹھری میں بند کر دیا ہے، اس پر خطبہ جمعہ میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا کہ سکندر مرزا خدا سے ڈرو، پینتالیس سال سے میں پنجاب کے ام القریٰ (لاہور) شیرانوالہ دروازہ میں کتاب اللہ کا درس دے رہا ہوں اس پر حضرت صوفی صاحبؒ نے دوسرے جمعہ میں فرمایا ہمارے شیخ نے سکندر مرزا کے بیان پر کیا خوب تبصرہ فرمایا ہے، اور پھر صوفی صاحبؒ نے کہا تو اپنی کتیا ناہید بیگم کو مشرق مغرب پھراتا ہے اور گوروں سے مصافحہ کراتا ہے، یہی تیرا اسلام ہے؟ یہ آپ کی شجاعت اور بے باکی کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔

شرعی مسائل خصوصاً اعتقادیات میں اکابر علماء دیوبند اور مشائخ کرام پر انحصار کرتے اپنے معاصرین میں اپنے برادر بزرگ حضرت شیخ استاذ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ پر اعتماد فرماتے، ان کی علمی تحقیقات کو سراہتے اور اطمینان کا اظہار فرماتے۔

دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے سید المناظرین، امام اہلسنت حضرت الشیخ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی خدمت میں ادارہ دار المبلغین میں قیام کیا، مناظرہ اور افتاء سیکھا، آپ حضرت الشیخ کی عزیمت اور عظمت کا برملا اظہار کرتے اور فرماتے کہ روافض کے خلاف حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے بعد ایسا محقق اور مناظر پیدا نہیں ہوا، اور حضرت کو اس سلسلہ میں شرح صدر تھا، وہ لیڈر جو اکابر علماء دیوبند کے ساتھ لکھنؤ میں شیعوں کے خلاف ایجی ٹیشن میں شریک ہوئے ان کے متعلق حضرت کی رائے تھی کہ وہ تقیہ کرتے ہیں۔

آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو سلسلہ رشد و ہدایت اور طریقت میں موعظۃ

النصیحت پیشوا مانتے، آپ کی نظر میں حضرت کی تفسیر بیان القرآن کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔
تفسیری مشکلات میں اس کی طرف رجوع فرماتے،

حضرت صوفی صاحبؒ اپنے دور کے، قرآن وحدیث کے بہت بڑے عالم، مفسر، سلوک وتصوف میں مایہ ناز بزرگ اور علماء کے پیر ومرشد حضرت مولانا حسین علیؒ متوطن واں بھچراں میانوالی سے خاص عقیدت رکھتے، علماء کی عام اصطلاح میں آپ کو حضرت صاحب سے یاد کیا جاتا ہے، حضرت صوفی صاحبؒ بھی یہی اصطلاح استعمال فرماتے، آپ کی کتاب تحفہ ابراہیمیہ پر تعلیق کی، ترجمہ اور تشریح کے ساتھ حضرت صاحب کے تلامذہ اور متوسلین کا تفصیلی ذکر فرمایا، جسکا نام فیوضات حسینیہ رکھا، حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت صاحب کی زیارت اس وقت کی جب آپ ہمارے استاذ مولانا عبدالعزیزؒ سے ملنے جامعہ مسجد شیرانوالہ باغ تشریف لائے، آپ مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کو مولانا کی اصطلاح سے یاد فرماتے۔

حضرت مولانا عبدالعزیزؒ کو محدث اور یگانہ روزگار محقق باور کرتے، کہتے کہ مولانا نے ہم سے فرمایا اگر میں اس بیماری سے جانبر ہو گیا تو میں آپ کو خاص انداز سے ابوداؤد شریف پڑھاؤں گا لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا۔

آپ نے حضرت الشیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ سے ۱۹۶۰ء میں دورہ تفسیر کے موقع پر درس قرآن کا سماع کیا، آپ کے اخلاص، قرآن وحدیث اور اسلام کی والہانہ خدمات پر ہمیشہ خراج عقیدت پیش کیا، آپ کو عجوبہ روزگار کہا کرتے تھے، آپ سے بہت محبت وعقیدت کا اظہار فرماتے۔

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خطابت اور بیان کے اعجاز کے قائل تھے، فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب نے موچی دروازہ میں ایک پروگرام میں خطاب کیا، بعد میں حضرت مفتی کفایت اللہؒ نے آپ سے فرمایا کہ آپ ایسی تقریر نہ کیا کریں کیونکہ میں لوگوں پر آپ کی خطابت کا ایسا اثر دیکھ رہا تھا کہ آپ اس وقت جو بھی کہتے لوگ تسلیم کر لیتے۔

رئیس المناظرین حضرت مولانا لعل حسین اختر کا مرزائیوں اور ہندوؤں کے مقابلے میں عظیم مناظر کے طور پر ذکر کرتے، فرماتے ہندوؤں کے بڑے مناظر کالی چرن، جسے قرآن شریف کے اٹھارہ پارے بھی یاد تھے، بہت بڑی بلا تھا، اپنے مقابلے میں کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا، حضرت مولانا عبدالشکورؒ کے پاس قیام لکھنؤ

کے زمانے میں مولانا لعل حسین اختر کا اس سے مناظرہ طے ہوا، مولانا نے اسے ایسی شکست فاش دی کہ رہے نام خدا کا، ہندوؤں کے اسیر اور منصف بول اٹھے اور مولانا عبدالشکور صاحبؒ کو مبارک باد دی اور کہا آپ کے مناظر کامیاب ہو گئے، حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ بہت خوش ہوئے اور بہت بڑی دعوت عام کا اہتمام کیا جس میں ہر طبقے کے لوگ شریک ہوئے۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کو بہت بڑا مقرر، قادر الکلام خطیب اور اسلام کا انتھک مجاہد خیال کرتے، راقم الحروف کہا کرتا تھا کہ حضرت صوفی صاحب، مولانا محمد علی جالندھری کے پائے کے مقرر اور ہمارے استاذ مولانا مفتی محمود کے پائے کے سیاسی بلکہ علمی سیاست میں ان سے بڑھ کر ہیں، اب بھی میرا یہی مؤقف ہے۔

اسی طرح آپ مولانا شمس الحق افغانیؒ (سابق وزیر قلات وشیخ الحدیث جامعہ عباسیہ بہاولپور)، حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) اور حضرت مولانا خیر محمد جالندہریؒ (بانی جامعہ خیر المدارس ملتان) اور اپنے دور کے دیگر اکابر کا بڑی عظمت اور احترام سے تذکرہ فرماتے۔

آپ نے حیدر آباد دکن میں (نظامیہ) طبیہ کالج میں داخلہ لیا اور مسلسل چار سال تک وہاں تعلیم حاصل کی اور امتحان میں اول آئے اور پچانوے نمبر لے کر ریکارڈ قائم کیا، اپنے استاد حکیم کبیر الدین کا خصوصیت سے ذکر کرتے کہ ہم اتوار کے روز حضرت کے گھر جایا کرتے تھے، حضرت ہماری مہمانی کرتے اور فرماتے کہ آپ کی والدہ نے آپ کے لئے خصوصیت سے شامی کباب تیار کیے ہیں، آپ کے تجربہ اور حذاقت کے زبردست قائل تھے، فرماتے آپ مسیح الملک اجمل خان کے تلامذہ میں سرفہرست تھے۔

حضرت صوفی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ آخری امتحان میں میرے لیے مشکل مرحلہ یہ تھا کہ ایک مریض کو میرے سامنے لایا گیا جس کا مرض مخفی اور ایک عقدہ لاینحل تھا، لیکن بحمد اللہ تعالیٰ میں نے اس کا مرض دریافت کر لیا اور علاج بھی تجویز کیا، جس پر مجھے خصوصی انعام ملا۔

حضرت صوفی صاحبؒ دار العلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات میں تشریف لے گئے تو آپ کی اپنے رفقاء اور طبیہ کالج کے احباب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بتایا کہ آپ کا انعام ابھی تک آپ کے نام محفوظ ہے۔

راقم الحروف نے حضرت الشیخ صوفی صاحبؒ سے، ان کی وفات سے بہت عرصہ پہلے دارالعلوم دیوبند میں جن اساتذہ اور مشائخ سے حضرت شیخ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور حضرت صوفی صاحبؒ نے جو کتب پڑھیں دریافت کیا اور اسی وقت بلفظہ من وعن تحریر کیا، تفصیل حسب ذیل ہے۔

اسانید احادیث

الاسناد لحضرة الاستاذ الشيخ محيّ السنة مولانا محمد سر فراز خان صفدر خلّد الله ظلاله والحضرة الاستاذ الشيخ مولانا صوفي عبد الحميدؒ رئيس الجامعه نصرة العلوم گوجرانواله۔

سال فراغت دارالعلوم دیوبند ۱۹۴۳ء/۱۳۶۰ھ

۱۔ بخاری شریف تا کتاب الصلوٰۃ/جلد اول، کتاب المغازی والتفسیر/جلد ثانی......

...... عند شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد المدنیؒ، بقیہ جلد اول، بقیہ جلد ثانی، عند شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علیؒ۔

۲۔ ترمذی شریف تا کتاب الصلوٰۃ جلد اول......عند شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ۔ بقیہ دیگر و شمائل ترمذی عند شیخ الأدب حضرت مولانا اعزاز علیؒ۔

۳۔ مسلم شریف نصف اول مکمل، نصف ثانی اکثر۔

...... عند شیخ المعقول والمنقول رئیس المتکلمین حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ۔

۴۔ ابوداؤد شریف مکمل

...... عند شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علیؒ۔

۵۔ نسائی شریف معتد بہ حصہ

...... عند مولانا عبدالحقؒ وعند مولانا نافع گل پشاوریؒ

۶۔ ابن ماجہ معتد بہ حصہ

...... (۱) عند مولانا مفتی ریاض الدین دیوبندیؒ، مفتی صاحبؒ بیمار ہوئے تو (۲) رئیس المناظرین مولانا ابو الوفا شاہجہانپوریؒ۔

۷۔ مؤطا امام مالک معتد بہ حصہ
...... عند الشیخ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ۔

۸۔ مؤطا امام محمد قدرے
...... عند علامہ ظہور احمد دیوبندیؒ تلمیذ حضرت شاہ صاحب کاشمیریؒ۔

۹۔ طحاوی شریف معتد بہ
...... عند الشیخ مولانا مفتی محمد شفیعؒ تلمیذ حضرت شاہ صاحب کاشمیریؒ ایضاً مفتی صاحبؒ کو مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ سے تلمذ ہے اور مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ کو الشیخ مولانا عبدالغنی مجددیؒ، استاذ حضرت نانوتویؒ و حضرت گنگوہیؒ سے تلمذ ہے، اس اعتبار سے یہ سند عالی ہے۔۔

۱۰۔ مشکوٰۃ شریف مکمل، جلالین شریف مکمل، ہدایہ اخرین مکمل بیضاوی شریف دو پارہ۔
...... عند حضرت الشیخ مولانا عبدالقدیر کیمل پوریؒ تلمیذ مولانا غلام رسولؒ بابا انہی والے نیز تلمیذ حضرت مولانا الشیخ محمد انور شاہ صاحب کاشمیریؒ۔ (جامعہ مسجد انوار العلوم گوجرانوالہ)

حضرت الشیخ جناب مولانا صوفی عبدالحمیدؒ نے بعد از فراغت دار العلوم، سید المناظرین، امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ سے مناظرہ اور افتا سیکھا اور کچھ حصہ قرآن مجید پڑھا اور اجازت حدیث وعلوم وفنون حاصل کی اور ان کو مولانا عین القضاۃ سے تلمذ ہے اور ان کو جامع کمالات ابوالبرکات مولانا عبدالحی لکھنویؒ سے اجازت وتلمذ حاصل ہے، ونیز بعد از مناظرہ امروہ کہ امام اہلسنت نے ایرانی شیعہ کے مجتہد اعظم سبط حسن کو شکست دی، تین دن مناظرہ طے پایا تھا وہ پہلے دن ہی بھاگ گیا تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ بہت خوش ہوئے اور انہیں اجازت حدیث عطا کی۔

انتخاب اشعار کا نمونہ

حضرت صوفی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے عربیت اور شعری ذوق میں خاص مقام عطا فرمایا تھا، قدیم و جدید شعراء کے دواوین پر آپ کو عبور حاصل تھا، پھر اس پر لطافت شعری اور اشعار کے امتیاز اور انتخاب میں دل آشنا رکھتے تھے، کبھی کبھار، جب طبع میں فرحت اور انبساط ہوتا، تو اپنے پسندیدہ اور منتخب اشعار سے سامعین کو محظوظ کرتے، جن میں سے ہم کچھ اشعار ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

ایــــا عهــد الشبــــاب و كـنــت تـنــدى
عـــلـــى أفيــــاه ســـر حتك الســــلام

اے عہد شباب جبکہ تو تروتازہ اور پر بہار تھا، تیرے لمبے کھجور کے درخت کے سائے پر سلام ہو۔

المشع الکندی

كــأن الشبــــاب خـفـيـفة ايّــــامـــه
والشّيــب مَـحْـمـلُــه عـلــيّ ثـقـيـل

جوانی کے ایام ہلکے پھلکے ہوتے ہیں، اور بڑھاپے کا کجاوہ مجھ پر ثقیل ہے۔

قال علیؓ

لو كنت بوّا با على باب جنّتٍ
لقلت لهمدانَ اُدخلُن بسلم

اگر میں جنت کے دروازے پر نگران ہوتا تو میں ہمدان سے کہتا کہ سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔

قال مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

لو كنت بوّابا على باب جنّت لقلت لمدّراس او خلن بسلم

اگر میں جنت کے دروازے پر نگران ہوتا تو میں مدارس سے کہتا کہ سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔

فی الزوزنی

ولـــى كبـــد ة مـجـــروحة بهـــا مـن صـدوء
الهـــوى لـــو أنّ كيـــنـــا يســـويهـــا

میرا دل مجروح ہے اس میں خواہش کی دراڑیں ہیں کاش کوئی لوہارا سے سیدھا کرے۔

شوقی

صــونـــى جـمــالكِ عـنّــا فــانّــنــا بشــر
مــن التّــراب وهــو الـحســن الــروحـانــى
او فتبتــغــى مــلــكــاتــا وبـنـــه فـلــكــا

لم یتخذ شر کا فی العالم الفانی

اپنے جمال کو ہم سے بچا کر رکھ کیونکہ ہم بشر ہیں، مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ حسن روحانی ہے، یا کسی فرشتے کو طلب کرو جسے آسماں پہ پناہ دو، جس کا اس عالم فانی میں کوئی حصہ نہ ہو۔

عمر بن ربیعہ ولد یوم مات عمرؓ

وذو الشّوق القدیم وان تعزّی

مشوق حین یلقی العاشقینا

پرانے شوق والا چاہے کتنا ہی صبر کرے، شوق دلایا ہوا ہوتا ہے جب شوق دلانے والوں کو ملتا ہے۔

(نوٹ: اس مادہ میں فاعل مفعول اور مفعول فاعل بن جاتا ہے)

قال عامر بن حوط

وازور بیت الحق زور ماکث

فعلام احفُلُ ما تقوّض وانهدم

شیّد الناسُ علیه وبنوا

حائطَ الشك علی اُسّ الیقینِ

ایک زائر کی حیثیت سے میں نے بیت اللہ کی زیارت کی، میں کس چیز پر آنسو بہاؤں جو توڑ پھوڑ اور انہدام کے قابل ہے لوگوں نے اس پر پختہ عمارت تیار کی، شک کی دیوار، یقین کی بنیاد پر کھڑی کی۔

شوقی نپولین کی قبر پر

سلام علی من لا یرد سلاما

وعلی من لایرانی موضعا لکلاما

اس پر سلام جو سلام کا جواب نہیں دیتا، اور اس پر جو مجھے کلام کرنے کا موقع نہیں دیتا

تجری الامور لغایة

الّا عذابی فی هواه

تمام کاموں کی ایک حد ہے، مگر محبوب کی طلب میں عذاب کی کوئی حد نہیں۔

امرأالقیس

قِفا نَبْكِ من حبیب وعرفان

ورسمٍ عفت آیاتهٔ منذ ازمان

الاحیّ المنازلِ مِن سعادا

عفت الا الدوادی والرمادا

اے ساتھیو! ٹھہرو ہم رولیں اپنے حبیب اور دوستوں پر اور ان کھنڈرات پر جن کے کافی زمانے سے نشان مٹ چکے۔

خبر دار سعاد کے منازل پر سلام جن کی بنیادیں مٹ گئی ہیں، مگر بچوں کے کھیلنے کے آثار اور جلائی ہوئی لکڑیوں کے خاکستر۔

مفضلیات

یاتی الشباب الاقورینا

ولا تغبط اخاك ان یقال حکم

فاذهب فدی لك نفسی

لا تخلد فی الدار الاثابة وأرم

جوانی آتی ہے تو جوانوں پر بڑی بلائیں اور مصیبتیں آتی ہیں، اپنے بھائی پر رشک مت کرو اسے حکم کہا جاتا ہے، چلے جاؤ تم پر میرا نفس قربان ہو، دنیا میں کچھ نہیں رہے گا مگر ثابت وأرم پہاڑ۔

اذا المنیّةُ والخطوف کلاهما

یوفی المغارم یرقبان سوادی

جبکہ موت اور حادثات دونوں پہاڑوں کی دراڑوں پر چھاگئے، میرے وجود کے منتظر تھے۔

شوقی

اِنْ بِتّ فی العیون فأنت لذاك اهل

اِذ عادة النور ینزل الابصارا

اگر تو میری آنکھوں میں رات بسر کرے تو اس کا اہل ہے کیونکہ نور کی عادت ہے کہ وہ آنکھوں میں اترتا ہے۔

ثِق بما شئت من زمانك
الا صحبة العيش وجوار السلامة

اپنے دور کی جس چیز پر چاہو اعتماد کرو
مگر عافیت اور دائمی سلامتی

طُف طُف بطوكيو وقف على يوكهامه
وسَل القريتين كيف القيامة

ٹوکیو کا بار بار چکر لگاؤ اور یوکہامہ پر ٹھہرو اور نظر ڈالو، ان دو آبادیوں سے پوچھو تم پر کیسی قیامت گزری۔

هَلْ اٰذَنَتنا الحادثاتُ لهدنة
وهل استجاب وسالم المقدار

کیا مصائب اور حوادث نے اپنی فریب کاری اور سازش سے ہمیں مطلع نہیں کیا؟ کیا تقدیر حاوی ہوگئی اور تقدیر نے مصالحت سے کام لیا؟

مفضليات

لا تحرمنّ نائلا عن جنابتى
انّى امرؤ وسط القباب غريبُ

میری بارگاہ میں کسی کو عطیے سے محروم نہ رکھو کیونکہ میں خود بھی سفرگاہوں کے وسط میں مسافر ہوں۔

فی المعلقة

يخبركِ من شهد الوقائع انّنى
اغشى الوغا واعفّ عند المغنمِ

تجھے مطلع کریں گے وہ لوگ جو جنگوں میں حاضر تھے کہ میں جنگ کے شور وغل پر چھا جاتا ہوں لیکن مالِ غنیمت سے بچتا ہوں۔

۱۳۹۰ھ کے شروع میں راقم الحروف کا نصرۃ العلوم میں بطورِ مفتی تقرر ہوا، ۱۳۹۲ھ کے شروع میں،

میں نے حضرت شیخ استاذ مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی خدمت میں ادب کی منفرد کتاب حماسہ پڑھنے کی درخواست کی، باب الحماسی مکمل جبکہ باقی تھوڑا تھوڑا ہر باب سے سماع کیا، اس دوران آپ کے افادات اور لطائف ادبیہ وشعریہ پر توجہ مرکوز رکھی اور مختصر نوٹس تیار کیے جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

باب الهجاء

حنيئًا مريئًا غير داءٍ مخامرٍ
لعزّة من أعراضنا ما استحلّتِ
فإنّك واستبضاعك الشعر نحونا
كمستبضع تمرا الى ارض خيبراً

خوش آمدید کہتا ہوں مؤثر بیماری سے مبرّا کہ ہماری آبروؤں میں سے ایک عزت پر اس نے بقہ لگایا ہے، تیرا ہمارے پاس شعر کا ذخیرہ ارسال کرنا ایسے ہے جیسے کوئی شخص خیبر کی سرزمین میں کھجور کا تحفہ ارسال کرے۔

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ جب اقبال مرحوم نے حضرت مدنیؒ پر وطنیت کا الزام لگایا کہ وہ وطن کو دین کا حصہ سمجھتے ہیں اور شعر وشاعری میں زبردست طنز کیا تو حضرت نے اس کا مندرجہ بالا اشعار میں جواب دیا، اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ تمہاری مذمت سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا، نیز اس طرح کے اشعار اور تحفے ہمارے پاس بے شمار ارسال ہوتے ہیں، ہم اس سے نہیں گھبراتے۔

قال رجل من خثعم

خلت الديار فسُدتّ غير مسوّدِ
ومن الشّقاء تفرّدي بالسؤدد

ان لوگوں سے علاقے خالی ہوگئے تو میں بغیر انتخاب کے ان کا سردار بنا دیا گیا اور میرا سرداری کے لئے معیّن اور مقرر ہونا میری شامت اور شقاوت کی علامت ہے۔

قال دريد ابن صمّہ

امرتهم امرى بمنعرج اللوى

فلم یستبینو الرّشد الا ضحی الغد
وھل انا من غزیّۃ ان غوت
غویت وان ترشد غزیّۃ ار شد

میں نے خطرے کے پیش نظر ٹیلے کی ڈھلوان میں چھپنے کا مشورہ دیا انہوں نے اس پر عمل نہ کیا مگر جبکہ صبح روشن ہوگئی، میں بھی تو ایک قبیلے کا فرد ہوں اگر وہ گمراہ ہوتو میں بھی گمراہ، اگر وہ سیدھی راہ پر چلے تو میں بھی سیدھی راہ پر۔

حضرت صوفی صاحبؒ نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا یہ دوشعر پاکستان و پاکستانی قوم کی عکاسی کرتے ہیں، اور ہم سب لوگ اس میں داخل ہیں کہ ہم بھی قوم کا ایک حصہ ہیں۔

فقلت أعبد اللّٰہ ابکی ام الّذی
لہ الجدث الا علی قتیل ابی بکر
وعبد یغوث تحجل الطیر حولہ
وعز المصاب حثو قبر علی قبر

تو میں نے کہا کیا میں عبداللہ کو جس کو غطفان نے قتل کیا، روؤں یا اس کو جس کے باعث علوشان کی قبر بلند ہے یعنی مقتول ابوبکر بن کلاب یعنی قیس کو۔

یا میں عبدیغوث، مقتول بنی نبی مرّہ کو روؤں جس کے گرد پرندے کودتے پھرتے ہیں اور بڑی مصیبت آپڑی ایک قبر پر مٹی ڈالنی پھر دوسری پر یعنی متواتر موتیں۔

ابی القتل الّا ال صمّۃ انّھم
أبوا غیرہ والقدر یجری الی القدر

قتل نے آل صمہ کے سوا ہر آل سے انکار کیا اور انہوں نے بھی قتل کے ماسوا سب کا انکار کیا، اور تقدیر مقدور کی طرف چلتی ہے یا مقدور تقدیر کی طرف۔

حضرت صوفی صاحبؒ نے ان اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان اشعار کا انطباق مولانا ابوالکلام آزاد دہلویؒ پر صادق آتا ہے کہ تقسیم میں ان کا مشورہ نہیں مانا گیا لیکن بعد میں جو حوادث اور مصائب پیش

آئے ان سے آپ کو دوچار ہونا پڑا۔

باب المراثی (قال تابط شراً)

کہتے ہیں کہ اس قصیدہ میں انجاب ہے، اس لئے کہ دق اور جلن کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ متقدم لوگوں کی اصطلاح میں یہ الفاظ نہیں تھے، فلاسفہ نے استعمال کیے ہیں، ابوالعلی معری وغیرہ کے ہیں، لیکن پھر بھی بہت بڑا کمال ہے ان الفاظ کو ایسا جوڑ دیا ہے کہ بالکل اپنے مقام میں فٹ نظر آ رہے ہیں۔

علامہ شبلیؒ نے اس بنا پر کہا تھا کہ فقہ اکبر میں جو ہر اور عرض کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں لہٰذا یہ کتاب امام صاحبؒ کی نہیں ہو سکتی بعض کہتے ہیں کہ اس وقت عباسیوں کا عروج تھا اور تراجم ہونا شروع ہو گئے تھے، اس لئے یہ الفاظ اجنبی نہیں ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ایسی اصطلاحات حجۃ اللہ میں استعمال کی ہیں جو آج یورپ میں بولی جا رہی ہیں۔

باب المراثی (قال عبدة بن الطبيب)

فما كان قيس هلكهٔ هلك واحدٍ
ولكنّه بنيان قوم تهدّما

قیس کی موت ایک شخص کی موت نہیں بلکہ اس کی موت پر ایک قوم کی اساس اور بنیاد ختم ہو گئی۔

(قال متمم بن نويره)

لقد لامني عند القبور على البكا
رفيقي لتذرافِ الدّموع السوافكِ
فقال أتبكي كل قبرٍ رأيتُه
لقبر ثوى بين اللّوى فالدكادكِ
فقلت له إنّ الشّجا يبعث الشّجا
فدعني فهذا كله قبر مالكِ

مجھے قبور پر رونے کے متعلق میرے ایک دوست نے ملامت کی زیادہ آنسو بہانے پر، کہا تو ہر قبر پر روتا ہے اس ایک قبر کے لئے جو لوی اور دکادک کے درمیان ہے، میں نے کہا کہ غم غم کو ابھارتا ہے، مجھے معذور

سمجھو گویا یہ ساری مالک کی قبریں ہیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ متمم دنیا میں سب سے زیادہ مرثیہ خواں ہے گویا "ارثی الناس فی العالم" ہے ایک دن متمم نے صبح کی نماز حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ پڑھی اور کہا،

نعم القتیل اذا الریاح تناوحت

تحت الازار قتلت یا ابن الازور

ادعوته باللّٰه ثم قتلته

لو هو دعاك بذمة لم یغدر

میرا بھائی کیا ہی خوب قتیل ہے، جبکہ ہوائیں انسانی لباس پر چلتی رہیں گی جسے تو نے قتل کیا ہے، اے اکڑ خان کے بیٹے، تو نے اسے اللہ کے نام پر بلایا پھر قتل کیا اگر وہ تجھے اپنی ذمہ داری اور عہد پر بلاتا تو دھوکہ نہ کرتا۔

تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کے جواب میں کہا واللہ میں نے نہ اسے بلایا اور نہ قتل کیا تو متمم نے کہا،

لا یضمر الفحشاء تحت ردائه

حلوٌ شمائله عفیف المئزر

ولنعم حشو الدرع أنت وحاسر

ولنعم ماوی الطارق المتنور

وہ اپنی چادر کے نیچے بے حیائی نہیں چھپائے رکھتا تھا، پیاری عادات والے، پاکدامن تہبند والے کیا خوب وسیع زرہ والا اور زرہ سے مستغنی اور رات کو آنے والے چمکتے ستارے کی پناہ گاہ۔

پھر رو پڑا اور اس کی بیمار آنکھ سے آنسو بہہ پڑے اور اپنی کمان پر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں متمم سے کہا کہ اگر مجھے بھی شعر گوئی کا ملکہ ہوتا تو میں بھی اپنے بھائی پر اسی قسم کا مرثیہ کہتا۔

باب الاضیاف والمدائح (وقال عتیبة بن کبیر المازنیؒ)

ومستنبح بات الصدی یستتیهه

الــی کــلّ صــوت فهــو فــی الــرّحــل جــانــحُ

الفاظ کی نشست و برخاست کے اعتبار سے یہ قصیدہ بہت ہی بلند ہے۔

(وقال مرة بن محكان التيمى)

يــــا رَبّة البيـــت قُـــومـــی غيـــرهــــا غـــر ة

ضـــمّـــی اليك رحــــال الــقــوم والــقــربـــا

اے گھر کی مالکہ تو بحالت عزت وحرمت اٹھ اور اس مہمان کے کجاوے اور ہتھیار اپنے گھر میں رکھ لے، یعنی اب ہم ان کی حفاظتِ مال و جان کے لئے کافی ہیں، ان کو ہتھیار اپنے پاس رکھنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

عربی ذوق کی کیا ہی شاندار مثال ہے، شعراء نے اپنی کتابوں میں اور بلغاء نے اپنے دیوانوں میں اس کو خاص جگہ دی ہے اور اس قصیدہ سے عرب کے لوگوں کی عورتوں سے متعلق عقدہ کشائی ہوتی ہے، کہ وہ عورتوں کو حقیر نہیں بلکہ باعزت وباوقار سمجھتے تھے۔

باب النسیب (وقال زیادۃ بن حمل بن سعد بن عمیرۃ بن حریث)

لا حبّـــذا اَنـــت يـــا صـــنــعـــاءُ مـــن بـلـــدا

لا شـــعـــوبُ هـــوًى مـــنّـــی ولا نُـــقُـــمُ

اے صنعاء تو اچھا شہر نہیں ہے اور نہ مقام شعوب مجھ کو محبوب ہے اور نہ مقام نقم۔

حضرت الاستاذ صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ ان اشعار میں مشکل الفاظ کشید کئے گئے ہیں، ان کا اول حصہ تو بہادریوں کا ہے اور حصہ ثانی نسیب کا، لیکن ان میں ایسی نغمہ سرائی ہے کہ کوئی اچھا پڑھنے والا ہو تو اس کا ٹیپ ریکارڈ ہی کر لیا جائے۔

(وقال اميّه بن ابى الصّلت)

غـــدو تك مـــولـــودًا وعُـــلتك يـــافـــعـــاً

تُـــعَـــلُّ بـــمـــا اُدنـــی اليك وَتُـــنهَـــلُ

میں نے تجھ کو کھانا کھلایا جب تو چھوٹا تھا اور میں نے تیری کارروائی کی اور تیرے لئے کافی ہوا۔

اور جب کہ تو جوان ہوا تو دوبارہ کھلایا جاتا اس غذا سے جو میں تیرے پاس لاتا تھا، اور اول بار کھانا کھلایا جاتا تھا۔

ان اشعار کے متعلق بھی حضرت صوفی صاحبؒ کی یہی رائے ہے کہ کوئی نغمہ سرا ہوتا اور پڑھتا۔

اردو اشعار

مومن:

عہدِ شباب ہے زندگانی کا مزہ
پیری میں کہاں وہ جوانی کا مزہ
یہ بھی کئی دن میں فسانہ ہو گا
باقی ہے جو باتوں میں کہانی کا مزہ

جگر:

رخصت ہوئی شباب کے ہمراہ زندگی
کہنے کی بات ہے کہ جئے جا رہا ہوں میں
دردِ دل کیا ہی مہماں ہے
اگر اشک بن کر رواں نہ ہو جائے

حسرت:

نزع کا عالم ہے بیٹھے رہئے
جب تم آئے تو قیامت ہو گی
جب سے دیکھی ہے نثر ابوالکلام کی
نظم حسرت میں کچھ مزا نہ رہا

اغلب ہے کہ غالب نے کہا ہے:

مر کر بھی ہمارا دل بیتاب نہ ٹھہرا
کشتہ ہوا تُس پہ بھی یہ سیماب نہ ٹھہرا

مفتی صدرالدین:

آزردہ مر کے کوچۂ جاناں میں رہ گیا
دی تھی دعا کسی نے کہ جنت میں گھر ملے

مؤمن:

تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانہ کرلے
ہم تو کل خوابِ عدم میں شبِ ہجراں ہوں گے

حضرت صوفی صاحبؒ نے پوچھا مفتی صاحب! اس بیت کا کیا مطلب ہے میں نے عرض کیا کہ مومن کا شب ہجراں کو خطاب ہے، فرمایا یہی مطلب تو ہے اور کیا ہے؟

فارسی اشعار

صد حیف کہ عہد جوانی بگوشت
سرمایۂ حیات جاودانی بگوت

مولانا آزاد:

گہے از دل ، گہے ازدست ، گہے از پا مانم
بسرعت میروی ای عمری ترسم کہ وامانم

حافظ:

ازاں بریر مغاں مرا عزیز میدارند
کہ آتشکہ نمیرد ہمیشہ در دل ماست

مرزا مظہر جانِ جاناں:

نی رخصت اشک ست مرانی رخصت آہی
دارم برخ یار بے تابانہ نگاہی

حضرت الاستاذ الشیخ مولانا صوفی عبدالحمیدؒ مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے چند افادات

الف۔ شرعی قواعد کے تحت جہاں تک وسعت ہو مفتی کو اپنے فتوی میں خلق خدا کے لئے ترفق اور نرمی سے کام لینا چاہیے اور جس پہلو میں عوام کے لئے آسانی ہو وہی ترجیح کے لائق ہے۔

ب۔ مفتی کو جب تک مسؤل عنہ شخص کے بارے میں قطعی اور یقینی علم نہ ہو تو اس کے بارے میں شخصی فتوے میں احتیاط کرے اور عجلت سے کام نہ لے۔

ج۔ کسی کبیرہ کے ارتکاب پر مجرم کو صرف اس کی زبانی توبہ پر فتوی میں رعایت نہ دی جائے جب تک کہ مجرم اپنی غلطی کا عملی تدارک نہ کر لے۔

ایک امام مسجد نے ایک منکوحہ عورت کا بغیر تحقیق دوسرے شخص سے نکاح پڑھا دیا اور پھر توبہ کر لی، حضرت نے نکاح خواں سے کہا آپ امامت کے علاوہ کوئی دوسرا روزگار تلاش کرلیں، آپ کی کوتاہی کے باعث عورت شوہر کے علاوہ غیر آدمی کے پاس آئی، سمجھدار لوگوں میں آپ کی قدر نہیں رہی اور عامی لوگ یہ باور کریں گے کہ نکاح پر نکاح پڑھنا کوئی بڑا جرم نہیں، ورنہ یہ شخص منصب امامت سے معزول کیا جاتا۔

د۔ فتوی دیتے وقت روایات اور احادیث کے ساتھ ساتھ فقہائے امت اور اصحاب فتوی کے اقوال و آراء کو مد نظر رکھا جائے، ایسے ہی فقہی قواعد وضوابط کے باوجود احادیث و آثار کے باہمی توافق اور تطابق سے صرف نظر نہ کیا جائے اس لئے کہ بعض دفعہ استنباط کردہ فقہی قواعد کا دائرہ روزمرہ جدید اسباب اور وسائل کی دنیا میں تنگ و مختصر، کوتاہ دکھائی دیتا ہے۔

ایسی صورت میں نصوص اور آثار مرفوعہ اور آثار صحابہ اور تابعین کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو کہ اصل الاصول ہیں اور احکام کے لئے ان کا درجہ بمنزلہ منشا اور علت کے ہے۔

ھ۔ ہمارے اکابر نے فتوی کے معاملے میں محنت سے کام لیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس باب میں بہت خوبیوں سے نوازا ہے، حضرتؒ مولانا محمد انور شاہ کاشمیریؒ فرمایا کرتے تھے ہمارے شیخ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فقیہ النفس تھے، ان کا پایۂ فقاہت جناب قاضی خان سے کسی طرح کم نہ تھا، فتاوی شامیہ جب پہلی مرتبہ مصر میں طبع ہوا تو حضرت شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے یہ کتاب حضرت گنگوہیؒ کے پاس ہندوستان بھیجی آپ نے مسلسل مگر تھوڑی سی مدت میں اس کا بالاستیعاب چھ مرتبہ مطالعہ کیا۔

و۔ فرمایا ہمارے اکابر کو تحقیقی آگاہی کے بعد اپنی غلطی سے رجوع کرنے میں عار نہ تھا، اور یہ اہل حق کی

علامت ہے ،حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے الحیلۃ الناجزہ جیسا اہم رسالہ ترتیب دیا،اس کے بعض پہلوؤں سے مولانا مفتی کفایت اللہؒ کو اتفاق نہ تھا،حضرت تھانویؒ نے چار سال اس کی طباعت کو موقوف رکھا اور جب مفتی صاحب نے بچند شرائط اس کی توثیق کر دی تو اسے شائع کر دیا گیا۔

ز۔فتاویٰ کفایت المفتی جب پہلی مرتبہ منظر عام پر آیا تو حضرت صوفی صاحب نے مجھ سے فرمایا''اس میں فتویٰ کی زبان نہیں ہے'' مجھے تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ کیا اس کی عبارت سہل اور آسان نہیں ہے،فرمایا بھائی فتویٰ کی زبان ایسی ہونی چاہئے جیسے کفایت المفتی میں ہے،ورنہ مروجہ دیگر کتب فتاویٰ کی زبان گنجلک ہوتی ہے اور عوام اسے صحیح طور سے سمجھ نہیں سکتے۔

ح۔فرمایا،بیان اور زبان میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا بڑا مقام ہے،آپ کے فتاوی الجمعیۃ ہند دہلی میں شائع ہوتے تھے اور علماء وعوام کی نظر میں بہت مقبول ہوتے ،بہت سے حضرات اپنے علمی مسؤلات اور ریزولیشن اور قراردادوں کی آپ سے اصلاح لیتے تھے،جامعہ امینیہ میں فتویٰ نویسی کے لئے آپ نے ایک گھنٹہ مختص کر رکھا تھا اور اس میں دوسرے مفتی حضرات کے مسائل اور فتاویٰ بغرض اصلاح وتصدیق ملاحظہ فرماتے۔

ط۔فرمایا ہمارے استاد حضرت مولانا مفتی عبدالواحد خطیب جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ گوجرانوالہ کے پاس مدتوں مختلف مسائل جواب طلب پڑے رہتے ،جب تک پوری طرح تحقیق واطمینان نہ ہو جاتا جواب نہ لکھتے۔

ی۔بعض لوگ فتوی کو واسطہ بنا کر اپنی اغراض فاسدہ پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ فتوی کی آڑ میں وہ اپنی ہوس پوری کر کے مفتی کو مواخذہ میں ڈال دیں اور خود بری ہو جائیں،جواب سے پہلے یہ سوچ لیا جائے کہ اس سوال سے سائل کی غرض کیا ہے،کہیں ایسا تو نہیں کہ بجائے نفع کے خلق خدا کو اس سے نقصان اٹھانا پڑے،لہٰذا مفتی کو چاہیے کہ ایسے بدحواس یا اصحاب اغراض اشخاص سے ہوشیار رہے اور جواب میں ہر گوشہ اس کے پیش نظر ہو۔تلك عشرۃ كاملة۔

نوٹ:بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جو عامۃ الناس کی نظر میں قابل اعتراض سمجھے جاتے ہیں،

فہم نارسا ست کہ آنجا نمی رسد

ہمارے شیخ حضرت مولانا عبدالحق مرحوم (دھوا ڈیرہ غازی خان) المتوفی ۱۹۸۳ء نے حرمت مصاہرہ کی شہادت کو جس میں دو گواہوں نے مختلف اوقات میں فعل حرمت کا مشاہدہ کیا، رد کر دیا، ہمارے علاقے میں اس مسئلے پر علماء کے ساتھ آپ کا مباحثہ بڑی شہرت رکھتا تھا۔

راقم الحروف کے استفسار پر آپ نے فرمایا ایک گواہ نے ایک وقت میں ایک فعل کو دیکھا، دوسرے گواہ نے دوسرے وقت میں اس فعل کو دیکھا، یہ دو علیحدہ فعل ہیں یعنی مشہود بہ ایک نہیں اور ہر ایک فعل پر ایک گواہ ہے۔

معیار شہادت پورا نہیں ہے، اس پر فریق ثانی نے حضرت کے خلاف بہت واویلا کیا مگر آپ حق پر قائم رہے، اس فتوی میں آپ نے فتاوی شامیہ میں مذکور اس جزئیہ سے استدلال کیا،

وجهه ان القول اذا تكرر فمد لوله واحد فلم يختلف بخلاف الفعل،(فصل فی ما يتعلق بوقف الاولاد۔)

یعنی قول وقرار کا دہرانا جس کا مصداق ایک ہوتا ہے آپس میں ان کا اختلاف نہیں سمجھا جاتا بخلاف فعل کے کہ اس میں تکرار ہو تو اس کا مدلول ایک نہیں ہوتا بلکہ مختلف ہوتا ہے۔

کفایہ شرح ہدایہ میں اس بحث کو ذرا بسط سے لکھا ہے:

وان اختلف الشاهدان فی الزمان والمكان فی البيع والشراء والطلاق والعتق والوكالة والوصية والرهن والدين والقرض والبراءة والكفالةوالحوالة والقذف تقبل واذا اختلف فی الجناية والغصب والقتل والنكاح لا تقبل والاصل ان كان المشهود به قولا كالبيع ونحوه فاختلاف الشاهدين فی الزمان والمكان لا يمنع قبول الشهادة لان القول مما يعاد ويكرر،وان كان المشهود به فعلا كالغصب ونحوه او قولا لكن الفعل شرط صحته كالنكاح فانه قول وحضور الشاهدين فعل وهو شرط فاختلافهما فی المكان او الزمان يمنع القبول فان الفعل فی الزمان او المكان غير الفعل فی زمان او مكان آخر فاختلف المشهود به۔(ج۳ ص ۹۹ باب الاختلاف فی الشهادة۔)

”جب دونوں گواہوں کا آپس میں زمان اور مکان کے بیان میں اختلاف ہو اور یہ اختلاف خرید و

فروخت، طلاق وعتاق، وکالہ، وہبہ، رہن، لین دین، قرض، برأت، کفالہ، حوالہ اور کسی پر تہمت زنا سے متعلق ہوتو ان کی شہادت باوجود اختلاف قابل قبول ہے۔ اور اگر یہ اختلاف جنایت، غصب قتل اور نکاح سے متعلق ہوتو ان کی شہادت قابل قبول نہیں ہے، اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ مشہود بہ اگر قول ہو جیسا کہ سود اسلف وغیرہ تو گواہوں کا زمان ومکان میں اختلاف قبول شہادت سے مانع نہیں ہے، کیونکہ قول واقرار ایک ایسی نوع ہے جس کا بار بار اعادہ اور تکرار کیا جاتا ہے اور اس میں اعادہ کی صلاحیت پائی جاتی ہے، اور جب مشہود بہ فعل مثلاً غصب کرنا وغیرہ یا قول وقرار کے قبیل سے ہے لیکن اس کی صحت کے لئے فعل کا وجود شرط ہو جیسے نکاح کہ ایجاب وقبول سے پورا ہوتا ہے۔

لیکن دو گواہوں کا ایجاب وقبول کے وقت حاضر ہونا شرط ہے، ایسی صورت میں زمان یا مکان کا اختلاف قبول شہادت سے مانع ہے کیونکہ ایک فعل کا وجود ایک زمان یا مکان میں پایا گیا ہے مختلف ہے اس فعل سے جو ان کے علاوہ دوسرے زمان یا مکان میں پایا جاتا ہے تو مشہود بہ ایک نہ ہوا بلکہ مختلف اور متعدد ہوئے۔“

غبی طلباء کے ساتھ سلوک

حضرت صوفی صاحبؒ کا معمول یہ تھا کہ جن طلباء کرام کو کند ذہن ہونے کی وجہ سے کسی مدرسہ والے داخلہ نہیں دیتے تھے، ایسے طلباء کو حضرت صوفی صاحبؒ بطور خاص داخلہ دیتے تھے، اور ان پر خصوصی توجہ فرماتے تھے، ان کا نظریہ یہ تھا کہ اگر ہم بھی ایسے طلباء کی سرپرستی نہیں کریں گے تو پھر کون کرے گا، زیادہ سے زیادہ یہ ہی ہے کہ یہ اچھے اور اعلیٰ قسم کے مدرس نہیں بن سکیں گے لیکن ان کا عقیدہ تو ٹھیک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے کام لے گا۔

غبی طلباء کے ساتھ ایسا سلوک اثر انداز ہوتا تھا، اور پھر وہ اپنی پوری توجہ اور محنت تعلیم میں صرف کرتے تھے، ایسے ہی کئی لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے خوب دین کا کام لیا ہے۔

(فیاض)

☆☆☆☆☆☆

پیر مولانا محمد سلطان محمود قادری
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ایک مفسر قرآن، ایک ولی زمان

سیدی وسندی استاذ العلماء علم و شرافت و اخلاق کا چلتا پھرتا نمونہ اور عباد الرحمٰن کی عملی تفسیر اور پیکر صدق وصفاء مجسم تواضع مفسر قرآن ولی زمان حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی ؒ فاضل دار العلوم دیو بند و سابق مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ (پاکستان) '' اعلیٰ اللہ درجتہ فی اعلیٰ علیین و جعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ '' کا وصال ایسے وقت ہوا کہ جس وقت ان کا وجود عالم اسلام کیلئے پانی اور غذا سے زیادہ ضروری تھا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور انکی جدائی سے جامعہ نصرۃ العلوم میں جو کمی واقع ہوئی ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و رحمت سے پورا فرمائے، انکے خاندان و دوست احباب اور شاگردوں سکو صبر جمیل نصیب فرمائے انکے علوم اور آثار کو تا قیامت شاگردوں کے ذریعہ سے باقی رکھے، حضرت کی خوبیاں و کمالات تو وہ حضرات بخوبی جانتے ہوں گے جوان کے ہم عصر یا ہم پیالہ و ہم نوا ہوں۔ ہم جیسے کم علم تو انکے کمالات اور محاسن کا ادراک نہیں کر سکتے، اور نہ ہی بندہ ناچیز حضرت کی علمی و عملی خوبیوں کا احاطہ کر سکتا ہے۔

حضرت درس و تدریس کے شہسوار، علم و حکمت کے روشن چراغ اور عمل و خلوص و تواضع میں نمونہ اسلاف تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو باطنی حسن و جمال کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی خوب نوازا تھا، انکے چہرے میں بڑی کشش تھی، انکے رخسار گلاب کے پھول کی طرح معتقدین و مریدین کو دعوت نظارہ دیتے تھے، انکے چہرہ پر نظر پڑتے ہی یقین ہو جاتا تھا کہ یہ کسی متبع سنت اور اللہ والے کا چہرہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے پر بہت زیادہ خوبصورتی رکھی تھی ان کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اللہ یاد آتا تھا اور علم تفسیر و حدیث حضرت کا اوڑھنا بچھونا تھا، جہاں بیٹھتے وہاں علم و حکمت کے خزانے کھول دیتے، علم و عمل کی ہوائیں چلتی، تقویٰ و اخلاص کی خوشبو پھیلتی، جس کی خوشبو دنیا کے کونے کونے میں بسی ہوئی تھی، وہ ایک گوشہ نشین دنیا سے بے نیاز ہو کر علم

دین کی خدمت میں مشغول رہتے تھے اور حضرت کی یہ بھی سعادت ہے کہ پاکستان اور بیرون ملک میں ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد ہیں جو حضرت مرحوم کیلئے بہترین صدقہ جاریہ ہیں، ان کی وفات پر صرف پاکستان نہیں بلکہ تمام دنیا کے اسلامی ممالک کا گھر گھر رو رہا ہے ان کی وفات مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ کا صحیح مصداق ہے۔

بندہ ناچیز کے استاذ محترم تو مسکراتے ہوئے اپنے اعمال حسنہ اور صدقات جاریہ کا بیش بہا خزانہ لیکر اللہ تعالیٰ کے ہاں تشریف لے گئے اور اپنے پیچھے دین کی خدمت کرنے والوں کا ایک لشکر عظیم چھوڑ گئے۔

انکی رحلت سے علماء اور طلباء کا ظاہری سہارا ٹوٹ گیا، اور دنیائے حدیث ایک ماہر استاذ کے فیضان سے یقیناً مرحوم ہوگئی ہے۔

وہ علم ظاہری و باطنی میں اپنے شیخ، شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے صحیح معنوں میں جانشین تھے، اسی طرح اپنے دوسرے اساتذہ اور اکابرین کے عقیدت منداور قدردان تھے۔

کسے خبر تھی، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کا شاگرد اہلسنت دیوبند کا قیمتی سرمایہ بزم مدنی ؒ کا روشن چراغ اپنے شاگردوں کو تاریکی میں چھوڑ کر گل ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ امام الاولیا حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ، مفسر قرآن حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ، مجاہد اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، محدث کبیر حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ، امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، فقیہہ اعظم حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کے بعد امت مسلمہ کی نگاہیں ولی زمان حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی ؒ کی ذات پر لگی ہوئی تھیں، انہی کے تحریرات و دروس وخطبات سے اپنے لئے منزل کی راہ متعین کرتے تھے، انہی کے خلوص اور استقامت پر اعتماد کئے ہوئے تھے، اور انکا عمل اپنے لئے مشعل راہ سمجھتے تھے، اور انکو اسلام کے دشمنوں کے خلاف سیف بے نیام سمجھتے تھے، انہی کی تقریروں سے آنکھوں کی ٹھنڈک، روح کی تپش، سینے کی حرارت، دل و دماغ کی غذا، اعضاء کی قوت اور ہر طرح کی خیر و برکت حاصل کرتے تھے۔

وہ پچاس سال سے دین کی خاموش و پرجوش خدمت کر کے تھکے ماندے مسافر کی طرح خواب راحت فرمانے کیلئے اپنی اصل حقیقی خواب گاہ میں تشریف لے گئے۔

انشاءاللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتے صف آرا ہو کر حضرت کے استقبال کیلئے کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں انکی قدم بوسی کیلئے حاضر ہوں گی، قبر کی زمین انکی آمد کی وجہ سے جھومتی ہوگی، فرشتے انکے یقین واعتماد سے بھرے ہوئے کلمات سے مسکراتے ہوں گے، جنت کی خوشبوئیں انکے دماغ میں پہنچتی ہوں گی۔

دنیا میں سنت کے مطابق سادہ لباس پہننے والا اور سنت کے مطابق زندگی گزارنے والا اور دنیا کی لذتوں سے دور رہنے والا، جنت کے لباس اور لذتوں سے سرشار ہوگا، اب جامعہ کی چٹائی پر بیٹھنے والا جنت کے قالینوں سے لطف اندوز ہوگا، اور دنیا میں ایک معمولی مکان میں رہنے والا انسان جنت کے عالیشان محل سے لطف اندوز ہوگا۔

آہ! موت کے بے رحم پنجے نے ہم سے ایک مفسر قرآن ولی زمان چھین لیا، اب وہ شخصیت کہاں جسمیں بے شمار خوبیاں تھیں، اب وہ باکمال انسان کہاں جو ہر طبقہ کیلئے سامان تسلی ہو، اب وہ فرد کامل کہاں جو مخالفین کی پرواہ کئے بغیر توحید وسنت کا پرچم بلند کرے، حامی توحید وسنت قاطع شرک و بدعت، آفتاب علم و حکمت ایسے وقت غروب ہوا کہ امت مسلمہ کو اسکی پہلے سے زیادہ ضرورت تھی، حضرت نے دین کی سربلندی کی خاطر ہر موقع پر سرتوڑ کوششیں کیں، گھر گھر توحید وسنت کا پیغام عام کرنے کیلئے اپنی زیر نگرانی ماہنامہ نصرۃ العلوم جاری فرمایا، جس کو ان کے جانشین عالم باعمل، استاذ الحدیث، متبع سنت، حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی مدظلہ العالی، مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم بڑی حسن وخوبی سے چلا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں مزید برکت عطا فرمائے۔

سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو بے شمار خوبیوں سے مالا مال فرمایا تھا اور ان کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں امانت رکھی تھیں، مبارک ہیں وہ لوگ جو ایسی ہستی کے قرب میں رہ کر اپنے دامنوں کو ہیروں اور موتیوں سے بھر چکے ہیں، قابل رشک ہیں وہ حضرات جنہوں نے اپنے اوقات کو حضرت کی زبان سے نکلے ہوئے جواہر پاروں کو جمع کرنے اور تحریر میں لانے کیلئے وقف کیا، دروس القرآن اور دروس

الحدیث جو ایک بیش بہا علوم کا خزانہ ہے اسکو عام کیا اور قابل دید ہیں وہ ہستیاں جنکی آنکھیں صبح وشام حضرت کے دیدار سے منور ہوتی رہیں، اور اپنا قیمتی وقت دن رات میں نکال کر ان کی خدمت میں رہے، بس صرف انکی یاد کو چراغ راہ اور شمع محفل بناتے رہیں گے اور یوں کہتے رہیں گے:

آئی جب انکی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

ہر انسان مسلمان کی تمنا ہوتی ہے کہ میری اولاد اللہ تعالیٰ کی مرضی اور خوشنودی کا مجموعہ بن جائے، جس شخص کی اولاد اسکی تمناؤں پر پانی پھیر دے وہ یقیناً ناکام و نامراد سمجھی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت کو نیک وصالح اور فرمانبردار اولاد سے نوازا ہے۔

آپ کی اولاد میں جامع الفضائل، فخر اہلسنت دیوبند، فاضل جلیل حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی مدظلہ العالی جو جامعہ نصرۃ العلوم کے مہتمم اور استاذ الحدیث ہیں، جو خطابت وتدریس کا کام بھی بڑے حسن وخوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

حضرت کے دوسرے صاحبزادے مجاہد اسلام مجاہد حق گو عالم اجل حضرت مولانا محمد ریاض خان سواتی مدظلہ العالی جو جامعہ نصرۃ العلوم کی نظامت کا کام بڑے عمدہ انداز سے چلا رہے ہیں۔

تیسرے صاحبزادے حضرت مولانا محمد عرباض خان سواتی جو کہ دینی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت کی اولاد کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے، ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کے ہر میدان میں حضرت کے مشن کو پورا کرنے کی خوب صلاحیت رکھی ہے۔

جامعہ ہو یا میدان تحریر وتقریر یا درس وتدریس اور خطابت ہو وہ ہر محاذ پر کامران نظر آتے ہیں اور اپنی صلاحیتوں کو قرآن وسنت کی اشاعت میں خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتے وہ دین اسلام کی خدمت کو اپنا نصب العین سمجھتے ہیں انکی صاف وشفاف اور عمدہ تحریر وتقریر آب زر سے لکھنے کے قابل ہوتی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی صالح اولاد اور ان کے لگائے ہوئے باغ جامعہ نصرۃ العلوم کا سایہ مخلوق پر قائم ودائم رکھے اور جامعہ کے مدرسین وفضلاء وطلبہ ومعاونین اور خدام کو برکات سے مالا مال فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

مولانا حافظ محمد مشتاق ہرنولی میانوالی

آہ مفسر قرآن امام العلماء فاضل دیوبند ولی کامل

حضرت اقدس استاذ الاساتذہ حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ آخر 6 اپریل 2008ء صبح پونے 10 دس بجے وہ وقت سعید آپہنچا جس کا ہر اللہ والے کو انتظار رہتا ہے حضرت اقدس اپنے مولا حقیقی سے جا ملے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

سب سے پہلے بھائی محترم حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی مدظلہ مہتمم نصرۃ العلوم، اور دیگر تمام سواتی خاندان کو اس حادثہ فاجعہ پر اللہ تعالیٰ صبر کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اللہ تعالیٰ صبر اور استقامت کے ساتھ حضرت کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت صوفی صاحبؒ دنیا کے ان چند علماء حق اکابر میں سے ایک تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے نیکی تقویٰ دینی تعلیم وتدریس اور تصنیف دین حقہ کی اشاعت کے لیے چن رکھا تھا اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے جس نے ان عظیم ہستیوں کی شاگردی کا شرف بخشا اس ناکارہ کو 1989ء.....90 میں مدرسہ نصرۃ العلوم میں حضرت علامہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر محدث اعظم پاکستان مدظلہ اور حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتیؒ سے استفادہ حاصل کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ حضرت صوفیؒ کمال محبت سے پڑھاتے تھے مسائل کی تفہیم دل میں بٹھا دیتے تھے آپ کا طرز بیان بلیغانہ عالمانہ مدبرانہ تحقیقی اور پرتاثیر ہوتا تھا۔ اسی طرح تصانیف اور تالیفات میں بھی آپکی خدمات ناقابل فراموش ہیں تقریباً ہر فن میں آپکی ذاتی تصانیف کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور خاندان دہلوی کے افکار کی خوب اشاعت فرمائی مشہور زمانہ تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن دور حاضر میں جدید مسائل اور اصلاح مقاصد پر عمدہ تفسیر ہے جو کئی تفسروں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

اسی طرح نماز مسنون کلاں اس میں نماز کے ہر مسئلہ کو قرآن وسنت کے مطابق سینکڑوں دلائل جمع

کر کے فقہ حنفی کی تائید کی ہے اور خاص کر غیر مقلدین کا پروپیگنڈہ باطل کر کے دکھایا ہے۔

باقی تصانیف بھی اپنے اپنے موضوع پر تحقیقی ٹھوس دلائل پر مبنی ہیں رہتی دنیا تک خواص وعوام ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

آپ تو دنیا سے چلے گئے لیکن آپ کا فیض آپ کے قائم کردہ مدرسہ نصرۃ العلوم کی صورت میں اور ہزاروں شاگرد علماء کی صورت میں اور آپ کے قلم سے جو موتی بکھرے ہیں قیامت تک چمکتے رہیں گے۔

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مرجاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

اللہ تعالیٰ آپکی تمام دینی خدمات کو قبول فرمائے آمین۔

محترم قاری محمد نصر اللہ ناصر اور اس ناکارہ کو بھی آپ کے جنازہ میں شرکت نصیب ہوئی۔ بالکل اس وقت ہم نصرۃ العلوم گوجرانوالہ پہنچ گئے جس وقت صفیں تیار ہو رہی تھیں۔

نوٹ۔ ہماری زندگی میں یہ کسی اللہ والے کا پہلا جنازہ تھا جس میں ایک لاکھ افراد کی شرکت ہوئی۔

ایک خواب

جناب محمد معظم علی صاحب نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جمعہ کے دن نماز پڑھنے کیلئے نصرۃ العلوم میں آیا ہوں، جب اندر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ صحن میں بہت سے آدمی اکٹھے تھے، جب ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ صوفی صاحب نے کہا ہے کہ میں جمعہ نہیں پڑھاؤں گا، تو میں سامنے کی طرف گیٹ پر چلا گیا، سڑک پر بہت آدمی اکٹھے تھے، میں نے دیکھا کہ صوفی صاحب کو ایک سفید داڑھی والے بزرگ آدمی اپنے ساتھ لیکر آرہے ہیں، تو میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں، تو انہوں نے کہا کہ یہ حضرت حسین احمد مدنی ہیں، وہ آپ کو مسجد کے اندر لے آئے، تو پھر صوفی صاحب نے جمعہ پڑھایا اور مولانا حسین احمد مدنی نے بھی جمعہ پڑھا۔

جب میں نے صوفی صاحب کو یہ خواب سنائی تو صوفی صاحب نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ نے کوئی کام لینا ہے'' جب میں نے مولانا حسین احمد مدنی کا حلیہ بتایا تو انہوں نے کہا کہ بالکل ایسی ہی شکل تھی۔

(فیاض)

مولانا حافظ محمد مشتاق ہرنولی میانوالی
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم

حضرت صوفی صاحبؒ کی دورہ حدیث کے طلباء کو نصیحت

آہ! مفسر قرآن امام العلماء استاذ الاساتذہ مربی کامل حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ ۲ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار صبح پونے دس بجے قضاء الٰہی سے وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جو بھی اس دنیا میں آیا، اجل اس کی منتظر ہوتی ہے اور ایک دن جانا اس کا مقدر ہوتا ہے، مگر کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے انتقال پُر ملال پر اہل خانہ ہی نہیں ایک جہاں روتا ہے بلکہ ملت کا بیشتر طبقہ سوگوار ہو جاتا ہے، حضرت اقدس شیخ التفسیر صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کی داستان مفارقت بھی اسی نوعیت کی ہے، حضرتؒ کی تمام دینی خدمات اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور بلندی درجات کا سبب بنائے۔

حضرت اقدس کا سب سے محبوب مشغلہ تدریس تھا، آپ کا طرزِ بیان بلیغانہ، عالمانہ، مدبرانہ، تحقیقی، دل نشین اور پُر تاثیر ہوتا تھا، آپ کی تقریر فوراً دل ودماغ میں بیٹھ جاتی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کو بھی آپ کے سامنے اسباق میں بیٹھ کر یہ لعل وگوہر حاصل کرنے کا موقع دیا، مسلم شریف کے اختتام پر یکم رجب، ۲۹ جنوری ۱۹۹۰ء بروز سوموار آپ کی آخری نصیحت جو الفاظ آپ نے فرمائے اس ناکارہ نے اسی وقت اس کو قلم بند کر لیا تھا، جو کہ پیش خدمت ہے،" فرمایا! بھائی آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں پھر پتہ نہیں کبھی موقع ملے یا نہ ملے،

۱۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے یہ بہت بڑی نعمت ہے، اس کا شکر یہ آپ ادا نہیں کر سکتے، دنیا کی آبادی پانچ ارب سے تجاوز کر چکی ہے، کتنے مسلمان ہیں اور دین کا کام کتنے مسلمان کر رہے ہیں، بہت کم لوگ ہیں جو دین کا کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح فکر نصیب فرمائے۔

۲۔ اور ہمارا، مجھ سے لیکر امام مسلمؒ تک اور پھر آنحضرت محمد ﷺ تک سلسلہ متصل ہے یہ بہت بڑا انعام

ہے کہ ہمارا سلسلہ آنحضرت محمد ﷺ تک متصل ہے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم محدث بن گئے ہیں بلکہ ہم مرتے دم تک طالب علم ہیں، بخاری شریف، مسلم شریف اور ترمذی شریف یہ تینوں بڑی کتابوں میں سے ہیں جو آدمی ان کی شان میں گستاخی کرے گا، حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی اہل حق میں سے نہیں ہے، یہ کتابیں بہت بڑی ہیں ان میں شک بالکل نہیں کرنا چاہئے، اور یہ امانت ہے یہ امانت آپ کے سپرد ہے آپ اس کو کسی وقت بھی فراموش نہ کریں، آپ دفتر میں ہوں یعنی ملازم ہوں یا مکان میں ہوں جس کام میں بھی ہوں اس کو فراموش بالکل نہیں کرنا کیونکہ آپ پر یہ ذمہ داریاں آئیں گی آپ کسی نہ کسی جگہ کام کریں گے، کسی کا کوئی کام دنیا میں، ہم پیٹ سے خالی نہیں ہیں ہر آدمی مجبور ہے لیکن یاد رکھنا پیٹ کو درجہ دو پر رکھنا، پہلا نمبر دین ہے اگر تم پیٹ کو آگے کرو گے اور دین کے احکام کو پیچھے کرو گے تو خیانت بھی لازم آئے گی اگر پانچ روپے پر (مؤذنی کے) مل جائیں تو اس کو ترجیح دینا اور شرک وبدعت ہرگز اختیار نہ کرنا، اگر چہ ملازمت جائے تو بے شک چلی جائے اور جس ماحول میں بھی رہیں تو دنیا کیلئے مفید پیش آئیں اور مفید رہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک طالب علم مل جائے تو اس کو بھی پڑھانا، اور اب بھی دنیا والے دین کے طلبہ کی عزت کرتے ہیں، کہ انہوں نے دنیا پر لات ماری ہوئی ہے۔

۳۔ دیانت، امانت، سنت اور توحید کی باتیں بیان کرو، اسی میں اجتماعی نظام ہے، ہمیں کوشش کرنی چاہئے انقلاب فکر کیلئے کا صحیح ہونا شرط ہے، ہمیشہ حق کا ساتھ دیں، باطل سے دور رہیں اور مجھے اچھے شیوخ سے اجازت ملی ہوئی ہے پڑھانے کی اور آگے اجازت کی، (۱) حضرت مدنیؒ (۲) حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ۔

میں آپ کو بھی اجازت دیتا ہوں کہ آپ آگے پڑھائیں اور آخر میں کچھ دیر تک دعا فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے تمام صاحبزادگان کو صبر واستقامت کے ساتھ ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کی تمام دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور آپ کو اپنی رحمت کے مقام میں جگہ نصیب فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆

مولانا محمد شعیب فاروقی
مدرس جامع المدینہ ٹاؤن شپ لاہور

آہ مفسر قرآن

کاروانِ آخرت کے مسافروں کی نقل مکانی جہانِ فانی سے جس تیزی کیساتھ دار البقاء کی جانب ہو رہی ہے اور علم ادب کے روشن چراغ جسطرح ہم سے جدا ہوتے جا رہے ہیں، بظاہر تو یوں لگتا ہے کہ علم وفضل کے شہر اور بستیاں کچھ ہی عرصہ میں بالکل ویران ہو جائیں گی، ہر آئے روز کسی آفتاب ومہتاب کی جدائی پر دل خون بہاتا رہتا ہے۔ تازہ حادثہ کی خبر مفسر قرآن مولانا عبدالحمید سواتی ۲۰۰۸ء ۱۶ اپریل کو حسرت ناک وفات کی ہوئی ہے میں خود ذاتی طور پہ حسن ابدال کے ایک مکتبہ میں بیٹھا تھا کہ گیارہ بجے ایک مولانا صاحب نے بتایا کہ حضرت مفسر قرآن وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مفسر قرآن نے تقریباً اکانوے سالہ عمر کے بیشتر زندگی پڑھنے اور اس کے پڑھانے میں اور خصوصاً تفسیر قرآن کی خدمت میں گزار دی اس کے علاوہ تصنیف اور تالیف سے ہی خصوصی دلچسپی رہی اور کئی اہم موضوعات پر کتابیں لکھیں ان تصانیف میں سب سے بڑی تصنیف تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کے نام سے شائع ہوئی، جو بیس جلدوں اور تیرہ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ بلاشبہ اردو زبان میں قرآن پاک کی یہ سب سے بڑی تفسیر ہے، جس کا اندازِ بیان تو سادہ ہے مگر علم وحکمت سے پر ہے، آپ نے اس کے علاوہ ہر باطل حکمران کے خلاف آواز حق بلند کر کے اس حدیث کے مستحق بنے کہ (ظالم بادشاہ کے سامنے حق کی بات کہنا جہاد اکبر ہے)...... بڑی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ تھی کہ اکابرین امت کا احترام دل وجان سے کرتے تھے، خصوصاً صحابہ کرامؓ کی اور یہ بھی چاہتے تھے کہ قادیانیت کی طرح شیعت کا مسئلہ بھی پارلیمنٹ میں حل ہو جائے، یہی وجہ تھی کہ سپاہ صحابہؓ کی مرکزی قیادت کو ۱۹۹۰ء میں مشورہ دیا کہ آپ بھی سیاست میں حصہ لیں۔ حضرت کی وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل حضرت صاحب کی ملاقات کیلئے حاضر ہوا مگر شدید علالت کی وجہ سے ملاقات نہ ہو سکی آخر میں ہم سب مفسر قرآن کے فرزند مولانا فیاض خان سواتی اور تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کرتے ہیں اور دعا ہے کہ اللہ مفسر قرآن کو جنت الفردوس عطا کر دے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے۔

والسلام: منجانب: خادم العلماء محمد شعیب فاروقی / مدرس الجامعۃ المدینہ ٹاؤن شپ لاہور / ۷ جولائی ۲۰۰۸ء

مولانا حفظ الرحمٰن اعوان ناظم اعلیٰ مدرسہ رحمانیہ خانوخیل ڈی آئی خان

حضرت سواتیؒ سے پہلی اور آخری ملاقات

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر طرح کے انسان پیدا فرمائے ہیں اور کتنے ہی افراد ایسے ہیں جنہوں نے اپنے اچھے اور عمدہ کارناموں سے دنیا میں شہرت حاصل کی ہے لیکن ایسے خوش قسمت افراد بہت کم ہیں جن کے یادگار کارنامے لوگوں کو ہمیشہ فیض پہنچاتے رہے۔ جن کی پوری زندگی مساجد و مدارس کے نورانی اور پاکیزہ ماحول میں گزری۔ قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں لگاتے ہوئے گزری انکے اوقات حصول علم، اشاعت علم، دعوت وفکر میں بسر ہوئے پوری زندگی زاہدانہ گزاری قناعت پسندی انکا خاص وصف تھا۔ ہر وقت دین کے کام کرنے کی دھن ان پر سوار تھی گویا کہ انکا دنیا سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ کیونکہ دنیا کی فکر کو ضیاع وقت سے تعبیر کرتے تھے۔ ایسے خوش بخت اور خوش نصیب انسانوں کی زیارت وملاقات تقویت ایمان اور باعث اجر و ثواب بنتی ہے، انہی خوش نصیب انسانوں میں ولی کامل حضرت مولانا عبدالحمید سواتی نور اللہ مرقدہ بھی تھے جن کی پوری زندگی جہد مسلسل اور عمل پیہم سے عبارت تھی۔ علم کے ماحول میں اس فانی زندگی کے اوقات گزارے۔ حضرتؒ سے غائبانہ تعارف تو کافی عرصہ پہلے تھا زمانہ طالب علمی میں تفسیر معالم العرفان سے استفادہ حاصل کیا۔ دل میں حضرت کو دیکھنے کا اور حضرت کی زیارت کا شوق بہت تھا بالآخر اللہ تعالیٰ نے یہ شوق بھی پورا فرمایا کہ اپنے قریبی رشتہ دار مولانا مفتی محمد مشتاق کمبوہ جو کہ قلعہ دیدار سنگھ میں رہتے ہیں کے پاس جانے کا اتفاق ہوا تو انکی معیت میں جامعہ نصرۃ العلوم میں حضرت سواتی صاحبؒ کی زیارت بھی ہوئی اور مختصر سی ملاقات بھی ہوئی اس سے راقم کو جو روحانی تسکین اور لطف محسوس ہوا وہ کیفیت بیان سے باہر ہے یہ حضرت سواتی صاحبؒ کی پہلی اور آخری زیارت وملاقات تھی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ بزرگوں کا یکے بعد دیگرے اٹھتے جانا علامات قیامت میں سے ہے۔ حضرت نفیس الحسینی صاحبؒ، حضرت سواتی صاحبؒ اور مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ۔

اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں کی مغفرت فرمائے اور انکا نعم البدل عطا فرمائے آمین۔

مولانا ابو یوسف محمد طیب لدھیانوی
جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت سواتیؒ اور ان کا اداس گلشن

شیخ الحدیث امام اہل سنت، مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے چھوٹے بھائی، مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی و مہتمم، مفسر قرآن، شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی کافی علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے (انا للہ وانا الیہ راجعون) حضرت اقدس حضرت نفیس شاہ صاحبؒ کی رحلت کا صدمہ اور غم ابھی ہلکا ہوا نہیں تھا کہ ایک اور صدمہ آ پہنچا، مفسر اعظم پاکستان حضرت صوفی صاحب مرحوم کا شمار بھی کبار علماء کرام میں ہوتا ہے، آپ کو حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ اور امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے شرف ملاقات اور اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گلؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ سے خط و کتابت کا شرف بھی حاصل تھا۔

آپ نے ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں بے سروسامانی کے عالم میں صرف اللہ پر بھروسہ فرماتے ہوئے مدرسہ نصرۃ العلوم و جامع مسجد نور کی بنیاد رکھی، جہاں اس سے قبل ایک غلیظ اور گہرا جوہڑ موہن سنگھ نامی کے نام سے مشہور تھا جسے پر کرنے کیلئے اہل گوجرانوالہ نے آپ اور معاونین کا بھرپور ساتھ دیا، بنیاد رکھتے وقت اہل بدعت اور دین کے دشمنوں کی طرف سے جو مشکلات اور مصیبتیں پریشانیاں آئیں، اس کی مستقل ایک الگ تاریخ ہے، بہر حال حضرت دین اسلام اور ایمان کی بقاء کی خاطر تمام پریشانیوں، مصائب کو ہر موڑ پر برداشت فرماتے رہے، آج حضرت کی محنت اور لگن ہی کا نتیجہ ہے کہ یہ مسجد و مدرسہ گوجرانوالہ شہر میں اسلام کا بڑا قلعہ شمار کیا جاتا ہے، الحمد للہ نہ صرف پاکستان بلکہ مشرق سے مغرب تک دنیا کے کئی ممالک مثلاً افغانستان، ایران، انڈیا، بنگلہ دیش، کشمیر، برطانیہ، امریکا، افریقہ، مراکش، روس، ملائشیا، آسٹریلیا وغیرہ سے طلبہ آ کر دین اور علم کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ حضرت سواتیؒ ابتدا سے ۱۹۹۰ء تک مدرسہ کے مہتمم اور ۲۰۰۲ء تک جامع مسجد نور کی خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، پھر آپ کی شدید علالت اور ضعف کی وجہ سے یہ کام اور ذمہ

داری آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی کو سونپ دی، اس ضمن میں ایک بات اور بتاتا چلوں کہ حضرتؒ کے برادر کبیر امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ ۱۹۵۶ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم کیلئے مدرس منتخب ہوئے جو چند سالوں کے بعد شیخ الحدیث (صدر مدرسہ، ناظم تعلیمات) کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ نے تدریسی، تصنیفی میدان میں بے انتہا محنت فرمائی، بے شمار کتب عوام وخواص میں مقبول عام ہیں، حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب مدظلہ، مسلسل محنت اور جدوجہد کئی میل کا سفر گکھڑ منڈی سے طے فرما کر مدرسہ نصرۃ العلوم پڑھانے تشریف لاتے رہے اور مسلسل ۲۰۰۱ء تک شیخ الحدیث کے منصب پر فرائض انجام دیتے رہے بعد ازاں انہوں نے اپنی شدید علالت اور ضعف کے باعث خدمات انجام دینے سے معذوری کا اظہار فرمایا تو ان کی جگہ ان کے علمی وعملی جانشین اور خلیفہ مجاز علامہ زاہد الراشدی مدظلہ، اس منصب پر فائز ہوئے، الحمدللہ اب تک بخوبی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ حضرت صوفی صاحبؒ کی ساری زندگی قناعت، صبر، شکر، تواضع اور سادگی سے لبریز تھی، خادمین کو ہدایات فرما دیتے کہ مہمان کیلئے ناشتہ اور کھانے وغیرہ کا بندوبست کر دینا، دوسرے تیسرے دن وہ شخص جانے لگتا تو حضرت فرماتے کہ خدمت میں کوتاہی ہوگئی ہو تو معاف کر دینا اور ساتھ ہی جیب سے رقم نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیتے۔ اللہ نے حضرتؒ کو ذہانت کا وہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ بے شمار احادیث زبانی یاد تھیں، حتیٰ کہ راویوں کے نام تک زبانی یاد تھے۔ بہت ہی بارعب شخصیت تھے، اتنے باہمت تھے کہ باوجود ضعف اور کمزوری کے جب منبر پر بیٹھتے، ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرما لیتے، بہر حال حضرتؒ نے ساری زندگی قال اللہ وقال الرسول ﷺ، دین اسلام کی اشاعت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، رسول اللہ ﷺ کے دین کی اتباع فرماتے ہوئے گزاری۔ حضرت صوفی صاحبؒ کے چار صاحبزادے جبکہ ایک صاحبزادے جوانی ہی میں مدرسہ کے دار الاقامہ کے اوپر کی منزل سے گر کر شہید ہو چکے ہیں اور پانچ صاحبزادیاں، ماشاء اللہ سب حافظ قرآن عالم فاضل ہیں، مذکورہ بیٹوں، بیٹیوں اور بیوہ سمیت ہزاروں علماء کرام ومشائخ عظام طلباء و شاگردوں اور عقیدت مندوں، عزیز واقارب، رشتہ داروں کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی دینی خدمات، حسنات کو قبول فرمائے، کروٹ کروٹ اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے، جنت الفردوس نصیب فرمائے، تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مولانا محمد جانباز خان ضلع ٹانک
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم

طلباء کا محسن عظیم

حضرت مولانا استاذنا المکرم صوفی عبدالحمید صاحب ایک درویش صفت اور اللہ والے انسان تھے۔

پہلا واقعہ ۱۹۷۳ء میں پیش آیا کہ مدرسہ کے قانون کے مطابق کوئی چیز مدرسہ کے لئے آتی تھی تو صوفی صاحب طلباء کو تقسیم کرا دیتے تھے ایک دفعہ جرسیاں آئیں اور ناظم عبدالعزیز صاحب نے تمام طلباء کو تقسیم کر دیں آخر میں ایک طالبعلم رہ گیا اور جرسیاں ختم ہوگئیں جو طالبعلم رہ گیا تھا اس نے شور مچایا اور ناراض ہوگیا اور کہا کہ مجھے جرسی نہیں ملی تو ناظم صاحب نے صوفی صاحب کو اطلاع دی تو صوفی صاحب گھر سے باہر نکلے اور اس طالب علم کو بلا کر کہا کہ بھائی آپ ناراض نہ ہوں، یہ جرسیاں تو باہر کارخانے سے جتنی آتی ہیں ہم تقسیم کر دیتے ہیں اتفاقاً آپ کی باری میں ختم ہوگئی، چلو ہم اس کے بدلے آپ کو ایک جوڑا کپڑے خرید کر دینگے، چنانچہ صوفی صاحب نے ناظم صاحب سے کہا کہ اس طالبعلم کیلئے ایک جوڑا خرید کر لائیں اور اسے دیں۔

پھر جب ہم ۱۹۷۶ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم میں دورۂ تفسیر پڑھتے تھے تو رمضان المبارک میں ایک آدمی فروٹ سے بھری ہوئی ٹرے لایا تو اس نے صوفی صاحب سے کہا کہ یہ آپ گھر لے جائیں صوفی صاحب نے کہا کہ میں نہیں لیتا، یہ درویشوں طالبعموں کو دے دو تو اس آدمی نے کہا کہ یہ فروٹ کا ٹرے میں خاص آپ کے گھر کیلئے لایا ہوں تو صوفی صاحب نے کہا کہ میں نہیں کھاتا طالبعلموں کو دے دو، آخر کار ہمارے کمرے کے ایک طالب علم کو وہ فروٹ دے دیا، تو وہ فروٹ والا ٹرے ہمارے کمرے والوں نے کھایا اور صوفی صاحب اپنے گھر نہیں لے کر گئے، وہ طلباء کے محسن عظیم تھے۔

ازطرف

جانباز خان صوبہ سرحد ضلع ٹانک

۱۰ جولائی ۲۰۰۸ء

مولانا فاروق حسین صابر، بن جونسہ، آزاد کشمیر
فاضل جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

''نصرۃ العلوم'' اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ

میں حفظِ قرآن کریم اور درسِ نظامی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب ۱۹۸۲ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم میں داخل ہوا تو وہاں حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ اور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی '' جیسے مہربان اکابرین اور دیگر اساتذہ کرام کی شفقت ومحبت کے باعث مجھے اپنے گھر جیسا ماحول میسر آیا، حضرت صوفی صاحبؒ طلبہ کے ساتھ ایک باپ کی طرح معاملہ فرماتے، ان کی طبیعت میں جلال تو تھا لیکن اس جلال کے پیچھے بھی پیار ہوتا تھا۔

آپ کے مزاج میں دنیا اور دنیا داروں سے استغناء بہت نمایاں تھا، اتنے بڑے تعلیمی ادارے کے اخراجات اور طلبہ کی ضروریات کی تکمیل مہتمم ہونے کی حیثیت سے آپ کے ذمہ تھی، لیکن آپ کبھی بھی اربابِ دولت کے سامنے مدرسہ کی ضرورت اور احتیاج کو ظاہر نہ کرتے تھے جبکہ دینی اداروں کے بعض ذمہ دار حضرات سرمایہ داروں کی خوشامد کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور بِئْسَ الْعُلَمَآء عَلٰی بَابِ الْاُمَرَاءِ کا مصداق بن کر علماء سوء کی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس حوالے سے ہمیں اپنے اکابرین کے کردار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنا چاہیے اور دستیاب وسائل کی بنیاد پر امور کو انجام دینا چاہیے۔

حضرت صوفی صاحبؒ ہمہ جہت خوبیوں اور اوصاف کے حامل تھے، آپؒ کی ذاتی زندگی میں ذکر و اذکار کی کثرت، تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز کی ادائیگی اور کم بولنا شامل تھے، ان باتوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ بس ایک صوفی آدمی تھے، لیکن جب درسِ قرآن دیتے تو قرآنی علوم کے گہرے سمندر سے انمول موتی نکال لاتے، حضرت کے دروس کا مجموعہ ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' تشنگان علم کیلئے ایک

تحفہ ہے، جب حدیث کا سبق پڑھاتے تو ورثۂ نبوت کے حامل نظر آتے، جب فقہی مسائل پر بات کرتے تو امام ابوحنیفہؒ کے ترجمان کی حیثیت سے بات کرتے، نماز کے مسائل پر آپ نے ایک کتاب ''نماز مسنون'' لکھی جو عوام وخواص کے استفادے کا باعث ہے، اسی طرح حضرت صوفی صاحبؒ مجدد عصر حاضر حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی معرکۃ الآراء تالیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے ابتدائی ابواب دورۂ حدیث کے طلبہ کو خود پڑھاتے اور احکام دین کے اسرار ورموز بیان کر کے بہت سے سوالات حل فرما دیتے، چونکہ شاہ صاحبؒ نے دورِ حاضر کے سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل کا حل قرآن وحدیث اور اسلام کے عہدِ غالب کے تناظر میں پیش فرمایا ہے، دورہ حدیث میں حجۃ اللہ کا اضافہ اصل میں اس بات کی دلیل ہے کہ جدید مسائل کے حل اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے اہل علم کا اس طرف متوجہ ہونا ضروری ہے، حضرت صوفی صاحبؒ کے دروس میں شاہ ولی اللہؒ اور تسلسل کے ساتھ ان کی پوری جماعت کے حوالے ہوتے تھے تا کہ طلبہ کے دلوں میں اس جماعت کی اہمیت اور محبت پیدا ہو، آپ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ اور دیگر اکابرین کے تذکرے فرماتے رہتے تھے۔

سامراج نے اکابرین کی اس جماعت حقہ کو بدنام کرنے کیلئے ہر طرح کی سازش کی، بالخصوص حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذِ خاص حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے خلاف زہریلا پراپیگنڈا کروایا کیونکہ اس جماعت نے برصغیر پر برطانوی تسلط کے خلاف جدوجہد آزادی میں قائدانہ کردار ادا کیا اور اس راہ میں ان گنت قربانیاں دیں، مولانا عبیداللہ سندھیؒ اسی سلسلے میں حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر افغانستان تشریف لے گئے اور اس کے بعد ۲۵ سال جلاوطن رہے، جلاوطنی کے اس طویل دور میں عالمی حالات کا گہرا تجزیہ کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے افکار ونظریات کی سلیس زبان میں تشریح کر کے ان کے انقلابی پروگرام کو نوجوانوں کے دل کی آواز بنا دیا، حضرت صوفی صاحبؒ نے ''مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم وافکار'' کے نام سے کتاب لکھ کر سازشی عناصر کے تمام حربوں کو ناکام بنا دیا اور یہ ثابت کیا کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ حضرت شیخ الہندؒ کے معتمد تھے، اور آج بھی ہمارا ان پر مکمل اعتماد ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اکابرین علماء دیوبند کی اتباع میں غلبۂ دین کے لیے قبول فرمائے، آمین۔ فاروق حسین صابر/ بنجوسہ راولاکوٹ/ آزاد کشمیر

مولانا ابو عامر قاری منظور احمد عاصم
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

کوہ استغناء

مفسر قرآن شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ

وہ لوگ تونے ایک ہی شوخی میں کھودیئے
پیدا کیے جو آسماں نے خاک چھان کر

یہ اس دور کا المیہ ہے کہ ہم ہر اس رنگ، روش، فکر، زاویے اور نظریے کو اچھا سمجھتے ہیں جسے مغرب اچھا کہے اس کج فکری نے ہمیں اسقدر بے وقار اور غریب کر دیا ہے کہ اب ہم اپنے دینی عقائد قرآنی افکار اور مخصوص نظریاتی اقدار کی صحت کی بابت بھی غیروں کی تصدیق وتائید چاہتے ہیں۔ نتیجتاً اس احساس کمتری اور اندھے پن کا شکار نہ صرف ہمارے عوام ہوئے ہیں بلکہ ہمارے خواص بھی اپنے قرآنی تصورات اور مذہبی فلسفے کی ندرتوں اور نزاکتوں سے بے بہرہ ہو گئے ہیں۔

یہ ہمیشہ ہمارے علماء کا دوش رہا ہے انہوں نے دین اس کی لطافتوں کو قرآن کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ انہوں نے دین کی صداقت کو مدام اپنی پسند اور ناپسند کے تابع رکھا ہے۔ اس کا علمی نقصان یہ ہوا ہے کہ دین اسلام کے حقیقی عرفان کا سویرا طلوع نہیں ہو سکا ہے۔ اور اس کی عظمتوں کا ارتداد اور انکار کرنے والے لوگ دین اسلام کی طرف متوجہ نہ ہوئے یعنی قرآن کے نمائندگان کی کور ذوقی یا ہیچ مدانی کے سبب قرآن کو نہ ماننے والے لوگوں نے قرآن کے معنوی سمندر میں غوطہ زنی اور غواصی کی ضروریات ہی محسوس نہیں کی ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کا اپنا بھی قصور بنتا ہے انہوں نے قرآن کے نام نہاد ترجمانوں کی بات پر یقین کیوں کیا ہے؟ اور خود اپنی ذاتی جستجو اور طلب سے قرآن کی ورق گردانی کیوں نہیں کی ہے؟ حالانکہ قرآن تو کائنات کے تمام انسانوں کو غور وفکر اور تدبر کی کھلی دعوت دیتا ہے۔ اس آسمانی کتاب پر کسی بھی ایک فرقے یا قوم کا تصرف اور تسلط نہیں ہے۔ یہ کتاب تمام جہانوں کے اسرار ورموز کا خزینہ ہے۔ خدا

اپنی اس آخری کتاب قرآن مجید کے مطالعے کو اپنی شناخت اور پہچان کے لیے ضروری قرار دیتا ہے۔ اور یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ قرآن اس کائنات کے تمام فکری اور سائنسی تصورات ونظریات کی شہادت کا اعلان کرتا ہے۔ اس اعتبار سے قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس میں ازل سے ابد تک کے تمام خشک وتر کا مفصل گوشوارا مرتب کردیا گیا ہے۔ اب حضرت انسان کا یہ اولین فریضہ ہے کہ وہ اس فکری کائنات کو دریافت کرکے عصر حاضر کے تمام منطقی، نظری، الہیاتی اور سائنسی مسائل کا حل تلاش کرے۔

اس حوالے سے شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "معالم العرفان فی دروس القرآن" اس ابدی حقیقت کی امین ہے کہ اسلام ہی اللہ کا ایک پسندیدہ دین ہے۔ اور انسانیت کی فلاح و بہبود اور ترقی اس دین کے دامن میں پنہاں ہے۔

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز وجگر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے
(اقبالؒ)

معالم العرفان فی دروس القرآن بیس جلدوں میں وہ نادر روزگار تفسیر ہے جس میں زندگی کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جو اسلام کو اس کے حقیقی رنگ وروپ میں دیکھنے، پرکھنے اور سمجھنے کی دعوت دیتی ہے۔ کیونکہ موجودہ اسلام کی تمام شکلیں قرآنی فلسفے کی حقیقی روح کے منافی ہیں۔ اب ان میں کچھ ایسے غیر اسلامی عناصر شامل ہوگئے ہیں جن سے اجتہاد کا دروا کیے بغیر چھٹکارا حاصل کرنا محال ہے۔

متاعِ بے بہا ہے سوز وسازِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمۃ اللہ علیہ کا اس امت مرحومہ پر احسان عظیم ہے۔ کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات اور علالت کے باوجود معالم العرفان فی دروس القرآن تحریر فرما کر عوام وخواص خصوصاً علماء وطلباء اور خطباء کیلئے قرآن فہمی کو آسان بنایا۔ آخر میں خداوند قدوس کا بے حد

ممنون اور شکر گزار ہوں کہ

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

کوہِ استغناء

انسان نے ہر دورِ حیات میں اپنی بے چارگی اور ناتمامی کے پیش نظر کسی بلند و برتر اور قوی و توانا ذات کی پرستش کی اسکا سرِ نیاز ہمیشہ کسی کے سامنے جھکا اور اس نے ہمیشہ کسی قادر اور توانا ہستی سے استعانت کی لیکن اپنے الٰہ اور معبود کے تصور تعین میں ہمیشہ غلطیاں کرتا رہا۔ کبھی رعد و برق سے سہم کر۔ کبھی تندی باد و باراں سے گھبرا کر، کبھی آفتاب کی حدت اور قوت سے مرعوب ہو کر اور کبھی کواکب کی چمک دمک سے مسحور ہو کر وہ اعلیٰ مظاہر فطرت کے سامنے جھکتا رہا اشرف المخلوقات ہو کر ارذل اور ادنیٰ اشیاء کے سامنے سرنگوں ہوتا رہا۔ جس سے شرف انسانی مجروح ہو گیا۔ خدا ناشناسی کیوجہ سے وہ خود شناسی سے بھی محروم ہو کر، اپنے انسانی منصب و مقام کو بھول گیا۔ اولیاء اللہ۔ خدائے بزرگ و برتر کے وہ مخصوص بندے ہوتے ہیں جنہوں نے انقلاب آفرین کلمے کی ضربات سے انسان کو رفعت و عظمت کا وہ مقام دلوایا جس کو وہ کھو چکا تھا۔ معبود کے صحیح تصور سے آشنا ہو کر وہ خود آگاہ اور خوددار بن گیا۔ کائنات کی اسیری سے نکل کر وہ تسخیر کائنات کے قابل ہو گیا۔ اسکا ضعف قوت سے، خوف جرأت سے، احتیاط استغناء سے، قنوطیت رجائیت سے بدل گئی۔ جلالِ برق و باراں سے ترساں انسان، جہان برق و باراں کا حکمران بن گیا۔ شمس و قمر سے مرعوب انسان توحید و رسالت کی قوت سے ان پر حکمرانی کرنے لگا۔ اور اس نے منصب خلافت ارضی کو پا کر ارضی ماحول کو تسخیر کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ خداوند قدوس کے ان برگزیدہ بندگان میں سے ایک نام مفسر قرآن ''کوہ استغناء'' حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ بلاشبہ خدا پاک نے آپ کو بے شمار اچھی خوبیوں کا وارث بنا کر نہ صرف گوجرانوالہ بلکہ پورے عالم اسلام پر احسان عظیم کیا ہے۔

غالباً 1976ء کا واقعہ ہے ہم ایبٹ آباد کی آزاد فضاؤں سے نکل کر اسیرِ مدرسہ ہوئے زیادہ دن نہ گزرے ہوں گے کہ ایک دن کریما سعدی کے سبق کے دوران ایک سوٹڈ بوٹڈ صاحب داخل ہو کر طلباء کے پیچھے براجمان ہو گئے۔ حضرت صوفی صاحبؒ کی نظر پڑی تو فرمایا۔ کہو بھائی ۔ کیسے آنا ہوا؟

وہ بولے کام ہے فرمایا کام بتاؤ ہماری دیر لگے گی۔ ان صاحب نے جیب سے چیک بک نکالی۔ سامنے رکھتے ہوئے بڑی لجاجت سے گویا ہوئے۔ کہ اللہ کا دیا بہت کچھ ہے۔ آپ کو اپنی ذاتی ضروریات کے لیے جتنی رقم درکار ہو۔ لکھ دیں میں سائن کردوں گا۔ آپ وہ رقم نکلوا کر اپنی ضرورت پوری فرمالیں۔ یہ آپکا مجھ پر احسان ہوگا۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی، ان کی بات ختم ہونے کی دیر تھی کہ ایک طوفان آ گیا۔ ہم نے حضرتؒ کا یہ پرجلال انداز دیکھا نہ تھا۔ ڈر گئے الٰہی اب کیا ہوگا۔ حضرتؒ کا چہرہ گلنار ہو چکا تھا۔ شدت غضب کی وجہ سے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ بڑی رعب دار اور پرجلال آواز میں فرمایا!!! تم نے بھکاری سمجھا ہے مجھے؟ اٹھالو اس کاپی کو۔ ورنہ میں پھاڑ دوں گا اسے۔ پھر انتہائی شفقت آمیز لہجے میں فرمایا بھائی میرے۔ مجھے مدرسے کی طرف سے وظیفہ ملتا ہے۔ جو میری ضروریات کیلئے کافی ہوتا ہے۔ مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ صاحب نہ جانے کتنے ارمانوں سے آئے تھے مگر ان کے تو سارے ارمان تہہ خاک ہو چکے تھے۔ غالباً قبل ازیں ان کا واسطہ دنیا دار علماء سے پڑا ہوگا۔ جو ایسے مواقع پر جزاک اللہ اور بارک اللہ کی زوردار تسبیحات سے لمبی لمبی رقمیں ہتھیاتے ہیں۔

وہ صاحب سہمے ہوئے اور ہکلاتے ہوئے بولے، جی۔ میں۔ تو مدرسے کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ میرا مطلب وہ نہیں جو آپ سمجھے ہیں۔ فرمایا وہ رہا حافظ عبدالکریم (سفیر مدرسہ) کا کمرہ۔ وہاں جاؤ اور کرو خدمت مدرسے کی۔ وہ صاحب تو اٹھ کر وہاں چلے گئے لیکن ہمارے لیے ایک بڑی زندہ مثال کا موجب بن گئے۔ واقعی اللہ والوں کی شان نرالی ہوتی ہے۔ اگر وہ چاہتے تو دنیا کی ہر سہولت حاصل کر سکتے تھے۔ مگر ان کے سامنے حضورؐ کی مبارک زندگی تھی۔ آپ نے اس دنیا کو ایک مسافر کی طرح گزارا۔ چند روزہ تماشا اور مچھر کے پَر سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کا نام زندہ ہے آج وہ ذمہ داری صاحبزادگان کے کندھوں پر ہے جو بطور احسن پوری فرما رہے ہیں۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

دعا ہے کہ پروردگار حضرت صوفی عبدالحمید صاحب کی اس سعی جمیلہ کو قبول فرما کر ان کے علوِ درجات کا موجب بنائے۔ جملہ احباء و اقارب کے لیے فلاح فی الدارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ یارب العالمین

العبد الفقیر قاری منظور احمد عاصمؔ / فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ / ۲۰۰۸ء/۶/۲۰

طارق عزیز لاہور
جی، ایم، یونین کمیونیکیشنز (پرائیویٹ) لاہور

جامع علمی شخصیت

...... راقم السطور حضرت صوفی صاحب کے نام سے ابھی حال ہی میں کوئی سال پہلے واقف ہوا لیکن آپ کی تفسیر اور آپ کی مایہ ناز کتاب ''مولانا عبید اللہ سندھی کے علوم وافکار'' پڑھ کر ایسے لگتا ہے جیسے میری ان کے ساتھ شناسائی کئی سالوں پر محیط ہے۔ گوجرانوالہ میں آپ کی صحبت کے حسین لمحات کبھی نہ بھولنے والے ہیں، حضرت صوفی صاحبؒ کی شخصیت علماء وقت، مشائخ عصر، سیاستدانوں، تعلیمی اداروں کے طلباء، فہمی دانشوروں اور زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی منظور نظر تھی ان کی حق گوئی، علمی گہرائی، ذہنی بلندی، عزم کی پختگی، بلند اخلاقی تحمل بردباری، معاملہ فہمی، فقیہانہ بصیرت، محدثانہ فکر ونظر، فکری عمق، مجتہدانہ انداز اور انتظامی مہارت کا اعتراف کھلے عام کیا جاتا ہے...... راقم الحروف کا مذہبی ذہن تو بحمد اللہ بچپن سے ہے، سکول کے زمانے میں امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی تقریروں سے مزید جذبہ اٹھا، بعد ازاں کالج، پھر ملازمت وغیرہ کے سلسلوں نے باقاعدہ کسی تحریک میں کام کرنے کا تو نہ چھوڑا، تاہم آتشِ عشق بدستور بھڑکتی رہی، حتیٰ کہ یہاں لاہور میں مقامی طور پر احباب نے ''صوت القرآن'' کے نام سے گھروں کے اندر درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا جو آج بھی بحمد اللہ جاری وساری ہے، تو قرآن پاک کے ساتھ قلبی تعلق پیدا ہوا پھر تفسیر کا مطالعہ اور نماز کے بنیادی مسائل سیکھنے کیلئے بعض اہل علم خصوصاً اپنے چھوٹے بھائی مولانا عبد الجبار سلفی سلمہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' تفسیر اور ''نماز مسنون'' کتابیں تجویز کیں، جوں جوں ان کا مطالعہ کرتا گیا، حضرت صوفی صاحبؒ کی شخصیت دل میں گھر کرتی گئی، بلاشبہ وہ ایک عظیم انسان تھے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات عالیہ کو بلند فرمائے اور آپ کے جانشین حضرت مولانا فیاض خان سواتی مدظلہ کو صحت وسلامتی کیساتھ اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلائے، آمین ثم آمین۔ (طارق عزیز/ ملتان روڈ لاہور/ ۲۰۰۸ء/ ۶/ ۱۰)

سید احمد حسین زید
گورنمنٹ ہائرسیکنڈری اسکول جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

آفتاب علم

۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بروز اتوار صبح دس بجے فکر ولی اللّٰہی کے وارث اور ترجمان، مفسر قرآن، محقق ومورخ، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ لاکھوں عقیدت مندوں، شاگردوں اور عزیز واقارب کو داغ مفارقت دے کر قبرستان کلاں گوجرانوالہ میں آسودۂ خاک ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنے دین کی اشاعت کے لیے منتخب کرتا ہے تو پھر اس پر خصوصی التفات فرماتا ہے، شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور شیخ التفسیر مولانا صوفی عبدالحمید سواتی انہی چنیدہ افراد میں شامل ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں شنکیاری (مانسہرہ) کے ایک دور دراز گاؤں چیڑاں ڈھکی سے اٹھایا اور دنیائے اسلام کی عظیم دینی و تعلیمی شخصیات میں لا کھڑا کیا، آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے مدرسہ سے حاصل کی۔

کئی دینی مدارس سے فیض یاب ہونے کے بعد آپ نے مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ میں بھی تعلیمی پیاس بجھائی، یہاں آپ کو جمعیۃ علمائے ہند کے مرکزی راہ نما حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ سے استفادہ کا موقع ملا، ۱۹۴۲ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی، اس کے بعد آپ نے طبیہ کالج حیدر آباد دکن سے طب یونانی کی سند حاصل کی اور پھر دارالمبلغین لکھنو سے بھی تربیت حاصل کی، آپ کو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا اعزاز علی، حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا عبدالقدیر کیمل پوری اور حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہم اللہ جیسی نابغہ روزگار ہستیوں سے اکتساب فیض کا موقع ملا۔

گوجرانوالہ کو خان پور سانسی سے گوجرانوالہ بننے کا شرف ملا تو اسے پہلوانوں کے شہر کا نام اور تعارف ملا، علمی سطح پر اس وقت مدرسہ انوار العلوم اور مرکزی جامع مسجد ملحقہ شیرانوالہ باغ محدث گوجرانوالہ مولانا عبد العزیزؒ کی یادگار کی حیثیت سے جگمگا رہے تھے، قیام پاکستان کے بعد سینکڑوں افراد کے اس شہر میں لوگوں کی تعداد لاکھوں کو چھونے لگی، بدعت، بدعقیدگی اور ہندوانہ رسوم نے اس شہر پر سایہ کرلیا، اس ماحول میں حضرتؒ صوفی صاحب نے گوجرانوالہ شہر کے بارہ دروازوں سے باہر چوک گھنٹہ گھر سے متصل شہر کا پانی جمع ہونے سے بننے والے ایک بڑے سے جوہڑ کے کنارے مدرسہ نصرۃ العلوم اور عظیم الشان مسجد نور کی بنیاد رکھی، آپ نے اس کام کا آغاز بے سروسامانی کے عالم میں کیا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے جوہڑ غائب ہو گیا اور آج عظیم جامعہ نصرۃ العلوم نقشہ عالم پر جگمگا رہا ہے۔

آپ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیو بندیؒ کی فکر اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی اتباع میں مدرسہ نصرۃ العلوم میں دورۂ تفسیر کا اجرا کیا جو حضرات شیخین (حضرت صوفی صاحب اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر) کی علالت تک جاری رہا، آپ کی سرپرستی میں مدرسہ نصرۃ العلوم سے مجلّہ نصرۃ العلوم کا بھی اجرا ہوا جو دینی اصلاح اور تحقیق کا مرقع ہوتا ہے۔

جب تک آپ کی صحت نے اجازت دی، آپ مسجد نور میں باقاعدگی سے درس قرآن وحدیث ارشاد فرماتے رہے، ان دروس نے اردو کی سب سے بڑی اور جدید و سہل تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' ۲۰ جلدوں میں منصۂ شہود پر آئی جو اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں باطل فرقوں اور باطل نظریات کی تردید کی گئی ہے اور جدید دور کے سائنسی اور فکری مسائل کا حل سلیس اور آسان اردو میں دیا گیا ہے، اس میں جدید وقدیم تفسیری ذخیرے کا خلاصہ بھی ہے، آپ سے ہزاروں شاگردوں نے اکتساب فیض کیا ہے اور لاکھوں لوگ معالم العرفان فی دروس القرآن، نماز مسنون اور دیگر تصانیف اور خطبات سے مستفید ہو کر جادۂ حق پر گامزن ہوئے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے فکر و فلسفہ کے امین امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے افکار کو جن حضرات نے گہرائی میں جا کر سمجھا اور ان کی توضیح واشاعت کے لیے کام کیا، ان میں حضرت صوفی صاحب کا نام نہایت قابل احترام ہے، آپ نے اس بات کو غلط ثابت کیا کہ امام انقلاب مولانا

سندھی کیموزنم سے متاثر تھے، آپ اس موضوع پر اتھارٹی کی حیثیت رکھتے تھے اور آپ نے ''مولانا عبیداللہ سندھی کے علوم وافکار'' کے عنوان سے ایک شاہکار کتاب بھی تصنیف کی ہے۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی بہت ہی زبردست قوت اصلاح کے مالک تھے، آپ نے لاکھوں لوگوں کے ایمان وعقیدہ کی اصلاح کی، مجھے ۲۸ سال تک ان کی سرپرستی اور راہنمائی سے مستفید ہونے کا موقع ملا اور مجھ جیسے کالجیئٹ جب حضرت صوفی صاحب کے پاس حاضر ہوتے تو قدرتی طور پر ایسا رعب و دبدبہ طاری ہوجاتا کہ پاس ادب سے زبان گنگ ہوجایا کرتی تھی، آپ کی مجلس میں حاضری سے قبل یہ تسلی کر لیتے تھے کہ کہیں آپ کسی بات پر ہم سے نالاں تو نہیں۔

اگر ایسا ہوتا تو ہم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد القیوم ہزاروی مدظلہ کے پاس حاضر ہوکر کچھ حوصلہ پاتے، پھر صوفی صاحب کی مجلس میں سلام کر کے ایک جانب ہوکر بیٹھ جاتے، سرزنش کے بعد آپ کی نصیحتیں اور دعائیں ذہنی اور قلبی تسکین کا باعث ہوتیں۔

۶ اپریل کا دن وہ دن ہے جس نے ہم سے ہمارا مربی، سرپرست، ہمدرد اور مخلص راہ نما، قائد اور استاذ چھین لیا ہے، ان کی توجہ، ان کی محبت اور ان کی دعائیں یقیناً ہمارے لیے توشہ آخرت ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ روز آخرت آپ کی رفاقت نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

ہم روٹیاں مانگا کرتے تھے

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا،

گنڈا ضلع مانسہرہ کے مقام میں تعلیم کے دوران ہم روٹیاں مانگا کرتے تھے وہاں ایک سیف اللہ المعروف سیٹو کا کانامی آدمی تھا، جس کی رگیں پھولی ہوئی تھیں وہ کھانا طلباء کے ساتھ کھاتا تھا۔

لمبی والے طلباء نے اسے مارا بھی تھا اسے تنگ کرتے تھے لیکن وہ کہتا تھا کہ روٹی میں نے تمہارے ساتھ ہی کھائی ہے اسے طلباء کے ساتھ محبت تھی۔

(فیاض)

......☆......☆......☆......

ابو محمد
مدیر: ماہنامہ مطالعہ قرآن لاہور

''یہ نصف صدی کا قصہ ہے''

جامع مسجد نور کے مینار سالوں سے مستعد سپاہی کی طرح استادہ آج جھکے جھکے کیوں سرگوشیاں کر رہے ہیں اور یاس وحسرت کی نگاہوں سے کیوں مسجد کے گیٹ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں، متجسس نگاہوں سے کس کے متلاشی ہیں؟ جی کیوں نہ دیکھیں کہ آج انہیں نور کا وہ ہالہ نظر نہیں آرہا جو اڑتالیس برسوں سے مسلسل ایک معین وقت پر مسجد کے پھاٹک سے قدم رنجہ فرما ہوتا تھا اور ہفتے کے ساتوں دن جس کی آواز مسجد کے در و دیوار سے ٹکراتی رہتی، پرنور چہرہ بھی غائب، قرآن سنانے والی زبان بھی خاموش، ٹھنڈے سائے اور پدری شفقت کی طرح اس ہستی کا وجود آج بے ہست ہوگیا، طالبانِ علوم نبوت آج یتیم ہو گئے، تشنگانِ انوارِ قرآنی آج غمگین ہیں، علوم معرفت کا سورج آج دور بہت دور افق میں ڈوب گیا جس کی روشن کرنیں پنجاب کے شہر گوجرانوالہ اور گردونواح کو برسوں اجالا بخشتی رہیں، آج اس کی روشنی کا سفر ختم ہوگیا، حضرت سیدی مفسر قرآن، صاحب معالم العرفان حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ''رحلت فرما گئے، اور انشاء اللہ جنت میں اپنے رب سے انعامات وصول کر رہے ہوں گے، حضرت صوفی صاحبؒ، جو اربابِ علم ودانش کے حلقہ میں صوفی کے لقب سے معروف تھے، شیخ التفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے برادر اکبر (اصغر) جن کی زندگی قرآن کے علوم کی نشر واشاعت میں بسر ہوگئی، نصف صدی پر محیط ان کی قرآنی خدمات موجودہ دور کے علماء وخطباء سمیت پوری امت پر احسان ہیں کہ آپ کے چشمہ فیض سے ہزاروں تشنگانِ علوم نبوت نے اپنی پیاس بجھائی، سینکڑوں نے ان سے رہنمائی فرمائی اور اپنے باطن کو نورِ قرآن سے روشن کیا۔ حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات حسرت آیات پر علم کا ایک باب بند ہوگیا اور وطن عزیز کی عظیم اور مشہور دینی روحانی درسگاہ مدرسہ نصرۃ العلوم ایک حامل قرآن سے محروم ہوگئی، جہاں حضرت صوفی صاحب ''نے برسوں قرآن وحدیث کے درس سے نصرۃ العلوم کے در و دیوار کو آباد رکھا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث

دہلویؒ کے افادات سے خصوصی نسبت کا حضرت صوفی صاحب کو وافر حصہ نصیب ہوا اور قافلہ سید مدنیؒ کے اس عظیم راہرو نے اکابر علماء کے طرز کو اپنی زندگی کا وطیرہ بنائے رکھا۔

۱۹۵۲ء میں انہوں نے گوجرانوالہ میں نصرۃ العلوم کے نام سے ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی جو آج نصف صدی سے زیادہ عمر کو پہنچ چکا ہے۔ علوم قرآن سے خاص شغف تھا اور ہفتے کے چار دن صرف درس قرآن کے لیے مختص کیے ہوئے تھے، دو دن درس حدیث دیا کرتے تھے اور اس پر تمام عمر پابند رہے، زندگی کے آخری ایام میں جب بالکل ہی چلنا پھرنا محال ہوا تو ظاہری طور پر اس تسلسل کو روکنا پڑا، درسِ قرآن کا سلسلہ جو عمر بھر چلتا رہا اس کو صرف تقریر پر محدود نہیں رکھا بلکہ تحریراً بھی اس کو معالم العرفان کے نام سے بیس طویل جلدوں میں محفوظ کیا جو علماء امت کی رہنمائی کے لیے گنج گرانمایہ ہے، حضرت صوفی صاحبؒ کا طرزِ بیان بالکل سادہ تھا، جس میں مروجہ خطابت کے جوہر تو نہ تھے لیکن تاثیر بیان ایسی خصوصیت تھی جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے درس کو قبولِ عام بخشا، طبیعت میں بالکل سادگی تھی لیکن سوچ کے اعتبار سے بظاہر یہ فقیر آدمی بہت بڑا انقلابی ذہن رکھتا تھا، معاشرے کے بگاڑ پر پوری نظر تھی اور اسلامی تہذیب وتمدن کے فقدان کا دکھ ان کے مواعظ ودروس میں واضح طور پر عیاں ہوتا تھا، مسلمانوں کی موجودہ دگرگوں حالت پر سخت کڑھن کا احساس انکی تقاریر سے جھلکتا تھا، اور اگرچہ انداز میں نرمی تھی لیکن معاشرے کا بگاڑ بننے والے اسباب پر برستے تھے۔

طلباء کرام سے خصوصی شفقت فرماتے تھے اور خاص طور پر کمزور طلباء کو زیادہ توجہ کا مستحق سمجھ کر ان پر خصوصی عنایت فرماتے تھے کہ اگر ہم بھی ان کو دھتکار دیں تو ان کا والی کون ہوگا، طلباء کو اپنا سرمایہ سمجھتے تھے، حضرت صوفی صاحبؒ کے کئی شاگردوں نے ان سے حاصل کردہ فیوض کو عوام تک پہنچایا جن میں ایک جانی پہچانی شخصیت حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب ہیں جن کی قرآنی خدمات پورے ملک میں معروف ہیں، حضرت صوفی صاحبؒ کے علاوہ حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صاحب بھی خدمات قرآن کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہیں اور شاید یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ موجودہ دور کی آخری نشانی ہیں جن کو دیکھ کر اکابر کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، محبین قرآن اور اسلاف کی زیارت کو سعادت سمجھنے والے حضرات کیلئے وہ ایک قیمتی سرمایہ ہیں اس لیے ان کی زیارت کو غنیمت سمجھتے ہوئے حاضری ضرور دینی چاہیے، اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت فرمائے اور تادیر ان کا بزرگانہ سایہ ہم طلباء کے سروں پر قائم رکھے۔ (آمین ثم آمین)

ابوالحسن
معاون مدیر قافلہ حق سرگودھا

مصلح ملت

یہ سن ۱۸۰۳ء کی بات ہے جب برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندہ نے بادشاہ دہلی سے ملی انتظام کا پروانہ جابرانہ طریقہ سے لکھ کر ملک میں اعلان کرادیا کہ:

خلق خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا، حکم کمپنی بہادر کا، اس اعلان کے بعد برصغیر کے اکابرین ملت نے ہند کو دارالحرب قرار دیکر آزادی کی جدو جہد کی مگر ماضی کی دوصدیاں عیاں کررہی ہیں کہ ایک طرف انگریزی استبداد زور پکڑتا گیا اور دوسری طرف مسلمان قوم راحت وآرام اور بے حسی کی دلدل میں غرقاب ہوتی چلی گئی مگر اکابرین ملت نے اپنے فرائض کو کبھی فراموش نہیں کیا اول اسلامی قوت رفتہ کو بحال کرنے پر اپنا زور صرف کیا مگر گردش ایام نے حالات کا رخ کسی دوسری سمت ہی پلٹ دیا اسلامی اقتدار تو کیا مسلمانوں کے ایمان، اخلاق، تہذیب، ثقافت بود وباش اور رہن سہن کا نظام معاملات ومعاشرت کا بچانا بھی دشوار ہوتا چلا گیا، چنانچہ قافلہ حق کے ہدی خوانوں نے وقت کے بدلتے تیور دیکھ کر فیصلہ کیا کہ ملت کے اخلاق ونظریات بچانے کی مضبوط تدبیر اختیار کی جائے چنانچہ دارالعلوم دیو بند کا وجود مسعود عمل میں لاکر فرزندان ملت کو دعوت حق کا پیغامبر بنادیا گیا انگریز نے ایک طرف اپنے غلاموں اور چاکروں سے ہند کی زمین کو مسخر کرنے کی سعی لاحاصل کی تو حضرت قاسم العلوم والخیراتؒ، حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت گنگوہیؒ، وغیرہ حضرات نے علوم وعرفان کی بہاروں سے تسخیر قلوب کی راہ اپنائی ابنائے دارالعلوم دیو بند نے قرآن پاک سینے سے لگایا اور مسجدوں کے بورئے سنبھال کر صدائے قال اللہ سے قلوب انسانیت کو منور کرنے لگے، شائد مدینہ منورہ کے اصحاب صفہ کی تعلیمی، تبلیغی، اصلاحی، فکری وجہادی تشکیلات کے بعد دارالعلوم دیو بند کی تشکیلات اور مدنی و دیو بندی تشکیلوں میں گہری مناسبت اور ایثار وقربانی، ہجرت ونصرت کی مضبوط مشابہت کی مثال کسی دوسرے دور سے نہ دی جاسکے گی کہ دونوں مقامات کی تشکیلات میں جہد مسلسل کی لازوال تاریخ رقم ہے، البتہ

یہ فرق ضرور باقی رہے گا کہ صفہ کی تشکیلات، آپ ﷺ کا زمانہ یا انسانی تاریخ کا تابندہ روشن دور اور عروج کی ابتدا تھا اور دور حاضر زوال کی انتہا، اور شاید سسکتی رگ حیات کا دور اخیر ہو، صفہ کی طرح دار العلوم دیوبند سے بھی جو چلا تو لبوں پر قرآن پاک کی صدا اور دل انسانی تباہ کاری پر بے حد پریشان تھا، دار العلوم دیوبند کے ابر علم وعرفان سے فیض یاب کراچی میں جا بیٹھے تو وہاں کے باسیوں کی کایا پلٹ دی، شیر انوالہ لاہور کی زمین پر قدم رنجہ فرمایا تو وہاں کے ساکنوں کو صدائے حق سے آشنا کر دیا ملتان کا خیر المدارس ہو یا خانپور کا مخزن العلوم کبیر والہ کا دار العلوم ہو یا شجاع آباد کا بہلوی خاندان الغرض جو جہاں جا بسا، صدائے قرآن سے وہاں والوں کے دلوں کو بسا دیا ان فرزندان دار العلوم دیوبند میں حضرت مدنی ؒ کے ظاہری و باطنی علوم کے امین، مصلح ملت، مرد درویش حضرت اقدس صوفی عبد الحمید سواتی ؒ کی ذات گرامی بھی ہے اہل دل کی بستی میں تو حضرت موصوف محتاج تعارف نہیں ممکن ہے دل کو لگی اور دل لگی کے فرق سے نابلد شاید علم وعرفان کے بحر بے کراں سے ناآشنا ہوں بلاشبہ حضرت موصوف ؒ کی حیات طاہرہ ایسی باکمال اور ہمہ جہت تھی کہ جس پہلو سے بھی دیکھا جائے دور دور تک انکا کوئی ثانی نظر نہیں آتا، تصوف کا میدان ہو یا علوم قرآن میں نقطہ دانی کا، علوم عقلیہ کی راہ ہو یا علوم نقلیہ کا، دور حاضر کے نشیب وفراز، نت نئے جنم لینے فتنے، اغیار کی اسلام کے خلاف سازشیں، اہل اسلام کی زبون حالی و بے بسی، ملت کے زوال کی وجوہ واسباب اور انکا علاج، غلامی کا مرض اور اس سے شفاء کی تدبیریں سیاست کے زیر و بم اور اتار چڑھاؤ، ارباب علم کی کمزوریاں اور انکا انسداد، جس پہلو سے بھی حضرت موصوف کو دیکھا جائے، گہری نظر رکھنے والے صاحب رائے کے حامل اور فکر اصلاح میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں، کبھی ہاتھ میں قلم تو کبھی لبوں پر صدائے حق کبھی بارگاہ ایزدی میں آہ وزاری تو کبھی چہرے کے تغیرات سے دل میں موجود حزن وملال کا صاف اظہار عیاں طور پر محسوس ہوتا ہے مگر حضرت موصوف کے نمایاں کارناموں میں نور مسجد کے بوریہ پر صدائے قرآن کا برملا اعلان ہے، جو معالم العرفان فی دروس القرآن کے نام سے اہل اسلام کے لئے گراں قدر نعمت کی صورت میں موجود ہے، قرآن پاک کی یہ تفسیر بے شمار خصوصیات کی بنا پر امتیازی وصف رکھتی ہے، سادہ اور عام فہم زبان کا استعمال گفتگو میں کمال درجے کی سنجیدگی اور متانت، قرآنی اسرار ورموز سے عقدہ کشائی، اسلامی نظریات کی راہ اعتدال، تفسیری نکات، عقائد وفقہی مسائل، معاملات، معاشرت تہذیب وثقافت کا بیان اسلام کا نظام عدل، نظام تعلیم، نظام

حکومت نظام معیشت وغیرہ کا واضح اور صاف لفظ میں اظہار، اغیار کے مرتبہ نظاموں کی خرابیاں، انکے غلط خیالات ونظریات، باطل عقائد کا بلا خوف لومۃ لائم بیان، ارباب اختیار کی بے راہ روی، اہل اسلام کی پستی، زبوں حالی، تنزلی و غلامی کے اسباب ومحرکات اور اس سے نجات حاصل کرنے کا سہل الحصول طریقہ، اوامر ونواہی کا عام فہم بیان کرنا، قصص وواقعات انبیاء کے احوال اقوام کے اتار چڑھاؤ کی تاریخ اور اس سے حاصل شدہ اسباق کا آسان طریقہ سے قلوب میں پہنچا دینا، معالم العرفان کے چند خاص امتیازات ہیں جو بلاشبہ دیگر تفاسیر میں بھی موجود ہوتے ہیں، مگر آسان و عام فہم طریقہ سے عوامی مزاج ومذاق کے قریب قریب مطابق ارشاد فرمانے کا جو خاص انعام حضرت صوفی صاحبؒ کو بخشا گیا، بہت ہی لوگ اس سے فیض یاب ہوسکے ہیں، خدام قرآن کی جب فہرست کھلے گی اور صدائے قال اللہ سے لبریز زبانوں کا جب قصہ چھڑے گا حضرت موصوف کا ذکر خیران نمایاں ہستیوں میں موجود ہوگا جنھوں نے کتاب مقدس کے لفظ لفظ سے علم وعرفان کے موتیوں کی مالائیں تیار کر کے تشنگانِ علم ومتلاشیانِ راہ حق کے گلے میں ڈالنے کا فرض ادا کیا، نصرۃ العلوم کے روح رواں منبر نور مسجد کے آباد کار کی زبان کیا بند ہوئی گویا کتاب اللہ کو غلاف میں محفوظ طریقہ سے بند کر کے رکھ دیا گیا اب اہالیانِ گوجرانوالہ چراغ رخ زیبا لیکر بھی انہیں کہیں پانا چاہیں گے تو یہ ان کے واسطے ممکن نہ ہوگا، جانے والوں میں بہت کم ایسے جاتے ہیں جن کا مسند نشیں انکی صورت ملنا ممکن نہیں ہوتا، حضرت صوفی صاحب کی ذات گرامی اپنے باقیات الصالحات میں معالم العرفان جیسا ایسا عدیم المثال سرمایہ چھوڑ گئے جو تا صبح قیامت انکے اسم گرامی کو انکے نامہ اعمال کی طرح زندہ وجاری رکھے گا۔

بارگاہِ رب العالمین سے التجاء گزار ہیں مالک کریم حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے محبوب ﷺ کا جوار نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے، آمین۔

وصلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین

بروز بدھ ۲۰ جمادی الثانی بمطابق ۲۵ جون ۲۰۰۸ء

ازراقم اثیم: ابوالحسن عفی عنہ

بوقت ایک بجے رات:

معاون مدیر سہ ماہی قافلہ حق سرگودھا، مرکزی ناظم اتحاد اہل سنت والجماعت پاکستان۔

مدیر مجلہ مصطفیٰ بہاولپور

زاہد فی الدنیا

حضرت اقدس امام اہلسنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے برادر اصغر"جامعہ نصرۃ العلوم" گوجرانوالہ کے بانی، شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے شاگرد رشید، بیس جلدوں پر مشتمل عظیم تفسیر"معالم العرفان" اور بیسیوں کتابوں کے مصنف حضرت اقدس مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نوراللہ مرقدہ ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بمطابق ۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار کو رحلت فرما گئے" انا للّٰہ و انا الیه راجعون""ان للّٰہ ما اخذ و له ما اعطی و کل شیء عنده الیٰ أجل مسمی"۔

حضرت صوفی صاحبؒ ۱۹۱۷ء میں کڑ منگ بالا ہزارہ ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے، اور ابتدائی تعلیم اپنے برادر اکبر، حضرت امام اہلسنت مدظلہ کے ہمراہ "بفہ" (ضلع مانسہرہ کی ایک بستی) میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ کے مدرسہ میں حاصل کی اس کے بعد ملتان، میانوالی، ڈسکہ، گوجرانوالہ، اور دیگر کئی مقامات پر تعلیمی سفر کو جاری و ساری رکھا، حضرت صوفی صاحبؒ انہی مبارک ہستیوں میں سے تھے جنہیں فضل باری تعالیٰ نے علم دین کے حصول کیلئے منبع فیوض و برکات دارالعلوم دیوبند میں پہنچا دیا، انہوں نے وہاں پر موجود اکابرین دیوبند سے علم بھی حاصل کیا، اخلاق بھی سیکھے، اخلاص بھی سیکھا، علوم قرآن وعلوم نبوت کے نور کو اپنے سینے میں محفوظ کیا، امت کی خیر خواہی کا سبق لیا، دین پر زندگی کی آسانیوں، آرائشوں کو قربان کرنے کا جذبہ سیکھا، پھر انہی اکابرین کے طرزِ زندگی کو اپنا کر انہی کے نقش قدم کو مشعل راہ بنا کر اپنی زندگی گزاری۔

"مدرسہ نصرۃ العلوم" کی بہاریں، قرآن کی تفسیر سے حد درجہ لگاؤ، احادیث نبویہ ﷺ سے والہانہ محبت، سنت نبویہ پر مر مٹنے کا جذبہ صادقہ، اعلاء حق اور اعلاء کلمۃ اللہ میں جرأت و بہادری، دین میں تصلب اور پختگی غرض تمام خصوصیات صوفی صاحب میں تھیں، اکابرین دیوبند کی صحبت اور فیضان دارالعلوم کا نتیجہ تھیں، حضرت صوفی صاحب ملکہ شاہراہ تصوف کے بہترین شناور، عظیم مفسر، فکر شاہ ولی اللہؒ کے امین، نکتہ رس اور حالات حاضرہ

پرنظر رکھنے والے بہترین مصنف بھی تھے،ان کا اٹھ جانا یقیناً ہم سب کیلئے ایک عظیم سانحہ ہے،ان کے چلے جانے سے جہاں دنیا کی تاریکی میں اضافہ ہوا ہے وہاں علم کا ایک باب بھی مسدود ہو گیا ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

۱) ...... " ان من اشراط الساعة ان یر فع العلم"(کنز العمال ج۱۴ص۲۳۲)

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا۔

۲) ...... "ان اللّٰہ لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعه من الناس ولکن یقبض العلم بقبض العلماء"(مشکوۃ ص)

بے شک اللہ تعالیٰ اس علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ بندوں کے سینوں سے چھین لے بلکہ قبضِ علم کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھالے گا۔

۳) ...... " یذهب الصالحون الاول فالاول ویبقیٰ حفالة کحفالة الشعیر والتمر لا یبالیهم اللّٰہ بالة"(مشکوۃ ص۴۵۸)

نیک لوگ یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے جائینگے اور پیچھے انسانوں کی پھوک رہ جائیگی ،جیسے جو اور کھجور کی پھوک ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔حضرت صوفی صاحب نوراللہ مرقدہ کی وفات سے مذکورہ احادیث کا منظر آنکھوں کے سامنے پوری طرح عیاں ہے اس قحط الرجال کے دور میں حضرت کا وجود بسا غنیمت تھا،ان کے جانے کے بعد مسند علم وطریقت ویران نظر آرہی ہے، پہلے صورت حال یہ تھی کہ کوئی صاحب علم دنیا سے اٹھ جاتا،جلد ہی دوسرا اس کے خلاء کو کسی حد تک پورا کرلیتا،اب حالت یہ ہے کہ کسی صاحب علم کے اٹھ جانے کے بعد دور دور تک اس کے خلا کو پر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا،بہرحال موت ایک اٹل فیصلہ خداوندی ہے،اس سے کسی کو مفر نہیں،جو بھی اس دنیا میں آیا ایک دن اس کو چھوڑ کر ضرور جائیگا،گویا دنیا میں آنا ہی موت کی تمہید ہے،لیکن بعض جانے والے ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ:

؎ وہ اٹھا ہی اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

حضرت صوفی صاحب نوراللہ مرقدہ کے سانحہ ارتحال سے جہاں امت محمدیہ ایک عظیم مفسر، ماہر محدث،

باعمل صوفی اور نکتہ رس ونکتہ بیں خطیب سے محروم ہوئی ہے وہاں امت کے غم میں پگھلنے والے رات کی تاریکی میں رب کریم کے حضور گڑگڑانے والے ایک عظیم انسان سے بھی امت محروم ہوگئی ہے، حضرت صوفی صاحبؒ کا وجود جہاں امت محمدیہ کیلئے رب کریم کا ایک عظیم احسان تھا وہاں فرق باطلہ اور فتن ہائے ضالہ کی مقابل ایک روک تھا، ان کے سانحۂ ارتحال سے امت محمدیہ اس روک سے بھی محروم ہوگئی۔ حضرت صوفی صاحب نوراللہ مرقدہ کو حق تعالیٰ نے جن خوبیوں سے نوازا تھا اور جس نعمت عظمیٰ کی خدمت کا کام ان سے لیا وہ یقیناً عنداللہ ان کی مقبولیت کی علامت تھا جیسا کہ قرآن کریم میں خود حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد گرامی ہے: "ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا" کہ ہم اپنے دین عالی کی خدمت انہیں سے لیتے ہیں جو ہمارے منتخب اور چنیدہ ہوتے ہیں...... حضرت صوفی صاحب نوراللہ مرقدہ نے ساری زندگی قرآن وحدیث کی خدمت میں گزاری ہے، پھر اس پر نہ کوئی فخر نہ ریا، نہ دکھاوا بلکہ اسقدر عظیم مفسر ہونے کے باوجود ملنے والوں کے سامنے اپنی عاجزی، کم علمی اور تواضع کا ایسا اظہار کہ ملنے والا سن کر پانی پانی ہو جائے، گزشتہ سال ۱۴۲۷ھ کے اوائل میں بندہ چند احباب کی معیت میں حضرت کی زیارت کے لئے گوجرانوالہ حاضر ہوا تو فرمایا! کیسے آنا ہوا؟ ہم نے عرض کیا کہ آپ کی زیارت اور آپ سے دعا لینے کیلئے حاضر ہوئے ہیں تو اس پر بار بار ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ تم میری زیارت اور مجھ سے دعا کرانے کیلئے کیوں آئے ہو؟'' میں نہ تو عالم ہوں، نہ بزرگ اور نہ ہی مستجاب الدعوات'' اللہ اللہ! اتنا بڑا عالم، مفسر اور زاہد فی الدنیا......؟ لیکن عاجزی اور انکساری کا یہ عالم سننے والا ششدر رہ جائے، نیز اسی علمی شغف اور علم دین سے محبت کا نتیجہ تھا کہ حضرت انتہائی بڑھاپے کے عالم میں جب ہر آدمی میں از روئے حدیث دنیا کی حرص بڑھ جاتی ہے وہ دنیا ہی کی باتیں کرتا ہے، مگر حضرتؒ کا معاملہ اس کے برعکس تھا، ہمارے ساتھیوں میں سے جس ساتھی نے بھی اپنا تعارف کروایا اور بتایا فلاں علاقہ سے اس کا تعلق ہے تو حضرت کا پہلا سوال یہ ہوتا کہ وہاں بڑا عالم کون ہے؟ بخاری شریف کون پڑھاتا ہے؟ شیخ الحدیث کون ہے؟ یہ سوالات حضرت کے علمی شغف علم دین اور اہلیان دین سے محبت کا پتہ دیتے ہیں...... ہائے افسوس...... آج علم دین سے اتنی شدید محبت رکھنے والا بھی ہم سے جدا ہوگیا، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے، انکی جمیع علمی، عملی، روحانی، تبلیغی اور اصلاحی مساعی جمیلہ قبول فرمائے، اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الخاتم الکریم ﷺ)

مولانا زکریا خان ساقی کاشمیری
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم

ملت بیضاء کے عظیم سپوت

''زندگی جہداست واستحقاق نیست''

میں کیا میری بساط کیا کہ ایسی ذات کے بارے میں اپنی عقیدت کے جذبات پیش کروں جسکی تدریس و تصانیف کی شہرت دنیائے اسلام کے ہر زاویہ گوشہ میں اپنا جاوید نشان رکھتی ہے، جنہوں نے اپنی زندگی میں اگر چمنستان روحانیت کو تازگی بخشی اور علم کے سبزہ زاروں کو سینچا اور طالبین مذہب کو صبر واستقلال متانت فکر، اصابت رائے یقین محکم اور جہد مسلسل کا سبق دیا تو مذہب کو ایک نیا جوش ولولہ اور نئی امنگ بھی عطاء کی اور دین کے منارہ کو بلند کیا،

دَعَا اِلَی اللّٰہِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ
مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمٖ

جنہوں نے لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلایا جو آپ کے راستہ سے وابستہ ہوئے وہ درحقیقت ایسی مضبوط رسی پکڑے ہوئے ہیں جو ٹوٹنے والی نہیں۔

امام وقت، اکمل العارفین شیخ التفسیر سیدی وسندی ومولائی ومرشدی اشرف العلماء حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی'' کیا تھے اور کیا نہ تھے؟ یہ بعض دوسرے عقدوں کی طرح ابھی تک گم شدہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے پاکستان نے اپنی تاریخ کب لکھی ہے کہ حضرت سواتی'' پر قلم اٹھائے اس ملک کے بانیوں کی سوانح حیات ابھی تک تشنۂ تکمیل ہیں، اس سرزمین پر کیا کچھ گم نہیں ہو گیا؟ دماغوں پر بوجھ ڈالئے سوچتے جایئے اس سرزمین میں تاریخ نے اپنا سفر منقطع کر لیا ہے حضرت سواتی'' اور'' دبستان نصرۃ العلوم'' لازم وملزوم تھے دونوں میں گل وبلبل کا رشتہ تھا، چاند اور چکور کا رشتہ، قافیہ اور ردیف کا آہنگ، سر اور تال کا لازمہ، حضرت سواتی'' مدرسہ نصرۃ العلوم کیلئے وہی کچھ تھے جس طرح ایک جسم دوسرا روح، ایک زبان دوسرا بول ایک لفظ دوسرا معنی، ایک آواز دوسرا الکار ایک سواتی دوسرا نصرۃ العلوم یہ بتانا تو سیرت نگار کا کام ہے کہ کہاں کہاں

پڑھتے رہے ان کے آباء واجداد کہاں کے تھے کیا کرتے تھے کب وفات پائے غرض اس سلسلہ کی جتنی کڑیاں ہیں وہ ایک محقق یا مورخ ہی کا کام ہے کہ ان کی جستجو کرے اور ان کی کھوج لگائے ہم نے حضرت سواتیؒ کے ان خط وخال پر غور کرنا ہے جو دبستان نصرۃ العلوم کے بعد ہمارے سامنے ہے ہم جن کے اور وہ ہمارے بن گئے جو بلا ناغہ ہمیں ملتے ہر روز ملتے ہیں جن کے حلقہ احباب کے گرویدہ تھے جو بادشاہ نہ ہونے کے باوجود بادشاہ ہی تھے جو ہزارہ سے چلے اور حصول علم کیلئے مختلف علاقوں کو چیرتے چلے گئے۔

بالآخر ۱۹۴۰ء میں آپ نے دیوبند کے گہوارہ علوم میں داخلہ لیا وہاں حصول تعلیم کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے تمام کتب اور فنون متداولہ کی خصوصی سند بھی حاصل کی اور آپ کو حضرت شیخ الاسلام کے ہاتھ پر بیعت کا اعزاز بھی حاصل ہے اور حضرت مدنی وہ خوش قسمت انسان ہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے شیخ الہند مولانا محمود الحسن تک جو سفر حریت طے ہوا مولانا مدنی اس کے آخری میر کارواں تھے حضرت سواتیؒ بھی حضرت مدنی کے اخلاق وعادات کا عملی جامہ تھے، ان کی زندگی ان کا اخلاق ان کے اوصاف تاریخ علم وعمل کے صفحات پر زندہ جاوید ہوں گے یہ علمائے اہل سنت کا قافلہ جسکا سلسلہ حضرات صحابہؓ وتابعینؒ سے ہوتا ہوا رسالت مآب نبی مکرم ﷺ سے جڑا ہوا ہے جنہوں نے فکر واعتقاد کا ایک مستند طرز اپنایا اور اعمال واخلاق کا مثالی نظام پیش کیا جن کے چہروں سے اعتدال کا رنگ ٹپکتا نظر آتا ہے۔

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ
يَسْطُوْ بِمُسْتَأْصِلٍ لِلْكُفْرِ مُصْطَلِمِ

(اس لشکر کا ہر اک بہادر خدا تعالیٰ کے حکم کا تابع اور اپنے عمل سے آخرت میں ثواب کا امیدوار ہے اور ایسی تلوار سے جو کفر کو جڑ سے کاٹنے والی اور برباد کرنے والی ہے حملہ آور ہوتا ہے۔)

حضرت سواتیؒ کیا تھے؟ ارباب فضل وکمال، اہل علم اور اصحاب نظر آپ کے علم وعمل کے مختلف میدانوں میں آپ کے افکار صالحہ وخدمات کے معترف ہیں ان معنوں میں آپ کی ذات گرامی ایک ذات تھی کہاں؟ آپکا وجود مقدس وگرامی مرتبت علم وادب فکر ونظر، مذہب وایثار وعمل، عزیمت اور اخلاق وسیرت اور مذہبی وفلسفی علوم وفنون کے مختلف دبستانوں کا ایک دبستان اور سینکڑوں انجمنوں کی ایک انجمن تھے آپ کے وجود مقدس سے فیضان الٰہی کے سینکڑوں چشمے پھوٹے آپ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے آپ کی

دعوت آغاز کار سے لیکر آج تک مسند درس و تعلیم اور ذوق عمل کی تربیت سے لیکر میدان عمل تک دعوت و تبلیغ اور مواعظ رشد و ہدایت سے لیکر جہاد لسانی کے ملی و قومی میدان تک پھیلی ہوئی ہے آج دل و دماغ پر افکار، شبہات، مادیت اور غلط عقائد و نظریات کی جو یلغار ہے اس سے حفاظت اور اس کے مقابلہ کی صرف یہی صورت ہے کہ دل کی اس منفی طاقت کو ابھارا جائے ایمان و یقین اور عشق و محبت کی چنگاری کو سلگایا جائے جس کے مقابلہ میں باطل افکار، بے جا شبہات اور غلط عقائد و نظریات نے ہمیشہ سپر ڈال دی ہے، حضرت سواتی نور اللہ مرقدہٗ کی ہمہ جہتی زندگی میں یہ جو ہر علم و عمل اور سوزش و محبت بہت نمایاں عیاں تھی ان کی سیرت ان کے اعمال و اخلاص اور واقعات اپنی سادگی کے باوجود قلوب میں تیر و نشتر کا کام کرتے ہیں، علم و عمل، درد محبت شوق مطالعہ، اتباع سنت، احترام شریعت، علوم نبوت، اور درس و تدریس کے ساتھ وابستگی ان کی زندگی کے اہم محرکات میں سے تھے علاوہ ازاں حضرت سواتیؒ کی زندگی میں فنائیت اور زہد و استغناء کے ایسے موثر واقعات کثرت سے موجود ہیں جو کہ زر پرستی کے اس دور میں تڑپا دیتے ہیں حضرت اقدسؒ کی بے تکلفی، سادگی اور رسم و رواج اور تکلفات سے آزادی ان کی عملی زندگی کا ایک منفرد اور نمایاں عنصر ہے عرصہ پانچ رچھ سالوں سے مجھ گنہگار کو حضرت کے متعلق بے شمار مشاہدات نصیب ہوئے حضرت کا علمی مقام دیکھا، محدثانہ جلالت دیکھی، سیاسی عظمتیں، بصیرتیں دیکھیں، قیادت و علمی سیادت کا مقام دیکھا محبوبیت اور مقبولیت دیکھی ذکر و فکر اور عبادت و تدریس اور افادہ عام کے مناظر دیکھے مگر بخدا ''رب لم یزل'' نے حضرت سواتیؒ کے قلب و باطن کو حب جاہ، ریا، شہرت کے جذبات سے پاک کر دیا تھا جس کے بارے میں آئمہ صدق و صفا کا ارشاد ہے کہ صرف طالبین و سالکین ہی نہیں بلکہ صدیقین کے قلوب سے جو روحانی بیماری سب سے آخر میں نکلتی ہے وہ حب جاہ کا جذبہ ہے۔

''آخر ما یخرج من قلوب الصدیقین حب الجاہ ''

حضرت سواتیؒ نور اللہ مرقدہ کا لگایا ہوا سایہ دار پودا جسے ہم نصرۃ العلوم کے گہوارہ علوم سے یاد کرتے ہیں جس کے سائے تلے آج اسلامیان کے لشکر پناہ لیے ہوئے ہیں جس کے تدریسی فیضان کی وجہ سے اور علمی کمال اور تدریسی مہارت نے اتنی شہرت حاصل کی کہ ''سبحان اللہ'' دنیا کے اطراف و جوانب سے علماء اور عوام الناس اس گہوارہ علوم کے دیدار کیلئے آتے ہیں یہ وہی ادارہ ہے جہاں اس بزرگ ہستی نے ۱۹۵۲ء میں

ایک چھپڑ کے کنارے ڈیرہ لگایا یہ وہی آماجگاہ ہے کہ جسکا شمار آج ملک کے مستند اداروں میں ہوتا ہے اس مرکز کے طلباء اپنے اعلیٰ صفات، بہترین اور مثالی کردار سے فروغ گیر ہونے کے بعد ایک عالم کو مستفید کر رہے ہیں حضرت اقدسؒ کے اخلاص کی وجہ سے لاکھوں انسان میری طرح گنہگار تھے لیکن دیندار ہوئے، فاسق وفاجر تھے متقی و پرہیزگار بن گئے سینکڑوں کے اعمال وعقائد اور اخلاق کی اصلاح ہوئی اور اب تو پاکستان اور کشمیر کے علاوہ دنیا کا کوئی ایسا کونہ نہیں جہاں نصرۃ العلوم اور حضرات شیخین کے فیض یافتہ فضلاء کوئی دینی خدمت کا فریضہ سرانجام نہ دے رہے ہوں، یہ انہی بزرگوں کی نصف صدی کی تدریسی برکات ہیں کہ ہر جگہ قرآن، حدیث، فقہ حنفی، اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حب صحابہؓ اور حب اولیاء اللہ کی روشنی کا ایک نور پھیلا ہوا ہے۔

حسن اخلاق

حضرت سواتیؒ کی سیرت واخلاق تمام زائرین نے روشنی کیطرح محسوس کیے ہیں جس کے پیش نظر آپ زندگی کے ہر موڑ پر داد تحسین سے بے نیاز، ستائش کی تمنا سے بے پرواہ، بےلوثی اور بے غرضی سے خلق خدا کی خدمت کرتے رہے اور ان سے محبت کرتے حضرت اقدسؒ کے سینکڑوں تلامذہ، محبین دوست و احباب، حتیٰ کہ ذاتی مخالفین بھی اعتراف کرنے پر مجبور ہیں آپ ہر آنے والے کیلئے سراپا اور مجسمہ دعاء بن جاتے تھے۔

اور ظاہر ہے یہ طرز عمل تمام لوگوں کیلئے اپنانا بہت مشکل ہے، راقم اثیم کو مسلسل چار سال طالبعلمی کے دوران حضرتؒ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا لیکن موصوفؒ کی خلوت وجلوت میں کوئی تفاوت نہیں نظر آیا، خلوت اور جلوت، ظاہر وباطن حضرتؒ کا حال یکساں ہوتا قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں تھا الغرض حضرت اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو اور مجسمہ تھے۔

وجدان سلیم

رب ذوالجلال نے حضرت سواتیؒ کو وعظ وتقریر، درس وتدریس اور اشاعت دین اور مدرسہ کے انتظام وانصرام، الغرض تمام دینی خدمات کے ساتھ ساتھ عبدیت، انابت الی اللہ فنائیت اور بندگی واطاعت کا بھی ذوق سلیم عطاء فرمایا تھا، حضرت اقدسؒ نے اگرچہ ملکی سیاست میں عملاً حصہ نہیں لیا لیکن سیاست کو گہرائی سے سمجھتے تھے، حضرتؒ کی سیاسی بصیرت انکی تصانیف میں دیکھی جاسکتی ہے، اگرچہ اعلیٰ سیاست کا

وجدان رکھنے والے جو بھی صاحب بصیرت ان سے ملے ہیں تو وہ اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں، حضرت کی تصانیف ملت حنیفیت کی عکاسی کرتی ہیں۔

عبادت

حضرت اقدسؒ اعلیٰ درجہ کے عبادت گزار تھے لیکن انہوں نے کبھی بھی عوام وخواص کو محسوس نہیں ہونے دیا ان کی عبادت اتنی پوشیدہ تھی کہ شاید ہی کسی نے آپ کو نفل پڑھتے ہوئے دیکھا ہو! اوران کی عبادت ہی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے کبھی کسی سے امداد کا سوال نہیں کیا بلکہ ان کا اکاؤنٹ کا سسٹم قائم کیا ہوا ابھی تک رواں دواں ہے مدرسہ کی جس مد میں اماونٹ آئی اسی مصرف میں لگائی یہ سارا سسٹم مدرسہ کی حدود میں ہے، گھر کو اس سے صاف رکھا اسی لیے اس مدرسہ کا فیض اس وقت تک جاری وساری ہے اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

طلباء سے شفقت ومحبت

حضرت سواتیؒ قاموسی علمیت کے باوجود طلباء سے اسقدر شفقت ومحبت فرماتے تھے اسکا اندازہ اور احساس مدرسہ نصرۃ العلوم کے ہر تربیت یافتہ فرد کو ہے جب سے یہ اقامت گاہ قائم ہوئی ہے اس کے معرض وجود سے لیکر ابھی تک ہر طالبعلم بتا سکتا ہے کہ حضرت کی کتنی شفقت ومحبت ان طلباء سے ہوتی تھی!!!

میرے طالبعلمی کے زمانہ میں کچھ طلباء عصر اور مغرب کے درمیان وقفہ میں مدرسہ کی چھت پر کھیلتے تھے، حضرت اس وقت پیرانہ سالی کیوجہ سے صرف سرپرستی ہی فرمایا کرتے تھے تو حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی نے طلباء پر خطرات کے پیش نظر پابندی لگادی کہ چھت پر کسی نے نہیں کھیلنا تو حضرت سواتیؒ کو پتہ چلا تو انہوں نے مہتمم صاحب اور ناظم صاحب کو سختی سے منع فرمایا کہ میرے بچے دور دراز علاقوں سے پڑھنے آئے ہوئے ہیں۔

انہیں کیوں روکتے ہو؟ درحقیقت حضرت کا طلباء سے قلبی لگاؤ تھا انہیں یہ بات قطعاً قبول نہ تھی کہ طلباء کو تکلیف وپریشانی پہنچے اور یہ قلبی محبت کی کڑی ایسی مضبوط تھی جسے مجھ سمیت کوئی بھی حضرت کا شاگرد نظرانداز نہیں کرسکتا۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسے محسن ومشفق استاد کی طلباء نسل تابندگی علم کے بعد کبھی معاشرے میں ناکام نہیں ہوسکتی، حضرتؒ کی روحانیت کے اثرات گلشن نصرۃ العلوم میں قیامت تک رہیں گے، آج ہم اپنے شیخ

کی شفقتوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

"لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْيَ الْعُقُولُ بِهِ
حِرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمِ"

حضرت سواتیؒ نے بوجہ اس شفقت کے جو ہم سے رکھتے تھے ایسی چیزوں سے جن کے سمجھنے میں لوگوں کی عقلیں حیرت زدہ ہو جائیں ہم کو کبھی بھی آزمائش اور محنت میں نہیں ڈالا اس لیے نہ تو ہم شک و وہم میں پڑے نہ حیرت زدہ ہوئے، بہر حال راقم اثیم نے حضرت کو جس سمت میں بھی دیکھا بالآخر اسی نتیجہ پر پہنچا۔ کہ یہی وہ پاکباز ہستیاں ہیں جن کے کندھوں پر رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد رشد و ہدایت کا بوجھ آن گرا جنہوں نے کتاب و سنت کے چشمہ صافی سے علمی پیاس کو بجھایا اور انمول موتیوں اور جواہرات سے اپنے سینوں کو منور کیا اور پھر زندگی بھر اس شمع کو فروزاں رکھنے کیلئے تگ و دو فرماتے رہے جسے رسول مکرم ﷺ نے روشن فرمایا تھا پھر اسی راہ میں جانثاری و جانبازی کے مراحل میں شگفتگی اور خوش مزاجی کے ساتھ ہم آہنگ رہے اگر چہ انہوں نے اپنی مستعار زندگی گزار کر خالق حقیقی کی ملاقات کی لیکن وہ اپنی قرابتوں کی وجہ سے دائمی زندگی کے اعزاز سے بہرہ ور ہوئے، ہمارے ان شیخین کی مساعی جمیلہ کے اثرات کا نتیجہ ہے کہ سرزمین گوجرانوالہ میں ایک مثالی ادارہ نصرۃ العلوم کے نام سے قائم ہے اور اسلام کی اشاعت و سربلندی اور عظمت کیلئے کوشاں ہے کوئی بھی ذی شعور "سخن دریں است" کے تحت شک نہیں کر سکتا کہ حضرات شیخین کی مساعی قابل قدر ہیں اور ان کی زندگی کے کارنامے ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

تقبل اللّٰہ مساعیھم
واجزال اللّٰہ مثوبتھم

سفر آخرت

اس جہاں آب و گل میں موت سے آخر کس کو رستگاری ہے اور اس قانون خداوندی سے کوئی ذی روح بھی مستثنیٰ نہیں لیکن جسطرح انسان ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں انکی حیات حیات میں فرق ہوتا ہے اسی طرح تمام انسانوں کی موت بھی یکساں نہیں ہوتی بعض اوقات ایسی اموات کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ بچھڑنے والا تو فرد واحد ہوتا ہے لیکن اس کا جانا پورے گلستان کی ویرانی کا سبب بن جاتا ہے اور ہزاروں انسانوں کی

آرزوئیں اور ذہنی سکون اس سے متاثر ہوتے ہیں اور بچھڑنے والا عالم دین ہو تو اس سے اہل جہاں کا کتنا نقصان ہوتا ہے جیسے نطق نبوت سے ارشاد ہوتا ہے "موت العالم موت العالم" حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کا شمار بھی علم کے روشن میناروں میں ہوتا ہے بلاشبہ وہ جہاں کی تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز تھے، ہزاروں قلوب کی دھڑکنیں آپ سے وابستہ تھیں اور گلستان فکر و نظر کے باغبان تھے آپ کے جانے کے بعد ہزاروں چہرے آب دیدہ نظر آرہے ہیں۔

آج ہم سب دل گرفتہ ہیں اس چمنستان گوجرانوالہ میں رونق اور بہار اگر چہ وہ چھوڑ کر گئے ہیں لیکن ان کی عدم موجودگی سے اداسی، کی میراث ان کے عقیدت مندوں کو وافر ملی گوجرانوالہ کی گلیاں آج حزن وملال کا سماں پیش کر رہی ہیں مگر آپ کے ارادت مند اور عشاق قدرت خداوندی کے فیصلہ کو قبول کرتے ہوئے ربط وضبط سے صبر کا دامن تھامے ہوئے ہیں، دونوں بزرگوں کے خاندان کے روشن ستارے اور چمکدار سورج باہم مل جل کر انہیں کے راستہ پر چلتے ہوئے کوشاں ہیں رب ذوالجلال کا بے حد احسان ہے کہ جس نے انہیں بے بہا علمی دولت سے نوازا ہے اور بفضلہ تعالیٰ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ نعمت کو اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ارشاد وتبلیغ اور تصانیف وتدریس کے کاموں میں ترقی سے ہمکنار ہیں اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کے اس گلشن کو تاقیامت آباد رکھے۔

وَاَذْنْ لِسُحْبِ صَلْوٰ ةٍ مِّنْكَ دَآئِمَةٍ
عَلَى السَّوَاتِيْ بِمُنْهَلٍ وَّ مُنْسَجِمٍ

خدایا اپنی دائمی رحمت کے بادلوں کو حکم دے کہ حضرت سواتیؒ پر برستے رہیں۔

راقم اثیم زکریا خان ساقی کاشمیری

فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم

خطیب جامع مسجد خاتون سوپ جی ٹی روڈ گکھڑ

۲۰/۵/۰۸ء

☆☆☆☆☆☆☆☆

حافظ فیصل حق احمد بن مولانا عبد الحفیظؒ
بدھر یانوالہ کالرز دمیانوالی بنگلہ

ایک پیاری نصیحت

ولی کامل استاذ العلماء حضرت صوفی صاحبؒ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، آمین...... آپ کا انداز تبلیغ بہت شیریں اور خوش کن تھا اور پہلے ہی موقع پر قلب وسینہ کو ایمان سے منور کر دیتا تھا یہ آپ کی خاصہ تھی، ہوا یوں کہ میرے والد مولانا عبد الحفیظؒ صاحب سے ان کا بہت محبت بھرا تعلق تھا کیونکہ وہ آپ کی پرنٹ شدہ تصانیف کا بغور مطالعہ کر کے پریس کے چھوڑے ہوئے الفاظ حروف اور آیات میں زبر زیر و دیگر حرکات کی تصحیح کر کے آگاہ کر دیتے اور آئندہ ایڈیشن اس کے مطابق شائع ہوتا تو حضرت کی ڈھیر ساری دعائیں ہمارے حصے میں آتیں، اللہ قبول فرمائے۔

تو اس کام میں بطور قاصد والد صاحب مجھے نصرۃ العلوم بھیج دیتے، کاغذات، اوراق وغیرہ میں حضرت کی خدمت میں پیش کر دیتا اس طرح مجھے حاضری وزیارت کا بھرپور موقع مل جاتا اور خوب لطف آتا فیوض وبرکات اور دعائیں حاصل ہوتیں، یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضرت صوفی صاحب کے بیٹے عیاض صاحب سواتی چھت سے گر کر شہید ہو گئے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور اچانک وفات کو شہادت کا درجہ دے، آمین۔

ابتداء میں، میں نے داڑھی نہیں رکھی ہوئی تھی، والد صاحب سے خطوط لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا والد صاحب کے حوالے سے تعارف کرایا، بہت خوش ہوئے اور بغور میری طرف دیکھنے لگے اور فرمایا قرآن یاد کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا ہاں میں بے ریش تھا مجھے شرم محسوس ہو رہی تھی، حضرت نے فرمایا اللہ کے بندے داڑھی بڑھاؤ یہ کیا کیا ہوا ہے، داڑھی والے لوگوں کے گھرانے میں تو ویسے ہی بغیر داڑھی شخص عجیب لگتا ہے یہ پیارا انداز مجھے بہت اچھا لگا اور ہمیشہ کیلئے یہ بات میرے دل میں پیوست ہوگئی، میں نے گھر آ کر والد صاحب کو بطور لطیفہ بات سنائی کہ حضرت صوفی صاحب نے مجھے دعوت دی ہے میرے لیے بہت

بڑی سعادت تھی اور آج یہ انہی کا فیض ہے۔

مدھریانوالہ کی تینوں مساجد و مدرسہ کی نسبت ہمارے شیوخ کی طرف ہے، معتقدین کی کثیر تعداد ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ خوب کام ہو رہا ہے، مساجد تین ہیں اور مسلک سب کا ایک ہی ہے۔

الحمد للہ ایک ہی جمعہ ہوتا ہے اور عید کا اجتماع بھی ایک ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور ہمارے اکابرین بالخصوص حضرت صوفی صاحبؒ اور حضرت شیخ صاحب کا فیض جاری رکھے اور ان کے بیٹوں کی عمر میں برکت عطا فرمائے، تادیر علمی شجر کا سایہ قائم فرمائے، آمین۔

معارف القرآن کی فروگزاشتوں کی نشاندہی

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا جب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ "معارف القرآن" لکھ رہے تھے۔

تو میں نے ان کو خط کے ذریعے چار فروگزاشتوں کی نشاندہی کی، جن میں سے تین کو انہوں نے درست تسلیم کیا اور چوتھی کے متعلق اپنے فقہی رجحان کو صائب قرار دیا اور انہوں نے خط میں شکریہ ادا کرنے کے ساتھ لکھا کہ مزید بھی دیکھ کر نشاندہی کریں، چنانچہ میں نے چار اور اغلاط لکھ کر بھیجیں لیکن اس دوران ان کا انتقال ہو گیا، پتہ نہیں ان کے ورثاء نے ان کے متعلق کیا کیا، کچھ علم نہیں۔

(فیاض)

حافظ لقمان احمد فاروق

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدا ور پیدا

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم ،امّا بعد

"کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ"

اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا، اپنی وسیع وعریض کائنات میں ایک فردانسان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا، پھر اس کی رہنمائی کیلئے طرح طرح کے انتظامات کیے، اسکی ہدایت و رہنمائی کے اہم سلسلوں میں ارسال الرسل اور انزال کتب ہے، خود انسان کی اپنی ذات میں اللہ تعالیٰ نے ایسی استعداد ولیاقت اور صلاحیت واہلیت ودیعت فرمائی، تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ان ودیعت کردہ محاسن کے ذریعہ صرف اپنی ہی ذات پر صلاح وفلاح اور ہدایت ورہنمائی کا تمغۂ امتیاز نہیں سجاتا بلکہ بعض انسان بسا اوقات اپنی ذات کو علم دین اور علوم وحی کے لباس کا فر ّہ اور خلعت عظیمہ سے آراستہ کر لیتے ہیں، پھر یہ علوم قرآن وسنت کی نورانیت اس کے باطن کو ایمان وایقان اور ایثار وقربانی اور توکل واستقامت سے معمور و منور کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں، اور ظاہر کو حب دنیا، حب جاہ، اغراض اور حرص کے موذی امراض اور جارح کانٹوں سے تحفظ دے لیتے ہیں، اور یہ شخصیت پورے عالم، ملک، صوبہ، یا علاقہ بھر کے لوگوں کیلئے قیادت و سیادت اور امامت ورہنمائی کی صفات کی حامل ہوتی ہے۔

راقم الحروف، اس تمہید کے بعد، ایسی شخصیت کا تذکرہ کرنا چاہتا ہے جو کہ نہ صرف مفسر قرآن تھے بلکہ دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم یونیورسٹی کے فاضل، دینی درسگاہ نصرۃ العلوم کے بانی ومہتمم، پچاس سے زائد کتب کے مصنف، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے شاگرد خاص، برصغیر کے ممتاز عالم دین، محدث جلیل، نمونہ اکابر علمائے دیوبند، یادگار اسلاف، سپوت دیوبند حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی صاحب ؒ جو کہ مؤرخہ ۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار عالم اسلام کو داغ مفارقت دیکر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون، حضرت صوفی صاحب ؒ کا وجود عالم اسلام کیلئے کسی نعمت سے کم نہیں تھا، یقیناً اہل اللہ کا

وجود بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہوا کرتا ہے۔

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، انہوں نے اپنی اہم یادگار کے طور پر، مدرسہ نصرۃ العلوم کو چھوڑا ہے، جس کو اب ان کے ہی فرزند ارجمند و جانشین حضرت مولانا فیاض خان سواتی صاحب مدظلہ نے اپنی شب و روز کی محنت سے چار چاند لگا دیے ہیں، اور یہ ادارہ عالم اسلام میں حضرت مولانا فیاض خان سواتی صاحب مدظلہ کی جہد مسلسل کے نتیجے میں نمایاں مقام رکھتا ہے، اس ادارہ سے ہزاروں کی تعداد میں علمائے کرام دینی علوم وفنون سے آراستہ و پیراستہ ہو کر علم کی روشنی کو چہار سو پھیلا کر جہاں حضرت مولانا فیاض خان سواتی صاحب مدظلہ کی محنت کو عیاں کر رہے ہیں وہاں پر حضرت صوفی صاحبؒ کیلئے صدقہ جاریہ کا باعث بھی بن رہے ہیں، کیونکہ یہ پودا جو اب تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے، حضرت صوفی صاحبؒ کا ہی لگایا ہوا ہے۔

عمر بھر قرآن کا پیغام پھیلاتا رہا
ہر گھڑی اسلام کی تبلیغ فرماتا رہا
دوست داران جنوں کا دل بڑھانے کیلئے
اپنے تلوے رارو کے کانٹوں سے سہلاتا رہا
گوشہ زندان میں دارو رسن کے ساز پر
داستان جرأت اسلاف دہراتا رہا
سید خیرالبشر کے خلق کی تصویر تھا
اس صنم آباد میں توحید کی شمشیر تھا

حضرت صوفی صاحبؒ زندگی کے آخری ایام میں کافی حد تک ضعف وشدید علالت کے باعث مدرسہ نصرۃ العلوم میں اسباق تو نہیں پڑھاتے تھے لیکن مجھ ناکارہ جیسوں کو شرف زیارت کی سعادت کیلئے مدرسہ ہذا کے دفتر کے سامنے جلوہ افروز ہوتے، مجھ جیسے ناکارہ اور طلباء وعلمائے کرام شرف زیارت اور مفید مشوروں سے مستفید ہوتے تھے، جب کبھی بھی بندہ ناچیز کا گوجرانوالہ میں آنا جانا ہوتا تو ضرور حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا، شرف زیارت و ملاقات کے بعد مفید مشوروں سے مستفید ہوتا، حضرت

صوفی صاحبؒ طلباء کے ساتھ خصوصی محبت وشفقت فرماتے اور بہت ساری کامیابی کیلئے دعائیں فرماتے تھے، ایک مرتبہ بندہ کو یاد ہے کہ جب بندہ جامعہ قاسمیہ شاخ نمبر۳ گوجرانوالہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، کچھ دوست واحباب کے ساتھ حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور شرف زیارت و ملاقات کے بعد بندہ کے ساتھ آنے والے ایک دوست نے حضرت صوفی صاحبؒ سے کسی بات پر مشورہ کیا۔

حضرت صوفی صاحبؒ نے مشورہ کے بعد اس دوست سے فرمایا کہ آپ کسی بزرگ شخصیت کے بیعت ہیں، اس دوست نے عرض کی کہ حضرت میں کسی سے ابھی تک بیعت نہیں ہوں، بعد میں حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ کسی بزرگ شخصیت سے بیعت ہو جائیں جو کہ صحیح معنوں میں شیخ کامل ہو، پھر اس پر حضرت صوفی صاحب نے اپنی زندگی کا ایک واقعہ سنایا، آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں جمعرات کے دن گوجرانوالہ سے چند احباب کے ساتھ حضرت لاہوری صاحبؒ کی زیارت و ملاقات اور مجلسِ ذکر میں شرکت کی غرض سے شیرانوالہ گیٹ لاہور حاضر ہوا۔

مغرب کی نماز کے بعد معمول کے مطابق مجلس ذکر ہوئی پھر حضرت لاہوریؒ نے اپنے معمول کے مطابق وعظ و نصیحت فرمائی اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت لاہوریؒ سے ملاقات کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا کہ جس جس نے ملاقات کرنی ہے وہ کچھ دیر انتظار کریں، جب حضرت لاہوریؒ کا ملاقات کیلئے باہر آنے کا وقت قریب ہوا تو بے ساختہ خود بخود میرا قلب جاری ہو گیا اور اللہ اللہ کا ذکر کافی دیر تک جاری رہا، مجھے اس پر یقین ہو گیا کہ یہ حضرت لاہوریؒ کی کرامت ہے، پھر حضرت صوفی صاحبؒ نے ہمیں فرمایا کہ شیخ کامل سے مراد ایسی بزرگ شخصیت ہیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ علمائے دیوبند کی نسبتوں کے امین اور دینی فکر و معیار کا ایک روشن مینار تھے، انہیں دیکھ کر اسلاف کے اخلاص وللّٰہیت، تصلّب فی الدّین اور دینی غیرت وحمیت کا پتہ چلتا تھا، وہ علوم نبوت کی طرح اخلاق نبوی ﷺ کا نمونہ اور یادگار تھے، وہ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے، ان کا حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بعد حضرت لاہوریؒ سے خصوصی تعلق تھا، وہ صرف چراغ نہیں گو ہر شب چراغ تھے جن کے بعد اب چراغوں میں روشنی نہیں رہی۔

ان کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے جو کہ جنوبی ایشیا کے مختلف علاقوں سمیت دنیا بھر میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، ان کی منور جبیں سے علمائے ربانیین کا ایسا نور جھلکتا تھا کہ دل کی گہرائیوں سے ان کے خدارسیدہ ہونے کی صدا بلند ہوتی تھی، انہوں نے ۱۹۵۲ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی جو کہ آج ملک کی ممتاز دینی درسگاہ بن چکی ہے، وہ ایمان ویقین، تسلیم ورضا اور صبر واستقامت کا پیکر تھے، کم وبیش پچاس برس انہوں نے مدرسہ نصرۃ العلوم میں تفسیر قرآن کریم کے علاوہ صحاح ستہ کے اسباق پڑھائے اور ۲۰۰۳ء میں شدید علالت وضعف کے باعث تدریس سے الگ ہو گئے تھے، وہ نہ صرف مذہبی شخصیت تھے بلکہ سماجی راہنما بھی تھے، وہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے افکار کی صحیح ترجمانی کرتے تھے، ان کی تفسیر معالم العرفان موجودہ حالات کے بالکل مطابق ہے۔

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی قبر میں منوں مٹی تلے آرام فرما رہے ہیں، دنیا سے تو جانا ہر ایک نے ہے، مگر بعض لوگوں کا جانا انسان کو ہلا کر رکھ دیتا ہے، حضرت صوفی صاحبؒ کی یادیں، محبتیں، شفقتیں جب یاد آتی ہیں تو دل چیر کر رکھ دیتی ہیں، کیونکہ اس ٹھنڈی چھاؤں سے صرف ہم ہی نہیں بلکہ پورا عالم اسلام ایک مفسر قرآن سے محروم ہو گیا ہے اس لیے کہ

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدا ور پیدا

حضرت صوفی صاحبؒ تو چلے گئے ہم اپنی باری کے انتظار میں ہیں، جب بھی اجل کا پیغام آیا تو جانا ہے، بس خدا وحدہٗ لاشریک سے یہی التجا ہے کہ وہ ہم سب کا خاتمہ بالخیر وبالایمان کرے اور شہادت جیسی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کی کاوشوں کو شرف قبولیت سے نواز کر حضرت محمد عربی ﷺ کا پڑوس نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم فشانی کرے

☆☆☆☆☆☆☆☆

محمد اکرام جاوید راولپنڈی
شریک دورۂ حدیث مدرسہ نصرۃ العلوم

انقلابی شخصیت

اللہ اپنے بندوں میں سے کچھ کو خاص مقاصد کیلئے چن لیتا ہے مثلاً حضرات انبیاءؑ اللہ کے منتخب بندے ہوتے ہیں اور اللہ انہیں ایک مقصد کیلئے دنیا کے اندر بھیجتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے تا کہ وہ لوگوں کو پیغام رسانی کریں۔

کیونکہ جو معیار اس نے نبوت اور رسالت کیلئے مقرر کر رکھا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس معیار پر پورا اترتا ہے اسلئے کہ وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

اسی طرح بعض زمینی مقامات کو اس نے مقدس و برکت والا بنا لیا ہے، جیسا کہ مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی اور صفاء مروہ، اسی طرح کچھ روحیں اچھی کچھ بری کچھ درخت طیب کچھ درخت خبیث کچھ انسان اچھے اور کچھ برے، ہر شی کی ضد اللہ تعالیٰ نے بنا کے رکھی، جو تناسب اللہ تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے وہ توازن ہے جب یہ توازن اللہ کے حکم سے بگڑتا ہے تو تباہی آجاتی ہے، اس دنیا کے اندر جتنی بھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں وہ ایک نہ ایک دن فنا ہونے والی ہیں، اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فانی دنیا میں حق والے اسلام کی سربلندی کی خاطر ہمیشہ سے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے آئے ہیں۔

انہی اللہ والوں میں سے بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ جنکا نام ہر خاص و عام کی زبان پر ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس دھرتی پر ایک بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی تنہائی اور گمنامی میں گزار دی، اور نہایت ہی خاموشی اور اخلاص سے دین کی سربلندی کیلئے کمربستہ ہو گئے اور ہمیشہ کیلئے جنت فردوس کے مکین بن گئے، یہ زیر نظر مضمون شیخ القرآن مفکر اسلام، مجاہد اسلام، استاذ العلماء حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی زندگی کے بارے میں ہے، آپ ایک دین دار پا کباز صوم وصلوٰۃ اور شعائر اسلام کے پابند انسان تھے آپ زیادہ تر وقت یاد الٰہی میں گزارتے تھے، آپ نہایت خوش اخلاق

،نیک سیرت اور باکردار انسان تھے،سوچ کے اعتبار سے آپ انقلابی انسان تھے،اس لئے آپ انقلاب کی بنیاد قرآنی اصولوں پر اٹھانا چاہتے تھے،اسی وجہ سے آپ نے زندگی بھر قرآن کو اپنے سینے سے لگائے رکھا،آپ کے بارے میں یہ منقول ہے جب آپ فجر کی نماز سے پہلے مسجد میں تشریف لاتے تو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تسبیح ہوتی،درس قرآن بہت پابندی سے دیا کرتے تھے،مدرسے اور مسجد کی حدود سے شاذ و نادر باہر قدم رکھتے،احقر کو آپ کی کم و بیش چار مرتبہ زیارت کا شرف حاصل ہوا،آپ کے چہرے مبارک پر اللہ نے ایک عجیب سی نورانیت رکھی تھی جو آپ کے بارگاہ ایزدی میں مقبول ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے،آپ جہاں بھی جاتے تھے،لوگ آپ کی تعظیم و تکریم میں اٹھ کھڑے ہوتے،آخری ایام آپ نے بیماری اور علالت میں گزارے اور خاص کر آخری ۲ ماہ کی نیم بے ہوشی میں ہی آپ دار فنا سے دار بقاء کی طرف ہجرت فرما گئے،تین دن تک آپ کی قبر کی مٹی سے خوشبو آتی رہی جو راقم الحروف نے خود بھی سونگھی تھی،یہ اللہ والوں کی کرامات ہوتی ہیں جو مرنے کے بعد بھی ظاہر ہوتی رہتی ہیں،بہر حال اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابرین کے نقش قدم اور ان کے مشن کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

درس قرآن وحدیث اور کوّا

حاجی شیخ احمد مرحوم سوئی گیس والے کالج روڈ گوجرانوالہ نے بتلایا کہ وہ شروع سے ہی حضرت صوفی صاحبؒ کے درس میں شریک ہوتے رہے ہیں۔

فجر کی نماز کے بعد جب آپؒ قرآن کریم اور حدیث مبارکہ کا درس ارشاد فرماتے تو ایک عرصہ تک میں نے خود مشاہدہ کیا کہ ایک کوّا درس کے آغاز میں اوپر پنکھے پر آ کر خاموشی سے بیٹھ جاتا اور درس کے اختتام پر اڑ کر چلا جاتا،اللہ جانے وہ کیا تھا۔

(فیاض)

☆☆☆☆☆☆☆

مولانا حافظ اشرف گجراتی
فاضل جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

آہ! میرے شفیق، محسن، مربی اور روحانی باپ

میری کیا حیثیت ہے کہ میں ولی کامل، مفسر قرآن، استاذ العلماء، شیخ القرآن والحدیث کے بارہ میں کچھ لکھوں۔ میں تو صرف اخروی سعادت کیلئے آپؒ کی شان میں نذرانہ عقیدت پیش کر رہا ہوں کہ حضرت اقدس صوفی صاحبؒ بھی دنیا کے ان چند جید علماء حق اور اکابرین دیوبند میں سے ایک تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے نیکی، تقویٰ، دینی تعلیم وتدریس، اخلاقی تربیت اور تصنیف دین حقہ کی اشاعت کیلئے چن رکھا تھا۔

آہ! آج وہ بھی ہم سے جدا ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ کا کروڑہا شکر ہے جس نے مجھ جیسے حقیر ناچیز کو ان عظیم ہستیوں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی اور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ اور دیگر اساتذہ کرام کی شاگردی کا شرف بخشا، مجھے ۱۹۸۷ء کا وہ زمانہ بھی یاد ہے کہ جب مجھے جامعہ نصرۃ العلوم میں داخلہ نہ مل سکا، لیکن حضرت اقدس صوفی صاحبؒ نے مجھ پر انتہائی شفقت فرماتے ہوئے اپنی شفقت بھری آواز میں کہا (بھائی اس کو پڑھنے دو) میرے مربی استاذ محترمؒ کی مجھ پر خاص عنایت ہوئی کہ پھر میں آپؒ کی خدمت اقدس میں تقریباً ۱۲ سال کا ایک طویل عرصہ رہا، میں نے آپؒ کی خدمت اور خصوصی توجہ کے طفیل تجوید سے لیکر دورہ حدیث شریف فاضل وفاق تک اور عصری تعلیم میٹرک، ایف اے، فاضل عربی گوجرانوالہ بورڈ اور اے ٹی سی کورس علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے کیا۔ (یہ ایک ولی کامل کی خصوصی توجہ اور تربیت کا نتیجہ ہے)

میرے لیے ایک اور بہت بڑی سعادت کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ولی کاملؒ کی مقبول عوام وخواص شہرہ آفاق تفسیر ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کی نصف سے زیادہ کی پروف ریڈنگ کی توفیق عطا فرمائی جو کہ میں نے آپ کے بیٹے مہتمم جامعہ نصرت العلوم حاجی محمد فیاض خان صاحب مدظلہ کے ساتھ مل کر کی، اس کے علاوہ اور بھی نصف درجن کتابوں کی پروف ریڈنگ کی سعادت نصیب ہوئی، ہمارے

استاذ المکرم ولی کامل حضرت اقدس صوفی صاحبؒ کی یہ امتیازی خصوصیت تھی کہ وہ بیک وقت اردو دان، فارسی دن، عربی دان، پشتو دان اور انگلش دان بھی تھے، ایک دن تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی پروف ریڈنگ کے دوران انگلش کے الفاظ آئے تو میرے محسن استاذ حاجی محمد فیاض خان سواتی مدظلہ نے فرمایا جاؤ یہ الفاظ کمپیوٹر پر کمپوز کروالاؤ، میں تعمیل حکم بجالاتے ہوئے چل تو پڑا لیکن مجھے حیرانی اس بات پر ہوئی کہ ان الفاظ کو کمپیوٹر کس طرح لکھے گا میں اسی سوچ کے اندر محو تھا کہ آخر میں کمپیوٹر آفس میں پہنچا اور میں نے جا کر کہا کہ جامعہ نصرۃ العلوم سے آیا ہوں مجھے یہ الفاظ کمپوز کر دیں، چنانچہ اس نے کمپیوٹر پر کمپوز کر کے دے دیے، اور میں اس عمل کو بڑے غور وخوض سے دیکھتا رہا اور بہت حیران ہوا، آخر وہ وقت بھی آیا کہ میں ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' رسالے کی کمپوزنگ کرتا رہا، اور مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب بیعت کے سلسلہ میں آپؒ سے بات ہوئی تو آپؒ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا۔ ''بابا جاؤ فیاض، ریاض نے نفیس شاہ صاحب سے بیعت کی ہے آپ بھی ان کی بیعت کرلو'' حضرت اقدس صوفی صاحبؒ مجھے پیار سے ''چوہدری'' بھی کہا کرتے تھے۔

اسی طرح مجھ جیسے ناکارہ کو جامعہ نصرۃ العلوم جیسے عظیم جامعہ میں دو سال پڑھانے کا موقعہ بھی ملا، اور تقریباً چار سال مجھے جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں اپنے استاد محترم حاجی محمد فیاض خان سواتی صاحب مدظلہ کا رمضان المبارک میں سامع کی حیثیت سے قرآن پاک سننے کا موقعہ بھی ملا، میں تو اس موقعہ پر اپنے پیرومرشد حضرت نفیس شاہ صاحبؒ کے الفاظ دہراتا ہوں،

ے کہ میں تو اس قابل نہ تھا (رب نے مجھ پر کرم کیا) میں تو اس قابل نہ تھا

مفسر قرآن، شیخ القرآن والحدیث حضرت صوفی صاحبؒ کی اولاد صالحہ بھی مجھ پر بہت شفقت فرماتے ہیں، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی، حضرت مولانا صوفی محمد ریاض خان سواتی اور حضرت مولانا محمد عرباض خان سواتی کو صحت و عافیت سے رکھے اور ان کا سایہ تا دیر قائم و دائم رکھے، میں حضرت صوفی صاحبؒ کے سانحہ ارتحال میں بھی برابر کا شریک ہوں، اللہ تعالیٰ صبر وتحمل سے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حافظ محمد اشرف گجراتی کوٹلہ ارب علی خان تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

مولانا محمد عمر عثمانی
مدیر ماہنامہ الفکر ۃ الاسلامیہ گجرات

''اکابر کی نسبتوں کے امین''

دارالعلوم دیوبند اور اس کے فرزندوں کی تاریخ سے کون نا آشنا ہے؟ کہنے کو تو دارالعلوم دیوبند روایتی طرز کی درسگاہ ہے اس لئے کم فہم لوگوں کو خیال ہوسکتا ہے کہ دارالعلوم کے فرزندوں کا بھی مذہبی پیشواؤں کی طرح دائرہ عمل محدود ہوگا۔ لیکن حقیقت میں ''دارالعلوم دیوبند'' انسانیت کے لئے'' پیغام اسلام'' کا دوسرا نام ہے۔ عالم کے اطراف واکناف تک اسلام کی کامل وحقیقی تصویر پہنچانا اور اسلام کا دفاع کرنا دارالعلوم کے فرزندوں کا مشغلہ زندگی ہے۔

باری تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کے فرزندوں میں فضل وکمال کے درجات ومراتب رکھے ہیں۔ ان میں سے بعض کو اپنے اپنے دور میں وہ جامعیت وہمہ گیری عطا فرمائی کہ ان میں سے ایک ایک فرزند ایک ادارہ، ایک جماعت اور ایک انجمن ثابت ہوا۔ ان میں سے ہر ایک فرد نے تن تنہا وہ خدمات انجام دیں جن کی انجام دہی کے لئے ایک جماعت بھی ناکافی سمجھی جاتی ہے۔

ہمارے شیخ حضرت اقدس حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ کا تعلق بھی علمائے حق علمائے دیوبند کے اس قافلے اور قبیلے سے تھا۔ حضرت نے اپنی حیات مبارکہ میں جو دینی وملی خدمات سرانجام دیں ان خدمات کا سرسری جائزہ لیا جائے تو ان کی زندگی کے ایک ایک پہلو پر ضخیم کتابیں مرتب ہوسکتی ہیں۔ حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ نے جس دارالعلوم دیوبند سے فیض حاصل کیا اس کی مختصر تاریخ اور حضرت کے شیوخ کے تذکرے سے حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیات مبارکہ کے روشن پہلوؤں کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

ہندوستان اس کرہ ارض کا وہ خطہ ہے جہاں سب سے پہلے افراد انسانی کے ابوالآباء حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط واقع ہوا۔ چنانچہ یہ مضمون کتب احادیث کی متعدد روایات سے ثابت ہے۔ برصغیر کے نامور

محقق اور مؤرخ قاضی اطہر مبارکپوریؒ اس سلسلے میں چند روایات ذکر کرتے ہیں کہ!

امام ابن ابی حاتم رازیؒ، امام ابوعبداللہ حاکمؒ، امام ابن جریر طبریؒ اور امام سیوطیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے کہ

"ان اول ما اهبط اللّٰه آدم الیٰ ارض الهند وفی لفظ بدجنی ارض الهند ۔"

حضرت آدمؑ سب سے پہلے سرزمین ہند میں اتارے گئے تھے۔ایک روایت میں ہے کہ سرزمین ہند کے دکھن میں اتارے گئے تھے۔" (قاضی اطہر مبارکپوریؒ/عرب و ہند عہد رسالت میں/ص ۱۵۱)

حضرت ابن عباسؓ سے دوسری روایت منقول ہے کہ!

" فتخطی فاذا هو بارض الهند فمکث هنالك ماشاء اللّٰه ثم استوحش الی البیت "

آدمؑ مکہ سے چل کر ہندوستان پہنچے اور جب تک اللہ نے چاہا وہاں رہے اور پھر بیت اللہ کی جانب لوٹ آئے (ایضاً۔ص ۱۵۲)

مشہور تابعی عالم حضرت عطاء بن ابی رباحؒ حضرت آدمؑ کے بارے میں یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ!

" ان آدم هبط بارض الهند ومعه اربعة اعواد من الجنة فهی هذه التی بتطیب الناس بها وانه حج هذا البیت "

آدمؑ سرزمین ہند میں اتارے گئے اور ان کے ساتھ جنت کی چار شاخیں بھی تھیں جن سے لوگ خوشبو حاصل کرتے تھے اور وہاں سے یعنی ہندستان سے انہوں نے بیت اللہ کا حج کیا تھا۔(ایضاً۔ص ۱۵۲)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عالم انسانیت میں تعلیم ربانی کا آغاز اسی سرزمین سے ہوا لیکن یہ عالم انسانیت کا عہد طفولیت تھا۔پھر جب یہ سونی دھرتی آدمیوں سے آباد ہونے لگی تو ان کی اصلاح و ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً خدا کے برگزیدہ بندے آتے رہے اور ان کو راہ حق دکھلاتے رہے۔چنانچہ قرآن عظیم کی تصریح ہے کہ!

" وان من امة الاخلا فیها نذیر " (الفاطر :۲۴)

اور کوئی فرقہ نہیں جس میں کوئی ڈرسنانے والا نہ گزرا ہو

یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا اور یہ کچھ ہندوستان ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ جہاں جہاں عالم انسانیت نے جنم لیا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، ہادی اور نذیر وہاں وہاں برابر آتے رہے اور بنی نوع انسان کو دین برحق کی طرف بلاتے اور دعوت دیتے رہے تاہم تعلیم و تعلم اور دعوت حق کا یہ سلسلہ مقامی، وقتی اور نسلی تھا۔ کیونکہ عالم انسانیت ابھی عہد طفلی سے عہد شباب کی طرف گامزن تھا اور دنیا مختلف نسلوں، گروہوں اور جغرافیائی حد بندیوں میں بٹی ہوئی تھی۔ پھر جب عالم انسانیت نے شباب کی منزل میں قدم رکھا اور جب اس کے قوائے علمی و عملی میں بہار آنا شروع ہوئی اور ایسا وقت آ گیا کہ اب وہ امۃ واحدۃ بن کر تکمیل دین اور اتمام نعمت الٰہی کی دولت سے مشرف ہو تو حق تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ؐ کو مبعوث فرما کر عالم انسانیت کی روحانی ضروریات کو جس کا وہ زبان حال سے ملتجی تھا پورا فرمایا اور یہ اعلان کر دیا۔

" الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ "

(المائدہ)

آج میں تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر چکا اور تم پر اپنی نعمت کو میں نے پورا کر دیا اور تمہارے واسطے میں نے دین اسلام کو چنا

یہ ایک حقیقت ہے کہ آنحضرت ؐ سے پہلے جتنے بھی انبیاء اور رسل آئے وہ خاص خاص قوموں اور قبیلوں اور خاص خاص مقامات کی طرف بھیجے گئے لیکن آنحضرت ؐ کی بعثت روئے زمین کے تمام انسانوں کی طرف ہوئی۔ اس میں گورے، کالے، سرخ، سفید اور زرد کی کوئی تخصیص نہیں۔ اس لئے رومی، شامی، فرنگی، حبشی، ترک، تاتار، تاجک، چینی، جاپانی، ہندی، افغانی الغرض تمام عرب و عجم اور ہر قوم و جنس کے لوگ آپ ؐ کے برابر حقدار ہیں۔ ارشاد ربانی ہے کہ

" وما ارسلنٰك الا كافة للناس " (السباء)

اور ہم نے آپ ؐ کو تمام ہی انسانوں کے لئے بھیجا ہے۔

" یاایها الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا ۔ " (الاعراف)

اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیامبر ہوں

صحیحین میں ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ "مجھ سے پہلے جو بھی نبی بھیجا جاتا تھا وہ خاص اپنی قوم کی

طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم کتاب المساجد)

اس معنی کی روایتیں کتب احادیث میں بکثرت روایت ہیں اور اس کی عملی دلیل مطلوب ہو تو سارے پیغمبروں کے حالات پڑھ جایئے، سب کے ماننے والوں کو ان کی زندگی میں آپ اسی ملک اور قوم میں محدود پائیں گے جس ملک اور قوم کی طرف ان کی بعثت ہوتی تھی لیکن آنحضرتؐ پر ایمان لانے والوں میں خود آپؐ ہی کی حیات طیبہ میں ہم کو بلال حبشیؓ، صہیب رومیؓ اور سلمان فارسیؓ کے نام بھی ملیں گے اور شاہان عالم کے نام جو آپؐ نے دین اسلام کے دعوت نامے روانہ فرمائے تھے وہ بھی عموم دعوت کی ایک بڑی بھاری عملی دلیل ہے۔

اس بناء پر دین اسلام وہ ابر رحمت تھا جو اس دنیا کے چپہ چپہ پر برسا مگر فیض ہر ایک نے بقدر استعداد اٹھایا۔ ہمارے ہندوستان کی قسمت میں بھی اس باران رحمت سے فیض اٹھانا مقدر تھا۔ غازیان ہند کو فتح ہند سے کئی صدی قبل یہ بشارت دی جا چکی تھی۔

" عصابتان من امتی احرزهما اللّٰه من النار عصابة تغز والهند وعصابة تكون مع عيسىٰ بن مريم "

میری امتؐ کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو حق تعالیٰ نے آتش دوزخ سے بچالیا ہے ایک وہ جو ہندوستان کے غزوہ میں شریک ہوگا اور دوسرا وہ جو حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے ساتھ ہوگا۔

صادق ومصدوق رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلا وہ آخر کار پورا ہو کر رہا۔ حبیب کبریا نبی اکرمؐ کی عالمگیر نبوت ورسالت کا فیض جس طرح دیگر خطوں میں پہنچا اسی طرح ہندوستان بھی اس سے فیضیاب ہوا بلکہ ہندوستان کو اس دولت علم وعرفان سے حصہ وافر ملا۔ ہندوستان میں صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک ہی میں اسلام کی روشنی پہنچ چکی تھی۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں ۹۳ھ میں محمد بن قاسم ثقفی کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی اور ۹۵ھ میں اسلامی فتوحات کا سیلاب سندھ کی تمام حدود پار کر گیا جس کے نتیجے میں سندھ کا تمام علاقہ اسلامی قلمرو میں داخل ہو گیا اور ایک عرصہ تک اموی عباسی خلفاء کی جانب سے والی مقرر ہو کر آتے رہے۔ پھر چوتھی صدی کے اواخر میں سلطان محمود غزنویؒ نے ہندوستان کا رخ کیا اور سومنات کے بت کو تاراج کر کے دم لیا۔ اب غزنی سے لاہور تک اسلامی راج تھا۔ سلطان محمود

غزنویؒ کی وفات کے بعد ان کی اولاد تقریباً دوسو سال تک غزنین سے لاہور تک حاکم و متصرف رہی۔اب تک مسلمانوں کی حکومت لاہور تک تھی۔۵۸۹ھ میں سلطان معز الدین سام غوریؒ نے ہندوستان کے آخری فرمانروا راجہ رائے پتھورا پرتھوی راج کو شکست دے کر دہلی کو دارالسلطنت قرار دیا۔اس وقت سے لیکر ۱۲۷۳ھ تک اس برصغیر پاک و ہند پر مسلمانوں کا تسلط و اقتدار رہا۔اس ملک کے اولین غازی آنحضرتؐ کی پشنگوئی کا صحیح مصداق ہیں۔ان حضرات کی برکت سے ظلمت کدہ ہند نور اسلام سے جگمگا اٹھا۔ہندوستان میں ان فاتحین کے قدم رکھنے کے ساتھ ساتھ صوفیاء اہل دل اور علماء کی آمد شروع ہوگئی اور باشندگان ہند جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے گئے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان کو فتح تو بادشاہوں اور غازیوں نے کیا مگر مسلمانوں کے دلوں کو فتح کرنے،ہندوستان کی سرزمین میں شجر اسلام کی آبیاری کرنے اور اسے پروان چڑھانے میں سب سے زیادہ علمائے شریعت و طریقت کا ہاتھ ہے۔جب بھی دشمنان دین مبین نے گلشن اسلام کو پامال کرنے کی کوشش کی تو یہی وہ بزرگان دین تھے جو میدان عمل میں اتر کر سینہ سپر ہوگئے۔انہوں نے نہ صرف گلشن اسلام کی حفاظت کی اور اسے پامال ہونے سے بچایا بلکہ اسلام کے گلشن کو اپنے خون پسینہ سے سیراب کر کے ہمیشہ شاداب رکھا۔یہ علمائے حق میدان عمل میں اتر کر ان طاقتوں سے ٹکرا گئے جنہوں نے اسلام کی سرسبز و شاداب کھیتی کو اپنے ملحدانہ نظریات کے ساتھ تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔

ہندوستان کی تاریخ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی دین اسلام کے لیے خدمات کا ایک سنہری اور روشن باب ہے۔جب مغلیہ سلطنت کے بادشاہ جلال الدین اکبر نے اسلامی تہذیب و تمدن کا سرمایہ چھیننے کی کوشش کی تاکہ مسلمان اور دیگر مذہب کے لوگ اس کے دین باطل کو قبول کر کے آپس میں گڈمڈ ہو جائیں اور ان کی کوکھ سے ایک نئے مذہب کے پیروکار پیدا ہوں۔جو اکبر کو بادشاہ تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ایک نئے دین کے پیغمبر کی حیثیت سے بھی تسلیم کرلیں اور اس طرح مسلمانوں کا ملی تشخص ختم ہو کر رہ جائے۔اکبر کے دین الٰہی کی سرکوبی کے لئے مجدد الف ثانیؒ پیدا ہوئے جن کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ!

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی مجددانہ سعی وکوششوں سے الحاد کا مقابلہ کیا زندقہ کے اس جال کے تار وپود بکھیر کر رکھ دیئے اور اس دین کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اس طرح بکھیر دیں کہ ان کا وجود ہی باقی نہ رہا۔

اس کے بعد جب شاہ جہاں کا بیٹا دارا شکوہ انہی نظریات کا علمبردار بن کر میدان عمل میں آیا تو خدا نے اسے شکست دینے کے لئے اس کے اپنے بھائی اورنگزیب عالمگیرؒ کو چنا اور یوں اورنگزیب عالمگیرؒ نے اپنے بھائی دارا شکوہ کو شکست دے کر اسلام کے خلاف اس سازش کی کوشش کو ناکام بنا دیا۔ بعض لوگ اس مقدس جنگ کو تخت نشینی کی جنگ کہہ کر لوگوں کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ یہ بات اپنی جگہ پر ایک مسلم حقیقت ہے کہ یہ حق وباطل کی جنگ تھی جس میں اورنگ زیب عالمگیرؒ نے اسلام کی راہنمائی کا مقدس فریضہ سرانجام دیا اور دوسری جانب دارا شکوہ نے اکبر کے دین الٰہی کی علمبرداری کی۔

اورنگزیب عالمگیرؒ کے انتقال کے بعد مغلیہ سلطنت کو زوال آنے لگا۔ اس کے جانشین نااہل، بدعمل اور عیاش تھے۔ اورنگزیب عالمگیرؒ کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کو مٹانے کے لئے چاروں طرف سے حملے شروع ہو گئے۔ عالم کفر کی تمام طاقتیں اپنے وحشی خونخوار درندوں سمیت ہندوستان پر ٹڈی دل کی طرح حملہ آور ہو گئیں۔ مرہٹوں نے نئے جوش اور جذبے کے ساتھ طوفان کھڑا کر دیا۔ دوسری طرف شاہ ایران اٹھ کھڑا ہوا تا کہ تمام مسلم ممالک پر قبضہ کر کے ایک عظیم ترین شیعہ حکومت قائم کر لی جائے تا کہ خلفائے راشدینؓ اور امت مسلمہ کی تمام محنتوں پر پانی پھیر کر ایک لازوال آریہ مہر یہ شیعہ سلطنت قائم کر لی جائے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے نادر شاہ ایران سے اٹھا اور قندہار و کابل سے ہوتا ہوا پنجاب کا رخ کر تے ہوئے لاہور پر قبضہ کر کے دہلی کے دروازوں پر دستک دینے لگا اور پھر ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ کا مقابلہ کرنال کے مقام پر مغل بادشاہ محمد شاہ رنگیلے کی فوجوں سے ہوا۔ محمد شاہ کو شکست ہوئی اور اسے قید کر لیا گیا۔ سلطنت مغلیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ دہلی کے ہزاروں من سونے چاندی کے ڈھیر ایرانی فوج لوٹ کر لے گئی۔ مغلوں کی یادگار تخت طاؤس اور کوہ نور ہیرے سے جڑا تاج بھی نادر شاہ کے قدموں میں آ گرا۔ ایک لاکھ مسلمانوں کا خون دہلی کی گلیوں

میں بہایا گیا۔

انگریز ہندوستان میں تاجروں کے بھیس میں آئے اور اپنے مکر وفریب سے ہندوستان پر قابض ہوگئے۔ ہندوستان کے حالات خراب سے خراب تر ہوتے گئے۔ یہاں سے تحریک ولی اللٰہی کا آغاز ہوتا ہے۔ان نامساعد حالات میں رب تعالیٰ نے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اوران کے خاندان کو پیدا فرمایا۔انہوں نے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔حضرت مجددالف ثانی ؒ کی طرح یہ خاندان بھی نسبت فاروقی کا حامل تھااورایسے موقع پران کی رگ فاروقیت پھڑک اٹھتی تھی۔خاندان ولی اللٰہی نے فرنگ کا مقابلہ کیااورعلم کی خدمت بھی کی۔اپنی تصانیف کے ذریعے علم وحکمت کے موتی بھی بکھیرےاوروعظ وارشاد کے ذریعے جاہل صوفیوں اور بدعات کا مقابلہ بھی کیااور رافضیوں کے غلط عقائد کا قلع قمع بھی کیااوران کے اثرات کوزائل کیا۔

شاہ ولی اللہ ؒ کے دور میں مرہٹے ایک سیاسی قوت کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئے شاہ ولی اللہ ؒ کی دوررس نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ اگر کفر کی اس یلغار کو روکا نہ گیا تو مرہٹے برسر اقتدار آ کر ہند میں اسلام کے لئے مصیبت کا باعث بن جائیں گے اور اسلاف کی وہ کوششیں رائیگاں جائیں گی جو وہ تبلیغ اسلام کے لئے سرانجام دیتے رہے ہیں چنانچہ آپؒ نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی اوراندرون ملک نجیب الدولہ کو مرہٹوں کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔۱۷۶۱ء میں پانی پت کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی جس کے ساتھ ہی اسلام کے خلاف یہ حملہ بھی ناکام ہوااور یوں قافلہ اسلام ہند میں مشکل مراحل طے کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا اور دین اسلام کے بنیادی اصولوں کے دفاع کا کام خدا کے نیک اور پاکیزہ انسانوں کے ذریعے پایہ تکمیل کو پہنچتا رہا۔

سلطنت دہلی کے ایک بڑے عہدیدار نجف خان ایرانی کو شاہ ولی اللہ ؒ سے اختلاف تھا۔ابن علقمی کے اس روحانی فرزند نے شاہ صاحب کے پہونچے نکلوادیئے۔بعد میں ان کے نابغہ روزگار فرزندوں کے ساتھ بھی اس نے ظالمانہ برتاؤ کیا۔شاہ عبدالعزیزؒ کو دودفعہ زہر دیا گیا۔ان کے بدن پر چھپکلی کا ابٹن لگوادیا۔جس سے ان کو برص ہوگیا۔چاروں بھائیوں کو شہر بدر کردیا گیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تک کا دور اہل اسلام کے لئے ایک نئی افتاد

اپنے ساتھ لایا۔ انگریز عیاری اور مکاری سے کام لے کر ہندوستان کے اندر اپنی سیاسی طاقت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگر چہ اس دور میں بھی مسلمانوں نے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر کبھی سراج الدولہ کی قیادت میں ۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی میں داد شجاعت دی تو کبھی مسلمان ۱۷۹۹ء میں سلطان ٹیپو کی قیادت میں انگریزی جبر و استبداد کے خلاف لڑے لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ ہندوستان کے اندر مسلمانوں کو غیر ملکی غلامی کے دن دیکھنے تھے۔ اپنوں کی غداری کی وجہ سے جہاد کی یہ کوششیں بظاہر ناکام ہو گئیں۔ میر جعفر اور میر صادق اپنے ذاتی مفاد کے لئے ملی مفاد سے غداری کے مرتکب ہو کر قیامت تک کے لئے معتوب و مردود ہو گئے۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ ملت ، ننگ دین ، ننگ وطن

پنجاب میں راجہ رنجیت سنگھ خدا بنا بیٹھا تھا۔ اس نے بھی مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا۔ پنجاب کے مسلمانوں کو سکھ بننے پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ مساجد کو گھوڑوں کے اصطبلوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا یا پھر وہاں شراب خانے بنا دیئے گئے تھے۔ سکھوں کے مظالم کی داستان جب حضرت سید احمد شہیدؒ تک پہنچی تو انہوں نے سکھوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ لوگ جوق در جوق ان کے لشکر میں شامل ہونے لگے۔ بالآخر حضرت سید احمد شہیدؒ اپنے مریدوں اور جانثاروں کا لشکر لے کر سکھوں کے مقابلے کے لئے نکلے۔ پشاور، چارسدہ اور اتمان زئی سے ہوتے ہوئے ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کے پہاڑوں پر آ نکلے۔ چند غداران کی مخبری کے باعث سکھوں نے شب خون مارا۔ دو بدو لڑائی کا آغاز ہو گیا بالآخر یکم مئی ۱۸۳۱ء بروز اتوار تہجد کے وقت سجدے کی حالت میں حضرت سید احمد شہیدؒ کی گردن کاٹ دی گئی۔ آپ کے شاگرد، مرید اور جانشین شاہ اسماعیل شہیدؒ سکھوں کے مقابلے میں ڈٹے رہے بالآخر وہ بھی ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو جام شہادت نوش کر گئے۔ مئی ۱۸۳۱ء میں سرفروشان اسلام کا یہ قافلہ بالاکوٹ کے مقام پر قربان تو ہو گیا اور یوں اپنے پیچھے اہل جنوں کے لئے گہرے نقش پا چھوڑ گیا۔

ہندوستان میں انگریزوں کی چیرہ دستیاں جب حد سے بڑھنے لگیں تو علمائے حق نے جنگ آزادی لڑنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف ہندوستان کی سب سے بڑی جنگ آزادی لڑی گئی لیکن بدقسمتی سے اس جنگ میں بھی مسلمانوں کو ناکامی ہوئی۔ ۱۸۵۷ء کا یہ معرکہ اپنے جلو میں حوادث کا

ایک نہ رکنے والا سیلاب اور مصائب کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ لئے ہوئے وقوع میں آیا۔ مؤرخ کا قلم جس طرح یورش بغداد کے واقعہ ہائلہ کا ذکر کرتے ہوئے خون کے چھینٹے برساتا ہے اسی طرح ۱۸۵۷ء کے جہاد حریت کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی وہ خون کے آنسو صفحہ قرطاس پر چھوڑتا ہے۔

یہ واقعہ کیونکر پیش آیا؟ اس کے اسباب وعلل کی تفصیل کیا ہے؟ یہاں اس کے ذکر کا موقع نہیں اور نہ ہی ان صفحات میں اس کی گنجائش ہے۔ البتہ یہ بتادینا ضروری ہے کہ اس کے نتائج کن صورتوں میں وقوع پذیر ہوئے۔

تاریخ جوں جوں اپنے عروج وزوال سے گزرتی ہے قوموں کے خدوخال میں تبدیلی اسی انداز سے آتی جاتی ہے۔ واقعات کو سنبھالنا مؤرخ کی دیانتداری ہے۔ ورنہ رائی کا پہاڑ اور پہاڑ کا رائی میں تبدیل ہوجانا کوئی دشوار نہیں۔ اس طرح کا تماشہ کبھی کبھی اقتدار کے سہارے بھی کھیلا جاتا ہے اور یہی وہ موڑ ہے جہاں سے تاریخ اپنا رخ تبدیل کرتی ہے اگر مؤرخ اپنے ضمیر اور اپنے قلم سے غداری نہ کرے تو آندھیوں کے ہزاروں طوفان بھی راستوں کی متعینہ پگڈنڈیوں کو بگاڑ نہیں سکتے۔ ۱۸۵۷ء کے حالات نے انگریزوں کا اس انداز میں ساتھ دیا کہ وقت کے بگاڑ میں کوئی دیر نہ لگی۔ خصوصاً ہندوستان کا مسلمان جس نے ہنوز گزرے ہوئے کل ہندوستان کی اٹھارہ لاکھ مربع میل زمین پر اپنے اقتدار کے گھوڑوں کی چاپ سنی تھی، برطانوی پرچم کی اڑانوں پر سر دھننے لگا۔ خیرات بانٹنے والے ہاتھ دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بھیک مانگنے لگے جو پاؤں مخملی فرشوں پر زخمی ہوجاتے تھے وہ لوہے کی آہنی زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے۔ اذانوں کی جگہ گرجوں کے گھڑیال بجنے لگے۔ غلامی کی زنجیریں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئیں۔ نہ صرف یہ کہ دہلی کا لال قلعہ اپنے مکینوں کے لئے جیل خانہ بن گیا بلکہ سارا ہندوستان فرنگی سلطنت کے زیر اقتدار آ گیا۔

ظلم وستم کی انتہا کردی گئی۔ مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے گلی کوچوں میں عیسائیت کی تبلیغ کا جال بچھا دیا گیا۔ مسلمانوں میں چند ننگ ملک وملت غدار و بے ایمان عناصر کو قرآن مجید میں تحریف اور احادیث نبویہؐ کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر مامور کردیا گیا۔ جعلی نبی کھڑا کر کے جہاد اور ختم نبوت کے تصور کو نیست ونابود کرنے کی کوشش کی گئی۔ چند مزید غداران ملک وملت کو مجددوں، پیروں اور صوفیوں کے روپ میں کھڑا کیا گیا۔ انہوں نے سادہ لوح عوام کے دین وایمان پر ڈاکے ڈالنے شروع کردیئے۔

دوسری طرف انگریزوں کے بعد مسلمانوں کے پرانے حریف ہندو غنڈوں نے جو صدیوں سے کینے کی آگ اپنے سینے میں چھپائے بیٹھے تھے مسلمانوں کو ہندو ہو جانے یا ہندوستان سے نکل جانے یا پھر قتل ہو جانے پر مجبور کرنے کا سلسلہ بڑے وحشیانہ انداز میں شروع کر دیا۔

تاریخ کے اس نازک موڑ اور دردناک حالات میں شاہ ولی اللہؒ کے چند شاگردوں نے اپنے سروں پر کفن باندھ کر دوبارہ ہندوستان میں احیائے اسلام کا علم بلند کرنے کا عزم وارادہ کرلیا اور یہ عزم مصمم لے کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ دنیا میں کفر کے پنجے چاہے جتنی بھی مضبوطی سے کیوں نہ گڑ جائیں۔

ہمیں ہے حکم اذاں
لا الٰــــــہ الا اللّٰــــــہ

کا نعرہ ہمیں ہر حالت میں بلند کرنا ہے۔خوف، بدامنی، سازشوں اور کفر والحاد کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں کچھ لوگ جو واقعتاً وقت کے امام تھے وہ زمین پر کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھے جہاں پر وہ مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کا بندوبست کرسکیں۔ان کا چھینا ہوا تخت وتاج ان کو واپس دلاسکیں۔یہ کام ظاہراً ناممکن اور محال نظر آتا تھا کہاں انگریزی جبر وتشدد اور جاہ وجلال اور کہاں یہ بے وسائل اور گنے چنے ملاں مگر ان کی نظر تو بجائے زمین کے آسمان پر تھی۔یہ ظاہراً انگریز کے شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے مگر ان کے دل ودماغ مکمل طور پر انگریز کی غلامی سے آزاد تھے۔وقت ان کا ساتھ نہیں دیتا تھا مگر یہ وقت کو خاطر میں لانے والے کہاں تھے۔

چنانچہ ان علمائے ربانیین نے ایک نئے عزم نئے حوصلے اور نئے ولولے کے ساتھ تجدید واحیائے دین کے اہم فریضہ کے لئے کمربستہ ہونے کا ارادہ کیا۔نان شعیر پر گزارہ کرنے والے یہ مردان بے نوا فقر وغنا کے خیال سے بے نیاز ہو کر میدان میں کود پڑے۔ابوبکر وعمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے نسبی وروحانی فرزند اور خواجگان چشت ونقشبند کے جانشین زور وزر کے مقابل میدان میں اتر پڑے۔

چنانچہ جہاد شاملی میں شجاعت کے جوہر دکھانے والے باصفا بزرگوں حجۃ الاسلام والمسلمین، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، قطب عالم علامہ رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر اہل اللہ کے ہاتھوں ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۸ھ بمطابق ۱۸۶۶ء

کو شمالی ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے ضلع سہارنپور کے ایک پسماندہ گاؤں دیوبند سے اہل اسلام کی دینی و علمی، ملی و تہذیبی اقدار کے تحفظ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوتا ہے۔

انار کا ایک درخت، محمود نامی استاذ اور محمود نامی ہی شاگرد اس مدرسہ کا آغاز تھا لیکن درحقیقت یہ خاندان ولی اللّٰہی کے علم حدیث، قافلہ سید احمد شہیدؒ کے جذبہ جہاد و شوق شہادت اور میاں جی نور محمدؒ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے عارفانہ علوم کا امین و وارث تھا۔ ظاہری نظر میں بے وسائل دکھائی دینے والا یہ چھوٹا سا مدرسہ برصغیر کی تمام مسلم آبادی کی ضروریات کا کفیل تھا۔

خاندان ولی اللّٰہی جو ''ہمہ خانہ آفتاب است'' کا مصداق ہے۔ اس کے ایک فرد شاہ عبد الغنیؒ کے سامنے دارالعلوم دیوبند کے سرخیل اور مجاہد، حجۃ الاسلام والمسلمین، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے زانوئے تلمذ تہہ کئے اور ان کے علوم کو اپنے سینوں میں جذب کیا اور پھر قاسمی اور رشیدی علوم کے وارث دارالعلوم دیوبند کے اولین طالب علم شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ہونا قرار پائے جو جامعیت علوم کے ساتھ شیخ کامل اور جامع معقول و منقول تھے۔ جب وہ دارالعلوم دیوبند کے صدر قرار پائے تو علوم و حکمت کے چشمے بہہ پڑے۔ ان سے ایک عالم سیراب ہوا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ، حضرت مولانا عزیر گلؒ، حضرت مولانا محمد الیاسؒ اسی شیخ کے تربیت یافتہ ہیں مگر جس کو حضرت شیخ الہندؒ کا جانشین بننا نصیب ہوا وہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ہیں اور انہوں نے واقعتاً خود کو حضرت شیخ الہندؒ کا جانشین بنا کر دکھایا اور جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ حضرت مدنیؒ اپنے استاد محترم حضرت شیخ الہندؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''اس نے بحر امدادی سے فیوض حاصل کئے لیکن ڈکار نہ لی، اس نے قاسمی نہریں پی لیں مگر ہضم کر گیا، اس نے رشیدی گھٹاؤں اور دھواں دار بادلوں کو چوس لیا مگر بے اختیار نہ ہوا۔ دعویٰ کیا نہ شطحیات منائیں استقامت سے نہ ہٹا، شریعت کو نہ چھوڑا، عشق میں گھل کر لکڑی ہو گیا مگر دم نہ مارا۔'' (اسیر مالٹا)

یہ حضرت مدنیؒ نے اپنے شیخ اور اپنے استاد کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ مگر خود حضرت مدنیؒ کا بھی حال تھا۔ انہوں نے بحر امدادی سے فیوض حاصل کئے...... رشیدی گھٹاؤں سے فیض یاب ہوئے...... شیخ الہند

کے علوم کو اپنے اندر سمولیا مگر کوئی دعویٰ نہ کیا...... جادہ استقامت سے نہ ہٹے......اور سب کچھ حاصل کر کے تمام عمر اس طرح گزار دی گویا انکو کچھ حاصل نہ ہوا۔ حضرت مولانا الیاسؒ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

''جس دریا کا ایک پیالہ ضبط کرنا مشکل ہے حضرت مدنیؒ سات سمندر چڑھائے ہوئے ہیں۔ مگر کیا مجال ہے کہ ساغر چھلک جائے۔''

اور پھر حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے علوم و افکار کی ترویج و اشاعت کے لئے اللہ رب العزت نے مفسر اعظم، محدث کبیر، فقیہ زمان، ولی کامل، استاذ العلماء حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ کو منتخب فرمایا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بارے میں خود حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں کہ

''دور حاضر کے محقق، استاذ العرب والعجم، شیخ الشرق والغرب، یگانہ روزگار، ہند کے باہوش راہنما، دین اور سیاست حقہ کے کبار، میری آنکھوں نے ان جیسا ہند کی سرزمین میں نہیں دیکھا اور میں گمان رکھتا ہوں کہ مصر، حجاز، شام، افغانستان، ایران، ترکی اور ان کے علاوہ دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی ان جیسا متبحر، الٰہی خوشبو کا مجموعہ، اخلاق نبوی کا پیکر، سیاست حقہ کا ماہر، کمینی دنیا اور اس کی لذتوں سے بے رغبت، کثیر مہمانی والا اور جود وسخا والا نہیں ہوگا۔ ہمارے آخری دور میں تقویٰ، شجاعت اور تزکیہ کی انتہا ان تک پہنچتی ہے۔ اس دور میں وہ علماء اسلام میں افضل، علم، عمل، زہد، کرامت، جود وسخا اور حق صریح کے بیان میں فرنگی ظالم کے سامنے کڑی بات کے جرم میں متعدد بار قید وبند رہے وہ میرے شیخ میرے مولیٰ، میرے استاد، میرے مرشد اور قیامت کے دن میرے لئے وسیلہ، علامہ فقیہہ، حاذق، مشہور محدث، اللہ کی راہ میں اسی کی رضا کے لئے مجاہد، سید، مولانا حسین احمد المہاجر المدنیؒ ہیں لگا تار ان کے فیوض و برکات مسترشدین کے سروں پر جاری رہیں اور اللہ تعالیٰ مجھے ان کے گروہ میں شامل فرمائے۔ آمین ثم آمین''

حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کس شخصیت اور کس حیثیت کے مالک تھے؟ حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ اس برصغیر میں علمائے حق کے قافلہ اور قبیلہ کے ایک فرد تھے۔ وہی قافلہ اور قبیلہ جس کے تسلسل

کی چند جھلکیاں پچھلے اوراق میں دکھائی گئی ہیں۔ حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کے مبلغ اعظم، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے افکار ونظریات کے امین، بانی دارالعلوم دیوبند، حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی حکمت اور قافلہ فکر کے علمبردار، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے تفقہ اور مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے علم وفضل کے نگہبان، حضرت شیخ الہندؒ کے مشن کے پاسبان، مولانا مفتی کفایت اللہؒ کے اخلاص وللّٰہیت حافظ العصر مولانا السید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے تبحر علمی اور حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے تدبر وحکمت کے ترجمان اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے جذبوں کے حدی خوان تھے۔

بندہ مدرسہ نصرۃ العلوم سے امسال درجہ موقوف علیہ سے فراغت حاصل کر رہا ہے۔ آج سے تقریباً پانچ سال قبل جب میں نے مدرسہ نصرۃ العلوم میں درجہ ثالثہ میں داخلہ لیا تھا تب حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کے دیدار کی سعادت سے مشرف ہوا تھا۔ اس وقت حضرت صوفی صاحبؒ تدریس موقوف کر چکے تھے اور بستر علالت پر تھے۔ جس کی بناء پر بندہ حضرتؒ سے براہ راست استفادہ کرنے سے محروم رہا جس کا پوری زندگی دکھ اور افسوس رہے گا۔ بس میری آنکھیں انہیں تقریباً پانچ سال دیکھنے سے شرف بار ہوئیں۔ البتہ اس عرصہ میں میرا دماغ ان کے لگائے ہوئے گلشن کی بہاروں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ میرے دل نے ہمیشہ ان کے احترام کو ایک مقدس امانت کی طرح سینے سے لگائے رکھا۔ میری سوچ کو ان کے ادارے سے جلا ملی۔ میرے نظریات کے لئے وہ تقویت کا باعث بنے اور میں کوئی مؤرخ نہیں کہ واقعات کو قلم بند کروں اور قصہ گو بھی نہیں کہ حکایات کے دفتر کھولوں اور حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کے حوالے سے میرا دامن واقعات وحکایات کے اعتبار سے تقریباً خالی ہے۔ میں تو بس ایک عقیدت مند ہوں صرف پھول پیش کر سکتا ہوں وہ بھی الفاظ کے۔ اگر کام آئیں تو سعادت ورنہ یہ بے نوا جانتا ہے کہ اس لائق نہیں کہ اتنی بڑی شخصیت کی تعظیم کا حق ادا کر سکے۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ بیک وقت، مفسر، محدث، فقیہہ، مصنف، سیرت نگار، دینی افکار ونظریات کے عظیم مبلغ، مجاہد اور شیخ وقت تھے انہوں نے پوری زندگی دین کی سرفرازی اور سربلندی کے لئے صرف کر دی۔ انکا تبحر علمی بے مثال تھا۔ حضرت کی یہ خوبی تھی کہ

صاحب بیان اور صاحب قلم ہونے کے باوجود عقائد و نظریات اور اعمال کے اعتبار سے نہایت شدت کے ساتھ سلف صالحین اور اپنے اکابرین کے قدم بقدم متبع تھے۔ آپؒ معتدل اور ٹھنڈے مزاج کے مالک تھے۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے حضور اکرمؐ کی سنت کی حفاظت کے لئے تمام ادیان اور فرق ہائے باطلہ کے حملوں سے دین اسلام اور مسلک دیوبند کو بچانے کے لئے اپنی جان و مال، عزت و آبرو کو صرف کر دیا اور اسی حفاظت دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ بلاشبہ آپؒ

" ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا "

کا پورا مصداق تھے۔ احقاق حق اور ابطال باطل کے حوالہ سے معرکہ حق و باطل میں حضرت کی جد و جہد کا جائزہ لیں تو

" الا ان حزب اللّٰہ ھم الغالبون "

کا پر مسرت منظر سامنے آتا ہے۔ حضرت صوفی صاحبؒ کے مصائب و آلام کو دیکھا جائے تو

" ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا "

کا بہترین نمونہ تھے۔ اگر علم و اخلاق اور عمل و کردار کے آئینے میں دیکھا جائے تو

" الذین اٰمنوا و کانوا یتقون "

کا حقیقی مصداق تھے۔

ہم نے خود تراشے ہیں منازل کے سنگِ راہ
ہم وہ نہیں جن کو زمانہ بنا گیا

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ انہی لوگوں میں سے تھے جن کے اندر انسانیت کا جوہر چمکا پھر انہی کے متعلق مخبر صادقؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

" خیر الناس من ینفع الناس "

''لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے''

یہاں خیر الناس فرمایا۔ خیر المسلمین نہیں فرمایا۔ شاید یہی حکمت ہے کہ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

" ومن احیاھا فکانما احیاء الناس جمیعا "

''اور جو شخص کسی شخص کو بچالے گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا''

ائمہ سلف میں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ علمی وعملی کمالات کے ایسے گلدستہ سدا بہار تھے کہ ان کی جس کسی خصلت کو دیکھا جاتا نگاہِ تجسس محو حیرت ہو جاتی۔ ابن مبارکؒ میں علم، فقہ، ادب، لغت شعر، فصاحت، بلاغت، زہد، تقویٰ، خاموشی، قیام اہل عبادت، حج، شہسواری، شجاعت، تندرستی، فضول اور لغو باتوں سے اجتناب، اپنے ساتھیوں سے اختلاف کم کرنا تمام صفات جمع تھیں۔

ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے صحابہ کرامؓ کے حالات میں غور کیا ہے اور ادھر امام عبداللہ بن مبارکؒ کے حالات بھی دیکھے ہیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو ابن مبارکؒ پر اس وجہ سے فضیلت ہے کہ انہوں نے آنحضرتؐ کی صحبت کا شرف پایا ہے اور آپؐ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے ہیں''

الحمدللہ! ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت امام عبداللہ ابن مبارکؒ کا وہ کونسا وصف کمال ہے جو ہمارے شیخ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی میں نہیں پایا جاتا تھا۔ آپؒ نے تفسیر قرآن، شرح حدیث، اصول فقہ، فقہ حنفی، فرائض، توحید وعقائد، سیرت وآداب، اور دیگر علوم وفنون نیز فرق ہائے باطلہ عیسائیت دہریت، مرزائیت، مماتیت، مودودیت، غیر مقلدیت اور شیعوں کے رد میں نیز دین مبین کی حفاظت اور مبتدعین کے رد میں بے شمار کتب ورسائل تصنیف کئے۔ آپ کے جاری کردہ مدرسہ نصرۃ العلوم کا فیضان پوری دنیا میں جاری وساری ہے۔ دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جس میں مدرسہ نصرۃ العلوم کا کوئی نہ کوئی فرزند قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صدائیں بلند نہ کر رہا ہو۔

حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی کے جس پہلو کو دیکھیں ہزاروں باتیں ملتی جائیں گی۔ ہزاروں یادیں تازہ ہوتی جائیں گی۔ لیکن تذکرہ خیر بے اختتام نظر آتا ہے اور سب باتیں یادیں بن کر رہ جاتی ہیں اور حسرتیں باقی رہتی ہیں۔ شاید ایسے ہی کسی موقع پر شورش کاشمیری نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا کہ!

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے

زمین کی رونق چلی گئی افق پر مہر مبین نہیں ہے

تیری جدائی پر مرنے والے کون ہے جو حزیں نہیں ہے

مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

کئی دماغوں کا ایک انسان سوچتا ہوں کہاں گیا ہے

قلم کی عظمت اجڑ گئی زبان کا زور بیان گیا ہے

اتر گئے منزلوں کے چہرے میر کیا ؟ کارواں گیا ہے

مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

یہ کون اٹھا کہ دیر و کعبہ شکستہ دل خستہ گام پہنچے

جھکا کے دلوں کے پرچم خواص پہنچے عوام پہنچے

مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

مرنے والے تو میرے خوابیدہ آنسوؤں کو جگا چکا ہے

زمین کے تاروں سے اک تارہ فلک کے تاروں کو جا چکا ہے

مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

☆☆☆☆☆☆☆

عطاء اللہ شاہ کوہاٹی
متعلم مدرسہ نصرۃ العلوم

میدانِ علم وعمل کا شہسوار

فكيف الصبر عنك واى صبر
لعطشان من الماء الزلال
(پس کس طرح صبر ہو آپ سے اور میٹھے پانی سے پیاسے کو کیسے صبر ہو سکتا ہے)

ذهب الذين يعاش فى اكنافهم
وبقيت فى خلف كجلد الأجرب
(چلے گئے وہ لوگ جن کے سائیوں میں رہا جاتا تھا اور میں پچھلوں مین ایسے رہ گیا ہوں جیسے خارشی اونٹ کا چمڑہ (مضطرب)

ابكى الذين اذا قونى مودتهم
حتىٰ اذا ايقظونى للهوىٰ رقدوا
(روتا ہوں میں ان لوگوں کو جنہوں نے مجھے اپنی محبت چکھائی یہاں تک کہ جب انہوں نے محبت کیلئے مجھے بیدار کیا تو خود سو گئے)

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی بجھ گئی

یہ غالباً ۲۰۰۳ء یا ۲۰۰۴ء کا واقعہ ہے کہ ایک دن بندہ اپنے والد ماجد حاجی محمد اسحاق صاحب مدظلہ کے ہمراہ صبح سویرے مدرسہ نصرۃ العلوم آیا تو سامنے چارپائی پر ایک نورانی صورت بزرگ کو بیٹھے دیکھا، وہ والد صاحب مدظلہ سے نہایت بشاشت سے ملے اور پشتو زبان میں باتیں کیں، والد ماجد نے میرا تعارف کرایا اور میرے لیے دعا کی درخواست کی تو انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائیں دی، نامعلوم اس بزرگ

شخصیت میں کس قسم کی مقناطیسی کشش تھی کہ جس نے مجھے اپنا گرویدہ بنالیا، ان کی نگاہوں میں کس غضب کی چمک تھی کہ میں ان کا ہی ہوکر رہ گیا۔

ے نہ جانے کس ادا سے میری جانب اس نے دیکھا تھا
ابھی تک دل میں تاثیر نظر محسوس ہوتی ہے

میری زندگی کا یہ سب سے مبارک دن اور سعید ترین گھڑی تھی، میری یہ ان سے پہلی ملاقات تھی، لیکن کس کو معلوم تھا کہ یہی ہستی میری زندگی کا ماحصل اور میری خوش بختی کا نقطہ آغاز بن جائے گی۔

اور مجھے اپنا شیدائی، فدائی، دیوانہ بنا کر اچانک اس طرح روپوش ہو جائے گی کہ جس کو تلاش کرتے کرتے عمر نوح علیہ السلام بھی تمام ہو جائے تو ملاقات نہ ہو سکے، جس کی زیارت کیلئے ہزاروں لاکھوں میل کا سفر بھی کیا جائے تو بھی ناکام ومحروم ہی واپس لوٹنا پڑے، جس پر روتے روتے آنکھیں سوج جائیں تب بھی حق ادا نہ ہو، سات سمندر آنسو بن کر بہہ جائیں تب بھی سکون قرار میسر نہ ہو۔

ے دل مایوس میں وہ شورشیں برپا نہیں ہوتیں
امیدیں اس قدر ٹوٹیں کہ اب پیدا نہیں ہوتیں
ہوا ہوں اس قدر افسردہ رنگ باغ ہستی سے
ہوائیں فصل گل کی بھی نشاط افزا نہیں ہوتیں

جی ہاں میں ذکر کر رہا تھا کہ علم وعرفان کے محیط بے کراں، مجسمہ زہد وایثار، حامی توحید وسنت، ماحی شرک وبدعت، منبع فضائل وکمالات، مرجع خلائق، پیکر تقدس وتقویٰ، کوہ استقامت وجلالت نابغہ روزگار، سلف صالحین کی چلتی پھرتی یادگار، صبر ورضا کی جیتی جاگتی تصویر، علم کا سمندر عرفان کا دریا، جود وسخا کا چشمہ صافی، مجاہد وزاہد، محقق عصر، فاضل بے بدل، عالم باعمل، عارف کامل، عاشق ختم الرسل ﷺ، استاذ الاساتذہ، شیخ التفسیر والحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم کے بانی ومہتمم حضرت الشیخ العلامہ مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی (جنہیں آج مدظلھم، زیدمجدھم، دامت برکاتہم جیسے القاب لکھنے کے بجائے نوراللہ مرقدہ، قدس سرہ، اور رحمہ اللہ لکھتے ہوئے دل دھڑکتا، قلم لرزتا اور ہاتھ کانپتا ہے) کی پہلی زیارت کے موقع پر ہی والد محترم زیدمجدھم نے فرمایا یہ فلاں شیخ الحدیث، علامہ اور بزرگ ہیں، عالم میں اس وقت ان کی نظیر نہیں، لوگ ابھی ان کو

پہچانتے نہیں ہیں، ان کی قدر و منزلت سے نا آشنا ہیں، اس دار فانی سے ان کے کوچ کرنے کے بعد افسوس کریں گے کہ ہم ان کو پہچان نہ سکے۔ بلا شبہ صحیح فرمایا، اور بجا خیال تھا لوگوں نے درحقیقت حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کو پہچانا ہی نہیں، آج دنیا کف افسوس مل رہی ہے کہ اس چھپے ہوئے عارف باللہ شیخ، ہمہ گیر مکمل علمی و عملی ہستی کو ہم پہچان نہ سکے نہ قدر کر سکے اور بے ساختہ زبان سے یہ الفاظ نکلنے لگتے ہیں،

ومن قبل ما فرطتم فی یوسف

بلا مبالغہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ وسعت نظر، وسعت علم، وسعت ظرف، وسعت مطالعہ، ذکاوت طبع، ذکاوت حس، رسوخ فی العلم والعمل میں اپنی نظیر آپ تھے، ان جیسی ہمہ گیر ہستی کا اس وقت عالم میں ملنا مشکل ہے حضرت صوفی صاحب قدس سرہ نے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں اسلام اور دین کیلئے وقف کر رکھی تھیں، دین متین کی حمایت کیلئے ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف تھے، خداء بزرگ و برتر نے دنیا میں بھی اس کا صلہ انہیں یہ دیا کہ متقین کا امام، صالحین کا مقتدیٰ، فدائین کا قائد بنا دیا۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت صوفی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ سیرت، بلند و عالی ہمت اور مکارم اخلاق و صفات کے ایسے انمول خزانے سے سرفراز فرمایا تھا، کہ ان کی ذات شک و شبہ اور اختلاف سے بالاتر تھی اور اخلاقی و فطری بلندی کے معراج کو پہنچ گئی تھی، آپ ان کی شرافت کو جب بھی اور جس پہلو سے بھی دیکھیں گے، جس معیار پر بھی پرکھیں گے بلندیوں کی چوٹی پر پائیں گے، اخلاق اور بے غرضی اللہ نے ان کی سرشت میں اس طرح ودیعت فرمائی اور رگ و ریشہ میں اس طرح سرایت کئے ہوئے تھی کہ اس کا جدا کرنا محال تھا، خصوصاً محبوبیت کی شان سے خدا نے اس طرح نوازا تھا کہ دیکھتے ہی دل میں کشش و انجذاب کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔

اس پہلی بار زیارت کے بعد نا معلوم کتنی مرتبہ حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کی زیارت ہوتی رہی، اور پھر خوش قسمتی یوں رنگ لائی کہ یہ ناچیز مدرسہ نصرۃ العلوم میں داخل ہوا، اب یہاں متعلم ہے لیکن وہ اچانک متعلمین کو تنہا چھوڑ کر یہ کہتے ہوئے ہم سے رخصت ہو گئے۔

نزلنا ساعة ثم ارتحلنا

كذا الدنيا رحل وارتحال

اور ہم کف افسوس ملتے ہوئے پکار رہے ہیں،

صبا سے کیوں نہ رورو کر کہوں میں حالِ دل اپنا
یہی قاصد ہوا کرتی ہے اکثر کوئے جاناں کو

اور آج صوفی صاحبؒ کا محبوب کمرہ جس میں آپ نے تشریف فرما ہو کر "معالم العرفان فی دروس القرآن" قرآن مجید کی تفسیر لکھی جو ۲۰ جلدوں پر مشتمل ہے، علاوہ ازیں نماز مسنون کلاں اور کئی علمی کتابوں کی شروح تحریر فرمائی تھیں، وہ کمرہ جو کبھی حضرت صوفی صاحبؒ کے وجود پر دوسرے کمروں پر فخر کرتا تھا، اور آپ ہی کی وجہ سے مہکتا تھا، آسمان والوں کیلئے اس طرح چمکا کرتا تھا جس طرح زمین والوں کیلئے آسمان کے ستارے، آہ وہ کمرہ آج یتیم ہے، بے نور خالی پڑا ہے، اس میں کام کرنے والے حضرت صوفی صاحب کے معیت میں اپنی بے کسی، بے بسی، بے چارگی، بے نوائی، پر حیران و ششدر ہیں۔

شریک حال دنیا میں نظر آتا نہیں کوئی
فقط ایک بے کسی ہے جسکو ہم اپنا سمجھتے ہیں

اس سال تو طلباء حضرت صوفی صاحبؒ کی زیارت کیلئے جاتے رہتے تھے، اور حضرت صوفی صاحبؒ علاقے اور درجہ کا ضرور پوچھتے تھے، اور پوچھنے کا ایک مخصوص شیریں انداز تھا، جس کے ہم عادی بن گئے تھے، آج یقین نہیں آتا کہ اب ان کانوں میں وہ شیرین آواز کبھی نہ آئے گی، ہماری آنکھوں کو اس سے مستفید و محظوظ ہونے کا اب دنیا میں موقع کبھی نہ ملے گا۔

اٹھ گیا دنیا سے دل عزلت گزینی کیلئے
یاد تیری مل گئی ہے ہم نشینی کیلئے

یہ جہاں خلیل ہے بے بقا نہیں ہے بھروسہ حیات کا
وہ ہے کون باغ جہاں میں گل چلی پر باد خزاں نہیں

کہاں ہیں وہ علمی مجلس؟ اساتذہ سے سنا کہ ہم نے حضرت صوفی صاحبؒ کی صورت میں بدرؒ و شہابؒ کو دیکھا کہ صحیح بخاری کی مشکلات کی گتھیاں سلجھا رہے ہیں۔ خطابیؒ اور طیبیؒ کو دیکھا کہ حدیث کے لطائف وظرائف بیان فرما رہے ہیں، مزیؒ اور ذہبیؒ کو پایا کہ رواۃ حدیث کے نام ونسب، طبقہ ورتبہ اور حالات و

واقعات کا تذکرہ فرما رہے ہیں، غزالیؒ اور شاہ ولی اللہؒ نظر آئے جو دین کے اسرار و رموز سمجھا رہے ہیں، رازیؒ اور آلوسیؒ نظر آئے جو قرآن کے حقائق و دقائق کا اظہار فرما رہے ہیں، ابن رشدؒ و ابن تیمیہؒ کو مختلف فقہی مذاہب کا مقارنہ کرتے ہوئے پایا، اور ملک العلماء کا سانیؒ طولانی کی مباحث کی تہذیب و تنقیح کرتے ہوئے نظر آئے، ابن تیمیہؒ کی وسعت نظر، ابن قیمؒ کی سلامت فکر، رومیؒ کی عقل و دانش، ابن عبدالبرؒ کے رنگ اعتدلال، ابن ہمامؒ کی قوت استدلال، سیوطیؒ کی تبحر و توسع اور کوثریؒ کے تصلب و تعقب کا مشاہدہ کیا۔ یہاں ہمیں نانوتویؒ کی حکمت، رشیدیؒ تفقہ، محمودیؒ عزم و ہمت، مدنیؒ سیاست و جذبہ ایثار و حریت، انوریؒ علم و تبحر، اشرفی ورع و لطافت، کفایت اللّٰہی استحضار اور عطاء اللّٰہیؒ رعب و جلال کا حسین گلدستہ نظر آیا، بلاشبہ ایک عالم کی صورت میں عالم دیکھا۔

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ آرائی نہیں اور نہ حدیث خواب ہے، حضرت صوفی صاحبؒ کی صحیفہ کردار اور کتاب زندگی کے ہر صفحہ پر ان کمالات کی جھلکیاں باآسانی دیکھی جاسکتی ہیں۔ حضرتؒ کے بہت سارے کمالات ایسے تھے جنکا تعلق مشاہدہ سے تھا تحریر اور تقریر کے احاطہ میں انہیں لانا ممکن نہیں بلکہ بعض کا تو ادراک بھی نہ ہوسکا۔ وہ کیا گئے کہ علم و فضل، جود و سخا، علم و وقار، نظافت و طہارت، عبادت و ریاضت، حمیت و غیرت سب کو اپنے ساتھ لے گئے۔

اٹھتے جاتے ہیں اب اس بزم سے ارباب نظر
گھٹتے جاتے ہیں مرے دل کو بڑھانے والے

ہمارے حواس شعور پر حضرت صوفی صاحب قدس سرہٗ کا اس قدر تسلط ہے کہ ہر وقت ہمارے سامنے پھرتے معلوم ہوتے ہیں،

صرصر نے لاکھ چاہا اٹھا نہ اس گلی سے
اب تک غبار اپنا خاکِ رہِ وفا سے

لیکن دوسری طرف آنکھیں پھٹ رہی ہیں، دل ٹوٹا جارہا ہے، دماغ معطل ہے حواس ماؤف ہو رہے

ہیں سکون کا مرکز کہیں نظر نہیں آتا،

؎ کس غضب کا ہے معاذ اللہ طول روز ہجر
حشر مجھ پر ہو گیا لیکن یہ ڈھلتا ہی نہیں

یااللہ یہ کیا ہو گیا؟ یارب یہ کیسے ہو گیا اندا آتی ہے، **کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام۔**

بہانہ فراق حضرت صوفی صاحبؒ طویل عرصہ سے علیل تھے آخر میں حالت بہت نازک ہوئی اور یہ آفتاب ۶ اپریل بروز اتوار کو گوجرانوالہ میں غروب ہو گیا۔ جب جنازہ ہوا تو اہلیان گوجرانوالہ نے اتنا بڑا مجمع شاید کسی جنازہ میں دیکھا ہو مدرسہ نصرۃ العلوم سے نامعلوم کہاں تک موٹروں اور موٹر سائیکلوں پر سوگواروں یتیموں اور پروانوں کا ایک ہجوم تھا، ہر آنکھ پرنم اور ہر دل شکستہ تھا راستے میں ایک کہرام برپا تھا، کرتے کرتے ایک گھنٹہ کے لگ بھگ قبرستان پہنچے اور حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کی وصیت کے مطابق ان کی تدفین ہوئی، اور قبر مبارک پر آخری مرتبہ زیارت پھر میرے مقدر میں تھی، حضرت صوفی صاحبؒ کو دیکھا،

؎ آسمان تیری قبر پر شبنم افشانی کرے

اور اس طرح حضرت صوفی صاحبؒ ہماری ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے،

؎ ہم نے چاہا تھا نہ ہو لیکن ہوتی صبح فراق
موت کا وقت جب آجاتا ہے ٹلتا ہی نہیں

تدفین کے وقت بھی جب قبر مبارک پر مٹی ڈالی اور پھر ایک گوشے میں بیٹھ کر ساتھیوں سے دل ہی دل میں یہ کہتا رہا،

؎ مٹی میں کیا سمجھ کر چھپاتے ہو دوستو
گنجینہ علوم ہے یہ گنج زر نہیں

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وارضہ وارض عنہ اللّٰھم نور مرقدہ و نضر وجھہ و روح روحہ وقدس سرہ واجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃوصلی اللّٰہ علی حفوۃ البریۃ سیدنا محمد وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین وعلیٰ من تبعہ الیٰ یو م الدین وبارك وسلم۔

محمد احسن یونس ماجدی نوشہرہ ورکاں
متعلم مدرسہ نصرۃ العلوم

اب ڈھونڈ انہیں چراغ رخ زیبا لیکر

حالات کی گردش بھی عجیب ہوتی ہے کہ کل تک جو قلم جو فکر جو ذہن حضرت شیخ المفسرین والمحدثین حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی " کو مخاطب کر کے سینہ قرطاس پر چلتا تھا، آج وہی قلم وہی ذہن وفکر حضرت صوفی صاحب" کو مرحوم تصور کر کے رحمۃ اللہ علیہ اور نور اللہ مرقدہ کے القاب سے یاد کرتا ہے وہی قلم ان کی شخصیت کے بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کرنے کی سعی کر رہا ہے۔

آپ پچاس برس یعنی نصف صدی تک جامع مسجد نور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے کئی بار حق گوئی کی پاداش میں جیل کاٹی اور ہتھکڑیاں پہنیں۔ ضیاء الحق کے مارشل لاء میں آپ کو اشتہاری مجرم قرار دیا گیا۔ ایوب خان کے دور میں آپ پر زبان بندی ہوئی ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت کی تحریک میں آپ نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔ اور مجاہد ختم نبوت کی حیثیت سے گرفتار بھی کیے گئے۔ آپ کی ان خدمات کو دیکھ کر اردو ادب کا ایک شعر یاد آ رہا ہے جو اسی مرد قلندر پر صادق آتا ہے۔

جو گر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا
سراسر اکسیر ہے اصلاح امت کا

وفات

آخر کل نفس ذائقة الموت کا وقت آ پہنچا۔ حضرت کافی عرصہ علیل رہے پھر جو بھی اس دنیا میں آیا ہے اس نے بالآخر اپنا طے شدہ وقت گزار کر ایک نہ ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے۔ وہ دن امت کیلئے ایک ناگہاں خبر لیکر طلوع ہوا کسی کو کیا خبر تھی کہ آج ہمارے شیخ ہمارے مربی ہمارے مقتداء ہم سے جدا ہو جائیں گے۔ علماء مشائخ ایک بے مثل رہنماء سے محروم ہو جائیں گے۔ علماء کی آرزوؤں کا سہاگ اجڑ جائے گا تو ٦ اپریل ۲۰۰۸ء ۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بروز اتوار صبح پونے دس بجے جب ہم طلباء اپنے اسباق میں بیٹھے ہوئے

تھے تو ایک ایسی خبر کہ جس نے ہمارے حواس باختہ کر دیئے۔ کہ آج اس علمی میدان کا شاہسوار دنیا سے کوچ کر کے داغ مفارقت دے چکا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب سب طلباء اس ناگہاں خبر کی تصدیق کیلئے کاشانہ اقدس کے دروازے کی دہلیز کے پاس جمع ہیں کہ اچانک مسجد نور کے سپیکروں سے جہاں سے کبھی اس محراب ومنبر کی زینت والے کی آواز گونجتی تھی آج ان کی وفات کا اعلان ہو رہا ہے۔

آپ کی نماز جنازہ کا وقت رات نو بجے مختص کیا گیا اور آپ کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ملک کے اطراف میں پھیل گئی اور عقیدت مندوں کی آمد کا سلسلہ جاری وساری رہا آخر رات نو بجے نماز عشاء کے فرائض ادا کرنے کے متصل نماز جنازہ ادا کی گئی نماز جنازہ جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں ادا کی گئی۔ آپ کی نماز جنازہ سے قبل ملک کے اطراف سے آئے ہوئے حضرات نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور آپ کی زندگی بھر کی تعلیمات پر روشنی بھی ڈالی اور لواحقین کیلئے صبر جمیل کی دعائیں بھی کیں۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے جانشین استاذ العلماء شیخ الحدیث استاد مکرم حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی صاحب مدظلہ نے پڑھائی۔

ایک اخباری بیان کے مطابق آپ کی نماز جنازہ تقریباً ایک لاکھ افراد نے ادا کی بعد میں میت آپ کی وصیت کے مطابق شہر کے عام قبرستان کی طرف لیجائی گئی۔ ہزاروں افراد نے اپنی پرنم آنکھوں سے اپنے محبوب شیخ کو سپرد خاک کیا۔ اور مرقد مبارک پر دعا شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ نے فرمائی۔

اب ہمارے شیخ ہم سے بہت دور جاچکے۔ وہ اس بستی میں جا بسے کہ اس بستی میں جا کر بسنے والے کبھی دنیا کی طرف رخ نہیں کرتے۔

یارب وہ ہستیاں کس دیس میں بستی ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں

اب ہم ان کی یاد میں آہوں کا غبار ہیں یا اشکوں کی مالا۔ اب وقت کروٹیں لیتا رہے گا انسان کتم عدم سے جلوہ گاہ ہستی پُر رونما ہوتے رہیں گے۔ کائنات چلتی رہے گی۔ سورج اپنے معمول کے مطابق طلوع ہوگا

اور منزلیں طے کرتا ہوا غروب ہوجائے گا۔ تاروں کی محفل سجتی رہے گی چاند طلوع و غروب کے ضابطے پورے کرتا رہے گا مظاہر فطرت ازل سے ابد کی طرف قدم اٹھائے بڑھتے رہیں گے۔ مگر جو سورج جو ماہتاب غروب ہوا کبھی طلوع نہیں ہوگا جو چاند اس رات چھپا کبھی فلک کے دریچوں سے نہیں جھانکے گا۔ اس عظیم سانحہ سے کئی مدارس اپنے سرپرست سے محروم ہوگئے خصوصاً ماہنامہ نصرۃ العلوم اپنے سرپرست سے محروم ہوگیا۔ اور مدرسہ نصرۃ العلوم اپنے عظیم متولی کی تولیت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے کہ اس خلا کو پورا نہیں کیا جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، اور ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین اس لیے کہ:۔

جہاں میں تو اسلام کے دشمنوں کو
محمدؐ کا کلمہ پڑھاتا چلا جا
نظر رکھ تو اسلاف کی زندگی پر
انہیں مشعلِ راہ بناتا چلا جا

شخصیت

کہاں حضرت صوفی صاحبؒ کی پاکیزہ شخصیت اور کہاں میرے حقیر الفاظ اور میرا تنگ ظرف ذہن مگر پھر بھی وہ ایک ولی ہی سہی۔۔۔۔ مگر میں ایک گنہگار سہی۔ وہ ایک شیخ سہی میں ان کی خاک پا سہی۔ مگر میں جب ان کو تفسیری میدان میں دیکھتا ہوں تو مجھے رازیؒ کی مسند پر بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ میں جب ان کو مسند حدیث پر بیٹھا ہوا دیکھتا ہوں تو وہ مجھے وقت کے انور شاہ کشمیریؒ نظر آتے ہیں۔ میں جب ان کو شب زندہ دار کی حیثیت سے دیکھتا ہوں تو وہ مجھے اپنے وقت کے جنید بغدادیؒ نظر آتے ہیں۔ میں جب انہیں درس قرآن کی مسند پر بیٹھا ہوا دیکھتا ہوں تو وہ مجھے امام الاولیاء امام لاہوریؒ کی مسند کے وارث نظر آتے ہیں۔ میں جب انہیں توحید و سنت کے داعی کی حیثیت سے دیکھتا ہوں تو وہ مجھے مولانا الیاسؒ کی فکر کے امین نظر آتے ہیں اور میں جب انہیں سیاست کے میدان مدبر اور سیاسی قائد کی حیثیت سے دیکھتا ہوں تو وہ مجھے مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور مولانا مفتی محمودؒ کی سیاست کے امین نظر آتے ہیں۔ اور میں جب انہیں ایک مجاہد ایک غازی

اور ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کی حیثیت سے دیکھتا ہوں تو وہ مجھے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی جرأتوں کے امین نظر آتے ہیں۔ اور میں جب انہیں فلسفہ علم وحکمت کے میدان میں دیکھتا ہوں تو وہ مجھے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فلسفہ کے تاجدار نظر آتے ہیں۔ اور میں جب انہیں پیکر صدق ووفاء اور تاریخ کی انقلاب انگیز شخصیت کے اعتبار سے دیکھتا ہوں تو مجھے حضرت شیخ الہندؒ کی پوری زندگی کی خوشبو ان میں نظر آتی ہے اور میں جب انہیں زاہد عالم مدبر اور ایک بصیرت افروز شخصیت اور جابر بادشاہ کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنے والے کی حیثیت سے دیکھتا ہوں تو وہ مجھے احمد بن حنبلؒ اور شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی جھلک ان میں نظر آتی ہے۔

اگر میں انہیں طب وحکمت کے میدان میں دیکھتا ہوں وہ مجھے حکیم اجمل خانؒ کی حکمت کے پاسباں نظر آتے ہیں۔ میرے قلم اور میرے ذہن وفکر سے حضرت صوفی صاحبؒ کی کیا کیا صفات بیان ہوں گی وہ تو ایک تحریک کا نام ہے جو تاریخ کے ان مٹ اوراق میں تا قیامت انشاء اللہ تابندہ وروشن رہے گی۔ ان کی شخصیت خودداری، اصابت رائے۔ پختگی فکر۔ زہد وتقویٰ۔ ظاہر وباطن میں یکسانیت جہد مسلسل کا ولولہ۔ پہاڑ کی طرح مضبوطی عزائم۔ ستاروں کی طرح روشن خیالات۔ سورج کی کرنیں ڈالنے کی خو۔ چاند کی طرح شفاف کردار۔ سمندر کی لہروں کی طرح وسیع علم۔ زمین کی ہمواری کی طرح گفتگو۔ اور ہمہ گیر خوبیوں اور صلاحیتوں کا مجموعہ اپنوں کیلئے ابریشم اور غیروں کیلئے فولاد تھے۔ وہ ایک گلدستہ تھے کہ جس میں ہر قسم کے پھول سجائے ہوئے ہوں اور وہ گلدستہ اپنی رعنائیوں سے عالم کو معطر کر رہا ہے۔ میں اپنی کم علمی اور کم فہمی کے باعث اپنے جذبات کو شاعر کی زبان سے ادا کرنے پر مجبور ہوں کہ۔

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھودیے
اب ڈھونڈ انہیں چراغ رخ زیبا لیکر
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

مشاد احمد فاروقی کشمیری

بحر طریقت کا شناور

دنیا میں بہت کم ایسے پھول کھلے ہیں جو دوسروں کی جھولیوں میں خوشبو، پھول اور پھل ڈالتے چلے گئے۔ اپنے حسن سلوک، احساس، ایثار و قربانی، وعظ و نصیحت، تحمل مزاجی، خودداری، ادب و احترام، پیار و محبت سے بنی نوع انسان کو ایسا نوازا جیسے نوازنے کا حق تھا۔ ان کے خلوص کو اہل عالم کیا، رب العزت نے نگاہ تحسین سے دیکھا، اہل نظر نے اپنے دل پر بٹھایا۔ صاحب درد نے اپنے باغیچوں میں لگایا۔ اہل علم نے اس روحانیت کے شگفتہ اور مہکتے پھول کو اپنے دلوں کی گہرائیوں میں سجایا۔ پھر یہ خوب بہار لایا۔ قرب الٰہی کی، حب مصطفےٰ کی، شان اولیاء کرام کی، روحانیت کی، کیف و مستی کی، علم و حکمت کی، رموز قدرت کی، تصوف و عرفان کی اور نشر و اشاعت توحید و رسالت کی جن کو دامن میں سمیٹتے ہوئے اہل علم اور اہل دانش کی محویت گھٹنے ٹیک گئی۔ یہ انمول ہیرا، یہ نایاب موتی، یہ چمکتا دمکتا ستارہ، یہ فیوض و برکات کا مرکز، سب میں یکساں خوشبو بکھیرنے والا، گل رعنا، حسین و جمیل، باوصف، اپنی تمام تر رعنائیوں سے بھرپور، اور گلستان مصطفےٰ ﷺ کا قابل قدر، منظور نظر، دیوبند کا عظیم سپوت، مایہ ناز اور باعث رشک، صاحب شریعت رہبر طریقت، روشناس حقیقت، محرم راز معرفت شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کی ذات گرامی ہے جنہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں امت محمدیہؐ کو علم شریعت، علم و حکمت، علم روحانیت، علم وحدانیت سے تمام حجاب اٹھا کر دین کے علوم سے آگاہی دی۔

کیوں خوشی سے جان دیتا ہے جہاں
کوئی جوہر خنجرِ قاتل میں ہے

وہ روحانی خوشبو سے بھرپور پھول وہ بلندیوں پہ چمکنے والا بے مثل ستارہ مضطرب دلوں کو اطمینان و سکون

کی دولت عطا کرنے والا۔ لاجواب انسان حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کی ذات گرامی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ

جو بھی مِلا آپ سے مسرور ہوگیا
حق کے قریب کفر سے دور ہوگیا

دنیا میں آنے والے ہر انسان کا انداز تکلم، انداز بیان، انداز حسن سلوک الگ الگ ہوتا ہے۔ مگر عالم کی ہر چیز فانی ہے مگر کچھ شخصیتیں زمانے میں ایسی بھی جلوہ گر ہوتی ہیں جنہوں نے اپنے کردار، اپنے اخلاق، حسن سلوک اور فیوض و برکات سے ایسے انمٹ اور حسین نقوش چھوڑے ہیں کہ اپنے پیچھے آنے والوں کے بھی مردہ دل زندہ کردیے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ ایسے لوگوں کی نہ صرف روح زندہ ہوتی ہے بلکہ جسم بھی زندہ و پائندہ ہیں بقول شاعر

مردہ دل واقف نہیں اس راز سے
زندہ دل ہے آشنائے دردِ دل
درد جس دل میں نہیں وہ دل نہیں
دل وہی جو ہو مبتلائے دردِ دل

میرے شیخ و مربی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کی معظم، محترم اور محتشم ہستی اپنی ساری عمر حق و صداقت، مہر و وفا، ایثار و قربانی، اخوت و ہمدردی، لطف و عطا، جود و سخا اور ادب و احترام کے انمول موتی بغیر کسی لالچ اور غرض کے ہر ادنیٰ و اعلیٰ انسان کی جھولی میں ڈالتی رہی۔ جس جس کے مقدر میں جو تھا وہ عجز و انکساری، خلوص و محبت سے جھولی پھیلا کر لیتا چلا گیا۔ یہ تقسیم کرتے رہے اور زمانے کی نظریں دیکھتی رہ گئیں۔

ان کی صحبت نے دکھائے سب کو منزل کے نشاں

حق کی راہوں پر چلا کر بخشا پھر درد نہاں

آپ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد آج بھی ان کا فیض اسی طرح جاری وساری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔

ان کے عالم سے تشریف لے جانے کے بعد اس فیض میں کسی طرح کی کمی نہ آئی ہے نہ آپ کے خلف الرشید جانشین استاذ محترم حضرت مولانا فیاض خان سواتی صاحب دامت فیوضہم نے آنے دی ہے۔ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ (اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے) نے اپنے کارہائے نمایاں سے ایسے نقوش باقی چھوڑے ہیں جن کو گردش زمانہ نہ مٹا سکے گا۔ اور ہمیشہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ اور ہر مشکل مرحلے پر ممد ومعاون بن کر رہنمائی کریں گے۔

اللہ رب العزت ہمیں ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جن بھاگ جاتے

احقر کا اپنا مشاہدہ ہے کہ ہماری پھوپھی زاد بہن جو ہمارے گھر میں اکثر رہتی تھی، اس کو جنات کے دورے پڑتے تھے اور اس میں حاضر ہونے والے جن عیسائی تھے جو بہت ہی موذی تھے ان میں سے ایک کا نام چراغ دین تھا۔

ہمارے گھر کی سب سے اوپر والی چھت پر اسے دورہ پڑ جاتا تھا، جب حضرت صوفی صاحبؒ کو بتایا جاتا اور وہ ابھی سیڑھیاں چڑھنا ہی شروع ہوتے تو جنات یہ کہتے ہوئے فوراً بھاگ جاتے کہ ''او صوفی صاحب آ گئے، او صوفی صاحب آ گئے۔'' تو اس کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو جاتی۔

(فیاض)

ام حذیفہ خان سواتی
پرنسپل جامعہ نصرۃ العلوم للبنات گوجرانوالہ

میری آئیڈیل شخصیت

کس قدر دکھ ہے زندگانی میں
جیسے گھل جائے زہر پانی میں
کتنی صدیوں کا درد شامل ہے
ایک انسان کی کہانی میں

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتیؒ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے، آمین۔ وہ نہ صرف میرے سسر تھے بلکہ استاذ اور میرے چھوٹے دادا جی بھی تھے، میں ان کے بارے میں کچھ لکھنے کے قابل تو نہیں ہوں اور نہ ہی زندگی میں کبھی اس سے پہلے کسی ماہنامہ میں لکھا ہے، لیکن میرے شوہر مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی صاحب کی خواہش تھی کہ میں بھی ان کے بارے میں کچھ ضرور لکھوں، چنانچہ یہ چند سطور اپنے جذبات پر مشتمل لکھ رہی ہوں۔

میں نے ان کو بحیثیت باپ، سسر اور استاذ کے جیسے پایا، اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی، صرف مختصر یہ ہے کہ وہ میرے لئے ایک آئیڈیل شخصیت تھے، بہت ہی نرم مزاج، رحم دل اور شگفتہ طبیعت کے مالک تھے، بڑے بڑے مشکل معاملات کو انتہائی خوش اسلوبی سے حل کر دینے والے، بڑی بڑی آزمائشوں کو صبر سے برداشت کرنے والے اور مشکل سے مشکل تکالیف کا ہمت سے مردانہ وار مقابلہ کرنے والے انسان تھے، ان کی ہر بات، ان کا ہر کام اور ان کی ہر عادت ہی قابل رشک تھی، وہ ایک بلند پایہ عالم دین اور عمر رسیدہ بزرگ ہونے کے باوجود ہم چھوٹوں کے ساتھ ایسے پیش آتے تھے جیسے وہ ایک دوست ہوں، ان سے ہر ایک بات ہم بغیر کسی ڈر، خوف اور جھجک کے کر لیا کرتے تھے، جس پر انہوں نے کبھی بھی برا نہیں منایا بلکہ ہر بات میں مفید مشورہ دیتے، نصیحت فرماتے اور حوصلہ افزائی کرتے، وہ ہمارا بہت ہی زیادہ خیال رکھتے تھے، جب

۱۹۹۰ء میں ہماری شادی ہوئی تو اس کے فوراً بعد وہ بہت سخت بیمار ہو گئے انہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا تھا جس کی وجہ سے انہیں بہت زیادہ تکلیف تھی، تقریباً تین چار ماہ وہ اسی تکلیف میں مبتلا رہے، اس دوران جب بھی میں ان کے کمرے میں جاتی تو وہ اپنی تکلیف کے باوجود پوچھتے ''پتر تم ٹھیک ہو، کوئی پریشانی تو نہیں'' ان کی یہ ادا میں زندگی بھر نہیں بھول سکوں گی۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد جب وہ مسجد سے واپس آتے تو کافی دیر تک وہ ہم سب کے درمیان بیٹھتے خوب باتیں ہوتیں، مزاح اور گپیں لگتیں، بچوں اور بڑوں سمیت وہ ہمیں اپنے پرانے واقعات سناتے، اپنے پڑھنے کے زمانے کی باتیں بتاتے، ہم بھی ان سے باتیں پوچھتے، سوال کرتے تو وہ بڑی تفصیل اور شوق کے ساتھ ہر بڑے چھوٹے کے سوال کا جواب دیتے۔

انہیں میٹھا مرغوب تھا وہ میرے ہاتھ کی بنی ہوئی سویٹ ڈش بہت پسند فرماتے تھے، میرے بارے میں وہ یہ بھی حسن ظن رکھتے تھے کہ ''یہ بہت مہذب گفتگو کرتی ہے'' مجھے یاد ہے کہ جب میں نے انہیں پہلی بار روٹی پکا کر دی تھی تو وہ بہت زیادہ خشک ہو گئی تھی، اس وقت وہ میرے پاس ہی کچن میں بیٹھے ہوئے تھے، انکی دہشت کی وجہ سے میں صحیح نہ بنا سکی تھی، انہوں نے روٹی کو پکڑ کر فرمایا کہ ''پتر اے تے میں نہیں کھا سکدا'' بعد میں پھر وہ میرے ہاتھ کی بنی ہوئی روٹی بھی پسند فرماتے تھے۔

وہ اپنے بچوں کے ساتھ بے حد پیار کرنے والے اور نہایت شفیق انسان تھے، بچوں کے کھانے پینے اور بیماری کا بہت ہی زیادہ خیال رکھتے تھے، ہر کھانے کے ٹائم ایک ایک بچے کا نام لے کر پوچھتے تھے کہ فلاں نے کھانا کھایا ہے؟ فلاں نے کھانا کھا لیا؟ اسی طرح بچوں کی بیماری پر بھی وہ بہت بے چین اور بے قرار ہو جاتے، اپنے کمرے سے بار بار آ کر پوچھتے کہ اس نے دوائی کھائی ہے؟ اس کو آرام آیا ہے کہ نہیں؟ ان کی نبض دیکھتے، ماتھے پر ہاتھ رکھتے اور زبانی تسلی دیتے۔

مائیں تو سب ہی اپنے بچوں کا بہت خیال رکھتی ہیں لیکن ایک باپ کی حیثیت سے جتنا میں نے ان کو خیال رکھنے والا دیکھا ہے کسی اور کو نہیں دیکھا، وہ ذین داری کو ہر بات پر ترجیح دیتے تھے حتیٰ کہ اپنے بڑے بیٹے حاجی فیاض صاحب کے ساتھ بہت ادب واحترام کے ساتھ پیش آتے تھے، مجھے یاد ہے کہ انہوں نے کبھی ان کو تم یا تمہیں کہہ کر نہیں پکارا، وہ انہیں ہمیشہ آپ کہہ کر بلاتے تھے، اور ان کی ہر بات کو ترجیح دیتے ہوئے مانتے تھے، وہ فرماتے تھے کہ جو حاجی صاحب کہیں گے بس وہی ٹھیک ہے، سب بچوں کو وہ یہی

سکھاتے تھے کہ حاجی صاحب ہمارے بڑے ہیں انکی عزت کرنی چاہیے حتیٰ کہ گھر والے اگر حاجی صاحب کو کوئی کام کہہ دیتے تو وہ سخت ناراض ہوتے اور ڈانٹتے کہ ان کو کام نہ کہا کرو وہ خود بھی ان سے جسمانی خدمت نہیں لیتے تھے، بلکہ فرماتے تھے کہ یہ ہمارے امام اور خطیب ہیں۔

وہ اپنی تمام بہوؤں کو اپنی بیٹیوں کی طرح ہی سمجھتے تھے، ہر ماہ ہمیں اپنی طرف سے علیحدہ جیب خرچ دیتے تھے، سردیوں، گرمیوں اور عیدین کے مواقع پر ہمیں اور بچوں کو نئے کپڑے سلوا کر دیتے، غرضیکہ ہر موقع پر ان کی نظر ہوتی تھی کہ کہیں ہمیں کوئی کمی محسوس نہ ہو، اپنے پوتے، پوتیوں، نواسے نواسیوں سے بہت زیادہ پیار و محبت کرتے تھے، بچے جتنا بھی شور شرابہ کرتے لیکن وہ تنگ نہ ہوتے۔

جس دن ان کے سب سے بڑے پوتے حذیفہ نے نو سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ مکمل کیا تھا، اس دن وہ بہت ہی خوش تھے اور انہوں نے تقریر میں بھی کہا تھا کہ آج میں بہت خوش ہوں کہ میرے پوتے نے چھوٹی سی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا ہے یہ میری زندگی میں سب سے زیادہ خوشی کا دن ہے، اور اس کے لئے دعا فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسے عمل کی توفیق بھی دے۔ اپنے دوسرے پوتے خزیمہ کو وہ ''فخر خاندان'' کے لقب سے پکارتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس میں ہمارے خاندان کی ساری خصلتیں پائی جاتی ہیں، یہ پٹھانوں کی طرح لڑائی بھڑائی اور گالی گلوچ میں سب بچوں سے آگے ہے۔ اسامہ اور عکاشہ اپنے دادا کی چارپائی کے پاس بیٹھ کر انہیں لطیفے سناتے تھے جس پر وہ بہت ہنستے تھے۔

عیینہ جب چھوٹا تھا تو بہت صحتمند تھا، اسے دیکھ کر مزاح سے فرماتے یہ ''گینڈا'' ہے جب وہ ننگا ان کے کمرے میں چلا جاتا تو اسے عیینہ کی بجائے عریانہ کہتے (عریانہ کا معنیٰ ننگا بنتا ہے) وہ سب بچوں کو روزانہ پیسے دیتے اور ان کی تعلیم کے بارے میں بھی پوچھ گچھ کرتے تھے، بچوں کو بھی اپنے دادا سے بہت زیادہ پیار تھا، جیسے وہ ان کے دوست ہوں، ان کی وفات کے بعد سارے ہی گم صم ہو گئے تھے اور بہت زیادہ انہوں نے انکی کمی کو محسوس کیا، جب ہم کہیں جاتے یا واپس آتے تو سب سے پہلے ان کے کمرے میں جا کر انہیں سلام کرتے اور اجازت لیتے اور بیٹھتے، وہ سفر کی ساری روئیداد بڑی تفصیل سے ہم سے پوچھتے، وہ گھر میں گہما گہمی کو بہت پسند کرتے تھے، ان کی خواہش ہوتی تھی کہ گھر کے سارے افراد میرے کمرے میں آ کر محفل کریں، چنانچہ سب ہی لوگ رات کو عشاء کے بعد ان کے کمرے میں اکٹھے ہو جاتے اور خوب مجلس ہوتی، وہ

وقت ہماری زندگی کا بہترین وقت تھا جسے ہم بھولنا بھی چاہیں تو بھلا نہیں سکتے۔

وہ میرے استاذ بھی تھے، ان کے پڑھانے کا انداز نہایت دلکش تھا، وہ کھلے مزاج اور مزاح کی طبیعت رکھتے تھے اس لئے پڑھنے کے دوران بہت مزا آتا تھا وہ سمجھانے کے لئے لطیفے بھی سناتے تھے جس سے سبق وہیں یاد ہو جاتا تھا، ہمیں ان سے ڈر اور خوف محسوس نہیں ہوتا تھا جو بات پوچھنی ہوتی با آسانی پوچھ لیتے، میں نے ان سے صرف، نحو اور عربی کی کئی کتابیں پڑھی ہیں، قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر اور ریاض الصالحین بھی انہوں نے ہمیں پڑھائی، وفاق المدارس کے ثانویہ عامہ کے کورس کی کتابیں بھی انہوں نے ہمیں پڑھائیں، وہ فرماتے تھے کہ وفاق کے کورس کی تو ساری کتابیں میں تمہیں پڑھا ہی دوں گا البتہ ایک کتاب میں اپنے ذوق اور اپنی مرضی کی بھی تمہیں پڑھاؤں گا چنانچہ عربی ادب کی کتاب ''کلیلہ دمنہ'' انہوں نے ہمیں بڑے مزے سے پڑھائی، وہ کتاب ہی بڑی مزے دار ہے اور پھر پڑھانے والوں کا تو کیا ہی کہنا۔

اس کے بعد وہ بیمار ہو گئے پھر ہمیں آگے پڑھنے کا شرف ان سے حاصل نہ ہو سکا، کچھ سال تو وہ چارپائی پر ہی رہے لیکن یہ تسلی تھی کہ وہ کھا پی لیتے تھے، بات چیت کر لیتے تھے، لیکن آخر میں تین چار ماہ تو وہ بہت ہی زیادہ تکلیف میں رہے، پھر آخری ڈیڑھ ماہ تو وہ تقریباً بے ہوشی کی حالت میں تھے، ان کو تکلیف بہت زیادہ تھی ان کا سارا جسم زخموں سے چور چور ہو گیا تھا، درد کی وجہ سے ان کے کراہنے کی آوازیں آج بھی ہمارے کانوں میں گونجتی ہیں اور دل دہلا کر رکھ دیتی ہیں، یہ ان کی ہی ہمت، حوصلہ اور صبر تھا کہ وہ اتنی تکلیف برداشت کر گئے۔ میری ساس صاحبہ، چھوٹی نند اور چھوٹے دیور عرباض خان نے ان کی بہت زیادہ خدمت کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے لئے آخرت کا ذخیرہ بنا دے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اس بزرگ کے نقش قدم پر چلائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، ان کے لگائے ہوئے پودے کو شاداب رکھے اور ان کے مشن کو اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری و ساری رکھے، اور ہمیں اس مشن کو استقامت اور خلوص کے ساتھ آگے بڑھانے کی توفیق دے، آمین۔

ہر اک بار یہ سوچ کے دل بھر آیا ہے
اتنی عمر میں کیا کھویا کیا پایا ہے

ام حذیفہ

شازیہ فخر بلوچ فرام شجاع آباد

صوفی عبدالحمید سواتیؒ

حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ کا انتقال ہوگیا ہے یہ الفاظ میری سماعتوں میں اترے تو چند لمحے تو جیسے یقین ہی نہیں آیا، اور ایک لمحے کے لئے ان کا پرنور، برنور، بردبار سا باریش چہرہ آنکھوں کے سامنے گھوم گیا اور میں نے فوراً ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا، یہ اطلاع میرے محترم استاد جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا صاحب نے فون کر کے دی اور اداس سے لہجے میں انہوں نے بتایا کہ یہ اطلاع سن کر سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس سے تعزیت کروں اور دل پر بہت بوجھ تھا تو سوچا کہ تم سے تعزیت کروں اگر چہ تمہارا ان سے کوئی قرابت کا تعلق نہ سہی لیکن تم نے ان کی تفسیر پر کام کیا ہے تو تمہارا ان سے ایک خاص قسم کا تعلق بن چکا ہے اس لیے تمہیں فون کیا ہے اور پھر میں نے گوجرانوالہ فون کر کے تعزیت کی۔

صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی ذات، شخصیت اور ان کے کام کا میں نے ڈیڑھ سال تک بڑا عمیق مطالعہ کیا اور ان کی تفسیر کو اپنی ریسرچ کا Topic بنایا اور ایم فل کی تھیسس کے آغاز میں جب میں ـــ مقالہ کے عنوان کی تلاش میں تھی اور میں نے میلسی جھنڈیر لائبریری میں ان کی تفسیر کی چند جلدوں کا سرسری جائزہ لیا اور اس پر ایک short سا نوٹس بنایا اور اپنے سپروائزر جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا صاحب کو دکھایا اور ان سے اس تفسیر کے بارے میں Discusion کی اور پھر اس کے بعد گوجرانوالہ کا سفر کر کے صوفی عبدالحمید سواتیؒ سے ملاقات کا فیصلہ کیا اور یہی میری ان سے پہلی اور آخری ملاقات ہوئی، حالانکہ اس وقت بھی وہ بیمار تھے اور فالج کی (سی کیفیت کی) وجہ سے چل پھر نہیں سکتے تھے لیکن ان کا چہرہ بہت ہشاش بشاش تھا اور جب میں نے انہیں بتایا کہ میں انکی تفسیر پر کام کرنا چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں ان سے ملاقات کرنے آئی ہوں اور ان سے معلومات بھی حاصل کرنا چاہتی ہوں تو انہوں نے فوراً اپنے بیٹوں کو ہدایت جاری کی کہ مجھے تمام مطلوبہ معلومات فراہم کی جائیں، اور میں نے ان سے ان کی ذاتی زندگی کے بارے میں سوالات کیے تو انہوں نے پوری دلجمعی سے ان

کے جوابات دیے اور اگر کسی سوال کا جواب ان کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا تو انہوں نے بیٹوں سے کہا کہ انہیں ان سوالوں کا جواب دو، جس سے مجھے ان کی دلچسپی کا اندازہ ہوا، لیکن چونکہ ان کی ذاتی زندگی پر کوئی خاص تحریری مواد نہیں تھا اور مجھے یہ مواد تفصیلی طور پر چاہیے تھا اس لیے میں نے ان کے فرزند مولانا فیاض خان سواتی سے رابطہ رکھا اور انہوں نے مجھے معلومات ارسال فرمائیں، بہرحال ان سے ملاقات کے بعد میں نے اس Topic کو فائنل کر دیا اور اس کے بعد ان کی تفسیر اور ان کی دوسری کتب کا باریک بینی سے مطالعہ کیا تو ان کے کام کے اور شخصیت کے پردے پرت در پرت کھلتے گئے اور میں ان کے کام اور شخصیت سے متاثر ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ اس مقالے کے دوران میں ان کے کام اور انکی خوبیوں سے اتنی متاثر ہو گئی تھی کہ یونیورسٹی میں کسی Topic پر بحث کے دوران میں جو بھی دلائل دیتی اس میں صوفی عبدالحمید سواتیؒ کا حوالہ ضرور ہوتا حتیٰ کہ پھر میرے پروفیسرز اور کلاس فیلوز مجھے کہتے کہ اس Topic پر صوفی عبدالحمید سواتی کیا فرماتے ہیں کیونکہ میں ان سے بہت متاثر ہو چکی تھی اور میں نے ان کی تفسیر کا جائزہ ذرا مختلف انداز میں لیا اور اس کو دور حاضر کے مسائل کے تناظر میں دیکھا، پہلے باب مین ان کی ذاتی زندگی کے تمام پہلو سامنے لائے، دوسرے باب میں ان کی تفسیر کا Over all جائزہ لیا، تیسرے باب میں معاشی، چوتھے میں سیاسی، پانچویں میں معاشرتی اور چھٹے باب میں موجودہ دور کی تمام خرابیوں کا جائزہ لیا جس کا نام ہم نے اس تفسیر کا اصلاحی پہلو رکھا، ان کی تفسیر پر کام کرتے ہوئے ہم نے ان کے خیالات کا تقابل اور تماثل بڑے بڑے جید علماء کے خیالات سے کیا ہے اور تعصب سے بالاتر ہو کر کیا ہے، انکی تفسیر سے ایک بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مولانا، حضرت شاہ ولی اللہ اور مولانا عبیداللہ سندھی کے خیالات سے بہت متاثر ہیں اور میں نے مقالہ کے آخر میں جو سفارشات دی ہیں ان میں سے دو بہت اہم ہیں۔

(۱) ملتان کی B.Z.U اور دوسری لائبریریز میں مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی تمام کتب کو رکھا جائے۔(۲) فکر سواتی کو عام کیا جائے۔(۳) مجھے اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی دروس الحدیث پر کام کروں گی، انشاء اللہ تعالیٰ، ویسے صوفی صاحب کی تفسیر پر پہلے دو Chapters کو ملا کر کتاب شائع کرنے کا ارادہ ہے، انشاء اللہ تعالیٰ، صوفی عبدالحمید سواتیؒ اسلام کے افق پر دمکتا روشن ستارہ تھے اگر چہ وہ ہم میں نہیں رہے لیکن اپنے مثالی کام کی بدولت ان کا نام ہمیشہ روشن رہے گا اور ان کا کام آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ بنا رہے گا، اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔ آمین۔

ام عمران شہید بنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر
مہتممہ جامعہ عمران شہید اچھڑیاں ضلع مانسہرہ

چچا جان......میری عزیز ہستی

؎ آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نور ستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

ایک بہت ہی عزیز بلکہ جان سے عزیز ہستی کی جدائی میں ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء کا سورج میرے لئے کیا بلکہ سارے کنبے وغیرہ کیلئے بہت ہی دکھ بھرا دن تھا، جس دن میری طبیعت تو ویسے ہی بے چین تھی کہ پتہ نہیں اب کیا ہونے والا ہے جب کہ گھر میں کچھ افراتفری کی فضا پیدا ہوئی لیکن کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ خبر مجھ تک پہنچائے اور میں بار بار پوچھ رہی تھی کہ کیا ہوا ہے، کافی دیر کے بعد مجھے بتایا گیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آسمان میرے سر پر آ گرا ہے اور زمین پاؤں کے نیچے سے پھسلتی جا رہی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر بہت دل کو مضبوط کرنے کے باوجود بے بسی سے میری چیخیں نکل گئیں اور پھر مجھے نہیں معلوم کہ سفر کیسے کٹا راستے میں بار بار اپنے بہن بھائی بھتیجے وغیرہ فون کرتے رہے کہ اب کہاں پہنچی ہیں، اب میرے دل میں ایک ہی آرزو تھی کہ یا اللہ آخری دیدار سے محروم نہ کرنا، بڑی مشکل سے ہم گھر پہنچے جب میں نے دیکھا کہ جنازہ تو موجود نہیں ہے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا مجھے کسی نے آواز دی کہ جنازہ مدرسہ میں ہے جب باہر نکلے اور جنازہ لا کر رکھا گیا اور میں نے اپنی پیاری ہستی کو دیکھا اور میں اس انتظار میں تھی کہ ابھی آنکھیں کھول کر مجھ سے پوچھیں گے کہ کدھر سے آئی ہیں، کیونکہ ملنے پر مسکرا کر آپ کا پہلا سوال یہ ہوتا تھا کدھر سے آئی ہیں، لیکن وہ تو اپنی خوشیوں میں تھے۔ میرا اور میرے چچا جان کا تعلق بچپن سے تھا اور اگر میں یہ کہوں کہ میں ان کی چہیتی تھی تو بے جا نہیں ہوگا، واقعی ہی ان کو میرے ساتھ محبت بہت زیادہ تھی ویسے تو آپ کی ہستی ہی ہر کسی سے محبت کرنے والی تھی، سب کے ساتھ اچھا برتاؤ، نرم زبان خوشگوار گفتگو یہ آپ کا خاصہ تھا، مجھے اب بھی یاد ہے کہ جب چچا جان نے نصرۃ العلوم مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی تو ابتدا میں ایک ہی کمرہ ہوتا تھا اس میں تنکوں کے

چھوڑ پڑے ہوتے تھے اور میں روزانہ عصر کی نماز کے بعد اپنے نانا جان کے ہمراہ چچا جان کے پاس جایا کرتی تھی ،شام تک آپ کے ساتھ اور شام کو پھر واپس نانا جان کے ہمراہ آجاتی جو کہ شیرانوالہ باغ کے سامنے دیوی والے محلے میں مقیم تھے اور میں نے بچپن کا کافی ٹائم وہاں گزارا ہے اور جب کبھی میں نہ جاتی تو چچا جان ہمارے ایک کزن تھے جو مقام لبی سے پڑھنے کیلئے آئے تھے ،عطاء اللہ شاہ شیرازی مرحوم ان کو بھیجتے اور وہ مجھے لے کر آتے تھے اور چھوڑنے بھی جاتے غرض کہ میں نے بچپن کا کافی حصہ اس عزیز ہستی کے ساتھ گزارا اس کے بعد ملاقات میں تو کمی آئی لیکن محبت اور اخلاص میں کمی نہیں آئی آپ کافی عرصہ بعد گکھڑ تشریف لایا کرتے تھے اور وہ دن ہمارے لئے دس عیدوں کے برابر ہوتا تھا جب آپ کی واپسی کا ٹائم ہوتا تو میں اکثر باہر دروازے پر تالا لگا دیا کرتی تھی اور خود چھپ جاتی تا کہ آپ رہ جائیں لیکن آپ اپنے ٹائم پر جب واپس چلے جاتے تو ہم سب کافی دن تک پریشان رہتے اکثر مجھے پگلی کہا کرتے تھے ،شادی کے سلسلے میں ہمیں بہت شوق تھا کہ آپ شادی کریں لیکن آپ شادی سے انکار کر دیتے میں اکثر آپ پر شادی کے بارے میں زور دیا کرتی اور برنگ خط تقریباً روزانہ اچھا خاصا آٹا لگا کر پوسٹ کرایا کرتی تھی لیکن دوسرے دن جب ابا جان واپس آتے تو کہتے کہ صوفی خط دیکھ کر ہنس دیتے ہیں کہتے ہیں کہ پگلی کا خط ہے ،جب آپ کی شادی کا معاملہ شروع ہوا تو ہماری چچی صاحبہ جو کہ ہمارے گھر میں آتی جاتی تھی لیکن بہت سادہ طبیعت تھی وہ صبح ہی صبح درس سے واپس آئی تو ہم لڑکیوں کو خواب سنایا کہنے لگی آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ مسجد کی سیڑھیوں سے مجھے ایک بہت خوبصورت پراندہ ملا ہے تو ہم نے خود ہی وہاں بیٹھے بٹھائے خواب کی تعبیر بیان کر دی کہ واقع میں آپ کو ایک خوبصورت پراندہ ملنے والا ہے اور ہم سب نے ان کو پراندے کے نام سے چھیڑنا شروع کر دیا ،بالآخر اللہ کے حکم سے یہ رشتہ پایہ تکمیل کو پہنچا لیکن میری بدقسمتی کہ میں شادی میں شامل نہ ہوسکی کیونکہ ایک ڈیڑھ مہینہ سے میری شادی ہوئی تھی ،میں اس دن بہت روئی تھی کیونکہ بچپن کا خواب پورا ہوا تھا اور میں دیکھ نہ سکی کچھ دنوں کے بعد جب میں واپس آئی تو مجھے ان سے ملکر بہت خوشی ہوئی ،تھوڑا عرصہ آپ گکھڑ میں رہائش پذیر رہے پھر جب گوجرانوالہ چلے گئے تو میں بھی ان کے ساتھ کافی کافی دن وہاں ٹھہرتی بھائی راشدی صاحب بھی وہاں ہوتے قارن صاحب بھی ،چھوٹی بہن بھی وہاں پڑھ اور پڑھا رہی تھی ہم سب ملکر خوب عیاشی کرتے ،چچا جان ایک فرشتہ صفت انسان تھے نہ آپ شور سے تنگ پڑتے کہ بچے کیوں شور مچا رہے ہیں،

یا تم لوگوں نے کیوں اتنا اودھم مچایا ہوا ہے، پھر یکے بعد دیگرے آپ کے بچے بھی ماشاء اللہ ہوتے رہے اور شور میں ہنگاموں میں اضافہ ہوتا گیا لیکن مجھے آپ کی طبیعت میں کبھی ناگواری محسوس نہیں ہوئی، حقیقت میں اس میں ہماری چچی جان کا بہت کردار ہے کہ انہوں نے کبھی برا محسوس نہیں کیا تھا کہ یہ کیوں اتنا یہاں رہتے ہیں یا کیوں شور کرتے ہیں بلکہ وہ خود ہمارے ساتھ ملکر شور شرابہ کرتی مذاق کرتے چچا جان کو میرے ہاتھ کی کوکنگ میں خاص طور پر مچھلی دہی میں پکی ہوئی کھیر اور کباب وغیرہ بہت پسند تھے، میرے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی بھی ان کو بہت پسند تھی جب میں جاتی تو اکثر ان چیزوں کا اہتمام ہوتا بڑے اہتمام سے یہ چیزیں میں پکاتی اور چچا جان ہمارے درمیان صحن میں بیٹھے ہوتے بلکہ بعض اوقات ہمیں پیاز وغیرہ اور کھوپرہ وغیرہ بھی کاٹ کر دیتے اور اپنے پچھلے حالات اور واقعات ہمیں سناتے ساتھ ساتھ شائستہ مذاق بھی ہوتا، آپ کے بچے چونکہ میرے بچوں کے ہم عمر بھی ہیں اور رشتے کے لحاظ سے بھی اس لئے مجھے ان کے ساتھ بہت محبت ہے اپنے بھائیوں نہیں بلکہ بچوں کی طرح۔شروع شروع میں فیاض صاحب اور ریاض صاحب وغیرہ عید پر میرے پاس ہوتے اور مجھے مہینہ مہینہ پہلے انتظار ہوتا کہ یہ لوگ کب آئیں گے اگر کسی وجہ سے لیٹ ہو جاتے یا نہ آتے تو مجھے ایسا لگتا تھا کہ عید آئی ہی نہیں ہے، جناب چچا جان میرے باپ بھی تھے چچا بھی تھے اور ہمدرد دوست بھی تھے اپنی ہر پریشانی چچا جان سے شیئر کرتی تھی اور سہیلیوں کی طرح بیٹھ کر بلا جھجک آپ سے ہر بات کر لیتی تھی میرا ذاتی معاملہ ہوتا یا گھریلو معاملہ یا کوئی بھی معاملہ ہوتا تو میں آپ سے شیئر کرتی آپ مجھے تسلی دیتے احادیث کی رو سے نصیحتیں کرتے بعض وظائف بھی پڑھنے کیلئے بتاتے اور مشورے دیتے اس لئے میں ایک بزرگ ہستی سے نہیں بلکہ ایک ہمدرد غمگسار دوست سے بھی محروم ہوگئی ہوں، دو تین سال پہلے کی بات ہے کہ میں اور بڑی بھابی صاحبہ چچا جان کے گھر میں رات کو رہ گئے اور ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے تو آپ نے چچی صاحبہ کو پوچھا کہ باہر کون ہے چچی صاحبہ نے بتایا تو آپ نے فرمایا ان سے کہو اندر میرے پاس آ کر باتیں کریں باہر کیوں بیٹھی ہیں، ہم دونوں اندر گئیں تو رات تین بجے تک ہم ہنسی مذاق اور باتیں کرتے رہے کچھ عرصہ پہلے ابھی آپ پڑھاتے اور ابا جان بھی مدرسہ آتے تھے صبح ہی ابا جان کا پیغام ملا کہ آپ نے آج میرے ساتھ گکھڑ جانا ہے میں بھائی قارن صاحب کے گھر میں تھی آنے کے ٹائم پر جب میں چچا جان کو ملنے کیلئے آئی تو آپ کچن میں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے مسکرا کر کہنے لگے کہ پرہیزی کھانا ہے آپ بھی کھالیں

میں نے وہاں ہی دوسری کرسی پر بیٹھ کر آپ کے ساتھ کھانا کھانا شروع کر دیا کیوں کہ ہم بلا تکلف اکٹھا کھانا کھالیا کرتے تھے، چچا جان کے ہاتھ میں سیب تھا آپ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکرے کاٹ کر چھیل چھیل کر مجھے دینے لگے چچی جان نے کہا کہ اپنے مٹھو کو کیسے کاٹ کاٹ کر کھلا رہے ہیں تو مسکرا دیئے میں نے اٹھتے ہوئے کہا کہ ابھی آپ کے بھائی صاحب کا نعرہ بلند ہوگا تم تیار ہو کر کھڑی ہو جاؤ بہت ہنسے کہتے ہیں کہ آپ تو بھائی صاحب کا ذکر ایسے کر رہی ہیں جیسے عزرائیل کا اس بات پر ہم سب ہنسے اور جب میں جانے کیلئے مڑی تو آپ نے اپنی چھوٹی بیٹی جو کباب بنا رہی تھی سے کہا کہ کتنے کباب پکے ہیں یہ سارے ڈال کر اس کو دیدو اسے کباب اچھے لگتے ہیں اور اس نے وہ کباب مجھے لفافے میں ڈال کر دیدیئے، اور میں واپس گھر آ گئی، ایک دفعہ رمضان میں چچی صاحبہ کی طبیعت خراب تھی تو میں سحری کو اٹھتی اور چچا جان مجھے آواز دے کر جگایا کرتے تھے ایک دن آپ نے مجھے آواز دی تو میں سوتے میں ڈر گئی اور چیخیں لگانا شروع کر دیں جب میں نے دیکھا تو چچا جان ہنستے ہوئے دروازے سے نکل رہے تھے اس کے بعد پھر آپ مسواک کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹا دیا کرتے اور دن کو مذاق کرتے کیا میں آپ کو جن نظر آیا تھا کہ آپ نے چیخنا شروع کر دیا بزرگوں کی برکت سے ہمارے بچوں کا دوستانہ بھی آپس میں بہت تھا، عام بچوں کی طرح ان بچوں نے بھی کبھی نہیں کہا تھا کہ یہ باہر سے آ کر ہمارے گھر پر کیوں قابض ہیں اور اللہ کے فضل سے بچوں میں کبھی جھگڑا بھی نہیں ہوا تھا، آپ کچھ سال پہلے (۱۹۹۹ء میں) اچانک ہمارے ہاں تشریف لائے مجھے کسی نے آ کر بتایا کہ صوفی صاحب آئے ہیں مجھے یقین نہیں آ رہا تھا جب میں دروازے تک گئی تو واقع میں آپ کی گاڑی کھڑی تھی اور ساتھ فیاض بھائی اور عرباض بھائی بھی تھے میری خوشی کی انتہاء نہیں تھی اور وہ دو دن جو آپ نے میرے پاس گزارے میری زندگی کے بہت اہم دن تھے کیونکہ آپ ہمارے ہاں نہیں بلکہ اس علاقہ میں کافی عرصہ کے بعد آئے، اور میرے پاس قیام کیا ان دنوں میں بہت سے زندگی کے گزرے ہوئے واقعات اور خاندانی حالات کا علم چچا جان کی زبانی ہوا، اور بہت سی باتوں کے متعلق آپ نے آگاہ کیا جن سے ہم ناواقف تھے، آپ کی ہستی ایک عجیب ہستی تھی میں نے آپ کو کبھی غصے میں نہیں دیکھا، کافی عرصہ پہلے میں یہاں (اچھڑیاں) سے کچھ مجبوریوں کی وجہ سے ڈیڑھ سال بعد گئی تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر کہا کہ کیا بات ہے اس دفعہ بڑے موسموں کے بعد آئے ہیں اور موسموں کے لحاظ سے میں نے کچھ لئے سے کہا۔

یہ دل میں رہنے والے دل سے نہیں نکلتے
بدلیں ہزار موسم رشتے نہیں بدلتے

کہنے لگے لاحول ولاقوۃ الا باللہ یہ گانے کہاں سے سیکھ لئے ،ہم نے تو آپ کو حدیثیں پڑھائی ہیں، میں نے کہا یہ گانا نہیں ہے شعر ہے آپ فرمانے لگے نہیں یہ گانا ہے تو میں نے کہا کہ اب پتہ چلتا ہے کہ آپ کو گانوں سے بھی لگاؤ رہا ہے کہنے لگے بالکل پگلی ہو، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، جب میری شادی تھی تو آپ گکھڑ تشریف لائے اور رخصتی کے وقت آپ نے کہا کہ کسی بھی قسم کی کوئی پرابلم ہو تو براہ راست میرے ساتھ رابطہ کرنا جس کو میرے سسرال والوں نے بہت اچھالا کہ آپ نے ایسے کیوں کہا ہے اور پھر ایسے ہی ہوا کہ ہر قسم کے حالات میں میرا رابطہ آپ ہی سے ہوتا تھا، میری آپ سے آخری ملاقات بیماری میں ہوئی جب میں شام کے بعد گئی تو ابھی میں دروازے میں تھی چچی جان نے کہا کہ وطن سے کوئی عورت آئی ہے فوراً آپ نے میرا نام لیا تو چچی جان اور کوئی اور بھی ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے کہ ہم اندر آتے ہیں تو آپ پوچھتے ہیں لیکن چچی جان کہنے لگی کہ آپ اس کے پاؤں کی آواز بھی پہچانتے ہیں، وہی میری آخری ملاقات تھی اور اسی رات میری موجودگی میں آپ پر بیہوشی طاری ہوئی اور وہی تکلیف آپ کو آخر تک رہی لیکن میں تو صبح واپس آ گئی اور بدقسمتی سے دوبارہ نہیں جاسکی جس کا دکھ مجھے قبر تک اندر ہی اندر گھلاتا رہے گا اس کے بعد کئی دفعہ فون ملا کر کوشش کرتی ہوں کہ خیریت دریافت کروں لیکن فون ملا کر ہمت ہی نہیں پڑتی کہ کیا پوچھوں کس کا پوچھوں ،کئی دفعہ فون ملا کر بند کر دیتی ہوں ،اب تو وہاں جانے سے بھی دل گھبراتا ہے کہ یہ میٹھی سی آواز کہاں سے آئے گی ''کہاں سے آئی ہو؟ اوئے انیاں نوں جلدی کچھ کھلا پلا دیو''۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس پیاری ہستی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور چچی جان کو صحت کاملہ کے ساتھ رکھے، بھائی فیاض صاحب، ریاض صاحب، عرباض صاحب اور ہم سب کو انؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان دونوں بھائیوں کے لگائے ہوئے درخت کو بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے، میرے بھائیوں کے راستے میں درپیش مشکلات آسان فرمائے، دشمنوں اور حاسدوں سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔

(ام عمران شہید/ خادمہ جامعہ عمران شہید اچھڑیاں/ ۶ جولائی ۲۰۰۸ء)

اہلیہ محمد امجد فیصل آباد

کچھ یادیں کچھ باتیں

نحمدہ و نصلی علی رسولہٖ الکریم امّا بعد بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

"قُل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون"

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

من جاء ہ الموت وھو یطلب العلم لیحیی بہ الاسلام بینہ و بین النبیین درجۃ واحدۃ

(او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام)

آج اپنی پینتالیس سالہ زندگی میں پہلی بار کسی شمارے کیلئے لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں، اور اس بات پر خوشی اور فخر بھی محسوس کر رہی ہوں کہ لکھنے کا آغاز اپنے استاد محترم، مربی اور مشفق روحانی باپ کی عظیم ہستی سے کر رہی ہوں، آج میں کچھ یادیں کچھ باتیں لکھنا چاہ رہی ہوں، الحمدللہ ثم الحمدللہ مجھ ناچیز کو حضرت صوفی صاحب نوراللہ مرقدہ کی تلمیذۂ خاصہ ہونے کا شرف حاصل ہے، جس کی بنا میرا سارا بچپن اور شادی سے پہلے کا سارا وقت اس علم کے گہوارے میں یعنی صوفی صاحب کے گھر گزرا، حضرت صوفی صاحب کے ساتھ ہمارے خاندان کے گہرے مراسم تھے، ہمارے دادا جان محمد صدیق صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی عبد الرشید صاحب اللہ پاک ان کے درجے بلند کرے، کو صوفی صاحب سے والہانہ عشق تھا، اور پھر ان دونوں بھائیوں کی اولادوں کو بھی حضرت صاحب سے بہت ہی زیادہ عقیدت و محبت ہے، میری والدہ صاحبہ ان کی قبر پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل کرے ان کے دل میں تو صوفی صاحب کی اتنی محبت تھی کہ ساری زندگی ان کا دامن نہ چھوڑا، صوفی صاحب سے اور اس مسجد و مدرسے سے اتنی محبت تھی کہ کہا کرتی تھی کہ میں اپنی زندگی میں ان بزرگوں اور درودیوار کو نہیں چھوڑ سکتی، انہی کے سائے میں میرا جنازہ اٹھے گا اور اللہ نے ان کی اس بات کو پورا کر دیا (مسجد و مدرسہ کے درمیانی گیٹ کے بالکل سامنے ہمارا گھر تھا) باوجود جگہ کی تنگی کے اس مکان کو نہ

چھوڑا یہاں تک کہ ان کا جنازہ اس مسجد و مدرسے اور بزرگوں کے سائے میں اٹھا۔

حضرت صوفی صاحب کی بڑی بیٹی اللہ پاک اسے صحت و تندرستی عطا فرمائے، اور اس کی بیماری کو دور فرمائے، وہ جب ذرا سن شعور کو پہنچی تو حضرت صوفی صاحب نے اسے دینی کتب پڑھانے کا ارادہ کیا تو اس کے ساتھ کسی ساتھن کی ضرورت محسوس کی تا کہ دو مل کر پڑھ لیں تو ان کی نظر شفقت مجھ پر پڑی، اور اللہ پاک نے مجھے قبول فرمایا، اور یہ اللہ پاک کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے آپؒ کی شاگردہ ہونے کا شرف بخشا، صرف شاگردہ ہی نہیں بلکہ بیٹی بننے کا شرف بخشا، آپؒ نے ہمیشہ میرے ساتھ وہی معاملہ فرمایا جو کہ اپنی بیٹی کے ساتھ کرتے تھے۔

میرے شب و روز آپ ہی کے گھر میں گزرے حضرت صوفی صاحب کی اہلیہ جنہیں ہم باجی جان کہتے تھے اور آج تک یہی کہتے ہیں وہ بہت پیار اور شفقت فرماتی تھیں، اور آج تک شفقت فرماتی ہیں کہ جیسے ماؤں کو اپنی بیٹیوں سے ہوتی ہے، جب صوفی صاحبؒ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے تو مجھے ہر ایک نے اطلاع دی کیونکہ وہ میرا ان کے ساتھ تعلق جانتے تھے، لیکن میری روحانی ماں نے مجھے اسپیشل پیغام بھجوایا کہ کہیں میں رہ نہ جاؤں، اطلاع ملنے پر ہم فیصل آباد سے گوجرانوالہ روانہ ہوئے، جا کر ایسی عظیم ہستی کی زیارت کی جو کہ خلد بریں کی وارث بن چکی تھی، ایک عظیم استاد اور ایک عظیم باپ کا سایہ ہمارے سر سے اٹھ گیا، یہ وہ خلا ہے جو کبھی بھی پورا نہیں ہو سکتا، ان کی یاد ہمارے دلوں میں مرتے دم تک رہے گی، اور ان کی دعائیں ہمارے لئے سائبان کی طرح سایہ فگن رہیں گی، ان کی دعاؤں کی برکات کو میں کیسے بتاؤں، میرا نکاح مسنونہ بھی میرے روحانی باپ نے ہی پڑھایا تھا اور نکاح کے بعد جو دعائیں دیں ان کا اثر میں اپنی زندگی میں دیکھ رہی ہوں، الحمد للہ ثم الحمد للہ میری گھریلو زندگی میں کبھی غم کی شام نہیں آئی اور نہ ہی ان کی دعاؤں کی برکت سے آئے گی، نہ صرف دعاؤں سے مجھے رخصت کیا بلکہ علمی جہیز سے بھی نوازا پورا کارٹون بھر کر کتابوں کا اور ایک انتہائی شاندار جائے نماز اور ایک اپنی ذاتی تفسیر عثمانی جس پر وہ خود پڑھتے تھے، مجھے عطا فرمائی، وہ آج تک میرے پاس موجود ہے، اوراق بوسیدہ ہو چکے ہیں، مگر وہ میرے پاس میرے اکابر کی نشانی ہے۔

میں جب آپ سے ملنے جاتی تو پوچھتے کہ علمی مشاغل کیا ہیں، جب میں بتاتی تو بہت خوش ہوتے اور

دعا فرماتے، آپ کی ساری زندگی درس وتدریس میں ہی گزری، ان کی وفات کے بعد خواب میں مجھے ان کی زیارت نصیب ہوئی، میں نے دیکھا کہ استاد محترم سفید پوشاک پہنے ہوئے ہیں، ایسے جوانی کے عالم میں ہیں کہ خوش وخرم ہنستا مسکراتا چہرہ، میں نے سلام کیا اور آپ سے پوچھا استاد جی آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ فرمانے لگے میں تو الحمدللہ بہت ٹھیک ہوں میری طبیعت تو اتنی ٹھیک ہے کہ میں آٹھ آٹھ گھنٹے ایک نشست میں پڑھاتا ہوں، جب میری آنکھ کھلی تو میں نے سوچا کہ اللہ پاک نے اس عظیم انسان کو جنت الفردوس میں بھی درس وتدریس کا کام سونپ دیا ہوگا، اس کے بعد مجھے ایک اور خواب آیا کہ بڑے استاد جی گکھڑ والے میرے گھر میں تشریف لائے ہیں میں نے ان کو بٹھایا اور سلام کیا اور پیار لینے کیلئے اپنا سر جھکایا تو میں نے دیکھا کہ ان کا دایاں بازو مفلوج ہے۔

فرمانے لگے یہ بازو تو اب کام نہیں کرتا، بائیں ہاتھ سے مجھے پیار دیا یعنی کہ میرے استاد محترم صوفی صاحب بڑے استاد جی کے دستِ راست تھے، بڑے استاد جی بھی میرے ساتھ بہت شفقت فرماتے ہیں، کافی سالوں کے بعد ایک دفعہ ان کی زیارت کے لیے گکھڑ گئی، گھر والوں نے میرے بارے میں بتایا تو فوراً پہچان لیا، کہنے لگے کہ ہاں اسے اندر بھیج دو، میرے خاندان کا کوئی بھی فرد میرے حوالے سے اپنا تعارف کرواتے تو فوراً پہچان جاتے ہیں، میں اندر گئی، سلام کیا میرے بھائی حاجی محمد الیاس صاحب میرے ساتھ تھے۔

ہم بیٹھ گئے حال احوال پوچھا پھر میں نے عرض کی کہ آپ سے بھی میں کچھ پڑھنا چاہتی ہوں، فرمانے لگے وہ کتاب اٹھاؤ میں نے اٹھائی فرمایا کھولو میں نے کتاب کھولی وہ مشکوٰۃ شریف کی کتاب تھی، فرمانے لگے پڑھو میں نے ایک حدیث مبارکہ کی عبارت سنائی اور یوں مجھے اللہ پاک نے ان کے شاگردوں میں بھی شامل فرمادیا۔

میں اپنے ان عظیم اساتذہ کی دعاؤں سے ان کے مشن کو آگے بڑھا رہی ہوں، اللہ پاک مجھے میری زندگی کے آخری سانس تک اپنے دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور میری اولاد کو بھی، آمین ثم آمین۔

مولانا صوفی محمد ریاض خان سواتی
ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

تعزیتی پیغامات وبیانات

''مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی قدس سرہ العزیز کی وفات پر تقریباً ایک لاکھ آدمیوں سے زائد نے ان کے جنازہ میں شرکت کی اور بعد میں تعزیت کیلئے تشریف لانے یا خطوط کے ذریعہ تعزیت کرنے والوں کا احاطہ ممکن نہیں ہے تاہم دنیا بھر سے تعزیتی پیغامات کا سلسلہ تاحال جاری ہے اور متعدد سرکردہ شخصیات نے ٹیلی فون پر مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی، مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مولانا زاہدالراشدی اور دیگر حضرات سے تعزیت کی اور حضرتؒ کی دینی وعلمی خدمات پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کے لئے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی۔''

مکہ مکرمہ:

سے فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم اور شیخ غلام رسول نے حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی دینی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا اور بتایا کہ بہت سے احباب نے حضرت صوفی صاحبؒ کی طرف سے عمرہ کیا ہے اور حرم پاک میں دعاؤں کا سلسلہ جاری ہے۔

مدینہ منورہ:

سے استاذ القراء حضرت قاری محمد انور صاحب نے حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور کہا کہ حضرتؒ کی ساری زندگی دین کی خدمت میں بسر ہوئی انہوں نے بتایا کہ حرم مدینہ پاک میں حضرت صوفی صاحبؒ کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا جارہا ہے۔

جدہ:

سے مولانا قاری عزیز الرحمٰن خان شاہد، قاری محمد اسلم شہزاد، مولانا قاری محمد ادریس، مولانا شبیر احمد،

مولانا محمد طیب طاہر، مولانا قاری عبیدالرحمٰنؒ ساجد آف بدر اور قاری رفیق صاحب نے فون پر تعزیت کی اور بتایا کہ مختلف محافل میں حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے اور ان کے لیے مسلسل دعائیں کی جارہی ہیں۔

بحرین:

سے استاذ القراء حضرت مولانا قاری عبدالحلیم سواتی نے فون پر تعزیت کرتے ہوئے حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات کو دینی حلقوں کے لیے بڑا صدمہ قرار دیا اور کہا کہ ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا بہت دیر تک محسوس ہوتا رہے گا۔

لندن:

سے ورلڈ اسلامک فورم کے چیئر مین مولانا محمد عیسیٰ منصوری اور بزرگ عالم دین حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی، مولانا عمر فاروق صدیق، مولانا عزیز الحق ہزاروی، مولانا عبد القیوم حسن، مولانا شمس الحق مشاق، محمد صدیق، مولانا قاضی شاہد اقبال اور ڈاکٹر رضوان نے حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ رب العزت حضرتؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں۔

ریاض:

سے قاری محمد منیر شاہد نے حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار فرمایا اور کہا کہ عالم اسلام ایک نہایت متقی پرہیزگار عالم باعمل سے محروم ہوگیا ہے، اللہ رب العزت حضرتؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں۔

واشنگٹن، امریکہ:

سے دارالہدیٰ سپرنگ فیلڈ کے مہتمم مولانا عبدالحمید اصغر اور حافظ ناصرالدین خان عامر راشدی نے فون پر تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ حضرتؒ کی اولاد اور مدرسہ نصرۃ العلوم ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

کینیڈا:

سے حافظ نجیب اللہ نے فون پر تعزیت کرتے ہوئے حضرتؒ کی جملہ دینی وملی خدمات کو سراہتے ہوئے

ان کے درجات کی بلندی کے لئے اللہ رب العزت کے حضور دعا کی کہ وہ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔

ہانگ کانگ:

سے اسلامک سنٹر کے سربراہ مولانا قاری محمد طیب نے بتایا کہ حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات پر وہاں کے مسلمانوں نے بے حد رنج وغم کا اظہار کیا ہے اور ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

دیوبند:

سے حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کاشمیری نے حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی ہے۔

کویت:

سے مدرسہ نصرۃ العلوم کے فاضل مولانا قاری عبید الرحمٰن ضیاء اور جناب عبد الرحیم چغتائی نے فون پر بتایا کہ حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات پر وہاں گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا ہے اور خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

دوبئی:

سے حافظ بشیر احمد چیمہ نے حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات کو تمام دینی حلقوں کے لئے صدمہ قرار دیا ہے اور کہا کہ ہم ایک درویش اور شفیق بزرگ سے محروم ہو گئے ہیں۔

شارجہ:

سے جناب محمد فاروق شیخ اور حافظ عبید الرحمٰن قریشی نے فون پر تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات کا غم دیر تک تازہ رہے گا اور ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا کبھی پر نہیں ہو سکے گا۔

چین:

سے محمد صہیب فیاض الرحمٰن نے حضرت کی وفات کو عالم اسلام کیلئے ایک بڑا نقصان قرار دیا۔

جناب محمد رفیق تارڑ سابق صدر پاکستان:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سابق صدر جناب رفیق تارڑ نے فون پر تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ

حضرت صوفی صاحبؒ اس دور کے ممتاز اہل حق میں سے تھے جن کی ساری زندگی دین کے فروغ اور حق کی سر بلندی میں گزری اور ان کی زندگی علماء حق کے لئے ہمیشہ مشعل راہ رہے گی۔

مفتی اعظم حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صدر دار العلوم کراچی:

نے مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی سے فون پر تعزیت کرتے ہوئے حضرتؒ کی دینی وعلمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی بلندی درجات کے لئے دعا فرمائی اور تمام خاندان کے ساتھ بھی تعزیت کا اظہار فرمایا خصوصاً حضرت صوفی صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ اور ان کے صاحبزادگان اور حضرت مولانا زاہد الراشدی سے تعزیت کی اور ہمدردی کا اظہار فرمایا۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مہتمم الجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی:

نے حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار فرماتے ہوئے ان کی وفات کو عالم اسلام کے لئے ایک بڑا صدمہ قرار دیا اور ان کی دینی وعلمی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کے لیے بلندی درجات کی دعا فرمائی۔

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندہری ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان:

نے فون پر بتایا کہ وہ حضرتؒ کی وفات کے موقع پر حرمین شریفین میں تھے وہاں انؒ کی وفات کی خبر ملی دل کو بڑا صدمہ ہوا، وہ ایک عظیم والد اور ایک عظیم انسان تھے، حرمین شریفین میں انکی بخشش ومغفرت کی بہت دعا کی اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم رئیس جامعۃ الرشید کراچی، حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری کراچی، حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلالپوری کراچی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف خان پلندری آزاد کشمیر، مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالستار تونسوی، حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا محمد اشرف ہمدانی فیصل آباد، حضرت مولانا طیب کشمیری کراچی، مولانا عبدالقیوم ہزاروی، مولانا سعید یوسف خان، مولانا عبدالمالک سندھ اور بریلوی مکتبہ فکر کے مولانا مفتی محمد خان قادری۔ وغیرہم کے علاوہ سینکڑوں اہل علم نے مولانا محمد فیاض خان سواتی سے فون پر تعزیت کا اظہار فرمایا، حضرت کی ہمہ جہت خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی رحلت کو ایک بڑا صدمہ قرار دیا اور انکی بخشش اور بلندی درجات کے لئے خدا

کے حضور دعا فرمائی۔

تعزیت کے لئے تشریف لانے والے

اور بہت سے حضرات نے مدرسہ نصرۃ العلوم آ کر تعزیت کی جن میں مولانا علی شیر حیدری سندھ، حافظ حسین احمد کوئٹہ، مولانا عبدالغفور حیدری بلوچستان، مولانا فضل الرحمٰن ایم این اے، مولانا سمیع الحق، محمد اکرم درانی سابق وزیر اعلیٰ سرحد، مولانا ارشد الحسینی اٹک، مولانا میاں محمد اجمل قادری لاہور، مولانا سید عطاء المومن شاہ بخاری ملتان، مولانا سید عطاء المہیمن شاہ ملتان، حضرت مولانا محمد عبدالمعبود راولپنڈی، مولانا سعید عنایت اللہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، مولانا عزیز الحق ہزاروی برنلے برطانیہ، مولانا طارق جمیل فیصل آباد، مولانا الیاس چنیوٹی ایم پی اے، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ملتان، مولانا ظہور الحسین اظہر چکوال، مولانا عبدالخبیر آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور، مولانا حبیب الرحمٰن درخواستی خانپور، مولانا قاضی محمد یونس انور خطیب شہداء مسجد لاہور، مولانا ارشاد احمد مہتمم دارالعلوم کبیر والا، مولانا یوسف گلفام کراچی، مولانا عبدالمالک ہزاروی کوئٹہ، مولانا سید رشید میاں لاہور، مولانا مفتی محمد طیب فیصل آباد، مولانا مفتی عبدالشکور آزاد کشمیر، مولانا محمد زبیر روحانی بازی لاہور، مولانا سید عبدالمجید شاہ ندیم راولپنڈی، مولانا سید امیر حسین شاہ گیلانی اوکاڑہ، مولانا عبداللہ شاہ مظہر کراچی، مولانا مفتی فضل الرحمٰن خلیل اسلام آباد، مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی سرگودھا، مولانا صاحبزادہ خلیل الرحمٰن درخواستی خانپور، مولانا محب النبی لاہور، مولانا نعیم الدین لاہور، مولانا بشیر احمد شاد چشتیاں، مولانا کلیم اللہ رشیدی ساہیوال، مولانا حکیم عبدالواحد سیالکوٹ، مولانا حافظ عزیز الرحمٰن قاسمی سیالکوٹ، مولانا عبدالغنی طارق رحیم یار خان، مولانا قاضی عطاء اللہ گوجرانوالہ، مولانا مفتی محمد نعیم اللہ گوجرانوالہ، مماتی مکتبہ فکر کے مولانا یعقوب تبسم گوجرانوالہ، مولانا عبدالرحمٰن گوجرانوالہ، بریلوی مکتبہ فکر کے مولانا خالد حسن مجددی گوجرانوالہ، اہل حدیث مکتبہ فکر کے شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم گوجرانوالہ، مولانا احمد سعید ہزاروی گوجرانوالہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک منصورہ، مولانا عبدالحمید وٹو قلعہ دیدار سنگھ، مولانا مفتی محمد رویس خان ایوبی آزاد کشمیر، مولانا سید محمود میاں لاہور، مولانا عبدالرؤف فاروقی کاموںکے، مولانا محمد اقبال نعمانی علی پور چٹھہ، مولانا سید محمد یوسف شاہ اکوڑہ خٹک، مولانا شاہ محمد لاہور، مولانا عبدالغفار لاہور، مولانا عبدالرؤف چشتی اوکاڑہ، مولانا محمد شفیع قاسمی ساہیوال، مولانا عبدالکریم ندیم خانپور، مولانا عبد

الکریم کوئٹہ، مکہ مکرمہ سے فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی، شارجہ سے حافظ عبید الرحمٰن قریشی، کویت سے مولانا قاری عبیدالرحمٰن ضیاء، افغانستان سے مولانا محمد معصوم، کمالیہ سے حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی، جھنگ سے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی، راولپنڈی سے محمد حنیف قریشی ایم اے، رحیم یار خان سے قاری عمر فاروق، ڈیرہ اسماعیل خان سے مولانا حافظ سلطان، مولانا احمد شعیب، مولانا حفیظ الرحمٰن، لورالائی سے مولانا محب اللہ، سرگودھا سے مولانا محمد الیاس گھمن، کراچی سے مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا مفتی خالد محمود، مفتی محمد طیب بن مولانا یوسف لدھیانویؒ، مولانا محمد بن مولانا مفتی جمیل خانؒ، ملتان سے مولانا اللہ وسایا، خانپور سے مولانا حماد اللہ درخواستی، ڈیرہ اسماعیل خان سے مولانا قاری خلیل احمد سراج، مانسہرہ سے مولانا مفتی عبدالرشید سواتی، آزاد کشمیر سے سردار عبدالقیوم خان، لاہور سے مولانا عتیق الرحمٰن بن مولانا صوفی محمد سرور، مولانا غلام نبی اچھڑیاں، مولانا رشید احمد زاہد ایبٹ آباد، مولانا خلیل الرحمٰن گوجرانوالہ، مولانا غلام اکبر لیہ، مولانا نعیم اللہ فاروقی لاہور، مولانا خورشید احمد گنگوہی لاہور، مولانا عبدالرشید خاکی رحیم یار خان، مولانا قاضی حمید اللہ خان سابق ایم این اے گوجرانوالہ، مولانا عبدالجبار حنفی سلفی لاہور، مولانا عطاء الرحمٰن شہباز سمندری، مولانا محمد رفیق لاہور، حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ اکوڑہ خٹک، مولانا لطیف الرحمٰن لاہور، مولانا فرید احمد حقانی لاہور، مولانا مفتی محمد اویس گوجرانوالہ، مولانا محمد نواز ملتان، مولانا محمود الرشید حدوٹی لاہور۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید کہروڑپکا۔

برطانیہ سے مولانا محمد عمر فاروق صدیق، اسلام آباد سے جامعہ حفصہؓ کی پرنسپل محترمہ ام حسان اور ان کی صاحبزادی تشریف لائیں اور حضرت صوفی صاحبؒ کی اہلیہ اور صاحبزادیوں سے تعزیت کی، راولپنڈی سے جناب طالب اعوان، ہری پور سے محمد اورنگزیب اعوان، برطانیہ سے مولانا قاضی شاہد اقبال، جامع مسجد الغانم خیطان کویت کے خطیب حضرت مولانا ڈاکٹر محمد علی سراج بھی تعزیت کے لیے تشریف لائے اور جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرمایا، کراچی سے ریٹائرڈ کرنل ڈاکٹر مولانا حافظ قاری فیوض الرحمٰن، آزاد کشمیر سے مولانا فاروق صابر، مولانا فیاض اور حافظ سلیمان، اچھڑیاں سے مولانا شوکت علی اور مولانا خالد محمود وغیرہ حضرات تشریف لائے، اور حضرت صوفی صاحبؒ کی ہمہ جہت خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی رحلت کو ایک بڑا صدمہ قرار دیا اور ان کی بخشش اور بلندی درجات کیلئے خدا

کے حضور دعا فرمائی۔

حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی جانشین حضرت صوفی صاحبؒ

حضرت صوفی صاحبؒ کے لگائے ہوئے گلشن کی اپنے خون سے آبیاری کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کی تمام دینی خدمات قبول فرمائے۔

ان کے مشن کو زندگی کا مقصد بنا کر کام کریں گے، اللہ ہمیں ان جیسا اخلاص نصیب فرمائے، آمین۔

میرے مربی، میرے شیخ، میرے استاد، میرے راہبر، میرے مرشد کامل اور میرے انتہائی شفیق والد محترم فکرولی اللّٰہی کے امین اور ہم سب کیلئے برکتوں وراہنمائی کا منبع تھے، ان کی پوری زندگی مدرسہ نصرۃ العلوم وجامع مسجد نور اور دین کی خدمت سے عبارت رہی، حضرت صوفی عبد الحمید سواتی اب اس دنیا میں نہیں رہے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے، آمین۔

فکرولی اللّٰہی کے حوالے سے ان کا کام اور معالم العرفان ونماز مسنون جیسی کتب ان کی شاندار دینی خدمات ہیں اللہ ان کی ان تمام دینی کاوشوں کو قبول منظور فرمائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ ان کے لگائے ہوئے گلشن کی حفاظت فرمائے، حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم وجانشین حضرت صوفی صاحبؒ کی ''وزارت'' سے گفتگو۔

گوجرانوالہ (طاہر قیوم چوہدری) ہمارے مرشد ومربی والد محترم شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتیؒ اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے، ہمارا عزم صمیم ہے کہ ان کے لگائے ہوئے گلشن کی ہم اپنے خون سے آبیاری کریں گے اور انشاء اللہ ان کے مشن کو زندگی کا مقصد بنا کر کام کریں گے، اللہ رب العزت ہمیں ان جیسا اخلاص واستقلال نصیب فرمائے ان خیالات کا اظہار جانشین حضرت صوفی صاحبؒ ومہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم صاحبزادہ حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی نے وزارت کے چیف ایڈیٹر طاہر قیوم چوہدری سے ایک خصوصی نشست میں کیا انہوں نے کہا کہ ہماری سب سے بڑی دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت صوفی صاحبؒ کی تمام دینی خدمات کو شرف قبولیت بخش کر ان کے درجات کو بلند فرمائے ان کی سیئات کو حسنات میں بدل دے اور ان کی مغفرت فرمائے، انہوں نے کہا کہ حضرت صوفی صاحبؒ ہمارے صرف

مربی و شیخ ہی نہ تھے بلکہ وہ مرشد کامل ہمارے راہبر ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے انتہائی شفیق و مہربان والد بھی تھے، وہ حضرت شاہ ولی اللہ کی فکر کے صحیح معنوں میں ترجمان اور امین بھی تھے وہ نہ صرف ہمارے لیے بلکہ اس ادارے کے ساتھ ساتھ پورے شہر کی برکتوں و راہنمائی کا منبع تھے انہوں نے کہا کہ انکی پوری زندگی مدرسہ نصرۃ العلوم و جامع مسجد نور، دین کی خدمت سے عبارت تھی، بالخصوص فکر ولی اللّٰہی کے حوالے سے ان کا کام اور معالم العرفان کی بیس ضخیم جلدیں و نماز مسنون جیسی عظیم کتاب اور لاکھوں شاگردان ان کی شاندار دینی خدمات ہیں جو ان کے لئے بہترین صدقہ جاریہ ہیں اللہ ان کی ان تمام دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے لگائے ہوئے گلشن کی حفاظت فرمائے، آمین یارب العالمین۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور ۲۳ اپریل تا ۶ مئی ۲۰۰۸ء)

قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن ایم این اے/ جناب محمد اکرم درانی سابق وزیر اعلیٰ سرحد

حضرت صوفی صاحبؒ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، وہ اپنے اکابر کی صحیح تصویر تھے انکے مشن کو آگے بڑھائیں گے، شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی پوری زندگی اخلاص، دینداری اور دین کی خدمات سے عبارت تھی، قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن کا اظہار خیال۔

حضرت صوفی صاحبؒ جیسے اکابرین کے جوتوں کا صدقہ ہے کہ آج ہم میں تھوڑی بہت دینداری قائم ہے، سابق وزیر اعلیٰ سرحد محمد اکرم خان درانی کا نصرۃ العلوم میں اظہار خیال۔

گوجرانوالہ (طاہر قیوم چوہدری) شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے وہ اپنے اکابر کی صحیح تصویر تھے ان خیالات کا اظہار قائد جمعیت علماءؒ اسلام مولانا فضل الرحمٰن نے نصرۃ العلوم آمد پر حضرت صوفی صاحبؒ کے لواحقین و علماء سے تعزیت کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ حضرت کی پوری زندگی اخلاص، دینداری اور دینی خدمات سے عبارت تھی، اللہ تعالیٰ ان کی تمام دینی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔

اسی موقع پر مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ آئے ہوئے سابق وزیر اعلیٰ سرحد محمد اکرم خان درانی نے حضرت کے صاحبزادوں، شہریوں و علماء سے تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت صوفی صاحبؒ جیسے اکابرین

واسلاف کے جوتوں کا صدقہ ہے کہ آج ہم میں جوتھوڑی بہت دینداری قائم ہے انہوں نے کہا کہ حضرت کے مشن کو ہم ضرور آگے بڑھائیں گے اسی میں ہماری دنیاوی واخروی کامیابی کا راز ہے۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور ۲۳ اپریل تا ۶ مئی ۲۰۰۸ء)

حضرت مولانا حافظ حسین احمد

حضرت صوفی صاحب علماء حق وحضرت شیخ حسین احمد مدنیؒ کے صحیح جانشین تھے، ان کا وجود مسعود بہت ساری خیر و برکتوں کا منبع تھا، اکابرین کے نقش قدم پر چل کر اسلام کی عظمت کا علم بلند کیا، ممتاز پارلیمنٹیرین کا اظہار خیال۔

گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی) فکرو ولی اللّٰہی کے ترجمان شیخ وقت حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ علماء حق اور اپنے شیخ حضرت حسین احمد مدنی کے صحیح معنوں میں جانشین تھے ان خیالات کا اظہار ممتاز پارلیمنٹیرین حافظ حسین احمد مرکزی راہنما جمعیت علماء اسلام نے اپنی نصرۃ العلوم آمد پر حضرت کے صاحبزادگان سے تعزیت کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ حضرت صوفی صاحبؒ کا وجود مسعود بہت ساری خیر و برکتوں کا منبع تھا انہوں نے اپنے اسلاف واکابرین کے نقش قدم پر چل کر اسلام کی عظمت کا علم بلند کیا ہے۔ اللہ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور پسماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلائے، آمین یا رب العالمین۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

صاحبزادہ مولانا صوفی محمد ریاض خان سواتی

والدگرامی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی زندگی تاریخ کا ایک سنہری باب تھی، شفیق باپ عظیم استاذ کامل شیخ کی دعاؤں سے محروم ہوگیا ہوں۔

والد بزرگوارم حضرت صوفی صاحبؒ کے مشن کو زندہ رکھنے کیلئے کسی بھی قسم کی جانی ومالی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے، اللہ ہمیں صوفی صاحب والا اخلاص نصیب فرمائے، آج دنیا میں ہر جگہ پر حضرت صوفی صاحبؒ کے شاگرد قرآن وسنت کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں، جو ان کا فیض اور بہترین صدقہ جاریہ ہے، صوفی محمد ریاض خان سواتی کا اظہار خیال۔

گوجرانوال (طاہر قیوم چوہدری) والدگرامی قدر بزرگوارم حضرت قبلہ شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی

عبدالحمید سواتیؒ کی پوری زندگی تاریخ کا ایک سنہری باب اور مثالی تھی آپ ایک عظیم ترین انسان تھے، ہم انتہائی شفیق باپ، عظیم استاذ، کامل شیخ کی دعاؤں اور شفقتوں سے محروم ہوگئے ہیں، ان خیالات کا اظہار ممتاز روحانی راہنما و ناظم اعلیٰ مدرسہ نصرۃ العلوم صاحبزادہ حضرت مولانا صوفی محمد ریاض خان سواتی نے گفتگو کرتے ہوئے کیا، انہوں نے کہا کہ حضرت صوفی صاحبؒ کے مشن کو زندہ وسلامت رکھنے کیلئے کسی بھی قسم کی جانی و مالی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے، اللہ رب العزت سے خصوصی دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت صوفی صاحب جیسا اخلاص واخلاق اور عزم وہمت نصیب فرمائے، انہوں نے مزید گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج دنیا میں ہر جگہ پر حضرت صوفی صاحبؒ کے شاگرد قرآن وسنت کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں، جو ان کا فیض اور بہترین صدقہ جاریہ ہیں اللہ رب العزت ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

حضرت مولانا علی شیر حیدری

شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ اکابرین علماء دیوبند کی یادگار نشانی تھے، وہ فکر ولی اللّٰہی کے صحیح ترجمان تھے، ان کے جانے سے نہ صرف ہم بلکہ اہلیان گوجرانوالہ بھی یتیم ہو گئے ہیں، اظہار خیال۔

گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی) شیخ التفسیر وفکر ولی اللّٰہی کے ترجمان حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ اکابرین علماء دیوبند کی یادگار نشانی تھے ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا علی شیر حیدری مرکزی راہنما اہلسنت والجماعت نے نصرۃ العلوم آمد کے موقع پر کیا انہوں نے کہا کہ حضرت فکر ولی اللّٰہی کے صحیح ترجمان تھے ان کے جانے سے نہ صرف ہم بلکہ اہلیان گوجرانوالہ بھی یتیم ہوگئے ہیں اور ان کے وجود کی برکتوں سے محروم ہو گئے ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

حضرت مولانا طارق جمیل

جامع مسجد نور (چھپڑ والی مسجد) ومدرسہ نصرۃ العلوم جیسا عظیم ادارہ شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتیؒ کے اخلاص کی نشانی ہیں، مولانا محمد طارق جمیل۔

یہ حضرت صوفی صاحبؒ کے خلوص کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں انتہائی مقبولیت سے نوازا تھا، ان کا فیض آج بھی جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا، یہ مدرسہ یہ مسجد ان کی کتب، ان کی تفسیر القرآن ان کے تلامذہ پھر تلامذہ کے تلامذہ یہ سب ان کیلئے بہترین صدقہ جاریہ ہیں، نصرۃ العلوم میں تعزیت کے موقع پر گفتگو۔

گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی) جامع مسجد نور و مدرسہ نصرۃ العلوم شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کے اخلاق کی نشانی ہیں ان خیالات کا اظہار عظیم عالمی مبلغ مولانا طارق جمیل نے تعزیت کے موقع پر اپنی نصرۃ العلوم آمد پر کیا انہوں نے کہا کہ یہ حضرت صوفی صاحبؒ کا اخلاص ہی تھا کہ اللہ رب العزت نے انہیں انتہائی مقبولیت سے نوازا تھا، ان کا فیض آج بھی جاری ہے، اور انشاء اللہ قیامت کی صبح تک جاری رہے گا انہوں نے کہا کہ یہ عظیم الشان مدرسہ، مسجد حضرت کی کتب ان کی تفسیر القرآن ان کے تلامذہ پر تلامذہ کے تلامذہ یہ سب ان کیلئے بہترین صدقہ جاریہ ہیں، جب تک یہ سلسلہ قائم و دائم ہے انہیں برابر حصہ ملتا رہے گا، اللہ ان کی قبر کو نور اور برکت سے بھر دے، آمین۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

حضرت مولانا سید عطاء المومن شاہ بخاری

میری خوش بختی ہے کہ حضرت صوفی صاحبؒ میرے استاد تھے، حضرتؒ سے گلستان سعدی وغیرہ پڑھیں، ان کا خلا کبھی پر نہیں ہوسکتا، ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی اللہ ہمیں ہمت عطا فرمائے۔

گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی) شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ تاریخ کا سنہری باب تھے جو بد قسمتی سے اب بند ہوگیا ہے، ان خیالات کا اظہار مدرسہ نصرۃ العلوم آمد پر حضرت مولانا سید عطاء المومن شاہ بخاری ابن امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے حضرت کی تعزیتی محفل میں کیا انہوں نے کہا کہ میں حضرت کا شاگرد ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے میں نے نصرۃ العلوم کے ابتدائی دور میں حضرت سے گلستان سعدی وغیرہ کتب پڑھی ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت کا خلا تو کبھی بھی پر نہیں ہوسکتا، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ ان کے لگائے ہوئے گلشن کو آباد رکھے اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں ان کے صاحبزادگان کو ہمت و توفیق اور اخلاص نصیب فرمائے، آمین۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی

صوفی صاحبؒ اپنے اکابر کی تصویر تھے ساری عمر انہیں کے نقش قدم پر چلے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ ان کے صاحبزادگان ان کے لگائے ہوئے گلشن کی صحیح معنوں میں آبیاری کریں گے، اللہ ان کا حامی وناصر ہو۔

گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی) ترجمان فکر ولی اللّٰہی شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ اپنے اکابر واساتذہ کی صحیح معنوں میں تصویر تھے، اور وہ ساری عمر انہیں کے نقش قدم پر چلتے رہے، اللہ نے ان کو بڑی مقبولیت سے نوازا تھا، ان خیالات کا اظہار مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی مفتی وصدر مدرس جامعہ عبداللہ بن مسعود خانپور کٹورہ نے نمائندہ وزارت سے گفتگو کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ رب العزت ایسے اکابر حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ سے دعا ہے کہ حضرت کی طرح ان کے صاحبزادوں کو بھی ان کے درجے میں قبول فرما کر اس قابل کردے کہ ان کے لگائے ہوئے گلشن کی وہ صحیح معنوں میں آبیاری کرسکیں اللہ ان کا حامی وناصر ہوگا۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

حضرت مولانا حاجی صوفی محمد احمد کریم قاسمی

مذہبی اسکالر وفکر ولی اللّٰہی کے ترجمان ہونے کے ساتھ، میرے شیخ سیاسی مدبر بھی تھے، کئی سال حضرت صوفی صاحبؒ کے جوتوں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی، میرے لیے یہی سرمایہ دنیا وآخرت ہے۔

لاہور (بیورو رپورٹ) میرے شیخ واستاد حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ نہ صرف مذہبی اسکالر وفکر ولی اللّٰہی کے ترجمان تھے بلکہ وہ بہت بڑے سیاسی مدبر بھی تھے ان کی للکار نے ہمیشہ کرپٹ حکمرانوں کے ایوانوں میں لرزہ طاری رکھا، ان خیالات کا اظہار حاجی صوفی محمد احمد کریم مدیر مدرسہ تعلیم القرآن گلبرگ نے وزارت سے گفتگو کے دوران کیا، انہوں نے کہا کہ میرے لیے یہ بڑی خوش قسمتی وسعادت کی بات ہے کہ میں کئی سال تک حضرت اقدسؒ کے جوتوں میں بیٹھا ہوں اور یقین کریں میرے لیے دنیا وآخرت میں یہی سب سے بڑا سرمایہ ہے اللہ حضرتؒ کی مغفرت اور درجات بلند فرمائے، آمین ثم آمین۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

حضرت مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر

حضرتؒ کی دروس القرآن کے بغیر آج بھی درس دینے کا مزہ نہیں آتا، کئی سال تک حضرتؒ کے سایہ عاطفت میں رہا، انکی شفقتیں میری زندگی کا سرمایہ ہیں، اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

گوجرانوالہ (ٹیلی فون گفتگو) حضرت صوفی عبدالحمید خان سواتی ؒ کی معالم العرفان یعنی دروس القرآن کے مطالعہ کے بغیر آج بھی ہمیں درس دینے کا مزہ نہیں آتا اس کی اپنی ہی ایک روحانیت ہے ان خیالات کا اظہار پاکستان شریعت کونسل پنجاب کے امیر مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر قادری نے ہمارے نمائندہ سے ٹیلی فون پر گفتگو کے دوران کیا، انہوں نے کہا کہ میں کئی سال تک حضرت کے زیر سایہ رہ کر نصرۃ العلوم میں پڑھا ہوں ان کی شفقت اور مہربانیاں ہی میری زندگی کا سرمایہ ہیں اللہ رب العزت ان کی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

حضرت مولانا عبدالخبیر آزاد

حضرت صوفی صاحب ؒ کی ساری زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے، انہوں نے امت میں اسلامی شعور بیدار کر کے انسانیت کو اسلامی طرز معاشرت سے روشناس کرایا، مدرسہ نصرۃ العلوم آمد پر اظہار خیال۔

گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی) شیخ التفسیر ترجمان فکر ولی اللّٰہی نے اپنی پوری زندگی کلمہ حق بلند کیا ہے ان کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے اللہ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے ان خیالات کا اظہار مولانا عبدالخبیر آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور نے اپنی نصرۃ العلوم آمد پر تعزیت کے دوران کیا، انہوں نے کہا کہ حضرت صوفی صاحب ؒ نے امت مسلمہ میں اسلامی شعور بیدار کر کے انسانیت کو اسلامی طرز معاشرت سے روشناس کرایا، وہ ہمارے لیے ایک آئیڈیل شخصیت تھے، اللہ انکی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

حضرت مولانا قاری عبیداللہ عامر

میری خوش بختی ہے کہ ۳۰ سال سے حضرت کی خدمت میں ہوں، ایسا شفیق مہربان اور ڈسپلن والا استاد پوری زندگی نہ دیکھا نہ سنا، اللہ کے وہ مقبول بندوں میں سے تھے، وزارت فورم میں اظہار خیال۔

گوجرانوالہ (وزارت فورم میں) میری انتہائی خوش بختی وخوش قسمتی ہے اس پر جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کروں وہ کم ہے کہ میں پڑھنے سے لیکر پڑھانے تک ۳۰ سال حضرت کی خدمت ان کے زیر سایہ کام کر رہا ہوں۔

عامل و عالم باعمل مولانا قاری عبیداللہ عامر نے وزارت فورم میں حضرت صوفی عبدالحمید سواتی ؒ کے

بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ ہم نے عمر بھر ایسا مہربان نظم وضبط کا پابند شفیق استاد نہ دیکھا نہ سنا انہوں نے کہا کہ حضرت صوفی صاحبؒ اللہ کے مقبول ترین بندوں میں سے تھے اللہ ان کی تمام خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

قاری محمد اکرم زبیری

شہر کے سارے مدارس دینیہ حضرت صوفی صاحبؒ کا صدقہ جاریہ ہیں، آج صرف حضرتؒ کی اولاد یا مدرسہ نصرۃ العلوم ہی نہیں بلکہ سارے مدارس دینیہ ہی یتیم ہو گئے ہیں۔

گوجرانوالہ (ایریا رپورٹر) گوجرانوالہ شہر کے سارے مدارس دینیہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کا فیض اور صدقہ جاریہ ہیں اور یہ فیض انشاءاللہ قیامت تک جاری رہے گا ان خیالات کا اظہار قاری محمد اکرم زبیری پرنسپل اقراء اکیڈمی نے نمائندہ وزارت سے گفتگو کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ آج حضرت صوفی صاحبؒ کی اولاد یا مدرسہ نصرۃ العلوم ہی نہیں بلکہ سارے مدارس دینیہ یتیم ہو گئے ہیں، ہم امید کرتے ہیں کہ ان کے جانشین حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی یہ سلسلہ اسی طرح جاری رکھیں گے۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

حضرت مولانا محمد ایوب صفدر

میرے شیخ حضرت صوفی صاحبؒ گوجرانوالہ کیلئے خیر و برکت تھے۔

حضرت کے جوتوں کا صدقہ ہے کہ میں آج صحیح العقیدہ ہوں، وہ بڑی شفیق ہستی تھے۔

گوجرانوالہ (پریس ریلیز) میرے شیخ کامل میرے مربی میرے استاد حضرت شیخ مولانا صوفی عبد الحمید سواتیؒ ہمارے شہر گوجرانوالہ کیلئے بڑی خیر و برکت کا باعث تھے، صد افسوس وہ آج اس دنیا میں نہیں رہے۔

اللہ رب العزت ان کی قبر کو انوار و خیر سے بھر دے ان خیالات کا اظہار ممتاز عالم وسیاسی راہنما مولانا محمد ایوب صفدر نے پریس نوٹ میں کیا، انہوں نے کہا کہ یہ حضرت صوفی صاحبؒ کے جوتوں کا ہی صدقہ ہے کہ ہم آج صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔ (ہفت روزہ وزارت لاہور)

تعزیتی مکاتیب

حضرت مولانا سمیع الحق

ممبر سینٹ آف پاکستان/مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ/سیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام پاکستان/مرکزی نائب صدر متحدہ مجلس عمل پاکستان/ایڈیٹر ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

برادران گرامی مخدوم زادگان مکرمین مولانا محمد ریاض صاحب مولانا محمد فیاض

وبرادر گرامی مرتبت مولانا زاہد الراشدی حفظہم اللہ ودیگر متعلقین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت اقدس صوفی صاحب رحمہ اللہ کا حادثہ ارتحال علم وعمل کی دنیا کے لیے عظیم سانحہ ہے افسوس کہ ظہر کے بعد اطلاع ملی وقت کم تھا مگر اس کے علاوہ طبیعت رات سے بے حد مضمحل تھی سفر کا تحمل نہ ہوسکا عدم شرکت ایک بڑی سعادت سے محرومی تھی مگر معذوری کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا ایک اہم وفد اکابرین جمعیت پر مشتمل جنازہ میں شریک ہوا۔ دوسرے دن دارالحدیث میں تعزیتی مجلس ہوئی احقر نے خطاب کیا اور اجتماعی دعا کرائی گئی جس کی تفصیل اخبارات میں آچکی ہے۔ حضرت مولانا مرحوم گوناگوں صفات وکمالات کے حامل شخصیت تھے الحق کے اوائل میں حضرت مولانا مرحوم نے مستقلاً وقیع نگارشات اور مقالات سے نوازا جو الحق کے علمی مقام کی رفعت کا ذریعہ بنا اور بارہا خطوط میں ناچیز کی تشجیع اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے مگر کل من علیہا فان بجز صبر وشکر چارہ نہیں اللہ تعالیٰ ان کی جدائی سے پیدا ہونے والا خلا پر فرمادے اور نصرۃ العلوم کے ذریعہ سے اور اولاد امجاد کے ذریعہ سے فیض جاری ساری رکھے جلد از جلد خود بھی حاضر ہونے کی سعی کرونگا۔ پورا دارالعلوم اور جمعیۃ علماء اسلام اس غم میں شریک تعزیت ہے۔ والسلام: سمیع الحق/۱۰ اپریل ۲۰۰۸ء

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان/مہتمم الجامعہ الفاروقیہ کراچی

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب زادت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی اور ڈاکٹر دین محمد کی پے درپے وفات حسرت آیات آپ کے لیے اور دوسرے متعلقین کے لیے تو رنج والم کا باعث ہے ہی لیکن حضرت صوفی صاحب مرحوم کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کے پُر ہونے کی امید نہیں یہ بڑا قومی سانحہ ہے آج تو جو مہر تاباں غروب ہوتا ہے اس کی جگہ معمولی چراغ بھی جلتا نظر نہیں آتا اب ایسے افراد پیدا ہی نہیں ہو رہے علم وعمل کے جامع اور بزرگوں کے مزاج ومسلک سے بخوبی واقف شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے علوم کے شارح وناشر قرآن کریم کے قابل رشک مفسر حدیث نبوی کے کامیاب ترین ماہر محدث کہاں میسر ہیں اب تو لگتا ہے۔ ـ

زندگی بے کیف ہے بے رنگ ہے تیرے بغیر نام بھی جینے کا گویا ننگ ہے تیرے بغیر
جو سکوں آباد رہتا تھا جوارِ قلب میں آہ وہ صد میل وصد فرہنگ ہے تیرے بغیر
اب نہ احساسِ مسرت ہے نہ کچھ احساسِ غم دل کے آئینہ پہ اک زنگ ہے تیرے بغیر
یاس کی ظلمت الم کی چار سو تاریکیاں صبح نور افروز بھی شب رنگ ہے تیرے بغیر

جناب دین محمد مرحوم کے احوال قابل رشک ولائق تقلید ہیں بزرگوں سے مضبوط تعلق اور اس کے نتیجہ میں تعلق مع اللہ کی دولت سے سرشار وسرفراز حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں مستعد محتاط یہ ایسی صفات ہیں کہ آج ان کا قحط روز افزوں ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ مرحومین کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائیں اور پس ماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا ہو۔ احقر کی طرف سے تعزیت کے کلمات حضرت مولانا سرفراز خان صاحب اور حضرت صوفی صاحب کے صاحبزادگان تک بھی پہنچا دیں تو ممنون ہوں گا۔ والسلام: سلیم اللہ خان/ جامعہ فاروقیہ کراچی/ ۶/ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ ۱۳/ اپریل ۲۰۰۸ء

حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری

چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم لندن

بخدمت گرامی اقدس حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز صفدر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوں گے دیگر حضرت صوفی صاحب قدس اللہ سرہٗ کے انتقال کی خبر یہاں برطانیہ میں نہایت صدمہ اورافسوس سے سنی گئی پاکستانی چینلوں خاص طور پر جیو پر حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے وصال کی خبر بعض اکابرین کے تعزیتی جملوں کے ساتھ سارا دن چلتی رہی برطانیہ میں علماء فون کر کے ایک دوسرے سے تعزیت کرتے رہے بندہ کو بھی بہت سے تعزیتی فون آئے۔

حضرت صوفی صاحب قدس اللہ سرہٗ آج کے شر وفساد کے دور میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے بندہ نے حضرت صوفی صاحبؒ کو انتہائی انکساری، تواضع اور سادگی کا پیکر پایا بندہ نے جب بھی حضرت صوفی صاحب کی خدمت میں حاضری دی انہیں ایک چھوٹے سے سادہ کمرے میں سادہ سی چارپائی پر جلوہ افروز پایا آپ انتہائی شفقت محبت عنایت فرماتے آپ سے مل کر ہمیشہ اپنائیت کا احساس ہوتا ''ورلڈ اسلامک فورم'' کے عنوان سے جو ٹوٹی پھوٹی کوششیں ہم لوگ یہاں کر رہے ہیں ان میں حضرت صوفی صاحبؒ کی توجہات، دعائیں شامل حال محسوس کی اللہ تعالیٰ نے حضرت صوفی صاحبؒ سے اس قدر علمی، دعوتی، فکری و تصنیفی کام لیا جتنا کوئی بڑی سے بڑی اکاڈیمی نہیں کر سکتی۔ پاکستان کے ایک چھوٹے سے شہر میں چھوٹی سی جگہ بیٹھ کر انتہائی کم وسائل بلکہ کسمپرسی کی حالت میں حضرت صوفی صاحبؒ کا اس قدر وسیع ووقیع کام کر جانا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپؐ کے ایک ایک وارث نے پچھلی امتوں کے انبیاءؑ کی طرح کام کیا حضرت صوفی صاحبؒ نے بلا مبالغہ تفسیر، حدیث، دعوتی مضامین، علمی مقالات کی صورت میں لاکھوں صفحات تحریر فرمائے حضرت صوفی صاحبؒ کی تحریروں میں ہمیشہ علماء دیوبند کا ٹھیٹ، خالص، صحیح اور عزیمت والا موقف سامنے آتا رہا گزشتہ نصف صدی میں پورے برصغیر میں بعض علمی مسائل خاص طور پر وحدت الوجود پر نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ پر جو تحریریں سامنے آئیں آپ نے پورے طبقہ

علماء کی طرف سے فرض کفایہ ادا فرمایا بندہ کے نزدیک آپ حضرت شیخ الہندؒ، حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کے پرعزیمت ومجاہدانہ سلسلۃ الذہب کی کڑی تھے آپ کی زندگی علماء کیلئے مشعل راہ ہے بدقسمتی سے عرصہ سے علماء کا رجحان اجتماعی ذمہ داریوں اور عملی میدانوں سے فرار ہوکر پرسکون گوشوں میں بیٹھ کر تدریسی، تعلیمی، تصنیفی کام کرنے کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اس قحط الرجال کے دور میں جب کوئی شخصیت رخصت ہوتی ہے تو اس کی جگہ بڑی حد تک خالی ہی رہتی ہے صوفی صاحبؒ بھی ایک ایسی ہی عظیم شخصیت تھے جن کا خلاء پُر ہونا بظاہر بہت مشکل ہے اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحب کی بال بال مغفرت فرمائے اعلیٰ علیین اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے پس ماندگان کو آپ کے اوصاف وکمالات کا حامل بنائے۔ آپ نے علم وعمل عزیمت وکردار کے جو چراغ روشن کئے انشاء اللہ ان کی روشنی قائم دائم رہے گی جامعہ نصرت العلوم، آپ کے تربیت کردہ سینکڑوں علماء خاص طور پر مولانا محمد فیاض خان دامت برکاتہم، مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم حضرت صوفی صاحبؒ کا مشن جاری رکھیں گے صوفی صاحبؒ کا وصال تمام پس ماندگان خاص طور پر حضرت والا کیلئے انتہائی غم واندوہ کا باعث ہے اور اس عمر میں حضرت والا کیلئے جانکاہ صدمہ ہے اللہ تعالیٰ حضرت والا اور تمام پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے اور اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ تادیر ملت اسلامیہ پر قائم رکھے، آمین یارب العٰلمین۔

محتاج دعا: محمد عیسیٰ منصوری (لندن) ۱۹ اپریل ۲۰۰۸ء

حضرت مولانا مجاہد الحسینی

سیرت مرکز ۶۵۔ بی پیپلز کالونی فیصل آباد

برادر مکرم مولانا زاہد الراشدی صاحب زید فضلہ

نائب چیئرمین شریعت کونسل پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آج اخبارات میں آپ کے عم محترم شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہء

ارتحال کی خبر پڑھ کر بہت صدمہ پہنچا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا عبدالحمید سواتیؒ کے تبحر علمی اور ان کے زہد وتقویٰ کے باوصف ان کی شگفتہ مزاجی ہر زائر اور ملاقاتی کو گرویدہ بنا لیتی تھی، علم وادراک اور فہم وشعور کے اعتبار سے پاکستان کے بنجر اور بیابان میں حضرت صوفی سواتی صاحبؒ نے اسلام کے صحیح عقاید ونظریات کی ایسی تخم ریزی کی کہ ویرانہ بہار آفریں گلشن سے آراستہ ہوگیا اور معاشرہ اس کی عطر بیزی سے مہک اٹھا، حضرت مولانا علیہ الرحمہ فکر ولی اللٰہی کے صحیح شارح اور ترجمان تھے، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران حضرت مولانا مفتی عبدالواحد رحمہ اللہ کی رفاقت میں وہ دفتر آزاد لاہور میں کئی مرتبہ تشریف لائے اور اپنی گرانقدر تجاویز اور مشوروں سے اس فقیر کو نوازا تھا، مگر میری محرومی کہ ان کی تیمارداری کے ارادے سے گوجرانوالہ میں حاضری کا کئی مرتبہ پروگرام بنانے کے باوجود حرماں نصیب ہی رہا تا آنکہ ان کے سفر آخرت کی افسوسناک خبر مل گئی۔بہت افسوس اور صدمہ پہنچا۔اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں اور گناہوں کو معاف کردے، حضرت مولانا عبدالحمید سواتی کو جنت الفردوس میں مقام علیین سے سرفراز فرمائے اور آپ سب اہل خانہ اور احباب واقرباء کو صبر وتحمل کی توفیق سے نوازے آمین۔

حضرت مولانا عبدالحمید سواتی کے داغ مفارقت سے پاکستان ایک عظیم اور عبقری شخصیت سے محروم ہوگیا ہے یہ صرف شہر گوجرانوالہ یا پاکستان کا ہی نہیں عالم اسلام کا نا قابل تلافی نقصان ہے آپ کی دینی، علمی وادبی اور تحقیقی خاندانی روایات کی کڑی ٹوٹنے سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ مشکل ہی سے پر ہو سکے گا، اللہ تعالیٰ غیب سے ایسے اسباب فراہم کردے کہ حضرت صوفی صاحب کی روشن کردہ دینی، علمی شمع ہمہ جہت درخشاں وتابندہ رہے اور ہمیں استفادے کے مواقع فراہم کر کے ہمارے ظلمت کدۂ فکر ونظر کو منور فرماتا رہے۔آمین

والسلام: آپ کا شریک غم، مجاہد الحسینی/ ۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ ۷ اپریل ۲۰۰۸ء

جناب قاضی حسین احمد

امیر جماعت اسلامی پاکستان

مکرمی جناب مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب ومولانا محمد ریاض خان سواتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ آپ کے والد اور ممتاز عالم دین حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب گزشتہ دنوں رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب (نور اللہ مرقدہ) نے اپنی ساری زندگی قرآن وحدیث کی تعلیم وتدریس کیلئے وقف رکھی اور علماء وطلبہ کی تربیت اور تصنیف وتالیف میں گزاری۔ ان کی قرآن مجید کی ضخیم تفسیر جو آئندہ نسلوں خصوصاً علماء کرام کے لیے علوم اسلامی کا بیش قیمت خزانہ ہے، ہمیشہ یاد رکھی جائے گی اور قرآنی علوم کے تشنگان اس سے اپنی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کے صدقے انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا کی علمی، روحانی اور تربیتی شخصیت ملک وملت کے لئے باعث خیر وبرکت تھی۔ ان کی وفات سے قوم ایک عظیم ہستی سے محروم ہوگئی ہے اور بالخصوص دینی طبقے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ انہوں نے خیر کی قوتوں کو تعاون دیا اور شر کی قوتوں کو کمزور کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کیا اور جامعہ نصرۃ العلوم جیسے عظیم تعلیمی، تبلیغی وتربیتی ادارے کی توسیع وترقی میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ان کی خوش اخلاقی، تواضع اور زہد وعبادت کی وجہ سے انہیں عوام وخواص میں قبولیت عام حاصل تھی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب کے اعمال صالحہ اور خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت بخشے، انہیں اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمائے، آپ اور تمام اہل خاندان پر ان کے فیوض وبرکات جاری رہیں اور آپ سب ان کے لئے صدقہ جاریہ بنے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ اور تمام خاندان اور مولانا کے حلقہ شاگردان ومعتقدین کو مولانا کی جدائی کا صدمہ صبر وحوصلہ کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق دے، آمین۔ والسلام: خاکسار (قاضی حسین احمد) ۲۰۰۸ء-۴-۱۶

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی

مدیر ماہنامہ القاسم، مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ نوشہرہ

مخدوم ومکرم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت اقدس علوم ومعارف کے بحر بے کراں، المجاہد الکبیر، شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر سے حد درجہ رنج وقلق ہوا اسی روز جامعہ ابوہریرہ میں دوروزہ روحانی اجماع تھا علماء، مشائخ، صوفیاء، اہل اللہ اور طلبہ کا ہجوم تھا۔ یہ خبر صاعقہ بن کر گری، فوراً سارے معمولات روک کر حضرتؒ کیلئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔

مولانا مرحوم کی علمی، تصنیفی، تدریسی خدمات مسلم ہیں نہ صرف آپ یتیم ہوئے بلکہ امت یتیم ہوگئی ہم سب آپ کے ساتھ غم میں برابر کے شریک بلکہ تعزیت کے مستحق ہیں۔

والسلام: عبدالقیوم حقانی / ۱۷ اپریل ۲۰۰۸ء

حضرت مولانا احمد الرحمٰن

خطیب پارلیمنٹ ہاؤس، اسلام آباد

محترم برادر مکرم فیاض خان سواتی صاحب دامت برکاتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

بعد از سلام مسنون حضرت اقدس مفسر قرآن، مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر انتہائی افسوس ہوا ہے، بندہ کی صحت ٹھیک نہیں تھی جس کی وجہ سے نماز جنازہ میں حاضر نہیں ہوسکا۔ اس عظیم ہستی کے انتقال سے جو دین کا نقصان ہوا ہے شاید ہی صدیوں تک پورا ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ آپ سمیت تمام ورثاء کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرتے ہوئے اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

فقط والسلام: احمد الرحمٰن

حضرت مولانا سید محمد اکبر شاہ بخاری

ناظم اعلیٰ مرکز تبلیغ مجلس صیانۃ المسلمین/ مدرسہ اشرفیہ حاصل پور ضلع راجن پور

محترم المقام برادر مکرم جناب مولانا فیاض خان سواتی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی؟

عرض ہے کہ آج اخبارات میں یہ افسوسناک خبر پڑھ کر دل پر بجلی سی گری کہ حضرت اقدس شیخ الحدیث والتفسیر مولانا صوفی عبدالحمید سواتی قدس سرہ رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ کی وفات حسرت آیات علامات قیامت میں سے ہے اور موت العالِم موت العالَم کا صحیح مصداق ہے۔ آپ کیلئے اور دیگر برادران کیلئے صبر آزماء وقت ہے حق تعالیٰ شانہ آپ سب حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ اور حضرت اقدس رحمہ اللہ کو درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔ حضرتؒ کی دینی علمی تبلیغی اصلاحی اور تصنیفی خدماتِ جلیلہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔ آپ نے گوجرانوالہ میں دینی مرکز قائم فرما کر اہل علم اور طالبان علم پر احسان عظیم فرمایا۔ پھر تفسیر قرآن تالیف فرما کر تمام مسلمانوں خصوصاً علماء و اہل علم و دانش پر مزید احسان فرمایا۔ پچاس سے زائد تصانیف آپ کی علمی بصیرت کا بین ثبوت ہیں۔ علاوہ ازیں آپ جیسی اولاد صالحہ ماشاء اللہ عظیم ورثہ اور آپکا جامعہ نصرۃ العلوم اور تصانیف سب عظیم صدقۂ جاریہ ہیں، حق تعالیٰ ان کی [illegible]ت کے صلہ میں درجات عالیہ عطا فرمائیں۔ اور ان کی یادگاروں کو ہمیشہ قائم و دائم رکھیں، آمین۔ بندہ ناچیز اپنی طرف سے اور احباب مجلس صیانۃ المسلمین کی طرف سے اور اپنے مدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم جامع مسجد عثمانیہ کے اراکین وممبران کی طرف سے دلی تعزیت قبول فرمایئے۔ ہم نے یہاں حضرتؒ کیلئے خصوصی دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کیلئے ختم قرآن کا اہتمام کیا اور مجلس کے اجلاس میں حضرتؒ کی خدمات جلیلہ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ ہم آپ کے غم میں برابر شریک ہیں اور دعا گو ہیں۔ احقر محمد اکبر شاہ بخاری عفی عنہ / ناظم اعلیٰ مرکز تبلیغ مجلس صیانۃ المسلمین مدرسہ اشرفیہ حاصل پور ضلع راجن پور/ ۲۰۰۸ء/۴/ ۷

حضرت مولانا عبدالسلام

مہتمم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو ضلع اٹک۔ پاکستان

مخلصنا فی اللہ مولانا فیاض خان صاحب

ودیگر ابناء کرام حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج رات 10 بجے گوجرانوالہ سے روانگی پر حضرت شیخ الحدیث قاری سعید الرحمٰن صاحب مدظلہ نے یہ افسوسناک خبر سنائی کہ حضرت شیخ التفسیر صوفی عبدالحمید خان رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ کریم حضرت مرحوم کو مغفرت۔ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ اوران کی عمر بھر کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ صبح اجتماعی ترجمہ میں بمع تمام اساتذہ کرام وطلبا کرام ان کے حالات بیان کر کے دعاء مغفرت کی ہے۔

بروقت علم ہوتا تو جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرتے انشاء اللہ العزیز حضرت قاری صاحب مدظلہ کی معیت میں دعا کیلئے حاضری دیں گے تمام اساتذہ، طلباء کرام کی طرف سے اظہار تعزیت اور بالخصوص شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب دامت فیوضہم کی خدمت میں تعزیت اور درخواست دعا وسلام۔

فقط والسلام

طالب الدعا

عبدالسلام خادم الجامعہ

یکم ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ / 8-04-2008ء

جناب محمد حنیف قریشی ایم اے

۱۸۹۔ بی سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترم ومکرم جناب حاجی صاحب دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، رات بیٹی نے بتایا کہ اس نے ٹی وی پر ایک ٹیپ چلتا ہوا دیکھا ہے۔ جس میں حضرت قبلہ صوفی صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر تھی۔ سن کر سخت دلی رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور درجات بلند فرمائے، آمین۔ آپ نے تمام عمر دین کی بہت خدمت کی ہے۔ اور ہزاروں لاکھوں کو صحیح رستہ دکھلایا۔ اور صحیح تعلیم سے آشنا کیا۔ میں عشاء کے وقت اپنی مسجد کے خطیب صاحب کے پاس گیا انہیں بھی خبر مل چکی تھی۔ وہ کچھ عرصہ آپ کے ہاں بھی رہے ہیں۔ میلسی کے حافظ محفوظ صاحب ہیں۔ انہیں بھی بہت افسوس ہوا۔ مجھے زیادہ رنج اس بات سے بھی ہوا۔ کہ میں اپنی تکالیف کی وجہ سے کئی ماہ سے نہ تو گوجرانوالہ (کھیالی) جاسکا۔ اور نہ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کی بیمار پرسی کرسکا۔ اور ان کی دعاؤں سے بھی محروم رہا۔ اللہ تعالیٰ کا نظام ہی ایسا ہے۔ کہ ایسی جدائی برداشت کرنا پڑتی ہے۔ بار بار یہی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات اور مراتب بلند فرمائے۔ آمین اور آپ سب کو اور ہم سب کو صبر کی تلقین ہو۔ یہ چند حضرات یا ایک خاندان کا نقصان نہیں ہے۔ بلکہ ایک قومی سانحہ ہے۔ ابھی حضرت سید (نفیس الحسینی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زخم بھی تازہ تھا۔ کہ اس صدمہ سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ کل من علیہا فان۔

آپ کا گزشتہ خط یہاں میری غیر حاضری میں ملا۔ میں پہلے واہ بیٹی کے پاس اور پھر اسلام آباد بیٹے کے پاس تھا۔ دانت نکل تو عرصہ سے گئے ہیں نیا ڈینچر بنوانا تھا۔ اس کے لیے متعدد مرتبہ ڈینٹسٹ کے ہاں جانا تھا۔ (ابھی کام باقی ہے) خیال تھا۔ کہ ذرا فارغ ہوکر خط لکھوں گا۔ یا حاضری دوں گا۔ مگر جو اللہ کو منظور ہوتا ہے۔ میں نے اپنے ماموں زاد کو کہا تھا۔ کہ وہ آپ سے حضرت کی حالت پتہ کرکے مجھے بتائے۔ اس نے بھی یہی بتایا کہ ان کی حالت ویسی ہی ہے۔ اور کوئی بہتری ظاہر نہیں ہوئی۔

محترم حافظ ریاض صاحب، عرباض صاحب اور سب بزرگوں سے بھی میری طرف سے اور میرے اہل خانہ کی طرف سے تعزیت کردیں۔ میرے بچے بھی رنج کا اظہار کررہے ہیں۔ بہرحال ہمارے تو تعلقات ویسے بھی بہت پرانے تھے۔ اور ہم نے ان سے سب کچھ سیکھا۔ اور استفادہ حاصل کیا۔ توحید اور

بزرگوں سے واقفیت اور اچھی کتب سے آگاہ کرنا انہی کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ فقط والسلام: محمد حنیف قریشی ۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ ۔ ۷ اپریل ۲۰۰۸ء

حضرت مولانا عبدالجبار حنفی سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک ملتان روڈ لاہور

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب والا کے والد گرامی مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ؒ کے انتقال پر ملال کی خبر موصول ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ وفات اور تدفین کا تصور آتے ہی شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا وہ شعر بیساختہ نوکِ زبان اور پھر ''نوکِ قلم'' پر آ گیا جو آپ نے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تدفین کے موقع پر کہا تھا۔

مٹی میں کیا سمجھ کے دباتے ہو دوستو؟
گنجینہ علوم ہے یہ ، گنجِ زر نہیں

حضرتؒ جیسی علمی، عملی، ادبی اور سماجی شخصیت کے بچھڑنے سے یوں لگ رہا ہے جیسے دور دور تک پھیلے ہوئے صحرا کے بیچوں بیچ، زرد ریت کے ٹیلوں پر اور کسی ''آتش فشاں'' سے آتی دہکتی ہواؤں کے درمیان ہم اکیلے رہ گئے ہوں۔ انسان مرنے کے بعد زندوں سے دور ہو جاتا ہے لیکن حضرتؒ جیسے لوگ دور نہیں ہو پاتے بلکہ وہ دل کے ایک گوشے میں ''لٹھے کی سفید'' چادر تانے ایسے جاگزیں ہوتے ہیں کہ انکی نسبت سے دل آباد وشاد رہتے ہیں۔ آہ! اب ''شیخین'' کا دلربا جملہ ہم کہاں استعمال کریں گے؟ کہ ایک ''شیخ'' ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے۔ راقم الحروف آپ کے جملہ اہل خانہ سے تعزیت کرتے ہوئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کے علمی گلشن ''جامعہ نصرۃ العلوم'' کو تا قیامت آباد رکھے اور آپکو اسکی ''آبیاری'' کرنے کی یونہی توفیق نصیب رہے۔ اور ''فیضان سواتی وسرفراز'' کے چشمے تا صبح محشر بہتے رہیں۔

''ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد''

بہت جلد ایک تفصیلی مضمون سپردِ قلم کر کے پیش خدمت کروں گا۔ انشاء اللہ

آپ کے غم میں برابر کا شریک!

عبدالجبار حنفی سلفی

۲۰۰۸/۴/۷ء

حضرت مولانا زاہد محمود قاسمی

مہتمم جامعہ قاسمیہ رجسٹرڈ/۱۴۔اے غلام محمد آباد کالونی/فیصل آباد پاکستان

محترم المقام جناب حضرت مولانا فیاض خان سواتی صاحب مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

محترم المقام جناب حضرت مولانا ریاض خان سواتی صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی بخیر!

گزارش ہے کہ آپ کے والد گرامی قدر سرمایۂ علماء دیوبند شیخ الحدیث حضرتؒ مولانا عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر موصول ہوئی۔ حضرتؒ کے سانحہ ارتحال کا سن کر بے حد دکھ اور افسوس ہوا۔ لیکن میں برطانیہ کے تبلیغی دورے پر ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ میں حاضر نہ ہو سکا جس کا مجھے ساری زندگی افسوس رہے گا۔ حضرتؒ کے وصال سے علمی دنیا کے اندر جو خلاء پیدا ہوا ہے وہ کبھی پُر نہیں ہو سکتا۔ حضرتؒ کے ایصال ثواب کیلئے جامعہ قاسمیہ کے طلباء سے ایک ہفتہ تک خصوصی قرآن خوانی بھی کروائی گئی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو جنت الفردوس عطاء فرمائے۔ اور آپ دونوں بھائیوں کو اپنے والد گرامیؒ کے مشن کو آگے لیکر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور حضرتؒ کے لگائے ہوئے گلشن کو مزید ترقیوں اور کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ ہمارا تعاون ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گا۔

والسلام: صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی/مہتمم جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد فیصل آباد

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مرکزی ڈپٹی سیکرٹری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت/رابطہ سیکرٹری، آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت/نمائندہ خصوصی ہفت روزہ ختم نبوت، کراچی

حضرت مکرم مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت اقدس مولانا صوفی عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات سے، ملک ایک جید عالم دین، عظیم مفسر القرآن اور داعی الی اللہ سے محروم ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت صوفی صاحب کی باقیات الصالحات میں جامعہ نصرۃ العلوم، نیک اولاد، دروس القرآن اور دیگر تصنیفات انشاءاللہ العزیز صدقہ جاریہ ہوں گی۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ پروردگار عالم حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ سے اپنے شایان شان معاملہ فرمائیں۔ اور انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔

مخدومی المکرم مولانا فیاض خان صاحب مدظلہ کو خط لکھ چکا ہوں۔ امید ہے کہ مل چکا ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز مئی کے وسط میں حاضر ہوں گا۔

والسلام: محمد اسماعیل عفا اللہ عنہ/ دفتر ۵ حسین سٹریٹ مسلم ٹاؤن لاہور/ 26/4/08ء

حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی

دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

بخدمت برادرم حضرت مولانا محمد فیاض خان وحضرت مولانا محمد ریاض خان صاحبان سلمکم الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف!

عرض آنکہ حضرت اقدس صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات معمولی حادثہ نہیں بلکہ

پوری امت کیلئے بہت بڑا سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور حضرتؒ کی کامل مغفرت فرمائے اور آپ حضرات کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔

عظم الله اجر کم واحسن عزاء کم وغفر لمیتکم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت یقیناً اس کے مصداق تھے۔

احقر جنازہ میں حاضر ہوا مگر ہجوم کیوجہ سے آپ حضرات سے ملاقات اور تعزیت نہ ہوسکی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور ہم سب کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

فقط والسلام مع الاکرام شریک غم محتاج دعا/ شیر محمد علوی/ خادم دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور
یکم ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

حضرت مولانا سید عبدالقدوس ترمذی

مہتمم الجامعۃ الحقانیہ ساہیوال من مضافات سرگودھا۔

بخدمت گرامی حضرت مولانا محمد فیاض خان صاحب سواتی زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

احوال آنکہ احقر ایک طویل سفر پر تھا ملتان پہنچ کر حضرت اقدس جناب صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ کے سانحہ وفات کا علم ہوا بے حد افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمادیں اور پسماندگان کو صبر واجر عطا فرمائیں۔

آپ حضرات حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرتؒ کے صحیح جانشین اور خلف صالح ہیں اللہ تعالیٰ حضرت کیلئے آپ کو بہترین صدقہ جاریہ اور باقیات صالحات بنائیں انکے علوم ومعارف کی مزید نشر واشاعت اور

انکے ادارہ کی اور زیادہ خدمت و ترقی کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

فقط والسلام: دعا جو احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہٗ/ ۶ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ ۱۳ اپریل ۲۰۰۸ء

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن

ناظم اعلیٰ: اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان/خلیفہ مجاز، عارف باللہ حضرۃ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم العالیہ/سر پرست اعلیٰ مرکز اہل السنۃ والجماعت 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا۔

برادر مخدوم ومکرم حضرت مولانا محمد فیاض خان صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد از سلام مسنون! حضرت شیخ التفسیر مخدوم العلماء حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نوراللہ مرقدہ کے انتقال پرملال نے از حد محزون ومغموم کر دیا ہے، تاہم رضاء بالقضاء اور مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ کے پیش نظر ہم حضرت والا کی اپنے رحمٰن ورحیم پروردگار کی بارگاہ میں حاضری پر سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، اللھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجاتہ فی دار السلام۔

بلاشبہ حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ اپنی نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط مسلسل دینی خدمات کی بناء پر اپنے ہم عصر علماء میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے اور خواص وعوام میں خداداد عزت وعظمت کی بلندیوں پر فائز متصور کیے جاتے تھے۔ جامعہ نصرۃ العلوم جیسی عظیم دینی درسگاہ کا قیام اور تادم آخر اس کی آبیاری، سینکڑوں علماء کرام کو قرآن وسنت کے علوم عالیہ وآلیہ سے آراستہ کرنا نیز معالم العرفان فی دروس القرآن اور نماز مسنون کلاں جیسی تفسیری وتحریری خدمات یقیناً آپؒ کیلئے صدقۂ جاریہ ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر مسلک حق اہلسنت والجماعت کے اصول وفروع پر استقامت وپاسداری نے آپؒ کو اکابر کی صف میں لاکھڑا کیا ہے۔ بندہ اور اس کے تمام رفقاء کرام، اتحاد اہلسنت والجماعۃ کے تمام تر مبلغین ومناظرین حضرتؒ کی جدائی پر آپ کے علاوہ حضرت مولانا محمد ریاض خان سواتی اور مولانا محمد عرباض خان سواتی اور دیگر متعلقین کے غم میں برابر کے شریک اور حضرت مرحوم کے رفع درجات کیلئے دعا گو ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المالک

ممبر قومی اسمبلی این اے 21 /صدر رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان/صدر جمعیت اتحاد العلماء پاکستان

بخدمت محترم جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر انتہائی صدمہ ہوا۔(انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)مرحوم نے ساری زندگی دین کے لیے اعتکاف میں گزار دی اور فاضل تلامذہ اور وقیع علمی تصنیفات کی شکل میں بہت بڑا سرمایہ امت کو دے گئے۔گوجرانوالہ کی شناخت حضرت مولانا محمد چراغ "حضرت مولانا مفتی محمد خلیل" حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب تھے۔تینوں بزرگوں کے بعد اب والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب کا سایہ عاطفت قائم ہے، جو ملت اسلامیہ کے لیے نعمت عظمیٰ ہے، اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کو صحت وقوت عطا فرمائے ،اللہ تعالیٰ ان عظیم اور بے مثال علمی فیوض کی حامل شخصیات پر ابر رحمت سے بارش برسائے ،اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور گراں قدر خدمات قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں انبیاء،صدیقین،شہداء اور صالحین کی معیت نصیب فرمائے ،اولاد،خاندان اور تمام تلامذہ اور متعلقین کو صبر جمیل،اجر جزیل سے نوازے۔آمین

آپ کو اللہ تعالیٰ ان کا سچا جانشین بنائے اور صدقہ جاریہ بنادے۔انشاء اللہ آپ،فیاض خان صاحب اور ریاض خان صاحب کے ذریعہ ان کے چشمے جاریہ سے اہل علم سیراب ہوتے رہیں گے۔آمین

میں اپنی اور محترم جناب قاضی حسین احمد (امیر جماعت اسلامی پاکستان) کی طرف سے تعزیت کے لیے حاضر ہوا تھا۔جناب ریاض خان صاحب سے تعزیت کی تھی،آپ سے تعزیت بھی ضروری تھی،یہ عریضہ ارسال کر کے آپ کے غم میں شرکت کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگان امت سے محبت وعقیدت کا اجر عطا فرما کر علم وعمل میں اضافہ فرمائے۔آمین

والسلام: (مولانا) عبدالمالک/شیخ الحدیث، جامعہ منصورہ، لاہور

حضرت مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی

خطیب جامع مسجد صدیق اکبرؓ مانسہرہ/سرپرست مکتبہ انوار مدینہ مانسہرہ

محترم المقام حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر جو صدمہ ہوا وہ روحانی اولاد ہم بھی تڑپ گئے آپ پہ جو گزری وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں مگر آپ کے حوصلہ اور اعتماد اور اپنے بزرگوں کے دامن کو مضبوط تھامنے کی وجہ سے برکت دیکھی۔ وہ بھی آپ ہی کا حق ہے حضرت کے جنازہ پہ حاضری اور قبر پہ حاضری اور پھر وہاں قبر کا پرسکون ایمانی اور روحانی منظر اور خوشبو ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ ہمارے شیخ اللہ کے فضل وکرم سے جنت میں ہیں۔ حضرت کی مہربانی اور شفقت اور ہم جیسے سیاہ کاروں پر کرم نوازی ہے۔ اللہ ان کی دعائیں ہمارے حق میں قبول فرمائیں۔ جب گکھڑ میں حاضری ہوئی تو وہاں حضرت شیخ صاحب کی خدمت میں وہ منظر تا زندگی یاد رہے گا۔ خان انصر صاحب سے معلوم کرنا حضرت شیخ صاحب مدظلہ نے مجھ پہ جو کرم کیا اور روحانی یادوں کو تازہ کر دیا۔ حضرت کی ایک گھنٹہ کی یادگار ملاقات ایک دوسرے مضمون میں آ رہی ہے۔ حضرت شیخ صاحب نے دادی جان اور ماموؤں اور والدہ محترمہ کا نام گرامی بھی بتایا۔ حضرت مدظلہ نے بتایا کہ ہماری والدہ کا نام بختاور تھا۔ نانا جان کا نام فقیر اللہ تھا وہ ڈنہ کے رہنے والے تھے۔ گوجر قوم کی چیچی گوت سے تعلق رکھتیں تھیں۔ حاجی صاحب عجیب بات ہے کہ میری گوت بھی چیچی ہے۔ اور یہی حضرت مولانا مفتی عبدالستار، مفتی خیر المدارس ملتان اور حافظ عبدالحق سیالکوٹی کی گوت ہے۔ ہمارا سلسلہ نسب حضرت عیص بن حضرت اسحاق بن حضرت ابراہیم علیہم السلام سے جا کر ملتا ہے۔ گوجر قوم کا آئینہ دانش مصنف مولانا قاری شیر محمد میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شیخ صاحب نے وہ باتیں بتائیں جو زندگی بھر کبھی معلوم نہیں تھیں۔ حضرت چوہدری صاحب

دام مجدہم اور دیگر سب حضرات کو سلام مسنون عرض کرنا اب مجھے وہ بات معلوم ہوئی کہ یہ حضرات مجھ پہ اس وجہ سے بھی شفقت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ کو صبر جمیل دے، گھر میں بھی تعزیت کا اظہار کرنا۔ ہم تو حضرت کی اولاد ہیں۔

فقط والسلام آپ کا مخلص: قاضی محمد اسرائیل گڑنگی/۳ مئی ۲۰۰۸ء

جناب الحاج لعل دین ایم اے

6۔ خداداد سٹریٹ شالامار ٹاؤن لاہور

مکرمی و محترمی مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب

السلام علیکم۔ حضرت مولانا سواتی صاحب کی وفات حسرت آیات پر دلی صدمہ ہوا۔ اگرچہ مجھے بروقت اطلاع مل گئی تھی مگر خرابی صحت اور سفر کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکا۔ اس کا مجھے ہمیشہ دکھ رہیگا۔ جبھی سفر کے قابل ہوتا ہوں آپ سے بالمشافہ تعزیت کے لیے حاضر ہونگا۔ بیس سال سے زائد عرصہ تک حضرت صاحب سے رفاقت کی وجہ سے آپ سے بہت کچھ سیکھا۔ بلاشبہ آپ جیسے مردان مومن کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ جنکی ساری زندگی خدمت دین میں گزری ہو۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ سب اہل خانہ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق بخشے۔

حضرت سے رفاقت کے دوران جو کچھ میں کر سکا، اسکے متعلق اپنے احساسات بھی بھیجونگا۔ اگر اللہ کو منظور ہوا۔

خیر اندیش: لعل دین/م 9-4-2008

حضرت مولانا عبدالمجید

شیخ الحدیث ورئیس المدرسین، الجامعۃ الاسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا لودھراں پاکستان

مکرم ومحترم مولانا محمد فیاض صاحب! عافانی وایاہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! امام المفسرین والمحدثین حضرت صوفی صاحب کی وفات کی خبر باعث افسوس ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرح یہ صدمہ بھی ہمارا مشترک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور پس ماندگان کو صبر کی توفیق دے۔ اکابر کا وجود صدہا برکات کا باعث اور لاتعداد فتنوں سے حفاظت کا باعث ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے اور اکابر کے جاری کردہ کارہائے خیر کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

اصبر فكن بك صابرين فانما صبر الرعية بعد صبر الرأس

خير من العباس اجرك بعده والله خير منك للعباس

مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبد القدوس قارن ودیگر اقارب واعزہ کی خدمت میں سلام وکلمات تعزیت پیش کریں۔ والسلام: شریک غم/عبد المجید غفرلہ/ ۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

حضرت مولانا ابواحمد نور محمد قادری تونسوی

مہتمم الجامعۃ العثمانیہ (رجسٹرڈ)/ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

خطیب مرکزی جامع مسجد ترنڈہ محمد پناہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مخدوم زادہ مولانا محمد فیاض خان صاحب سواتی

مخدوم مکرم شیخ معظم آپ کے والد محترمؒ کی جدائی کا صدمہ پوری جماعت اہلسنت کیلئے ایک سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب خصوصاً آپ کے خاندان کو صبر جمیل اور اس پر اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین۔ انا للہ وانا اليه راجعون ۔ اعظم الله اجركم احسن عزاكم وغفر لميتكم آمين يارب العالمين ۔

فقط دعا گو: ابواحمد نور محمد تونسوی قادری/ خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ/ ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن

ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان/ ناظم تعلیمات جامعہ عربیہ مفتاح العلوم حیدرآباد

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی؟

عرض کہ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کی خبر پڑھ کر انتہائی صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، بلاشبہ حضرت صوفی صاحب مرحوم ہمارے اکابر واسلاف کے سلسلۃ الذہب کی ایک روشن کڑی تھی جن کے انتقال سے ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہوگیا ہے لیکن رب کائنات کے قائم کردہ نظام موت وحیات کی حکمتیں برحق ہیں اللہ رب العزت حضرت صوفی صاحب کی جملہ دینی خدمات کو قبول فرما کر ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور ان کے قائم کردہ گلشن علم وعرفان جامعہ نصرۃ العلوم کو مزید ترقیات سے نوازے آمین یارب العالمین۔ جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا فیاض صاحب اور دیگر متعلقین ولواحقین کی خدمت میں بھی ہماری طرف سے تعزیت پہنچادیں۔

والسلام: سیف الرحمٰن/ مفتاح العلوم حیدرآباد

حضرت مولانا محمد امجد سعید لاہور

محترمی ومکرمی جناب حضرت اقدس مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

دوپہر کو نماز ظہر سے فارغ ہوکر بیٹھے تھے کہ موبائل کی گھنٹی بجی جوں ہی فون کان سے لگایا تو دوسری طرف سے چونکا دینے والی خبر سنائی گئی کہ حضرت اقدس شیخ التفسیر استاذ العلماء والصلحاء علامۃ الدھر مولانا عبدالحمید سواتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ، قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اوسان خطا ہوگئے، ایک لمحہ کیلئے ہاتھ پاؤں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ آنکھوں سے بے اختیار

آنسوؤں کی لڑیاں ٹپکنے لگیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ آخر کار دل کو سنبھالا۔ اور یہ سوچنے لگا کہ جب دنیا میں کسی کو ثبات نہیں تو پھر ہر ایک نے جانا ہی ہے۔ انبیاء علیہم السلام تک اپنے اپنے اجل مقررہ پر دنیا سے پردہ فرما گئے تو پھر باقی کون ہے جس نے یہاں رہنا ہے۔ قبر و آخرت میں جو چیز کام آنے والی ہے وہ تو اعمال صالحہ ہیں اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیچھے صدقہ جاریہ کی وہ قطار اور لامتناہی افراد کی وہ فوج چھوڑ کر گئے ہیں جو قیامت کی صبح تک کبھی نہ ختم ہونے والی ہے۔ حضرت اقدس ہر میدان کے شہسوار تھے۔ تفسیر ہو کہ حدیث، فقہ ہو کہ تاریخ، ادب ہو کہ نثر، تصوف و سلوک ہو کہ دعوت و ارشاد، فتویٰ نویسی ہو کہ درس و تدریس غرض یہ کہ ہر میدان میں آپ نے وہ کارنامے انجام دیئے جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔

دل کسی کا نہیں چاہتا کہ بزرگوں کا سایۂ بابرکت ہمارے سروں سے اٹھے لیکن قضائے قدرت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی پڑتا ہے۔ حضرت اقدس کے بعد جب نظر ان کی اہل علم اولاد پر پڑتی ہے اور مدرسہ کی تعمیر و ترقی کو دیکھتے ہیں تو اطمینان قلبی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور دل سے یہ آواز نکلتی ہے

؎ جہاں میں اہل ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کا لگایا ہوا پودا ابدالآباد تک قائم و دائم رکھیں اور آپ کو نیز اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

والسلام: ننگ اسلاف/محمد امجد سعید/ ۰۸ء/۴/۹/ بعد از نماز فجر لاہور

حضرت مولانا حسین احمد قریشی

بانی و مہتمم مسجد ختم نبوۃ و مدرسہ علوم الصحابہؓ / بمقام: چھپر ہر روڈ ڈاکخانہ بھوئی گاڑ براستہ فاروقیہ حطار اسٹیٹ تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک

بخدمت۔ مخدوم و مکرم برادر محترم! حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان صاحب سواتی مدظلہ العالی و اخوانہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،! مزاج گرامی!

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں دعا ودرخواست ہے کہ وہ آپ کو صحت وسلامتی اور عافیت کے ساتھ رکھے۔ حضرت اقدس سیدی وسندی ومولائی مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمۃ اللہ علیہ کی مفارقت کا صدمہ نہ صرف آپ کا یا آپ کے خاندان کا صدمہ ہے بلکہ آپ ہی کی طرح میرے اور میرے خاندان کے لیے بھی ایک بڑا سانحہ اور صدمہ ہے

حال ما درفراق رہبر کم از یعقوبؑ نیست
او پسر گم کردہ وماپدر گم کردہ

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا نظام ہے کہ اس نے آمدورفت کا سلسلہ رکھا ہوا ہے۔ اسی نظام ربانی کے تحت ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں۔ اور دنیا کے مصائب وتکالیف، پریشانیوں اور دکھ، غم وفکر اور سوچ سے نجات پاکر آخرت کے ہمیشہ ہمیشہ کے آرام وسکون راحت وعزت کامیابی اور فوز کو پاکر عالم بالا میں آرام فرما گئے ہیں۔ میرے اور آپ کے خاندان کی ایک طویل باہم وابستگی ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیر تک باقی رکھیں گے۔ اور آپ سے تعلق دنیا وآخرت میں انشاء اللہ ہمارے لیے نافع ہوگا۔

حضرت والد مکرم شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالحی قریشی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ شیخین کا تذکرہ بہت ہی محبت، تعلق اور احترام سے فرمایا اور یہ بات فرماتے تھے کہ درس قرآن مجید جیسا حضرت صوفی صاحب ارشاد فرماتے ہیں ایسا درس پورے پنجاب میں نہیں ہوتا۔ ہماری کم علمی کہ ہمیں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد معالم العرفان فی دروس القرآن کی اشاعت تک سمجھ نہ آیا۔ آج جوں جوں اس تفسیر کی عند اللہ مقبولیت اور علماء میں محبوبیت اور مرجعیت بڑھتی نظر آتی ہے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد اسی قدر زندہ وتابندہ نظر آتا ہے۔ مورخہ 7 اپریل کو حضرت مولانا الحاج قاری سعید الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی! (جن کی ذات گرامی کو ہمارا پورا خاندان اپنا سربراہ اور محترم جانتا ہے) سے ایک ولیمہ کے موقع پر ملاقات ہوئی تو میں نے حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ مکتوبہ قول سنایا تو حضرت قاری صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ اس کا بین ثبوت معالم العرفان ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت صوفی صاحب کی مغفرت تو ہوچکی (انشاء اللہ) میں

ساتھیوں سے کہتا ہوں کہ ان کی بلندی درجات کی دعا کریں اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت صوفی صاحب کے جنازے میں شرکت حضرت صوفی صاحب کے لیے نہیں بلکہ اپنے لئے تھی۔ اللہ تعالیٰ کا کرم اور احسان ہوا کہ اس نے مجھے اور برادر مکرم حضرت مولانا حافظ محمد ابوبکر صاحب قریشی مدظلہ العالی بمعیت حافظ خبیب احمد بن مولانا محمد ابوبکر (میرا بھتیجا) حافظ محمد قاسم توحیدی بن مولانا محمود الحسن توحیدی رحمۃ اللہ علیہ (میرا بھانجا) جنازے میں شرکت کا موقع اور آپ سے تعزیت کرنے کی سعادت سے نوازا۔ آپ سے تعزیت کرنے کے بعد برادر مکرم مولانا محمد ابوبکر صاحب فرمانے لگے کہ مولانا فیاض صاحب کے چہرے میں حضرت صوفی صاحب بمعہ اپنے کمالات اور عظمت شان کے نظر آ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میں تو صاحب نظر نہیں ہوں مگر اتنی بات ہے کہ مجھے جوان صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نظر آ رہے ہیں۔ میں آپ سے تعزیت کرتا ہوں کہ آپ بہت سے مختصر عرصے میں اپنے شیخ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے شفیق والد عظیم استاد بے مثال محسن کامل سرپرست کے وجود گرامی کو زیر تراب ہونے کا صدمہ برداشت کر رہے ہیں۔ اللہ جن کو بڑا بناتا ہے اور جن سے کام لیتا ہے ان کو ان حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔

آپ سے اظہار دکھ اور غم کے ساتھ انتہائی عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ صبر، تقویٰ، حوصلہ، امانت، دیانت کے ساتھ حضرت شیخ مدظلہ، کی سرپرستی میں حضرات برادران کی مشاورت سے قدم بڑھاتے رہیے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کا اسم گرامی حضرت صوفی صاحب کی صفت فیاضی کا مظہر ہے۔ اور یقین ہے کہ انشاء اللہ حضرت صوفی صاحب کی مرضی اور چاہت کے مطابق آپ پوری امت کے لیے فیاض ثابت ہوں گے۔ میں اپنی طرف سے اور اپنے خاندان کی طرف سے اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین اور متوسلین کی طرف سے آپ کے ساتھ اس وابستگی عقیدت اور تعلق کو قائم رکھنے کا اظہار کرتا ہوں وعدہ اور یقین دہانی کراتا ہوں کہ ہمارے دلوں اور نگاہوں میں جو احترام اور عقیدت اور اعتماد حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر تھا وہی آپ پر بھی ہے۔

المختصر یہ کہ آپ ہمارے لیے حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ ہیں۔

دعاؤں کی درخواست کے ساتھ / احقر الی اللہ حسین احمد قریشی غفرلہ

جانشین حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالحی قریشی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ 17 اپریل 2008ء

دو ضروری گزارشات

۱:۔ تمام دینی رسائل کو ایک مختصر سا مضمون حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر لکھ کر دیا جائے تا کہ متضاد معلومات شائع نہ ہوں۔

۲:۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' کا خاص نمبر شائع کیا جائے جس میں حضرت کی زندگی کا احاطہ کیا جائے۔

الفقر الی اللہ: حسین احمد قریشی/خطیب مرکزی جامع مسجد/ بھوئی گاڑ، براستہ فاروقیہ ضلع اٹک

مولانا عبید اللہ اسلام آبادی

ابوظہبی الامارات العربیۃ المتحدۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

"یاأیتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی"

(صدق اللّٰہ العظیم)

بقلوب مؤمنة بقضاء اللّٰہ وقدره

أتقدم أنا وزملائی واصدقائی المقیمین بدولة الامارات العربیة المتحدة

بخالص العزاء وصادق المواساة

الی اسرة المغفورله باذن اللّٰہ تعالٰی

شیخنا وأستاذنا وقدوتنا ومولانا عبد الحمید السواتی رحمه اللّٰہ

سائلین المولی عزوجل أن یتغمد الفقید بواسع

رحمته ويسكنه فسيح جناته

ويلهم أهله وذويه الصبر والسلوان

"إنا لله وإنا إليه راجعون"

اخوكم وزميلكم عبيد الله بن عبد الغفور (اسلام آبادي)

ابو ظبيي، الامارات العربية المتحدة

حضرت مولانا محمد میاں

ناظم جامعہ سراج العلوم عیدگاہ لودھراں پاکستان

مخدومی و معظمی حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب زید مجدکم، شیخ الحدیث جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اخبارات میں حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، مرحوم کا خلاء پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ بندہ کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے زیر علاج ہوں چلنے پھرنے سے معذور ہوں میری طرف سے تعزیت قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ پورے خاندان کو صبر جمیل کی توفیق عطاء فرمائیں، آمین

والسلام: محتاج دعا محمد میاں/ 12-4-2008ء

حضرت مولانا قاضی مسعود الحسن

ناظم اعلیٰ مدرسہ عربیہ دار العلوم کلورکوٹ ضلع بھکر

جناب محترم گرامی قدر مولانا فیاض خان صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اخبارات میں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا پڑھ کر دل کو صدمہ ہوا۔ مدرسہ کی طرف سے ایک ہنگامی اجلاس ہوا جس کی صدارت ناظم اعلیٰ نے کی۔ مولانا عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک وفات پر رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ کی دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے آمین پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ ہم سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ حضرت کے دروس القرآن، مسنون نماز، دروس الحدیث، خطبات سواتی کی قیمت سے آگاہ فرمائیں تاکہ ان کو منگوایا جائے۔

دعا گو: قاضی مسعودالحسن واراکین وطلباء مدرسہ ہذا/۲ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ 9 اپریل 2008ء

حافظ محمد عمر

مدیر: اقرا النصرۃ القرآن اکیڈمی کوئٹہ

ایڈیٹر: ہفت روزہ کاشتکار مستونگ

محترمی ومکرمی بزرگوار حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

حضرت اقدس حضرت صوفی صاحب کی وفات پر جتنا بھی افسوس کیا جائے وہ کم ہے یقیناً آپ کیلئے یہ عظیم صدمہ ہے آپ اپنے آپ کو اس غم میں اکیلا نہ سمجھیں آپ کے اس غم میں ہم سب اور حضرت کے معتقدین شاگرد اور تمام علماء دیوبند شریک ہیں۔

لیکن یہ بات تو طے ہے یہ دنیا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔ یقیناً ایسی نادر ونایاب ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ حضرت والا اپنے پیچھے صدقہ جاریہ کا عظیم میدان چھوڑ گئے ہیں انشاء اللہ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہیگا۔

مجھے الفاظ نہیں مل رہے کہ میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرسکوں اللہ تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس

میں جگہ عطا فرمائیں اور آپ کو صبر جمیل آمین ثم آمین۔

والسلام: آپ کو چھوٹا بھائی/احقر محمد عمر بن مولانا عبدالکریم/ء16/4/2008

حضرت مولانا مفتی عبدالرشید خان سواتی

سرپرست سیرت النبی کمیٹی مانسہرہ

محترم المقام استاذی المکرم

جناب حاجی مولانا محمد فیاض خان صاحب دامت برکاتہم مہتمم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ!

السلام علیکم!

میں بروز پیر علی الصبح ایکسپرس اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اچانک میری نظر استاذی وسندی حضرت صوفی صاحب کی وفات حسرت ناک پر پڑی، میں نے خبر کی تصدیق بذریعہ موبائل فون اچھڑیاں سے کی۔ میرا دل خون کے آنسو رویا۔ میری بدقسمتی کہ میں انکا دیدار نہ کرسکا۔ میں ان کے احسانات جوانہوں نے مجھ پر دورِ طالب علمی میں کئے چکانے سے قاصر ہوں خدا انہیں اس کا صلہ دے۔

میں اتنے دوران کیلئے قرآن خوانی کا اہتمام ہی کرسکتا تھا سو وہ میں نے اپنے اطمینان قلب اوران کے ایصال ثواب کیلئے کیا۔ خدا انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

وہ علم کے روشن مینار تھے جن سے سینکڑوں تشنہ لب فیض یاب ہوئے۔ انکی تحریر شدہ کتب تفاسیر ومعانی لائق تحسین ہیں صدقہ جاریہ ہیں تا حیات طالب علمان زندہ وتابندہ رہیں گے۔

میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں دور ہوں تو کیا بات ہے میری دل کی دھڑکن آپ کے ساتھ ہے۔ ان کی عدم موجودگی ایک خلاء رہے گی جس کا پر کرنا نہایت مشکل ہے۔

ؔ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا

کارواں تو رہیگا رواں

مگر اپنے پھول کا وہ پاسباں نہ رہا
ہائے وہ امیر کارواں نہ رہا

سوگوار/شریک غم/عبدالرشید خان سواتی/خطیب مرکزی جامع مسجد بحالی مانسہرہ/معلم گورنمنٹ مڈل سکول حسینیاں/8-4-2008ء

حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانوی

مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

برادر محترم مولانا محمد فیاض صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

المرام آنکہ حضرت اقدس استاذ المکرم صوفی صاحب کی وفات کا سن کر از حد صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت اقدس کی دینی خدمات کا صلہ تو اللہ رب العزت ہی عطاء فرماویں گے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خاص الخاص جوار رحمت سے نوازیں خوب ترخوب درجات بلند فرماویں اور آپ پسماندگان کو احسن تر صبر جمیل عطا فرماویں آمین۔ ہماری طرف سے تعزیت قبول فرمائیں۔

فقط والسلام: احقر عبدالرزاق لدھیانوی/مکان کے ۳۰ محلہ موٹومل کمپاؤنڈ نیوٹاؤن کراچی نمبر ۷۴۸۰۰

۲ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

حضرت مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ ضلع جھنگ

بخدمت گرامی قدر حضرت مولانا محمد فیاض صاحب سواتی مدظلہ وبرادران

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی؟

آپ کے والد گرامی، مخدوم العلماء حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی قدس سرہ کے انتقال کا بے حد صدمہ ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم علم عقائد و فلسفہ، تفسیر و تصوف حکمت ولی اللّٰہی میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے انتقال سے ایک چراغ اور بجھ گیا، ایک اور مسند خالی ہوگئی۔ آپ کی متنوع خدمات نے احقر سمیت ہزاروں، لاکھوں افراد کو فیض یاب کیا ہے۔ احقر دعا گو ہے اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائیں، حضرت کے درجات کو بلند فرمائیں۔ آمین۔

مخدومی حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ کو الگ تعزیتی خط لکھا ہے، ممکن ہے انہیں نہ ملے اس لئے میرے یہ جذبات غم ان تک بھی پہنچادیں۔ مہربانی ہوگی۔

والسلام آپ کا نیازمند: مشتاق احمد چنیوٹی / مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ ضلع جھنگ / ۱۲ اپریل ۲۰۰۸ء

حضرت مولانا حافظ تنویر احمد شریفی

فاضل جامعہ یوسفیہ بنوریہ کراچی، فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان
خادم مکتب تعلیم القرآن شریفیہ کراچی، ناظم مجلس یادگار شیخ الاسلام پاکستان کراچی
ناظم اعلیٰ تنظیم القراء والحفاظ ٹرسٹ پاکستان، نائب خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

سیدنا المحترم حضرت مولانا فیاض خان صاحب سواتی مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

استاذ الاساتذہ حضرت اقدس مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی (نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ) کی رحلت پر دلی رنج و افسوس ہوا۔ حضرت الاستاذ مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہم اور میری طرف سے، نیز کارکنان مجلس یادگار شیخ الاسلام پاکستان کی طرف سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور خدمات عالیہ کو قبول فرمائے۔ آپ کو اور تمام روحانی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین

حضرتؒ کی رحلت سے ایک ایسا خلا ہوگیا ہے جس سے اکابر دیوبند کے مخالفین اور خصوصاً وہ لوگ جو

دیوبندیت کا لیبل لگا کر ہمارے اکابر پر الزام تراشیاں کرتے ہیں، ان کو جواب دینے اور دلوانے والی ہستی چلی گئی۔

حضرت قاری صاحب مدظلہم صاحب فراش ہیں۔ لکھنے سے معذور ہیں اس لیے یہ تعزیت ان کی طرف سے بھی ہے۔ دعاؤں کا خصوصی محتاج ہوں۔ کل رات درس قرآن مجید کا ثواب حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ کو پہنچایا گیا۔ اطلاعاً تحریر ہے۔

والسلام: تنویر احمد شریفی/ یکم ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ ۱۸ اپریل ۲۰۰۸ء

جناب پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی

(گورنمنٹ کالج بوسن روڈ ملتان)/ قرآن محل بیرون پاک گیٹ ملتان

بخدمت عالیہ حضرت مولانا محمد فیاض خان صاحب سواتی

وبرادران دامت برکاتہم العالیہ

واجب الاحترام حضرت مولانا محمد فیاض خان صاحب و برادران محترم ومکرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ! اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے **کل من علیھا فان o ویبقی وجہ ربك ذوالجلال والکرام o** اگر کسی کو یہاں سے جانے سے مستثنیٰ کیا جاتا تو وہ شیطان کے مقابلے میں ضرورت ہدایت کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص امام الانبیاء اور حبیب خدا حضرت محمد ﷺ کو کیا جاتا مگر غزوۂ احد کے بعد **وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل** ...... یہ آیت نازل فرما کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کے لیے ذہناً تیار کیا گیا۔ کیونکہ جب سے کائنات بنی ہے اور جب تک رہے گی نبی ﷺ کی جدائی کا جو صدمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوا اس کے برابر کوئی صدمہ نہیں ہوسکتا۔

آدم علیہ السلام جب زمین پر اتارے گئے اس وقت ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو آگاہ فرمادیا کہ تمہارا دنیا میں رہنا عارضی ہوگا اور یہ دنیاوی زندگی جنت میں آنے کی کوشش کے لیے دی گئی ہے۔ جس نے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی اتاری ہوئی ہدایت کے مطابق دنیاوی زندگی بسر کی وہ حقیقتاً کامیاب ہوگیا اس کے سواہر وہ صورت جس کو اہل دنیا کامیابی شمار کریں وہ ناکامی کی صورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کا شکر کثیر وعظیم ہے کہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ ان مــفــلــحــین وفائزین میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان، تقویٰ اور استقامت کی علامت بیان فرمائی، ان کی زندگی اسلام پر گزری اور وفات ایمان پر ہوئی۔ آخرت میں نجات کا انحصار ایمان پر ہے اور درجات کی بلندی کا ذریعہ عمل ہے، موت عمل کا وقت ختم ہونے کی حد ہے مگر نبی ﷺ کے ارشادات کے مطابق بعض صورتیں وہ ہیں جن میں وفات کے بعد اجر وثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان تمام صورتوں میں ذو حظ عظیم ہونے شرف حاصل ہے۔ الدال علی الخیر کفاعلہ کے مطابق آپ کے دروس وخطبات کے اثرات انشاء اللہ تعالیٰ ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتے رہیں گے، جامع مسجد النور، مدرسہ نصرۃ العلوم ان کے لیے مستقل صدقۂ جاریہ ہیں ان کے علم کا نافع ہونا ان کی مطبوعات اور شاگردوں کی کثرت سے عیاں ہے اور الحمد للہ ان کی اولاد کا صالح ہونا واضح ہے۔

عالمِ دنیا میں تکلیف مومن کے لیے نعمت ہے پہلے مرحلہ میں گناہوں کے کفارہ کا اور دوسرے مرحلے میں درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وفات سے پہلے طویل عرصہ تک صاحب فراش رہنا ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہونے کی حیثیت سے ان کے لیے تو نعمت تھا ہی مگر ان کی خدمت کرنے والوں کی بھی سعادت اور ان کے لیے اجر وثواب کا ذریعہ بنا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کے ایک ایک لمحہ کی تکلیف کو اپنی شان رحمت کے مطابق انعامات واکرامات کا ذریعہ بنائے ان کی اس حالت میں خدمت کرنے والوں کو ہر قسم کی محتاجی سے محفوظ فرمائے اور ان کی کمی کوتاہی کو اپنے عفو وکرم سے معاف فرمائے، آمین۔

امام اہل السنت حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ جامعہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں تشریف لاتے رہتے تھے اور حضرت ان اکابرین میں سے ہیں جن کا بیان میں اسکول کا طالب علم ہونے کے باوجود اشتیاق اور پابندی سے سننے کے لیے حاضر ہوتا تھا اور ان کی کتاب احسن الکلام

بھی میں نے کالج کی طالب علمی میں پورے انہماک سے پڑھی تھی بعد میں مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری صاحب کی تحقیق الکلام پڑھنے کا موقع ملا تو اس کے بعد احسن الکلام کا دوبارہ مطالعہ کیا مگر کیونکہ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدارس کے پروگراموں میں تشریف نہیں لاتے تھے اس لیے ان کے علمی کام ومقام سے آگاہی نہ تھی۔ لیکن ۲۰۰۶ء میں جب حضرت کی کتاب نماز مسنون کلاں کی پہلی اشاعت آئی اور حضرت نے محبت بھرے تحریری کلمات سے اپنے دستخط کے ساتھ ہدیہ کے طور پر ارسال فرمائی ان کلمات اور یاد فرمائی سے حضرت کی اخلاقی عظمت ذرہ نوازی اور اصاغر کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی خصوصیات عالیہ کا احساس ہوا کتاب کے مطالعہ سے ان کے حسنِ استدلال اور تحقیق میں توازن واعتدال سے بھی آگاہی ہوئی اس کتاب کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں اور اس اثناء میں اسی موضوع پر چھوٹی بڑی کئی کتابیں آچکی ہیں مگر افادیت اور جامعیت کے لحاظ سے آج بھی اسے ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے۔

اگرچہ حضرت کی زیارت اور بالمشافہ دعا کرانے کا شرف تو زندگی میں صرف ایک بار حاصل ہوا مگر اس حقیقت کے اعتراف میں مجھے کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ حضرت میرے ان علمی محسنین کتابی اساتذہ اور اکابرین میں سے ہیں جن کی تحریروں اور کتابوں سے میں نے بھرپور استفادہ کیا ہے حضرت کا انداز بیان انتہائی سادہ، پرخلوص، جامع، وسیع المعلومات، معتدل، مؤثر غرض کہ قول بلیغ کا اعلیٰ نمونہ ہے اللہ تعالیٰ حضرت کے علمی فیوض کا دائرہ وسیع سے وسیع تر فرمائے ان کی بشری خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرمائے مغفرت ورحمت میں فضل وکرم کا معاملہ فرمائے متقین وابرار میں شامل فرمائے آگے کی تمام منزلیں آسان فرمائے قیامت کے دن صدیقین کی جماعت میں کھڑا فرمائے نبی ﷺ کی شفاعت ومعیت نصیب فرمائے اور ان اعزاز یافتہ افراد میں فرمائے جن کی رسول اللہ ﷺ ہم جیسے گناہ گاروں کی شفاعت کے لیے سفارش قبول فرمائیں! اللہ تعالیٰ حضرت کے جملہ لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کی اولاد سمیت ہم سب کو اپنے دین کے لیے ایسے قبول فرمائے جیسا کہ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قبول فرمایا! آمین! جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ والسلام دعا گو ومحتاج دعا: ابوالکلام صدیقی

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ 3 مئی 2008ء بروز ہفتہ

حضرت مولانا ایاز احمد حقانی

مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ فریدیہ (رجسٹرڈ)
کانگڑہ شبقدر فورٹ پشاور

برادر مکرم حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ہم سب کے روحانی والد اور یادگار اسلاف ترجمان علمائے دیوبند مفسر قرآن حضرت شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب نوراللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات سے مطلع ہوا۔

حضرت والا کی وفات کا صدمہ ہم سب کے لیے بڑا ہے۔ آپ کے لیے زیادہ ہے اس وجہ سے کہ آپ کا روحانی اور جسمانی دونوں طرح سے والد محترم تھا اور آپ الحمدللہ حضرت والا کی زندگی میں صحیح جانشین اور وارث ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور تمام خاندان کو صبر جمیل عطا فرماوے۔

حضرت صاحب جیسے اکابر کی دعاؤں اور توجہات کی عالم اسلام کو اشد ضرورت ہے۔ لیکن جس نے آنا ہے اس نے جانا بھی ہے یہ قانون خداوندی ہے۔ لیکن ہم یتیم رہ گئے۔ درس قرآن اور دوسرے علمی تصانیف سے ہم بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں درخواست ہے کہ حضرت والا پر ماہنامہ نصرۃ العلوم کا ضخیم نمبر نکال دیں۔

آپ کو اور تمام خاندان کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرماوے آمین دعاؤں کی درخواست ہے۔ دونوں مدارس میں ایصال ثواب کیا گیا۔

از طرف مولانا ایاز احمد حقانی: مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ فریدیہ کانگڑہ شبقدر فورٹ چارسدہ/ بقلم حافظ توحید اللہ خادم حضرت شیخ مدظلہ، ۲/ جمادی الاول ۱۴۲۹ھ

جناب حافظ محمد یعقوب

تمب باغ آزاد کشمیر

۸۶ـ

عزیزم محترم مولانا محمد فیاض خان صاحب سواتی ودیگر برادران، زادکم اللہ تعالیٰ علماً وعملاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہونگے۔ندامت ہے کہ آپ کے والد گرامی کی وفات پر تعزیتی خط بڑی تاخیر سے روانہ کررہا ہوں پہلے پروگرام تھا کہ خود حاضری دوں لیکن علالت کی وجہ سے سفر کے قابل نہ تھا گزشتہ موسم سرما میں گوجرانوالہ قیام کے دوران تین مرتبہ حضرت سے ملاقات کی ایک دفعہ تو بہت اچھے انداز میں ملے اور پرانی یادیں تازہ ہوئیں طالب علمی کا دور یاد کرکے فرمانے لگے بھائی یعقوب وہ دور کتنا اچھا دور تھا پرانے ساتھیوں کے متعلق پوچھنے لگے کہ ان کا کیا حال ہے میں نے بتایا کہ حضرت کچھ تو اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں کچھ زندہ ہیں میں چونکہ حضرت کے ساتھ مدرسہ انوار العلوم میں پڑھتا تھا حضرت شیخ سرفراز صاحب حضرت صوفی صاحبؒ میرے بڑے بھائی مولانا محمد اکبر صاحب اور مفتی عبدالمتین صاحب یہ حضرات درجہ کتب میں پڑھتے تھے اور میں حفظ کا طالب علم تھا اس دور کی یادیں اب بھی میرے ذہن میں تازہ ہیں۔حضرت صوفی صاحب اس وقت بھی سب ساتھیوں میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے شروع میں شریف الطبع اور کم گو تھے آخری ملاقات کے لیے جب میں مدرسہ نصرت العلوم گیا تو عزیزم قاری محمد یسین مجھے کہنے لگا کہ حضرت کافی کمزور ہوچکے ہیں حضرت سے کلام کرنے کی کوشش نہ کرنا۔بس زیارت کرکے واپس آجانا میں نے ایسے ہی کیا، ہوش میں نہیں تھے، میں نے زیارت کی اور واپس چلا آیا ارادہ تھا کہ انشاء اللہ دوبارہ جلدی حاضری دوں گا گھر آکر میری صحت بھی کافی خراب ہوگئی، یہی حسرت دل میں تھی کہ اچانک یہ اندوہناک خبر ملی کہ حضرت اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں زبان سے بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہوا، عزیز محترم نظام قدرت ہے کہ اس جہاں میں جو بھی آیا فنا اس کا مقدر ہے کائنات کا ذرہ ذرہ فانی ہے بقا صرف اور صرف خالق کائنات کو ہی ہے۔دنیا میں کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے انتقال پر اہل خانہ اور متعلقین ہی نہیں پورا جہاں روتا ہے، حضرت صوفی صاحبؒ بھی ان عظیم ہستیوں میں سے ایک تھے حضرت کی زندگی ہمارے لیے ایک نمونہ تھی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آپ سب پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین، آپ سب بھائیوں کو اللہ تعالیٰ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے گلشن کی آبیاری کی توفیق عطا فرمائے، بندہ ناچیز بھی آپ کے

اس عظیم غم میں برابر کا شریک ہے۔

والسلام طالب دعا: حافظ محمد یعقوب وارد تھب باغ آزاد کشمیر/ ۵ مئی ۲۰۰۸ء

حضرت مولانا مشتاق احمد عباسی

مدیر ماہنامہ الہادی و مہتمم ادارہ صدیقیہ گارڈن ویسٹ کراچی نمبر ۳

باسمہ الکریم الجلیل

عزیزم گرامی قدر مولوی فیاض خان وعزیزم مولوی ریاض خان وعزیزم مولوی عرباض خان سواتی دامت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد السلام المسنون حضرت والد اقدس حضرت صوفی صاحب نور اللہ انوار اً کثیر اً لایعد ولا یحصیٰ کی وفات پر دلی گہرا صدمہ ہے۔ مگر اللہ کے راز وقانون یہی ہیں ۔

لو کانت الدنیا تدوم لواحد لکان محمدٌ فیھا مخلدا

حضرت والد صاحبؒ کی وفات ہم سب کا اجتماعی ملی نقصان ہے اللہ ان پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے ان کی کامل اتباع نصیب فرمائے، طرف الطلباب کچھ شکستہ الفاظ حاضر ہیں اگر شرف شمولیت پاویں تو اعزاز ہوگا۔

دعا گو مشتاق عباسی/ ۲۰۰۸ء 8-5-2008

حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

استاذ تخصص فی الدعوۃ والتحقیق مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

محترم المقام حضرت اقدس مولانا فیاض خان سواتی مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، شیخ المفسرین امام المحققین امین فکر اسلاف حضرت اقدس صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کی رحلت امہ مسلمہ کیلئے بالعموم اور ارباب فکر وتحقیق کیلئے خصوصاً نا قابل تلافی نقصان ہے حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے اور جو اجر وہ محسنین کو

عطا فرماتا ہے حضرت اقدس قدس سرہ کو بھی اس سے حظ وافر عطا فرمائے اس لئے کہ انہوں نے اپنی حیات مستعار میں فکر اسلاف کی ترجمانی کا حق ادا کیا اور آپ حضرات کو اس ناقابل برداشت صدمہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور پھر اس صبر پر اجر عظیم عطا فرمائے حضرت کے علوم اور برکات کے سلسلہ کو تا قیامت جاری وساری فرمائے آمین بجاہ النبی الامی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

محتاج دعا: محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

نوٹ: خصوصی اشاعت کے لیے چند سطور حاضر خدمت ہیں، گر قبول افتد زہے عزوشرف

حضرت مولانا قاری خلیل احمد

ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ وخطیب جامع مسجد بندر سکھر سندھ

محترم ومکرم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم وحضرت مولانا فیاض احمد خان صاحب زید فضلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

استاذ العلماء حضرت مولانا عبد الحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر دکھ اور افسوس ہوا (انا للہ وانا الیہ راجعون ان اللہ ما اعطیٰ ولہ ما اخذ و کل شئی عندہ باجل مسمی) اللہ تعالیٰ کا یہ نظام کائنات ہے کوئی آرہا ہے اور کوئی جارہا ہے لیکن بعض جانے والے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے نصب العین اور دینی منصب اور حمیت کے حوالے سے ایک انجمن اور تحریک ہوا کرتے ہیں اس لیے ان کے چلے جانے سے بہت دیرپا اثرات مرتب ہوتے ہیں بسا اوقات ایک خلا سا رہ جاتا ہے۔

(کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام، اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنی بعدہ)

حضرت مولانا سواتی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان ہستیوں میں سے تھے جنکو دیکھ کر اپنے سلف یاد آجاتے تھے انکے طور طریقہ سے اور انکی سادگی سے اکابر کی خوشبو آتی تھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ تھے تو سلف کے قافلہ کے رکن لیکن یہ ان سے بچھڑ گئے تھے مجھے جوں حضرت کے انتقال کا علم ہوا تو جامعہ کے دار الاہتمام میں تمام اساتذہ کرام نے حضرت کی ترقی درجات اور جنت کے اعلیٰ مقام کیلئے دعا کرائی حسن اتفاق سے جامعہ کے

استاذ الحدیث مولانا عبدالمالک سندھی صاحب تو حضرت کے شاگرد تھے یوں تو قرآن کی تفسیر سے شغف رکھنے والا شاید کوئی ہو جس کو حضرت سواتی کی تفسیری خدمات سے واقفیت نہ ہو اور خصوصاً علماء دیوبند کی ترجمانی اور فکر ولی اللّٰہی کی صحیح تعبیر کے حوالے سے تو مولانا مرحوم سند کی حیثیت رکھتے تھے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کی دینی وملی خدمات کو اپنے حضور شرف قبولیت بخشے اوران کی قلمی کاوشوں کو ذریعہ نجات بنائے پس ماندگان اوران کے متوسلین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

صلی اللّٰهم علی حبیبك سیدنا و مولانا و شفیعنا محمد و آله و صحبه و بارك و سلم تسلیما کثیراً

فقط والسلام: قاری خلیل احمد

حضرت مولانا عظمت اللہ بنوی

مدیر مسئول جامعہ المرکز الاسلامی بنوں

واستاد شعبہ تخصص والافتاء

محترمی ومکرمی جناب حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

علم وتحقیق کا درخشندہ ستارہ

چند دن قبل حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب نوراللہ مرقدہ کا سانحہ ارتحال کے بارے معلوم ہوکر دلی صدمہ ہوا۔ حضرت مولانا کی رحلت ایک عظیم سانحہ ہے شاید صدیوں یہ خلا پر نہ ہو

؎ زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی
ہائے کیا لوگ تھے دام اجل میں آگئے

مرحوم عالم اسلام کا ایک محدث کبیر مفسر اعظم علم وتحقیق کا پہاڑ اور اکابر دیوبند کے علوم ومعارف کے امین تھے۔

بندہ کا زمانہ طالبعلمی میں حضرت صوفی صاحب مرحوم سے صرف ایک مرتبہ ملاقات ہوئی تھی اس وقت

بندہ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں زیر تعلیم تھا اچانک حضرت مفتی شامزئی نوراللہ مرقدہ کو دیکھا کہ حضرت صوفی صاحب مرحوم کے استقبال کے لیے آگے دوڑ رہے تھے یوں معلوم ہورہا تھا کہ جیسے بچھڑا ہوا بچہ اپنی ماں سے مل رہا ہے اس وقت یہ کیفیت دیکھ کر اچانک آنکھوں میں آنسو آئے۔ اور دارالعلوم دیوبند کے در ودیوار اور اسکے بکھرے ہوئے موتی یاد آئے اور انکا آپس میں تعلق ومحبتیں یاد آئی۔

اب کہاں وہ دن کہاں وہ حلقہ پیر مغاں
اب کہاں وہ ذات اقدس تھی جو روح مے کشاں
وہ مزا وہ خط وہ دور مے کشی جاتا رہا
زندگی اب کیا ہے کیف زندگی جاتا رہا

بہر حال حضرت مولانا مرحوم ومغفور کی جملہ خدمات رب کائنات اپنی بارگاہ ایزدی میں قبول فرما کران کے لیے سرمایہ آخرت بنادیں۔ اوران کے فیوضات سے ہمیں مستفید فرماویں۔

ہم دعا گو ہیں کہ پسماندگان کورب کائنات انہی کے نقش قدم پرعمل پیرا کریں۔

والسلام: از بندہ عظمت اللہ بنوی

جناب پروفیسر عبدالخالق بلوچ

ایوان علم وادب پاکستان کندہ کوٹ ضلع جیکب آباد

مکرمی ومحترمی جناب حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امابعد۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کے سانحہ ارتحال کی خبر پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ حضرت صوفی صاحبؒ کی دینی وعلمی خدمات بے انداز ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کوقبول فرمائے اوران کے اعلیٰ درجات کا سبب بنائے، آمین۔

میری طرف سے ان کے صاحبزادگان کی خدمت میں دعائیں اور سلام پہنچیں۔

اہل قلم کانفرنس لاہور کا پروگرام روانہ خدمت ہے شرکت کے لیے استدعا ہے۔

والسلام: خاکسار/ پروفیسر عبدالخالق بلوچ/ 10-4-2008ء

جناب ضیاء کھوکھر

کنسلٹنٹ میڈیا ریلیشنز/ ہاؤس نمبر 18، ابن سینا روڈ سیکٹر G-10/3، اسلام آباد

محترم مولانا زاہد الراشدی صاحب

السلام علیکم!

گزشتہ دنوں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب کی وفات کی خبر ملی۔ اس خبر سے مجھے انتہائی دکھ اور صدمہ ہوا ہے۔

اذیت اور اندوہ کے ان لمحات میں میری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں بلند درجہ اور اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے سوگوار خاندان کے سارے غمزدہ افراد کو حوصلہ کے ساتھ یہ صدمہ برداشت کرنے کے لیے صبر اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین

آپ سے میری ذاتی استدعا ہے کہ میرے تعزیتی احساسات اپنے والد صاحب سمیت تمام سوگوار افراد تک پہنچا دیں۔ Please

نیک خواہشات اور مخلصانہ دعاؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص: ضیاء کھوکھر/ 12/4/2008ء

جناب خالد رحمٰن

ڈائریکٹر جنرل

Institute of Policy Studies

Nasr Chambers, Block 19, Markaz F-7, Islamabad

محترم زاہد الراشدی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،   امید ہے مزاج بخیر ہونگے۔

مولانا عبدالحمید سواتی صاحب کے سانحہ ارتحال کا علم ہوا۔ ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا ہے کہ اللہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ یہ نہ صرف آپ کے لیے بلکہ تمام اہل علم کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ اللہ مرحوم کو فردوس بریں میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

انسٹی ٹیوٹ میں ہمارے سارے ساتھیوں کی جانب سے تعزیت قبول فرمایئے اور ان کے اہل خانہ سے بھی تعزیت عرض کر دیجئے۔

والسلام: خالد رحمٰن/ ڈائریکٹر جنرل/ 8 اپریل 2008ء

جناب ڈاکٹر محمد امین

سینئر ایڈیٹر اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام

پنجاب یونیورسٹی اولڈ کیمپس لاہور

محترم مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مولانا سواتی صاحب مرحوم اور ڈاکٹر محمد دین صاحب کے انتقال پر دلی تعزیت قبول فرمائیں۔

چند سال بیشتر صوفی صاحب کے کام کی خبریں مجھ تک پہنچیں تو ابتداء میں مجھے یقین نہ آیا کہ وہ آپ کے نسبی عزیز ہیں۔ میرے تصور میں یہ تھا کہ آپ پنجابی ہیں اور وہ پٹھان لیکن بعد میں کنفرم ہوگیا کہ یہ میری غلط فہمی تھی۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس عطا فرمائیں اور امت کو ان کا بہتر نعم البدل۔

والسلام نیازمند :محمد امین ۲۰۰۸ء-۴-۲۳

جناب ڈاکٹر قاری محمد طاہر

مدیر ماہنامہ التجوید 8-W-12 مدینہ ٹاؤن فیصل آباد

گرامی قدر محترم مولانا زاہد الراشدی صاحب

السلام علیکم

آپ کے چچا محترم مولانا عبد الحمید سواتی کے انتقال کی خبر ملی۔ دلی رنج ہوا، فون پر تعزیت کے لیے کوشش کی رابطہ نہ ہو سکا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ ان کی تابندہ حسنات سے دنیا والوں کو تا ابد فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے۔ ان کے انتقال سے آپ ایک بڑے سہارے اور گھنے سائے سے محروم ہو گئے ہیں۔ مشیت الٰہی ہی غالب رہتی ہے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام :محمد طاہر

حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف

ناظم اطلاعات آل جموں وکشمیر جمعیۃ علماء اسلام/مہتمم جامعہ دار العلوم الاسلامیہ چھتر دومیل
ممبر مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان/ ناظم اعلیٰ سواد اعظم اہل السنۃ والجماعت آزاد کشمیر

بخدمت گرامی قدر حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد از سلام مسنون، مزاج گرامی!

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی رحمہ اللہ کے سانحہ ارتحال کی اطلاع بذریعہ فون حضرت مولانا مفتی محمد اویس خان سے ہوئی۔ مظفر آباد سے ہم لوگ حضرت مولانا محمد الیاس دامت برکاتہم اور حضرت

مولانا قاری عبدالمالک توحیدی کی رفاقت ومعیت میں ظہر کی نماز کے بعد گوجرانوالہ کے لیے روانہ ہوئے شدید بارش کے باوجود اللہ کی توفیق سے ہم لوگ عشاء کی نماز میں جامعہ نصرۃ العلوم میں پہنچ گئے اور نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت پالی۔ الحمدللہ علی ذالک بظاہر موسمی حالات اور سفری مسافت کیوجہ سے یہ ممکن لگ نہیں رہا تھا۔ یقیناً یہ حضرت مولانا مرحوم کی کرامت اور مقبولیت عنداللہ کی علامت ہے کہ دور دراز سے علماء کرام اور مشائخ دیوانہ وار نماز جنازہ میں شرکت کیلئے چلے آرہے تھے اور مسافتیں سمٹ رہی تھیں۔ نماز جنازہ میں شرکت کے بعد حضرت مولانا ریاض صاحب اور حضرت مولانا فیاض صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان سے تعزیت بھی کی تاہم تلاش کے باوجود آپ سے ملاقات وزیارت نہ ہوسکی۔ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان دامت برکاتہم اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کا فیض بحمد اللہ پوری دنیا میں ان کی تصنیفی، تدریسی کاوشوں کی صورت میں جہاں موجود ہے وہاں آزاد کشمیر میں بھی موجود ہے، آزاد کشمیر کے اکثر علماء کرام نے دورہ تفسیر کے علاوہ بھی مختلف انداز میں ان شیخین کریمین سے استفادہ کر رکھا ہے۔ جس کیوجہ سے حضرت مولانا مرحوم کی رحلت اور جدائی کا داغ ہر جگہ شدت سے محسوس ہورہا ہے۔ اسی لیے آزاد کشمیر میں اکثر دینی مدارس میں تعزیتی اجلاس اور قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ راقم اپنی طرف سے نیز جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ مظفرآباد کے اساتذہ کرام طلباء، سواد اعظم اہل السنت والجماعت آزاد کشمیر اور جمعیۃ علماء اسلام آزاد کشمیر کی طرف سے آپ سے جامعہ نصرت العلوم کی انتظامیہ، حضرات اساتذہ کرام، صاحبزادگان، طلباء کرام اور تمام متعلقین سے تعزیت کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کو اپنے خاص اور مقرب بندوں میں شامل فرمائے اور حضرت والا کے لگائے ہوئے باغ کو ہمیشہ ہمیشہ بہاریں نصیب فرمائے اور انکے تمام صدقاتِ جاریہ کی ہمیشہ حفاظت فرمائے (آمین)

احقر قاضی محمود الحسن اشرف/۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ

اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور

فضیلۃ الشیخ الاستاذ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم
محترم ومکرم جناب ابوعمار زاہد الراشدی صاحب زادمجدہ
برادر عزیز محمد عمار خان ناصر صاحب "مدیر الشریعہ"

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مورخہ 7 اپریل 2008ء کے اخبار سے یہ روح فرسا خبر پڑھنے کو ملی کہ بانی نصرۃ العلوم مولانا صوفی عبدالحمید سواتی دار فانی سے دار بقا کی طرف روانہ ہوگئے ہیں۔ یہ ایک شخص کا سانحہ ارتحال نہیں ایک دور اور علمی تحریک سے محرومی ہے۔ حدیث مبارکہ کے مطابق علم نہیں اٹھتا بلکہ صاحبان علم اٹھ جاتے ہیں۔

بلاشبہ صوفی صاحب کی زندگی کا ہر لمحہ علم نبوت کی ترویج میں گزرا، نصرۃ العلوم کی صورت میں ایک شاندار علمی درس گاہ قائم فرمائی جس کا فیض جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔ ان کے ہزاروں پھیلے ہوئے شاگرد انکے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ ان کی نجات کے لیے اس سے بڑھ کر وسیلہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

پھر دروس القرآن کا سلسلہ جو مرتب و مدون ہوا ہے یہ بھی علمی دنیا کے لیے ایک سرمایہ ہے ہم اس صدمہ میں جملہ اہل خانہ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ ہمارے جذبات صوفی صاحب کے اہل خانہ تک بھی پہنچا دیئے جائیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو سدا جاری رکھے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ ان کی علمی وتدریسی، تصنیفی خدمات کے پیش نظر ان کی یاد میں خصوصی نشست رکھی جائے نیز الشریعہ میں ان کی خدمات پر جامع مضمون شائع کیا جائے۔

میں نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ نے راقم کا مضمون، ضیاء الدین اصلاحیؒ پر شائع کیا انشاء اللہ قلمی تعاون کا سلسلہ جاری رہے گا۔

والسلام: خیر اندیش/ ڈاکٹر محمد عبداللہ/ اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور/ ۲ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

جناب پروفیسر سید شفیق احمد ترمذی

کلے بابرہ ضلع چارسدہ (پشتونخواہ)

محترم محمد فیاض خان سواتی صاحب

السلام علیکم!

اخبار کے ذریعے آپ کے والد محترم صوفی عبدالحمید خان سواتی مرحوم کی وفات کی خبر پڑھی۔ دلی افسوس ہوا۔ خداتعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ میری طرف سے تعزیت قبول فرمائیں۔

میں اپنے محلے کی مسجد میں شام کے وقت درس قرآن دیتا ہوں۔ اور درس صرف معالم العرفان فی دروس القرآن سے دیتا ہوں۔ بڑی اچھی اور کارآمد تفسیر ہے۔ اس حوالے سے روزانہ شام کو مرحوم کے ساتھ روحانی ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ چند برس قبل رائے ونڈ سے ہماری تشکیل آپ کے چچا جان کی مسجد واقع گکھڑ منڈی ہوئی تو ایک دن میں نے گوجرانوالہ آکر آپ کے والد محترم کے ساتھ بالمشافہ ملاقات اور ان سے دعائیں لی تھیں۔

کچھ عرصہ سے میری خواہش پیدا ہوئی کہ مرحوم سے ملاقات کرلوں ایک تو ویسے ایک عالم دین سے ملنا ایک سعادت ہے دوسری یہ کہ تفسیر دروس القرآن کے مطالعے کے دوران کچھ اشکالات پیدا ہوئی تھیں چاہتا تھا کہ خود ان سے ملکر یہ اشکالات حل کر دوں۔

علاوہ ازیں کچھ کتابت کی فروگزاشتیں بھی ہیں ان کی تصحیح کرانا چاہتا تھا۔ خیر خدا کو کچھ اور منظور تھا... اب آپ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔ خداتعالیٰ آپ کو زندگی دے اور انہوں (مرحوم) نے علم کی جو شمع روشن کی تھی۔ خداتعالیٰ آپ کو اس کو جلائے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

میں نے دروس القرآن کی تمام جلدوں کے تصحیح طلب الفاظ جلد وار اکٹھے کئے ہیں۔ اگر آئندہ ایڈیشنوں میں آپ ان کی تصحیح کرانا چاہتے ہیں تو میں وہ تمام مواد بذریعہ ڈاک بھیج سکتا ہوں۔

جواب کا منتظر رہوں گا۔

والسلام: پروفیسر سید شفیق احمد ترمذی/۴ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ ۱۱/۴/۲۰۰۸ء

جناب قاری عبدالرشید کلاچی

ڈیرہ اسماعیل خان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

سلام مسنون و دعا کے بعد عرض ہے کہ حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی دامت برکاتہم ۔ مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ہم کو بے حد دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت عطا فرمائیں، آمین، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ آپ نے بے لوث دین کی خدمت کی ہے۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ آج مورخہ 13/4/08 کو دورِ قرآن مجید کا ختم کیا۔ ان کا ثواب سواتی صاحب کو بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ انکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آپ مہربانی فرما کر مفسر القرآن سواتی صاحب کے حالات ماہنامہ نصرۃ العلوم میں شائع کریں۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب کی عمر میں اللہ برکت دے اور صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آپ کے لیے اور اکابرین دعا کرتے ہیں۔ اور آپ ہم کو بھی دعاؤں میں یاد کریں۔

والسلام شکریہ: قاری عبدالرشید ولد غلام مصطفیٰ / ابراہیم زئی بمعرفت نعمت میڈیکل / مین بازار کلاچی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان / 13-4-2008ء

حضرت مولانا ہدایت اللہ کوئٹہ

مدرس جامعہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن سرکی روڈ کوئٹہ

محترم ومکرم مولانا محمد فیاض خان سواتی مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

داعئ حق مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی قدس سرہٗ کا سانحۂ ارتحال جہاں حضرت کے پسماندگان اور خاندان کیلئے عظیم صدمہ ہے وہاں حضرت کے ہزاروں عقیدت مندوں اور تلامذہ کیلئے بھی

محرومی کا باعث ہے۔

یقیناً امت آج ایسے دردمند مصلح اور مفکر سے محروم ہوئی ہے جو امت کے صحیح نبض شناس اور حاذق حکیم تھے۔

جامعہ نصرۃ العلوم کے قیام، تفسیر معالم العرفان اور دیگر علمی خدمات کے ذریعے جس خاموشی کے عالم میں حضرت نے جو فیض کے چشمے جاری فرمائے صدیوں تک اس سے امت سیراب ہوتی رہے گی۔ حضرت کی وفات کے صدمہ میں آپ تنہا نہیں بلکہ اہل حق علماء، طلباء اور معتقدین مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت حضرت کی جدائی سے افسردہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے ان کے جاری کردہ چشمہائے فیض کی حفاظت فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین

فقط: ہدایت اللہ/ مدرس جامعہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن سرکی روڈ کوئٹہ/ الخریج من دورۃ التفسیر جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ۱۴۱۳ھ/ ۴ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

مولانا ابو یوسف محمد طیب لدھیانوی

بنوری ٹاؤن جمشید روڈ کراچی

حضرت اقدس مولانا محمد ریاض احمد صاحب و مولانا محمد فیاض احمد صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

سلام مسنون کے بعد خدمتِ اقدس میں گذارش ہے کہ حضرت والد محترم حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے اس دار فانی سے رحلت فرما جانے کا بے حد صدمہ ہوا۔ آپ تمام حضرات کے صدموں میں ہم بھی پورے شریک ہیں۔

اکابرین کا اس طرح پے در پے اٹھ جانا یہ قرب قیامت کی نشانی ہے۔ قحط الرجال کا زمانہ آچکا ہے۔ یکے بعد دیگرے مسلسل اکابرین علماء کرام رخصت ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اس سے پہلے یہاں کراچی میں بڑے بڑے علماء مشائخ عظام کی قیمتی جانیں دہشت گردوں نے ہم سے چھین لی۔ ان اکابرین کا انتہائی صدمہ ہے کہ بے دردی سے چن چن کر شہید کر دیا۔

بہر حال حضرتؒ نے جس انداز، جس ماحول، جن حالات میں رہ کر دین اسلام کی نشر واشاعت فرمائی اور عوام کے گندے خیالات گندے ذہن اور فاسد دلوں کو مانج مانج کر روحانیت کے ذریعہ دھویا ہر شخص کے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

حضرتؒ نے ساری زندگی قناعت، طاعات، صبر، شکر، سادگی اور بے تکلفی میں گزاری، دنیا میں ایسی مثالیں شاذ ونادر ہی ہوں گی۔

بہر حال حضرت کا اپنے ہاتھوں لگایا ہوا باغ حضرت کیلئے صدقہ جاریہ ہے، اس سے جو جو فیض حاصل کر کے جا رہے ہیں وہ حضرت کیلئے نامہ اعمال میں اضافہ کا ذریعہ بن رہا ہے۔ ان شاء اللہ۔ دینی رشتہ ہونے کے ناطے بے انتہا صدمہ ہے کہ بیان سے قاصر ہوں۔ بہر حال حالات زندگی پر مختصراً مضمون بذریعہ خط ارسال کر دیا ہے۔ امید ہے کہ مل چکا ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والد مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے تمام حسنات کو قبول فرمائے۔ اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔

باقی آپ تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، تمام عزیز واقارب رشتہ داروں کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

نیز حضرتؒ کے بڑے بھائی امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب دامت برکاتہم کو خوب خوب صبر نصیب فرمائے۔ حضرت کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔

فقط والسلام: منجانب: ابو یوسف محمد طیب لدھیانوی ابن مولانا عبدالرزاق لدھیانوی/کراچی بنوری ٹاؤن جمشید روڈ

مولانا سعید احمد قادری

چشتیاں ضلع بہاولنگر

تعزیتی پیغام

محترم المقام واجب الاحترام حضرت مولانا حافظ فیاض احمد صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

سلام مسنون! بعد عرض یہ ہے کہ سیدی وسندی واستاذی عارف ربانی عالم حقانی مفسر قرآن استاذ العلماء حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ارتحال وانتقال نہ صرف آپ کے لیے بلکہ تمام امت مسلمہ کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے جو کہ نا قابل تلافی نقصان ہے دین اسلام، طلبہ اور علماء کے لیے آپ کی خدمات نا قابل فراموش ہیں خدا تعالیٰ حضرت استاذ صاحب مرحوم کی روح پر اپنی بیشمار رحمتیں نازل فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور علم وفضل کے اس عظیم خانوادے کو حق تعالیٰ حفظ وامان میں رکھے آمین اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت استاذ صاحب مرحوم اکابر علماء دیوبند کی یادگار تھے اور موجودہ ارتداد اور بے دینی کے دور میں ایسی ہستیوں کا چلے جانا علامات قیامت سے ہے حضرت مرحوم کی زندگی علم وتقویٰ وسنت رسول سے مزین تھی اب تو آپ کی ذمہ داریاں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہیں آپکو اور ہم سبکو اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے نقش قدم پر چل کر دین حق کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے آمین حضرت استاذ مرحوم کے انتقال کی خبر 18 اپریل 2008ء کو حضرت مولانا حافظ محمد رمضان صاحب مالک فینسی جیولرز مین بازار چشتیاں ضلع بہاولنگر نے سنائی کہ روزنامہ پاکستان میں آیا ہے کہ گوجرانوالہ کے کسی عالم دین کا انتقال ہوگیا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں تو اخبار تلاش کر کے معلوم ہوا تو پھر انہوں نے بندہ ناچیز سے تفصیل پوچھی حضرت استاذ صاحب مرحوم کی خبر ایک بجلی کی طرح دل پر گری۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت استاذ مرحوم کی رحلت پر بے حد دلی صدمہ ہوا بندہ ناچیز کی دلی تعزیت قبول فرمائیں۔

آپکی خدمت اقدس میں نہایت مودبانہ عرض ہے کہ بندہ کے والد صاحب شدید بیمار ہیں دعائے صحت کی اپیل ہے۔

فقط والسلام: بندہ ناچیز سعید احمد قادری عفی عنہ/ فاضل جامعہ نصرۃ العلوم ووفاق المدارس پاکستان/ 56 ڈبلیو بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن چشتیاں ضلع بہاولنگر/ 20/4/2008ء

جناب محمد طلحہ جامی نقشبندی

جلال پور پیر والا ملتان

......محدث کبیر، مفسر قرآن حضرت الشیخ مولانا عبد الحمید خان صاحب سواتی رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ کی وفات عظیم سانحہ ہے شدید چوٹ لگی دل ودماغ ماؤف ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت الشیخ کو اپنے خصوصی جوار رحمت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے آمین۔ پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں آمین۔ میری طرف سے حضرت الشیخ مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ اور مولانا فیاض خان صاحب مدظلہ کو بھی سلام اور تعزیت مسنونہ۔

والسلام محتاج دعا غریب الدیار: محمد طلحہ جامی نقشبندی

مکان نمبر 786 نقشبندیہ کالونی/ جلال پور پیر والا۔ ملتان

مولانا نیک محمد

کڑی کوٹ وانا جنوبی وزیرستان

جناب محترم حضرت مولانا محمد فیاض ومولانا محمد ریاض زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عرض آنکہ بندہ نے جیسے ہی استاد المحترم کے حادثہ وفات کی خبر سنی ایسا محسوس ہوا کہ جیسے خرمن عقل پر بجلی گر پڑی ہو تکلیف کی شدت سے دل سخت پریشان ہوا چونکہ ہم ایک مشفق عظیم استاد کے ملاقات سے محروم ہوئے لیکن میں سوچتا ہوں اب غم کرنے سے کیا حاصل ہوگا یہ تقدیر کا فیصلہ تھا اصل بات یہ ہے کہ تقدیر اور تدبیر کے جنگ میں فتح وکامرانی ہمیشہ تقدیر کی ہوتی ہے۔ انسان کے پاس تقدیر کے حق میں اپنی ہار اور شکست تسلیم کرنے کے علاوہ چارۂ کار نہیں رہتا تقدیر کا فیصلہ اٹل ہے۔ لایُمحیٰ و لایبدل مقدر اپنا فیصلہ نافذ کرتی ہے انسان کی پریشانی سے تقدیر کو سروکار نہیں لیکن استاد صاحب کی عظیم خوش قسمتی یہ ہے کہ ملک کے اندر اور ملک سے باہر کثیر تعداد میں بہت زیادہ شاگرد رکھتے ہیں اس کیلئے صدقہ جاریہ ہے اور یہاں وانا میں حضرت

الاستاد صاحب کے بہت زیادہ شاگرد موجود ہیں انکے عمل میں بھی کامل حصہ ثواب رکھتا ہے۔صرف ہمارے ساتھ 200 سے زیادہ طلباء کرام پڑھتے اور انکے عمل میں بھی استاد صاحب کامکمل حصہ ہے۔

ہمارے اور آپ حضرات کیلئے یہ تسلی کافی ہے۔لہٰذا میں استاد المحترم کی وفات پرغم سے لبریز دل کے ساتھ تعزیت پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ استاد صاحب کو جنت عطا کریں ہمیں اور آپ حضرات کو صبر کی توفیق سے نوازے۔

فقط والسلام: منجانب: مولانا نیک محمد فاضل نصرۃ العلوم بمورخہ 1991ء

مولانا حافظ خیر محمد

مہتمم جامعہ خیر المدارس العربیہ کوئٹہ

مخدوم معظم و مکرم حضرت استاذ المکرم مولانا ابوعمار زاہد الراشدی صاحب وخاندان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ مزاج بعافیت ہونگے۔

آنجناب حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب نوراللہ مرقدہ کے وفات حسرت کی خبر ملی انا للہ وانا الیہ راجعون۔اس خبر کے ملتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ بجلی گری اور ایک غیر متوقع واقعہ پیش آیا۔آنجناب اس دنیا میں جو آیا ہے وہ جانے ہی کیلئے آیا ہے۔اور علماء کرام اور ایسے اکابرین کا تو یہ معاملہ ہے کہ

ے دن گنے جاتے تھے اس دن کیلئے۔ الحمدللہ حضرت مرحوم نے اپنے پیچھے علمی خدمات اور ایسی اولاد چھوڑی ہے جو ان کیلئے صدقہ جاریہ اور باقیات الصالحات ہیں۔

حضرت والا نوراللہ مرقدہ کی موت ایک عالم کی موت نہیں کہ صرف ایک گھرانے یا ایک خاندان کی بلکہ موت العالِم موت العالَم (الحدیث)۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دیں اور تمام پسماندہ گان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔ بندہ سب کے ساتھ اس غم میں برابر شریک ہے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ اواسکنہ فی الجنۃ (آمین)

تمام اقرباواحبہ کوتحفہ سلام پیش خدمت ہے۔
والسلام: آپ کا شاگرد رشید حافظ خیرمحمد عفی عنہ/ فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک/۳ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

حافظ لقمان احمد فاروقی

محترم ومکرم جناب مدیر صاحب (ماہنامہ نصرۃ العلوم)
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مسنون سلام کے بعد عرض ہے کہ بندہ ناچیز درد دل سے یہ بات عرض کرتا ہے کہ حضرت صوفی صاحبؒ کی موت کا سانحہ بہت ناقابل فراموش ہے۔ سب سے بڑھ کر ہم سب کیلئے محرومی یہ ہے کہ حضرت صوفی صاحبؒ جیسی عظیم ہستی کا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا ہے۔ اور ایک بزرگ شخصیت کی دعاؤں سے بھی ہم محروم ہوگئے ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؒ کے فرزندار جمند حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب مدظلہ کو صحیح طور پر حضرت صوفی صاحبؒ کی جانشینی اور ہمارے سروں کے اوپر ان کا سایہ تادیر قائم ودائم فرمائے۔ آمین۔ سب سے بڑھ کر بندہ ناچیز کیلئے محرومی کی بات یہ ہے کہ بندہ حضرت صوفی صاحب کی نماز جنازہ کی سعادت سے محروم رہ گیا ہے اس وقت بندہ اپنے مدرسہ کے سلسلہ میں صوبہ سرحد کے علاقہ میں گیا ہوا تھا۔ نماز جنازہ میں آنے کی ہر ممکن کوشش کرنے کے باوجود نہیں پہنچ پایا۔

یہ ایک مضمون آپ کی طرف بندہ نے بھیجا ہے جو کہ حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلق ہے میرے لیے یہ بڑی سعادت ہوگی کہ یہ آپ شفقت فرماتے ہوئے ماہنامہ رسالہ "نصرۃ العلوم" کی خصوصی اشاعت میں اس کو بھی شامل فرمائیں۔

فقط والسلام: حافظ لقمان احمد فاروقی عفی عنہ

جناب قاری حبیب الرحمٰن زاہد

سینئر کالم نگار روزنامہ نوائے وقت لاہور

محترم القام جناب حضرت مولانا زید مجدہ

السلام علیکم، مزاج عالی، جناب محترم، قبلہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ملال کی خبر پڑھ کر از حد افسوس ہوا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون o حضرت والا کا سایہ عاطفت دینی مذہبی حلقوں کے لیے سائبان کی حیثیت رکھتا تھا۔ انکی تفسیر معالم العرفان علمی حلقوں میں انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ کل من علیھا فان o کے تحت یہاں کسی کی بھی چیز کو دوام وثبات حاصل نہیں ہے وقت معین کے بعد ہر ذی روح کو اللہ جل شانہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ جناب محترم یہ مالک حقیقی کا فیصلہ ہے۔ رب العلمین کے فیصلے میں کوئی دخیل نہیں ہے۔ رب تعالیٰ آپ کو بہن بھائیوں کو عزیزوں کو رشتہ داروں کو حوصلہ اور صبر عطا فرمائے۔ اور اس صبر پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ حضرت والا کی روح طیبہ کو جنت الفردوس میں سکینت عطا فرمائے۔

محترم جناب حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ العالی کے سسر صاحب کی وفات پر تعزیت کرتا ہوں روزنامہ نوائے وقت لاہور میں تعزیتی بیان چھپا تھا اسکا تراشہ ارسال خدمت ہے بقیہ اخبارات میں بھی تعزیتی بیان بھیجے ہیں ریکارڈ دیکھ کر باقی تراشہ جات ارسال خدمت کرونگا اس تعزیتی بیان کو ماہنامہ نصرۃ العلوم میں چھاپ دیں۔

فقط والسلام: قاری حبیب الرحمٰن زاہد/سینئر کالم نگار روزنامہ نوائے وقت لاہور

گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول ماڈ ٹاؤن لاہور

مولانا محمد صدیق اشرفی

کوٹلی ضلع آزاد کشمیر

مخدومی محترمی ومکرمی حضرت محدث العصر مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دام ظلکم

محترم ومعظم جناب حضرت مولانا فیاض مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم اور دیگر لواحقین ومتعلقین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب نوراللہ مرقدہ کی وفات نہ صرف پورے پاکستان کے مذہبی اور علمی حلقوں کے لیے بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ بعض متوفیین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے متوفی ہونے کے بعد ان کی جگہ پُر کرنا بڑا دشوار ہوتا ہے۔ حضرت صوفی صاحب مرحوم کا شمار انہیں میں کرنا چاہئے۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی زندگی کی ساری علمی صلاحیتیں دینی علوم کی خدمت کے لیے وقف رہی ہیں۔

آپ اعلیٰ قسم کے مفسر قرآن کریم اور محدث تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی انہی کی خدمات سے عبارت ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہوگی جو بجائے خود ایک خیر کثیر کی علامت ہے اور دارالعلوم جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی باقیات میں سے ایک عظیم ترکہ ہے جب تک یہ چشمہ شیریں جاری وساری رہے گا آنے والی نسلیں اس سے فیض یاب ہوتی رہیں گی اور قادر مطلق صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نامہ اعمال کو بھی اس خیر کثیر سے مزین کرتے رہیں گے۔ اور جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ دینی اور علمی خدمات انجام دے رہے ہیں وہ بھی ایک صدقہ جاریہ ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیش بہا دینی وعلمی خدمات ہیں جن کا احاطہ اس مختصر کاغذ پر مٹایا نہیں جاسکتا۔ راقم الحروف بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں میں سے ہے اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ حضور پورنور ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے آمین۔ اور آپ کے متوسلین کو صبر وحوصلہ کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشن وپروگرام کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت وبزرگی کا یہی ثبوت کافی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ کا بچپن وجوانی اور پیرانہ سالی خدمت دین میں صرف ہوئی۔ ہر کوئی ایسی سعادتیں لیکر دنیا سے تھوڑا ہی لوٹتا ہے یہ چیزیں خواص کے لیے مخصوص ہیں۔

اللھم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واکرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج ونقه من الخطایا کما نقیت الارض من الدنس وبدله دارا خیرا من داره واھلا خیرا من اھله وزوجا خیراً من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار۔ آمین

؎ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔
آپکا شریک غم: احقر العباد محمد صدیق اشرفی / بمقام سوہانہ ڈاکخانہ اندرلہ کوٹیڑہ / تحصیل وضلع کوٹلی آزاد کشمیر
راقم کا بیٹا محمد خبیب اشرفی آپ کے زیر تعلیم رہا ہے اور گزشتہ سال فارغ ہوا ہے۔

جناب غلام حسین احرار

امیر ضلعی مجلس احرار اسلام،
مرکزی ممبر مجلس شوریٰ تحریک تحفظ ختم نبوت ڈیرہ اسماعیل خان

محترم، مکرم جناب مولانا محمد فیاض سواتی صاحب دامت برکاتہ، طول عمرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،! تسلیمات کے بعد شیخ الحدیث، مفسر قرآن، سرتاج المولفین، رئیس تحریر کی رحلت پر دلی قلق ہوا ہے۔ اللہ پاک مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مراتب، درجات بلند فرمائے، اور آپ سوگوار تمام احباب، ادارہ کتب مرتبہ گان کو ان کے نقش پا اور مشن پر استقامت سے کام کرنے کا دینی ودنیاوی فریضہ پر عمل کامل کی توفیق عطا فرمائے۔

حقیر بندہ شام 6 بجے 6 اپریل 2008ء لاہور پہنچا۔ وہیں حضرت پیرجی ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن شاہ بخاری مدظلہ کی زبانی پتہ چلا۔ جو کہ راستے پر چنیوٹ سے لاہور بسلسلہ 7 اپریل 08 مرکزی جماعتی مجلس احرار کا انتخاب تھا۔ شوریٰ کے اجلاس پر تمام اراکین پہنچ چکے تھے۔ بندہ بھی سفر کی اذیت جھیلنے کے بعد لاہور وارد تھا۔ طبیعت میں تھکان اور عدم قوت سے اور ٹریفک کی مزید اضافی تکلیف سے حاضر نہ ہوسکا۔

علاوہ برآں کتب خانہ قاسمیہ لاہور سے دوسیٹ معالم العرفان فی دروس القرآن بمعہ نماز مسنون دو جلد بھی حاصل کر چکا۔ جو کہ میرے لئے مزید بوجھ کا اضافہ ہوگیا۔

حقیر بندہ جماعتی احباب سید محمد کفیل شاہ صاحب گاڑی میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے بھی محروم ہوگیا۔ انہوں نے جنازہ میں شرکت کی۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ خداوند کریم جل جلالہ آپ کو بمعہ اہل وعیال

خاندان، احباب ادارہ تادیر سلامت رکھے اور والد کا سچا جانشین بنائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا مخلص حقیر بندہ: غلام حسین احرار، ڈیرہ اسماعیل خان/10، اپریل 2008ء

جناب حافظ ظہیر محمود قاسمی

ناظم اعلیٰ جامعہ فاروقیہ انوار القرآن

زمان چوک ڈڈیال ضلع میرپور آزاد کشمیر

اہلسنت والجماعت آزاد جموں وکشمیر کا تعزیتی اجلاس علاقہ اندرہل کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ فاروقیہ انوار القرآن میں قائد ملت اسلامیہ جموں وکشمیر حضرت مولانا مفتی عبدالواحد ڈڈیالوی کی صدارت منعقد ہوا جس میں اہلسنت والجماعت جموں وکشمیر کے راہنماؤں کے علاوہ جامعہ کے منتظمین اساتذہ اور طلبہ کرام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

اجلاس سے قائدین اہلسنت والجماعت نے پاکستان کے ممتاز عالم دین مشہور مفسر قرآن شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مرحوم کی ملی سماجی مذہبی دینی اور قومی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مرحوم کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حضرت مرحوم کی درجات کی بلندی اور بخشش و مغفرت کی دعا کی ہے۔ اجلاس کے اختتام پر جامعہ فاروقیہ انوار القرآن کے طلبہ اور اساتذہ نے قرآن خوانی بھی کی ہے جس میں حضرت اقدس مرحوم کیلئے خصوصی دعا کا اہتمام کیا گیا قائد ملت اسلامیہ آزاد کشمیر نے حضرت مرحوم کے برادر کبیر حضرت اقدس امام اہلسنت حضرت مولانا شیخ سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی اور فاضل نوجوان جانشین حضرت مرحوم حضرت مولانا فیاض خان سواتی مدظلہ العالی کی صحت اور درازی عمر کی دعا کی ہے۔

مرسل حافظ ظہیر محمود قاسمی/ ۱۳/۴/۲۰۰۸ء

جناب خالد بھوترال

معاون ایڈیٹر: روزنامہ بزنس ٹائمز اسلام آباد
ہفت روزہ انس اسلام آباد

جناب مولانا فیاض سواتی صاحب

السلام علیکم

آپ کے والد محترم اور وطن عزیز کے ممتاز عالم دین جناب مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب کے انتقال کی خبر پر مجھے ازحد دکھ پہنچا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ کو اور آپ کے دیگر اہل خانہ کو رنج و غم کے ان نازک لمحات میں صبر جمیل کی ہمت اور توفیق دے آمین ثم آمین۔ خاندان اور معاشرے سے ایک ہمدرد، رحم دل اور نیک فرد کا رخصت ہو جانا بلاشبہ ناقابل تلافی نقصان ہے۔

مرحوم کی دینی و سماجی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

والسلام: طالب دعا، خالد بھوترال راولپنڈی/ 7/4/2008ء

جناب محمد عبدالحئی لیہ کریانہ سٹور

نزد ریلوے پھاٹک لیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃً اخریٰ ○ واستعینوا بالصبر والصلوۃ إن اللّٰہ مع الصابرین ○ شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید سواتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا علم ہوا، اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کامل مغفرت فرمائیں سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائیں باقیات الصالحات کو قیامت تک باقی رکھیں۔

بلاشبہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسلاف کی نشانی تھے اسلاف کا اٹھ جانا قرب قیامت کی نشانی ہے۔

بندہ آپ کی دعاؤں کا بے حد محتاج ہے: محمد عبدالحئی/ ۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

جناب عبدالستار شیخ

علیم ہاؤس نزد مسجد بلال بلدیہ کالونی حیدرآباد سندھ

محترمی ومکرمی مولانا فیاض سواتی صاحب

آج اخبار میں خبر پڑھی کہ حضرت مولانا عبدالحمید سواتی انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بڑا صدمہ ہوا۔ یہ بات حق ہے کل من علیھا فان، اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت کے درجات بلند فرمائیں اور آپ کو اور تمام متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اندازاً دس سال قبل میں جماعت کے ساتھ آپ کے تین دن مسجد و مدرسہ میں آیا تھا۔ حضرت کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور آپ سب حضرات سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ حضرت کا معالم العرفان پورا سیٹ ہمارے گھر میں ہے اور ہم پڑھتے رہتے ہیں اسی طرح مولانا کے فیض سے فائدہ لے رہے ہیں یہ انکا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ پاک ہمیں عمل اور استقامت نصیب فرمائے آمین۔ دعاؤں کی درخواست

والسلام: آپ کا اخلاص مند، عبدالستار شیخ / ۲۰۰۸ء/۴/۷

مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ

خانوخیل، ڈاکخانہ خود، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد فیاض خان صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج بخیر!

حضرت مولانا عبدالحمید سواتی صاحب کا سانحہ ارتحال نہ صرف آپ کیلئے اور آپ کے خاندان کیلئے صدمہ ہے بلکہ پوری علمی دنیا اور ارباب علم و دانش کیلئے ایک عظیم سانحہ اور صدمہ ہے۔ علمی دنیا میں حضرت سواتی صاحبؒ کی خدمات جلیلہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، حضرت سواتی صاحبؒ جیسے خوش نصیب انسان کبھی مرا نہیں کرتے بلکہ مر کر بھی زندہ رہتے ہیں۔

تفسیر معالم العرفان جامعہ نصرۃ العلوم اور کئی تصنیفات ہزاروں شاگردوں کی صورت میں نیک باکردار اولاد کی شکل میں ہمیشہ زندہ و تابندہ رہیں گے۔ لیکن انکی جدائی بحیثیت والد گرامی بحیثیت استاد اور بحیثیت ایک عظیم فقیہہ مفسر نا قابل برداشت ہے۔ مہتمم مدرسہ مولانا عطاء الرحمٰن، اور مدرسین کرام مولانا عبدالمحسن، مولانا مفتی عنایت الرحمٰن، مولانا حفظ الرحمٰن، قاری محمد یار، مولوی محمد لقمان اور جملہ طلبائے کرام آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سواتی صاحبؒ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اور آپ سب کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ اور آپ کو انکا صحیح جانشین بنائے۔ آمین

21، اپریل 2008ء

ادارہ دار القرآن ٹرسٹ

نزد جامع مسجد امیر حمزہؓ جلہ جیم تحصیل میلسی ضلع وہاڑی

حضرت اقدس حضرت مولانا فیاض احمد خان سواتی صاحب

حضرت مولانا ریاض احمد خان سواتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کے بعد عرض ہے کہ بندہ فقیر نے ٹیلی فون پر آپ حضرات سے تعزیت کی تھی بقیۃ السلف مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی اچانک وفات کی خبر نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا حضرتؒ کی وفات سے پورے عالم اسلام کے لیے خصوصاً پاکستان کیلئے تو بہت بڑا خلاء ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماویں اور درجات کو بلند فرمائے اور ان کی جملہ تصانیف وجمیع خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کی لیے صدقہ جاریہ

بنائیں اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے آپ تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر ہم سب کو عمل کی سعادت نصیب فرمائے آمین۔

دعا گو: محمد سلیم جلوی/ ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

مدرسہ تعلیمات الٰہیہ

ہارون بحریہ نیول کالونی حب ریور روڈ کراچی

محترم جناب مولانا محمد فیاض سواتی صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بعد از سلام عرض ہے کہ بلاشبہ قانون فطرت اور اٹل فیصلہ ہے کہ کل نفس ذائقة الموت کہ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا سانحہ ارتحال امت مسلمہ کیلئے نا قابل تلافی نقصان کا مصداق ہوتا ہے اور جیسا کہ معروف ہے "موت العالِم موت العالَم " آج شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی بھی اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے انا للّٰہ وانا الیه راجعون۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ کی خدمات تفسیر القرآن الکریم اور حدیث شریف کسی سے مخفی نہیں۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی خدمت قرآن وحدیث کیلئے وقف رکھی۔ آج پورے عالم میں ان کے ہزاروں فیض یافتگان ان کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات اور مساعی جمیلہ کو قبول ومنظور فرمائے۔ اور انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے! آمین۔ اس کے ساتھ ساتھ میں ان کے پسماندگان کیلئے بھی دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اس صدمہ عظیم پر صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

دعا گو: غلام مرتضیٰ سرفرازی کراچی/ ۸ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

دفاع پاکستان وافغانستان کونسل

مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو۔ ہمارے استاد محترم مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی قبر سے گوجرانوالہ میں تین دن تک خوشبو آتی رہی پہلی رات گزرنے کے بعد خود میں نے اس شاندار خوشبو کو محسوس کیا ہے۔ جنت کی جب خوشبو قبر میں آتی ہے تو اللہ والوں کی کبھی قبر برداشت نہیں کر سکتی تو دنیا والوں کے لیے ایک خوشخبری بن کر یہ خوشبو باہر آجاتی ہے۔ اس کی پوری تفصیل ہماری آنے والی کتاب قبروں سے خوشبو میں ملاحظہ فرمائیں۔

ان خیالات کا اظہار مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے مایہ ناز شاگرد اور مذہبی سکالر مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی نے کیا۔

غلام مصطفیٰ مغل مانسہرہ/ سیکرٹری اطلاعات دفاع پاکستان وافغانستان کونسل ضلع مانسہرہ/ ۲۰۰۸ء/۵/۶

ادارہ علم وادب بفہ ومبران

موتِ عالِم موت عالَم

برادر محترم مولانا محمد فیاض خان سواتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کے والد بزرگوار استاذ العلماء ومحدثین شیخ القرآن فقیہہ العصر حضرت مولانا عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی وفات حسرت آیات عالم اسلام کا ایک بڑا المیہ ہے۔ ادارہ علم وادب بفہ اس سانحہ پر آپکے غم میں برابر کا شریک ہے۔ حضرت والا کی رحلت علمی دنیا کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ موت سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ (کل من علیھا فان) رب العالمین۔ حضرت مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ نصیب اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ خداوند کریم ان کے لگائے ہوئے باغ (نصرت العلوم) کو اسی طرح

سدا بہار رکھے۔ آمین

حق نواز خان خلیل، صدر ادارہ علم و ادب بفہ ومبران/علی اکبر خان ایڈووکیٹ، اسماعیل گوہر، عثمان شاہ ملا جان ودیگر جملہ ممبران/13 اپریل 2008ء

دفتر جمعیت علماء اسلام ضلع مانسہرہ

محترم جناب حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی مہتمم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج گرامی شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا عبدالحمید خان سواتی کے وصال سے علمی حلقہ میں نا قابل تلافی نقصان مسلمہ ہے۔ تاہم (کل من علیھا فان) اللہ ان کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے۔ جمعیت علماء اسلام (س) ضلع مانسہرہ کے مرکزی دفتر کشمیر روڈ مانسہرہ میں قرآن خوانی ایصال ثواب کی مجلس میں جید علماء کرام، وکارکنوں نے حصہ لیا ہے دعا کی کہ اللہ ان کو جوار رحمت میں جگہ دیں اور متوسلین، متعلقین، لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حاجی عبدالقیوم خٹک ناظم اعلیٰ، مولانا قاضی رفیق الرحمٰن قمر سواتی، امیر جمعیت علماء، مولانا مفتی عبد الرشید سواتی، مولانا محمد صالح، قاضی ملک الیاس، قاضی محمد سجاد سواتی، پیر سلطان انور ودیگر اکابر علماء وکارکنوں نے شرکت کی۔

دفتر جمعیت علماء اسلام (س) کھلا بازار کشمیر روڈ مانسہرہ/14/4/2008ء

جمعیت علماء اسلام

شمالی وزیرستان ایجنسی

تعزیت نامہ

مکرمی جناب مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی۔ مولانا ریاض خان سواتی دامت برکاتہم! السلام علیکم

بعد از سلام مسنون یہ ہے، کہ روزنامہ اخبار مشرق مورخہ 13 اپریل 2008ء بنوں میں جے یو آئی کا ایک تعزیتی اجلاس نظر سے گزرا جس میں ایک غمناک اور دلگداز خبر پڑھ کر نہایت دکھ اور پریشانی ہوئی جس میں آپ صاحبان کے والد محترم اور میرے شفیق استاد محترم مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر چھپی ہوئی تھی۔

جناب والا مرگ برحق ہے۔ اور کوئی تمام عمر زندہ نہیں رہ سکتا، لیکن استاد محترم کی موت پورے پاکستان کی بالخصوص اور عالم اسلام کی بالعموم ایک بڑا قومی اور ملی سانحہ ہے۔ اور ملت اسلامیہ میں تشنگان علم وسیاست کیلئے ایک ایسا خلا پیدا ہوا جو کبھی پر نہیں ہوسکے گا استاد محترم ایک روشن چراغ تھے۔ جنہوں نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں چراغ روشن کئے۔ اور قیامت تک یہی چراغ اور چراغوں کو روشن کرتے رہیں گے۔ اور یہ چراغاں قائم ودائم رہے گی۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے محترم بزرگ اور شفیق استاد کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان اور ہمارے جیسے یتیم شاگردوں کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ استاد محترم کے فیوض وبرکات اس کے خاندان والوں میں جاری وساری رکھیں آخر میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے استاد پر رحم فرمائیں، اور ہمیں اور استاد کے خاندان کو اس ناقابل تلافی اور ناقابل برداشت نقصان کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ جناب والا ہم آپکے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھنا۔

والسلام منجانب: مولوی حافظ نعیم اللہ وزیرستانی / داوڑ دریہ خیل تحصیل میرانشاہ شمالی وزیرستان

فاضل مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ / مورخہ 14/4/2008ء

جمعیت علماء اسلام پاکستان

مرکزی دفتر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

۸، اپریل (اکوڑہ خٹک) جمعیت علماء اسلام کے سربراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق نے ملک کے ممتاز بزرگ عالم دین مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کے سانحہ وفات کو علمی اور دینی حلقوں کے لیے ایک ناقابل تلافی

خسارہ قرار دے دیا ہے اور کہا ہے کہ مولانا مرحوم کی وفات سے علمی تحقیق اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں بہت بڑا خلا پیدا ہوا۔ مولانا سمیع الحق یہاں جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ایوان شریعت ہال میں دورہ حدیث کے سبق میں مولانا صوفی عبدالحمید کی وفات پر تعزیتی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر مولانا مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ خوانی کی گئی اور مولانا مرحوم کے تمام پسماندگان ان کے صاحبزادگان مولانا محمد ریاض خان اور مولانا محمد فیاض خان ان کے بزرگ بھائی مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مولانا زاہد الراشدی سے اظہار تعزیت کیا گیا۔ واضح رہے کہ مولانا سمیع الحق کی طرف سے جمعیت علماء اسلام کی ایک اعلیٰ سطحی وفد نے مرکزی نائب امیر مولانا محمد فیروز خان کی قیادت میں نماز جنازہ میں شرکت کی، وفد میں جمعیت کے ترجمان مولانا سید محمد یوسف شاہ، مولانا عبدالخالق ہزاروی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، حافظ محمد ایوب ڈسکوی، مولانا محمد رمضان علوی، مولانا محمود الحسن بالاکوٹی شامل تھے۔

مرکزی دفتر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ ۲۰۰۸/۴/۸ء

حضرت مولانا سید اسلام علی شاہ قاصد

ڈپٹی سیکرٹری جنرل جمعیۃ علماء برطانیہ

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا فیاض سواتی صاحب ومولانا ریاض سواتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بعد عرض خدمت ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ اللہ کے فضل اور آپ جیسے خادمان دین اسلام کی دعاؤں سے ہم بھی خیریت سے ہیں۔ حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کے دار فانی سے دار حقیقی کے سفر کی اطلاع یہاں پر پاکستانی میڈیا کی وساطت سے پہنچی۔ جس کو سن کر دماغ پر ضرب پڑی اور دل کو گہرا صدمہ ملا۔ یہ صرف آپ کا صدمہ نہیں بلکہ یہ ہم سب کا صدمہ ہے۔ اس لیے کہ جس طرح آپ کا ان سے جسمانی اور روحانی تعلق تھا ہمارا بھی ان سے ایک روحانی تعلق تھا۔ اور اصل روحانی تعلق ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا میں ان کے متعلقین غمزدہ ہیں۔ اور حضرت والا کے لیے دعاؤں اور ایصال ثواب میں مشغول ہیں۔

جب میں نے یہ خبر سنی تو ہر نماز میں اور پھر جمعہ کے اجتماع میں حضرت کے لیے دعا کرتا رہا ہے۔ کہ وہ بہت بڑی شخصیت تھیں۔ انہوں نے دین اسلام کی بہت بڑی خدمات سرانجام دیں ہیں۔ اللہ ان سب کو شرف قبولیت نصیب کر کے ان کے لیے صدقہ جاریہ اور امت کے لیے مشعل راہ بنا دے آمین۔ اور ہم سب کو اللہ صبر جمیل عطا فرمائے۔ جب یہ خبر سنی تو وہ زمانہ یاد آیا جب میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن سے سابعہ کے سال میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ سے دورہ تفسیر پڑھنے کیلئے آیا تھا۔ اور یہ زندگی کی پہلی ملاقات تھی اور اسی ملاقات نے حضرت کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ اور ان کے قائم کردہ ادارے کے ساتھ ایک تعلق قائم کر دیا تھا۔ الحمد للہ جو جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔ تو اس زمانے میں ہم جمیعت طلباء اسلام کے ساتھی عصر کے بعد ان کی مجلس میں ہمیشہ بیٹھا کرتے تھے۔ اور ان سے اپنے اکابر کے واقعات اور نصائح سنا کرتے تھے۔ اور خاص کر امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی رموز ونقاط سے اور مولانا عبید اللہ سندھی صاحب کے علوم وافکار پر آپ کی گفتگو قابل سماعت اور قابل رشک تھی۔ افسوس ہے کہ اس وقت لکھ نہ سکے۔ مگر ان کی مجلس کا یہ اثر ہوا کہ فوراً میں نے ان کی ایک کتاب جو انہوں نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھی صاحب کے علوم وافکار اور ان پر جو اعتراضات کیے جا رہے ہیں پر تحریر فرمائی ہے۔ وہیں سے خریدی اور پھر پوری کتاب کا مطالعہ کیا۔ ساتھ ہی حجۃ اللہ البالغہ کا بھی بہت بڑا شوق پڑھنے کو ہوا وہ بھی وہیں سے غالباً خریدی اور اس کا بھی مطالعہ شروع کیا۔ حضرت جمیعۃ طلبہ اسلام کے کارکنوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ بہت ہی مشفقانہ طریقے سے ان کو نصائح کرتے اور اکابر کے ساتھ اور ان کے علوم وافکار سے وابستگی کی ترغیب دیتے۔ فجر یا عشاء کے بعد جو ان کے درس قرآن کا سلسلہ ہوتا تھا وہ بھی کسی مبالغہ امیزی کا محتاج نہیں۔ وہ اپنی مثال آپ تھا۔ نہایت ہی آسان اور ہر طبقے سے تعلق رکھنے والوں کیلئے مفید ہوا کرتا تھا۔ اس کو کسی نے ضبط کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ ہمارے پاس مدرسہ کی لائبریری میں اس وقت موجود ہے۔ بس وہ ایک بہت بڑی علمی شخصیت تھے۔ وہ روشن ستارے تھے۔ جن سے کئی ایک بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ حق ملی۔ ایک ایسی شمع تھے جن سے کئی ایک روشن شمع تھیں۔ جس سے کئی ایک ایسی شمعیں جلیں کہ جن سے ہزاروں شمعیں جل رہی ہیں۔ وہ ایک ممتاز، جید عالم دین، مفسر قرآن اور فلسفہ امام شاہ ولی اللہ کے امام اور فکر عبید اللہ سندھی کے انقلابی نظریات کے محافظ تھے۔ آپ کے جانے سے علمی دنیا

میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ آپ ایک علمی اور روحانی شخصیت تھے، آپ نے نصرۃ العلوم جیسا علمی مرکز قائم فرما کر دین اسلام کی عظیم خدمت کی ہے، جس میں ہزاروں کی تعداد میں فرزندان اسلام آتے رہے اور آپ سے مستفیض ہوتے رہے۔ یوں آپ نے ہزاروں کی تعداد میں علماء کی شکل میں شاگرد چھوڑے جو اس وقت پوری دنیا میں علمی خدمات دے رہے ہیں۔ آپ نے معالم العرفان نامی تفسیر اور درس حدیث نام کی مشہور کتب کے علاوہ کئی دوسری کتب صدقہ جاریہ کے طور پر اور عوام کے فائدہ کے لیے چھوڑیں۔ مرنا ہر آدمی نے ہے مگر چند مرنے والے ایسے ہوتے ہیں جو ایسے خیر کے اور بھلائی کے کام کر کے جاتے ہیں جن کو رہتی دنیا اچھے ناموں سے یاد کر کے دعائیں کرتی رہتی ہے۔ انہیں میں سے حضرت صوفی صاحب کا بھی تعلق رہا، اللہ انکی مغفرت فرمائے اور آپ اور ہم سب پسماندگان کو اللہ صبر جمیل دے۔ آمین۔

آپ کی دعاؤں کا طالب: اسلام علی شاہ ڈپٹی جنرل سیکرٹری

جمعیت علماء برطانیہ/ 15/5/2008ء

حضرت مولانا حافظ غلام رسول

چکی شیخ جی (لاوہ)

عزیزان گرامی ! طول حیاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ طالب الخیر بالخیر

بندہ چھ فروری سے کچھ تکلیف کیوجہ سے اوکاڑہ ہسپتال میں بچے کے پاس چند ہفتے داخل رہا، فالج کی تکلیف کی وجہ سے، ابھی تک دوائی استعمال کر رہا ہوں، دو دنوں سے گھر میں آیا ہوں، اکیلا سفر کے قابل نہیں۔

حضرت شیخ کا سفرِ آخرت سن کر بے حد قلق ہوا جس کا اظہار الفاظ میں مشکل ہے، بس دعا ہے اللہ سے آخرت کی منزلیں ان کی آسان ہوں اور یقیناً رحمت سے بھرپور ہیں۔ دعا ہے اللہ آپ کو ان کا صحیح جانشین بنائے، آمین، ثم آمین۔ حافظ غلام رسول/ چکی شیخ جی (لاوہ)/ ۲۲/۰۶/۰۸ء

مولانا شمس الرحمٰن بٹگرامی

حال گوجر خان ضلع راولپنڈی

محترم جناب مولانا فیاض خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا،

محترم مولانا صوفی عبدالحمیدؒ کی وفات یقیناً عالم اسلام کیلئے ایک عظیم سانحہ ہے اللہ پاک نے صوفی صاحبؒ کو ایک عظیم عالم، عامل، متوکل مستغنی جیسے انعامات سے نوازا تھا، دل بہت کچھ چاہتا ہے لیکن صرف ایک واقعہ پر اکتفا کر لیتا ہوں، استغنا اور توکل کے متعلق،

ایک دفعہ ہم جامعہ مسجد نور میں بیٹھے ہوئے تھے محترم صوفی صاحب کے ساتھ تو ایک شخص آیا اور صوفی صاحب سے کہا کہ اپنے مدرسہ کے اخراجات بتائیں سب کے سب میں برداشت کروں گا تو صوفی صاحب نے اس شخص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کیا آپ نے مجھے ڈاکو تصور کیا اور مدارس نہیں ہیں ان کا بھی تو حق ہے نا، اور پھر اس کی جانب کوئی توجہ بھی نہیں کی یہاں تک کہ وہ شخص چلا گیا، یہ ہے توکل اور استغناء۔

رحمه الله رحمة واسعة

اللہ رب العزت صوفی صاحب کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں ان کو جگہ دے اور آپ سب کو صبر واستقامت عطا فرمائے۔

ان للّٰہ ما اعطیٰ ولہ ما اخذ وکل شیءٍ عندہٗ باجل مسمّٰی

از مولانا شمس الرحمٰن بٹگرامی حال گوجر خان ضلع راولپنڈی

۲۰۰۸/۶/۷ء

مولانا محمد سیف اللہ خالد بن مولانا محمد یعقوب صاحبؒ

مہتمم جامعہ حنفیہ اشرف العلوم رجسٹرڈ ہرنولی ضلع میانوالی

محترم ومکرم جناب عزت مآب حضرت مولانا حاجی محمد فیاض صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، یہ احقر بھی بفضلہٖ تعالیٰ خیر وعافیت سے ہے، آنجناب کے والد گرامی ہمارے محسن اور والد محترمؒ کے استاد، مخدوم العلماء مفسر قرآن والحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نوراللہ مرقدہ کے انتقال پر ملال کی خبر تو بہت عرصہ پہلے مل چکی تھی، جنازہ میں چھوٹے برادرم قاری محمد نصراللہ صاحب کو ہمراہ مولانا محمد مشتاق صاحب کے بھیج دیا تھا، مگر بوجہ سستی ومصروفیت حاضر نہ ہو سکا، حضرت کا انتقال دینی حلقہ میں بہت بڑا خلاء ہے، جو پر ہوتا نظر نہیں آرہا، جامعہ کے طلباء سے قرآن پڑھوا کر ایصال ثواب کر دیا تھا۔

اللہ رب العزت حضرت سواتی صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، اور کروٹ کروٹ جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں، اور حضرت کی دینی خدمات کو منظور اور مقبول فرمائیں، اور آپ کو صبر جمیل عطا کرتے ہوئے ان کا صحیح جانشین اور نقش قدم پر چلائیں، آمین ثم آمین۔

اپنی خصوصی دعاؤں میں احقر کو بھی یاد رکھا کریں

فقط والسلام:

محتاج دعا، احقر محمد سیف اللہ خالد بن مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ہرنولی/مہتمم جامعہ ہذا ہرنولی

مولانا سعید احمد جلال پوری

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی، پاکستان

مخدوم مکرم حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل ہی آنجناب کا مکتوبِ سامی موصول ہوا، یاد فرمائی اور اس ناکارہ کو حضرت اقدس مولانا صوفی عبد

الحمید سواتی قدس سرہ کے حلقۂ عشاق میں شامل ہونے کی دعوت پر ممنونِ احسان ہوں۔

مگر میری مجبوری یہ ہے کہ میں اکابر کے شایان شان کچھ لکھنے سے قاصر و عاجز ہوں، خصوصاً جن حضرات کی خدمات اور رفعتوں کا دل میں نقش ہو، بوجہ انفعالیت ان پر کچھ لکھنا اپنے قد کو بڑھانے کے مترادف سمجھتا ہوں، اس لئے لکھ نہیں پاتا، بہر حال حضرت صوفی صاحب قدس سرہ پر راقم الحروف نے ماہنامہ بینات اور ہفت روزہ ختم نبوت میں دو بے ربط شذرے لکھے ہیں ان کی نقل پیش خدمت ہے، گر قبول افتدز ہے عز و شرف، امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

والسلام:

سعید احمد، ۸/۵/۲۹ھ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نائب رئیس دار العلوم کراچی ۱۴ پاکستان

مکرم بندہ جناب مولانا محمد فیاض خان صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو میں ملک سے باہر تھا ، یہاں پہنچ کر کافی دن کے بعد اس حادثے کی اطلاع ملی، انا للہ وانا الیہ راجعون، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو اپنی مغفرت کاملہ سے نواز کر درجات عالیہ عطا فرمائیں، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں، آمین ثم آمین۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بندہ کو صرف ایک بار زیارت کا موقع ملا، اوران کی سادگی، تواضع اور بزرگی کا نقش قائم کر گیا، لیکن چونکہ اس سے زیادہ نیاز حاصل کرنے کے مواقع نہیں آئے، اس لئے بندہ ان کی شخصیت پر کچھ لکھنے کیلئے اپنے آپ کو نا اہل محسوس کرتا ہے، امید ہے کہ معذرت قبول فرمائیں گے۔

والسلام: بندہ محمد تقی عثمانی / ۲۸/۴/۱۴۲۹ھ

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری

برادران گرامی قدر!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے آپ کا مکتوب سامی مل گیا، آپ نے غور نہیں فرمایا، میں تو آپ کو حادثہ فاجعہ پر تعزیت اور تسلی کے دو جملے بھی نہیں کہہ سکا، حال آن کہ جی چاہتا تھا کہ اڑ کر آپ کے پہنچوں اور آپ کے ساتھ مل کر غم مناؤں اور اپنی یتیمی کا ماتم کروں، مجبوری یہ تھی کہ ۴ اپریل کو آنکھ کا آپریشن کرایا تھا اور نہ وضو میں چہرے پر پانی ڈال سکتا تھا، نہ نماز میں سجدہ کر سکتا تھا نہ دھوپ اور روشنی کا سامنا کر سکتا تھا، احتیاط کے باوجود درمیان میں تکلیف ہوگئی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ احتیاط کی مدت میں اضافہ ہوگیا، ابھی تک لکھنے پڑھنے کی اجازت نہیں، اگلے ہفتے میں چشمے کا نمبر مل جانے کی امید ہے، اس کے بعد مطالعہ و کتابت کا آغاز ہو جائے گا، اس کے بعد مصروفیت کا وقت کام کی رفتار اور زور میں اضافہ رفتہ رفتہ پیدا کیا جا سکے گا۔

میں نے جو حضرت کی شخصیت اور علمی خدمات کے تعارف میں مضمون لکھا تھا، جسے آپ نے الاکابر میں شامل فرمالیا ہے، اس پر نظر ڈالی تو سوچا کہ اس پر مزید محنت کرنی چاہیے، خصوصاً خانوادۂ ولی اللّٰہی کے حوالے سے، قرآن حکیم سے عشق، درس و مطالعہ تفسیر کے ذوق و خدمات پر تفصیل سے لکھنے کا ارادہ اسی وقت سے کرلیا تھا لیکن اس وقت مجبوری یہ ہے کہ میرا کتب خانہ پاکستان چوک کراچی منتقل ہوگیا اور ابھی کارٹنوں میں بند پڑا ہے اور اس کی ترتیب میں وقت لگے گا، اس وقت میں کتابوں اور ان کے مطالعے کی منزل سے بہت دور ہوں، پھر یہ بھی گوارا نہیں کہ محض شکایت دور کرنے کے لئے سرسری مضمون لکھ دوں، میں اپنے موضوعؒ کے دائرے کی ایک ایک چیز (حوالہ) پڑھ کر لکھوں گا، خواہ اس میں دیر لگ جائے، اس لیے آپ کے اگست کے منصوبے میں شریک نہیں ہوسکوں گا، آپ کو معلوم ہے کہ مجھے حضرت مرحوم نور اللہ مرقدہ سے قرب و صحبت کی سعادت حاصل نہیں رہی، اس لیے مجھے حضرت کی شخصیت کا مطالعہ اور مشاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے رسمی تاثرات کا سرمایہ بہت کم ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے میں حضرت کے انتقال پر اپنی شخصی ملاقاتوں اور ان کی یاد داشتوں کا کوئی شایان شان نذرانہ پیش کرنے سے قاصر ہوں، میں

واقعتاً حضرت کا مقام شناس نہیں ہوں بس محسوس کرتا ہوں کہ ۶ اپریل کو تاریخ کا کوئی غیر معمولی سانحہ پیش آیا ہے اور اس بارے میں میرا احساس بہ مقابلہ ۷ اپریل کے آج زیادہ شدید ہے۔

حضرت کے سانحہ ارتحال کو ابھی دو مہینے پورے نہیں ہوئے، ابھی تو غم گساروں کے آنسو بھی خشک نہیں ہوئے ہوں گے اور آہ وفغاں سے بھی فرصت نہ ملی ہوگی، حضرت کی قرآنی خدمات وخصوصیات کی تالیف اور قرآن کے مفسر اور تفسیری علوم کے محقق کے مقام کی جستجو کا یہ وقت ابھی کہاں آیا؟ اس لئے کہ وقت کے گزرنے اور علمی وتحقیقی مطالعے کے لئے ہوش وحواس کے درست ہونے کا انتظار کرنا چاہیے، اگر سرسری مطالعے کے حاصلات اور تاثراتی تحریروں کا ایک ذخیرہ جمع بھی ہوگیا تو وہ کسی جہت سے بھی حضرت نور اللہ مرقدہ کے شایان شان شائع نہیں ہوسکتا۔ کیا اچھا ہوتا کہ اس وقت آپ ایک عمومی تذکار وتاثرات اور حالات پر مشتمل یادگار نمبر شائع فرمادیتے اور موضوعاتی نمبر کے لئے تیاری کرتے، اصحاب ذوق کی ایک فہرست تیار کرتے اور ان کے ذوق کے مطابق انہیں عنوانات تفویض کرتے اور مطالعہ وتحقیق کے لئے انہیں مہلت دیتے پھر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایک موضوع پر نمبر نکال کر آپ اپنے فرض سے سبک دوش ہوجائیں گے؟ آپ کے سامنے حضرت کی شخصیت اور علوم سے حضرت کی نسبتیں اور علوم وافکار اور خدمات کے اور پہلو نمودار ہوں گے، اور یہ سلسلہ مدت دراز تک جاری رہے گا۔

اب میں سوچتا ہوں کہ اس وقت آپ حضرات جذبات کے جس دور سے گزر رہے ہوں گے مجھے یہ ذکر نہیں چھیڑنا چاہیے، اس کے لئے معذرت خواہ ہوں، اب یہ ذکر چھڑ گیا تو اس پر غور ومشورہ کر لیجیے، اللہ آپ کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور حضرت کے نقش قدم پر چلنے اور بیش تر بیش خدمات انجام دینے کی توفیق بخشے، آپ سب بھائیوں کے لئے بہت دعائیں اور اہل مدرسہ کی خدمت میں سلام عرض ہے اور دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار: ابوسلمان
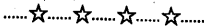
بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن

ایم اے، ایم او ایل، پی ایچ ڈی، ایم اے عربی، اردو، فارسی، اسلامیات

برادران عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت صوفی صاحبؒ کے حادثۂ انتقال کا سن کر بے حد صدمہ پہنچا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شیء عندہ الیٰ اجل مسمی۔اللّٰھم اغفر لہ وادخلہ فی جنّٰت النعیم برحمتك یا ارحم الراحمین۔

اس غم میں آپ کے ہاں حاضری کا ارادہ تھا مگر طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی، حضرت کا سانحہ اور غم یہ تنہا آپ ہی کا غم نہیں ہم سب کا غم ہے۔''موت العالم موت العالم'' ایسے علمائے ربانی صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

؎ عمر ہا در کعبہ وبت خانہ می نالہ حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

اللہ تعالیٰ اس حادثۂ جانکاہ پر آپ سب کو صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے اور آپ کو ان کے نقش قدم پر چلائے بلکہ اور آگے بڑھ کر دین قیم کی مخلصانہ خدمات کی توفیق دے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک طویل عرصہ تک ان سے استفادہ کا موقع دیا اور خدمت کی توفیق دی اور ان کی مبارک زندگی میں ان کے علمی کام کو منظر عام پر لانے کی جو توفیق دی یہ سب حضرتؒ کے اخلاص کی برکت ہے ان کے آپ کے علاوہ بلا مبالغہ ہزاروں شاگرد ہیں جو آج جگہ جگہ دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور آپ جیسے فرزندان ان کے علمی کاموں کو شائع کر کے لوگوں تک پہنچا رہے ہیں، جن کے پیچھے ایسے حضرات موجود ہوں وہ تو مر کر بھی نہیں مرتے۔

یہ صدقات جاریہ کبھی ختم نہیں ہوتے، اب انہی کلمات پر آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

والسلام

فیوض الرحمٰن ۲۰۰۸/۵/۲۵ء

اخبارات وجرائد و نیوز

"پاکستان کے قومی اخبارات، روزنامے ہفت روزہ، اور دینی جرائد و رسائل، ماہنامے اور مجلات جنہوں نے حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات پر تعزیتی اداریے، بیانات اور مضامین شائع کئے۔

ان میں روزنامہ نوائے وقت لاہور، روزنامہ پاکستان لاہور و راولپنڈی، روزنامہ اسلام لاہور، روزنامہ جنگ لاہور و راولپنڈی و کراچی، روزنامہ آواز لاہور، روزنامہ ایکسپریس گوجرانوالہ، روزنامہ سماج گوجرانوالہ، روزنامہ فری پریس گوجرانوالہ، روزنامہ گوجرانوالہ ٹائمز گوجرانوالہ، روزنامہ کائنات اسلام آباد، روزنامہ اوصاف اسلام آباد، روزنامہ امت، آواز نیوز، ریڈیو نیوز، جیو نیوز، وقت نیوز، کیبل نیوز ہفت روزہ ضرب مؤمن کراچی ہفت روزہ القلم پشاور ہفت روزہ وزارت لاہور ہفت روزہ اخبار المدارس کراچی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ان اخبارات وجرائد اور نیوز نے شہ سرخیوں اور نمایاں خبروں سے حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات کی خبر کو نشر کیا، اداریے، مضامین اور تعزیتی خبروں کو شائع کیا، حضرت کی وفات کی خبر کے مضامین تقریباً یکساں ہی تھے اس لئے انہیں طوالت کی وجہ سے شامل نہیں کیا گیا ہفت روزہ وزارت لاہور نے ۲۳ اپریل تا ۶ مئی ۲۰۰۸ء کو خصوصی ایڈیشن بھی شائع کیا۔" (مدیر)

روزنامہ اسلام لاہور

موت العالم موت العالَم

ملک کے معروف عالم دین اور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی انتقال فرما گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم نہ صرف ایک بلند پایہ عالم دین تھے بلکہ تفسیر قرآن کے علم میں خاص شہرہ رکھتے تھے، آپ ۱۹۱۷ء میں تحصیل کڑمنگ (بالا) مانسہرہ میں پیدا ہوئے حصول علم کیلئے عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے علم حدیث میں سند فراغت

حاصل کی، بعدازاں دارالمبلغین لکھنو میں امام اہلسنت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کی خدمت میں رہ کرفن مناظرہ میں کمال حاصل کیا، آپ نے طبیہ کالج حیدرآباد میں حکمت کا چار سالہ کورس بھی کیا اور پھر کچھ عرصہ حکمت سے وابستہ بھی رہے۔

پاکستان میں آپ نے مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں مسلسل ۵۰ برس تک درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیئے دریں اثناء آپ نے (معالم العرفان) کے نام سے ضخیم اور گرانقدر تفسیر قرآن کی تکمیل کی جو اہل علم خصوصاً طالبان علم تفسیر کیلئے ایک بیش بہا خزانہ ہے۔

آپ نے ۹۰ برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور اپنی ساری زندگی دینی علوم کی ترویج واشاعت اور طالبان نبوت کی خدمت کیلئے وقف کیے رکھی، ملک اور بیرون ملک آپ کے ہزاروں شاگرد دین اسلام کی خدمت میں مصروف ہیں، آپ کی روشن کردہ علم دین کی شمعوں اور آپ کی تحریر کردہ گرانقدر تصنیفات سے آنے والی نسلیں تادیر استفادہ کرتی رہیں گی۔

ادارہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ (اداریہ ۷ اپریل ۲۰۰۸ء)

ہفت روزہ وزارت لاہور

حضرت صوفی صاحبؒ ...... مشاہدات وتاثرات

آج سے ۳۱ سال قبل ۱۹۷۷ء غالباً ستمبر کا مہینہ تھا جب میرے والد گرامی مرحوم مجھے سکول سے اٹھوا کر مدرسہ نصرۃ العلوم میں مفسر قرآن، محدث کبیر، فقیہہ زمان، ولی کامل استاذ العلماء حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتیؒ کی خدمت اقدس میں پیش کر کے ان کی شاگردی میں دے آئے، میرے والد صوفی حبیب اللہ مرحوم حضرت اقدس صوفی صاحبؒ سے بہت زیادہ متاثر تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر نماز جمعہ حضرتؒ کے پیچھے مسجد نور میں ہی پڑھتے تھے، حضرت شیخ صوفی صاحبؒ کی بہت سی خصوصیات کی جھلک بھی

ان میں نمایاں نظر آتی تھیں، اللہ رب العزت ان کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے، آمین۔

یوں مدرسہ نصرۃ العلوم حضرت شیخ صوفی صاحبؒ کے زیر سایہ میں نے ابتدائی کتب کریما سے لیکر بخاری شریف تک عرصہ آٹھ سال میں پڑھیں، اس پورے آٹھ سال کے عرصہ کی بیشمار یادیں حضرت شیخ صوفی صاحبؒ کے ساتھ وابستہ ہیں میں نے آٹھ سال میں کبھی حضرت کے معمولات میں فرق نہیں دیکھا، نماز فجر میں درس قرآن کیلئے اپنا مطالعہ والا قرآن پاک اپنے سینے کے ساتھ چمٹا کر لیکر جانا، اپنا جوتا خود اٹھانا اور پھر خود لیکر آنا۔ کئی دفعہ راقم الحروف نے بھی دوسرے طلباء کی طرح کوشش کی کہ جوتا اٹھانے کی یہ سعادت نصیب ہو جائے مگر سختی سے ڈانٹ دیتے اور فرماتے بھائی جوتا ہی اگر اٹھانا ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب کا اٹھایا کرو میں تو گنہگار سا انسان ہوں، ساری عمر صاحب فراش ہونے تک موذن کی اذان کے ساتھ مسجد میں آنے کا معمول رہا۔ ادھر موذن کے منہ سے حی علی الصلوٰۃ ادا ہوتا ادھر حضرت صوفی صاحبؒ کا دایاں پاؤں مسجد میں ہوتا مسجد میں آنے والے یہ سب سے پہلے نمازی ہوتے، ساری زندگی اعتکاف میں گزاردی، بہت کم شاذ و نادر کسی مجبوری میں ہی گھر سے یعنی مدرسہ کی حدود سے شہر میں نکلتے، ان کی گفتار رفتار اور مزاج بڑا ہی منکسرانہ اور نفیس تھا، ناچیز نے ان سے کریما، تیسیر المنطق، ایسا غوجی، گلستان سعدی، بوستان، المنتہی، حجۃ اللہ البالغہ، مشکوٰۃ شریف، مسلم شریف جیسی کتب ان سے پڑھیں، ان کے اسباق میں قدیم و جدید علوم کا امتزاج ہوتا جس کا اپنا ہی ایک لطف تھا، نصرۃ العلوم کے آٹھ سالہ طالب علمی کے دور میں حضرت صوفی صاحبؒ کے کسی بھی سبق کا ایک بھی ناغہ کبھی نہیں کیا سارے طلباء کو حضرت کے اسباق کا انتظار ہوتا اور سبھی بڑے شوق اور گہرائی سے پوری طرح محو ہو کر ان کے اسباق کا لطف اٹھاتے، نماز عصر کے بعد اکثر جامع مسجد نور کے دائیں طرف والے برآمدے میں نشست فرماتے، جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد اپنے مہتمم والے دفتر میں تشریف رکھتے، اس موقع پر مقامی لوگوں کی اکثریت حضرت کی خدمت سے مستفید ہوتی، جمعہ کو شلوار قمیض زیب تن کرتے، ساری عمر سادہ صاف ستھرے اور سفید کپڑے زیب تن کئے، جمعہ سے ہٹ کر عام دنوں میں قمیض اور تہبند کا استعمال فرماتے، طبیعت میں بڑی صفائی ستھرائی اور مزاج میں شاہانہ نزاکت تھی، انکی گفتگو اور چلنے پھرنے میں عاجزی اور منکسر المزاجی نمایاں ہوتی، طلباء کیلئے انتہائی شفیق اور نرم گوشہ رکھتے، بالخصوص نادار طلباء کا تو شفیق باپ کی طرح خیال فرماتے، مگر مدرسہ کے ڈسپلن میں نرمی نہیں

فرماتے تھے، آج ان کے تینوں صاحبزادے بالخصوص حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی مدظلہ جو کہ ان کے جانشین بھی ہیں صحیح معنوں میں ان کی تصویر بنتے جا رہے ہیں، اللہ رب العزت حضرت صوفی صاحبؒ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے ان کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے ان کی تمام دینی خدمات وکوششوں کو قبول ومنظور فرمائے اوران کی سیئات سے درگزر فرمائے، آمین۔

اور حضرت حاجی محمد فیاض خان سواتی کو ہمت اور توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے والد محترم اور شیخ کامل کی پیروی میں اس ادارہ کو مزید چار چاند لگائیں، اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

(اداریہ از طاہر قیوم چوہدری، چیف ایڈیٹر ہفت روزہ وزارت لاہور ۲۳ اپریل تا ۶ مئی ۲۰۰۸ء)

روزنامہ اسلام لاہور

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نے عمر بھر اشاعت اسلام کیلئے کام کیا، مولانا فیروز خان

آپ نے اسلام کی سربلندی کیلئے کام کرنیوالی ہر تحریک کا ساتھ دیکر مولانا مدنی کی یاد تازہ کردی، سیالکوٹ (بیورو رپورٹ) حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کا وجود با مسعود خیر و برکات کا ذریعہ تھا، آپ کے قلم نے ساری زندگی اشاعت اسلام کیلئے کام کیا اور آپ نے اسلام کی سربلندی کیلئے کام کرنے والی ہر چھوٹی و بڑی تحریک کا قولی وفعلی ساتھ دے کر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کی یاد نہ صرف تازہ کر دی بلکہ تحریک کے سپاہیوں میں ایک نیا ولولہ اور جذبہ پیدا کیا، ان خیالات کا اظہار جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر مولانا محمد فیروز خان نے دار العلوم مدنیہ میں منعقدہ ''مفسر قرآن تعزیتی ریفرنس'' میں صدارتی خطبہ میں کیا، سیرت کونسل سیالکوٹ کے سرپرست علامہ حکیم محمد عبدالواحد نے کہا کہ صوفی عبد الحمید مرحوم نام کے حوالے سے اگرچہ صوفی تھے مگر کام کی نسبت سے انہوں نے بڑے بڑے اکابر والا کام کیا اور اسلاف کی یاد زندہ کردی، آپ کا صدقہ جاریہ نہ صرف مدرسہ نصرۃ العلوم ہے بلکہ ہزاروں شاگردوں کی شکل میں آپ کا صدقہ جاریہ ایک مشن کا عنوان بن چکا ہے، صاحبزادہ محمد ایوب خان نے کہا کہ آپ کی تحریر کردہ تفسیر قرآن مجید عالم اسلام کیلئے ایک نادر تحفہ ہے اور آپ کی وفات سے علماء کا طبقہ یتیم ہوگیا ہے۔

مولانا عزیز الرحمٰن قاسمی اور مولانا امتیاز احمد ورک نے کہا ہے اتباع سنت رسول زندگی کے ہر شعبہ میں حضرت صوفی صاحب کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر ہر اک کو رشک تو ہے ہی البتہ وہ مشعل راہ بھی ہے، تعزیتی ریفرنس سے حافظ محمد اسحاق، مولانا طیب خان، شیخ عبدالجبار، مولانا یوسف رشید، مولانا غلام مرتضیٰ اور قاری محمد یامین نے بھی خطاب کیا۔

روزنامہ اسلام لاہور

مولانا سواتی دور حاضر کی نابغہ روزگار شخصیت اور اسلاف کی یادگار تھے، مولانا احمد لدھیانوی

فیصل آباد (بیورو رپورٹ) کالعدم سپاہ صحابہؓ کے مرکزی صدر مولانا محمد احمد لدھیانوی، سائیں پریل شاہ، مولانا عبدالغفور ندیم اور قاری شفیق الرحمٰن علوی نے مولانا عبدالحمید سواتی کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سواتی دور حاضر کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت اور اسلاف کی یادگار تھے ان کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ صدیوں تک پورا نہیں ہو سکے گا، انہوں نے کہا کہ مولانا سواتی متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے جن سے تشنگان علم ایک عرصے تک استفادہ کرتے رہیں گے، انہوں نے کہا کہ مولانا نے اسلام کی خدمت کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، ان کی دینی، اسلامی خدمات کو طویل عرصہ تک یاد رکھا جائے گا، انہوں نے کہا کہ مولانا سواتی کی وفات سے ملک ایک جید عالم دین اور محب وطن سے محروم ہو گیا ہے، انہوں نے مرحوم کے انتقال پر گہرے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ان کے لئے دعاءِ مغفرت کی اور پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے صبر واستقامت کی دعا کی۔

روزنامہ اسلام لاہور

مولانا سواتی کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا کبھی پر نہیں ہوگا، مولانا عبدالواحد

دارالعلوم دیوبند کے سپوتوں نے اسلامی تعلیمات کو تصنیف وتبلیغ کے ذریعے عوام الناس تک پہنچایا، سیالکوٹ (سٹی رپورٹر) شیخ الحدیث اور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نابغہ روزگار تھے ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلاء کبھی پر نہیں ہوگا، ان خیالات کا اظہار مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد نور رحمٰن

پورہ فتح گڑھ میں مرحوم کی یاد میں منعقدہ تعزیتی ریفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ جمعیت اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی کے سر پرست اعلیٰ مولانا حکیم محمد عبدالواحد نے کہا کہ دارالعلوم دیوبند نے جو سپوت پیدا کیے ان میں امام اہل سنت مولانا بھی شامل ہے، ان حضرات نے دین اسلام کی تعلیمات کو جسطرح تصنیف وتبلیغ کے ذریعے عوام الناس تک پہنچایا وہ انہی کا خاصہ ہےاورہم پر احسان ہے کہ مولانا حافظ منظوراحمد منظور نے کہا کہ حضرت صوفی عبدالحمید سواتی نے اسلاف کی یادزندہ کردی اور تکالیف ومصائب کے باوجود قرآن وسنت کا بہت کام کیا اور یہ ان کا صدقہ جاریہ ہے، سیرت سٹڈی سنٹر کے ڈائریکٹر جنرل الشیخ پروفیسر محمد عبدالجبار نے کہا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی اور شیخ الاسلام مولانا شبیراحمد عثمانی کے بعد قرآن مجید کی آسان تفسیر کرنا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے، اور آج قریہ قریہ بستی بستی حضرت سواتی مرحوم کے درس القرآن مساجد ومدارس میں ائمہ وخطباء اور واعظین کیلئے زینت ہیں اور یہ اعزاز خال خال ہی کسی کے حصے میں آتا ہے، معروف محقق حضرت مولانا محمود احمد ظفر نے کہا کہ میں نے اپنی تصانیف میں حضرت سواتیؒ سے بہت استفادہ کیا اور اس بارے بڑے شرح صدر کا فیصلہ تھا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر بشیر احمد گیلانی نے کہا کہ مرحوم کی روشن خدمات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں اور مرحوم کی وفات ایک بڑا سانحہ ہے، سیرت کونسل سیالکوٹ کے چیئرمین سید مشکور احمد گیلانی نے کہا کہ بہترین خراج عقیدت آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہے، مولانا عبدالرحمٰن نے کہا کہ آہستہ آہستہ بزرگان دین کا یوں اٹھ جانا قیامت کی علامت ہے، تقریب سے عزیز الرحمٰن قاسمی، احمد مصدق قاسمی، خلیل الرحمٰن راشدی، قاری اسحاق نعمانی اور مفتی محمد الیاس نے خطاب کرتے ہوئے مرحوم کے فرزندان مولانا فیاض سواتی، محمد ریاض سواتی اور شیخ الحدیث حضرت صفدر سے اظہار تعزیت بھی کیا۔

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان

حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ ایک عہد اور تاریخ کا روشن باب تھے۔ (قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری)

لاہور (۷، اپریل) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد

اورسید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ مفسر قرآن کریم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی پورے ایک عہد کا نام ہے۔ان کے انتقال سے تاریخ کا ایک باب ختم ہوگیا،یہ بات انہوں نے گوجرانوالہ میں مولانا زاہد الراشدی،مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی اور مولانا محمد ریاض خان سواتی سے حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کی تعزیت کے موقع پر گفتگو کرتے ہوئے کی۔قبل ازیں مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم اعلیٰ عبد اللطیف خالد چیمہ نے بھی مولانا زاہد الراشدی اور مولانا صوفی عبدالحمید کے فرزندان سے ملاقات کر کے تعزیت کا اظہار کیا اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کی دینی و تدریسی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا،مجلس احرار اسلام کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر،قاری محمد قاسم اور ڈاکٹر شاہد کاشمیری بھی ان کے ہمراہ تھے۔(ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان،ص ۵۳،مئی ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ الاکابر انٹرنیشنل گوجرانوالہ

اظہار تعزیت

گزشتہ دنوں گوجرانوالہ شہر کی معروف علمی شخصیت حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ کے شاگرد،مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی،شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے چھوٹے بھائی، تفسیر دروس القرآن کے رائٹر،عالم باعمل،حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی صاحب داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے،انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت صوفی صاحبؒ اکابرین کی نشانی اور علمائے دیوبند کی یادگار تھے،ان کی رحلت سے عالم اسلام ایک بڑے راہنما سے محروم ہوگیا ہے،بلاشبہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اشاعت دین واقامت دین میں گزرا،اللہ تعالیٰ ان کی تمام تر دینی مساعی کو درجہ قبولیت عطا فرمائے اور ان کو آخرت میں مقامات عالیہ عطا فرمائے۔

ادارہ الاکابر اور جملہ قارئین الاکابر حضرت صوفی صاحبؒ کے پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو حضرتؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے،آمین۔

(مئی،جون ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ مکالمہ بین المذاہب گوجرانوالہ

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کا سانحۂ ارتحال

جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی و مہتمم ...... فکر ولی اللٰہی کے ترجمان ...... شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے سیاسی فلسفہ کے امین ...... امام المحدثین مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ کے علم حدیث اور امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی کے علم تفسیر کے وارث ...... حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی بالآخر اتوار۔ ۶ اپریل داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

دار العلوم دیوبند سے براہ راست کسب فیض کرنے والوں کی آخری کھیپ ہے جو ہمیں داغ مفارقت دے رہی ہے ...... اور ہم ان کی علمی و روحانی برکات سے محروم ہوتے جا رہے ہیں ...... مکالمہ کے چیف ایڈیٹر حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی نے مولانا میاں عبدالرحمٰن صاحب (خطیب انار کلی لاہور) پیرزادہ محمد ارشد سعید، مولانا محمد اسامہ حقانی اور سید محمد منور شاہ کے ہمراہ جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل کی، اہل علم کی اتنی بڑی تعداد اس جنازے میں شریک تھی کہ اس جنازے کو قابل رشک قرار دیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے ...... جامعہ نصرۃ العلوم اور اس کے منتظمین حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی، حضرت مولانا محمد ریاض خان سواتی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی کی حفاظت فرمائے ...... کہ یہ ادارہ اور ہزاروں شاگردان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں ...... ادارہ مکالمہ خود بھی غمزدہ ہے اور حضرت صوفی صاحب مرحوم کے متوسلین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ (از ادارہ ص ۴، ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک نوشہرہ

حضرت مولانا صوفی عبدالحمیدؒ کی رحلت

پاکستان کے ممتاز عالم دین اور معروف مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون، حضرت مرحومؒ متعدد خوبیوں اور صفات کی حامل شخصیت تھے، زندگی قال اللہ اور قال رسول اللہ کے زمزموں میں گزاری اور علوم وفنون کی خدمت و تدریس والہانہ انداز میں کرتے رہے۔

مولانا مرحوم دیوبند کے قدیم فضلا میں سے تھے، آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے، فراغت کے بعد گوجرانوالہ میں جامع مسجد نور اور مدرسہ نصرۃ العلوم سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ اس جامعہ کے بانی اور مہتمم تھے، آپ نے اپنے عظیم برادر اکبر یادگار اسلاف شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ کے ساتھ مل کر مدرسہ نصرۃ العلوم میں درس وتدریس کی مثالی خدمت کی، آپ دونوں برادران حضرات کی خدمات کا پورا پاکستان معترف ہے، آپ حق گوئی اور بیبا کی کی عظیم خوبیوں سے متصف تھے، اپنے وقت میں پنجاب میں خصوصاً مختلف بدعات اور اسلام دشمن قوتوں کے مقابلہ میں آپ ہمیشہ سینہ سپر رہے، ملک میں ہر اسلامی تحریک کے لیے آپ کی تائید وحمایت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

آپ حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ کے سگے چچا تھے، حضرت مولانا مدظلہ کی صلاحیتوں اور خوبیوں کو اجاگر کرنے میں آپ کی خصوصی تعلیم وتربیت کا بھی بڑا حصہ ہے، ادارہ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ، حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ، حضرت مولانا ریاض خان سواتی اور دیگر تمام پسماندگان اور صاحبزادگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور قارئین سے حضرتؒ کی رفع درجات کے لیے دعاؤں کی اپیل ہے۔ (اداریہ از راشد الحق سمیع حقانی صاحب ص ۴، اپریل ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ نور علیٰ نور فیصل آباد

مفسر قرآن، صوفی کامل، عالم ربانی حضرت مولانا عبدالحمید سواتی کی رحلت

"انہوں نے قرآن وسنت کے علوم کی اشاعت ونصرت کے لیے نصرۃ العلوم کا چشمہ فیض جاری کیا جس کی روانی سے لاکھوں تشنگانِ علوم دینیہ سیراب ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔"

میں کراچی کے سفر کے لیے پابرکاب تھا کہ برادر محترم حضرت مولانا زاہد الراشدی زید مجدہم کا فون موصول ہوا، انہوں نے رندھی ہوئی آواز میں اطلاع دی کہ حضرت صوفی صاحب انتقال فرماگئے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔ وہ دو سال سے صاحبِ فراش تھے اور قریباً دو ماہ قبل حافظ ریاض احمد قادری اور دیگر احباب کی معیت میں ان کی مزاج پرسی اور زیارت کے لئے گوجرانوالہ حاضری ہو چکی تھی، اگرچہ اسی وقت سے کیفیت یہ تھی کہ:

جب جی کا جانا ٹھر گیا اب صبح گیا کہ شام گیا

مگر ان کے جانے کی اطلاع بجلی بن کر گری، ۹۰ سالہ زندگی میں انہوں نے دینی تعلیمات کے حصول اور ان کے ابلاغ کے لئے جو جدوجہد کی اللہ رب العزت اسے شرف قبولیت عطا فرمائے، وہ پچاس سال تک علوم تفسیر وحدیث کی مسندِ تدریس پر جلوہ افروز رہے اور ملک اور بیرونِ سے طالبان دینِ حق نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے، انہوں نے حق کی راہ میں اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لئے قید وبند کی صعوبتیں بھی اٹھائیں۔ وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے علوم اور عبید اللّٰہی اور ولی اللّٰہی افکار کے وارث اور داعی تھے، ان کا درسِ قرآن علماء اور عامۃ الناس کے لئے گنج گراں مایہ ہے جبکہ ان کی قائم کردہ دینی درسگاہ جامعہ نصرۃ العلوم دینِ حق کی اشاعت و تبلیغ کے لئے ان کی پاکیزہ امنگوں کی یادگار ہے، اللہ رب العزت حضرت صوفی صاحب کی مغفرت فرمائے اور ان کو درجہ عالیہ سے نوازے ان کے جملہ پسماندگان کو صبر مع الاجر عطا فرمائے، آمین یارب العٰلمین۔

(اداریہ از مولانا عبدالرشید انصاری صاحب، ص ۶، اپریل رمئی ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ النصیحہ چارسدہ

مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی کا انتقال

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ انتقال کر گئے، حضرت والا کا شمار ان پاکباز و نیک سیرت ہستیوں میں تھا جنہوں نے اپنی پوری زندگیاں اور پوری توانائیاں خداوند قدوس کے سچے دین کے لئے وقف کی ہیں مدرسہ نصرۃ العلوم کی روز افزوں تعلیمی و تربیتی ترقی آپ کے اخلاص وللّٰہیت کی واضح مثال ہے۔

علمی خدمات مثلاً درس و تدریس تصنیف و تالیف کے علاوہ آپؒ نے عوامی حلقوں میں بھی دین کی فضا قائم کی تھی اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ہر قسم کے لوگ آپ سے مستفید ہوتے۔

حضرتؒ جیسے گنتی کے چند علماء نے گوجرانوالہ جیسے آزاد شہر کے بعض علاقوں میں ایسا ماحول بنایا کہ وہاں کی عورتیں ہمارے ہاں کے مردوں سے زیادہ پرہیزگار ہیں۔

میراتھن ریس جیسے عظیم لعنت کا ہمیشہ کے لیے دفن ہونا گوجرانوالہ کے علماء وطلبہ دین کی جدوجہد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس فانی دنیا میں بقا کسی کو بھی نہیں لیکن مبارک وہی شخص ہے جو سرخ رو ہو کر اپنے پروردگار سے جا ملے گا۔ حضرت صوفی صاحبؒ وہی مبارک ہستی تو ہیں جو ظاہر میں مٹی کے ڈھیر لیکن حقیقت میں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں پہنچ گئے، آپؒ اپنے اکابر (اکابرین دیوبند) کے نقش قدم پر چل کر" علیکم بسواد الاعظم " کا عملی نمونہ دکھلا کر بوقت رخصت بزبان حال" فزت و رب الکعبہ " فرما گئے ہیں۔

آپؒ کے نقش قدم پر چلنے والوں کا بھی یہی مبارک حال ہوگا۔ خدائے رب ذوالجلال حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے خاندان، متعلقین و معتقدین کو صبر جمیل سے نوازے۔ (ادارہ ص ۱۰، اپریل ۲۰۰۸ء)

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

عالم اسلام ایک بلند پایہ مفسر ومحدث سے محروم ہو گیا

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی رحلت پر ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کے تاثرات ......

کراچی (پ ر) جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی، شیخ الحدیث ومہتمم، عظیم محدث ومفسر حضرت اقدس مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی رحلت پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب مہتمم صاحبزادہ مولانا سید سلیمان بنوری، مولانا عطاء الرحمٰن، مولانا امداداللہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر مولانا سعید احمد جلال پوری اور مولانا قاضی احسان احمد نے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام ایک عظیم محدث، بلند پایہ مفسر، علم وتحقیق کے امام اور اکابر کے علوم ومعارف کے امین وشارح سے محروم ہو گیا، انہوں نے کہا کہ آپؒ کی رحلت سے ساری امت مسلمہ خصوصاً اہل پاکستان آپ کی دعاؤں سے محروم ہو گئے۔

دنیا بھر میں پھیلے ہوئے آپ کے ہزاروں شاگرد آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کی زندگی بھر کی دینی اور تفسیری خدمات کو قبولیت عطا فرما کر آپ کے درجات بلند فرمائے اور ان کے ساتھ رضا ورضوان کا معاملہ فرمائے۔

(از ادارہ ص ۲۶۔ ۲۴ تا ۳۰ اپریل ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ تذکرہ دارالعلوم کبیروالہ

۲۸ ربیع الاول بروز اتوار ...... تقریباً سوا دس بجے کاروانِ حق کا ایک اور راہ رو دنیا کو خیر آباد کہہ گیا'' اناللہ وانا الیہ راجعون'' جس کا سرمایہ زندگی قال اللہ وقال الرسول تھا، جو اہل السنۃ والجماعت کے مسلک اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے مشرب کا امین تھا، جس کو دنیا بقیۃ السلف، زبدۃ العلماء، مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ کے نام نامی سے یاد کیا کرتی ہے۔

حضرت کا نماز جنازہ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں رات نو بجے طے پایا جسمیں ملک کے طول عرض

سے علماء ومشائخ کے علاوہ گوجرانوالہ شہر کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

دار العلوم کبیر والا سے بھی حضرات اساتذہ کرام اور طلباء کا ایک قافلہ جس میں استاذ الحدیث مولانا اسماعیل ارشد صاحب، مولانا اکبر علی صاحب، مولانا فاروق احمد صاحب، مولانا نذیر احمد صاحب اور مولانا عبداللہ عمر صاحب شامل تھے جنازہ میں شرکت کی۔

ادارہ حضرت کے فرزند ارجمند، علمی و روحانی جانشین، حضرت مولانا فیاض خان سواتی دامت برکاتہم مدیر نصرۃ العلوم اور دیگر لواحقین سے اظہار تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جوار رحمت میں خاص مقام عطا فرمائے۔

مرقد پہ تیری رحمتوں کا نزول ہو
کارواں تیرا یونہی جگمگاتا رہے

نوٹ:

حضرت کی علمی و ملی خدمات پر انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں مستقل مضمون شامل اشاعت ہوگا۔(از ادارہ، ص ۴۷، وفیات اپریل ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کا سانحہ ارتحال

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی مہتمم مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ مورخہ ۶ اپریل ۲۰۰۸ء طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ امام اہلسنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان دامت برکاتہم کے چھوٹے بھائی اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، ۱۹۴۱ء میں دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد لکھنوء میں امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور طبیہ کالج حیدر آباد دکن میں بھی تعلیم پائی۔

۱۹۵۲ء میں گوجرانوالہ میں مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی، آپ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور امام

انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے ساتھ سب سے زیادہ عقیدت رکھتے تھے اور اس حوالے سے مستقل ذوق واسلوب کے مالک تھے۔

آپؒ نے مولانا سندھیؒ کے ناقدین اور ان کے مشن کے نام نہاد علمبرداروں کی طرف سے پھیلائے جانے والے ان تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کر دیا جن کی بنیاد ان باطل خیالات کی عمارت کھڑی کی گئی تھی۔

حضرت صوفی صاحبؒ نے دینی، علمی اور فکری شعبوں میں جو خدمات سر انجام دی ہیں اور خلوص وللّٰہیت کیساتھ سعی ومحنت کا جو نمونہ پیش کیا ہے، اس پر وہ بجا طور پہ خراج تحسین کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مخلصانہ مساعی وجھود کو قبولیت سے نواز دے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔(اداریہ، ص۳، مئی ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کا سانحہ وفات

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ ۶ اپریل ۲۰۰۸ء کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے چھوٹے بھائی اور راقم الحروف کے چچا محترم تھے، انہوں نے ہجری اعتبار سے ۹۴ برس کے لگ بھگ عمر پائی اور تمام عمر علم کے حصول اور پھر اس کے فروغ میں بسر کر دی، وہ اس دور میں ماضی کے ان اہل علم وفضل کے جہد وعمل، زہد وقناعت اور علم وفضل کا نمونہ تھے جن کا تذکرہ صرف کتابوں میں رہ گیا ہے اور جن کے دیکھنے کو اب آنکھیں ترستی ہیں۔ ان کا تعلق مانسہرہ کے علاقہ میں آباد سواتی پٹھان قوم سے تھا۔ وہ ۱۹۱۷ء میں شنکیاری سے چند میل آگے کڑمنگ بالا کے پہاڑ کی چوٹی پر واقع ''چیڑاں ڈھکی'' میں جناب نور احمد خان مرحوم کے گھر میں پیدا ہوئے، والدہ محترمہ کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا، کچھ عرصہ بعد والد محترم کا بھی انتقال ہو گیا اور وہ اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے ہمراہ

قریہ قریہ مختلف مدارس میں گھوم کر علم کی پیاس بجھاتے رہے، دونوں بھائیوں نے بفہ، ملک پور، کھکھو، لاہور، وڈالہ سندھواں، جہانیاں منڈی، گوجرانوالہ اور دیگر مقامات کے متعدد مدارس میں اکٹھے دینی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند پہنچے جہاں انہوں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز اور دیگر اکابر علمائے کرام سے کسب فیض کیا اور سند فراغت حاصل کر کے عملی جدوجہد کا میدان سنبھال لیا۔ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نے حیدر آباد دکن کے طبیہ کالج اور لکھنو کے دار المبلغین میں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی سے بھی تعلیم پائی اور گوجرانوالہ واپس آنے کے بعد کھیالی اور کرشنا نگر (محلہ فیصل آباد) کی بعض مساجد میں کچھ عرصہ دینی خدمات سرانجام دیں اور چوک نیائیں میں مطب کا آغاز کیا، مگر قدرت نے ان کے حصے میں ایک بڑی دینی خدمت رکھی تھی کہ ۱۹۵۲ء میں مفتی شہر حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحبؒ (جو ان کے استاذ بھی تھے) اور دیگر علمائے کرام کے مشورے سے چوک گھنٹہ گھر کے قریب ایک بڑے جوہڑ کے کنارے مدرسہ نصرۃ العلوم کے نام سے دینی درسگاہ اور جامع مسجد نور کے نام سے مسجد کی تعمیر کا آغاز کر دیا۔ انہیں اس کار خیر میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستیؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ جیسے اکابر علمائے کرام کی سرپرستی اور برادر بزرگ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی رفاقت حاصل تھی اور مخلص رفقا کی ایک ٹیم بھی میسر آ گئی جنہوں نے خلوص ومحنت کے ساتھ اس گلشن علم کی ایسی آبیاری کی کہ اللہ رب العزت نے مدرسہ نصرۃ العلوم کو ملک کے بڑے دینی مدارس اور علمی مراکز کی صف میں کھڑا کر دیا اور آج دنیا کا کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے براہ راست یا بالواسطہ فیض پانے والے علمائے کرام دینی جدوجہد کے کسی نہ کسی شعبے میں مصروف نہ ہوں۔

حضرت صوفی صاحب ایک کامیاب مدرس، حق گو خطیب، باعمل صوفی اور بے باک دینی راہ نما تھے جن سے لاکھوں افراد نے استفادہ کیا اور ہزاروں علماء نے تربیت پائی، وہ اپنے ذوق کے حوالے سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مشن کے علمبردار اور ان کی حکمت وفلسفہ کے شارح تھے جس کی جھلک ان کی تین درجن سے زائد تصانیف اور ہزاروں خطبات ودروس میں جابجا پائی جاتی ہے۔

راقم الحروف نے حفظ قرآن کریم کے بعد درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے کا بیشتر دوران کی نگرانی میں گزارا ہے، حدیث وفقہ، ادب وتاریخ اور حکمت ولی اللٰہی کے شعبے میں بیسیوں کتابیں ان سے براہ راست

پڑھی ہیں اور فکری و ذہنی دنیا میں ان سے بہت کچھ سیکھا ہے، انہوں نے ساری زندگی مدرسہ کے مکان میں گزار دی اور کم وبیش نصف صدی تک گوجرانوالہ کی خدمت کرنے کے باوجود اس شہر میں اپنے لیے ایک ذاتی مکان نہ بنا سکے، وہ زہد وقناعت میں اپنے ان بزرگوں کا عملی نمونہ تھے جن کا وہ اپنے بیانات، مضامین اور دروس میں اکثر تذکرہ کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو ان بزرگوں کی خدمات وفیوضات سے آگاہ کیا کرتے تھے۔

وہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور مفکر انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے ساتھ سب سے زیادہ عقیدت رکھتے تھے اور ان کے علوم وافکار اور روایات کے تذکرہ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، حضرت مولانا سندھیؒ کے بارے میں ناقدین اور نادان دوستوں کی طرف سے دوطرفہ طور پر پھیلائے جانے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے میں انہوں نے بطور خاص محنت کی اور تاریخ کا قرض ادا کیا، وہ مسلکاً متصلب دیوبندی تھے اور علمائے دیوبند کے علمی و فکری مسلک ومنہج سے نئی نسل کو متعارف کرانے میں نہ صرف اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے معاون اور دست راست تھے بلکہ اس حوالے سے خود بھی ایک مستقل ذوق اور اسلوب رکھتے تھے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ نے ایک مقام پر دیوبندی مسلک کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا ہے کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی کے افکار وتعلیمات کا امتزاج قائم کیا جائے تو اس کا نام دیوبندیت ہے۔ میں اس حوالے سے عرض کیا کرتا ہوں کہ ہمارا گھرانہ بحمد اللہ تعالیٰ اس کا صحیح نمونہ ہے کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم پر ابن تیمیہؒ کا رنگ غالب ہے جبکہ حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتیؒ ابن عربیؒ کے ذوق کی نمائندگی کرتے ہیں، دونوں کے فکر وذوق میں ایک واضح تنوع پایا جاتا ہے مگر ایک حسین امتزاج بھی موجود ہے اور اس تنوع اور امتزاج کے بعض واقعات کا میں خود بھی شاہد ہوں جو حضرت صوفی صاحب کے کسی تفصیلی تذکرہ میں مناسب موقع پر انشاء اللہ پیش کیے جائیں گے۔

حضرت صوفی صاحب نے دینی، علمی، عملی اور فکری شعبوں میں جو خدمات سرانجام دی ہیں اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ سعی ومحنت کا جو نمونہ پیش کیا ہے، اس کا ایک ایک پہلو تاریخ اور نئی نسل کی امانت ہے کہ قومیں ایسے ہی لوگوں سے راہ نمائی حاصل کر کے اپنی راہیں متعین کیا کرتی ہیں، خدا کرے کہ ہم اس امانت کو صحیح طور پر نئی نسل اور تاریخ کے سپرد کرنے میں کامیاب ہوں، آمین۔ سردست ان جذبات غم کے اظہار کے ساتھ

قارئین سے ملتمس ہوں کہ وہ حضرت صوفی صاحب کی مغفرت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام کے لیے دعا کے ساتھ ساتھ بارگاہ ایزدی میں بطور خاص دست بدعا ہوں کہ اللہ رب العزت حضرت صوفی صاحب کے فرزند و جانشین مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی اور ان کے برادران مولانا محمد ریاض خان سواتی اور مولانا محمد عرباض خان سواتی نیز ہم جیسے دیگر پس ماندگان کو ان کے مشن کو آگے بڑھانے اور ان کی حسنات کا سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر قسم کے شر سے حفاظت کرتے ہوئے دین حق کے فروغ اور سربلندی کے لیے آخر دم تک خدمات سرانجام دینے کے مواقع نصیب کریں اور خلوص و محنت کے ساتھ اس کے لیے پیش رفت کرنے کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

(از اداریہ مولانا زاہد الراشدی، ص ۲ تا ۴، مئی ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ الحماد کراچی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید سواتیؒ کی رحلت

۶، اپریل ۲۰۰۸ء ملک کے معروف بزرگ، عالم دین، مفسر قرآن، شیخ الحدیث اور درجنوں کتابوں کے مصنف مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحبؒ طویل علالت کے باعث اتوار کی صبح اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ان کی عمر ۹۵ برس تھی، ان کی نماز جنازہ رات ۹ بجے گوجرانوالہ میں کالج روڈ پر واقع ان کی اپنی قائم کردہ جامع مسجد نور میں ادا کی گئی، نماز جنازہ ان کے بڑے بیٹے مولانا فیاض (خان) سواتی صاحب نے پڑھائی۔

مولانا مرحوم کی وصیت کے مطابق انہیں شہر کے بڑے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا، ایک اندازے کے مطابق ایک لاکھ کے قریب افراد نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی جن میں ـــــــ متعدد جید علماء کرام شامل تھے، جامعہ میں اساتذہ کرام کی ایک نشست میں مولانا کے انتقال پر گہرے افسوس کا اظہار کیا گیا اور ان کی گرانقدر خدمات کا اعتراف کیا گیا۔

ملک وملت اور دین کے حوالہ سے مولانا نے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ ہمیشہ یادر ہیں گی۔
ان کی تصنیف کردہ درجنوں کتابیں ان کے جانے کے بعد بھی امت کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔
(جامعہ کے شب وروز از مولانا محمد قاسم امیر صاحب، ص ۵۵، مئی ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ انوار مدینہ لاہور

مفسر قرآن، شارح حدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد ۶ اپریل کو گوجرانوالہ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔
حضرتؒ کی ساری عمر قرآن وحدیث کی خدمت میں گزری، آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خصوصی شاگرد تھے اوران سے آپ کو بے پناہ عقیدت تھی۔
آپ کی وفات سے دینی حلقوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اللہ تعالیٰ اس پیدا ہونے والے خلاء کو پر فرمائے اور حضرت مولاناؒ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے نیز ان کے پسماندگان کو صبر جمیل اوران کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔
اہل ادارہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں۔(وفیات از ادارہ ص ۶۲ مئی ۲۰۰۸)

ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور

فکرولی اللّٰہی کے ترجمان کی رحلت

ملک کی مشہور دینی درسگاہ کے بانی اور مہتمم مفسر قرآن، ماہر علم الادب، شارح حدیث، فکرولی اللّٰہی کے امین اور ترجمان استاد محترم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحبؒ سواتی ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بمطابق ۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار صبح طالبان علوم نبوت، تشنگان رشد وہدایت کو اشکبار چھوڑ کر اس دار فانی سے کوچ کر

گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ کی قبر مبارک کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے اور آپ کو جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا کرے، آپ کی تمام اولاد خصوصاً مولانا محمد فیاض سواتی اور مولانا محمد ریاض سواتی اور عزیز واقارب کو ہر قسم کے شرور سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔ (اداریہ از مولانا قاضی ظہور الحسین صاحب ص ۴، مئی ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ وفاق المدارس ملتان

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی انتقال کر گئے

برصغیر کے ممتاز عالم دین، مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی ۶ اپریل ۲۰۰۸ء اتوار کی صبح انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

معروف دینی درسگاہ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی ومہتمم، پچاس سے زائد کتابوں کے مصنف، امام اہل السنۃ حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر کے بھائی، دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت سید حسین احمد مدنی کے شاگرد خاص تھے۔

ماہنامہ وفاق المدارس ملتان کے مدیر ودیگر عملہ حضرت کی وفات حسرت آیات پر نہایت رنجیدہ اور پسماندگان ومتوسلین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت والا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ حضرت والا کی خدمات اور زندگی کے حالات سے متعلق تفصیلی مضمون اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)۔ (از مدیر، ص ۷، مئی ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ تجلیات حبیب چکوال

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کا سانحۂ ارتحال

مفسر قرآن، محدث جلیل حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی (بانی و مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) طویل علالت کے بعد ۶ اپریل ۲۰۰۸ء (۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ) بروز اتوار رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے چھوٹے بھائی، دار العلوم دیوبند کے فاضل، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے شاگرد رشید، ہزاروں علماء کے استاذ مکرم اور پچاس سے زائد وقیع کتب کے مصنف تھے، آپ نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک علوم نبویہ کی تدریس فرمائی، آپ سے کسب فیض کرنے والے دنیا بھر میں خدمت دین میں مصروف ہیں۔

آپ کی نماز جنازہ اسی روز بعد نماز عشاء مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں ادا کی گئی جس کی امامت آپ کے بڑے فرزند وجانشین حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی مدظلہ نے کی، ملک بھر سے علماء کرام و مشائخ عظام سمیت تقریباً ایک لاکھ افراد نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی، جانشین مرشد عالم حضرت اقدس مولانا صاحبزادہ پیر عبدالرحیم نقشبندی دامت برکاتہم آپ کے انتقال کی اطلاع ملتے ہی گوجرانوالہ تشریف لے گئے اور نماز جنازہ سے قبل جامع مسجد نور میں خطاب فرماتے ہوئے آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ رات کے تقریباً گیارہ بجے علم وحکمت کے اس عظیم خزانے کو ہزاروں علماء و مشائخ کی موجودگی میں آپ کی خواہش کے مطابق گوجرانوالہ کے عام قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

جملہ اراکین دار العلوم حنفیہ چکوال وادارہ ''تجلیات حبیب'' حضرت کے سانحہ ارتحال پر آپ کے اہل خانہ سمیت تمام متعلقین ومنتسبین کے شریک غم ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ جل شانہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی ؒ کی جمیع خدمات کو قبول فرمائیں اور آپ کو اعلیٰ علیین میں مقام بلند نصیب فرمائے، آمین۔

(اداریہ، ص ۳ از محمد افضل شمسی صاحب، مئی ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ القاسم نوشہرہ

صوفی عبدالحمید سواتی نوراللہ مرقدہ

گزشتہ ماہ جامعہ نصرۃ العلوم کے بانی ومہتمم، عظیم محدث ومفسر، محقق عالم دین المجاہد الکبیر حضرت مولانا علامہ صوفی عبدالحمید سواتی بھی طویل علالت کے بعد سوئے جنت روانہ ہو گئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

(وفیات از حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب ص ۷، مئی ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان

مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ

جید عالم دین، مفسر قرآن، شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ۶ اپریل ۲۰۰۸ء کو گوجرانوالہ میں انتقال کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت صوفی صاحبؒ کا شمار پاک و ہند کے جید علماء میں ہوتا تھا، آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے چھوٹے بھائی اور جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی و شیخ الحدیث تھے، حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ آپ کے بھتیجے اور مولانا محمد فیاض خان سواتی، مولانا محمد ریاض خان سواتی آپ کے فرزند ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی ''جوڑی'' علماء کے حلقوں میں بہت ہی مقبول اور معروف ہے، دونوں بھائیوں نے گوجرانوالہ میں بیٹھ کر جس طرح علوم نبوت کی تبلیغ و اشاعت اور تعلیم و تدریس کا عظیم الشان سلسلہ جاری رکھا، وہ اہل حق کے لیے قابل رشک وفخر ہے۔

دونوں بھائیوں کی آپس میں بے مثال محبت، دینی درد، ایک دوسرے کے لیے جذبۂ خلوص وایثار اپنی

مثال آپ ہے، حضرت صوفی صاحبؒ نے درسِ قرآن، درسِ حدیث، اصلاحی خطبات اور علمی خدمت کے ذریعے تقریباً ستر برس اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچایا۔

آپ کے سینکڑوں شاگرد ملک و بیرون ملک پھیلے ہوئے ہیں اور تبلیغ وتعلیم دین کے عظیم الشان کام میں مشغول ہیں، آپ کی اولاد اور خاندان کے دیگر افراد بھی اسی راستے کے مسافر اور جادۂ حق کے راہی ہیں ،حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے درسِ قرآن کے ذریعے علمِ تفسیر کا بیش بہا خزانہ طالبانِ علم دین کے لیے چھوڑا، جس سے ایک دنیا فیض پا رہی ہے، وہ سینکڑوں مدارس کے سرپرست اور درجنوں قومی و دینی تحریکوں کے سرگرم رہنما اور مؤید تھے، تمام عمر علماء حق کے شانہ بشانہ جد وجہد کی اور ان کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہیں آئی، جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار اسلام کے ہمیشہ حامی رہے، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے تھے، وہ حضرت شاہ ولی اللہ اور اکابر علماء دیوبند کی تعلیمات اور فکر راست کے صحیح نمائندہ تھے۔

،حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے، ان کی اولاد کو ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور ہر قسم کے شر سے محفوظ فرمائے، ان کے ادارہ مدرسہ نصرۃ العلوم کو ترقی عطا فرمائے اور ان کے فیض کو جاری و ساری رکھے، آمین یا رب العالمین۔ (مسافران آخرت از ادارہ ص ۶۳ رمئی ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ لولاک ملتان

مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کا وصال

۶ اپریل کو جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتیؒ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی عمر نوے سال کے قریب تھی، آپ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، نصف صدی سے زائد آپ نے علوم اسلامیہ کی تدریس و ترویج میں گزارے، ہزاروں بندگان خدا نے آپ سے فیض حاصل کئے، تحریکہائے ختم نبوت میں گوجرانوالہ کے تمام کام کی آپ

نے سرپرستی کی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، تمام دینی جماعتوں کی طرح مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی بھی بھرپور سرپرستی فرماتے تھے۔

ان کی وفات سے جو خلاء واقع ہوا ہے، حق تعالیٰ آپ کے صاحبزادگان، مولانا محمد فیاض خان، مولانا محمد ریاض خان، مولانا محمد عرباض خان کو اسے پر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دعا گو ہے کہ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ (اداریہ، ص ۴، مئی رجون ۲۰۰۸ء)

سہ ماہی قافلہ حق سرگودھا

موت العالم موت العالَم

(گوجرانوالہ ٦ اپریل ۲۰۰۸ء) عالم اسلام کے معروف عالم دین اور مفسر قرآن شیخ المفسرین والمحدثین حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی صاحب بانی نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، فاضل دار العلوم دیوبند ۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار کو ۹۰ سال کی عمر میں انتقال فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرتؒ کافی عرصہ سے صاحب فراش تھے، آپؒ صرف بلند پایہ عالم دین ہی نہیں بلکہ مشہور و معروف مفسر قرآن بھی تھے، آپؒ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں مسلسل ۵۰ برس درس و تدریس کے ذریعہ تشنگان علوم نبویہ کی علمی پیاس بجھاتے رہے، دریں اثناء آپؒ نے ۵۰ سے زائد کتب تصنیف فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کی جملہ مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ (آمین)

ادارہ قافلہ حق حضرتؒ کے جملہ لواحقین کے ساتھ اظہار تعزیت کرتے ہوئے ان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں جگہ عطاء فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین (ادارہ)۔ (از ادارہ ج ص ۲۲، وفیات مئی ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ چراغ اسلام گوجرانوالہ (مودودی مکتبہ فکر)

صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (وفیات از ادارہ ص ۲۴، مئی ۲۰۰۸ء)

پندرہ روزہ المنبر فیصل آباد (اہلحدیث مکتبہ فکر)

انا للہ وانا الیہ راجعون

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے بانی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مورخہ ۶ اپریل ۲۰۰۸ء کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے چھوٹے بھائی اور مولانا زاہد الراشدی کے چچا محترم تھے، انہوں نے ہجری اعتبار سے ۹۴ برس کے لگ بھگ عمر پائی اور تمام عمر علم کے حصول اور پھر اس کے فروغ میں بسر کر دی۔

وہ اس دور میں ماضی کے اہل علم وفضل کے جہد وعمل، زہد وقناعت اور علم وفضل کا نمونہ تھے۔

حضرت صوفی صاحب ایک کامیاب مدرس، حق گو خطیب، باعمل صوفی اور بے باک دینی راہ نما تھے، جن سے لاکھوں افراد نے استفادہ کیا اور ہزاروں علماء نے تربیت پائی، وہ اپنے ذوق کے حوالے سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مشن کے علمبردار، اور ان کی حکمت وفلسفہ کے شارح تھے جس کی جھلک ان کی تین درجن سے زائد تصانیف اور ہزاروں خطبات ودروس میں جا بجا پائی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔

ادارہ المنبر سبھی مرحومین کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرتا ہے اور سبھی لواحقین ومتعلقین سے اظہار تعزیت بھی۔ (ص ۳۲، ۸ مئی تا ۵ جون ۲۰۰۸ء)

ماہنامہ السعید اوگی مانسہرہ (مماتی مکتبہ فکر)

آہ! شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی بھی چل بسے!!

لو کانت الدنیا تدوم لواحد
لکان رسول اللّٰہ فیھا مخلداً
جو زندہ ہے ، وہ موت کے آلام سہے گا
جب احمد مرسلؐ نہ رہے ، کون زندہ رہے گا
زردار نہ بے زر ، نہ کوئی انجام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

محترم قارئین! ''کل نفس ذائقة الموت'' کیونکہ دنیا میں جو آیا جانے کیلئے، جو نقش ابھرا مٹنے کے لیے، اس دنیا نے کسی سے بھی وفا نہیں کی، اور چشم بینا موجودات کے ہر ذرہ پر ''کل من علیھا فان'' کا نوشتہ ازل کندہ دیکھتی ہے۔

بجز ذات خداوند کہ ہے دائم و قائم
دنیا میں سدا کون رہا ہے نہ رہے گا

دنیا میں ہر طرح کے انسان آئے کسی نے من کو راضی کیا اور کوئی پوری زندگی اپنے رب کو راضی کرنے اور آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ والی پر تعیش خوشیوں اور مسرت بھری زندگی حاصل کرنے کے لئے دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی کی حقیقت کو جان کر پوری حیات مستعار کو اللہ کی مرضی پہ قربان کر کے مخلوق خدا کو اپنے رب کی طرف بلانے کا کام کیا اور یہی کام کرتے کرتے اس فانی زندگی کے ایام پورے کر کے عالم جاودانی کو رخصت ہوئے، اور جب ایسی خوش نصیب ہستیوں کا وقت سفر آخرت پہنچتا ہے تو اعلان ہوتا ہے ''یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ○ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○''۔

یہی وہ مبارک ہستیاں ہیں جب آئے تھے تو اکیلے مگر جاتے وقت ایک عالم کو سوگوار چھوڑ کر جارہا ہوتا ہے، انہی بلند پایہ ہستیوں میں ملک کے مایہ ناز جید عالم دین شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب ؒ بھی تھے، آپ کا وطن اصلی ضلع مانسہرہ کے علاقہ کونش بٹل ہے اور والد مرحوم کا نام نور احمد تھا اور بقول حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب کے کہ آپ کے والد کا قبر اب بھی علاقہ کونش بٹل میں ''مختر و پیزہ'' میں ہے۔

آپ کے عظیم بھائی حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اور آپ کی جوڑی آخر تک ساتھ رہی اور دونوں میں بڑی یگانگت اور قلبی محبت تھی، ۱۹۵۲ء کو فراغت دیوبند کے بعد گوجرانوالہ آکر ایک مسجد اور دینی ادارے کا سنگ بنیاد رکھا جو اس وقت ملک کے بڑے بڑے مدارس میں مدرسہ نصرۃ العلوم کے نام سے جانا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا، ماشاء اللہ آپ ایک جید عالم اور صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مدبر بھی تھے، ہمارے دارالعلوم کے کئی مدرس حضرت صوفی صاحب ؒ اور حضرت شیخ الحدیث کے شاگرد ہیں۔

آپ دونوں بھائیوں کا علم تصوف کی چاشنی اور ان کا تصوف علم کی روشنی سے بھرپور اور ان کا طرز نگارش دونوں لذتوں سے پر تھا، طالب علمی اور اس کے بعد ایک ہی ادارہ میں طویل عرصہ تک ایک ساتھ رہنے والی یہ جوڑی بالآخر ۶ اپریل ۲۰۰۸ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہوئی اور حضرت صوفی صاحب اپنے عظیم بھائی شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب اور بھتیجا حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا زاہد الراشدی، بیٹے مولانا محمد فیاض خان سواتی، مولانا عرباض خان سواتی اور ہزاروں عقیدت مندوں اور شاگردوں کو روتا ہوا چھوڑ کر راہی آخرت ہوئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت صوفی صاحب ؒ کا اصلاحی تعلق شیخ التفسیر ولی کامل حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ سے تھا جس کی ولایت کا ایک دنیا معترف ہے (حضرت صوفی صاحب ؒ کا اصلاحی تعلق حضرت مدنی ؒ سے تھا۔ مدیر)، ہمارے حضرت مہتمم شیخ القرآن والحدیث مولانا سعید الرحمٰن خطیب صاحب مدظلہ بھی دو سال حضرت احمد علی لاہوری ؒ کی خدمت میں رہے ہیں، اس لحاظ سے آپ دونوں پیر بھائی بھی ہیں، (یاد رہے کہ حضرت صوفی صاحب ؒ حضرت لاہوری ؒ کے مرید نہیں ہیں۔ مدیر) بہر حال اس دنیا میں ہر ایک کچھ عرصہ کیلئے آکر وقت مستعار گزار

لیتا ہے اور پھر اپنا وقت پورا کر کے رخت سفر باندھ کر عقبیٰ کی طرف چل دیتا ہے لیکن دنیا میں ایسے ہیرے بہت کمیاب ہیں جن کو اپنے سے زیادہ دوسرے انسانوں کی فکر دامن گیر رہتا ہے۔

اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا
مت سہل اس کو جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ادارہ کا اگر چہ مدرسہ نصرۃ العلوم کے ساتھ فروعی اختلاف ہے اور رہے گا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی کی علمی خدمات پر پانی ڈال کر اسے نظر انداز کیا جائے اور فروعی اختلاف کو اتنا بڑھا دیں کہ ایک دوسرے کی تکفیر اور تذلیل کی جائے کیونکہ جو اپنے آپ کو عالم کہتا ہے یہ اس کا شایان شان نہیں، سماع اور عدم سماع (عام اموات نہ کہ انبیاء کرامؑ ۔مدیر) کے بارے میں ہمارا اختلاف اس حد تک ہے کہ جس حد تک صحابہ کرامؓ کا آپس میں تھا اور بس۔

اس اختلاف کے بارے میں الحمد للہ ہم کسی غلو کے قائل نہیں دونوں طرف دلائل ہیں اور ہم طرفین علماء کرام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور سب کی عزت و احترام کرتے ہیں، مہتمم مدرسہ ہذا مع راقم حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی اور حضرت صوفی صاحبؒ کی ملاقات کے لئے گوجرانوالہ گئے تھے اور کافی شفقت کا اظہار کیا تھا۔

دار العلوم سعیدیہ میں حضرت صوفی صاحبؒ کے لئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا، ادارہ ہذا تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مرحوم کی لغزشات سے درگزر فرما کر ان کی علمی خدمات کو قبول فرمائیں اور دائمی چین و راحت کی زندگی مقدر فرما کر اعلیٰ درجات کے ساتھ ساتھ جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی دولت سے نوازیں، اور ساتھ ساتھ یہ دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا لگایا ہوا گلشن علوم نبوت ہمیشہ تر و تازہ رکھے اور اولاد میں حضرت صوفی صاحبؒ کی صلاحیتیں پیدا فرمائیں، آمین۔ (اپریل رمئی ۲۰۰۸ء)

(نوٹ: مضمون ہذا میں جو اردو املاء کی اغلاط ہیں وہ اصل مضمون میں ہی ایسے ہیں۔ مدیر)

ماہنامہ تمنائے زادراہ فیصل آباد

انتقال پرملال

دور حاضر کے نامور عالم دین حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت صوفی صاحب برصغیر کے معروف مفسرِ قرآن، عظیم محدث اور لاتعداد جید علماء کرام کے استاد کی حیثیت سے اپنی ایک الگ پہچان رکھتے تھے، تعلیمی اور تدریسی حلقے ان کی خدمات کے معترف ہیں، حضرت صوفی صاحب مرحوم، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے بھائی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کے چچا اور سمدھی تھے، موصوف کا قائم کردہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ اور آپ کی چھوٹی بڑی تقریباً پچاس کتابیں اور لاتعداد فیض یافتہ علماءِ کرام مرحوم کے لئے عظیم صدقۂ جاریہ ہے، علوم دینیہ سے وابستہ حلقوں کے لئے حضرت صوفی صاحب کا انتقال پرملال اس لحاظ سے بڑا صدمہ اور نقصان ہے کہ قحط الرجال کے اس دور میں تعلیم و تدریس کا معیار انتہائی زوال پذیر ہے اور مخلصانہ دینی خدمات انجام دینے والے علماء و مدرسین دن بدن کم ہوتے جارہے ہیں۔

خدمتِ دین کے تمام شعبوں بالخصوص تدریسی میدان میں ذی استعداد اور مخلص افراد کا فقدان ایک خوفناک ملی مسئلہ ہے۔

ایسے حالات میں صوفی صاحب کا وجود مسعود تشنگانِ علوم دینیہ کے لئے ایک بہت بڑی نعمت تھا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاف کو ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔ (آمین)

مولانا زاہد الراشدی کو صوفی صاحب کی رحلت کے تین ہی روز بعد اپنے سسر جناب ڈاکٹر محمد دین صاحب کی وفات کا صدمہ پیش آیا ڈاکٹر صاحب حضرت لاہوریؒ سے منسلک ذاکر شاکر شب زندہ دار تھے، دعا ہے اللہ جل شانہ مرحومین کی مغفرت اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرماوے ادارہ تمام ورثاء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

(محمد صابر سرہندی)

رپورٹ: محمد عمر عثمانی
متعلم جامعہ نصرۃ العلوم

تعزیتی جلسہ میں بیانات

روئیداد تعزیتی جلسہ بیاد مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی ؒ

مورخہ ۲۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب وعشاء جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم میں مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ کی یاد میں تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں ملک کے جید علمائے کرام نے حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کیا ذیل میں چیدہ چیدہ جید علمائے کرام کے بیانات کا خلاصہ نذر قارئین ہے۔

حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خان

حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خان سابق ایم این اے وامیر جمعیت علمائے اسلام صوبہ پنجاب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بظاہر تو حضرت صوفی صاحبؒ دنیا سے رحلت فرما گئے لیکن قیامت تک ان کا فیض ان کے تلمیذین ومحدثین کی صورت جاری وساری رہے گا۔ جب تک یہ دنیا باقی ہے تب تک حضرت صوفی صاحبؒ کی تفسیر معالم العرفان مفسرین کی درسگاہوں کی زینت رہے گی۔ آپ نے جو شروح حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کتب کی لکھی ہیں اور جو منطقی رسالے لکھے ہیں وہ مدرسین کی درسگاہوں کی زینت رہیں گے۔ میں سلام کرتا ہوں حضرت صوفی صاحبؒ کے والد گرامی کو کہ جو اس قیمتی ہیرے کے اس دنیا میں آنے کا موجب بنے۔ میں ان کی والدہ کی عظمت کو سلام کرتا ہوں کہ جس کا دودھ اتنا پاکیزہ تھا کہ آج حضرت صوفی صاحبؒ کا علمی ودینی وروحانی فیضان پوری دنیا میں جاری وساری ہے۔

حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خان صاحب نے اپنے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا کہ جب میں اپنے حال کو دیکھتا ہوں اور اپنے ماضی اور مستقبل پر نگاہ دوڑاتا ہوں تو بس دل کو ایک تسلی سی ہو جاتی ہے کہ حضرت صوفی صاحبؒ اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہم (حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم) میرا

سرمایہ آخرت اور میرا ذریعہ نجات ہیں۔ میں انہیں اکابرین علمائے دیوبند کی خاکِ پا ہوں۔ جب حضرت صوفی صاحبؒ نے یہاں قدم رکھے تو یہ گوجرانوالہ ظلمت کدہ شرک و بدعت تھا۔ اس بت کدے کی ظلمت کو آپؒ نے سنت کے نور سے منور فرمایا۔ حضرت صوفی صاحبؒ کے صاحبزادگان ہمارے لئے قابل تعظیم اور قابل احترام ہیں۔ انشاء اللہ ہم پوری محبت اور عقیدت کے ساتھ ان کا اور مدرسہ کا ساتھ دیں گے۔ انشاء اللہ جب بھی ہماری ضرورت پیش آئی ہم تن من دھن نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ یہ مدرسہ ہماری ماں ہے۔ ہماری مادر علمی ہے۔ اس مدرسہ کی حفاظت ہم سب کے ذمہ فرض ہے۔ بھٹو کے دور میں جب اس مرکز علم وعرفان پر حملہ ہوا تو اس فرعون کو اس مدرسہ کے بوریا نشینوں نے جھکا دیا تھا۔ اس لئے اس مدرسہ کا ساتھ دینا ہم پر فرض اور قرض ہے۔ حضرت صوفی صاحبؒ کے صاحبزادگان ماشاء اللہ اپنے بڑوں کی طرح پورے عالم، فاضل، متقی اور مجاہد فی سبیل اللہ ہیں۔ مدرسہ کے خیر خواہ ہیں۔ یہ مدرسہ کو چلائیں گے اور حضرت صوفی صاحبؒ کے فیضان کو پوری دنیا میں عام کریں گے۔

خطیب یورپ وایشیاء مولانا عبدالحمید وٹو

خطیب یورپ وایشیاء مولانا عبدالحمید وٹو نے حضرت صوفی صاحبؒ کی علمی و دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ! میں حضرت شیخ، عالم باعمل، حضرت مولانا علامہ صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ کو سامنے رکھتے ہوئے عرض کر رہا ہوں کہ:

؎ کچھ خواب ہیں آنکھوں سے نکالے نہیں جاتے
آنسو جو نکلتے ہیں سنبھالے نہیں جاتے

اور ایک شعر حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادگان مولانا فیاض خان سواتی، مولانا ریاض خان سواتی اور مولانا عرباض خان سواتی کی نذر کرتا ہوں کہ شاید ان کی دلی کیفیت کچھ اس طریقہ سے ہو کہ!

؎ کچھ ایسی اذیت کا سفر ہے انہیں درپیش
کہ پاؤں میں کسی رت بھی چھالے نہیں جاتے

مولانا عبدالحمید وٹو نے مزید کہا کہ مدرسہ نصرۃ العلوم یہ عظیم دینی درسگاہ حضرت صوفی صاحبؒ کا آباد

کردہ وہ دینی گلشن ہے کہ آج اگر آپ دنیا کے کسی بھی کونے میں چلے جائیں کوئی نہ کوئی اس گلشن کا پھول آپ کو ضرور نظر آئے گا۔ مدرسہ نصرۃ العلوم کے پھولوں کی خوشبو سے چار دانگ عالم مہکا ہوا ہے۔ خواہ یہ پھول کسی حافظ کی شکل میں ہو، کسی قاری کی شکل میں ہو، کسی عالم یا مفتی کی شکل میں ہو۔ اس عظیم درسگاہ کا فیض پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔

مولانا عبدالحمید وٹو نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے علمائے دیوبند کو عجیب مقام بخشا ہے کہ جس طرح صحابہ کرامؓ کو ایسے القابات سے نوازا گیا جب ان میں سے کسی کا لقب ذکر کیا جاتا ہے تو فوراً اس کی ساری شخصیت ذہن میں آجاتی ہے۔ مثلاً جب صدیق ؓ کہا جائے تو فوراً ذہن میں آجاتا ہے کہ یہ کونسی شخصیت ہے۔ اسی طرح اگر سیف اللہ کہا جائے تو حضرت خالد بن ولیدؓ کی شخصیت و کردار سامنے آتا ہے۔ اگر شجاع کہہ دیا جائے تو حضرت علیؓ کا سراپا نظروں میں گھوم جاتا ہے اسی طرح اگر امیر عزیمت کہا جائے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ جس طرح شیخ الہند کا نام لینے سے محمود الحسنؒ کا پتہ چل جاتا ہے۔ شیخ العرب والعجم کہنے سے مولانا حسین احمد مدنیؒ سمجھ آتے ہیں۔ امیر شریعت کہنے سے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سمجھ آتے ہیں تو بالکل اسی طرح جب حضرت صوفی صاحبؒ کہا جائے گا تو حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتیؒ کی شخصیت سمجھ آئے گی۔ یہ شرف اللہ رب العزت نے علمائے دیوبند کو بخشا ہے۔

مولانا عبدالحمید وٹو نے آخر میں کہا کہ اس طالب علم کی کہیں بھی، کسی بھی حوالے سے ضرورت سمجھی گئی تو ان حضرات کے کہنے میں دیر ہوگی اس طالب علم کے سر جھکانے میں دیر نہیں ہوگی۔ اب میں ان الفاظ کے ساتھ یوں اجازت چاہوں گا کہ شاید میرے شیخ نے جاتے ہوئے کہا ہو کہ!

ہمارے بعد اجالا نہ ہوگا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

حضرت مولانا محمد فیروز خان ثاقب

اس پروگرام کی صدارت فاضل دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد فیروز خان ثاقب مدظلہم کر رہے تھے۔ انہوں نے خطبہ صدارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ!

آج ہم حضرت صوفی صاحبؒ کی تعزیت کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ایسی ہستیاں بڑی مدت

کے بعد پیدا ہوتی ہیں اور ایسی ہستیوں کا وجود مخلوق خدا پر رحمت خداوندی ہوتا ہے۔ آج ہم اس عظیم ادارے کو دیکھ رہے ہیں یہ اسی طرح عالم وجود میں نہیں آیا اس کے لئے بڑی محنت کرنا پڑی اور بڑی کوشش کے بعد اس مقام تک پہنچا ہے۔ میرا یقین ہے کہ جس طرح سالہا سال سورج کی روشنی پتھر کو عقیق کی شکل میں بدلتی ہے اسی طرح حضرت صوفی صاحبؒ جیسے لوگ صدیوں بعد بلکہ کئی قرنوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا فیروز خان ثاقب مدظلہم نے اپنے خطاب کو مزید جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا جو طریقہ حضرت صوفی صاحبؒ جاری کر گئے ہیں ہمیں اس کو پکڑنا چاہئے سب سے بڑی تعزیت یہی ہے کہ جو وہ اثاثہ چھوڑ کر گئے ہیں اس اثاثہ کی حفاظت کی جائے اور اسے ہر حال میں پھیلانے کی کوشش کی جائے۔ حضرت صوفی صاحبؒ اور حضرت شیخ صاحب مدظلہم دونوں بھائیوں نے مل کر دین کی نشر و اشاعت اور خدمت کا وہ عظیم کام سرانجام دیا ہے کہ پوری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور حضرت صوفی صاحبؒ کو غریق رحمت فرمائے۔

حضرت مولانا قاری خبیب احمد عمر

اس کے بعد ولی کامل حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ کے صاحبزادے اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے مہتمم حضرت مولانا قاری خبیب احمد عمر مدظلہم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ!

استاذ العلماء حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ اپنے اکابرین کے علم اور عمل دونوں کا نمونہ تھے اور ہمارے اکابرین کا سلسلہ علمی اور روحانی ہر دو اعتبار سے پیغمبر خدا، احمد مجتبیٰؐ سے جا ملتا ہے۔ حضرت صوفی صاحبؒ اپنے اکابرین کے علم اور عمل دونوں کے جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

حضرت مولانا قاضی ظہور الحسین اظہر

تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان کے مرکزی امیر حضرت مولانا قاضی ظہور الحسین اظہر مدظلہم نے حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ!

ہم استاذ الحدیث، مفسر قرآن، فکر ولی اللہ کے ترجمان اور افکار علمائے دیوبند کے وارث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی مذہبی اور ملی خدمات کا تذکرہ کرنے کے لئے آج یہاں جمع

ہوئے ہیں۔ میں بھی اسی مدرسہ کا طالب علم رہا ہوں۔ علوم وفنون کے علاوہ شمائل ترمذی، ترمذی شریف جلد ثانی، موطا امام مالک اور طحاوی شریف کے اسباق میں نے حضرت صوفی صاحبؒ سے پڑھے ہیں۔ حضرت صوفی صاحبؒ متوسط قد اور خوبصورت چہرے کے مالک تھے۔ حضرت صوفی صاحبؒ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا اور پھرنا حضور اکرمؐ کی مبارک سنتوں کے مشابہ تھا۔ جمعۃ المبارک کے دن گوجرانوالہ شہر میں بے شمار خطیب تھے لیکن شہر کا پڑھا لکھا طبقہ حضرت کے پیچھے جمعہ پڑھنے کے لئے آتا تھا۔

مولانا قاضی ظہور الحسین اظہر نے مزید کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ علمائے کرام دنیا سے اٹھتے چلے جا رہے ہیں ہم جو پیچھے رہ گئے ہیں ہمارے پلے نہ علم ہے اور نہ ہی عمل۔ اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کے علمی وعملی فیضان کو پوری دنیا میں تا قیامت جاری وساری رکھے۔ مدرسہ نصرۃ العلوم ان کا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرمائے۔

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہباز فاروقی

کالعدم سپاہ صحابہؓ کے مرکزی رہنما مولانا عطاء الرحمٰن شہباز فاروقی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ! حضرت صوفی صاحبؒ نے مدرسہ نصرۃ العلوم میں دو علوم کے ذریعے تشنگان علوم نبویہؐ کی پیاس بجھائی ایک کتاب وسنت کا علم اور دوسرا علم تصوف۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے مدرسہ نصرۃ العلوم سے ادیان باطلہ اور فرق ہائے باطلہ کے خلاف سدِ سکندری بن جانے والے مجاہد پیدا کئے۔ خرمن باطل پر قہر الٰہی بن کر ٹوٹنے والے سر بکف پیدا کئے۔ علمائے دیوبند کے عظیم تسلسل کو باقی رکھا۔ حضرت صوفی صاحب اکابرین دیوبند کے علوم وافکار کے امین ووارث تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات اور حضرت شاہ ولی اللہ کے فکر وفلسفہ کے پاسبان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔

حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر

صاحبزادہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ! حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فکر وفلسفہ کے مجموعہ کا نام مسلک دیوبند ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کا نچوڑ تین چیزیں ہیں۔ شرک وبدعت سے نفرت، صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کے فضائل ومناقب کو پبلک کے اندر عام کرنا اور منوانا اور اس دور کے دین اکبری کا قلع قمع

کرنا۔اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ کے فکر وفلسفہ سے مراد آج کے دور کے جدید تقاضوں کو ہم نے کس طرح پورا کرنا ہے۔ہم نے اپنے اقتصادی نظام کو کیسے درست کرنا ہے۔ہم نے اپنے سیاسی نظام کو اسلامی ڈھانچے میں کیسے ڈھالنا ہے۔معاشی، سیاسی اور اقتصادی نظام کے اندر بہتری کیسے لانی ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ فکر وفلسفہ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کے حسین امتزاج سے مسلک دیوبند وجود میں آتا ہے۔ آج کے دور میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فکر وفلسفہ کو پوری شدت کے ساتھ اگر کسی نے واضح کیا ہے تو وہ صرف اور صرف حضرت صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ ہیں۔حضرت صوفی صاحبؒ نے مدرسہ نصرۃ العلوم میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی شہرہ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی تعلیم کا اجراء کیا۔

مولانا عبدالحق خان بشیر نے مزید کہا کہ اگر میں مسلک اکابرین دیوبند پر پوری طرح قائم ہوں تو یہ حضرت صوفی صاحبؒ کے قائم کردہ اس ادارہ کا فضل واحسان ہے کہ اس ادارے نے مجھے مسلک علمائے دیوبند سے روشناس کرایا۔ہم اس ادارے سے وابستہ ہیں اور رہیں گے۔شاید ہمارا یہی عمل حضرت صوفی صاحبؒ کے ساتھ اٹھائے جانے کا ذریعہ بن جائے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب

جلسہ کے اختتام پر پروگرام کے مہمان خصوصی مجاہد کبیر، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدظلہم نے خصوصی خطاب فرمایا۔انہوں نے کہا کہ!

فخر الاماثل، عمدۃ المحدثین، قدوۃ المفسرین، شیخ الحدیث، شیخ التفسیر حضرت مولانا صوفی صاحب رحمۃ واسعۃ و قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ، اسکنہ فی جنات الفردوس ورزقہ فی جنات الفردوس صحبۃ لنبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا کی سوانح حیات اور ان کے مناقب اور شمائل منزہ کا ذکر ہورہا ہے۔یہ ایک نورانی مجلس ہے جس مجلس میں بھی اسلاف کرام ومشائخ عظام کا تذکرہ ہورہا ہو وہاں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور ویسے بھی "اذکروا محاسن موتاکم" اپنی بزرگ شخصیات کے مناقب بیان کرنے میں حاضرین کے لئے ایک عظیم درس ہوتا ہے۔یقیناً حضرت صوفی صاحبؒ ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے۔میں جب حضرت لاہوریؒ

کے ہاں دورہ تفسیر پڑھ رہا تھا تو جمعہ کی رات حضرت صوفی صاحبؒ اوران کے ساتھ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب ہمارے پاس آیا کرتے تھے اور ہمارے کمرے میں آرام فرمایا کرتے تھے اور ہماری حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔

یقیناً آج اس عظیم شخصیت کی جدائی کا نا قابل برداشت صدمہ ہے۔ لیکن حضرت نے جو اپنے تلامذہ مہیا کئے ان سے ان کے فیض کا حصہ قیامت تک جاری رہے گا۔

یہ عظیم الشان مدرسہ اور مسجد بھی حضرت صوفی صاحبؒ کا صدقہ جاریہ ہے۔ الیٰ یوم القیامہ اس مقدس خطے میں جتنے لوگ نماز پڑھیں گے۔ جمعہ کے خطبات سنیں گے اور قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہوں گی یہ ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

ان کے سامنے بادشاہت آئی انہوں نے بادشاہت کو لات ماری اور فقر و درویشی کو اختیار کیا۔ یہاں تک کہ کشف و کرامت کے مالک ہو گئے۔

حضرت صوفی صاحبؒ کے عظیم الشان ادارہ میں جو دن رات قال اللہ وقال الرسولؐ کی صدائیں گونجتی ہیں یہ تمام علاقے کے لئے نزول رحمت کا ایک عظیم مرکز ہے۔ حضرت صوفی صاحبؒ علم کے عظیم خزانے چھوڑ کر گئے ہیں۔

اولاد کی دو قسمیں ہیں ایک جسمانی اولاد اور دوسری روحانی اولاد۔ بحمد اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے حضرت صوفی صاحبؒ کو جسمانی اولاد بھی عطا کی جو یہاں قال اللہ وقال الرسولؐ کا درس دے رہے ہیں اور روحانی اولاد سے بھی نوازا ہے۔ یہ فضلاء کرام نصرۃ العلوم یا دہ طالب علم جو یہاں ایک دن بھی رہیں گے وہ حضرت صوفی صاحبؒ کی روحانی اولاد ہیں۔ یہ اولاد کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا اور حضرت صوفی صاحبؒ پر اللہ تعالیٰ اربوں رحمتیں نازل فرمائے گا اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی شان کریمانہ سے ان کو عظیم مقام سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔

آخر پر حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کے اختتامی کلمات اور دعا سے یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

مولانا حکیم محمد یاسین خواجہ شجاع آباد

مادہ تاریخ ولادت ووفات

مفسر عظیم ناموس دیوبند سرمایہ دین وملت

مختصر تعارف

استاذ العلماء والصلحاء استاذ محترم حضرت مولانا محمد عبدالحمید صاحب سواتی نوراللہ مرقدہ کے ساتھ فقیر ناچیز کا غائبانہ خط وکتابت کا سلسلہ تقریباً انتیس سال رہا اور تا حال ہے بندہ ناچیز کو جب بھی کوئی علمی اشکال لاحق ہوا یا تفسیری مقام میں اشکال لاحق ہوا حضرت اقدس کی خدمت عالی میں خط لکھ کر بھیجا حضرت اقدس نے وسعت ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے تفصیل سے جواب مرحمت فرمایا اور ساتھ ہی دعائیہ کلمات سے نوازا اور ناچیز کی علمی پیاس بجھادی حضرت اقدس نے فقیر ناچیز کی اور حوصلہ افزائی فرمائی کہ تمام کتب اور خصوصاً اٹھارہ جلد پوری تفسیر دروس القرآن جیسے جیسے چھپتی آئی ہدیۃً ارسال فرماتے رہے بندہ ناچیز ہر جلد کا ہر درس با وضو با ادب ہو کر بار بار مطالعہ کرتا رہا اور دعائیں دیتا رہا چند سالوں سے حضرت اقدسؒ کبرسنی اور کچھ عوارضات لاحق ہونے سے اور بینائی کی کمزوری سے جواب نہ لکھ سکتے تھے بلکہ کئی دیگر حضرات سے ارشاد فرما دیتے اور جواب باصواب مل جاتا بالآخر ۲۶ صفر ۱۴۲۶ھ کو حضرت اقدس کی زیارت سے مشرف ہوا ایک تو حضرت کی زیارت نصیب ہوئی دوسرا حضرت اقدسؒ سے احادیث کی اجازت مل گئی، (میں نے مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت پڑھی جس میں انہوں نے ایک لفظ کی تصحیح بھی فرمائی۔) تیسرا یہ کہ حضرت اقدس کو کچھ دیر مٹھیاں بھریں اور پاؤں مبارک کو چوما اور ہاتھوں مبارک کو خوب بوسے دیے آنکھوں سے مس کیا چوتھا یہ کہ حضرت اقدس سے حسن خاتمہ بالخیر کی دعائیں منگوائیں پانچویں یہ کہ ناچیز کی دیرینہ تمنائیں ساری پوری ہوئیں حضرت کے نورانی جنتی چہرے کو دیکھ کر حضرت کی محبت دل میں جاگزیں ہوئی حضرت اقدس کے کچھ خطوط حاضر خدمت ہیں کچھ کاغذات کے اندر رہ گئے ہیں مل جانے پر بھیج دوں گا انشاء اللہ، آپ سے رخصت ہو کر احقر ناچیز گکھڑ، امام اہل السنّت والجماعت استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب دام مجدہم

کی خدمت عالی میں پہنچا ملاقات کے بعد تعارف کرایا اور ان سے بھی احادیث پاک کی سند حاصل کی او ردعاؤں کے بعد واپس ہوا آپ نے اپنی مایہ ناز تفسیر کی دو جلدیں ہدیۃً مرحمت فرمائیں آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دینی مدارس کی حفاظت فرمائے اور علماء کی حفاظت فرمائے اور اہل دین کی حفاظت فرمائے اور اللہ تعالیٰ ظاہری باطنی دشمنوں، ظاہری باطنی فتنوں سے محفوظ فرمائے پاکستان اور اہالیان پاکستان کی حفاظت فرمائے، آخر میں بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کے مدرسہ نصرۃ العلوم اور مدرسہ سے وابستہ تمام متعلقین و معاونین و معلمین کو تا قیامت سلامت با کرامت محفوظ رکھے اور نظر بد سے مامون رکھے، آمین۔

بندہ ناچیز فقیر یاسین عفی عنہ تمام اساتذہ کرام علماء عظام و صلحاء طلباء کرام اور تمام قارئین کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ میرے حسن خاتمہ بالخیر کی دعا فرمائیں، اور خصوصاً فتنۂ انکار حیات، (فتنہ چتروڑیت) اپنی موت آپ مرجائے سے محفوظ رکھے اور مشائخ دیوبند کی قربانیوں کو قبول فرمائے، آمین۔

فقط والسلام: عبدہ محمد یاسین عفا اللہ عنہ

مادہ تاریخ وفات مفسر عظیم محدث کبیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی بانی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بروز اتوار بوقت ۱۰ بجے صبح ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء/۲۳ چیت ۲۰۶۴ ب

ہاتف نے کہا ہے قول کریم ہم سے ہوئے جدا مفسر عظیم
۲۱ ۸ ۳۸۰ ۱۰۲۰ ۱۴۲۹ھ

قَولِ اَحَدُ اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ من المحسنين
۱۳ ۱۴۲۹ھ

زئی یار غار جدا شد ورفت
۱۷ ۲۱۱ ۱۲۰۱ ۱۴۲۹ھ

فغفر لی واحدی ۱۴۲۹ھ

قطعہ تاریخ وفات

زِدارِ مجازی بملک حقیقت

حضرت سواتی صاحبؒ متقی رفت
حقیقت شناسان مذہب بگفتند
کہ دانائے راز خدا و نبیؐ رفت
بچشمان ماروئے عالم سیہ شد
کہ از زندگی رونق زندگی رفت
امام شریعت چو رفت ازجہان بست
ز دلہائے دنیا ہمہ خرمی رفت
چو آں نیّر علم و دانش فروشد
زبزم جہاں نور و تابندگی رفت
پئے سال تاریخ بنوشتہ یاسین
سواتی صاحبؒ بجنت الفردوس ابد آباد رفت
۴۷۷ ۱۰۱ ۴۵۵ ۳۸۱ ۱۵ ۱۴۲۹ھ
سال تاریخ وفات ہاتف بگفتہ
بحر علم دین رخصت شد و رفت
۲۱۰ ۱۴۰ ۶۴ ۱۲۹۰ ۳۰۴ ۲۰۰۸ء

مدح صوفی صاحبؒ بود دلپذیر
آقائے مکرم روشن ضمیر
۱۰۲ ۳۰۰ ۵۵۶ ۱۰۵۰ ۲۰۰۸ء
قال الحی القیوم غابت الشمس
۱۸ ۱۵۶ ۱۴۰۳ ۴۳۱ ۲۰۰۸ء
خضر راہبر
۱۶۰۰ ۴۰۸ ۲۰۰۸ء
قال الحَبِیْبُ کل نفس ذائقة الموت
۸۰ ۴۳۰ ۱۲۱۱ ۴۷۷ ۲۰۰۸ء

قولہٗ ان للمتقین مفازا (و)حدائق واعنابا وکواعب اترابا وکاسا دھاقا
۵ ۵۱ ۶۶۰ ۱۲۹ ۱۲۹ ۱۳۱ ۱۰۵ ۶۰۵ ۱۹۳ ۲۰۰۸ء

جِــدًا وھــم فــی الــغــرفــات آمــنــون
۸ ۵۱ ۱۲۱ ۱۶۸۱ ۱۴۷ ۲۰۰۸ء

قــال الــمــاجــد فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی
۴۸ ۴۲۵ ۱۷۷ ۶۵۱ ۴۴۳ ۲۰۶۴ب

نوشت ہاتف بقلم خود بحرِعلم دین رخصت شد
۳۵۰ ۶۴ ۱۲۹۰ ۳۰۴ ۲۰۰۸ء

تاریخ پیدائش: ۱۹۱۷ء وفات ۲۰۰۸ء کل عمر ۹۱ سال

حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نیک نام ۹۱ عدد، بمطابق شمسی سال

تاریخ پیدائش: ۱۳۳۵ھ تاریخ وفات ۱۴۲۹ھ کل عمر ۹۴ سال بمطابق قمری سن

حضرت مولانا عبدالحمید صاحب، اَنْجُمْ ۹۴ عدد

تاریخی نام

(۱) چراغ اسلام ۱۳۳۵ھ

(۲) چراغ یاسین ۱۳۳۵ھ

(۳) افتخار احمد ۱۳۳۵ھ

(۴) منظور الحق ۱۳۳۵ھ

یقول الربّ تبارک وتعالیٰ مَن شَغَلَهُ القران عن ذکری ومسئلتی الحدیث (مشکوٰۃ مطبوعہ میر محمد کراچی ص ۱۸۶)

شَغَلَهُ کے عدد ۱۳۳۵ھ

مہد سے لحد تک پوری زندگی تعلیم وتعلم قرآن مجید درس توحید وسنت۔

عبدہ حکیم فقیر محمد یاسین خواجہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ، بروز اتوار/ ۹ رجب/ ۱۴۲۹ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی
فاضل جامعہ نصرۃ العلوم

قصیدة فی منقبةٍ و مرثیةٍ للشیخ الاُستاذ مولٰنا الصوفی عبد الحمید السواتیؒ (مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم)

الحمد للّٰہ الّذی ھدٰنا لھٰذا ۔۔۔ وعلٰی نبینا فصلّیٰ وشفیٰ لکلِّ علیلٖ
(اللہ کی حمد جس نے ہمیں دین کی ہدایت دی، ہمارے نبی پر رحمت نازل فرمائی اور ہر بیمار کو شفا بخشی)

نحن وجدنا شیخنا عبدَ الحمیدؒ ۔۔۔ قد فازَ بالعِلمِ وامتاز بذکرٍ جمیل
(ہم جب سے اپنے شیخ (مولانا) صوفی عبدالحمیدؒ سے آشنا ہوئے علم میں فائز، ذکر جمیل میں ممتاز پایا)

اَحیی علوماً قد اُمیتَت دراستھا ۔۔۔ خطیب اَریب کریم نبیل
(ایسے علوم کا احیا کیا جن کا پڑھنا پڑھانا متروک ہو چکا تھا، خطیب، اعجوبہ روزگار، کریم طبع بزرگ)

امامۃٌ فی طریقتہٖ ولی اللّٰہؒ ۔۔۔ فقیہٌ بارِعٌ مع نظرٍ جلیل
(اپنے طریق خاص میں شاہ ولی اللہؒ کو اپنا امام مانا، فقیہ، بلند مرتبہ عالی نظر)

وقدِ اقتدٰی فی ھٰذہٖ لِعبیدِ اللّٰہؒ ۔۔۔ متین جریّ مع صوتٍ جزیل
(اس طریق میں آپ نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی اقتداء کی، متین طبع، بہادر، بیان میں بلند آواز)

وَبَایَع شیخَ الورٰی المَدَنیؒ ۔۔۔ ذووقار وھیبة وحُبّ عدیل
(آپ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوئے، صاحب وقار و عظمت، جاذب شخصیت)

فما متاع الدُّنیا فی نظرہِ العالی ۔۔۔ الاکباسطِ کفّیہِ الی الماء غلیل
(آپ کی عالی نظر میں متاع دنیا کوئی حیثیت نہیں رکھتی اِلّا یہ کہ سخت پیاس میں ایک آدمی اپنی دونوں ہتھیلیاں دراز کرتا ہے)

الاّکذواتی اُکُلٍ خمطٍ ۔۔۔ واَثلٍ وشیءٍ من سِدرٍ قلیل
(اِلّا یہ کہ قوم سبا کے اجڑے ہوئے باغ کے پھل اور جھاؤ، کچھ بیری کے درخت)

صَرَفَ الحیٰوۃَ لجامعةِ نُصرة علوم ۔۔۔ علی نھجِ ما قال الکِرامُ فَعُول
(آپ نے جامعہ نصرۃ العلوم کیلئے اپنی زندگی صرف کر دی، اپنے اسلاف کے نہج پر چلے، وہی کیا جو انہوں نے فرمایا)

فیا حسرةً عِندَ الفراقِ نصیبُنا ۔۔۔ فلبّٰی لِساعةِ نُزُلِ ربّہ نَزیل
(ہائے افسوس! فراق شیخ ہمارا نصیب، جب رب کے ایک مہمان نے مہمانی کے عین وقت داعی کی آواز پر لبیک کہا)

فاللّٰہُ یُجزیہ بِشانہِ الاَرفع ۔۔۔ وَمَدارِجُہ فی جنّتِ الفِردوس تطول
(دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنی شانِ ارفع کے مطابق آپ کو جزا دے فردوس کے باغات میں آپ کے مدارج بلند ہوں (آمین)

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی، فاضل جامعہ نصرۃ العلوم
مہتمم جامعہ فتاح العلوم گوجرانوالہ

قصيدة فى منقبةٍ ومرثيةٍ للشيخ الأستاذ مولٰنا الصوفى عبد الحميد السواتى ؒ (مهتمم مدرسه نصرة العلوم گوجرانواله)

الـلّٰـهُ متّـعـنـا بـفـضـل كـمـالـه
وبـا الـنّبـىّ مـحـمّـدٍ وّ صـحْـبـه والـه

(اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل خاص سے نفع پہنچایا نیز نبی محمد ﷺ صحابہ اور آپ کی آل سے)

اذو فّـقـنـا لـزيـار ةِ شـيـخـنـا
شـيـخـاً وجيـهـاً عـارفـاً بـالٰهـه

(اس نے ہمیں اپنے شیخ کی زیارت کی توفیق بخشی صاحب وجاہت، صاحب عظمت، عارف ربانی)

اَعـنـى بـه استـاذ نـا الـصـوفـى
عبدَ الـحـمـيـدِ نـاطـقـا بـصَـوابـه

(یعنی ہمارے استاذ مولانا صوفی عبدالحمیدؒ ناطق بصواب)

عـرّفـنـا وفهّـمـنـا الـمَـقـامَ
بـانّ الـعـلـم دَرَجةٌ بـعَـطـائـه

(آپ نے ہمیں علم کے مرتبے اور مقام سے آگاہ کیا، علم اللہ تعالیٰ کی عطا کا بڑا درجہ ہے)

فـاَهـلُ الـعـلـم فـى اَعـلـى مـقـامٍ
فَـكيف يـقـوم مـلِكٌ بـازائـه

(اہل علم اعلیٰ مقام پر فائز ہیں بادشاہ وقت اہل علم کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے)

فاَعْلَمَنا منازلهم بديها
وقد جُهِلَت مكانَتُهم ببيانه

(آپ نے اہل علم کے منازل ومراتب واضح فرمائے جبکہ ان کا مرتبہ عام طور پر مٹ چکا تھا)

وما رأينا مثلهٗ مؤكِداً للصلوته
ماغاب عن جماعةٍ قطُّ مقامَ قِيامه

(آپ کی طرح نماز کا پابند ہم نے کسی کو نہیں دیکھا، نماز با جماعت میں آپ کبھی بھی پہلی صف سے پیچھے نہیں رہے)

وما خافَ في اللّٰه لومة لائمٍ
يقول الحقَّ وينصحُهُم بِلوائه

(اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف نہیں ہوئے حق بات نکے کی چوٹ پر کہتے اور خلق خدا کی خیر خواہی کرتے)

خطابتهٗ لهٗ مَثَلٌ مثيلٌ
قد عَجِزَ أهلُ العصر عن أمثاله

(آپ مثالی خطابت کے مالک تھے، اہل عصر اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں)

درسَ القرانِ مدّةً وأشاعهٗ ترجمَةً
شرح الحديث مُحقِّقاً عند تاليفاته

(زندگی بھر درس قرآن دیتے رہے اس کی تفسیر کئی مجلدات میں شائع کی، اپنی تالیفات میں حدیث پر محققانہ شرح لکھی)

دَرسَ الحديث وراعَ فيه بلاغةً
يختار في التّعليم عند بَيانه

(درس حدیث فصاحت وبلاغت سے معمور ہوتا، تعلیم میں آپ کا انداز بیان نہایت پسندیدہ ہوتا)

قُوتُهٗ لِبدَنه في ليله ونهارِه
ذكراً لأهل الخير ومذاكِرةُ عُلمائه

(آپ کی غذا صبح وشام اہل خیر کا تذکرہ اور علماء کی مجالس تھی)

غِنَـائُـہٗ مـعـرُوفٌ عـنـد اَھـل زمـانِـہ
لٰـکـنّـہٗ کـانَ حـریـصـاً دُرَرَ اَسْـلافِـہ

(آپ کا استغناء اہل زمانہ کے ہاں معروف ہے لیکن اسلاف کے علمی گم گشتہ موتیوں کی تلاش میں حریص نظر آتے)

کـم حـقَّـقَ وعـلَّـقَ فـی اِشـاعۃ الـکُتُـبِ
مـن نـوادر عـلـمـہ وذخـائـرِ اَعْـلامـہ

(اشاعت کتب میں ،بہت سی کتابوں پر تعلیق اور تحقیق کی یعنی اپنے علمی نوادر اور مشاہیر کے ذخائر سے)

لا سِیَّـمَـا لِأھـلِ الـعـلم من الامـام الدِھـلوی
قـد جـدَّ ثـمّ وجـد من کُتُـبِ لِاَھْـلِـہ ومن مُؤلّفـاتِہٖ

(خصوصاً امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا علمی خاندان، ان کی کتابوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے اور آپ کی مؤلفات پر کام کیا)

فـالـلّٰـہُ أظھـر قَـدْ رَہٗ فـی ذاتـہ لِکـرامۃٍ
حِـکـمـۃٌ وسـیـاسۃٌ وخِـلافۃٌ لِـعـبـادہٖ

(اللہ تعالیٰ نے آپ کی کرامت کے طور پر آپ کی ذات میں اپنی شان کا اظہار فرمایا، حکمت، سیاست، خلافت عباد کی صفات آپ میں جمع فرمادیں)

لیـس عـلـی الـلّٰـہ بِـمُـسْـتَـنْـکـرٍ
اَنْ یَّـجـمـعَ الـعَـالَـمَ فـی واحـدٍ

(اللہ تعالیٰ سے کچھ مشکل نہیں کہ سارے عالم کو ایک وجود میں جمع فرمادے)

اَیـن الـجبـالُ وطـولُھـا الی حدِّ وصف نِھـایۃٍ
فـکیف یُـدرکُ مَـنـازِلَـہٗ مَن لّم یطّلع علی اَطوارہٖ

(پہاڑ اور ان کی بلندیاں کہاں آپ کی انتہاء وصف تک رسائی حاصل کرسکیں جو شخص آپ کے طور طریقہ پر ہی مطلع نہ ہو وہ آپ کی منازل کا ادراک کہاں کرسکتا ہے)

فـالبـاقیـاتُ الـصّـالـحـاتُ خیرٌ لہ یعنی مـآثرہٗ
مـن اَفـکـارہٖ وجـامـعـتـہٖ واَصـحـابـہ والـہٖ

(کیا ہی خوب ہیں آپ کی باقیات صالحات، آپ کے چھوڑے ہوئے تبرکات، آپ کے افکار، جامعہ، احباب، تلامذہ اور آپ کی اولاد)

سلامٌ علی شیخی مُربّی ومُحسنی

فی الحیوۃ وبعد المماۃ ویومَ لِقائہ

(میرے شیخ، مربی، محسن پر سلام ہو زندگی بھر، موت کے بعد، لقاء خداوندی کے وقت)

فیا ربِّ ادخلہُ وَسَطَ الجنانِ الّتی تقول

یٰا یّتھا النّفس المُطْمئِنّةُ ارْجعی الی ربّكِ بِرضائِہٖ

(اے میرے رب جنت الفردوس میں آپ کو اعلیٰ مقام عطا فرما، ارشاد ہوا ے نفس مطمئنہ اپنے رب کی اجازت سے اپنے رب کی طرف لوٹ آ، آمین)

قاله بفمه و كتبه بقلمه الخويدم محمد عيسى عفى عنه

جامعه فتاح العلوم نوشهره سانسى گوجرانواله

١٤ ربیع الثانی ١٤٢٩ھ، ٢١ اپریل ٢٠٠٨ء

ایک نصیحت

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا،

برائی کا خاتمہ برائی سے نہیں بلکہ اچھائی سے کرنا چاہیے، بری تدبیر کرنے والوں کے لئے وہ تدبیر ایک نہ ایک دن ان ہی کی طرف لوٹ کر آ جاتی ہے، کیونکہ خدا کا فرمان ہے،

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ۔

غلط بات کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں نکلتا، چاہے آدمی کتنا ہی فائدہ اٹھالے ایک نہ ایک دن اس کا اثر ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے۔

(فیاض)

......☆......☆......☆......

مولانا محمد عطاء الحق قلبی اٹک

رِثَاءُ الشَّيْخ مَولانا مُحمَّد عَبدُ الحميدِ السَّواتیؒ

سَلَا، عَيْنَيَّ عَنْ قَلْبٍ مُّقَتَّلٍ ... بِنَعْيِ الْعَالِمِ، الشَّيْخِ، الْمُبَتَّلِ!

(اے میری آنکھو! دل سے پوچھو!! جو ایک عالم، بزرگ اور درویش کی خبرِ وفات سے پارہ پارہ ہو چکا ہے)

بُكَاءً زَانَنَا عَيْناً وَّجَفْناً ... فَنَبْكِيْ الشَّرفَ مُزْنَ الْمُهَطَّلِ!

(ایسے گریہ کا سوال کرو جو آنکھوں اور پلکوں کو مزین کر دے تاکہ ہم اس شرفِ گزشتہ پر برسات کی طرح آنسو بہائیں)

وَكَرْماً مُّعَجَّلاً، وَعِزًّا ... مُفَضَّلاً، وَّمَجْداً مُّؤَثَّلِ!

(جود و سخائے پیہم، عزتِ نفس اور شرف و مجد کو روئیں (نیز۔۔۔۔))

حَدِيْثاً شَرِيْفاً وَّفِقْهاً ... لَطِيْفاً وَّقُرْاناً مُّرَتَّلِ!

(احادیث شریفہ، فقۂ لطیف اور قرآن مرتّل کے لئے روئیں)

بِمَوتِ الشَّيْخِ عَبْدُ الحَمِيْدِ وَمَا ... تَقَدَّمْ مِّنْ مَّآثِرٍ مُّسَلْسَلِ!

(یہ گریہ و بکا، شیخ (مولانا) عبدالحمیدؒ کی وفات پر ہے، اور ان کارناموں پر جو انہوں نے آگے بھیج دیے)

مِنَ الْأَعْمَالِ وَالْأَمَالِ كُلًّا ... اِلٰى يَوْمِ الْحِسَابِ الْمُعَجَّلِ!

(مثلاً اعمال صالحہ اور (رحمت کاملہ) کی امیدیں، تا یوم حساب، جو سر پر کھڑا ہے)

فَتِلْكَ الْمَنَايَا، لَا تُخَيِّبُنَا ... بِمَدْحِ الْكَامِلِيْنَ لِلتَّوَسُّلِ!

(یہی وہ امیدیں ہے، جو ہمیں سعادت مندر کھتی ہیں، یہ امیدیں ہم نے کاملین کی مدح کے ضمن میں بطور وسیلہ اختیار کی ہیں)

وَنَدْعُوْا لِعَارِفٍ وَّزَاهِدٍ ... وَّبَحْرٍ ذَاخِرٍ، شَيْخٍ مُّبَجَّلِ!

(اور ہم ایک صاحب عرفان، درویش خدامست، عظیم عالم دین اور بزرگ شیخ کے لیے دعا گو ہیں)

بِ"لَا" فَلْيَكُنْ قَلْبِيْ اِخْتَامُنَا ... وَكُلُّ الْقَوْلِ، عِنْدَنَا مُهَلَّلِ!

(قلبی! سلسلہ سخن لآ الٰہ الا اللہ، پر ختم ہو جانا چاہیے، کیونکہ ہمارے ہاں ہر بول لآ الٰہ الا اللہ، میں تحلیل ہو جاتا ہے)

از احقر

محمد عطاء الحق قلبی، استاد دار العلوم نور الاسلام

حاجی شاہ ضلع اٹک۔ بتاریخ ۱۲ اپریل ۲۰۰۸ء

حقنواز خان خلیل مانسہرہ

رفت آں شیخ بود حسن و جمال

علم و عمل مقام قرب و صال
رفت آں شیخ بود حسن و جمال

شیخ تفسیر بہ آں ذوق نظر
باہمہ وصف صد ہزار کمال

غیر اُو نام یک فنا دارد
ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال

تا ابد رحم کن خدا وندا
لا بدہ تو رحیم است لازوال

زینتِ ممبر و محراب کہ بود
یافت بارب مقامِ قرب وصال

✿✿✿✿✿✿

حضرت مولانا قاضی محمد الیاس مہتمم مدرسہ عربیہ حنفیہ دارالسلام
وخطیب جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہؒ چناری آزاد کشمیر

مفسر آنکہ تفسیرش دل آویز

الحمد لِلّٰہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

راقم نے پاکستان کے مختلف مدارس میں رہ کر موقوف علیہ تک درس نظامی کی تکمیل کی ازاں بعد تدریسی مشاغل اور دیگر عوارضات کی بنا پر دورۂ حدیث کا موقع نہ ملا خواہش تھی کہ دورہ حدیث دارالعلوم دیو بند میں کیا جائے لیکن بوجوہ ایسا ممکن نہ ہوسکا، بالآخر ۱۹۹۲ء میں جامعہ نصرۃ العلوم پہنچ کر حضرات شیخین مکرمین یعنی امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم و مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نور اللہ مرقدہ سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل نصیب ہوئی۔

نصرۃ العلوم کے ماحول اور اساتذہ کرام کی شفقت ومحبت، اخلاق وکردار نے راقم کو بہت متاثر کیا ان حضرات کے اخلاق وکردار، زہد وتقویٰ علم وعمل کو دارالعلوم دیو بند کے اساتذہ وشیوخ کے بالکل عین مطابق پایا گویا جس طرح ان حضرات کے بارے میں کتابوں میں پڑھا ہے یا بزرگوں سے سنا ہے بالکل مماثلت دیکھنے میں آئی، یوں سمجھئے کہ جامعہ نصرۃ العلوم پاکستان میں دارالعلوم دیو بند ثانی ہے، اور راقم کے بعض دوستوں کے نصرۃ العلوم کے متعلق رویائے صادقہ بھی اس پر دال ہیں، جنکی تفصیل یہاں ممکن نہیں، استاذ مکرم امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم بقید حیات ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت وعافیت سے نوازے اور تادیر ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے امین، جب کہ استاذ مکرم مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نور اللہ مرقدہ مورخہ ۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف روانہ ہوگئے اور ہم انکی شفقتوں سے ہمیشہ کیلئے محروم ہوگئے، ایک سال ان کے پاس رہ کر بار بار زیارت کرنے اور پھر فراغت کے بعد بھی متعدد بار زیارت کے باوجود آج ہماری کیفیت بقول کسے یہ ہے،

چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدیم وبہار آخر شد

اللہ تعالیٰ حضرت استاذ مکرمؒ کے برادر بزرگ حضرت شیخ الحدیث صاحب زیدہ مجدہ، بیٹوں، بھتیجوں اور جملہ متعلقین کو ان کی جدائی پر صبر عطا فرمائے اور ان کے حق میں ہم سب کی دعاؤں کو قبول فرمائے، آمین۔ رضا بالقضاء ہی کا مقام ہے اب بغیر دعا اور کیا ہوسکتا ہے۔

خدایا مرقدِ شیخِ معظم
معظم ہم مکرم ہم مفخم
مفخم ہم معجم ہم مشتم
حیا آمودہ چشمش ذی تبسم

اے مرے اللہ (ہمارے) صاحب تعظیم وتکریم بھی عظمت والے اپنی خوش بیانی سے ابہام دور کرنے والے محبت الٰہی کا پھول سونگھائے ہوئے حیا سے بھری ہوئی آنکھوں والے مسکراہٹ والے شیخ کی خواب گاہ (یعنی قبر)

براں بارانِ رحمت را بہاراں
چناں باراں کہ در فصلِ بہاراں

اس پر (اپنی) رحمت کی بارش اس طرح برسا جیسا کہ تو موسم بہار میں موسلا دھار بارش برساتا ہے

ازیں روید کہ زاں زیب زمین است
وزاں زیبائش خلدِ برین است

اِس موسم بہار کی بارش سے وہ کچھ اگتا ہے جس سے زمین کی زینت ہے اور اُس باران رحمت سے وہ اگتا ہے جس سے جنت الفردوس کی زیبائش ہے

ازاں بارانِ رحمت دہ نصیبے
بشیخ ما محبے ہم حبیبے

اُس بارانِ رحمت سے، بہت بڑا حصہ ہمارے شیخ کو عطا فرما جو بہت بڑے محب بھی ہیں، میں اور بہت بڑے حبیب بھی

محبّ آنکہ ازاں مثلے ندانیم
حبیب آنکہ بچشمانش نشانیم

محب (پیار کرنے والے) وہ ایسے ہیں کہ ان کی مثال ہمارے علم میں نہیں محبوب وہ ایسے ہیں کہ اگر ممکن ہوتو ہم ان کو اپنی آنکھوں میں بٹھالیں

برو داری درِ رحمت کشادہ
توئی دادی ہر آنچہ بود دادہ

ان پر رکھے تو اپنی رحمت کا دروازہ کھولا ہوا (دنیا میں بھی) وہ جو کچھ دئے گئے تھے تو ہی نے دیا ہے، یعنی جس طرح دنیا میں تو نے ان کے لئے اپنی رحمت کا دروازہ کھولے رکھا ہے اسی طرح دنیا سے جانے کے بعد بھی کھولے رکھ

زانواع علومش بخش دادی
بہر جولانگاہے رخش دادی

علوم (منجیہ) کی سب اقسام سے حصہ ان کو دیا ہے تو نے مسابقت کے ہر میدان کے اندر (سبقت کیلئے) سواری ان کو دی ہے تو نے، یعنی ہر علم اور فن میں کمال بخشا ہے

مُفَسِّر آنکہ تفسیرش دل آویز
مضامینش گوہر بار وگوہر ریز

ہمارے شیخ مفسر ایسے ہیں کہ ان کی تفسیر (دروس القرآن) دل لٹکانے والی ہے اس کے مضامین موتی برسانے والے اور موتی گرانے والے ہیں

روایاتِ صحیحہ را امین است
بدامانش نکاتِ دلنشین است

(ہمارے شیخ کی تفسیر) روایات صحیحہ کی امانت دار ہے اس کے دامن میں نکات (باریکیاں) ہیں جن میں سے ہر نکتہ دل کی گہرائی میں بیٹھنے والا ہے

خلوص وللّٰہیت اُو لئالی
بیفشاندہ بصفحاتش لآلی

ان کے خلوص اور للّٰہیت نے ہم سب کیلئے خصوصاً میرے لئے (کہ میں زیادہ مفلس ہوں) اس کے صفحات

پر موتی بکھیر دیے ہیں

زبانِ شیخ مابودہ گوہر سنج
دلش پُر از گوہرہا گنج بر گنج

ہمارے شیخ کی زبان موتی تولنے والی ہے اور ان کا دل خزانہ بر خزانہ موتیوں سے بھرا ہوا ہے

محدث آنکہ تحدیثش چنانست
تسلسل دار چوں بحر روانست

وہ محدث ایسے ہیں کہ ان کا بیانِ حدیث ایسا تسلسل دار ہے جیسا بحرِ رواں روانگی سے چلنے والا دریا

عجب بحریست کانہائے گوہر دار
گوہر آر وگوہر دار و گوہر بار

ہمارے شیخ کا بحرِ بیاں بڑا ہی عجیب بحر ہے، جو موتی کی کانوں والا ہے موتی لانے والا موتی رکھنے والا موتی برسانے والا

بحر اندر کسے کانے ندیدہ
خدا کانہا دریں بحر آفریدہ

کسی شخص نے دریا میں کبھی ایک کان بھی نہ دیکھی ہوگی (کیونکہ کان کا مقام بر ہے، بحر نہیں) مگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیخ کے بحرِ بیان میں موتیوں کی کئی کانیں پیدا فرما رکھی ہیں (فتبارك الله احسن الخالقين)

بدرسِ حجۃ اللہ آنچناں بود
کہ تلمیذ ولی اللہ بنمود

حجۃ اللہ البالغہ کے درس میں وہ ایسے ماہر تھے کہ (پڑھاتے وقت اس کے مصنف) حضرت شاہ ولی اللہؒ کے شاگرد دکھائی دیتے تھے

بعیاں کردش رُموز حجۃ اللہ
ولی اللہ علیہ رحمۃ اللہ

یوں لگتا تھا کہ حجۃ اللہ البالغہ کے رموز و نکات کو ان پر حضرت شاہ صاحبؒ نے خود سامنے بٹھا کر واضح فرمایا ہے

امینش شد بدر جملہ علومش
قمر گوئی ورا دگراں نجومش

حجۃ اللہ ہی نہیں بلکہ شاہ صاحب کے سب علوم میں ہمارے شیخ ان کے امین تھے، حاملین علومش میں آپ کو قمر کہنا چاہیے اور دوسروں کو ستارے

تصانیفش ہمہ پُراز خلوص اند
اگر پرسی گواہ ہر دودروس اند

ہمارے شیخ کی سب تصنیفات خلوص (وللّٰہیت) سے بھری پڑی ہیں اگر تو گواہ مانگے تو آپ کے دونوں دروس دروس القرآن اور دروس الحدیث دو گواہ (موجود ہیں)

بہر علمے مہارات و مَعالی
چہ بشمارم چہ الی وچہ عالی

ہر ایک علم میں بار بار کی تدریس اور ترقیاں میں کیا شمار کروں مختصر یہ کہ علوم الیہ مثلاً صرف، نحو اور علم منطق اور علوم عالیہ مثلاً تفسیر، حدیث اور علم فقہ وغیرہ سب میں آپ کو حاصل تھیں

تصوف راچناں بود است مُوفی
کہ باسمش سابقہ گشت است صُوفی

(ہمارے شیخ) تصوف کے حقوق کو بھی ایسے پورا کرنے والے ہیں کہ آپ کے اسم گرامی کیساتھ (لفظ) صوفی کا سابقہ لازم ہو چکا ہے کہ (اس لفظ کو پہلے اور اصل نام کو بعد میں ذکر کیا جاتا ہے)

ز سابق بودنش رمزے پدید است
ازاں صوفی است کو عبد الحمید است

آپ کے اسم گرامی کے ساتھ لفظ صوفی کے سابقہ بننے سے ایک واضح اشارہ اس طرف ہے کہ آپ کے صوفی ہونے کی دلیل اور وجہ آپ کا عبدالحمید، صفتوں والے اللہ کا عبد یعنی عبادت گزار بندہ ہونا ہے

پس دعوی دلیلش متصل است
کہ دعوی لا دلیلش مُضمَحل است

مطلب یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کی طرف سے آپ کے متعلق صوفی ہونے کے (دعویٰ کی دلیل آپ کے اسم گرامی میں دعوے کے ساتھ ہی متصل موجود ہے) اور موجود ہونا ضروری بھی ہے اس لئے (کہ دعویٰ لا دلیل لہ (کہ جس کی کوئی دلیل نہیں) کمزور ست نا قابل رفتار ہوتا ہے (اور ظاہر ہے کہ صوفی ہونے کے لئے سوائے عبادت گزار ہونے کے کوئی اور دلیل نہیں)

زطاعت صُوفیاں سبقت بُران اند

نہ پیراں کہ مریداں میپرانند

(اللہ کی عبادت کرنے سے (سچے) صوفیاء کرام (قرب الٰہی کی منازل طے کرنے میں) سبقت لے جانے والے ہیں، نہ وہ جھوٹے پیر جنکو مرید (شہباز طریقت وغیرہ کہہ کر جھوٹی تعریفوں سے) اڑاتے ہیں۔

گُلے بوداو بیاموده بہر بُو

زہر بوئش رسیده بو بہر سُو

وہ ایک ایسا پھول تھے جو ہر قسم خوشبو سے بھرے ہوئے تھے ان میں کی ہر قسم خوشبو سے ہر طرف خوشبو پہنچی ہوئی ہے (یعنی ان کے ہر قسم علم سے ان کے شاگرد علم پہنچا رہے ہیں)

زبوئش بہره منداں درد منداند

بتاب و تب چوں بر آتش سپنداند

آپ کی خوشبوؤں سے فیض یاب ہونے والے درد ہجر میں مبتلا ہیں تڑپنے اور بیقرار ہونے میں ایسے ہیں جیسے آگ پر سپند کے دانے

باوصافش ہر آں کو دربیان است

بہ پیش از گفتنش اشکش روان است

در ابتداء سانحہ بروز رفتن

شاں از دنیا چنیں میشود ۱۲

جو شخص بھی آپ کے اوصاف بیان کرنے میں ہے بولنے سے پہلے اس کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں

منال اے بُلبل بر گُل برفتہ

گُلے کو رُستہ از رفتن کہ رَستہ

اے میرے (دل کے) بلبل رخصت ہو چکے ہوئے پھول پر نہ رو، جو پھول بھی اگا ہے وہ جانے سے کب بچا ہے

بحمد اللہ کہ ہمشا خیش ماندہ
کہ اورا شیخ رفتہ شیخ خواندہ

اللہ کا شکر ہے ان کے ایک ہمشاخ (ایک شاخ کے ساتھ اگے ہوئے دو پھولوں میں سے ایک پھول یعنی بڑے شیخ صاحب ابھی موجود ہیں) جنکو رخصت ہوئے شیخ بھی اپنا شیخ کہا کرتے تھے (اللہ تعالیٰ انہیں تادیر باقی رکھیں)

چہ است از فضلِ اللہ اللہ اللہ
کہ ظلِ شیخ اکبر شد مِظلّہ

اللہ اللہ کیا بات ہے؟ کہ تیرے لئے اللہ کے فضل سے (ابھی) بڑے شیخ صاحب کا سایۂ عطوفہ سائباں بنا ہوا ہے

بفضل کردگار ایں دلفگارے
بپائے شاں نشستہ روزگارے

بفضلہ تعالیٰ یہ ایک (عاجز بندہ) زخمی دل والا (پریشان حال) ان شیخین مکرمین کے قدموں میں کچھ عرصہ بیٹھا ہے

نہ دیدم مشفقے اشفق ازیناں
نہ مُرفق اَرفقے بر دل حزیناں

نہیں دیکھا میں نے کوئی شفقت کرنے والا ان سے زیادہ شفیق، نہ کوئی دل حزیں یعنی پریشان حال لوگوں پر ان سے زیادہ ترس کھانے والا (کہ میرے جیسے گزشتہ وقت بیکار کو حلقۂ درس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی

بشاگردانِ شاں مشمار نامم
غُلامانِ غُلاماں را غلامم

ان کے قدموں میں بیٹھنے کی بات سن کر اے سننے والے میرا نام ان کے شاگردوں میں شمار نہ کرنا بلکہ میں ان

کے غلاموں کے غلاموں کا غلام ہوں

مراچہ　سان　بصفِ　شاں　نشانی
بہ　ہیں　فیاض　و　زاہد　گورمانی ؎

؎ ایں تقدیم و تاخیر بضرورت شعری است نہ بلحاظ مراتب ۱۲

شیخین کے شاگردوں میں تو مجھے کیسے بٹھا سکتا ہے، وہ دیکھ اس صف میں شیخ الحدیث زاہد الراشدی، مفتی محمد عیسیٰ گورمانی اور جامع مسجد نور کے خطیب مولانا محمد فیاض صاحب جیسے علم وفضل حضرات تشریف فرما ہیں

اگر　خود　رابصف　شاں　شمارم
لباس　فضلِ　شاں را　من　غبارم

اگر میں اپنے آپ کو شیخین کے ان شاگردوں کی صف میں شمار کروں تو میں ان کے لباس فضل کے لئے گرد و غبار اور دھول ہوں گا (یعنی ان کے لباس پر دھبہ)

خدا　وندا　فیوضِ　فیضِ　شیخین
بقا　بخشش　تا　باقیست　کونین

اے میرے اللہ میرے شیخین کے فیض کے فیوض کو بقا عطا فرما جب تک کہ کونین باقی ہیں (کونِ آخرتو ہمیشہ رہے گا، یہ فیوض بھی ہمیشہ رہیں اور ہمارے کام آتے رہیں)

بوند　اولاد　در　اولادِ　ایشاں
علوم　دین　را　نُصرۃ　گزیناں

اللہ کرے مرے شیخین کی اولاد در اولاد دینی علوم کے لئے مدد اختیار کرنے والے ہوں

بہ　تحصیل　وبہ　تدریس　و　بہ　تصنیف
بہ　تعلیم　و　بہ　تبلیغ　و　بہ　تالیف

تحصیل، تدریس، تصنیف، تعلیم، تبلیغ اور تالیف وغیرہ سب ذرائع کو دینی علوم کی مدد کیلئے بروئے کار لائیں

بود　ہر　یک　بشانِ　عالمانہ
مشائخ　وار　رُوزانہ　شبانہ

ہوان میں سے ہر ایک عالمانہ شان کے ساتھ مشائخ کی طرح علوم دین کے لئے دن رات بہت خدمت کرنے والا (بایں طور کہ) کوئی اور کام پیش نظر رکھے ہی نہ

دعائے من بدرگاہِ مجیبست ۔

کہ از جانم بجانِ من قریبست ۔

ۓ یائے موصولہ ۔ یائے کثرت

میری دعا اُس دعاؤں کے قبول کرنے والے کے دربار میں ہے کہ وہ میری جان کیلئے میری جان سے بھی زیادہ قریب ہے

ہمیں امید دارد اُحْقَرُ النّاس

وگر نامش نماید ہیچو اَلیاس

یہ کمترین (اس سے) اپنی اس دعا کے قبول ہونے ہی کی امید رکھتا ہے اگرچہ اس کا نام الیاس بمعنی ناامیدی جیسا دکھائی دیتا ہے لیکن اس میں یاس نہیں آس اور امید ہے۔

وَلِلّٰهِ دَرُّ مَنْ قَالَ

فَقَدْ هٰهُنَا تَمَّ مِنَّا الْكَلَامُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت مدنیؒ کی پہلی بار زیارت

حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ۱۹۳۸ء کے اواخر میں آپ کی زیارت نصیب کی۔ آپ ایک قومی اجتماع میں جہانیاں منڈی ضلع ملتان تشریف لائے تھے، آپ تیس دن جہانیاں منڈی میں ٹھہرے تھے، راقم الحروف ان دنوں مدرسہ رحمانیہ جہانیاں منڈی ضلع ملتان میں ملاحسن اور شرح جامی کا طالب علم تھا، علاقہ کے اکثر علماء کرام آپ کی زیارت وملاقات اور آپ سے فیض حاصل کرنے کیلئے وہاں آئے تھے، آپ کی تقریر بھی سنی اور درس قرآن بھی اور آپ کی خدمت کرنے کا موقع بھی ملا، جب آپ علماء کے ساتھ کھانا کھانے کیلئے تشریف فرما ہوئے تو احقر کو دستی پنکھا چلانے کی خدمت پر مامور کیا گیا تھا کیونکہ بجلی وہاں نہیں آئی تھی۔ (فیاض)

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا زاہد الراشدی

تھا دہلوی ولیؒ کی وہ حکمت کا ترجمان

''شعر گوئی میرا معمول نہیں ہے اور نہ ہی اس فن کے آداب و رموز سے آشنائی رکھتا ہوں یہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت وعقیدت اور ان کے بارے میں جذبات کے اظہار کی ایک بے ساختہ صورت ہے، اس لیے اسے صرف اسی حوالہ سے دیکھا جائے''

(ابوعمار زاہد الراشدی)

اک مردِ حُر تھا خلد کی جانب رواں ہوا
خاکی تھا، اہل دیں میں تھا، جنت مکاں ہوا

عبدِ حمید بھی تھا جو وہ عبد الحمید تھا
اسی عبدیت کی راہ میں خلد آشیاں ہوا

''چیڑاں ڈھکی'' سے اترا تو پہنچا وہ دیوبند
قسامِ علم اس پر جب مہرباں ہوا

توحید رب کا عمر بھر منّاد تھا وہ شخص
جہل و شرک کی حرکتوں پہ نوحہ خواں ہوا

سنت کی پیروی بنا اس کا ذوق و شوق
بدعت سے نفرتوں کا وہ اک نشاں ہوا

کوفہ کے بو حنیفہؒ کا وہ پیروکار تھا
اور اس کے علم وفضل کا وہ مدح خواں ہوا

تھا دہلوی ولیؒ کی وہ حکمت کا ترجماں
اور اس کے جہد وعمل کا وہ قصہ خواں ہوا

مدنی حسین احمدؒ جو تھا اس کا شیخ خاص
کچھ اس کی ادائے ناز کا وہ نغمہ خواں ہوا

صفدر کے ساتھ تھا وہ اور اس کا دستِ راست
اس کے مشن میں غافل ہر سود وزیاں ہوا

ہے اس کی محنتوں کا ثمر'' نصرۃ العلوم''
اور اس کے فیض کا ہے یہ چشمہ رواں ہوا

ہے راشدؔی بھی برکتوں کا اس کی خوشہ چیں
وہ جو اب ہے عازمِ سوائے جناں ہوا

سید سلمان گیلانی

آہ! حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ

رہبرِ دین تھے وہ ہادیِ ایمان تھے وہ

فلکِ رشد و ہدیٰ کے مہِ تابان تھے وہ

ناز تھا علم کو جن پر وہ تھے ایسے عالم

فخر تھا جن پہ سخن کو وہ سخندان تھے وہ

نصرتِ حق کے لیے وقف رہا ان کا قلم

اہلِ باطل کے لیے خنجرِ برّان تھے وہ

زُہد و تقویٰ میں تھے وہ مثلِ برادر صفدرؔ

جس میں اوصافِ ملائک ہوں وہ انسان تھے وہ

تعزیت ان کی میں فیاضؔ سے زاہدؔ سے کروں

اس کے والد تھے وہ اور اس کے چچا جان تھے وہ

سید سلمان گیلانی غمزدہ

ابوعلقم خلیل

آہ. رونقِ خمخانہ. عبدالحمید

سلام اے جرأت رندانہ عبد الحمید　　سلام اے ہمت مردانہ عبد الحمید

مئے توحید پیتا رہا زمانہ　　سلامت تیرا میخانہ عبد الحمید

گھولتے رہیں گے مدتوں کانوں میں رس　　ترے دروسِ عالمانہ عبدالحمید

وہ کنزِ معارف وہ علم کے موتی　　وہ "معالمِ عارفانہ" عبدالحمید

خُم بھرے ہیں اور میخانہ خالی ہے　　آہ رونقِ خُمخانہ عبد الحمید

لبھاتا تھا دل جماتا تھا پاؤں　　ترا ولی اللّٰہی ترانہ عبدالحمید

سلامت رہے اب سایۂ فیاض　　ہے پَرتَو طبع فیاضہ عبدالحمید

خلیل روشنی ان چراغوں سے لے لو
کہ ہمہ آفتاب ہے خانۂ عبد الحمید

✡✡✡✡✡✡✡

طالب اعوان

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کی یاد میں

ہو گیا ہے آج کیسا سانحہ یہ رونما

چل بسا اِک ترجماں ، فکر ولی اللہ کا

صوفی کامل ، مُفسر وہ خطیب بے بدل

جسکے دم سے علم و حکمت کا جہاں آباد تھا

وہ علمبردارِ حق وہ صاحب فکر و نظر

عمر بھر اَسلاف کے قدموں پہ جو چلتا رہا

دینِ حق کی سر بلندی میں رہا ہر دم مگن

جَل سکا نہ جسکے آگے شرک و بدعت کا دِیا

وہ تھا سرکارِ دو عالمؐ کی محبت کا اسیر

جذبۂ عشقِ نبی سے اُسکا دل سر شار تھا

رات دن دیتا رہا لوگوں کو پیغامِ نجات

نورِ قرآن سے دلوں کو وہ منور کر گیا

حق بیانی سے نہ باز آیا کبھی وہ عمر بھر

قید و بند بھی روکنے پائے نہ اس کا راستہ

حضرت مدنی ؒ کے فیضانِ نظر کا ہے کمال

زندگی میں جو عروج و مرتبہ اس کو ملا

کاروانِ حریت کا ایک فرزندِ جری

کر دیا ہے موت کے ہاتھوں نے آج ہم سے جدا

آج ہر اِک آنکھ اس کی یاد میں ہے اشکبار

آج ہر اِک دل غمِ فرقت میں ہے ڈوبا ہوا

رات دن انوار کی بارش ہو ان کی قبر پر

ان کے حق میں طالبؔ خستہ کی ہے بس یہ دعا

نتیجۂ فکر
طالب اعوان گوجرانوالہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جناب لیاقت حسین فاروقی

نذرانۂ عقیدت شیخ سواتیؒ

صحرا میں بھی اذاں مرا عبد الحمید ” ہے
جنت میں شاداں مرا عبد الحمید ” ہے
شیخ الحدیث شیخ مفسر ہے معتبر
اک عالم ذیشاں مرا عبد الحمید ” ہے
داعی ہے دینِ حق کا وہ عاشق نبی کا ہے
شمشیرِ حق بیاں مرا عبد الحمید ” ہے
باطل کے سامنے وہ ہمیشہ چٹان تھا
اک میر کارواں مرا عبد الحمید ” ہے
مینار نور کا ہے ظلمت کے شہر میں
طوفاں میں بادباں میرا عبد الحمیدؒ ہے
آزاد ” کا قلم ہے تو شورش ” کا عکس ہے
علم و ادب کا اک جہاں مرا عبد الحمید ” ہے
نسبت بھی سر فراز ہے اس آفتا ب کی
تاروں کی کہکشاں مرا عبد الحمید ” ہے
دیوبند سے تشکیل تھی نصرۃ العلوم تک
اب رشکِ آسماں مرا عبد الحمید ” ہے
افکارِ اکابر کا وہ لیاقت امین تھا
مسلک کا ترجماں مرا عبد الحمید ” ہے

فرمائش: قاری ارشد محمود صفدر گوجرانوالہ

مولانا حافظ مومن خان عثمانی
خطیب جامع مسجد فاروق اعظمؓ کٹھائی اوگی مانسہرہ

فکر دیوبند کے امام

"محترم المقام حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی و مولانا محمد ریاض خان سواتی

السلام علیکم!

بندہ شعر و شاعری کے ساتھ کوئی خاص نسبت نہیں رکھتا مگر یہ چند الفاظ حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلق جوڑ کر بھیج رہا ہوں، خصوصی نمبر کیلئے شاید بروقت پہنچ جائیں۔

والسلام

دعاؤں کا محتاج

مومن خان عثمانی

خطیب جامع مسجد فاروق اعظمؓ کٹھائی اوگی مانسہرہ/ ۲۰۰۸ء/۶/۱۰"

================

حق گو اور حق پرست فکر دیوبند کے امام
باطل کے رو برو اک سیف بے نیام
اکابر کی اک نشان اور حق کے تر جمان
جامعہ نصرۃ العلوم میں جاری ان کا فیضان
ضعف و نقاہت میں بھی دین کے خادم
اوصاف حمیدہ میں عجیب بنی آدم
علماء ، طلباء خطباء و صلحا کے استاذِ محترم
علوم اور فنون کی مہارت میں مسلم

اخلاص و سادگی میں اسلافؒ کا نمونہ
تقویٰ و توکل میں جنیدِ زمانہ
تفسیر و حدیث میں رازی و زہری کے ہم پلہ
فقہی علوم اور فلسفہ میں سالار قافلہ
افکار ولی اللہ میں سندھی کے بعد امام
مدنی کے خوشہ چین شبلی و ابو الکلام
درس و تدریس میں دن رات تھے مشغول
نام و نمود کی نمائش سے ہمیشہ رہے دور
دنیا کو چھوڑ کر جانب خلد ہوئے رواں
ہنس کر چلے عقبیٰ میں حوروں کے درمیاں
تفسیر و حدیث ان کا مشغلہ تھا یہاں
مولیٰ! اس کا صلہ تو ہی عطا کردے وہاں
الٰہی خلد بریں ان کا ٹھکانہ کر دے
حوض کوثر کی طرف ان کو روانہ کر دے
گلشنِ سواتی کی یارب تو ہی حفاظت فرما
فیاض، ریاض اور عرباض پر اپنی عنایت فرما
حضرت شیخ کے علوم میں بھی برکت فرما
ان کی اولاد کو عطا ہر سعادت فرما
زاہد، قارن ہو کہ عابد کہ شاہد کہ بشیر
حماد، ساجد، اور راشد کو بھی صاحب عظمت فرما

============

مولانا فاروق حسین صابر بن جونسہ راولاکوٹ آزاد کشمیر
فاضل جامعہ نصرۃ العلوم

عقیدت کے پھول

"مدرسہ نصرۃ العلوم اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحبؒ "

علومِ معرفت کے خُم ملے ہیں جس خزانے سے
سواتیؒ تھے اسی مشرب کے ساقی اک زمانے سے
محدث تھے ، مفسر تھے ، خطابت میں بھی ماہر تھے
جھجکتے تھے نہ رکتے تھے وہ سچی بات بتانے سے
مصائب مشکلوں میں بھی نہ ہوتے تھے وہ افسردہ
بہادر ، تھے نہ گھبراتے کسی کے بھی ستانے سے
تصوف کی امانت کے رہے حامل وہ آخر تک
بہت لوگوں کے دل جاگے ہیں ان کے ہی جگانے سے
فنافی اللہ بھی تھے اور ضعیفوں کے وہ حامی بھی
خدا کی یاد میں بھی بے خبر نہ تھے زمانے سے
ولی اللہؒ کا فکر و فلسفہ بھی وہ پڑھاتے تھے
کہ شرماتے ہیں اہل علم بھی اب جو پڑھانے سے
عقیدت ان کے دل میں تھی عبید اللہ سندھیؒ کی
نہیں ڈرتے تھے وہ جھوٹے خداؤں کے ڈرانے سے
سبق ہم کو دیا تھا کہ رہے نسبت اکابر سے
کبھی نہ سرخُرو ہوں گے سبق یہ ہم بھلانے سے
لبوں پہ اُن کے رہتا تھا خدا کا نام ہی صابؔر
ہوئے محوِ سفر آخر خدا ہی کے بلانے سے

حافظ محمد طاہر خان اعوان بن مولانا فتح خان اعوان
متعلم جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال

مفسر قرآن، محدث کبیر، ولی کامل، استاذ العلماء حضرت مولانا

صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ

کی تالیفات وتصنیفات پر نظم وتاثرات

کس قدر پُر رنگ ہیں پُر کیف سواتی نقوش
ثبت ہیں لوحِ زمانہ پر یہ سواتی نقوش
ترجمانِ دینِ قیم ہے سواتی قلم
اس کی تابانی میں اللہ ہو اضافہ دم بدم
دھوم ہے سارے وطن میں تیری تصنیفات کی
بات ہی کچھ اور ہے اب ایسی تالیفات کی
آبِ زر سے لائق تحریر تیری ہر کتاب
اس کا ہر اک نقش گویا انتخابؔ لاجواب
کی عطا تجھ کو تھی قلم اللہ نے معجز رقم
مرحبا صد مرحبا نظرِ عنایت یہ کرم
تیری ہر تصنیف ہے گنجینہ علم و ادب
مل گئی آپ کو یہ شہرت چار سو برایں سبب
کس قدر پُر کیف یہ رعنائی تحریر ہے
ذہن و دل کے واسطے جو باعثِ تنویر ہے
تا ابد قائم قلم کی تیری جولانی رہے گی
جاوداں طاہر یہی انعام ربانی رہے گی

حافظ ابو محمد تصدق حسین میو
شریک دورہ حدیث مدرسہ نصرۃ العلوم

اک اور دیا بجھا بڑھی اور تاریکی

وہ آنسو کر رواں گیا ہے — وہ چمن کا پاسباں گیا ہے
وہ علم کا بحرِ گراں گیا ہے — شیخ الحدیث مفسرِ قرآن گیا ہے
وہ عمل کا کوہ گراں گیا ہے — علم کا منیرِ تاباں گیا ہے
منکرانِ بتاں ؟ گیا ہے — توحید کا حدی خواں گیا ہے
شرک و بدعت کا ماحی — شریعت کا راہ نما گیا ہے
شاہ ولی اللہؒ کے فکر کا امیں — مجددِ دیں مفکرِ دوراں گیا ہے
وہ بانی مدرسہ و مسجد نور — اک جوہر کو کر گلستاں گیا ہے
عظمت میں اوجِ ثریا سے فائق — آج لحد میں ہو نہاں گیا ہے
ہزاروں علماء کا شیخ و مربی — مگر نمودونمائش سے گریزاں گیا ہے
دیپ ظلمت بجھانے والا — کر شمع علم فروزاں گیا ہے
حضرت مدنیؒ کا تلمیذ رشید — وہ عالمِ حق بیاں گیا ہے
وہ داعی اتحادامت کا — رشد و ہدایت کا نشاں گیا ہے
ظلم سے نہ سرنگوں ہونیوالا — مرد جری قلندرِ زماں گیا ہے
پوچھتے ہیں منبرو محراب مجھ سے — ہمارا خطیب وواعظ کہاں گیا ہے
اخلاص و مروت کا پیکر — اپنوں کا محسن و مہرباں گیا ہے
یارب کر صبر جمیل عطاء استاذوں کو — جنکے سر سے دعاؤں کا سائباں گیا ہے
سونا سونا سا لگتا ہے گوجرانوالہ — اک فرد شہر کو کر ویراں گیا ہے
درو دیوار پہ اداسی کا سایہ ہے حافظ — لگتا ہے کوئی بہار کو کر خزاں گیا ہے

محمد احسان اللہ فاروقی بن راشد

وہ منبع زہد وورع گیا ہے

وہ مردِ حق آج صوفی با صفا گیا ہے

حیا کا پیکر وہ کر کے سب سے وفا گیا ہے

طاعت نبی کو ہر دم شعار اپنا بنائے رکھا

غلام مولیٰ وہ عاشق مصطفیٰ گیا ہے

تفسیر قرآن بھی ہے ایک شاہکار اس کا

نور قرآن جہاں بھر میں پھیلا گیا ہے

مدنی سے تھا جو اس نے فیض پایا

کل جہاں میں وہ بانٹ کر گیا ہے

نہ طلبِ دنیا نہ طلبِ جاہ کی

وہ راضی ہر دم با قضا گیا ہے

وہ رونقِ مسندِ حدیث تھا جو

وہ چراغ آج بجھا ہوا ہے

دوائے درد جو بیچتا تھا

وہ مسیحا چلا گیا ہے

ترکِ دنیا کی انتہا ہی کر دی

وہ منبعِ زہد و ورع گیا ہے

وہ باغِ سندھی کا گل انوکھا

فکر ولی اللٰہی کا ترجماں گیا ہے

اس کے نقش قدم پہ رکھنا

جو مولیٰ وہ راہ دکھا گیا ہے

فیاض کی بھی کر مدد خدایا

امانت جو اس کو تھما گیا ہے

اس کے گلشن کی کر تو نصرت

علوم کی نصرت جو کر رہا ہے

احسانؔ اس قابل کہاں تھا

یہ رویہ تو بس اس کی عطاء ہے

بنت عالم
معلمہ مدرسہ انوار القرآن للبنات کنور گڑھ گوجرانوالہ

جدا ہم سے ہو مشفق و مہربان گئے

کیسے با کمال رب نے بنائے وہ اکابر ہمارے
علم و عمل کے سمندر وہ عظیم انسان گئے

رشد و ہدایت کا چراغ تھی جنکی زندگی
زہد و تقویٰ میں بن اپنی پہچان گئے

عمر بھر شرک و بدعت سے نفرت کی
اتباعِ سنت کر کے بن ذی شان گئے

دار العلوم دیوبند کے چمن کے ہیں دو پھول
اک شیخ الحدیث اور اک بن مفسر قرآن گئے

ہے نام جنکا عبد الحمید میرے مربی استاذ
قرآن و حدیث کو خوب کر آسان گئے

گر نہ ہوتی والد مکرم کو ان کی خدمت نصیب
شکر ہے تیرا خدا یا بنا ہم کو انسان گئے

جودے گئے ہمکو پیار نانا اور دادا کا بھی
جدا ہم سے ہو مشفق و مہربان گئے

اہل خانہ اور اہل زمانہ ان کی رحلت پہ غمگین ہیں
فرمان نبویؐ کے مطابق اٹھ برکتوں کے سائبان گئے

انکی دعاؤں کا ثمر ہے ہمارا یہ جامعہ
سر پرستی کر کے بنا ہمارے لئے انوار القرآن گئے

درس دیا ہم کو مت کرو علم سے غداری
خود لکھ تفسیر وشرح کر ہم پہ احسان گئے

یارب پھلا پھولا رہے یہ چمن انکی محنتوں کا
جو اک جوہڑ کو بنا گلستان گئے

انکی فرقت میں نم رہتی ہے آنکھ بنتِ عالم کی
جو تیرے پاس ہو جنت میں مہمان گئے

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا خط

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا خط

عزیزی ارشاد   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

[illegible]

فقط

والدہ ارشد مدنی

اہلیہ محترمہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا خط

مفتی محمد شفیع

خادم دارالعلوم کراچی ۱۴

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کا خط

صورت جلد اول صفحہ ۳۲ کے آخر میں۔ مسئلہ بسم اللہ
شرح منیہ میں اسکو امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول لکھا ہے۔ اور شرح منیہ
در مختار۔ بحر رائق، ذخیرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے
مگر امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سری نمازوں میں پڑھنا بہتر ہے۔ بعض روایات میں
یہ قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے اور شامی نے بعض فقہاء سے
اسکی ترجیح بھی نقل کی ہے۔ بہشتی زیور میں بھی اسکو اختیار کیا گیا ہے
اور سب کا اتفاق ہے کہ کوئی پڑھ لے تو مکروہ نہیں ہے۔ شامی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية
الجامعة الاسلامية ـ بالمدينة المنورة
** ((التعليم العلم)) **

الـرقم : ٢٠٤/ت/٩٩٥٢/٢/٦
التاريخ : ١٢/ ٥/ ١٣٨٨هـ
التوابع :

من عبد العزيز بن عبد الله بن باز الى حضرة الاخ المكرم مدير نصرة العلوم . حفظه اللـه
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته : ـ وبعد .

نظرا لكون الجامعة الاسلامية فى المدينة المنورة أنشئت لتثقيف أكبر عدد ممكن من شباب المسلمين وفتحت ابوابها لأبناء العالم الاسلامى فى حدود المنح التى تمنحها لكل قطر وقد يتقدم لذلك بعض الدارسين لديكم نود أن تتكرموا بتزويدنا بما يلى : ـ

١ ـ تعبئة الاستمارة المرفقة ثم اعادتها الينا .
٢ ـ بعث نسختين من نظام مؤسستكـم .
٣ ـ - - - - - منهج الدراسة التفصيلى لكل مرحلة من المراحل الدراسية فى مؤسستكم .
٤ ـ - - - - - من شروط قبول الطلاب لكل مرحلة دراسيـة .
٥ ـ - - كشف اجمالى بعدد مواد الدراسة ونصيب كل مادة من الحصص الاسبوعية .

ونشكر لكم مقدما تكرمكم بسرعة ارسال ما طلبناه سائلين اللّه تعالى أن يأخذ بأيدى الجميع الى ما فيه سعادة الدنيا والآخرة وأن يجعلنا وإياكم من المتعاونين على البر والتقوى إنه جواد كريم والسلام عليكم ...

نائب رئيس الجامعة الاسلامية بالمدينة
عبد العزيز بن عبد الله بن بـاز

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کا خط

دفتر دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک مغربی پاکستان

تاریخ ۲۸ جمادی الثانی [illegible]ھ — نمبر ....

بگرامی خدمت مخدوم المحترم جناب حضرت مولانا صاحب زیدت معالیکم

سلام مسنون۔ نیاز مقرون۔

گرامی نامہ مشرف صدور لاکر باعث عز و افتخار رہا۔ ماہنامہ الحق کے ساتھ محبت اور اظہار خلوص کا بیحد ممنون ہوں۔ دعا فرماویں کہ خداوند قدوس اس حقیر خدمت کو خدمت دین اور اصلاح احوال کا ذریعہ بنادے۔ امید ہے حضرت محترم آئندہ بھی اس دینی رسالہ کی ترویج و فروغ کے لئے سعی فرماتے رہیں گے۔ نیز الحق کے ساتھ قلمی تعاون سے بھی دریغ نہ فرماویں اور بہترین علمی و اصلاحی افادات و نگارشات سے نوازتے رہیں گے۔ اس درخواست پر غور فرمانے کی مکرر اور خصوصی گذارش ہے۔ اللہ تعالیٰ آنجناب کو بہترین علمی و دینی خدمات کی توفیق اور مسلمانوں کو تا دیر آپ کے فیوضات سے مستفید ہونے کا موقع عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

عبدالحق عفی عنہ [illegible]

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک کا خط

☎ : 229

بسم اللہ الرحمن الرحیم

DARUL-ULOOM DEOBAND, (U.P.) INDIA

Ref. No.............. Dated: ۳ ذی الحجہ [illegible]

باسمہ سبحانہ جل شانہ

مکرمی و محترمی زید مجدکم السامی، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ نظر نواز ہوا، یاد فرمائی کیلئے شکر گزار ہوں۔

جناب نے جن کتابوں کی فوٹو کاپی کے بارے میں تحریر فرمایا ہے، انہیں سے دو کتابیں تو کتب خانہ سے مل گئیں، تیسری کتاب نہیں مل سکی، کتب خانے کے جو [illegible] ہیں انکا [illegible] ہے اتفاق سے وہ رخصت پر گئے ہوئے ہیں جلد ہی آنے والے ہیں ان کے آنے کے بعد ان شاء اللہ مل جائیگی۔

ان دو کتابوں میں ایک کتاب تو کرم خوردہ ہے فوٹو کرانے میں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، اسلئے اسکے فوٹو سے تو معذرت ہے، دوسری کتاب کا فوٹو کرایا جا رہا ہے۔

سوء اتفاق کہ مولانا میر محمد صاحب [illegible] تشریف لائے تھے [illegible] یہاں قیام ہوگا، واپس تشریف لیجا رہے ہیں، اگر قیام رہتا تو [illegible] تیسری کتاب کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا، کوشش کی جائیگی کہ ڈاک کے ذریعہ فوٹو کرا کر بھیجدیا جائے۔

یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ پاکستان میں بھی قدیم کتابوں کے سلسلہ میں سخت [illegible] ہے، جو کتابیں مولانا موصوف ساتھ لائے تھے وہ روک لی گئیں۔

کسی موقع پر دار العلوم تشریف لائیں، جناب کی تشریف آوری ہم خدام دار العلوم کیلئے باعث مسرت ہوگی۔

دعوات صالحہ میں یاد فرما کر ممنون و مرہون کرم فرمائیں۔

والسلام

بندہ مرغوب الرحمٰن غفرلہ

حضرت مولانا قاری مرغوب الرحمٰن مدظلہ مہتمم دار العلوم دیوبند کا خط

الحمد لله الذي جعل الشريعة المطهرة مقياساً للحلال والحرام وأنار لها معالم أعلام ما اهتدى بها المهتدون في ظلمات
الظلام وأقام لها أئمة قوامين بها لا يضرهم من خذلهم لا يخافون في الله لومة لائم ما دام أخلفهم في كل عصر جماعة يحفظون الدين ويبعدون
عنه تحريف المبطلين من حملة العلوم ورثة الأنبياء العظام والصلوة والسلام على من أرسله حين أظلمت الدنيا وأحاطت بها حنادس الشرك و
جرائم الأصنام ليقيم الملة العوجاء ويطهرها عن دنس الكفر ونجاسة الأصنام والأزلام فعليه صلوات الله وسلامه على أن يشرع أصولاً وبين لها
فروعاً وفصولاً حتى صارت متبعة للأنام وعلى آله وأصحابه البررة الكرام المستمسكين بهديه عمود الإسلام القائمين بنصرة الدين مدى الليالي
والأيام وبعد فإن الأخ الصالح النابه المولوي عبد الحميد بن نور محمد المتوطن كرمتك بالأمين منه في هزاره
قد دخل دار العلوم الديوبندية التي هي مركز العلوم الدينية ومدارها ومنبع أنهارها ومجار بحارها في الأحد عشر من شوال المكرم
سنة إحدى وثمانين من الهجرة النبوية على صاحبها ألف ألف سلام وتحية فقرأ من العلوم والفنون الكتب الآتي ذكرها وبقي فيه مدة وقرأ على طريقة
حسنة رضي عنها الأساتذة وأركان المدرسة وهو عندنا سليم الطبع وله مناسبة بالعلوم يرجى منه الإفادة والآن لما طلب
منا الإجازة أجزناه وكتبنا له هذه الورقة لتكون سنداً وتذكرة عند من له الحاجة موصيه بأنه يتوقف أن يتقي الله سراً وعلناً ويتبع
السنة السنية مستدلاً بتلك الأحكام الشرعية متكئاً على مطالعة الكتب الدرسية مجداً في ترويج العلوم الدينية وأن يكون مقتفياً لآثار السلف الصالحين
مجتنباً عما أحدثه المبتدعة من الاختراع في الدين عاضاً بالنواجذ على ما مضى عليه القرون المشهود لها بالخير من الصحابة والأئمة المجتهدين
رضوان الله تعالى عليهم وعلى من تبعهم وأن لا ينسانا في دعواته الصالحة والله الموفق والمعين وآخر دعوانا أن الحمد لله رب
العالمين تحريراً في يوم الاثنين ثاني من رجب سنة اثنتين وستين بعد ألف وثلاثمائة من الهجرة النبوية صلى الله على صاحبها وسلم

أسامي الكتب المقروءة

قرأ من علم الحديث صحيح الإمامين الهمامين البخاري ومسلم وسنن أبي داود والنسائي وابن ماجه و
الجامع للإمام الترمذي والشمائل له والموطأين للإمامين القدوتين مالك ومحمد وشرح معاني الآثار
للإمام الطحاوي رحمهم الله تعالى ومن علم التجويد الفوائد المكية وجود بعض القرآن

إمضاءات المدرسين الكرام الأراكين العظام بدار العلوم

دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کی سند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاجازة المسندة لسائر الكتب والفنون المتداولة

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے تمام علوم وفنون کی ذاتی خصوصی سند

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله الذی بعث الینا اشرف المرسلین مبلغا لما انزل الیه بالبلاغ المبین فصلی الله وبارک وسلم علیه وعلی آله وصحبه الذین تکامل بهم نظام الحق والیقین وبعد فان الفاضل المولوی عبدالحمید ... بن نور محمد ... من سکان ... قد شمر عن ساق الجد فی المدرسة العالیة الوحیدة دار المبلغین التی اسسناها لتکمیل العلوم الدینیة عموما وعلم القران خصوصا وللتمرین فی تبلیغ الدین والدعوة الی سبیل رب العالمین واقامة الحجة علی المخالفین علی منهاج القران الکریم باقتفاء اثار السلف الصالحین ثم ان الفاضل المذکور قرأ نصاب دار المبلغین وطالعها وتدرس القران العظیم وبرع فیها فاجزناه متوکلا علی الله تعالی ان یتصدی للوعظ والتبلیغ واحقاق الحق وابطال الباطل باللسان والقلم ونوصیه بتقوی الله فی السر والعلانیة وان یجعل مقصد حیوته خدمة الدین ورضاء رب العالمین ولا یسأل من المخلوق اجرا علی ذلک فان الاجر فی ذلک موعود ومضمون علی الله تعالی وهو خیر وابقی ۔

وسندی فی العلوم انی قرأت کتب التفسیر والحدیث والفقه والاصول والفلسفة والمنطق والهیئة علی شیخی خیر اللاحقین بالائمة الهداة مولانا السید محمد عین القضاة رحمه الله تعالی وهو قرأ علی استاذ الاساتذة مولانا الشیخ عبدالحی الفرنجی المحلی وسنده مذکورة فی تالیفه البهیة وقد اجازنی فی علم الحدیث المحدث المستند مولانا خلیل احمد السهارنفوری بسنده من العارف بالله الشیخ عبدالغنی بن ابی سعید المجددی الدهلوی ثم المدنی وقد اجازنی بجمیع مرویاته شیخی ومرشدی الشیخ ابو احمد المجددی وهو یروی عن العارف بالله مولانا الشیخ عبدالغنی المجددی رحمهم الله ... اسرارهم

امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ سے تقابل ادیان، افتاء وارشاد کی سند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سند الفراغ لترجمة القرآن المجيد من المدرسة العربية [illegible] العلوم والفيوض [illegible]

نحمده ونصلي على رسوله الكريم
وعلى آله واصحابه ومن تبعهم الى يوم الدين

الحمد لله الذي خلق الانسان وفضله على كثير ممن خلق تفضيلا وفضل الانبياء والرسل مزيد التفضيل واكرمهم
تكريما وفضل خاتم الانبياء على جميع الرسل وشرفه تشريفا وانزل عليه الكتاب فجعله هاديا وبرهانا ونورا مبينا والصلوة
والسلام على من لا رسول بعده ولا نبي بعده ما دامت الشمس مضيئة والقمر منيرا وعلى آله واصحابه الذين بذلوا جهدهم وسعوا
سعيهم لاشاعة الدين فكان سعيهم مشكورا وعلى من اتبع آثارهم وعرف فضلهم من المحدثين والمجتهدين والمفسرين جميعا. اما بعد
فان الاخ في الدين رشید مولوی عبدالحمید سواتی۔ قد قرأ عندي ترجمة القرآن المجيد
من ام القرآن الى آخر الفرقان بطبع مستقيم وذهن سليم فاجزته لدرس القرآن المجيد باتباع سنة خير الانام واوصيه
بالاجتناب عن محدثات الامور والاجتناب عن صحبة من خالف طريق الاسلام من اهل البدع والهوى واوصيه
بالاجتناب عن حب الدنيا واهلها من الامراء والجهلاء والله الموفق والمعين وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

افقر الى اللہ
محمد عبداللہ
درخواستی مہتمم مدرسہ عربیہ مخزن العلوم خانپور
امیر [illegible] بہاولپور مغربی پاکستان

حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ سے دورہ تفسیر کی سند

Board of Unani and Ayurvedic Systems of Medicine
PAKISTAN

BUASM PAKISTAN

Certificate of Registration
CATEGORY A. B
This is to certify *that*

Hakim/Vaid Abdul Hamid Sat[illegible]
son/daughter of [illegible]
resident of [illegible] Nusratul Alum, near Ghanta Ghar, Mohalla Faruq Ganj,
District Gujran[illegible],
Practising at As above,
is a Registered Practitioner within the meanings of "The Unani, Ayurvedic & Homoeopathic Practitioners Act, 1965" (II of 1965). Section 24 (2) (i)

Registration No. [illegible] CATEGORY A. / [illegible]

This certificate is issued under the seal of the Board.

(S. MASROOR HASAN)
REGISTRAR

(Hakim Mohammad Hassan Qarshi)
Shifa-ul-Mulk
President.

(S. Masroor Hasan)
Registrar.

Dated, Rawalpindi, the [illegible] *196*

نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد دکن سے طب مستند کی سند

It is with great pleasure that I am giving this Testimonial to Hakeem Abdul Hameed Sahib, who has studied Unani System of Medicine in the Nizamia Tibbi College Hyderabab Deccan for four years .

His zeel and onthusiaism as a student is marked by his pann taking. He has come over from the far Frontier to Hyderabad in quost of knowledge and has pushed his way without a smile of favour and a word of enoouragement. In him - I have seen the image of old scholars of the east whose name will over remain in the history of learning.

I wish him every success in his practical life.

sd/-
Mirza Hameedullah Baig,
M.BB.S.,
Prof.Nizamia Tibbi College,
Hud.Dn.
7/6/51.

Attested
Abdul Rehman
Principal,
Model Training & Footwear
Centre Gujranwala.

نظامیہ طبیہ کالج حیدر آباد دکن سے حاصل ہونے والا سرٹیفکیٹ

C_E_R_T_I_F_I_C_A_T_E_.

This is to certify that Hakeem Abdul Hameed Sahit has passed the Final examination of "Tabeeb e-mustanad" from this college in 1951, and has stood first in his class. He has been an intelligent and diligent student and very regular in attendance. I consider him quite fit to discharge his duties as a Professor in any Unani Tibbi College or Physican in charge of any Unani dispensary with entire satisfaction of his superiors. I wish him every success in his future life which I am „sure will be brilliant. He bears very excellent moral character.

DATED :- 6th June 1951.

Fazlur Rahman
(Fazlur Rahman)

Vice Principal,
Nizamia Tibbi College,
Hyderabad Deccan.

نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد دکن میں اپنی کلاس میں اوّل آنے کا سرٹیفکیٹ

Nizamia Tibbi College

HYDERABADDECCAN.

NO. 108 DATED : 5th June 1951.

This is to certify that Abdul Hameed Khan Sahit son of Noor Ahmed khan, passed the final examination of Tabeeb e-Mustanad from government Nizamia Tibbi College in 1951, appearing in the following subjects :.

1. Medicine.
2. Surgery.
3. Mid-wifery.
4. Disease of Children.
5. Gynaecology.
6. Ophthalmology.
7. Clinics.
8. Pathology.

He bears good moral character

Fazlur Rahman
(Fazlur Rahman)

Vice Principal,
Nizamia Tibbi College,
Hyderabad Deccan.

نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد دکن کالج کے استاد ڈاکٹر حمید اللہ بیگ کی خصوصی سند جس میں انہوں نے لکھا ہے۔
اُن میں میں نے مشرق کے پرانے سکالرز کی ایک تصویر دیکھی ہے جس کا نام علم کی تاریخ میں زندہ رہے گا۔

وہ مسند حدیث جس پر بیٹھ کر نصف صدی تک حدیث رسول ﷺ پڑھائی

جامع مسجد نور

ذاتی کتب خانہ اور چارپائی

جامع مسجد نور و جامعہ نصرت العلوم کا بیرونی منظر

جامع مسجد نور کا وہ ممبر جس پر بیٹھ کے نصف صدی تک اعلائے کلمۃ اللہ بلند فرماتے رہے۔

جامعہ نصرت العلوم کا مرکزی گیٹ

جامعہ نصرت العلوم کی تین منزلہ لائبریری کا اندرونی منظر

جامعہ نصرت العلوم کی جدید تین منزلہ عمارت کا بیرونی منظر

دفتر اہتمام کی وہ مسند جس پر بیٹھ کر نظم و نسق چلاتے تھے

مرقد مبارک قدیمی بڑا قبرستان گوجرانوالہ